کتاب مستطاب

سیرۃ النبی

یعنی

سوانح اقدس حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مجلد سوم

مشتمل بر دلائل و معجزات

اوّلاً

مقدمہ مین نفس معجزہ کی حقیقت اور اُسکے امکان و وقوع پر فلسفۂ قدیمہ، علم کلام، فلسفۂ جدیدہ اور
قرآن مجید کے نقطہ ہائے نظر سے بسوط بحث و تبصرہ ہی

اور اسکے بعد

خصائص نبوت یعنی مکالمۂ الٰہی، وحی، نزول ملائکہ، عالم رویا، معراج اور شرح صدر کا بیان ہی پھر وہ آیات و معجزات مذکور ہین
جنکا ذکر قرآن مجید مین ہی، بعد ازین وہ ہین جو مستند روایات سے ثابت ہین پھر معجزون کی نامعتبر روایات کی تنقید
کا باب ہی، اور اسکے بعد وہ بشاراتِ نبوی ہین جو صحفِ سابقہ مین موجود ہین، اور جنکے حوالے قرآن و حدیث
مین مذکور ہین، اور آخر مین خصائص محمدی کا باب ہی

تالیف

باہتمام مسعود علی ندوی

قلمی نور، ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۴ء
اشتیاق حسن مارہروی

ضمیمۂ دوم

تصحیح اغلاط

سیرۃ جلد دوم طبع اوّل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶	۵	وَلوُمجھ	لوٗ
〃	۶	اوراگر	اگر
۹	۱۶	مشہور ہوگیا	مشہور ہوگیا (بخاری کتاب التیمم)
۱۰	۱۷	صابی	مدعی نبوت
۱۱	۱۵،۱۷	عمرو بن عنبسہ	عمرو بن عبسہ
۱۳	۹	بدر میں گرفتار ہوکر آئے اور قیدیوں کے ساتھ اسیر تھے۔	بدر کے قیدیوں کو فدیہ دیکر چھڑانے کو آئے تھے۔
۱۴	۱۷	حج کے	عمرہ کے
۱۵	۱	دو ہزار	ڈیڑھ ہزار
۲۴	۱۲	مبلغین یمن یعنی حضرت علی، معاذ بن جبل، اور ابوموسیٰ	مبلغین یمن میں سے حضرت علیؓ اور ابوموسیٰ
۴۱	۱۷	بخاری ومسلم	مسلم
۵۱	۷	تشریف سے گئے	تشریف لے گئے
۶۲	۸	اوّل کے سوا	اوّل، دوم کے سوا
۶۳	۱۰	پانچ وسق سے زیادہ	پانچ وسق یا پانچ وسق سے زیادہ
۶۹	۲	مدینہ منورہ میں رکھکر	کچھ لوگوں کو مدینہ منورہ میں رکھکر
〃	۱۴	جسکی سیرابی صرف بارش کے پانی سے کیجاتی ہے،	جسکی سیرابی صرف بارش یا بہتے پانی سے ہوتی ہو (بخاری صفحہ ۲۰۱)
۶۴	۲	اپنی قوم کی امامت کرکے آتے تھے اور پھر دوبارہ آنحضرت کیساتھ شریک جماعت ہوتے تھے،	بعض لوگ آنحضرت کیساتھ شریک جماعت ہوتے تھے اور پھر اپنے محلہ کی مسجد میں جاکر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۲	۷	سعاذ بن جبل	معاذ بن جبل
۸۴	۶	قم فانذر وثیابک فطھر	قُم فَاَنذِر وربَّکَ فَکَبِّر وثِیابَکَ فَطَھِّر،
۸۶	۱۸	دس بارہ	بارہ
۸۷	۱۴	ساقہ	بیاضہ
۹۳	۲	غزوۃ الرقاع	غزوۃ ذات الرقاع
۹۸	۲۰	جناح	لاجناح
۱۰۰	۱۵	قریش	احمس
〃	۱۹	بخاری جلد اول صفحہ ۸۲	بخاری جلد ا صفحہ ۱۴۵
۱۰۲	۱۸	حضرت عباس	حضرت ابن عباس
۱۰۴	۱۰،۱۱	(پبلک وقف)	(مشترکہ جائداد کا وقف)
۱۱۵	۱۹	(باب تحریم الخمر)	(باب تحریم بیع الخمر)
۱۲۱	۱۴	(صحیح بخاری ومسلم وابوداؤد)	(صحیح مسلم وابوداؤد)
۱۲۲	۶،۷	لیس للعربی فضل علی العجمی ولا للعجمی علی العرب کلکم ابناء آدم وآدم من التراب[1]، (عقد الفرید) (حاشیہ[1]) یہ فقرہ [illegible]	ایہا الناس الا ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی الخ[1] (مسند احمد) (حاشیہ[1]) امام احمد نے مسند میں ابونضرۃ تابعی کے واسطہ سے ایک تابعی ذکر ایک صحابی سے جنہوں نے آنحضرت صلعم کو حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے سنا تھا یہ فقرہ نقل کیا ہے (بحوالہ المنتقی الاخبار ابن تیمیہ مع نیل الاوطار)

[1] یہ دونوں واقعے گو امام بخاری نے الگ الگ لکھے ہیں لیکن شراح حدیث کی تحقیق میں یہ ایک ہی واقعے کے دو ٹکڑے ہیں)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۳	۴	(صحیح بخاری ومسلم وابو داؤد)	(صحیح مسلم وابو داؤد)	۱۴۵	۶	بغلی نہ تھی	بغلی تھی۔
۱۳۹	۱۶	زاد المعاد	مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۵۱	۱۴۶	۹	عمرو بن حارث	عمرو بن حویرث
۱۳۰	۱۳	مطلب	عبد المطلب	۱۶۱	۱۲	اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی	سُبْحَانَ الَّذِی
۱۳۱	۷	جعفہ	جحفہ	۲۵۵	۶	۲۲	۳۳
〃	۱۷ (حاشیہ)	ابن جابر	جابر	〃	۷	۲۰/ اونٹ	۲۰ سے کچھ زیادہ اونٹ
۱۷	۴ (حاشیہ)	کسی صحیح روایت مین یہ مذکور	بخاری باب الامامہ (صفحہ ۹۴)	۲۶۰	۱۲	حضرت قاسم	حضرت ابراہیم
		نہین کہ حضرت ابوبکرؓ نے کے	مین حضرت انسؓ سے مروی ہے	۲۸۰	۱۹	ابو حذیفہ بن الیمان اور ابو جسیل	حذیفہ بن الیمان اور حسیل
		دن نماز پڑھائی الخ	کہ تین دن آنحضرتؐ نے نماز	۲۸۶	۶	کھیت پر	کہین پر
		.. ..	نہین پڑھائی، اور حضرت ابوبکرؓ	۲۸۹	۱۲/۱۴	ہندہ	ہند
		.. ..	نے آپکی قائمقامی کی، اس قائمقامی	۲۹۰	۱۶	چند مہینون	چند سال
		.. ..	کا آغاز شنبہ کی نماز عشاء سے ہے	۳۰۱	۱۵	فتح مکہ کے	صلح حدیبیہ کے
		.. ..	(بخاری ومسلم کتاب الصلوۃ)	۳۲۱	۶	ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا	ان سے دو لڑکے پیدا ہوئے
		.. ..	اور اختتام دوشنبہ کی صبح کی			جس کا نام ہند تھا	ایک کا نام ہند تھا اور دوسرے کا حارث
		.. ..	نماز پر ہوا (بخاری باب من	۳۲۵	۷	شکم نے	ابن شکم نے
		.. ..	رجع القهقری فی الصلاۃ صفحہ ۶۰)	۳۴۵	۱۰	اور دوشیزہ بھی تھین	اور کمسن بھی تھین۔
		.. ..	کُل یہ تین دن مین ۱۷ وقت کی				
		.. ..	نمازین ہوئین، ابن سعد واقدی نے				
		.. ..	بعینہ یہی روایتین کی ہین، ایک				
		.. ..	مین ہے کہ ۳ دن امامت کی،				
		.. ..	دوسری مین ہے کہ ۱۷ وقت کی				

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین، وعلی آلہ وصحبہ اجمعین،

خدا کا شکر ہے کہ اُس نے چند در چند مزاحمتون کے باوجود سیرۃ پاک کی تیسری جلد کی تکمیل و انجام کا سامان بہم پہنچایا، اور ایک گنہگار کو توفیق بخشی کہ ان اوراق کو ترتیب دیکر اپنے سیاہ اعمالنامہ کے دھونے کے لیے آبِ رحمت کے چند قطرے فراہم کر سکے، دوسری جلد ۱۳۳۸ھ (۱۹۲۰ء) مین چھپکر نکلی تھی، چار برس کے بعد یہ ۶۰۰ صفحون کا مجموعہ مشتاق نگاہون کے سامنے ہے، اِس مجموعہ کی تالیف وترتیب، واقعات کی تفتیش وتلاش، اور مسائل ونظریات کی بحث وتحقیق مین جو محنت، کاوش اور دیدہ ریزی کی گئی ہے، اُسکا بڑا صلہ یہی ہے کہ صواب کا سررشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹا ہو، اور حقیقت کی منزل سے بُعد نہ ہوا ہو، وَالْعِصْمَۃُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ،

اِن اوراق کی تالیف مین ہم اپنے اُن محسنون کے شکرگذار ہین جنھون نے انکی تکمیل مین ہمارا ہاتھ بٹایا، مشکلات اور غوامض مین مخدومنا مولٰنا حمید الدین صاحبؒ کے مشورون نے فائدہ پہنچایا ہے، رفیقِ کار مولٰنا عبد السلام صاحب ندوی نے معجزات کے جزئی واقعون کے فراہم کرنے مین مدد کی ہے، ہماری جماعت مین، بلکہ علماء کی جماعت مین پروفیسر عبد الباری ندوی (معلّم فلسفۂ جدیدہ، جامعۂ عثمانیہ، حیدرآباد دکن) سے بڑھکر فلسفۂ جدیدہ کا کوئی ماہر نہین، معجزات کی بحث مین ضرورت تھی کہ اس باب مین فلسفۂ جدیدہ کی جو موشگافیان اور نکتہ آفرینیان ہین، اُن سے بھی تعرّض کیا جائے، چنانچہ میری درخواست پر موصوف نے "معجزات اور فلسفۂ جدیدہ" کا باب لکھکر عنایت کیا ہے جو اس کتاب کے صفحہ ۸۶ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۴۸ پر تمام ہوا ہے"

کہین کہین آپ کو احادیث کی بعض غیر مطبوعہ کتابون مثلاً بیہقی، ابویعلی، ابن راہویہ، ابن ابی شیبہ، بزار وغیرہ کے حوالے دوسری مطبوعہ کتب احادیث کے حوالون کے ساتھ تائیداً ملین گے، ہم نے اُن کے حوالون مین دوسرے مفسرین

شارحین حدیث اور مصنفین سیرت مثلاً ابن کثیر، ابن حجر، ابن قیم، سیوطی وغیرہ پر بھروسہ کیا ہے، معجزات کے جزئی واقعات میں ایک دو مقام پر قوی روایتوں کے ساتھ اگر ضعیف روایتوں کو جگہ دی گئی ہے تو اُن سے مقصود صرف یہ ہے کہ قوی روایتوں سے جس نوع کے معجزات ثابت ہیں، اُس نوع کے معجزات کی دوسری تائیدیں بھی گو اُس رتبہ کی نہیں، مگر موجود ہیں۔

کتاب میں کہیں کہیں غلطیاں رہ گئی ہیں، جن کی آخر میں غلطنامہ کے اضافہ سے تلافی کی کوشش کی گئی ہے۔

اس راہ کی ایک منزل آج اور تمام ہوئی لیکن قلم کے مسافر کو آرام نہیں کہ اب چوتھی منزل اُس کے سامنے ہے، احباب دعا کریں کہ یہ جلد چہارم اُنکی خدمت میں جلد پیش ہو سکے۔

سید سلیمان، ندوی

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ

فہرست مضامین سیرۃ النبی حصۂ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ (مائدہ)

اور ہمارے پیغمبر لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لیکر آیا کیے

سیرت نبوی کا یہ حصہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اُن حالات، مشاہدات اور کیفیات کے بیان میں ہے جنکا تعلق ماورائے عالم مادی و قوانین مادی سے ہے۔ جس طرح ہماری یہ مادی دنیا ایک نظام خاص پر چل رہی ہے، تاریکی کے بعد دن نمودار ہوتا ہے، خزان کے بعد بہار آتی ہے، ستارے غروب ہوتے ہیں تو آفتاب نکلتا ہے، گرمی جاتی ہے تو جاڑے آتے ہیں، پھول اپنے وقت پر کھلتے ہیں، درخت اپنے موسم میں پھلتے ہیں، ستارے اپنے معین اوقات پر ڈوبتے اور نکلتے ہیں، اسی طرح روحانی عالم بھی اپنا ایک خاص نظام رکھتا ہے۔ اُس کا بھی ایک آسمان و زمین ہے، وہاں بھی تاریکی اور روشنی ہے، خزان اور بہار ہے، فصل و موسم ہے،

آسمانہاست در ولایت جان کارفرمائے آسمان جہان

جب روئے زمین پر گناہوں کی تاریکی اور بدیوں کی ظلمت پیدا ہوجاتی ہے تو صبح کا تڑکا ہوتا ہے اور آفتاب ہدایت نمودار ہوتا ہے، باغ عالم میں جب برائیوں کی خزان چھا جاتی ہے تو موسم بدلتا ہے اور بہار نبوت رونق افزا ہوتی ہے، اور جس طرح زمین، آسمان، چاند، سورج، پھل اور پھول کے خاص خاص قوانین فطرت ہیں جن میں عموماً تغیر نہیں ہوتا اسی طرح اس روحانی دنیا کی رشد و ہدایت، عذاب و رحمت، اور نبوت و رسالت کے خاص خاص اصول و قواعد ہیں

جن مین تغیر راہ نہین پاتا، انبیاء و رسل اپنے اپنے وقت پر مبعوث ہو کر قومون کو دعوت دیتے ہین، تو مین انکی تصدیق یا تکذیب کرتی ہین، منکرین ہلاک اور مومنین کامیاب ہوتے ہین، اس روحانی جہاد مین انبیاء و رسل سے ہمارے علم و دانش سے بالاتر اعمال صادر ہوتے ہین اور ان سے عجیب عجیب خوارق ظہور پذیر ہوتے ہین۔

جس طرح ہمارا نفس اور ہماری روح یا ہمارے جسم کی پراسرار مخفی قوت ہمارے کالبد خاکی پر حکمران ہے اور ہمارے تمام اعضاء و جوارح اُس کے ایک ایک اشارہ پر حرکت کرتے ہین، اسی طرح **نبوت** کی روح اعظم اذن الٰہی سے سارے عالم جسمانی پر حکمران ہو جاتی ہے۔ اور روحانی دنیا کے سنن و اصول، عالم جسمانی کے قوانین پر غالب آجاتے ہین، اسلیے وہ چشم زدن مین فرش زمین سے عرش برین تک عروج کر جاتی ہے، سمندر اسکی ضرب سے تھم جاتا ہے، چاند اُس کے اشارہ سے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے، اس کے ہاتھون کی دی ہوئی چند خشک روٹیان ایک عالم کو سیر کر دیتی ہین، اُس کی انگلیون سے پانی کی نہرین بہتی ہین، اُس کے نفس پاک سے بیمار تندرست ہو جاتے ہین اور مُردے جی اُٹھتے ہین، وہ تنہا مُٹھی بھر خاک سے پوری فوج کو تہ و بالا کر دیتا ہے، کوہ و صحرا، بحر و بر، جاندار و بیجان اُس کے حکم کے آگے سرنگون ہو جاتے ہین۔

لیکن جس طرح ہم کبھی یہ نہین بتا سکتے کہ خاص خاص پھول، خاص خاص درخت، خاص خاص ستارے، فلان فلان معیّن اوقات ہی پر کیون جلوہ نما ہوتے ہین، پھول سرخ کیون ہوتے ہین، ستارے چمکتے کیون ہین۔ شہد میٹھا کیون ہوتا ہے، چاند اور سورج چلتے کیون ہین، تخم، درخت، غذا، خون گوشت کیونکر بن جاتا ہے، اسی طرح اس کا جواب بھی نہین دے سکتے، کہ پیغمبرون کا ظہور اپنے اپنے وقت پر کیونکر ہوتا ہے اور ان سے یہ مافوق العادت افعال و اعمال کیونکر صادر ہوتے ہین؟ ہم صرف یہ جانتے ہین کہ وہ ہوتے ہین، چنانچہ دنیا کا ہر پیغمبر بلکہ روحانیت کا ہر حامل اپنی پراسرار زندگی کے اندر اس قسم کے حالات و کیفیات کی ایک دنیا رکھتا ہے، عالم کی تاریخ تمھارے سامنے ہے جس مین اگر قومون کے روحانی معلمون کے حالات و سوانح غور سے پڑھو تو تمکو ہر جگہ نظر آئیگا کہ وہ، وہ کچھ دیکھتے تھے جو ہم نہین دیکھ سکتے، وہ کچھ سنتے تھے جو ہم نہین سن سکتے، وہ، وہ کچھ جانتے تھے جو ہم نہین جان سکتے، اور اُن سے وہ اعمال بھی صادر ہوتے تھے جو کسی اور سے

نہین ہوسکتے، یہ تاریخی واقعات ہین جن سے انکار کرنا اُسی طرح ناممکن ہی جس طرح سکندر اور نپولین کے فتوحات، اور بودھ اور موسیٰ اور عیسیٰ کے وجود سے، ہندوستان کی داستان ہائے روحانیت کا ایک ایک حرف، بنی اسرائیل کے صحفِ انبیار کا ایک ایک باب، اور عیسائیون کی انجیل کا ایک ایک صفحہ اس تاریخ کی مثالین اور نظیرین ہین

گو پیغمبر کا اصلی معجزہ اور اُسکے منجانب اللہ ہونے کی کھلی نشانی تو خود اُس کا سرتاپا وجود ہوتا ہے، وہ دیکھنے والون کے لیے اُسکی چشم و ابرو ہین، اور سننے والون کے لیے اُس کے لہجہ و آواز ہین، اور سمجھنے والون کے لیئے اُس کے پیام و دعوت مین اعجاز ہوتا ہے لیکن جو لوگ احساسِ حقیقت مین فروتر ہوتے ہین، اُنکو اس سے تسکین نہین ہوتی، اور وہ مادی اور محسوس نشانیون کے طلبگار رہوتے ہین - جو بالآخران کو دیجاتی ہین، لیکن انبیار کے متبعین مین سے سابقین اولین، اور صدیقین و صالحین نے اپنے پیغمبرون سے معجزہ طلب نہین کیا، حضرت ہارون و یوشع نے حضرت موسیٰ کا معجزہ دیکھکر اُن کو پیغمبر نہین تسلیم کیا تھا، حضرت عیسیٰؑ کے حواریون نے معجزہ دیکھکر آسمانی دولت کا حصہ نہین پایا تھا، حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے آنحضرت صلعم پر ایمان لائین، مگر چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھکر نہین، بلکہ یہ جانکر کہ "آپ غریبون کے دست و بازو ہین، قرضدارون کی تسکین اور سہارا ہین، مسافرون کے ملجا و ماوی ہین[۱]" حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ، اور عثمانؓ و علیؓ اور دیگر اصحاب کبار مین سے ایک نے بھی آپ کی صداقت و راستی کی حقیقت کو ظاہری آیات و معجزات کی روشنی مین تلاش نہین کیا، ان کے لیے آپ کا سرتاپا وجود و نفس، دعوتِ حق، اور پیامِ اخلاص ہی معجزہ تھا، اُنھون نے اُسی کو دیکھا، اور اُسی سے ایمان کی دولت پائی، مگر نمرود و فرعون، ابوجہل و ابولہب کے لیے جو آتشِ خلیل، طوفانِ نیل، قحطِ مکہ، اور انشقاقِ قمر کے معجزون کے طالب تھے پھر بھی ایمان کی دولت عظمیٰ سے محروم رہے لیکن با این ہمہ ایک درمیانی طبقہ بھی دنیا مین موجود رہا ہے جن کے آئینۂ بصیرت پر زنگِ غفلت کی کچھ کچھ چھائیان پڑی ہوتی ہین، جب خورشیدِ حقیقت طلوع ہوتا ہے اور اُسکی معجزانہ کرنین اُن آئینون پر پڑتی ہین تو وہ چمک اُٹھتے ہین، اور آمَنَّا بِرَبِّ مُوسٰی وَهَارُوْنَ پکار اُٹھتے ہین، ساحرانِ فرعون نے موسیٰ کے معجزہ کو

[۱] صحیح بخاری باب بدءالوحی،

دیکھا تو خداے موسیٰ و ہارون کے آگے سجدہ مین گر پڑے، آنحضرت صلعم کی فتح روم کی پیشینگوئی پوری ہوئی تو صلحاے قریش کی چشم باطن کھل گئی اور حقیقت کا پیکر اُن کے سامنے جلوہ نما ہو گیا[1] یہی طبقہ ہے جس کو معجزات کی ظاہری نشانیون سے بقدر استعداد حصہ پہنچتا ہے، اس کے علاوہ معجزات کا بڑا حصہ موئیدات یعنی تائید حق کے لیے غیر منتظر اور غیر متوقع حالات کا رونما ہونا ہے۔ مومنین صادقین کو مشکلات کے عالم اور اضطراب کی گھڑیون مین اُن کے ذریعہ سے تسکین دیجاتی ہے۔ اور رسوخِ ایمان اور ثباتِ قدم مرحمت ہوتا ہے، اُن کی بے سروسامانیون اور بینوائیون کی مکافات کی جاتی ہے، اور اس سے انکی دولتِ ایمان کا سرمایہ ترقی کرتا ہے۔

اِن واقعات کا اصطلاحی نام

انبیاے کرام سے جو یہ مافوق العادۃ کیفیات اور اعمال صادر ہوتے ہین اُن کے لیے عام طور پر **معجزہ** کا لفظ بولا جاتا ہے لیکن یہ اصطلاح متعدد حیثیات سے غلط ہے۔ اوّل تو اس لیے کہ قرآن مجید اور احادیث مین یہ لفظ مستعمل نہین ہوا ہے بلکہ اسکی جگہ **آیت** (نشانی) اور **برہان** (دلیل) کے الفاظ استعمال کیے گئے ہین، جو اپنے مفہوم کو نہایت خوبی سے ظاہر کرتے ہین۔ قدیم محدثین نے انکی جگہ **دلائل** اور **علامات** کے الفاظ استعمال کیے ہین جو الفاظ قرآنی کے ہم معنی ہین، دوسرے یہ کہ عدم استعمال کی بنا پر لفظ "معجزہ" کے ساتھ کچھ خاص لوازم ذہنی پیدا ہو گئے ہین، جو حقیقت مین صحیح نہین ہین۔ مثلاً اس لفظ سے عوام مین یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ وہ خود پیغمبر کا فعل ہوتا ہے جس کا صدور خاص اُس کے اعضا و جوارح سے ہوتا ہے، اور نیز یہ کہ اس لفظ کے سبب سے اس کا معجز ہونا گویا اُسکی حقیقت مین داخل ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ دونون خیال غلط ہین، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ معجزہ پر عقلی حیثیت سے جو اعتراضات وارد ہوتے ہین اُن کا ایک بڑا حصہ خود لفظ معجزہ کے غلط استعمال سے پیدا ہو گیا ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم کو ایک ایسا جامع لفظ درکار ہے جس مین نبوت کے تمام خواص، کیفیات، مشاہدات اور اعمال خارقِ عادت اور غیر خارقِ عادت سب داخل ہون، لیکن معجزہ کا لفظ اتنا وسیع نہین، آئندہ جہان از روے قرآن معجزہ کی حقیقت پر بحث آئیگی وہان اس کے متعلق مزید تفصیل کیجائیگی جس سے معلوم ہوگا کہ قرآن کی اصطلاح

[1] جامع ترمذی تفسیر سورۂ روم۔

کس قدر صحیح اور موزون ہی، ان وجوہ کی بناپر صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ ہم اس کتاب مین صرف قرآن کی اصطلاح **آیت**، **برہان** اور محدثین کی اصطلاح علامات و **دلائل** کو اختیار کرین تاکہ ہمارا مفہوم زیادہ صحیح طریقہ سے اور زیادہ وسیع طور سے ادا ہو سکے لیکن چونکہ ہماری زبان مین معجزہ کا لفظ عام طور پر چل گیا ہی اس لیے اس کو یک قلم ترک بھی نہین کیا جاسکتا۔

دلائل و براہین و آیات کا تعلق انبیار کی سیرتون سے

قرآن مجید اور دیگر صحف آسمانی مین انبیائے سابقین کے جو قصص اور واقعات مذکور ہین، انہین ان کے روحانی حالات و کیفیات یعنی دلائل و براہین اور آیات کا ذکر نہایت موثر اور عبرت انگیز طریقہ سے کیا گیا ہے سیر ملکوت، مکالمۂ الٰہی، رویتِ ملائکہ، رویاے صادقہ، استجابتِ دعا، طوفانِ نوحؑ، آتشِ خلیلؑ، عصائے موسیٰؑ، نفسِ عیسیٰؑ اور اس قسم کے اور بھی بہت سے کیفیات و حالات کا ذکر قرآن مجید مین بار بار آیا ہے، اور ان کے ساتھ ان کے عواقب و نتائج بھی نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہین، اس سے ثابت ہوتا ہی کہ انبیاء علیہم السّلام کی سیرت سے ہر زمانہ مین ان چیزون کو خاص تعلق رہا ہے، اور اس وجہ سے وہ ان کے واقعات زندگی کا جزو لاینفک ہو گئے ہین

انبیاء علیہم السلام کی زندگی اگرچہ گوناگون واقعات کا مجموعہ ہوتی ہے، لیکن نتائج کے لحاظ سے ان تمام واقعات کا مرکز صرف یہ ہوتا ہے کہ اس خاکدان کو اخلاق ذمیمہ کے خس و خاشاک سے پاک کرکے محاسن اخلاق کے گل و ریحان سے آراستہ کیا جائے تاکہ برکات آسمانی کا دامن کانٹون سے الجھنے نہ پائے، اس مقدس فرض کے ادا کرنے مین اگرچہ کبھی کبھی انبیار کو آلات مادیہ سے بھی کام لینا پڑتا ہے لیکن وہ لوگ اکثر اپنی روحانی طاقت سے اس مقصد مین کامیاب [illegible]تے ہین، اور آلات مادی کے استعمال مین بھی اُن کے جسمانی دست و بازو سے زیادہ اُن کے روحانی دست [illegible]م کرتے ہین، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے انبیاء علیہم السلام کے واقعات زندگی مین ان دلائل و آیات [illegible]میت دی ہی، اور ان کے ذکر سے گویا انبیار کے تمام حالاتِ زندگی کو سلسلۂ علل و اسباب مربوط کر دیا ہی۔

بہرحال مسئلۂ بحث [illegible] گرہ کشا [illegible]

دلائل و آیات کا تعلق سیرۂ محمدی سے

[illegible] آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت تمام انبیاء کے واقعات زندگی کا خلاصہ، انکی تعلیمات کا عطر، اور [illegible]ہدات کا برزخ ہے، آپ ایک عالمگیر اور ابدی مذہب لیکر مبعوث ہوئے تھے، اس لیے آپنے

ایک ہی خطاب کے ساتھ اُن تمام لوگون کو مخاطب فرمایا جنکو طوفانِ نوحؑ دفعۃً بہالے گیا تھا، جنکو دریائے قلزم کی لہرین نگل چکی تھین، جنکو نفسِ عیسیٰ نے دوبارہ زندہ کردیا تھا، اور اِن سب سے بڑھکر آپ کا مخاطب ایک گروہ اور بھی تھا جو اِن چیزون کو صرف عجائب پرستی کی نگاہ سے نہین بلکہ ژرف نگاہی سے دیکھنے کی صلاحیت رکھتا تھا، اِس بناپر جس چشمۂ فیض نے اسباطِ موسیٰ کو سیراب کیا تھا وہ ان تشنہ کامانِ روحانیت سے کیونکر بے پرواہ ہوسکتا تھا، چنانچہ اُس نے آنحضرت صلعم کی ذات کو ان تمام معجزات کا مجموعہ بنا دیا جو علی قدر مراتب ہر طبقہ، ہر فرقہ اور ہر گروہ کے لیے ضروری تھے، آپ کے اخلاق و عادات معجزہ تھے، آپ کی شریعت معجزہ تھی، آپ پر جو کتاب نازل ہوئی اُس سے بڑا کوئی معجزہ نہین ہوسکتا تھا، ان کے علاوہ آپ کی روحانی طاقت نے جسم و روح دونون کی کائنات مین بہت کچھ اثر ڈالا، اُس نے کبھی طوبیٰ کے سایہ مین آپ کے لیے بستر لگایا، کبھی سدرۃ المنتہیٰ کے حدود مین رفرف کی سواری کھڑی کی، کبھی مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ کے نور سے قلب مبارک کو منوّر کیا، اور کبھی مَا زَاغَ الْبَصَرُ کے سرمہ سے آپکی آنکھون کو روشن کیا، کبھی نزدل رحمتِ الٰہی کے لیے آسمان کے دروازہ کھولے، کبھی تشنگانِ وادیِ حق کے لیے زمین کی تہ سے پانی کے چشمے اُبالے، کبھی سنگ خارا کے شرارون کی روشنی مین قیصر و کسریٰ کے خزانے دکھائے، کبھی انبیائے سابقین کی زبانِ الہام سے اپنی کامیابی کے نغمہ ہائے بشارت سنائے اور آیندہ دنیا کے واقعات غیب بتاکر رہروانِ عالم کو منزلِ حقیقت کے نشان دکھائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی کا سب سے بڑا جزء، غزوات و محاربات ہین، اِن ہنگامہ خ[illegible] [illegible]قعات کے تاریخی علل و اسباب اور اُن کے نتائج کا ذکر کتاب کے ایک حصہ مین بہ تصریح گذر چکا ہی لیکن [illegible] مین آپ کو جو فتوحاتِ عظیمہ حاصل ہوئین، ان مین انسانون کے لشکر اور سپاہیون کے تیغ و خنجر سے [illegible] کے پرے، دعاؤن کے تیر، توکل علی اللہ کی سپر، اعتماد علی الحق کی تلوار کام کرتی نظر آتی تھی، آپ [illegible] و بازو کا [illegible] سب سے بڑا فرض اشاعتِ اسلام ہے اور روئے انور نے، نگاہِ کیمیا اثر نے، تقریر دلپذیر نے، [illegible] آیات و دلائل بنکر بہت سے لوگون کو مشرف بہ اسلام کیا ہے، غرض آپ کی پیغمبرانہ زندگی [illegible]

یہ براہین، یہ آیات، یہ معجزات، اسباب ظاہری کے پہلو بہ پہلو اسباب حقیقی بنکر رونما ہوتے رہے ہین۔

دلائل ومعجزات اور عقلیت

اِن دلائل ومعجزات کے الفاظ کو سُننے کے ساتھ ہی سب سے پہلے دلون مین یہ سوال پیدا ہونے لگتا ہے کہ کیا یہ ممکن بھی ہین؟ کیا عقلِ خردہ گیر ان کے وقوع کو جائز بھی رکھتی ہے؟ دنیا مین عقل ونقل اور فلسفہ ومذہب کا جب سے وجود ہے، اِن مباحث پر معرکہ آرا بحثین ہوتی چلی آئی ہین، لیکن فلسفۂ قدیمہ ہو یا جدیدہ، فلسفۂ یونان ہو یا فلسفۂ اسلام، مشرق کا فلسفہ ہو، یا مغرب کا، ان سب کا حاصل بحث یہ نکلتا ہو کہ اگر کچھ فرقے ان کو ممکن بلکہ واقع سمجھتے ہین تو دوسرے انکو محالِ قطعی تصور کرتے ہین عقل وفہم کا یہ اختلاف دنیا مین ہمیشہ سے قائم تھا، قائم ہے اور قائم رہے گا۔ لیکن جو لوگ ان چیزون کے امکان اور وقوع کے قائل ہین وہ خود اپنے کج بحث دل اور بدگمان قلب کی تسلی، طمانیت اور رفعِ شک کے لیے اپنے اپنے فہم وادراک کے موافق مختلف نظریئے قایم کرتے ہین، تاکہ وہ اپنی راز جو طبیعت کی تشنہ لبی کو تسکین دے سکین، ان تمام نظریات کا ماحصل صرف اس قدر ہے کہ اِن عقل وحواس سے مافوق حقائق کو اپنے دریافت کردہ معلوم ومحسوس قواعد کے مطابق بنا سکین، لیکن کیا یہ ممکن ہے؟ کیا محسوس وغیر محسوس یا جسمانی وروحانی دنیا، دونون ایک ہی نظام پر چل رہی ہو کہ ایک عالم کے قیاسِ تمثیلی واستقرائی سے ہم دوسرے عالم کے ثبوت پر شہادتون کا انبار لگانا چاہتے ہین، حقیقت یہ ہے کہ جو جانا نہین جا سکتا، اُس کو ہم جاننا چاہتے ہین، اور جو سمجھا نہین جا سکتا، اُسکو سمجھنا چاہتے ہین جب ہماری عقل وفہم کی لنگ پائی محسوسات کے میدان مین صاف نظر آتی ہے، تو ماوراے محسوسات مین اس کی تگا پو کہان تک منزل مقصود کے قریب کر سکتی ہے۔

آنانکہ وصفِ حسن تو تقریر می کنند ۔۔۔ خوابِ ندیدہ را ہمہ تعبیر می کنند

بہرحال اب تک انسان نے اس "خواب ندیدہ" کی جو کچھ تعبیر کی ہو، وہ ذیل کے اوراق مین پھیلائی گئی ہو اور سلسلۂ بحث مین سب سے پہلے فلسفۂ قدیمہ کے نظریات کی تشریح کی گئی ہے، اور اس کے بعد فلسفۂ جدیدہ ان چیزون کی گرہ کشائی جہان تک کر سکتا ہے اسکی تفصیل ہے، اور آخر مین خود قرآن مجید نے ہمین اس باب مین جو کچھ تلقین کی ہے اس کو بیان کیا جائے گا۔

دلائل و معجزات

اور

فلسفۂ قدیمہ و علم کلام

اسلام مین عقاید کی سطح جب تک صاف اور ہموار رہی، دلائل اور معجزات کے متعلق عقلی مباحث نہ پیدا ہو سکتے تھے اور نہ ہوئے لیکن دوسری صدی مین جب یونانی علوم کے تراجم مسلمانون مین پھیلے تو وہ ہمارے علم کلام کے ضروری اجزا بن گئے، اور ان کو اس درجہ اہمیت ہوگئی کہ اب ان سے تعرض کیے بغیر گویا موضوع مزید بحث کے لیے تشنہ رہ جاتا ہے۔

اہل یونان کسی شریعت الٰہی سے مشرف نہ تھے اس لیے وہ نبوت، خواصّ نبوت، وحی، الہام، اور معجزہ وغیرہ سے واقف نہ تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کے خاص فلسفہ مین ان مباحث کا وجود نہین ہی، چنانچہ علامہ ابن رشد نے تہافتہ التہافتہ مین اسکی خاص تصریح کی ہے، اور علامہ ابن تیمیہ نے بھی اپنی تصنیفات مین اسکو جابجا لکھا ہی، مسلمانون مین سب سے پہلا فلسفی یعقوب کندی ہی لیکن چند مختصر رسائل کے سوا اسکی عام تصنیفات ناپید ہین، کندی کے بعد فارابی کا زمانہ ہی اور اسی نے سب سے پہلے ان مسائل کے متعلق اپنے خاص نظریے قائم کیے، چنانچہ اُس نے اپنے رسالہ فصوص الحکم[1] مین نبوت اور خواص نبوت کے متعلق بہ ترتیب حسب ذیل خیالات ظاہر کیے ہین۔

فقرہ ۲۸۰ - صاحب نبوت کی روح مین ایک قوت قدسیہ ہوتی ہے، جس طرح تمہاری روح عالم اصغر مین (یعنی اپنے جسم مین) تصرف کرتی ہے اور تمہارا جسم، تمہاری روح کا تابع و فرمانبردار رہتا ہی، اسی طرح وہ روح قدسی عالم اکبر مین، یعنی تمام جسمانیات مین تصرف کرتی ہے، اور تمام عالم جسمانی اس کا تابع و فرمانبردار رہتا ہے اور اسی بنا پر اُس سے خارق فطرت معجزات صادر ہوتے ہین، اور چونکہ اس کا آئینۂ باطنی صاف اور زنگ و غبار

---

[1] فصوص الحکم یورپ اور مصر دونون جگہ چھپ گئی ہی، اس وقت میرے پیش نظر لیڈن ای جی بریل کا نسخہ مطبوعہ سنہ ۱۸۹۰ء ہے۔

سے پاک ہوتا ہے، اس لیے لوح محفوظ یعنی اُس کتاب مین جو کبھی غلط نہین ہوسکتی، اور ملائکہ کی ذاتون مین جو کچھ ہے اس کا عکس اس کے آئینہ پر پڑتا ہے اور وہ قدرت قدسیہ یا روح قدسیہ اس کو مخلوقات تک پہنچاتی ہے۔

فقرہ، ۲۹۔ ملائکہ اُن صورعلیہ کا نام ہے، جو بذاتہا قائم ہین، اس طرح نہین جسطرح لوح مین نقوش یا ذہن مین معلومات ہوتے ہین، بلکہ خود معانی قائم بالذات ہین، اور وہ امرالٰہی سے فیض حاصل کرتے ہین، عام روح بشری تو حواس ظاہری کے تعطّل یعنی خواب مین اوس امرالٰہی سے لگاؤ پیدا کرتی ہے، لیکن روح نبوی بیداری ہی مین اس سے تخاطب کرتی ہے۔

فقرہ ۴۰۔ عام روح بشری کا حال یہ ہے کہ جب اُس کے حواس ظاہری مشغول ہوتے ہین، تو حواس باطنی معطّل ہو جاتے ہین۔ اور جب حواس باطنی کام کرتے ہین تو حواس ظاہری بیکار ہو جاتے ہین، مگر ارواحِ قدسیہ کا یہ حال ہے کہ نہ صرف یہ کہ اُن کے حواس ظاہری کی مصروفیت اُن کے حواس باطن کو، اور اُن کے حواس باطن کی مشغولیت اُن کے حواس ظاہری کو معطّل نہین ہونے دیتی۔ اور دونون ایک دوسرے کے فرائض مین مخل نہین ہوتے، بلکہ انکی تاثیر کا عمل اُن کے اجسام سے متعدی ہوکر دوسرے اجسام تک پہنچتا ہے، اور وہ انسانی تعلیم سے نہین، بلکہ ارواح و ملائکہ کے ذریعہ سے علم کی تلقی کرتے ہین۔

فقرہ، ۴۱، عام روحون کی درماندگی یہان تک ہو کہ نہ صرف یہ کہ حواس ظاہری کی مصروفیت، حواس باطنی کو اور حواس باطنی کی مصروفیت، حواس ظاہری کو اپنے فرائض سے باز رکھتی ہے، بلکہ خود اُسکے ایک حس کی مشغولیت دوسرے حس کو بیکار کردیتی ہے، ہم جس وقت غور سے سنتے ہین، دیکھتے نہین، جب دیکھنے مین مستغرق ہوتے ہین تو سنتے نہین، خوف کا احساس ہو تو اشتہا نہین پیدا ہوسکتی۔ اشتہا ہو تو غصہ نہین پیدا ہوسکتا۔ جب ہم فکر کرتے ہین تو ذکر سے غفلت ہو جاتی ہے۔ اور جب ذکر کرتے ہین تو تفکر سے خالی ہو جاتے ہین، لیکن ارواح قدسیہ کی یہ حالت نہین ہوتی، ان کے تمام ظاہری و باطنی حواس ایک ساتھ کام کرتے ہین، ان کا ایک حاسہ دوسرے حاسہ کا عائق و مانع نہین ہوتا۔

فارابی کے یہی چند لفظ ہین جو **ابن سینا** اور **ابن مسکویہ** تک پہنچتے پہنچتے ایک داستان بن گئے ہین، اور اب چھوٹی اور بڑی تمام اسلامی فلسفیانہ تصنیفات مین باب النبوات کے نام سے یہ مسائل شامل ہین، یہانتک کہ امام **غزالی** و رازی تک کی تصنیفات سے انھین کی صداے بازگشت سنائی دیتی ہے، اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ صوفیہ کے لسان القوم مولانا **رومی** کے سازِ "**نے**" سے بھی یہی آواز نکلتی ہے۔

فلسفۂ عقل کی راہ سے جو حکماے اسلام منزلِ حقیقت کے جویان ہین، اُن کے نزدیک **نبی** وہ ہے جسمین یہ تین باتین جمع ہون۔

۱۔ اوّل یہ کہ اس کو امور غیب پر اطلاع ہو۔

۲۔ دوسرے یہ کہ ملائکہ اس کو نظر آئین اور وہ اس سے کلام کرین۔

۳۔ تیسرے یہ کہ اس سے خوارق عادت ظاہر ہون۔

اِن تینون دعوون کے امکان پر اُن کے دلائل بہ ترتیب یہ ہین۔

اطلاع غیب "یہ عالم کائنات ایک باترتیب اور مسلسل نظام فطرت پر قائم ہے، جس کا ہر درجہ دوسرے درجہ سے بلندہی، پہلے جمادات ہین، جن مین نہ حرکت ہے، نہ نمو، احساس ہے نہ ارادہ، نطق ہے نہ ادراکِ کلیات کی قوت اس کے بعد نباتات کا درجہ ہے جنھین حرکت اور نمو تو ہے لیکن وہ دوسرے صفات سے محروم ہین، اِس کے بعد حیوانات آتے ہین جنھین حرکت اور نمو کے ساتھ احساس وارادہ بھی ہے، سب سے آخر انسان کا مرتبہ ہے جس مین ان تمام خصوصیات کے ساتھ نطق اور ادراک کلیات کی قوت بھی ہے، کائنات کے ان چارون طبقون مین بھی یکسانی نہین ہے، بلکہ ان مین ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ایک ترقی محسوس ہوتی ہے، یہان تک کہ ان کا پست ترنقطہ اپنے پچھلے سے، اور بلندترا پنے اگلے سے جاکر مل جاتا ہے، لیکن کیا اس ترقی کی انتہا یہین پر جاکر ختم ہوجاتی ہے۔ نہین، ابھی نطق وادراک اور احساس وتمیز کا مرتبہ کمال کو نہین پہنچا ہے۔ انسانون مین وحشی اور غیر متمدن قبائل سے شروع کرو، تو اُن سے ترقی یافتہ دہقانی اور گنوار ہین۔ ان سے اعلیٰ شہری اور متمدن ہین، اور ان سے بھی زیادہ بلند تر علما

اور عقلائے روزگار ہین جو نظر و فکر اور قیاس و استدلال سے مجہول کو معلوم کرتے ہین، لیکن انسانون کی بلند تر صنف وہ ہے جنکی عقل و ہوش کے سامنے نظریات بھی بدیہیات ہین جنکی روح قدسی اپنے تمام معلومات کو تجربہ و مشاہدہ سے نہین، بلکہ براہ راست عالم ملکوت سے حاصل کرتی ہے جن کے حواس کی طاقت عام انسانون سے اس قدر تیز ہوتی ہے کہ وہ وہ کچھ دیکھتے ہین جو عام انسان نہین دیکھ سکتے، اور وہ، وہ کچھ سنتے ہین جو عام انسان نہین سن سکتے، یہ قوت کمالیہ اور یہ روح قدسیہ جس صنف انسانی مین ہوتی ہے وہی انبیاؑ ہین۔

رویت ملائکہ

رویت و کلام ملائکہ

انسان کے علم و احساس کا منبع روح ہے، اور اُس کے آلات و ذرائع اُس کے باطنی اور ظاہری حواس ہین، اگر اس سطح زمین پر کوئی ایسا انسان ہو جو ان تمام آلات سے معرّیٰ ہو، تو وہ کسی شے کا احساس کرسکتا ہے اور نہ کسی چیز کا علم حاصل کرسکتا ہے لیکن جیسے جیسے علم و احساس کے ان آلات مین ترقی اور تیزی آتی جاتی ہے اُس کے علم و احساس مین بھی ترقی ہوتی جاتی ہے، یہان تک کہ ایک خاص نقطہ پر آکر وہ رُک جاتے ہین، اور مادّیات و محسوسات سے آگے نہین بڑھ سکتے لیکن خواب کی حالت مین روح کو مادّیات اور محسوسات کی زنجیرون سے جب آزادی ملتی ہے، تو غیر مادّی چیزون کو مشاہدہ کرتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ روح انسانی کے علائق جسقدر مادّیات سے پاک ہون گے اُسی قدر اُس کے علم و احساس کے قویٰ مین ترقی ہوگی، اور جس قدر اس عالم مادّی سے اس کو افتراق ہوگا اُسی قدر عالم ملکوت کے ساتھ اس کا اتصال بڑھتا جائے گا، اس بنا پر اگر کسی روح مین اسقدر استعداد اور صلاحیت عطا ہوئی ہو کہ وہ عالم بیداری مین بھی ان مادّی تعلقات کو منقطع کرسکتی ہو، تو جو کچھ عام روحون کو خواب مین نظر آتا ہے اُس سے بہت بڑھکر اسکو بیداری مین محسوس و مشاہد ہوسکتا ہے، وہ غیب کی آوازون کو سن سکتی ہے فرشتون کو دیکھ سکتی ہے، اُس سے باتین کرسکتی ہے اور اُن کے ذریعہ سے علم و معرفت کا فیض حاصل کرسکتی ہے۔

خوارق عادت

خوارق عادت

دنیا کے مادّی حوادث جس طرح مادی سلسلۂ اسباب و علل کے نتائج ہین، اسی طرح وہ نفسیاتی اسباب کے نتائج بھی ہوتے ہین نفس کے اندر مختلف قسم کے جذبات اور حرکات پیدا ہوتے ہین اور ان سے ہمارا مادی جسم متاثر ہوتا ہے، درخت یا دیوار پر چڑھنے والے کو اکثر یہ پیش آتا ہے کہ جہان اس کے دل مین خوف پیدا ہوا اُسکے

ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہین، اور وہ کانپ جاتا ہی اور گر پڑتا ہے، وہمی خوف سے انسان بیہوش ہوجاتا ہی، بیمار پڑ جاتا ہے یہان تک کہ مر بھی جاتا ہی، شرمندگی اور خجالت سے چہرہ کا رنگ بدل جاتا ہے، غیظ و غضب مین چہرہ تمتما اُٹھتا ہے یہ کمزور نفوس کا حال ہے، اِس سے زیادہ قوی نفوس اپنے تاثرات سے دوسرونکو متاثر کرلیتے ہین، اور اپنی قہر و محبت کی نگاہ سے دوسرون کو اپنا معمول بنالیتے ہین، اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اصحاب نفوس قدسیہ اور ارباب قوت کمالیہ اس مادی دنیا مین بہت کچھ تصرف کرسکتے ہین[1]۔

اکثر متکلمین اسلام نے پہلی اور دوسری شقون کو ایک مین داخل کردیا ہے، اور ہین بھی وہ درحقیقت ایک ہی امور غیب کی اطلاع، ملائکہ اور روحانیات کا مشاہدہ، رویت اور ان سے تخاطب، یہ تمامتر وحی و مشاہدۂ روحانیات کے تحت مین داخل ہوسکتے ہین، اور تیسری چیز کا نام انکی زبان مین معجزہ ہی، ہم ان دونون پر الگ الگ بحث کرتے ہین۔

وحی و مشاہدہ

ہمارے حکما، متکلمین، اور صوفیہ نے وحی و الہام اور مشاہدۂ روحانیات کی تشریح مین متعدد نظریے قائم کیے ہین جنکی تفصیل حسب ذیل ہی،

(۱) **الہام فطری اور الہام نوعی**، دنیا مین جتنی چیزین پردۂ عدم سے منصۂ وجود پر آتی ہین، وہ اپنے اپنے وجود کے ساتھ مختلف قسم کے خواص، اور فطری علم اپنے ساتھ لاتی ہین۔ گلاب کا پھول سرخ اور چنبیلی سفید کیون ہوتی ہے؟ کھجور شیرین اور اندراین تلخ کیون ہوتا ہے؟ ایک ہی زمین اور ایک ہی آب و ہوا مین مختلف پودے اُگتے ہین، مگر ہر ایک کا رنگ، مزہ اور بو مختلف کیون ہوتی ہی، ان کے خواص اور کیفیات مین کیون اس درجہ اختلاف ہوتا ہی، پرندہ کا بچہ انڈے کے چھلکے سے باہر آنے کے ساتھ زمین سے دانہ چننے لگتا ہے بط کا بچہ پانی مین تیرنے لگتا ہے، حیوانات کے بچے ماؤن کے تھن مین منھ لگا دیتے ہین، چوہے کے بچے نے گو کبھی

---

[1] ابن سینا نے اشارات مین تفصیل سے اور نجات مین اختصار کے ساتھ ان نظریات کو بیان کیا ہے۔ امام رازی نے مباحث مشرقیہ مین اور ابن مسکویہ نے فوز الاصغر مین انکو لکھا ہے۔ دیگر فلسفیانہ تصانیف مین بھی کم و بیش یہی ہے۔

بلّی نہ دیکھی ہو، اور نہ بلّی کے بچہ نے کبھی چوہا دیکھا ہو، مگر عمر مین پہلی دفعہ جب اُنکی مڈبھیڑ ہو جاتی ہے تو ہر ایک سے اُس کے فطری حرکات سرزد ہونے لگتے ہین، ہر حیوان اپنے نفع وضرر کو سمجھتا ہی، وہ مہلکات سے بھاگتا اور منافع کی طرف لپکتا ہے یہ تعلیم ان کو کس نے دی؟ شیر، لومڑی، کتا، بلّی ہر ایک کے بچہ سے وہی اعمال صادر ہوتے ہین، جو ان کے نوعی خصوصیات ہین، اِن اعمال کا معلّم کون ہی؟ کوّے بلبلون کے جھنڈ مین اور بلبلین کوؤن کے غول مین نہین بیٹھتین، یہ تجنسی کا علم ان مین کہان سے آیا؟ چیونٹیون اور شہد کی مکھیون مین عظیم الشان اور حیرت انگیز جماعت بندی اور ذخیرہ اندوزی کی قابلیت کیون کر پیدا ہوئی؟ اِن سب باتون کا جواب یہ ہے کہ معلّم فطرت نے عطیۂ وجود کے ساتھ ساتھ یہ طبعی خصوصیات اور الہامات بھی ان مین ودیعت کردئے ہین۔

یہ تو انواع کا حال ہے، ہر نوع کے تحت مین اصناف ہین جسطرح ہر نوع کی خصوصیتین اور قابلیتین الگ الگ ہین اسی طرح ہر صنف کی خصوصیات اور استعدادات بھی الگ ہین۔ ایک کبوتر کی کتنی قسمین ہین، ایک آم مین کس قدر اقسام ہین، ایک نوع انسان مین کسقدر طبقات ہین۔ ان مین سے ہر ایک صنف، قسم، اور طبقہ اپنی مشترک نوعی خصوصیات کے ساتھ کچھ مستقل الگ صنفی اوصاف بھی اپنے اندر رکھتا ہی، جو دوسرے اصناف مین نہین پائے جاتے، افریقہ کے ایک وحشی انسان سے لیکر یورپ کے متمدن شہری تک، ایک ناخواندہ جاہل سے لیکر ایک فلسفی اور حکیم تک، کس قدر مختلف انسانی طبقات ہین، ہر طبقہ اپنے اندر متعدد صنفی خصوصیات اور ادراکات رکھتا ہے اسیطرح ممکن ہے کہ معلّم ازل انسانون کے ایک طبقہ اور صنف (انبیاء) کو علوم ومعارف اور حقائق واسرار کے وہ الہامات عطا کردے جن سے دیگر اصناف انسانی محروم اور ناآشنا ہین۔

دنیا مین جس قدر علوم وفنون، صنائع وحرف، ایجادات واختراعات پیدا ہو چکے ہین، انکا کوئی نہ کوئی بانی، موجد اور مخترع ہوگا، پارچہ بافی اور خیاطی سے لیکر ریاضیات اور میکنکس تک جس قدر صنائع وایجادات اور علوم ومعارف ہین وہ کسی نہ کسی ایک شخص کے ذہن کا نتیجہ ہین، اسی بانی اور مخترع اوّل کے ذہن مین اس مسئلہ خاص یا ایجادِ خاص کا خطور کیونکر ہو گیا؟ اس کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ کسی دوسرے سے سیکھے بغیر اُس کے نفس مین اس مسئلہ خاص اور اس ایجاد خاص

کے متعلق ایک خاص قسم کی سوجھ یا فہم پیدا ہوگئی اور اس کے ذہن مین کہین سے ایسی حقیقت بے پردہ مشہود ہوگئی جو دوسرون
کے لیے تامتر مستور تھی، یہی الہام ہے، اب جس شخص کو فلسفیانہ الہامات ہوتے ہین وہ فلسفی ہے جسکو شاعرانہ ہوتے ہین،
وہ شاعر ہے جس کو آلات اور مشینون کا الہام ہوتا ہے وہ آلات ساز اور انجنیر ہے، اور جس نفس قدسی مین اسرار الہیۂ نوامیس
ملکوتیہ، عقائدِ حقہ، اعمالِ صالحہ، قوانینِ عادلہ کا الہام ہو وہ پیغمبر ہے، اور اس کے اس الہام کو وحی کہتے ہین۔

۲- **انقطاع حواس عن المادیات**، انسان کے تمام محسوسات اور مُدرکات، بواسطہ یا بلا واسطہ اُس کے حواس خمسہ یعنی سامعہ، باصرہ، شامہ، ذائقہ اور لامسہ سے ماخوذ ہین، جنکے کام بہ ترتیب سننا، دیکھنا، سونگھنا، چکھنا، اور ٹٹولنا ہین، اسیطرح انسان مین پانچ قوائے دماغی بھی ہین، جنکے نام حسِ مشترک، خیال، واہمہ، حافظہ اور متخیلہ ہین، ان قوائے خمسہ کے متفرق کام ہین۔ **حس مشترک** تو آلات حواس کا خزانہ یا لیٹر بکس ہے۔ انسان کو اپنے پانچون حواس کے ذریعہ سے جو کچھ محسوس ہوتا ہے وہ سیدھا حسِ مشترک مین جاکر منطبع ہو جاتا ہے، اور پھر وہان سے منتقل ہوکر **خیال** مین جمع ہو جاتا ہے اور وہان محفوظ رہتا ہے، **واہمہ** وہ قوت ہے جو اپنے اُس گذشتہ محفوظ خزانۂ مدرکات کا بار بار جائزہ لیتی رہتی ہے، اور اس پر احکام جاری کرتی رہتی ہے، مثلاً دورسے ہم نے ایک زرد سیال شے دیکھی، پہلے سے ہمارے خیال مین شہد کی صورت محفوظ ہے، اِس زرد سیال شے کو دیکھتے ہی ہمنے کہدیا کہ "یہ شہد ہے اور یہ میٹھا ہوتا ہے" یہ واہمہ کا کام ہے، **حافظہ** مین قوت واہمہ کے مخزونات جمع رہتے ہین، اور **متخیلہ** جس کا دوسرا نام **مفکرہ** بھی ہے، اُس قوت دماغی کو کہتے ہین جو مدرکاتِ خیال کی ترکیب و تحلیل کرتی رہتی ہے، اور ہمیشہ نئی نئی شکلین اور عجیب عجیب صورتین، سینما (صُوَرِ متحرکہ) کے تماشے کی طرح ہمارے ذہن کے سامنے لاتی رہتی ہے، کبھی دو سر کا انسان بناکر کھڑا کر دیتی ہے، کبھی بے سر کا چلتا پھرتا انسان مشاہدہ کراتی ہے، کبھی پرستان کی سیر کراتی ہے اور کبھی عالم قدس مین جانے کے لیے پر تولتی ہے ذہن کو ہزارون لاکھون میل کی مسافت دم کے دم مین طے کرا دیتی ہے، آنکھین بند کرتے ہی ہماری دوسری آنکھون کے سامنے جو ہنگامۂ فکر و خیال برپا ہو جاتا ہے وہ اسی کا کارنامہ ہے۔

اِس تمہید کے بعد اب یہ سمجھنا چاہیے کہ ہماری قوتِ مفکرہ صرف آرام و سکون کے لمحون مین کیون یہ تماشے دکھاتی ہے

اس کا سبب یہ ہی کہ ہمارا حسّ مشترک، ہمیشہ خارج سے آلاتِ حواس کے بھیجے ہوئے محسوسات کی تحصیل وصول مین مصروف رہتا ہی، اس لیے جب تک ہماری نیند یا غفلت یا کسی اور سبب سے آلات حواس مین تعطل نہین ہوتا، ہمارے قواے دماغی مین آرام وسکون نہین پیدا ہوسکتا، خواب کی حالت مین جب یہ حواس تھوڑی دیر کے لیے اپنا کام موقوف کردیتے ہین اس وقت ہمارے پراسرار قواے ذہنی عالم بالا کی سیر کرنے لگتے ہین، اور وہان کے مشاہدات ومسموعات حسِ مشترک مین آکر ہماری قوت متفکرہ کو حرکت دیتے ہین، اور ہم عجیب عجیب چیزین دیکھنے اور عجیب عجیب آوازین سننے لگتے ہین، اب اگر کسی کی روح مین اتنی قوت ہو کہ حالت بیداری مین بھی اپنے ظاہری آلات کو معطل کرکے عالم بالا سے اپنا سلسلۂ تعلق قائم کرسکے تو اُس کو سب کچھ اسی عالم بیداری مین نظر آسکتا ہے۔

۳۔ **قوّتِ نبوت** تیسرا نظریہ یہ ہے کہ حواس انسانی صرف پانچ کے اندر محدود نہین ہین، چنانچہ شیخ الاشراق نے حکمۃ الاشراق مین اس پر دلائل قائم کیے ہین بعض جمادات مین نباتاتی اوصاف ملتے ہین بعض نباتات ایسے دریافت ہوئے ہین جنمین قوت حس ہے جس سے دیگر نباتات عام طور سے محروم ہین حیوانات کے مختلف انواع مین بعض ایسے قویٰ کا پتہ چلتا ہے جو دیگر حیوانات مین نہین، شہد کی مکھیون مین ایک ایسی عجیب وغریب قوت ہے جس سے انکو کسی طرح بند کرکے لے جائیے اور کہین جاکر چھوڑ دیجیے وہ اپنے چھتہ کا راستہ پالیتی ہین، مکڑیون کی اقلیدسی اشکال بھی کسی نہ کسی قوت کا نتیجہ ہین، خواہ اس کا نام جبلّت یا فطرت ہی کیون نہ رکھو، اسی طرح ممکن ہے کہ انبیا مین احساس وادراک کی وہ خاص قوت ہو جس سے اور اصناف انسانی محروم ہین، اور وہ اپنی اسی قوت قدسیہ کے ذریعہ سے ان چیزون کا احساس و ادراک کرلیتے ہین جنکو عام قواے انسانی نہین کرسکتے، مولانا رومی نے مثنوی مین اس خیال کو جابجا ظاہر کیا ہے۔

پنج حسّے ہست جز این پنج حس   آن چو زرّ سرخ واین حسہا چو مس   حسّ ابدان قوت ظلمت خورد   حسّ جان از آفتابے می چرد

ان پانچ جسمانی حواسون کے علاوہ پانچ اور روحانی حواس بھی ہین وہ تانبا ہین یہ سونا جسمانی حواس تاریکی سے قوت اخذ کرتے ہین، تو روحانی حواس آفتاب سے

ہر کہ از حسّ خدا دید آیتے   در بری حق داشت بہتر طاعتے   گر بدیدے حسّ حیوان شاہ را   پس بدیدے گاؤ خر اللہ را،

جس نے اس خدائی احساس کی کوئی نشانی دیکھ لی ہے وہ خدا کے سامنے زیادہ مطیع ہے   اگر حیوان اپنے احساس سے بادشاہ کا مرتبہ پہچان سکتے تو بیل اور گدھے بھی خدا کو دیکھ لیتے

گر نبودے حس دیگر مر ترا ۔ جز حس حیوان ز بیرون ہوا
پس بنی آدم مکرم کے بدے ۔ کے بحس مشترک محرم شدے

اگر احساس حیوانی کے علاوہ تم کو اور دوسرے قوائے احساس نہ ملے ہوتے ۔ تو بنی آدم کا درجہ اتنا بڑھا یا کیوں جاتا، اور صرف حس مشترک کی بنا پر وہ محرم راز کیونکر ہو سکتا

فلسفی گوید ز معقولات دون ۔ عقل از دہلیز می ماند برون
فلسفی منکر شود در فکر و ظن ۔ گو برو سر را بران دیوار زن

فلسفی لغو معقولات کی باتین کرتا ہے تو عقل دہلیز کے باہر رہ جاتی ہے ۔ فلسفی جو صرف اپنی فکر و گمان کے باعث ان حقایق کا انکار کرتا ہے اسکو کہنا چاہیے کہ اپنا سر دیوار پر دے مارے

نطق آب و نطق باد و نطق گل ۔ ہست محسوس حواس اہل دل
فلسفی کو منکر حنانہ است ۔ از حواس انبیا بیگانہ است

پانی ہوا مٹی، ان سب کا نطق، اہل دل کے حواس کو محسوس ہوتا ہے ۔ فلسفی جو ستون نبوی کے گریہ کا منکر ہے اس کا سبب یہ ہے کہ انبیاء کے حواس سے واقف نہیں ہے

۴۔ **حواس کی غیر محدودیت**، اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حواس پانچ ہی ہین اور ان کے علاوہ کوئی حاسہ کسی انسان مین موجود نہین ہے، تو یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ ان حواس کی وسعت احساس، ان حدود کے اندر محدود ہے، اور چند اشخاص کو جو چیز دکھائی یا جو آواز سنائی دیتی ہے وہ اس لیے غلط ہے کہ عام انسان اسکو دیکھ سن نہین سکتے یا جو چیز ہم کو اس وقت دکھائی یا سنائی نہین دیتی، وہ آیندہ بھی ہم کو دکھائی یا سنائی نہین دے گی، بالکل ممکن ہے کہ ایک انسان جسکو دیکھ یا سُن نہ سکے، دوسرا انسان اس کو دیکھ اور سُن لے، کوتہ نظر پاس کی چیز بھی نہین دیکھ سکتے لیکن تیز نظر میلون کی خبر لیتے ہین بعض انسانون اور حیوانون مین بعض قوائے احساس اورون سے بہت زیادہ تیز ہوتے ہین، چیونٹی مین قوت شامہ، چیل اور کبوتر مین قوت باصرہ، سانپ مین قوت لامسہ، کتون اور گھوڑون مین قوت سامعہ، معمولی سطح حواس سے بہت زیادہ بلند ہوتی ہے، خود انسان کے حواس کسقدر متفاوت اور مختلف الدرجہ ہین، ایک انسان دور سے آواز سنتا ہے، دور کی چیز اس کو نظر آتی ہے، دور کی نہایت نازک خوشبو محسوس کر لیتا ہے لیکن کمزور حواس کے انسان انکا مطلق احساس نہین کر سکتے لیکن کسی طریقہ سے اگر ان کے حواس کی قوت اور تیزی مین اضافہ ہو سکے تو وہ بھی اسی طرح دیکھ سکتے، سُن سکتے اور سونگھ سکتے ہین۔

مقدمۂ بالا سے معلوم ہوا کہ ایک کم نظر انسان یا گران گوش آدمی جس قدر دیکھتا یا سنتا ہے، اگر اسکی قوت بصارت

وسماعت کو کسی تدبیر سے ترقی دی جائے تو وہ حیرت انگیز طریقہ سے ترقی کر سکتی ہے، اور پھر جس قدر اُس کے حواس مین ترقی ہوتی جائے گی، اُس کے احساسات مین اضافہ اور محسوسات مین وسعت آتی جائے گی، ہمارے ہاتھ مین پانی کا ایک گلاس ہی، ہم اس کو پینا چاہتے ہین، اس مین گرد و غبار کا ایک ذرّہ بھی ہمکو نظر نہین آتا، لیکن اگر ہم خوردبین لگا کر دیکھین تو قطرہ قطرہ مین ہم کو کیڑون کی بستی کی بستی نظر آئے گی، خالی آنکھ سے ہمکو صرف آفتاب، ماہتاب اور کچھ چھوٹے بڑے روشن ستارے دکھائی دیتے ہین، یہان تک کہ بطلیموس کو ثوابت کی حرکت تک محسوس نہین ہوئی اور اس وقت تک صرف تین سو ستارے دریافت ہو سکے، اور اب جب ایک سے ایک طاقتور دوربینین نکل رہی ہین تو ہر نئی دوربین کی ایجاد کے بعد پہلے سے زیادہ ہماری آنکھین روشن ہوتی جاتی ہین، یہانتک کہ صرف ساتوین درجہ کے ستارے تیرہ ہزار اور آٹھوین درجہ کے چالیس ہزار، نوین درجہ کے ایک لاکھ بیس ہزار، ہمکو اس فضائے آسمانی پر تیرتے ہوئے نظر آتے ہین، اور ہرشل کی دوربین سے کُل چھوٹے بڑے دو کروڑ ستارون کی فوج ہمکو دکھائی دینے لگی ہے۔

یہی حال سماعت کا ہی، پہلے ہماری آواز زیادہ سے ایک میل جا سکتی ہوگی، ٹیلیفون کی پہلی ایجاد نے اس فاصلہ کو بڑھایا، اور دو چار قدم کے بعد شہر کے ایک گوشہ مین بیٹھکر دوسرے گوشہ کے لوگون سے باتین کرنے لگے، چند سالون مین یہان تک ترقی ہوگئی کہ سوئیزرلینڈ کے ایک ہوٹل مین بیٹھکر ہم بولتے ہین، اور فرانس مین لوگ اس کو سنتے ہین، لکھنؤ سے الہ آباد، دم کے دم مین آپ کی آواز پہنچتی ہے، اور اب ہندوستان سے ہزارون میل دور لندن مین آپ کی آواز پہنچنے والی ہے۔

ان روزمرّہ کی مثالون سے یہ واضح ہوتا ہی کہ حواس کے فعل و انفعال اور تاثیر و تاثر کے دائرہ کی تحدید نہین کیجا سکتی، اور یہ ممکن ہے کہ ایک صنف انسانی کے حواس اسقدر تیز ہوجائین اور قوی ہون کہ اُنکو وہ کچھ نظر آئے جو ہم کو نظر نہین آتا، اور وہ کچھ سنائی دے، جو ہم کو سنائی نہین دیتا۔ آنحضرت صلعم نماز کی صف کے اندر فرماتے ہین کہ مجھکو اسی مقام سے دوزخ اور جنت نظر آئی، حضرت یعقوب کو کنعان کی وادی مین بیٹھکر مصر سے حضرت یوسف کے پیراہن کی خوشبو معلوم ہوتی ہوگی، مولانا روم اسی خیال کو ان اشعار مین ظاہر کرتے ہین، وہ کہتے ہین کہ اس حالت مین ایک حس کی تیزی دوسرے حواس کو

بھی تیز کر دیتی ہے۔

پنج حس با یکدگر پیوستہ اند　　زانکہ این ہر پنج ز اصلی رستہ اند
قوت یک قوت باقی شود　　ما بقی را ہر یکے ساقی شود

حواس خمسہ باہم ایک دوسرے سے وابستہ ہین کیونکہ یہ پانچون حواس ایک ہی اصل سے نکلکر آئے ہین، ایک حاسہ کی قوت بقیہ حواس کی قوت بنجاتی ہی

دیدنِ دیدہ فزاید عشق را　　عشق اندر دل فزاید صدق را
صدق بیداریِ ہر حس میشود　　حسہا را ذوق مونس می شود

دیدارِ چشم، عشق کو ترقی دیتا ہے، اور عشق دل مین سچائی کو پیدا کرتا ہی، سچائی ہر حاسہ کی بیداری کا سبب ہوجاتی ہی، اور احساس کو ذوق و وجدان سے مدد ملنے لگتی ہے

۵- **عالم مثال**، علمائے اسلام مین جن کے سینے علم و حکمت کے ساتھ نور معرفت سے بھی منور ہین، اُنھون نے نظر و استدلال سے نہین بلکہ ذوق و عرفان سے ایک اور راستہ اختیار کیا ہی، حکما مین دو گروہ ہین، ایک **وحدیہ** اور دوسرا **ثنویہ**

وحدیہ وہ ہین جو ایک ہی عالم کے قائل ہین، یعنی اُن کے نزدیک مبدء عالم صرف ایک ہی ہے، انکی دو جماعتین ہین، ایک وہ جو مبدء عالم صرف مادہ کو مانتی ہے اور وہ مادہ کے علاوہ کسی اور چیز کو تسلیم نہین کرتی، یہان تک کہ عقل و حیات اور قوائے ذہنیہ تک اس کے نزدیک تمامتر مادہ کی نیرنگیان ہین، انکو **مادیین** اور **طبیعیین** کہتے ہین، دوسری جماعت مادہ سے یکسر منکر ہے وہ صرف نفس و روح کو تسلیم کرتی ہی اور اس عالم محسوس کو وہم و تصور سے زیادہ رتبہ نہین دیتی اس کے نزدیک عالم اور عالم مین جو کچھ ہی وہ نفس و روح کے مظاہر ہین، اُنکو **روحانیین** کہتے ہین۔

ثنویہ، دو مبدء عالم تسلیم کرتے ہین، یعنی مادہ اور روح، اور عالم کو ان دونون کا جلوہ گاہ تسلیم کرتے ہین۔

ہمنے اوپر کی سطرون مین جن ارباب معرفت کی طرف اشارہ کیا ہی، وہ تین عالم تسلیم کرتے ہین، ایک تو یہ **عالم اجساد** یا **عالم شہادت** جس کو تم مادہ اور مادیات کہتے ہو، دوسرا **عالم ارواح** یا **عالم غیب** جو مادی اور مادیات سے منزہ اور مافوق ہی، اور تیسرا **عالم مثال** یا **عالم برزخ** یہ وہ عالم ہے، جہان عالم اجساد اور عالم ارواح، عالم شہادت اور عالم غیب دونون کے اوصاف اور قوانین مجتمع ہوجاتے ہین، عالم اجساد کی چیزین وہان جاکر بہکر مادی سے پاک ہوکر سامنے آتی ہین اور غیر مادی معانی اور حقایق اور عالم ارواح کی مخلوقات وہان مجسم اور متجسد ہوکر نظر آتی ہین۔

امام ربانی مکتوبات مین لکھتے ہین:-

اے برادر! عالم ممکنات را سہ قسم قرار دادہ اند، عالم ارواح[1] و عالم مثال[2] و عالم اجساد[3]، عالم مثال را برزخ گفتہ اند، درمیان عالم ارواح و عالم اجساد، و نیز گفتہ اند کہ عالم مثال در رنگ مرآة است مر معانی و حقایق این ہر دو عالم را، کہ معانی و حقائق اجساد و ارواح در عالم مثال بصور لطیفہ ظہور مینماید۔ چہ در آنجا مناسب ہر معنی و حقیقتی صورت و ہیئت دیگر است، و آن عالم فی حد ذاتہٖ متضمن صور و ہیئات و اشکال نیست، صور و اشکال در وے از عوالم دیگر منعکس گشتہ ظہور یافتہ است، در رنگ مرآة است کہ فی حد ذاتہا متضمن ہیچ صورت نیست، اگر در وے صورت کائن است از خارج است۔ (جلد سوم مکتوب سی و یکم)

عالم ممکنات کی تین قسمیں قرار دی ہیں، عالم ارواح[1]، عالم مثال[2] اور عالم اجسام[3]، عالم مثال کو عالم ارواح اور عالم اجسام کے بیچ میں کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عالم مثال عالم ارواح اور عالم اجسام کے معانی و حقائق کے لیے آئینہ کے مانند ہے کہ اس عالم مثال میں اجسام و ارواح کے معانی و حقائق لطیف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ اس عالم مثال میں ہر معنی و حقیقت کی ایک خاص مناسب شکل ہے اس عالم مثال میں بذاتہ خود کوئی صورت و شکل و ہیئت نہیں یہ صور و اشکال دوسرے عالموں سے آکر اس میں عکس انداز ہوتی ہیں جس طرح خود آئینہ میں کوئی صورت نہیں ہوتی بلکہ جو صور و اشکال اس میں نمودار ہوتی ہیں وہ خارج سے آکر اس میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔

بعض لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان بزرگوں کا عالم مثال وہی افلاطون کا عالم مُثُل ہے لیکن افلاطون فرقۂ وحدیہ سے تھا یعنی عالم کا مبدء صرف ایک تسلیم کرتا تھا اس لیے اس کے نظریہ کا منشا صرف یہ ہے کہ اس عالم محسوس میں ہر شے فرداً فرداً جزئی اور متشخص ہو کر آتی ہے نفس کلی اور مطلق نوع کا وجود خارج میں نہیں، مثلاً ہم کہتے ہیں "انسان ہنستا ہے" "گھوڑا ہنہناتا ہے" "کتا بھونکتا ہے" تو یہ کسی خاص انسان، خاص گھوڑے یا خاص کتے کی نسبت حکم نہیں ہے بلکہ انسان، گھوڑے اور کتے کی نوع پر یہ حکم لگایا گیا ہے لیکن کلی انسان، مطلق گھوڑا، اور نوع کلب کا وجود تو اس عالم محسوس میں نہیں مگر کہیں نہ کہیں تو اس کا وجود ہونا چاہیے؛ پھر کہاں ہے؟ عام جواب یہ ہے کہ ذہن میں، مگر ذہن جو ہمارے محدود و مختصر دماغ کا دوسرا نام ہے، کوئی ایسا ظرف نہیں جس کے اندر یہ ساری دنیا سما سکے، اسی لیے ایک اور عالم ہے جس میں کلیات اور انواع بستے ہیں، اس عالم محسوس میں جتنی چیزیں ہیں وہ کسی نہ کسی نوع کے تحت میں ہیں، یہ انواع عالم مُثُل میں ہیں، اور ان کے عکس اور سائے جن کا نام افراد اور جزئیات ہے، وہ اس عالم محسوس میں ہیں، حقیقی وجود انہیں انواع یا مُثُل کا ہے، وہ گویا قدرت کے سانچے ہیں اور انہیں سے ڈھل ڈھل کر اس عالم محسوس میں افراد و جزئیات نمودار

ہوتے ہین، مگران افراد اور جزئیات کا کوئی مستقل وجود نہین ہی، وہ صرف اپنی اپنی نوع کے آثار اور ظلال (سایہ) ہین
پھران مین سے ہر نوع کی مستقل روح نوعی ہی، جو اس نوع کا خدا ہی، اسی کا نام اُنکی اصطلاح مین رب النوع ہی،

یہ ہے مثل افلاطون کی حقیقت، عالم مثال کی حقیقت اس سے بالکل الگ ہی، اس عالم کے قائلین جیساکہ ابھی امام ربانی کے مکتوب کے حوالہ سے گذر چکا تین عالم کے قائل ہین، عالم جسمانی[۱]، عالم روحانی[۲] اور عالم مثالی[۳]، عالم مثالی جسم وروح کے احکام کا جامع ہی، اس مین روحانی اشیا متجسم اور جسمانی چیزین کسی اور مناسب شکل مین متشکل ہوکر نظر آتی ہین۔ اور وہ معانی وحقایق جن مین جسم وجان نہین، مثلاً حیات، موت، علم، عقل، جسمانی رنگ وروپ مین وہان نمایان ہوتی ہین، ارواح، فرشتے، جبرئیل، جو جسم سے پاک ہین، اس عالم مین متجسم معلوم ہوتے ہین، اسکی مثال بالکل خواب کی سی ہے کہ اس مین کبھی روحانیات متجسم ہوکر اور کبھی جسمانیات کسی اور شکل مین نمودار ہوکر جلوہ گر ہوتے ہین، اور اہل معرفت اُن کو دیکھکر انکی مناسب تعبیر کرتے ہین، مثلاً کبھی خواب مین علم دریا کی صورت مین غیظ وغضب آگ کی شکل مین، شجاعت شیر کی ہیئت مین نظر آتی ہے، اسی طرح عالم مثال مین بھی معانی وحقائق اور روحانیات ومجردات کسی مناسب جسمانی شکل وصورت مین دکھائی دیتے ہین۔ اور انکو دیکھکر اہل بصیرت ان رموز وکنایات کی حقیقت کو پا لیتے ہین۔ خود عالم مثال مین کوئی آبادی نہین، وہ صرف ایک آئینہ خانہ ہی جس مین عالم بالا یا عالم زیرین سے جو شکل بھی اس کے سامنے آتی ہے اہل بصیرت کو نظر آجاتی ہے۔

علماے اسلام مین سب سے پہلے یہ خیال امام غزالی کے ہان ملتا ہی لیکن اس کو انھون نے عالم کے لفظ سے نہین بلکہ وجود کے لفظ سے تعبیر کیا ہی کسی شے کے وجود کا ثبوت ہمارے پاس اس کے سوا کچھ اور نہین ہی کہ ہم کسی نہ کسی طرح اس کا احساس یا تعقل کرتے ہین، ہمارے معلومات ومحسوسات ہمارے ذہن مین موجود ہین اور اُن کا یہ وجود بھی اسی طرح ناقابل انکار ہی جسطرح عام اشیاء کا یہ خارجی وجود لیکن نہ ہم انکو دیکھ سکتے ہین، نہ سُن سکتے ہین، نہ چکھ سکتے ہین، نہ سونگھ سکتے ہین۔ نہ ٹٹول سکتے ہین، اس بنا پر امام صاحب کے نزدیک وجود کی تین قسمین ہین، وجود حسی[۱]، وجود عقلی[۲]۔ اور وجود خیالی[۳]، اس آخری قسم کی انھون نے حسب ذیل تفصیل کی ہی۔

"اور وہ یہ ہو کہ زبانِ حال تمثیلی رنگ میں محسوس اور مشاہد بنکر سامنے آئے' اور یہ خاص انبیاء اور پیغمبرین کی شان ہی' اسکی مثال خواب کی ہی جسطرح خواب مین زبانِ حال پیغمبرون کے علاوہ عام آدمیون کو بھی تمثیلی رنگ مین نظر آتی ہو اور وہ آوازین سنتے ہین' مثلاً کوئی خواب دیکھتا ہو کہ اونٹ اس سے باتین کر رہا ہی' یا گھوڑا اُس کو خطاب کر رہا ہی' یا کوئی مردہ اس کو کچھ دے رہا ہی' یا اس کا ہاتھ پکڑ رہا ہے یا اس سے چھینتا ہی' یا یہ دیکھے کہ اسکی انگلی آفتاب' سورج یا چاند گہن بن گئی' یا اس کا ناخن شیر ہو گیا ہے' یا اسی قسم کی صورتین جنکو لوگ خواب مین دیکھا کرتے ہین' انبیاء علیہم السلام کو یہ چیزین بیداری مین نظر آتی ہین' اور اسی بیداری کی حالت مین یہ چیزین ان سے خطاب کرتی ہین' ایک جاگتا ہوا آدمی جس کو یہ چیزین نظر آتی اور محسوس ہوتی ہین وہ اس بات مین کچھ فرق نہین کر سکتا کہ یہ خیالی گویائی ہے یا خارجی اور حسّی ہے' خواب دیکھنے والے کو تو یہ فرق اس لیے محسوس ہوتا ہو کہ وہ جاگ جاتا ہو اور خواب و بیداری کی دونون حالتون مین وہ فرق محسوس کرتا ہے۔

جن لوگون کو ولایت تامہ حاصل ہو جاتی ہے' انکو یہ تمثیلی رنگ تنہا نظر نہین آتا' بلکہ اسکا اثر عام حاضرین پر بھی پڑتا ہو' اسکی ولایت اپنے فیض کی شعاعین ان پر ڈالتی ہو اور وہ بھی وہی دیکھتے ہین جو صاحب ولایت کو نظر آتا ہو اور وہی سنتے ہین جو صاحب ولایت کو سنائی دیتا ہی'

(مضنون بہ علی غیر اہلہ صفحہ ۱۹ مصر)

(احیاء العلوم باب عذاب القبر مین بھی امام صاحب نے اسکی تشریح کی ہو) امام خطابی (مشہور امام الحدیث) نے معالم السنن مین اسکو رویا کے لفظ سے تعبیر کیا ہی' افسوس ہو کہ معالم کا اصل نسخہ موجود نہین' حافظ ابن حجر نے شرح بخاری مین ان کی رائے نقل کی ہے۔ شریک بن عبداللہ کی روایت جسمین معراج مین خدا کے قرب کی تصریح ہے' اس کی شرح مین لکھتے ہین'

فمن لم یبلغہ من ھذا الحدیث الا ھذا القدر — پس جس شخص کو اس حدیث کا اتنا ہی ٹکڑہ (کہ خدا معراج مین

مقطوعاً عن غیرہ ولم یعتبرہ باول القصۃ وآخرھا اشتبہ علیہ وجہہ ومعناہ، وکان قصاراہ اِمّا ردّ الحدیث من اصلہ واِمّا الوقوع فی التشبیہ وھما خطّتان مرغوب عنھما، وامّا من اعتبر اوّل الحدیث باٰخرہ فانہ یزول عنہ الاشکال فانہ مصرّح فیھما بان کان رویا القمال فی اوّلہ "وھو نائم" وفی اٰخرہ "استیقظ" وبعض الرؤیا مثل یضرب لیتأول علی الوجہ الذی یصرف الیہ معنی التعبیر فی مثلہ وبعض الرؤیا لایحتاج ذلک بل یاتی کالمشاھدۃ[1]،

آنحضرت صلعم سے قریب ہوا) حدیث کے دوسرے ٹکڑون سے الگ ہوکر پہنچا، اور اُس نے آغاز روایت اور آخر روایت کو باہم ملاکر نہ دیکھا تو اس حدیث کا مطلب اُسپر مشتبہ ہوجائیگا، اور اس کا انجام یہ ہوگا کہ یا وہ اصل حدیث سے انکار کردے اور یا یہ کہ وہ خدا کی تجسیم کا قائل ہوجائے اور یہ دونون باتین ناپسندیدہ ہین لیکن جو شخص اوّل و آخر حدیث کو ملاکر دیکھے گا تو اُس سے اشکال رفع ہوجائیگا، کیونکہ حدیث کے شروع مین اور آخر مین یہ تصریح ہے کہ یہ خواب تھا کیونکہ شروع مین ہے کہ "آپ سوتے تھے کہ آپنے دیکھا" اور آخر مین ہے کہ اسکے بعد آپ بیدار ہوئے بعض خواب تمثیل ہوتے ہین، جنکی تعبیر اسی طرح کیجاتی ہے جسطرح اس قسم کے خوابونکی تعبیر کیجاتی ہے اور بعض خواب تعبیر کے محتاج نہین ہوتے بلکہ وہ مشاہدہ

امام صاحب کے بعد شیخ الاشراق نے اس کا عالم نام رکھا اور اسکی کچھ کیفیت بیان کی، مگر انھون نے عالم مثال اور مثل افلاطونیہ کو باہم خلط ملط کردیا ہے، حافظ جلال الدین سیوطی نے بھی اپنی بعض تصنیفات مین اس خیال کو ظاہر کیا ہے، خواجہ حافظ کے ہان یہ خیال پایا جاتا ہے، ع عالمے ہست کہ این عالم ازان تمثالے است، حضرات نقشبندیہ مین نہین معلوم یہ خیال کب سے قائم ہے، بہرحال امام ربانی شیخ احمد سرہندی کے زمانہ کے بہت پہلے سے یہ خیال ان مین پایا جاتا ہے، کیونکہ امام ربّانی کی تحریرون مین متعدد مقام پر اس کا ذکر ہے، ان کے بعد تو حضرات مجددیہ کی تصنیفات مین اس عالم کی نیرنگی اور بوقلمونی پر نہایت پراسرار مباحث ہین، علمائے متکلمین مین سے جس کو سب سے پہلے اس نظریہ کو علم کلام مین استعمال کرنے کا خیال پیدا ہوا وہ مجدد الف ثانی کے ایک مرید ملا بدر الدین ہین، چنانچہ وہ ایک خط مین مجدد صاحب کو لکھتے ہین۔

---

[1] فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۳۰۴۔

پس عذاب قبر، در عالم مثال خواہد بود، در رنگ اینکہ در خواب
در عالم مثال نمایند، و نوشتہ بودند کہ این سخن شاخسار بسیار دارد
واگر قبول نمایند فروع بسیار برین سخن متفرع خواہد ساخت۔
(مکتوب سی ویکم جلد سوم)

پس عذاب قبر بھی عالم مثال مین ہوگا اوسی طرح جسطرح کہ خواب
مین مثالی رنگ مین درد اور تکلیف محسوس ہوتی ہی، اور یہ بھی انھون نے
لکھا کہ اس مسئلے سے بہت سی شاخین نکل سکتی ہین اور اگر آپ قبول
فرمائین تو اس سے بہت سے فروع پیدا ہوسکین گے۔

یہی چند منتشر خیالات تھے جنکو شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک عالم بنادیا، چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ مین عالم مثال کا ایک باب باندھا ہی، اور اس کے تمام اصول و فروع بیان کیے ہین، ہم اس موقع پر شاہ صاحب کے اس باب کا پورا ترجمہ درج کرتے ہین۔

"جاننا چاہیے کہ بہت سی حدیثون سے ثابت ہوتا ہی کہ عالم موجودات مین ایک ایسا عالم بھی ہی جو غیر مادّی ہی اور جس مین معانی (اعراض وحقائق) اُن اجسام کی صورت مین متشکل ہوتے ہین، جو اوصاف کے لحاظ سے اُن کے مناسب ہین، پہلے اس عالم مین اشیا کا ایک گونہ وجود ہولیتا ہی تب دنیا مین انکا وجود ہوتا ہے، اور یہ دنیاوی وجود ایک اعتبار سے بالکل اس عالم مثال کے وجود کے مطابق ہوتا ہے۔

اکثر وہ اشیا جو عوام کے نزدیک جسم نہین رکھتین، اس عالم مین منتقل ہوتی ہین اور اترتی ہین۔ اور عام لوگ انکو نہین دیکھتے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جب خدا نے رحم کو پیدا کیا تو وہ کھڑی ہوکر بولی کہ یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع رحم سے پناہ مانگ کر تیرے پاس پناہ ڈھونڈھتا ہے، اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ اور آل عمران قیامت مین بادل یا سائبان، یا صف بستہ پرندون کی شکل مین آئین گی، اور اُن لوگون کی طرف سے وکالت کرینگی جنھون نے انکی تلاوت کی ہے، اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ قیامت مین اعمال حاضر ہون گے تو پہلے نماز آئے گی، پھر خیرات پھر روزہ الخ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نیکی اور بدی دو مخلوق ہین، جو قیامت مین لوگون کے سامنے کھڑی کیجائینگی سو نیکی نیکی والون کو بشارت دیگی، اور بُرائی بُرائی والون کو کہے گی کہ "ہٹو ہٹو"، لیکن وہ لوگ اس سے

چھٹے ہی رہیں گے"، اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ قیامت میں اور جتنے دن ہیں وہ معمولی صورت میں حاضر ہوں گے لیکن جمعہ کا دن چمکتا دمکتا ہوا آئے گا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ قیامت میں دنیا ایک بڑھیا کی صورت میں لائی جائے گی جسکے بال کھچڑی، دانت نیلے، اور صورت بدنما ہوگی، اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "جو میں دیکھتا ہوں کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمھارے گھروں پر اسطرح برس رہے ہیں جسطرح بادل کے قطرے"، اور آنحضرت صلعم نے معراج کی حدیث میں فرمایا کہ "اچانک چار نہریں نظر آئیں، دو نہریں اندر تھیں اور دو باہر، میں نے جبریل سے پوچھا کہ "یہ کیا ہے" بولے "اندر کی نہریں تو جنت کی ہیں اور باہر کی نیل اور فرات ہیں"، اور آنحضرت صلعم نے کسوف کی نماز میں فرمایا کہ بہشت اور دوزخ میرے سامنے مجسّم کرکے لائی گئیں، اور ایک روایت میں ہے کہ میرے اور قبلہ کی دیوار کے بیچ میں بہشت و دوزخ مجسّم ہوکر آئیں، میں نے ہاتھ پھیلائے کہ بہشت سے انگور کا ایک خوشہ توڑ لوں لیکن دوزخ کی گرمی کی لپٹ سے رُک گیا۔ اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے حاجیوں کے چور کو اور ایک عورت کو دوزخ میں دیکھا جس نے ایک بلّی کو باندھ کر مار ڈالا تھا، اور ایک فاحشہ عورت کو بہشت میں دیکھا جس نے کتے کو پانی پلایا تھا، اور یہ ظاہر ہے کہ بہشت اور دوزخ کی وسعت جو عام لوگوں کے خیال میں ہے وہ اس قدر مسافت (یعنی کعبہ کی چار دیواری) میں نہیں سما سکتی، اور حدیث میں ہے کہ بہشت کو مکروہات نے اور دوزخ کو شہوات نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے"۔

پھر جبریل کو خدا نے حکم دیا کہ دونوں کو دیکھیں۔ اور حدیث میں ہے کہ بلا جب نازل ہوتی ہے تو دعا اُس سے کشتی لڑتی ہے۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ خدا نے عقل کو پیدا کیا اور اُس سے کہا کہ آگے آ، تو وہ آگے آئی۔ پھر کہا کہ پیچھے ہٹ تو پیچھے ہٹ گئی، اور حدیث میں ہے کہ یہ دونوں کتابیں پروردگار عالم کی طرف سے ہیں الخ۔ اور حدیث میں ہے کہ قیامت میں) موت ایک مینڈھے کی شکل میں لائی جائے گی، پھر دوزخ اور بہشت کے درمیان ذبح کردیجائے گی"۔

"اور خدا نے فرمایا کہ "ہمنے اپنی روح مریم کے پاس بھیجی تو وہ اُن کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل بنکر آئی"
اور حدیث سے ثابت ہوتا ہی کہ جبریل آنحضرت صلعم کے سامنے آتے تھے اور آپ سے باتین کرتے تھے،
اور کوئی انکو نہین دیکھتا تھا، اور حدیث مین ہے کہ قبر ہفتاد در ہفتاد گز چوڑی ہوجاتی ہی، یا اس قدر سمٹ
آتی ہے کہ مردہ کی پسلیان کھڑس ہوجاتی ہین، اور حدیث مین ہی کہ فرشتے قبر مین آتے ہین اور
مردہ سے سوال کرتے ہین، اور مردہ کا عمل مجسم ہوکر اس کے سامنے آتا ہی، اور نزع کی حالت مین فرشتے
حریر یا گزی کا کپڑا لیکر آتے ہین، اور فرشتے مُردہ کو لوہے کے گُرز سے مارتے ہین، مردہ شور کرتا ہے
اور اس کے شور کی آواز مشرق سے مغرب تک کی چیزین سنتی ہین۔ اور حدیث مین ہی کہ قبر مین کافر
کے اوپر ننانوے[۹۹] اژدہے مسلط ہوتے ہین جو اس کو کاٹتے ہین تا بہ قیامت۔ اور حدیث مین ہی کہ جب
مردہ قبر مین آتا ہے تو اس کو نظر آتا ہے کہ آفتاب غروب ہورہا ہی، وہ اُٹھ بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ ٹھہرو
نماز پڑھ لون۔ اور حدیث مین اکثر جگہ آیا ہے کہ قیامت مین خدا بہت سی مختلف صورتون مین لوگون
کے سامنے جلوہ گر ہوگا، اور آنحضرت صلعم خدا کے پاس اس حالت مین جائینگے کہ خدا اپنی کرسی پر بیٹھا ہوگا،
اور یہ کہ خدا انسانون سے بالمشافہ بات چیت کریگا اس قسم کی اور بہت سی حدیثین ہین جنکا شمار نہین ہوسکتا۔
"اِن حدیثون کو جو شخص دیکھے گا تین باتون مین سے ایک نہ ایک بات اس کو ماننی پڑیگی۔ یا[۱] تو
ظاہری معنی مراد لے اور اس صورت مین اُس کو ایک ایسے عالم کا قائل ہونا پڑے گا جسکی کیفیت ہم
بیان کرچکے (یعنی عالم مثال) اور یہ صورت وہ ہے جو اہل حدیث کے قاعدے کے مطابق ہے، چنانچہ
سیوطی نے اسکی طرف اشارہ کیا ہی اور خود میری بھی یہی رائے ہے اور یہی مذہب ہے، یا[۲] اس بات
کا قائل ہو کہ دیکھنے والے کے حاسہ مین واقعات کی یہی شکل ہوگی اور اسکی نظر مین وہ اسی طرح جلوہ گر ہونگے
گو اس کے حاسہ کے باہر ان کا وجود نہ ہو، چنانچہ قرآن مجید مین جو آیا ہے کہ "آسمان اُس دن صاف
دھوان بنکر آئے گا" اور اس کے معنی حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہی کے قریب قریب لیے ہین

یعنی یہ کہ لوگون پر قحط پڑا تھا تو جب کوئی آسمان کی طرف دیکھتا تھا تو اس کو بھوک کی وجہ سے آسمان دھوان سا معلوم ہوتا تھا، ابن ماجشون (مشہور محدث تھے) سے مروی ہے کہ جن حدیثون مین خدا کے اُترنے اور مرئی ہونے کا ذکر ہے، ان کے معنی یہ ہین کہ خدا مخلوقات کی نظر مین ایسا تغیر پیدا کردیگا کہ وہ خدا کو ایسی حالت مین دیکھیں گے کہ وہ اتر رہا ہے اور جلوہ دکھا رہا ہے اور اپنے بندون سے گفتگو اور خطاب کر رہا ہے۔ حالانکہ خدا کی جو شان ہے اس مین نہ تغیر ہوگا۔ نہ خدا منتقل ہوگا، اور یہ اس لیے ہوگا کہ لوگ جان لین کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ یہ سب باتین بطور تمثیل کے بیان کی گئی ہین جنسے مقصود کچھ اور ہے لیکن جو شخص صرف اسی احتمال پر بس کرتا ہے مین اس کو اہل حق مین شمار نہین کرتا۔ امام غزالی نے عذاب قبر کے بیان مین ان تینون مقامات کو بیان کیا ہے، اور کہا ہے کہ ان تمام واقعات کے ظاہری معنی صحیح ہین، اور اُنکے اندر دنی اسرار مخفی ہین لیکن ارباب بصیرت کے نزدیک یہ اسرار فاش اور کھلے ہوئے ہین، تو جن لوگون پر یہ اسرار فاش نہون اُنکو ان کے ظاہری معنون کا انکار مناسب نہین ہے کہ ایمان کا آخری درجہ تسلیم اور اقرار ہے۔"

اس کے بعد دوسرے متفرق ابواب مین وحی، معراج، رویت ملائکہ، ملاقات انبیا، براق، سدرۃ المنتہی، وغیرہ سب کی تشریح اسی عالم مین کی ہے، ہمنے آگے چلکر ایک باب **عالم رؤیا** کا قائم کیا ہے اس مین دکھایا ہے کہ اس اصول کی صحت پر آیات و احادیث سے استناد ہوسکتا ہے۔

ان تمام نظریات پر ایک نظر ڈال لینے کے بعد یہ آسانی کہا جاسکتا ہے کہ ان کا درجہ دلائل و براہین کا نہین ہے بلکہ حقیقت مین ان مین سے ہر نظریہ کا ماحصل صرف اس قدر ہے کہ بظاہر ان چیزون کے تسلیم کرنے مین عقل کو جو استحالہ یا کم از کم استبعاد نظر آتا ہے وہ کم ہوجائے یا دور ہوجائے اس لیے ہر گروہ نے اپنے اپنے ذوق اور طریق فکر کے مطابق اپنے تجربیات اور مشاہدات کے ذریعہ سے ایک ایسا تمثیلی نظریہ قائم کیا ہے جس پر قیاس کرکے وہ باتین جو تجربہ و

مشاہدہ سے ماوراء ہین اُن کا کچھ دھندلا سا خاکہ ذہن انسانی مین قائم ہوجائے کہ وہ اُن کے انکار و استبعاد کی جرأت نہ کرسکے اور قلب بدگمان اور عقلِ نارسا کسی قدر تسلّی پاسکے، ورنہ ظاہر ہے کہ شاہد سے غائب پر، محسوسات سے غیر محسوسات پر، تجربیات سے ناممکن التجربہ حقایق پر، جسمانی قوانینِ فطرت سے روحانی خصائص پر استشہاد کیونکر کیا جاسکتا ہے۔

"کہ کس نکشود و نکشاید بہ حکمت این معمّا را"

معجزات

ہمارے متکلمین کے نزدیک **معجزہ** وہ امر ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پیغمبر کے دعویٰ کی صداقت کے لیے دنیا پر ظاہر کرتا ہے، اس کے لیے چند شرائط ہیں، منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ وہ خارق عادت ہو تو گویا **معجزہ** کی عام تعریف یہ سمجھنی چاہیے کہ معجزہ اس خارق عادت چیز کو کہتے ہیں جو خدا کی طرف سے پیغمبر کی تصدیق کے لیے صادر ہو، اب **معجزہ** کے ثبوت میں اصل اشکال جو پیش آتا ہے، وہ یہ ہے کہ عالم کائنات ایک نظام خاص پر قایم ہے، ہر شے کی ایک علت، اور ہر حادثہ کا ایک سبب ہے، علت اور سبب کے بغیر کوئی شے پیدا نہیں ہوتی، علت و معلول کا جو سلسلہ اشیا میں نظر آتا ہے، ان میں باہم اس قدر لزوم ہے کہ وہ ایک، دوسرے سے منفک نہیں ہو سکتے، ہر شے میں ایک خاصیت ہے، جو اس سے الگ نہیں ہو سکتی، اور نیز جس شے میں جس چیز کی خاصیت نہیں ہے اس کا اس سے صدور بھی نہیں ہو سکتا، آگ جلاتی ہے، سمندر بہتا ہے، درخت ساکن ہے، پتھر چلتا نہیں، سورج میں نور ہے، کنکر بولتے نہیں، سنکھیا زہر قاتل ہے، انسان مر کر پھر جیتا نہیں، اب اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ آگ نے جلایا نہیں، سمندر دفعۃً تھم گیا، درخت چلنے لگا، پتھر حرکت کرنے لگا، آفتاب میں سیاہی آگئی، زہر کھا کر آدمی مرا نہیں، اور انسان مر کر ایک اشارہ سے پھر جی اُٹھا، تو درحقیقت وہ اس پورے نظام فطرت کو جس پر دنیا قائم ہے درہم برہم کرنا چاہتا ہے، علل و اسباب کے تار و پود کو بکھیر دینا چاہتا ہے، اور اشیا کے اُن طبائع اور خواص کے علانیہ انکار پر آمادہ ہے جو بارہا کے تجربہ سے ثابت ہو چکے ہیں اور جن میں کبھی تخلف نہیں ہوا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ نظام فطرت، یہ سلسلۂ علل و اسباب، یہ طبائع اور خواص اس درجہ ناقابل تنسیخ ہیں کہ ان میں کسی قسم کی تغیر و تبدیل نہیں ہو سکتی، فلاسفہ اور حکما کے ایک گروہ کے نزدیک یہ نظام، یہ سلسلہ، یہ اصول ناقابل شکست اور ناقابل تغیر ہیں، حکمائے اسلام کا گروہ (مثلاً فارابی، ابن سینا۔ ابن مسکویہ وغیرہ) اس بات کا قائل ہے کہ یہ تو سچ ہے کہ اس نظام فطرت اور سلسلۂ علل و اسباب میں نہ تغیر و تبدل ہو سکتا اور نہ دنیا میں کوئی شے بغیر علت عادیہ اور سبب طبعی کے پیدا ہو سکتی ہے لیکن یہ صحیح نہیں کہ معجزات اس نظام و سلسلہ سے الگ ہیں، اور وہ فطرت کی قانون شکنی کرتے ہیں، بلکہ

وہ بھی علل و اسبابِ طبعی کے نتائج ہین، زیادہ سے زیادہ یہ کہ ہم اِن علل و اسباب کے احاطہ سے اب تک قاصر ہین، اور وہ اب تک ہماری نگاہون سے مخفی ہین، ممکن ہو کہ تحقیقاتِ انسانی کا دائرہ کبھی اتنا وسیع ہوجائے کہ اُن کے علل و اسباب ہمارے فہم مین آجائین، **معتزلہ** کہتے ہین کہ ہم کو یہ تسلیم ہے کہ عالم مین ایک خاص نظامِ فطرت، موجودات مین سلسلۂ علل و معلولات، اور اشیا مین طبائع و خواص ہین، لیکن ہم اُنکی اس درجہ ہمہ گیری کو تسلیم نہین کرتے کہ یہ کسی حال مین اور کسی طریق سے شکست نہین ہوسکتے، آج تک ہمارا علم یہ ہو کہ نباتات دانہ سے، پرندے انڈے سے، اور حیوانات نطفہ سے پیدا ہوتے ہین، مگر ممکن ہو کہ کل وہ ان بیچ کے وسائط اور ذرائع کے بغیر دفعۃً پیدا ہوجائین، غرض یہ کہ خرقِ فطرت کلیۃً محال نہین ہو، **اشاعرہ** اپنا عقیدہ یہ ظاہر کرتے ہین کہ نہ تو عالم مین حقیقۃً قوانینِ فطرت ہین، اور نہ خود اشیا کے اندر خواص ہین، بلکہ ہر شے سے جو فعل سرزد ہوتا ہے اُس کو درحقیقت اللہ تعالیٰ اُسی وقت اُس مین پیدا کردیتا ہے[1] اشاعرہ کے اس عقیدہ کا نہ صرف مدعیانِ عقل نے بلکہ اربابِ ظواہر تک نے مضحکہ اُڑایا ہے، لیکن درحقیقت یہ خیال ایسا نہین ہو کہ اسکو ہنسی مین اڑا دیا جائے، چنانچہ اسکی تفصیل آگے آئیگی۔

فلاسفہ اور حکما کی وہ جماعت جو قوانینِ فطرت کے ناقابلِ شکست ہونے پر ایمان رکھتی ہے، اور اس بنا پر معجزات و خوارق سے قطعی انکار کرتی ہو، امام رازی نے لکھا ہو[2] کہ گو خود ان فلاسفہ کا اصل عقیدہ یہی ہے مگر وہ متعدد ایسے اصول تسلیم کرتے ہین جنکی بنا پر خوارقِ فطرت کا تسلیم کرنا اُن کے لیے لازمی ہوجاتا ہے، مثلاً

۱- وہ "تولّدِ ذاتی" کے قائل ہین، یعنی یہ کہ جن جانداروں کی پیدائش ایک نظامِ خاص کے ساتھ ہوتی ہے، ایک قطرۂ آب سے، خون، خون سے گوشت، پھر بتدریج مدّتِ حمل کے اندر وہ شکمِ مادر مین پرورش پاتے رہتے ہین، ایک متعین زمانہ کے بعد وضعِ حمل ہوتا ہے، پھر شیر خوارگی اور بچپن کے دور سے آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے ایک تنومند قوی ہیکل ذی روح صورت مین ظاہر ہوتے ہین، وہ دفعۃً اِن بیچ کے منازل کو طے کیے بغیر اس ہیکل و صورت مین نمودار

---

[1] علامہ ابن تیمیہ نے ردِّ منطق مین اور ابن حزم ظاہری نے فصل فی الملل والنحل مین اسکی پُرزور تردید کی ہے۔ اُردو کے جدید علمِ کلام کے بانیون نے بھی اس کا کچھ کم مذاق نہین اڑایا ہو۔ استاد مرحوم نے تو تقریباً اپنی ہر کلامی تصنیف مین اشاعرہ کے اس خیال کو "حماقت" سے تعبیر کیا ہے۔

[2] مطالب عالیہ، بحث معجزات (نسخۂ قلمی موجودہ دار المصنفین) و تفسیر کبیر سورۂ اعراف،

ہوجائین، یہ فلاسفہ کہتے ہین کہ قطرۂ آب کے زمانہ سے لیکر اِس عالم شباب کے عہد تک اِس مجموعۂ عناصر کو جو سالہا سال صرف کرنے پڑے اسکی وجہ یہ تھی کہ ان عناصر مین حیات کی قابلیت پیدا ہونے کے لیے ایک خاص قسم کے اعتدالِ ترکیب کی ضرورت تھی، جب ترکیب مین یہ اعتدال پیدا ہوا حیات پیدا ہوگئی، اِس بناپر اگر کسی مجموعۂ عناصر مین اِس قسم کا اعتدال پیدا ہوجائے جس مین حیات انسانی کے قبول کی صلاحیت ہو تو بغیر نطفہ، حمل، خون، گوشت، وضع حمل، شیرخوارگی، بچپن وغیرہ درمیانی وسائط طبعی کے، اچھا خاصہ ایک نوجوان مٹی کے تپلہ سے بنکر کھڑا ہوسکتا ہی، جیسا کہ برسات مین اکثر کیڑے مکوڑے سڑی گلی مٹی مین ایک خاص اعتدالی کیفیت پیدا ہوجانے سے جاندار اور ذی روح بنجاتے ہین، اسی کا نام "تولّد ذاتی" ہے، اِس تفصیل کی بناپر اُنکے نزدیک یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ذی روح کی پیدایش کے لیے دنیا مین جو سلسلۂ اسباب عادۃً جاری ہی اُس کے خلاف ہوسکتا ہے تو پھر عصا سانپ بھی ہوسکتا ہے، مردے زندہ بھی ہوسکتے ہین، پہاڑ سونا بھی ہوسکتا ہے، ایک عصا کے سانپ بن جانے کی فطری صورت یہ ہی کہ پہلے وہ سڑ گل کر مٹی ہوجاتا ہے، وہ مٹی غذا کی شکل مین ایک سانپ کے اندر جاتی ہے، اور پھر وہ غذا دوسری شکل مین بنکر سانپ کا بچہ بنجاتی ہی تولد ذاتی کے اصول پر یہ ممکن ہی کہ بیچ کے وسائط کے بغیر عصا مین سانپ بننے کی صلاحیت پیدا ہوجائے۔

۲- یہ ظاہر ہے کہ دنیا مین جو کچھ حوادث ہوتے ہین وہ کسی نہ کسی حیثیت سے مادہ (ہیولیٰ) ہی کے تغیرات کے نام ہین۔ مادّہ (ہیولیٰ) اِس تمام عالمِ عنصری کا ایک ہی ہے، اِس بناپر عالم مین انواع اشکال اور خواص کے لاکھون اور کروڑون تنوعات اور اختلافات جو ہم کو نظر آتے ہین انکا سبب موثر اگر بالفرض خود مادّہ ہی ہوتا تو ضروری تھا کہ تمام دنیا مین ایک ہی شکل اور ایک ہی خاصیت ہو، تم کہوگے کہ یہ اختلاف و تنوع مادہ کے اختلاف استعداد سے پیدا ہوا، لیکن استعداد تو تاثر اور انفعال کا نام ہے، علت فاعلہ اور سبب مؤثر کیا ہے؟ فلاسفہ کہتے ہین کہ وہ اجرام فلکیہ کی گردش اور رفتار ہی مگر اس کے ساتھ وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ اس گردش و رفتارِ اشکال فلکی کی نہ کوئی حدّ و نہایت ہی اور نہ وہ کسی قانون فطری کے ماتحت ہین، اور نہ انکا علم ہمکو ہوسکتا ہے تو اِس اصول کے صحیح باور کرلینے پر عجائب قدرت اور خوارقِ فطرت کی وہ کون سی مثال ہی جس کے محال ہونیکا دعویٰ تم کرسکتے ہو؟

۳- عالم مین جو کچھ ہوتا ہی یا تو وہ کسی سببِ مؤثر کی بنا پر ہوتا ہی، یا بلا سببِ موثر کے ہوتا ہی اور دونون صورتون مین خرقِ عادت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے، اگر یہ کہو کہ یہ حوادث بلا سببِ مؤثر کے وجود پذیر ہوتے ہین، تو گویا تم نے خود خرقِ عادت کو تسلیم کر لیا، پھر دنیا مین کوئی عجیب سی عجیب اور مستبعد سے مستبعد بات بھی ناممکن نہین رہتی اور اگر یہ کہو کہ یہ سببِ مؤثر کے نتائج ہین، تو دو حال سے خالی نہین یا یہ سببِ مؤثر ذو ارادہ اور صاحبِ اختیار ہی، اور یہ تمام حوادث و تاثیرات اُس کے ارادہ اور اختیار سے صادر ہوتے ہین، یا وہ بے اختیار اور مسلوب الارادہ ہی، اور یہ حوادث و تاثیرات اُس سے اُسی طرح بے ارادہ اور اضطرارانہ طبعی طور سے سرزد ہوتے ہین جسطرح سورج سے روشنی، آگ سے گرمی، برف سے ٹھنڈک پہلی صورت مین معجزات اور خوارق کے صدور مین کوئی استحالہ نہین، کیونکہ اُس مدبر و موثر کا جب جیسا ارادہ ہو وہ شئی اُسی طرح واقع ہوگی، کوئی اس کا مانع نہین، دوسری صورت مین ظاہر ہے کہ یہ تمام تاثیرات اوس بے ارادہ موثرِ عالم سے زمانۂ قدیم سے ایک ہی طور پر سرزد ہوتی چلی آتی ہین، جیسے آفتاب سے روشنی، ایسی حالت مین ایک عام واحد و قدیم و ازلی سبب و موثر سے یہ ہر نئے آن اور نئے لمحہ مین نئی نئی اور مختلف شکل و صورت اور خواص کی اشیاء کیونکر ظہور پذیر ہوتی ہین، تم کہوگے کہ علت تو بیشک واحد و قدیم ہے، مگر علت کے وجود کے ساتھ معلول مین بھی تو استعداد اور قبولیت کا مادہ پیدا ہونا چاہیے، مادہ مین یہ استعداد و صلاحیت گردشِ فلکی کے مختلف اشکال کا نتیجہ ہے لیکن ابھی یہ کہا جا چکا کہ اشکالِ فلکی کی تمہارے نزدیک نہ تو کوئی حد و پایان ہی اور نہ وہ کسی خاص قاعدہ اور اصول کے اندر محدود ہی اس بنا پر حوادثِ عالم کے اختلاف اور نیرنگی کا باعث اگر گردشِ فلکی کا اختلاف اور نیرنگی ہے تو ایسی صورت مین یہ کیون نہین ممکن ہے کہ جو چیز تمکو بظاہر خلافِ فطرت اور خلافِ عادت معلوم ہوتی ہے وہ کسی خاص شکلِ فلکی کا نتیجہ ہو۔

بہرحال حکمائے اسلام نے معجزات کے امکان پر حسبِ ذیل دلائل قائم کیے ہین۔

(۱) تاثیراتِ فلکیہ معجزات کے انکار کی اصلی وجہ یہ ہی کہ اسکے حل کرنیکے لیے کوئی مادی علت ہمارے پیشِ نظر نہین ہے اور ہم تمام معمولات کی تشریح مادی اور طبعی علل و اسباب سے کرنا چاہتے ہین، لیکن حکما کا اس امر پر اتفاق ہی کہ گردشِ افلاک اور گردشِ نجوم کا اس دنیا کے حوادث پر بہت بڑا اثر ہی اور قوائے فلکی اس عالم کے واقعات مین موثر ہوتے ہین، ایسی صورت مین اگر کسی بظاہر

عجیب وغریب شے کی تعلیل ہم مادی وطبعی علل واسباب سے نہین کرسکتے تو یہ کیون ممکن نہین ہی کہ اسکے اسباب فلکی وسماوی ہون،

(۲) علل خفیہ، یہ ہم کو تسلیم ہے کہ تمام حوادث کسی نہ کسی سبب طبعی کی بنا پر ہوتے ہین لیکن یہ ضروری نہین ہی کہ وہ سبب طبعی ہمارے علم وفہم مین بھی آجائے، دنیا مین بیسیون اسرار قدرت ہین جنکی اب تک تحلیل نہین ہوسکی ہی اس بنا پر ممکن ہے کہ معجزات بھی اسباب طبعی کے ماتحت ظہور پذیر ہوتے ہون لیکن انکے اسباب وعلل اب تک ہماری نگاہون سے مخفی ہون، مثلاً یہ کہ انبیار نے چالیس دن تک ایک ساتھ روزہ رکھا، اور اس مدت مین ایک دانہ بھی انھون نے نہین کھایا لیکن باایں ہمہ انکی قوت جسمانی مین کوئی فرق نہین آیا، یہ بظاہر عجیب بات ہی مگر سبب طبعی سے الگ نہین ہے، ہم کو کیون بھوک لگتی ہی؟ اس لیے کہ ہمارے قوائے معدہ غذا کو ہضم کرلینے کے بعد جب اسکے خون کو جسم کے مختلف حصّون مین پہنچا دیتے ہین تو انکے لیے پھر کوئی کام باقی نہین رہتا، اور انکو کام کی تلاش ہوتی ہی لیکن ہم روزمرّہ دیکھتے ہین کہ بیماری کے سبب سے یا خوف طاری ہوجانیکے باعث سے، یا کسی غم کے سبب سے جسم پر یہ اثر پڑتا ہی کہ کئی کئی روز تک اس کے قوائے معدہ معطل ہوجاتے ہین اور وہ اپنا کام انجام نہین دیتے، اس لیے اس کو بھوک بھی نہین لگتی، اس بنا پر اگر یہی حالت کسی نفس کی اس سبب سے ہوجائے کہ اسکو روحانیات کے ساتھ شدت انہماک، اور جسمانیات سے قطع علایق ہوگیا ہے تو اس کے قوائے جسمانی بھی معطل ہوسکتے ہین اور وہ مدت تک فاقہ کرسکتا ہی اسیطرح دوسرے معجزات کی تشریح بھی کیجاسکتی ہی،

۳- قوت کمالیہ، اس عالم مین جس قدر انسان ہین، انکے نفسانی خصوصیات کو اگر غور سے دیکھا جائے تو عجیب وغریب اختلافات نظر آتے ہین، ایک بلید الفہم اور کودن ہے، تو دوسرا زیرک اور ذی فہم ہے، ایک کو بولنے کا شوق ہے، تو دوسرے کو سننے کا، ایک علم کا عاشق ہے، تو دوسرا اس کا دشمن، ایک کے علوئے ہمت اور بلند حوصلگی کے سیلاب کے سامنے مشکلات کے بڑے بڑے پہاڑ بھی خس وخاشاک ہین، دوسرا اتنا پست ہمت اور ضعیف الارادہ ہے کہ وہ تنکے کو بھی پہاڑ جانتا ہے، ایک اس قدر قوی الحافظہ ہے کہ معمولی سی معمولی بات بھی اس کے ذہن کی گرفت سے باہر نہین نکل سکتی، دوسرے کو موٹی موٹی بات بھی یاد نہین رہتی، پھر عشاق علم مین بھی کسی کو ادبیات سے لگاؤ ہے کسی کو عقلیات کا چسکا ہے، کسی کو منقولات مین مزہ ملتا ہی، قوت شہوانیہ کے

لحاظ سے دیکھو تو کسی کو سواری کا شوقین پاؤ گے کسی کو لباس و پوشاک اور وضع و قطع کا، کسی کو کھانے پینے کا، ایک کو صرف دولت جمع کرنے میں مزہ ملتا ہے تو دوسرے کو اس کے اُڑانے میں لطف حاصل ہوتا ہے، کوئی طبعاً حلیم ہے تو دوسرا سراپا شعلۂ غضب، ایک خلقی طور سے قانع ہے تو دوسرا حریص اور طمّاع، کوئی بدزبان ہے مگر بدکردار نہیں، دوسرا بظاہر سنجیدہ اور متین نظر آتا ہے مگر بباطن نہایت بداطوار اور خفیف الحرکت ہے، ان میں سے ہر وصف و خاصیت کے بھی سیکڑوں مدارج اور مراتب ہیں۔ الغرض صفات و خواص نفسانی کے مظہر اس قدر گوناگون اور بوقلمون ہیں کہ وہ حصر و تحدید میں بھی نہیں آسکتے، غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ہر ایک انسان کے نفس میں جو خصوصیات ہیں اُن کے مطابق جو اعمال و آثار اُس سے صادر ہوتے ہیں، ان پر اس کو مطلق تعجب نہیں آتا، لیکن دوسرے اعمال و آثار جنکے خصائص اُسکے نفس میں نہیں ہیں اُن پر اُسکو سخت تعجب آتا ہے بلکہ اگر ان اشخاص کو اُسنے خود دیکھا نہ ہو تو اس کو ان خصائص کا یقین مشکل سے آئے گا۔ ایک بخیل کے نزدیک بذل و کرم کی راہ میں تمام گھر بار لٹا دینا ایک مافوق البشریۃ کارنامہ ہے، ایک دنیادار جاہ پسند اور حریص آدمی کو ایک زاہد قانع اور متواضع آدمی کو دیکھکر تعجب آتا ہے، معمولی حافظہ والوں سے کوئی کہے کہ امام بخاری کو ہ لاکھ حدیثیں یاد تھیں، اور اندلس کے ایک نابینا ادیب کو آغانی کی ۲۰ جلدیں نوک زبان تھیں، تو اُس کو یقین نہیں آئے گا، تیمور، بابر، ہنیبال اور نپولین کی قوت عزم و ارادہ کے قصّے کمزور اور ضعیف ارادہ کے آدمیوں کو معجزہ معلوم ہوں گے، ایک کمزور ارادہ کا آدمی خود اپنی اولاد و اعزّہ و خدّام کو بھی قابو میں نہیں رکھ سکتا، لیکن غیر معمولی عزم و ارادہ کے لوگ ہزاروں اور لاکھوں آدمیوں پر اس طرح استیلا حاصل کر لیتے ہیں کہ وہ اس کے ہاتھ میں پیکر بیجان بنجاتے ہیں، یہی حال دوسرے خصائص کے اختلافات کا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ تمام نفوس انسانی کے اتحادِ ماہیت کے باوجود یہ اختلافات کہاں سے آئے؟ اس کے دو ہی جوابات ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ہر نفس کی جوہریت دوسرے سے مختلف ہے، اس لیے ایک سے جو خصوصیات اور افعال صادر ہوتے ہیں، وہ دوسرے سے نہیں ہوتے، یا یہ کہ ہر جسم کی ترکیب عنصری میں اختلاف مزاج ہے جس کے سبب سے ایک کی خصوصیات دوسرے سے نہیں ملتیں، بہرحال ان دو میں سے جو پہلو بھی اختیار کرو

تسلیم کرنا پڑے گا کہ ممکن ہے کہ بعض ایسے نفوس بھی ہون جنکی روحانی یا جسمانی قوت مین کوئی خاص ایسی بات ہو جسکی بنا پر اُن سے ایسے عجیب و غریب اعمال اور تصرفات صادر ہوتے ہین جنکا صدور عام انسانون کی روحانی و جسمانی قوت سے باہر ہے، اور اس لیے وہ اُن کو مستبعد اور ناقابل فہم نظر آتے ہین ٹھیک اوسی طرح جس طرح ایک بلید کو ایک ذہی فہم کے افعال پر ایک ضعیف الحافظہ کو ایک قوی الحافظہ کی قوت پر ایک طمّاع و حریص کو ایک قانع و زاہد کے حالات پر ایک کمزور اور ضعیف الارادہ کو قوی الارادہ اور مستحکم العزم پر تعجب آتا ہی لیکن چونکہ وہ نفوس جن مین معجزات کی یہ قوت ہی نادر الوجود ہین اسلیے عموماً ان کے خصائص اور آثار پر تعجب اور استبعاد بھی معمول سے زیادہ ہوتا ہی،

۳- **قوت نفسیہ**، ہر انسان اپنے جسم کے ایک ایک عضو کو جس طرح چاہتا ہی حرکت دیتا ہی، گویا ایک قوت ہے جو اُس کے تمام قالب جسمانی پر مسلط ہی اور یہ جسم اُس کے امر اور ارادہ کے ماتحت اُس کے حکم کو اس طرح بجالاتا ہے کہ وہ اسکی اطاعت سے سر مو انحراف نہین کرسکتا، یہ تصرف اور عمل ہر نفس انسانی اپنے جسم کے اندر کرتا ہی، اور یہ معمولی اور ادنی نفوس کی قوت کی نیرنگی ہے، لیکن جو نفوس ان سے زیادہ طاقتور ہین وہ اپنے جسم کے باہر دوسرے نفوس اور اجسام کو بھی اپنا مطیع فرمان کر لیتے ہین، یہانتک کہ ان مین سے جنکو کمال کا معجزانہ حصہ ملا ہی اُنکے لیے یہ تمام عالم مادی بمنزلہ مثل جسم کے ہوتا ہی اور وہ اسیطرح اس عظیم الشان جسم مین تصرف کرنے لگتے ہین جسطرح معمولی انسان اپنے جسم مین کرتے ہین،

۴- **تاثیرات نفسانیہ**، یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ نفس انسانی مین جو جذباتی تغیرات پیدا ہوتے ہین وہ اس کے جسم مادی کو بھی متاثر کر دیتے ہین، رات کو کوئی چیز دیکھی اور اس کا ہیبتناک تصور کیا اور گھبرا کر چیخ اُٹھا، یا بیہوش ہوکر گر پڑا، کسی درخت کی پتلی شاخ پر چڑھے، یا چھت کے منڈیر یا پتلے تختہ کے پل پر سے گذرتے ہوئے خوف طاری ہوا، ہاتھ پاؤن مین لغزش ہوئی اور آدمی گر پڑا، غصہ سے آدمی کا چہرہ سُرخ اور خجالت و شرمندگی سے زرد پڑ جاتا ہے، آدمی نے کسی ناگوار واقعہ کا تخیل کیا غصہ آگیا، غصہ سے بدن مین گرمی پیدا ہوگئی اور گرمی سے پسینہ آگیا، محض وہم سے آدمی ڈر جاتا ہے، بلکہ بیمار پڑ جاتا ہے یہان تک کہ کبھی کبھی مر جاتا ہے۔ ان تمام واقعات مین دیکھو کہ نفسانی اثرات مادی جسم کو متاثر کر دیتے ہین، یہ تو کمزور نفوس کا حال ہے لیکن جو لوگ کہ ارباب نفوس

قدسیہ ہین وہ اپنے نفسانی اثرات سے دوسرے اجسام کو متاثر کرسکتے ہین اور ان مین عجیب عجیب تغیرات اور تصرفات کرسکتے ہین۔

یہ آخری دلیلین بعینہ وہی ہین جو آج ہپنوٹزم (تنویم مقناطیسی) اور مسمرازم کے نام سے لوگ پیش کرتے ہین معتزلہ اور اشاعرہ دونون فطرت شکنی اور خرق عادت کو تسلیم کرتے ہین، جہان تک ہم ان کی عبارتون سے سمجھ سکتے ہین، اِس نتیجہ مین دونون کا اختلاف نہین ہی، بلکہ جو کچھ اختلاف ہی وہ صرف اصل نظریہ مین ہی، معتزلہ یہ سمجھتے تھے کا نبوا کہ خاصیت واثر، علیّت ومعلولیت وسببیت نفس اشیار مین ہے یعنی خود اشیار کی فطرت کے اندر کوئی ایسی بات ہے جو ایک کو علت وسبب اور دوسرے کو معلول ومسبب بناتی ہے، آگ خود جلاتی ہی اور برف خود ٹھنڈک پیدا کرتی ہے معجزہ، سمجھتے ہین کہ آگ سے سوزش اور برف سے ٹھنڈک کا جو صدور ہوتا ہی اس کا سبب یہ ہی کہ نفس آگ یا برف مین ایسی چیز ہے جسکی وجہ سے آگ مین سوزش اور برف مین ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے، اور جب کوئی معجزۂ نبوی ظاہر ہوتا ہے تو یہ خاصیت وفطرت تھوڑی دیر کے لیے بدل دی جاتی ہی یا روک لی جاتی ہی۔

اشاعرہ یہ کہتے ہین کہ خود اشیار کے اندر کوئی ایسی چیز نہین جسکی بنا پر ایک علّت وسبب اور دوسرا معلول ومسبب ہو نہ نفس آگ مین کوئی چیز ایسی نہین جسکو ہم گرمی کا سبب قرار دین، اور نہ نفس برف کے اندر ٹھنڈک کا مادہ ہے، مختلف اشیار کے متعلق ہمکو جو کچھ احساس ہوتا ہی کہ کسی سے گرمی، کسی سے سردی، کسی سے سختی، کسی سے نرمی، کسی سے جلن، کسی سے ٹھنڈک، یہ ہمارے ذاتی احساسات ہین جنکو ہم حسب ارادۂ الٰہی اشیار مین محسوس کرتے ہین، اگر ارادۂ الٰہی بدل جائے تو ہم آگ مین ٹھنڈک اور برف مین گرمی محسوس کرنے لگین، نفس آگ اور برف مین کوئی ایسی شے نہین جو اس تغیر کو محال قرار دے اور اِس لیے حسب ارادۂ الٰہی معجزات کا صدور ہوا کرتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ نے الرد علی المنطقیین مین لکھا ہی کہ اِس مسئلہ کا اصل بانی جہم ہے جسکے انتساب سے فرقہ جہمیہ قائم ہوا تھا اس کے بعد ابوالحسن اشعری نے اسکی پیروی کی، علامۂ موصوف نے مسئلہ مذکور کی تشریح ان الفاظ مین کی ہی لکن من لاثبت ... الاسباب والعلل من اهل الکلام لیکن متکلمین مین جو لوگ اسباب وعلل کے منکر ہین جیسے جہم، اور اس مسئلہ مین

کالجھم وموافقیہ فی ذلک مثل ابی الحسن الاشعری واتباعہ یجعلون المعلوم اقتران احد الامرین با لآخر لمحض مشیئۃ القادر المرید من غیر ان یکون احدھما سببا للآخر ولا مولدًا لہ،

واما جمھور العقلاء من المسلمین وغیر المسلمین اھل السنۃ من اھل الکلام والفقہ والحدیث والتصوف، وغیر اھل السنۃ من المعتزلۃ وغیرھم فیثبتون الاسباب ویقولون کما یعلم اقتران احدھما بالآخر یعلم ان فی النار قوۃ تقتضی الحرارۃ وفی الماء قوۃ تقتضی البرودۃ وفی العین قوۃ تقتضی الابصار وفی اللسان قوۃ تقتضی الذوق، ویثبتون الطبیعۃ التی تسمی الغریزۃ والنحیرۃ والخلق والعادۃ ونحو ذلک من الاسماء،

جہم کے جو موافق ہین، جیسے ابو الحسن اشعری اور اُن کے پیرو، وہ یہ مانتے ہین کہ ہم کو صرف یہ معلوم ہی کہ ایک چیز کا دوسری ساتھ ایک لگاؤ اور علاقہ ہی اور یہ لگاؤ اور علاقہ صرف اُس ذی ارادہ کی مشیئت سے ہے، بغیر اس کے کہ ایک دوسرے کا سبب ہو یا ایک دوسرے کو پیدا کرتا ہو۔ جہمیہ اور اشاعرہ کے علاوہ اور تمام عقلا، مسلمان یا غیر مسلمان، مسلمانوں میں ہون خواہ وہ متکلم ہون، اہل فقہ ہون، اہل حدیث ہون، تصوف ہون اور غیر اہل سنت میں معتزلہ ہون یا کوئی اور سب لوگ اسباب کے قائل ہین، اور کہتے ہین کہ جسطرح ہمکو یہ معلوم ایک کا دوسرے سے لگاؤ اور علاقہ ہی اسیطرح یہ بھی معلوم ہی کہ آگ میں ہی جو گرمی کو چاہتی ہی اور پانی مین ایک قوت ہی جو ٹھنڈک کو مقتضی اسیطرح آنکھ مین ایک قوت ہی جو رویت کا باعث ہی اور زبان میں قوت ہی جو مزہ پیدا کرتی ہی۔ یہ لوگ طبیعت کو ثابت کرتے ہین

اوپر خرق عادت کے امکان اور عدم امکان کے متعلق چار مذاہب ہم نے نقل کیے ہین، یہی بھی فلسفہ کی مملکت مین قائم ہین، لیکن غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حقیقت مین اِس باب مین ہی مذہب ہو سکتے ہین، ایک ان لوگون کا جو کسی نہ کسی نوع سے وجودِ باری کے قائل ہین، اور دوسرا کا جو اس کے یکسر منکر ہین، دوسرا گروہ حکمائے طبیعین یا مادہ پرستون کا ہی جنکے نزدیک عالمِ مادی کے اور تمام کائنات ذرات مادہ کے باہمی تاثیر و تاثر کی جلوہ انگیزیان ہین، اور سلسلۂ علل و معاول اور اسباب اور آثار و خواص کے مظاہر اور نتائج ہین، ظاہر ہے کہ اِس عقیدہ کی جماعت معجزہ اور خرق عا

ایمان لا سکتی ہی جو لوگ ان کے سامنے فلسفیانہ حیثیت سے براہ راست معجزہ اور خرق عادت کو ثابت کرنا چاہتے ہین وہ ایک بے سود کوشش کرتے ہین، اور اگر عقلی حیثیت سے خرق عادت کا ثبوت بھی بہم پہونچگیا تو جب وہ اُس بنیاد کو جسپر نبوت اور شریعت کی عمارت قایم ہے یعنی ایک برتر خالق قوت کا وجود تسلیم نہین کرتے تو اس خرق عادت کے ثبوت سے ارباب مذاہب اور پیروان شرائع کی کیا مقصد برآری ہوسکتی ہی؟

اشاعرہ نے اثبات مدعا کا یہ طریقہ اختیار کرنا چاہا ہے کہ پہلے معجزہ اور خرق عادت کا امکان اور وقوع ثابت کیا جائے، اور اس معجزہ اور خرق عادت سے **نبوت** پر استدلال کیا جائے، ثبوت نبوت سے الوہیت اور شریعت کا ثبوت بہم پہونچے گا، اس طریقۂ استدلال کو اختیار کرنا درحقیقت الٹی گنگا بہانا ہی؛ ع این رہ کہ تو میروی بترکستان است صحیح راستہ اُنکے مقابلہ مین یہ ہے کہ پہلے وجود **باری** کا اثبات کیا جائے اس کے بعد **نبوت** شریعت، خرق عادت معجزہ سب کچھ ثابت ہوجائے گا، جب تک اِس چٹان پر بنیاد قائم نہوگی عمارت مستحکم نہین ہوسکتی۔

اسباب خفیہ کی توجیہ بیکار ہی — دوسرا فرقہ جو وجود باری کا قائل ہے اور معجزہ کو تسلیم کرتا ہے، خواہ وہ اس کے وقوع کے کچھ ہی اسباب بیان کرے، وہ درحقیقت خرق عادت کو بھی تسلیم کرتا ہے یا اس کو تسلیم کرنا لازم آتا ہے اور اِس سے اُس کو کوئی چارہ نہین حکمائے اسلام فارابی اور ابن سینا وغیرہ یہ کہتے ہین کہ معجزہ اسباب خفیہ کی بنا پر صادر ہوتا ہی اور اس کے اندورنی طبعی علل و اسباب ہوتے ہین، اس لیے خرق عادت لازم نہین آتا۔ اور معمولی نظام عالم مین کوئی تبدیلی نہین ہوتی۔

حضرت موسیٰ مصر سے بنی اسرائیل کو لیکر چلے تو راستہ مین بحر قلزم (ریڈسی) حائل تھا، حکم ہوا کہ اپنی لکڑی سے دریا کو مارو، دفعتًہ دریا خشک ہوگیا اور راستہ پیدا ہوگیا، حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر پار اتر گئے، لیکن جب فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ دریا مین قدم رکھا تو دریا پھر اپنی اصلی حالت پر آگیا اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ ڈوب کر مر گیا، وہ اس کی یہ توجیہ کرتے ہین کہ دریا مین مدوجزر تھا، جب حضرت موسیٰ پہنچے تو جزر تھا اور دریا پایاب ہوگیا تھا، اور جسوقت فرعون دریا مین داخل ہوا، مد شروع ہوگیا، اور وہ ڈوب گیا، ہم اُن اعتراضات کو جو نقلی حیثیت سے

اس توجیہ پر وارد ہوتے ہین کہ توراۃ اور قرآن مجید نے اس معجزہ کی جس طرح تشریح کی ہی اسکی یہ صحیح نقل نہین ہی
نظر انداز کرتے ہین، سوال یہ ہی کہ جسوقت حضرت موسیٰ پہنچے تو جزر تھا اور جب فرعون آیا تو مد ہوگیا، آیا یہ اتفاقی
امر تھا اور ممکن تھا کہ اس کے برعکس ہوتا یعنی فرعون بچ جاتا اور حضرت موسیٰ ڈوب جاتے، اور یا یہ کہ حضرت
موسیٰ کے لیے جزر اور فرعون کے لیے مد خاص طور سے پیدا کیا گیا تھا، یا ایسے اسباب بہم پہنچائے گئے کہ حضرت
موسیٰ جزر کے وقت پہنچین، اور فرعون مد کے وقت پہنچے، اور اس کے دل مین یہ بات ڈالی گئی کہ وہ اس خطرناک
دریا مین بے سمجھے بوجھے قدم رکھدے، پہلی صورت مین تو معجزہ کیا، نبوت کی بھی تشکیک لازم آتی ہے، اور دوسری
صورت مین خرق عادت کی تسلیم سے چارہ نہین، اور خرق عادت کے تسلیم کرلینے کے بعد خدا کی قدرتِ مطلقہ پر بھی
ایمان لانا ہوگا۔

حکماے اسلام کی غلطی کا سبب

اصل یہ ہے کہ حکماے اسلام نے ارسطو کی تقلید کی ہے اور مسئلہ علت مین تمام مشائیہ
کے نظریہ کو قبول کرلیا ہے کہ ذات واجب الوجود علت اولیٰ یا عقل اوّل کی علت تامہ ہی، اور علت تامہ سے
معلول کا تخلف نہین ہوتا، اور اضطراراً اُس سے پیدا ہوجاتا ہے، اس مین اُس کے ارادہ اور قصد کو دخل
نہین ہوتا۔ اسکی صحیح مثال آفتاب اور روشنی کی ہے کہ آفتاب روشنی کی علت تامہ ہی، جب آفتاب نکلیگا روشنی
کا ظہور ہوگا، خواہ وہ موانع کی وجہ سے کبھی ہمکو نظر نہ آئے اور آفتاب سے اس روشنی کا صدور، آفتاب کے قصد
و ارادہ سے نہین ہے، بلکہ اس سے مجبوراً اور اضطراراً یہ روشنی پیدا ہورہی ہے عقل اوّل کے پیدا ہونے
کے بعد عالم کائنات کا تمام کارخانہ باہمی سلسلۂ علل و معلول سے خود بخود پیدا ہونے لگا اور تمام عالم ایک ایسے
نظام مین بندھ گیا، کہ اب خالق اوّل کو اس مین دست اندازی کی مطلق قدرت ہی نہین۔

ظاہر ہی کہ اس مذہب کا پیرو سلسلۂ علل و معلول کو نہین توڑ سکتا، اور اس لیے وہ خرق عادت کو بھی تسلیم
نہین کرسکتا، لیکن تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ ایسے واقعات پیش آتے ہین جنکی توجیہ ظاہری سلسلۂ علل و معلول
سے نہین ہوسکتی، اور نہ اُن کے وقوع سے کوئی انکار کرسکتا ہے اس لیے ایک طرف اس کو لامحالہ اِن

واقعات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے[1] اور دوسری طرف چونکہ وہ خدا کو مضطر اور مجبور مان چکا ہی اس لیے براہِ راست ان واقعات کو اُسکی طرف منسوب نہین کرسکتا، اور چونکہ بلا سبب اور بے علت کے کوئی شے ہو نہین سکتی اس بنا پر اسباب و علل خفیہ کے سایہ کے سوا اس کو اور کہین پناہ نہین ملسکتی، مگر تمنے اوپر دیکھ لیا کہ یہ مورچہ بھی محفوظ نہین، اور خدا کو سواے **قادرِ مطلق** ماننے چارہ نہین۔

اشاعرہ اور معتزلہ مین نتیجہ کا اختلاف نہین

اشاعرہ اور **معتزلہ** کے درمیان جو اختلاف ہی وہ صرف نظریہ کا فرق ہی، اس سے نفس خرق عادت اور معجزہ کے ثبوت پر کوئی اثر نہین پڑتا، یہ امر کہ اشیا کے طبائع مین فی نفسہ خواص اور آثار ودیعت ہین، یا اللہ تعالیٰ بر وقت ان کو پیدا کر دیتا ہے، ایک ایسا مسئلہ ہی جسکی کسی پہلو کے اثبات اور دوسرے کی نفی پر کوئی دلیل نہین قائم کی جاسکتی، اور معجزہ کے سلسلہ مین ہم کو اس کے چھیڑنے کی ضرورت نہین، اس کا کوئی پہلو بھی صحیح ہو، یہ بہرحال دونون تسلیم کرتے ہین کہ کبھی کبھی اشیا کی عادت جاریہ کو اللہ تعالیٰ توڑ دیتا، اور بدل دیتا ہے۔

خرق عادت سے انکار کا اصلی سبب سلسلۂ اسباب و علل پر یقین ہے۔

الغرض معجزہ یعنی خرق عادت سے صرف اُس فریق کو انکار ہے جو یا تو خدا کا قطعاً منکر ہے، یا یہ کہ وہ خدا کو قادر و ذی ارادہ نہین مانتا، اور ناقابل شکست سلسلۂ علل و معلول کے گورکھ دھندے پر یقین کامل رکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ تمام نظم کائنات باہمی تاثیر و تاثر کا نتیجہ ہے، غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اس مذہب کے پیرو اپنے اِس عقیدۂ باطل کے ضمن مین چند اور موہوم باتون کو بھی بلا دلیل تسلیم کیے بیٹھے ہین، اور اس لیے خرق عادت کے قبول کرنے کی انکو جرأت نہین ہوتی۔

سلسلۂ اسباب و علل پر علم انسانی کو احتوا نہین

(۱) گویا انھون نے یہ تسلیم کر لیا ہی کہ کائنات کے جو علل اور اشیا کے جو خواص انھون نے

[1] حکماے اسلام مین مسئلہ خرق عادت کا سب سے بڑا منکر بوعلی سینا اشارات مین لکھتا ہی:

ولكنها تجارب لما ثبتت طلب اسبابها ...... ثم انه لو اقتصصت جزئيات هذا الباب فيما شاهدناه وفيما حكى عمن صدقناه لطال الكلام،

لیکن یہ تجربے ہین جب وہ ثبوت کو پہنچ گئے تو ان کے اسباب کی تلاش ہوئی اور اگر اس قسم کے جزئیات کا تتبع کرنا جو ہم نے خود مشاہدہ کیا یا اُن لوگون سے جنکو ہم معتبر سمجھتے ہین سنا ہی تو بہت طول ہو جائیگا۔

دریافت کرلیے ہین وہ نظام کائنات کے چلانے کے لیے کافی ہین، اُس کے لیے کسی اور دست اندازی کی ضرورت نہین

(۲) کائنات کے چہرۂ اسرار کو انھون نے تمامتر بے نقاب کرلیا ہے اور ہر شے کی علت وخاصیت انھون نے دریافت کرلی ہے۔

حالانکہ انسانی معلومات اُس کے مجہولات کے مقابلہ مین بہت کم حیثیت ہین، اِس فضاے کائنات کی بیشمار آبادیون مین سے زمین نام ایک آبادی کے چوتھائی خشک حصہ کے بعض اجزاے کائنات تک فقط انکی رسائی ہوسکی ہے۔ اِس مبلغ علم پر اتنا عظیم الشان دعوی کسی طرح زیب نہین دیتا۔

جن چیزون تک انکی رسائی ہوئی بھی ہے ان کے متعلق جو کچھ انھین معلوم ہوا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ یہ چیز اس طرح چل رہی ہے لیکن یہ حقیقت کہ وہ کیون چل رہی ہے اور اگر وہ اس کے خلاف چلے تو کیا استحالہ لازم آئے گا۔ یہ ایک معمّا ہے اور ہمیشہ معمّا رہے گا۔ اجرام فلکیہ اور طبقات ارضیہ کو چھوڑ دو کہ وہ دور ہین تم یہ کہتے ہو کہ بجلی مین یہ قوت ہے سنکھیا مین یہ اثر ہے۔ مقناطیس کا یہ خاصہ ہے لیکن یہ بھی معلوم ہے کہ یہ کیون ایسا ہے؟ اور نزدیک آؤ، اپنے جسم کی دنیا کو دیکھو، تم صرف یہ جانتے ہو کہ سانس کی آمد ورفت ہمارے پھیپھڑون کی حرکت سے ہے نبض کی رفتار قلب کی قبض وبسط کی ڈوری سے وابستہ ہے، تمہارا نفس یا ذہن لمحون مین ہزارون میل کی خبر لیتا ہے اور خدا جانے عجائبات نفسانی کے کیا کیا تماشے دکھاتا ہے لیکن کوئی یہ حل کرسکا ہے کہ ایسا کیون ہوتا ہے، دل وجگر کو کس نے متحرک کردیا ہے، پھیپھڑون کی دھونکنی کس طرح روز وشب مصروف عمل ہے، اور کون انکی حرکت روک دیتا ہے، دماغ کے ذہنی افعال کیونکر سرانجام پاتے ہین، جب اتنے قریب کی چیز تمہارے فلسفۂ علل ومعلولات کے دائرہ سے باہر ہے تو دور دراز کی اشیا کی نسبت تمھارا دعواے علم کس قدر تمسخر انگیز ہے۔

حکما یعنی سائنٹسٹ علانیہ اعتراف کرتے ہین کہ وہ صرف "کیسے" کا جواب دے سکتے ہین، "کیون" کا جواب اُن کے موضوع بحث سے خارج ہے، فلاسفہ کا یہ حال ہے کہ دو فلسفی بھی ایک نظام خیال پر متفق نہین ہین بلکہ جیسا کہ علامۂ ابن تیمیہ نے ردّ منطق مین لکھا ہے۔

"فلاسفہ کوئی ایک متحد الخیال جماعت نہین جس کا علم الٰہیات وطبیعیات وغیرہ مین کوئی ایک مذہب ہو، بلکہ وہ مختلف الخیال فرقے ہین اور اُن کے اندر اس قدر اختلاف خیالات اور اختلاف آرا ہے کہ اس کا احاطہ بھی مشکل ہی، باہمی اختلافات تو اس سے بھی زیادہ ہین جس قدر کسی ایک آسمانی مذہب کے مختلف فرقون کے اندر ہین۔

اس اختلاف راے اور اس اختلاف خیال کی بنا پر کسی فلسفی کا یہ دعویٰ کہ مذہب کا فلان مسئلہ فلسفہ کے خلاف ہی اس لیے ناقابل قبول ہی کہ اس کے دوسرے معنی یہ ہوئے کہ یہ مسئلہ ہماری راے یا ہماری جماعت کی راے کے خلاف ہی۔ اس لیے ناقابل تسلیم ہے، تو یہ مذہب ہی پر کیا موقوف ہی ہر نظام فلسفہ کا قائل دوسرے نظامات فلسفہ کے بطلان پر اسی زور وقوت سے اس استدلال کو کام مین لاسکتا ہے، غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ فلسفے کے جس قدر فرقے (اسکول) اور نظامات (سسٹم) ہین درحقیقت وہ اسرار کائنات کے متعلق ایک مرتب خیال کی کڑیان ہین، ان مرتب خیال کی کڑیون کو مانکر جس نفس کی تسکین ہوجاتی ہے وہ اس کا فلسفہ ہے، اسی طرح مذہب بھی اپنا ایک نظام خیال رکھتا ہے، اور جو لوگ اِس نظامِ خیال پر یقین رکھتے ہین اُنکی اس سے تشفی ہوجاتی ہے، ایسی حالت مین اگر معجزہ کا امکان یا وقوع کسی نظام خیال کے خلاف ہی تو نفس یہ اختلاف اس کے ابطال کی دلیل نہین ہوسکتا ورنہ یہ لازم آئے گا کہ ہر فلسفیانہ مسئلہ اس لیے باطل ہے کہ دوسرے نظام فلسفہ کے وہ خلاف ہی۔

نظام عالم کے چلانے کے لیے سلسلۂ علل واسباب کے کافی ہونے کے فلسفہ پر یقین رکھنے کے لیے سب سے پہلی بحث آغاز آفرینش کی آتی ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ یہ شی اس سبب سے پیدا ہوئی اور اُس شے کی پیدایش کا یہ سبب ہے لیکن کیا کوئی یہ بتاسکتا ہے کہ یہ مادّہ کہان سے آیا؟ اور اس کے حدوث کا سبب کیا ہوا؟ عناصر کیونکر اور کیون وجود مین آئے؟ یہ نوع بنوع چیزین کیونکر بن گئی ہین؟ ہمارے جواب مین اُن نظریات کا ذکر نکرو جنکا نام اصول ارتقاء اور انتخاب طبعی وغیرہ ہے کہ انکی علمی حیثیت مفروضات اور وہمیات سے زیادہ نہین، اور اُنکی

اخیر سر حد بالآخر اعلیٰ اور جہالت پر جا کر ختم ہو جاتی ہے، مادّہ کی ابتدائی بنیاد چاہے اربع عناصر کو بتاؤ، یا جواہر فردہ کو، یا سالمات کو، یا ایتھر کو، یا برقپاروں کو جنکو بھی بتاؤ لیکن اُن کے حدوث کی علت نہین بتائی جاسکتی؟ اور نہ یہ بتا سکتے ہو کہ بالآخر وہ کہان سے آئے؟۔

اب تو حیوانات نطفہ سے، پرندے انڈے سے اور درخت گٹھلی سے پیدا ہوتے ہین، اور بغیر ان کے ان کا پیدا ہونا ناممکن سمجھا جاتا ہے لیکن یہ کوئی بتا سکتا ہو کہ دنیا کا پہلا حیوان، پہلا پرندہ اور پہلا درخت بغیر کسی نطفہ کسی انڈے اور کسی گٹھلی کے پیدا ہوا یا نہین؟ اگر ہان کہتے ہو تو تم نے اپنے دعویٰ کے خلاف ایک شہادت قبول کر لی، اور اگر انکار کرتے ہو تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ پہلا نطفہ، پہلا انڈا۔ اور پہلی گٹھلی، انسان، پرندہ اور درخت کے بغیر پیدا ہوئی، غرض تم اس گتھی کو اپنے ناخن حکمت سے کسی طرح سلجھا نہین سکتے؟ اور ناچار تمکو سلسلۂ علل و اسباب کے مذہب سے برگشتہ ہونا پڑے گا۔

حقیقی علت خدا کی قدرت اور ارادہ ہے

جہان تم اپنے سلسلۂ اسباب و علل کو چند قدم بڑھا سکتے ہو، وہان بھی بالآخر سپر افگن ہونے سے چارہ نہین، پانی بادل سے برسا، بادل بخارات سے بنے، بخارات پانی سے اُٹھے، جو سورج کی تپش سے گرم ہو کر یہ صورت اختیار کر لیتے ہین۔ غرض پانی بخارات سے پیدا ہوا، اور بخارات پانی سے پیدا ہوئے، اس دور کے عقدۂ لاینحل کو تم حل کر سکتے ہو؟ یہ ناممکن ہے، اور اس کے سوا کوئی چارہ نہین ہے کہ قادر و ذی ارادہ ہستی کو تسلیم کرو جسکی مشیئت اور ارادہ سے سارا کارخانہ چل رہا ہے، اسباب و علل صرف اسکی مشیئت و ارادہ کے مظاہر ہین اور وہ اپنی عادت کے مطابق ایک طریق خاص پر اس کو چلا رہا ہے لیکن وہ اس کا پابند نہین ہے، صدیون مین جب اس نے ضرورت سمجھی انسانون مین اپنا ایک نشان قائم کرنے کے لیے عادت کے خلاف کوئی بات ظہور پذیر کر دی، علت و معلولیت کا تعلق جو بظاہر نظر آتا ہے ہمنے اسکی عادت جاریہ کی یکرنگی اور یکسانی سے اس کو سمجھ لیا ہے کہ اگر اسکی عادت جاریہ یہ یکرنگی اور یکسانی اختیار نہ کرتی تو مخلوقات اپنے منافع کے حصول اور مضرتون کے دفع کے لیے پہلے سے کوئی تیاری نکر سکتین۔

مولانا روم اور اسباب و علل اور معجزہ کی حقیقت

عارف روم نے اِسی حقیقت کو ان اشعار مین ادا کیا ہی،

سنّتے بنہادہ اسباب وطُرق   طالبان را زیر این ازرق تتق

اللہ تعالیٰ نے آسمان کے ان نیلے پردون کے نیچے   کام کرنیوالون کے لیے علل و اسباب و عادات مقرر کر دیے ہین

بیشتر احوال بر سنّت رود   گاہ قدرت، خارقِ سنت شود

دنیا کے زیادہ تر واقعات انھین عادات جاریہ کی مطابق ہوتے ہین   لیکن کبھی کبھی قدرت الٰہی، اس عادت کو توڑ بھی دیتی ہے۔

سنت و عادت نہادہ با مزہ   باز کردہ خرقِ عادت معجزہ

طریق و عادات (یعنی اسباب و علل) کو اچھے نتیجہ خیز بنایا ہے   لیکن پھر معجزہ سے خرق عادت بھی کر دیتا ہی

اے گرفتارِ سبب! بیرون مپر   لیک عزلِ آن مسبب ظن مبر

اے وہ جو اسباب و علل کی زنجیر مین گرفتار ہی حد سے زیادہ نہ اُڑ   اور یہ خیال نہ کر کہ ان اسباب و علل کے بنا دینے سے وہ علۃ العلل اور مسبب الاسباب بیکار ہو گیا،

ہرچہ خواہد او مسبّب آورد   قدرتِ مطلق سببہا بر درد

وہ حقیقی مسبب الاسباب جو چاہی کرے   اور اسکی قدرت علی الاطلاق اسباب کو توڑ دے

لیک اغلب بر سبب راند نفاد   تا بداند طالبے جستن مراد

لیکن بیشتر وہ اسباب ہی کے مطابق دنیا کو چلاتا ہے   تاکہ کام کرنیوالون کو اپنے حصول مقصد کا راستہ معلوم ہو

چون سبب نبود چہ رہ جوید مرید   پس سبب در راہ می آید پدید

کہ اگر اسباب معلوم نہون تو کام کرنیوالونکو راہ کیونکر ملے   یہی اسباب تو نشانات بنکر نمودار ہوتے ہین،

این سببہا بر نظرہا پردہاست   کہ نہ ہر دیدار صنعش را سزاست

یہ ظاہری اسباب نگاہون پر پردے ہین،   کیونکہ ہر آنکھ اوسکی صنعت کو نہین دیکھ سکتی

دیدۂ باید سبب سوراخ کن   تا حجب را بر کند از بیخ و بن

اسکے لیے ایسی آنکھ چاہیے جو اسباب کا پردہ چاک کر دے   تاکہ حجابات اُٹھ جائین۔

از مسبّب می رسد ہر خیر و شر　　نیست اسباب و وسائط را اثر

درحقیقت ہر نیک و بد اسی اصلی مسبب الاسباب کے یہان سے پہنچتا ہی　　اور اس مین ان درمیانی اسباب و وسائط کو دخل نہین،

باد و خاک و آب و آتش بندہ اند　　با من و تو مردہ، با حق زندہ اند

ہوا، مٹی، پانی، اور آگ سب خدا کے محکوم ہین　　یہ ہمارے تمہارے سامنے تو بیجان مگر خدا کے سامنے جاندار ہین

سنگ بر آہن زنی بیرون جہد　　ہم با مر حق قدم بیرون نہد

جب پتھر لوہے پر مارو تو اس سے آگ نکلتی ہی　　یہ خدا ہی کے حکم سے اپنا قدم باہر نکالتی ہی

آہن و سنگ از ستم بر ہم مزن　　کاین دو می زایند ہمچو مرد و زن

لوہے اور پتھر کو بے فائدہ ایک دوسرے پر مت مارو　　کہ یہ دونون نر و مادہ ہین جو آگ کا بچہ پیدا کرتے ہین

سنگ و آہن خود سبب آمد ولیک　　تو بہ بالاتر نگر اے مرد نیک

پتھر اور لوہا گو یہ دونون آگ کا سبب ہین　　لیکن ذرا اس سے آگے بڑھ کر غور کرو،

کاین سبب را آن سبب آورد پیش　　بے سبب کے شد سبب ہرگز بخویش

کہ اس ظاہری سبب کو اُس حقیقی سبب (خدا) نے آگے کر دیا　　یہ ظاہری سبب خود بخود بلا سبب کب پیدا ہوا ہے

آن سبب را آن سبب عامل کند　　باز گاہے بے بر و عاطل کند

اس ظاہری سبب کو اس حقیقی سبب نے دنیا مین موثر اور عامل بنا دیا ہی　　پھر جب چاہے وہ اس کو بے اثر اور بیکار کر دیسکتا ہی

وان سببہا کانبیا را رہبر است　　آن سببہا زین سببہا برتر است

جو اسباب کہ انبیا کے کامون مین پیش پیش ہوتے ہین　　وہ ان ظاہری دنیاوی اسباب سے بلند تر اور برتر ہین

این سببہا را محرم آمد عقلِ ما　　وان سببہا راست محرم انبیا

ان ظاہری علل و اسباب کی محرم تو ہماری انسانی عقلین ہین　　لیکن ان حقیقی اسباب کے محرم انبیا علیہم السلام ہین۔

چونکہ ظاہر بین انسان ان اسباب و علل کو دیکھکر اصل علۃ العلل اور مسبب الاسباب کو بھول جاتے ہین اور وہ نگاہون سے اوجھل ہو جاتا ہے، اس لیے انبیا علیہم السلام اس غفلت کے پردے کو چاک کر دیتے ہین، اور ظاہری علل و اسباب ان کے لیے بیکار کر دیے جاتے ہین۔

ہست بر اسباب، اسباب دِگر — در سبب منگر دران افگن نظر

ان ظاہری اسباب کے اوپر حقیقی اسباب بھی کارفرما ہین — ان ظاہری سبب کو نہ دیکھو حقیقی اسباب پر غور کرو

انبیا در قطع اسباب آمدند — معجزات خویش بر کیوان زدند

انبیا قطع اسباب کے درپے ہین اور — اپنے معجزات کا جھنڈا انھون نے مریخ مین گاڑ دیا ہے

بے سبب مر بحر را بشگافتند — بے زراعت چاش گندم یافتند

بغیر کسی سبب ظاہری کے انھون نے سمندر کو شق کر دیا — اور کھیتی کے بغیر گیہون کا خوشہ حاصل کیا

جملہ قرآن ہست در قطع سبب — عزِّ درویش و ہلاک بولہب

تمام قرآن قطع اسباب کے بیان سے بھرا ہے — آنحضرت کا غلبہ اور ابولہب کی بربادی بھی اسی طرح ہوئی

مرغ بابیلے دو سہ سنگ افگند — لشکرِ زفتِ حبش را بشکند

پرندے کنکریان پھینکتے ہین اور — حبش کے سیاہ لشکر کو شکست دیتے ہین

پیل را سوراخ سوراخ افگند — سنگ مرغے کو بیالہ بر زند

یہ کنکریان جو اوپر سے آتی ہین ہاتھیون کے بدن چھید — کر کے ڈال دیتی ہین۔

ہمچنین ز آغاز قرآن تا تمام — رفضِ اسباب است و علت والسلام

اسی طرح شروع سے آخر تک قرآن — اسباب و علل کے موثر حقیقی ہونے کا منکر ہے

علت، خاصیت اور اثر کی حقیقت اس اجمال کی تفصیل علت، خاصیت اور اثر کی تحقیق پر مبنی ہے۔ اشیاء مین جو خواص اور آثار ہین، ان کا علم ہمکو کیونکر ہوتا ہے؟ محض تکرارِ احساس سے جس کا دوسرا نام تجربہ ہے

جب ہم آگ کے پاس جاتے ہین تو گرمی اور سوزش کا احساس کرتے ہین، اور پھر جب جب ہم آگ کے پاس گئے تو ہمکو اسی قسم کا احساس ہوتا رہا، اس سے ہم مین یہ یقین پیدا ہوا کہ آگ کا خاصہ اور اثر گرمی اور سوزش ہی
فرض کرو کہ اگر تکرار احساس سے یہی تجربہ ہم کو برف سے حاصل ہو جائے تو یقیناً ہم کہدین گے کہ برف کی خاصیت سوزش اور گرمی ہے، برف اور آگ دونون تمھارے سامنے ہین، دونون کو اچھی طرح غور سے دیکھو کیا انکی ذات مین کوئی ایسی چیز نظر آتی ہے جسکی بنا پر احساس بلکہ تکرار احساس سے قبل تم یہ فیصلہ کر دو کہ ایک مین گرمی اور دوسرے مین ٹھنڈک کا ہونا ضروری ہی، تمھارے ہاتھ مین کوئی شخص کا فور اور سنکھیا دونون کی تھوڑی تھوڑی مقدار لا کر رکھدیتا ہے اور اس سے پہلے تم ان چیزون سے واقف نہ تھے، اب تم دونون کو غور سے دیکھو اور خوب الٹ پلٹ کر دیکھو، سونگھ کر، چکھکر، چھو کر کسی طرح تم فیصلہ کر سکتے ہو کہ ان کے خواص و آثار کیا ہین؟ یہ فیصلہ ناممکن ہے جب تک ان کا بار بار تجربہ نہ کیا جائے اور ہر بار کے عمل سے ایک ہی نتیجہ ظاہر نہو، اس سے ثابت ہوا کہ اشیا کے خواص اور آثار کا علم صرف یکسانی عمل اور تجربہ پر موقوف ہی۔

اسی یکسانی عمل اور تجربہ کی بنا پر ہم علل و معلولات، اور اسباب و مسببات کا سلسلہ قائم کرتے ہین، اور اسی کی بنیاد پر مدعیانِ عقل و دانش وہ صنم کدہ قائم کرنا چاہتے ہین جس کے پرستارون کے نام نیچری۔ میٹریلسٹ مادہ پرست، فطرت پرست، اور طبیعی ہین، وہ جب ایک شے سے ایک ہی عمل اور اثر کا بار بار تجربہ کرتے ہین تو یقین کر لیتے ہین کہ اس شے سے اس خاصیت و اثر کا انفکاک قطعاً محال ہے، اور جب ایک شے کے بعد فوراً دوسری چیز پیدا ہوتے دیکھتے ہین اور بار بار دیکھتے ہین اور کبھی اس مین تخلف نہین پاتے، تو یہ یقین کلی کر لیتے ہین کہ دوسری شے معلول و مسبب اور پہلی شے علت و سبب ہی۔ اور یہ کلیہ قائم کر لیتے ہین کہ گرمی و سوزش کا سبب آگ ہی، ٹھنڈک اور برودت کا سبب برف ہی، موت کا سبب سنکھیا ہی، یا یون کہو کہ آگ کا خاصہ جلانا۔ برف کا خاصہ ٹھنڈا کرنا، سنکھیا کا خاصہ انسان کی زندگی کا ختم کر دینا ہی، معجزہ کے امکان سے چونکہ انکے خیال کے مطابق ان آثار و خواص کا انکار یا علل و اسباب کا ابطال لازم آتا ہے یعنی یہ ماننا پڑتا ہے کہ آگ ہو اور جلائے نہین

سمندر ہوا اور غرق نہ کرے اس لیے وہ یہ عقیدہ رکھتے ہین کہ معجزہ قطعاً محال ہو؛

اسباب و علل محض عادی ہین

لیکن ابھی ثابت ہو چکا کہ ہم جنکو آثار و خواص یا اسباب و علل کہتے ہین محض اس تجربہ پر انکی بنیاد ہو کہ ہم نے ہمیشہ اس شے کے بعد اُس شے کو ہوتے دیکھا ہے اور اسی سے یہ توقع یا زیادہ سے زیادہ ظنّ غالب یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیندہ بھی جب یہ شے پیدا ہو گی تو اس کے بعد دوسری شے پیدا ہو جائے گی لیکن اس سے یہ یقین کس طرح پیدا ہو سکتا ہے کہ ہمنے جو کچھ مشاہدہ کیا ہے وہ پہلے بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور آیندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ اور ہمارے علاوہ شروع سے آج تک اور جن جن لوگون نے اس کو دیکھا ہے انکے مشاہدہ کا بھی یہی نتیجہ نکلا کیا ہے اور آیندہ بھی اُنکے مشاہدہ کا یہی نتیجہ نکلا کرے گا۔ آج تک آگ کے متعلق اور جن آگون کے متعلق تمہارا جو تجربہ ہے اس پر تم یقین کر سکتے ہو لیکن محیط ارض کی ہر آگ کے متعلق جو تمہارے تجربہ مین نہین آئی ہو اور نہ آسکتی ہے یہ کیونکر یقین پیدا کر لیتے ہو کہ ان سب کا اثر جلانا ہی ہے، اور نیز یہ اعتماد کس مقدمۂ یقین پر قائم کر لیتے ہو کہ آیندہ تا قیامت آگ کا عمل و اثر ہمیشہ جلانا ہی رہے گا، اور جب تمہارے اس یقین و اعتماد کے لیے کوئی دلیل قائم نہین ہے تو چند آگون کو دیکھکر اس قضیۂ کلیہ پر کیونکر تم ناقابل شکست یقین کی مہر لگا دیتے ہو کہ "دنیا کی ہر آگ جلاتی ہے اور ہمیشہ جلاتی رہے گی"

اسباب عادیہ کا علم صرف تجربہ سے ہوتا ہو

غرض خواص و آثار اور اسباب و علل کی نسبت، علم انسانی کا جہان تک احاطہ ہو وہ صرف یکسانیِ عمل اور تجربہ کا نتیجہ ہے، ہم ایک شے کے بعد دوسری شے کو ہوتے ہوئے دیکھتے آئے ہین اس لیے یہ توقع رکھتے ہین کہ آیندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ اسکی مثال یہ ہو کہ ہم ایک شخص کو آغازِ عمر سے دیکھتے آئے ہین کہ وہ فلان وقت سوتا ہو، فلان وقت جاگتا ہو، مسجد مین فلان دروازہ سے داخل ہوتا ہے کبھی کسی سے انتقام نہین لیتا ہو، سالہا سال کے مشاہدہ اور تجربہ کے بعد ہم اس کے متعلق بطریق ظنِ غالب یہ خیال قائم کر لیتے ہین کہ اس وقت اتنے بجے ہین اس لیے وہ اُٹھا ہوگا۔ اتنے بجکر اتنے منٹ آئے ہین اس لیے وہ سو گیا ہوگا۔ آج جب وہ نماز کے لیے جائیگا تو فلان دروازہ سے داخل ہوگا۔ زید گو اس کا مخالف ہے مگر وہ اس سے بدلہ نہ لے گا۔ اسی کا نام "عادت" ہے، مگر کیا کبھی کوئی اس حماقت مین بھی مبتلا ہوگا کہ

سالہا سال کے تجربہ کے بعد وہ یقینی دعوی کر بیٹھے کہ اس وقت اس کا سویا رہنا محال قطعی ہے، اسوقت اُسکا جاگنا لامحالہ ضروری ہے؟ اور فلان دروازہ سے اس کا داخلہ عقلاً لازم ہے؟

اسباب وعلل کا علم بدلتا رہتا ہے،

اسی طریق پر اشیا اور موجودات عالم سے عادۃً جو مختلف آثار و نتائج کا صدور ہوتا رہتا ہے اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم اِن اشیا اور موجودات سے اِن آثار و نتائج کے دیکھنے کے عادی ہو گئے ہین، اور عادۃً ایسا سمجھتے ہین کہ آئندہ بھی ان سے یہی آثار و خواص صادر ہون گے۔

تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تمثیل صحیح نہین ہی، انسان ایک صاحب ارادہ ہستی ہے اس لیے اس کے افعال اس کے ارادہ کے ماتحت ہین جنکو وہ جب چاہے بدل سکتا ہی۔ دیگر غیر ذی روح اشیا کے افعال ارادی نہین ہین بلکہ خلقی ہین اس لیے ان مین تغیر نہین ہوسکتا، لیکن یہ درحقیقت ایک قسم کا مغالطہ ہی، تمہارے حرکات وافعال تمہارے اعضا سے صادر ہوتے ہین، جو بے ارادہ ہین اور ارادہ تمہارے نفس یا روح یا ذہن کا فعل ہی جس طرح تمھاری روح یا نفس یا ذہن کی قوت ارادہ تمھارے جامد اور بیجان مضغہ گوشت اعضا سے اپنی حسب خواہش مختلف حرکات وافعال صادر کراتی ہے، اسی طرح روح اعظم کی قوت ارادہ اس بیجان عالم کائنات سے اپنی خواہش کے مطابق مختلف افعال اور حرکات صادر کراتی رہتی ہے اور چونکہ عموماً وہ اس کو ایک ہی نہج پر چلاتی رہتی ہے اس لیے ہم کو اسباب عادیہ کا علم کسی قدر عطا ہو گیا ہی۔

اسی عادت کا نتیجہ ہے کہ ہمارے ذہن کے اندر آگ اور گرمی، برف اور ٹھنڈک کے درمیان ایک تلازم پیدا ہو گیا ہے جسکی بنا پر ہم سمجھتے ہین کہ آگ سے گرمی، اور برف سے ٹھنڈک کا انفکاک نہین ہوسکتا حالانکہ اگر آگ اور برف کے متعلق ہمارا آئندہ تجربہ بدل جائے تو یقیناً یہ تلازم کا خیال بھی بدل جائے گا مثلاً جس عہد قدیم مین گردش آسمانی اور دور نجوم حادثات ارضی کے اسباب وعلل یقین کیے جاتے تھے اور ستارون کی مختلف چالون اور انکی خاص خاص اشکال سے حوادث عالم کی توجیہ کی جاتی تھی، اسوقت ستارون کی ایک خاص شکل کے ظہور یا کسی خاص ستارہ کے طلوع اور اس کے آثار و نتائج کے درمیان

ایک خاص تلازم سمجھا جاتا ہوگا، اور اِس یقین کو کہ یہ دونون باہم علت و معلول ہین ناقابل انکار سمجھا جاتا ہوگا لیکن آج ایسا نہین ہے۔

قدیم و جدید فن طب مین اب آسمان و زمین کا اختلاف ہی، دواؤن نے خواص و اثرات، اور امراض کے علل و اسباب مین عظیم الشان تبدیلی ہوگئی ہے، اگر قدیم اطبا یا اب بھی قدیم طب کے واقفکارون اور قدرشناسون کے نزدیک ان کے تجربے اور یکسانی عمل کی بنا پر جن دواؤن کے جو اثرات اور جن امراض کے جو علل و اسباب ہین، وہ اُن کے یقینیات مین داخل تھے، اور ہین، لیکن ممالک یورپ مین جہان کوئی اِس طب کا نام بھی نہین جانتا اور اس کے تجارب و تحقیقات کا مشاہدہ نہین کیا گیا ہے، ہمارے اطبا کے یقین کردہ آثار و خواص اور اسباب و علل کو وہان اوہام سے زیادہ رتبہ نہین دیا جا سکتا۔

خود اوہام کیا چیز ہین؟ جاہل طبقون اور وحشی قومون مین بہت سے ایسے یقینیات ہین جنکو آپ اوہام سے تعبیر کرتے ہین، مگر ان مین یہ اوہام کیونکر پیدا ہوئے؟ اسی تکرار تجربہ سے، انھون نے کئی دفعہ دیکھا کہ جب صبح کو فلان پرندہ بولا یا اڑا تو فلان بات ہوگئی، چند بار کے دیکھنے سے ان کے ذہن مین یہ خیال راسخ ہوگیا کہ اس کا یہ اثر ہے، حالانکہ معلوم ہے کہ اس پرندہ کے بولنے یا اڑنے، اور اس بات کے ہونے کے درمیان کسی قسم کا تلازم نہین ہے تاہم چونکہ ان کا یقین انکے تجربہ پر مبنی ہے، اس لیے اس کے خلاف باور کرنا اون کے لیے اُتنا ہی محال ہے جتنا کہ آگ اور گرمی وسوزش کے درمیان تلازم، اور ان دونون کے درمیان علت و معلول پر عقیدہ رکھنے والون کے لیے یہ تخیل کہ آگ موجود ہو، اور اُس سے گرمی و سوزش کا اثر ظاہر نہ ہو۔

جن ملکون مین خچر نہین ہوتے، وہان کے باشندے اپنے تجربہ کی بنا پر اس مسئلہ پر یقین کامل رکھتے ہین کہ دو مختلف النوع جانورون مین باہم توالد و تناسل نہین ہوسکتا، اور اگر اس کے خلاف ان کو یقین دلانا چاہین کہ گھوڑے اور گدھے ملکر باہم اس فرض کو انجام دیتے ہین، اور اس سے خچر نام ایک تیسری نوع تیار ہوتی ہے تو اس کے تسلیم کرنے مین انکو کس قدر تامل ہوگا، لیکن کیا ان کا یہ تامل ہندوستان و مصر مین مطابق واقعہ سمجھا جاسکیگا؟

جہان ہزارون دفعہ یہ مشاہدہ ہوچکا ہی'

اسباب وعلل کا علم تجربہ سے ہوتا ہے

الغرض ہم جنکو اصولِ فطرت، نوامیسِ قدرت اور لاز آف نیچر کہتے ہین' وہ صرف روزمرّہ کے مشاہداتِ عادیہ کے نام ہین' ہم دیکھتے آئے ہین کہ درخت کس طرح اُگتے ہین، جاندار موجودات کس طرح پیدا ہوتے ہین' آفتاب کس طرح طلوع ہوتا ہے' پانی کس طرح برستا ہی' ان کو دیکھتے دیکھتے ہم اس قدر عادی ہوگئے ہین کہ ہم ان کا اسی طرح ہونا ضروری اور اس کے خلاف ہونا محال قطعی سمجھتے ہین' حالانکہ اس کے لیے ہمارے پاس کوئی دلیل نہین ہے' ہم دیکھتے ہین کہ ایک دانہ زمین مین ڈالا جاتا ہے' کچھ دنون کے بعد وہ پھوٹتا ہے' اس مین کونپلین نکل آتی ہین' پھر وہ پودے کی شکل اختیار کرتا ہی' شاخین نکلتی ہین' اور بڑھکر درخت ہوجاتا ہے' ایک قطرۂ آب خون' اور خون سے گوشت بن جاتا ہے' اُس مین رگین' پٹھے' اور ہڈیان پیدا ہوجاتی ہین' دل و دماغ اور جگر و گردہ اپنی اپنی جگہ پر بنجاتے ہین' پھر کہین سے اس مین روح آجاتی ہے' پھر اس آئینہ مین احساس وعقل جلوہ آرا ہوتی ہے' ایک مدت معینہ کے بعد وہ پیدا ہوتا ہی' بڑھتا ہی' جوان ہوتا ہے' اس طرز پیدایش کو دیکھتے دیکھتے حیرت زائی اور استعجاب و استبعاد کی روح ہم سے بالکل فنا ہوگئی ہے' اور ہم کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی غور نہین کرتے کہ ایک جامد دانہ نامی درخت کی شکل مین اور ایک بیجان قطرۂ لاعقل' ایک جاندار و ذی عقل انسان کی صورت مین کیونکر بدل گیا۔ لیکن ہمین سے یہ کہا جاتا ہے کہ ایک بیجان لکڑی جاندار سانپ بن گئی' اور عیسیٰ نام ایک بچہ بن باپ کے پیدا ہوگیا' تو ہماری محدود عقل و تجربہ کا سر غرور انکار سے ہلنے لگتا ہے' یہ کیون؟ اِس لیے کہ کبھی ہمنے ایسا ہوتے دیکھا نہین' آفتاب روز پورب سے طلوع ہوتا ہے اور پچھم مین جاکر غروب ہوجاتا ہے' ہم کو اس پر مطلق تعجب نہین ہوتا اور نہ یہ مستبعد معلوم ہوتا ہے' اور جب یہ سنتے ہین کہ قیامت کے دن آفتاب پورب کے بجائے پچھم سے نکلے گا' تو ہم اس کو خلاف عقل کہتے ہین' کیا پورب سے اس کا نکلنا عقل کے موافق تھا؟ اور تم آفتاب کو اگر پورب سے نکلتے نہ دیکھتے تو خود بخود عقلاً یہ فیصلہ کرلیتے کہ اس کو پورب ہی سے نکلنا چاہیے اور مغرب ہی مین ڈوبنا چاہیے' عموماً انسان کے ایک سر' دو آنکھین

دو کان، دو ہاتھ اور دو پانون، اور ہر ہاتھ پانون مین پانچ پانچ انگلیان ہوتی ہین، لیکن تاریخ طبعی انسانی کی کوئی کتاب پڑھو تو معلوم ہوگا کہ قدرت کے مستثنیات کی بھی کوئی انتہا نہین، اور سینکڑون ہزارون بچے اس کے خلاف پیدا ہوے ہین، اب جس طرح تم اس پر اعتراض نہین کرتے کہ انسان کے دو ہی ہاتھ اور دو ہی پانون کیون ہوتے ہین، ایسے ہی اعتراض نہین کرسکتے کہ اس بچہ کے چار ہاتھ اور چار پانون کیون ہین، اور جسطرح تم کو اس پر حیرت نہین ہوتی کہ آدمی جی کر مر کیونکر جاتا ہی، ایسے ہی اس پر حیرت نکرو کہ وہ مر کر جی کیونکر جاتا ہے، ان دونون مین صرف یہ فرق ہے کہ ایک واقعہ کو تم نے بار بار دیکھا ہے، اور دوسرے کو کبھی نہین دیکھا لیکن کسی چیز کا دیکھنا اور نہ دیکھنا کسی چیز کے فی نفسہٖ محال یا ممکن ہونے پر دلیل نہین ہوسکتی،

حاصل یہ ہی کہ ہم کو معجزات کے متعلق جو استبعاد نظر آتا ہے، اُسکی صرف یہ وجہ ہے کہ وہ ہمارے گذشتہ مشاہدات و تجربات کے خلاف ہوتا ہی لیکن اس کا فیصلہ ہر شخص کرسکتا ہے کہ اُس کے گذشتہ مشاہدات اور تجربات مین غلطی کا ہونا یا اسمین انقلاب ہوجانا کچھ محال نہین، طبعیات جدیدہ نے طبعیات قدیمہ کی تحقیقات کی دیوار ڈھادی، حکماے جدید نے حکماے قدیم کے سینکڑون تجربات باطل کردیے، ہیئت قدیم اور ہیئت جدیدہ مین آسمان اور زمین کا اختلاف پیدا ہوگیا، اختراعات جدیدہ نے سینکڑون اور ہزارون قدیم مستبعدات اور ممتنعات کو ممکن بلکہ واقعہ بنادیا، جب ہمارے گزشتہ تجربات و تحقیقات کا یہ حال ہے، تو انسانی تحقیقات و تجربات کی آیندہ صحت کی کون ضمانت کرسکتا ہے؟ فلسفۂ یونان پڑھکر ہم یقین کرتے تھے کہ زمین ساکن اور آفتاب متحرک ہی، اب روز روشن کی طرح یہ ثابت کیا جارہا ہے کہ آفتاب ساکن اور زمین متحرک ہی، اس لیے اگر کسی پیغمبر کی زبان سے اُسوقت یہ خیال ادا ہوتا کہ زمین متحرک اور آفتاب ساکن ہے، تو حکمت قدیمہ کی درسگاہ مین یہ خیال شاید جاہلانہ اور مضحکہ انگیز سمجھا جاتا، پھر حکمتِ جدیدہ کے دانایانِ روزگار کو آج مذہب کی جو چیز مضحکہ انگیز نظر آتی ہے کیا معلوم کہ کل خود انکی تحقیقات "حکمتِ مستقبلہ" کے مدرسہ مین قابل مضحکہ نہ ٹھہرے گی،

الغرض صفحات بالا سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پھونچ گیا کہ بنی نوع انسان کے اصل سرمایۂ علم علل و معلول مین جو

کچھ ہی وہ صرف ان کے تجربہ کی کمائی ہے" اور اسی کی بنا پر استدلال تمثیلی کے طور پر وہ ایک چیز کو چند بار دیکھکر اپنے ذہن مین ایک حکم کلّی پیدا کر لیتے ہین، مثلاً ایک سیب کو دیکھا اسکی خوشبو کو سونگھا، اُس کے مزہ کو چکھا، اب دوسرا سیب ہمارے سامنے آتا ہے، اُسکی شکل وصورت اور رنگ کو دیکھکر اُسکی خوشبو کو سونگھ کر ہم کہدیتے ہین کہ یہ بھی سیب ہے، اور اسکا مزہ ایسا ہوتا ہے، اور پھر چند سیبون کو دیکھکر ہم یہ حکم کلّی لگا دیتے ہین کہ "ہر سیب ایسا ہوتا ہے اور اس کا یہ خاصہ اور اثر ہوتا ہے" اسی طرح ہمنے برف کو دیکھا، اسکی شکل وصورت، رنگ ومزہ، اور ٹھنڈک کو محسوس کیا، اور پھر کئی دفعہ اس کے دیکھنے کا اتفاق ہوا، ہمنے ہر دفعہ پہلی برف کے مثل دیکھکر یہ کہدیا کہ یہ بھی برف ہی، اور "ہر برف ٹھنڈا ہوتا ہے" یہی حال اسی قضیہ کا ہے کہ "ہر آگ جلاتی ہے" اب غور کرو کہ تمھارے یہ قضایا جو محض استدلال تمثیلی کی بنیاد پر قائم ہین، عقلاً کیونکر ناقابل شکست یقین بننے کا دعوی کر سکتے ہین، یہ اور بات ہے کہ تم عادۃً اپنی عملی اور کاروباری دنیا کے لیے ان پر یقین کر کے جلب منافع اور دفع مضار مین ان سے کام لے سکو اور یہی علت عادیہ کی حقیقت و مصلحت ہی،

ابن تیمیہ کا بیان کہ اسباب وعلل تجربی ہین

ہم نے جس پرداز پر مسئلہ علیت کی تشریح کی ہے یہ کوئی نیا خیال نہین ہے، علامہ ابن تیمیہ نے الرّد علی المنطق مین جا بجا اس خیال کو ظاہر کیا ہے، چنانچہ ہم یہان اسکی تلخیص اس لیے درج کرنا چاہتے ہین کہ مسئلہ پوری وضاحت کے ساتھ ناظرین کے سامنے آجائے،

کھانے کے بعد آسودگی، پینے کے بعد سیری بدیہی تجربیات مین ہے، اسی طرح لذت وغیرہ کا احساس ہے کہ جب انسان اس کا احساس کرتا ہے تو اُس کے بعد فوراً ایک اثر پاتا ہے پھر جب بار بار اُس شے کے احساس کے بعد وہی اثر پاتا ہی، تو یہ سمجھ لیتا ہی کہ یہی شے اس اثر کا سبب ہے اسی کا نام **تجربیات** ہی، قضایاے کلیہ کی اصل یہی تجربیات ہین تفصیل یہ ہے کہ مثلاً جب ایک شخص کسی خاص دوا کو استعمال کرتا ہے اور یہ پاتا ہے کہ اس سے فلان مرض دور ہوگیا یا فلان قسم کا نقصان ہوگیا، تو مرض کا اس سے پیدا ہوجانا یا زائل ہوجانا تجربہ ہے یہی حال دیگر آلام

ولذات کا ہے، جو مشمومات، مسموعات، مرئیات اور ملموسات سے حاصل ہوتا ہی کیونکہ حس اسکو سونگھتا، یا دیکھتا، یا سنتا، یا چکھتا، یا چھوتا ہے، پھر نفس مین جو لذت کا احساس ہوتا ہے، وہ وجدانیات مین سے ہے، جنکو حواس باطن سے دریافت کرتا ہی اب نفس مین جو اعتقاد کلی قائم ہوجاتا ہی کہ اس جنس کے ہر فرد سے لذت حاصل ہوتی ہی، اور اس جنس کے ہر فرد سے الم حاصل ہوتا ہے، وہ من قبیل تجربیات ہی کیونکہ حواس ظاہرہ و باطنہ سے شئ کلّی کا احساس نہین ہوسکتا حکم کلی کا جو اعتقاد نفس مین قائم ہوجاتا ہے وہ حس اور عقل کے مجموعہ سے ہوتا ہی، اور اسی کا نام **تجربیات** ہی، مثلاً یہ اعتقاد کہ کھانے اور پینے کی چیزون سے آسودگی اور سیری پیدا ہوتی ہے اور زہر قاتل کے استعمال سے آدمی مرجاتا ہی، اور بیماری پیدا کرنے والے اسباب سے آدمی بیمار پڑجاتا ہے اور اس بیماری کا فلان اسباب و ذرائع سے استیصال ہوجاتا ہے، یہ کل کے کل قضایاے تجربیہ ہین، کیونکہ حس تو صرف جزئی اور شخصی چیزون کا احساس کرتا ہی لیکن جب ایک شئے سے ایک ہی احساس بار بار ہوتا ہی، تو عقل ادراک کرتی ہو کہ اُس مشترک امر کی وجہ سے جو ان تمام افراد مین تھا یہ بات پیدا ہوئی، اور یہ چیز فلان قسم کی لذت پیدا کرتی ہے، اور اس شئے سے فلان قسم کی تکلیف پیدا ہوتی ہے۔

یہی حال حدسیات کا ہے کہ انکی جزئیات کا تو علم احساس سے ہوتا ہی لیکن تکرار سے عقل قدر مشترک کا اندازہ لگالیتی ہے..... مثلاً جب چاند کی روشنی کا اختلاف آفتاب کے مقابلہ کے اختلاف سے دیکھتے ہین تو گمان کرلیتے ہین کہ چاند کی روشنی آفتاب سے حاصل ہوئی ہے، یا یہ دیکھتے ہین کہ ثوابت کی حرکت مین کوئی اختلاف نہین ہوتا، اور وہ سب ایک ساتھ حرکت کرتے ہین تو ہم سمجھ لیتے ہین کہ ان کا فلک ایک ہی، اسی طرح جب سبع سیارہ کے اختلاف حرکات کو دیکھتے ہین تو سمجھتے ہین کہ ہر سیارہ کا فلک دوسرے سے مختلف ہی،

قیاس کی بحث مین علامۂ ممدوح کہتے ہین -

فلاسفہ نے یقینیات کو صرف چند قضایا مین محدود کر دیا ہے جن مین سے ایک حسّیات ہین، حالانکہ یہ معلوم ہو کہ حسّ سے ہرگز کسی عام اور کلّی شے کا ادراک نہین ہو سکتا، اِس لیے فقط حسّیات سے کوئی قضیۂ کلیّہ عامّہ نہین بن سکتا، جو برہانِ یقینی کا کوئی جزو بن سکے، مثلاً اہل منطق کہتے ہین کہ "آگ جلاتی ہے" حالانکہ اِس قضیہ کی عمومیت اور کلیّت کا علم تجربہ اور عادت سے ہوا ہے، جو قیاس تمثیل کی ایک قسم ہے، اگر یہ کہا جائے کہ اِس کا علم اس طرح ہوا کہ آگ مین جلانیوالی قوت موجود ہوتی ہے، تو یہ علم بھی کہ "ہر آگ مین یہ قوت موجود ہوتی ہے" ایک حکم کلّی ہے، جو احساس سے نہین دریافت ہو سکتا، اور اگر یہ کہا جائے کہ ضروری ہو کہ آگ کی صورت نوعیہ مین یہ قوت موجود ہو، اور جس مین یہ قوت موجود نہ ہو گی، وہ آگ نہ ہو گی، تو یہ دعویٰ اگر صحیح بھی ہو تو مفید یقین نہین، کیونکہ یہ قضیہ کہ "جس شے مین یہ قوت ہوتی ہو وہ جلاتی ہے" اس مین تمثیل، شمول عادت اور استقراء ناقص کو دخل ہے، اور یہ معلوم ہو کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ "آگ ہر شے کو جو اُسکے اندر پڑتی ہو جلا دیتی ہے" وہ غلطی کرتا ہو کیونکہ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اُس شے مین جلنے کی قابلیت ہو ورنہ وہ ہر شے کو نہین جلا سکتی، جس طرح کہ پتھر اور یاقوت کو نہین جلا سکتی، یا اُن اجسام کو نہین جلا سکتی، جن مین مانع آتش دوائین لگا دی گئی ہون، خرق عادت کی بحث کا مقام دوسرا ہے بہرحال قضایائے حسیّہ مین کوئی کلیّہ ایسا نہین ہے جس کا نقض نہ ہو سکے، اور درحقیقت قضیۂ کلیّہ حسیّہ ہو ہی نہین سکتا، کیونکہ قضیۂ حسیّہ، مثلاً "یہ آگ جلاتی ہے" اس مین حس صرف ایک خاص چیز کا ادراک کرتی ہے - اور حکم کلّی جو عقل لگا دیتی ہے تو فلاسفہ یہ کہتے ہین کہ نفس ان خاص افراد اور مثالون کے دیکھنے کے بعد اپنے مین یہ استعداد پیدا کر لیتا ہو کہ اس کے اندر یہ الہام پیدا ہو جائے کہ ہر آگ جلاتی ہے، اور یہی حکم کلّی ہے، تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بھی

قیاس تمثیلی ہی ہے، اور اسکی کلیت اورعمومیت پر اُس وقت تک وثوق نہین کیا جاسکتا، جب تک یہ نہ معلوم ہوجائے کہ یہ حکم تمام افراد مین مشترک ہی، اور یہ اُسی وقت تک ممکن ہے جب تمام افراد کا تجربہ کرلیا جائے، پھربھی قضایاے عادیہ مین سے کوئی قضیہ ایسا نہین ہے جسکا ٹوٹنا باتفاق عقلا، جائز نہ ہو، بلکہ فلاسفہ تک خرقِ عادت کو جائز سمجھتے ہین، مگر وہ اس کے لیے فلکی، طبعی اور نفسانی اسباب بیان کرتے ہین، اور انہین تینون اسباب کی طرف خرق عادت کو منسوب کرتے ہین، اور اسی سے انبیا رکے معجزات، اولیاکے کرامات اور سحروغیرہ کو ثابت کرتے ہین۔

اسی قیاس کی بحث کے آغاز مین علّامہ مدوح لکھتے ہین۔

اور یہی حال تجربیات کا ہے، لوگون نے عموماً تجربہ کیا ہے کہ پانی پینے سے سیری ہوتی ہے، اور گلا کٹ جانے سے آدمی مرجاتا ہے، اور ضرب شدید سے تکلیف ہوتی ہے، ان تمام قضیون کا علم محض تجربہ کی بنا پر ہے، کیونکہ حس نے ایک خاص سیری کا ادراک کیا ہے، اور گلا کٹنے سے ایک خاص شخص کو مرتے دیکھا ہے، اور مارنے سے تکلیف ایک خاص شخص نے محسوس کی ہے۔ اب یہ حکم کہ جو شخص ایسا کرے گا یہ خاص اثر پیدا ہوگا، تو یہ قضیۂ کلیہ حس سے نہین معلوم ہوگا، بلکہ اس کے ساتھ حکم عقلی کا لگاؤ بھی ہے۔.......

تجربہ سے جواثر معیّن کسی شئے معین مین معلوم ہوتا ہے اسکی نسبت یہ دیکھنا ہے کہ اس شئے معیّن مین اور اس کے اثر معیّن مین ایک خاص تلازم ہے اور اسی سے عادت مستمرہ کا علم ہوتا ہے، خصوصاً جب ان دونون کے درمیان کسی مناسبت کا بھی شعور ہوجائے، اور یہ ثابت ہوجائے کہ جہان وہ شئے پائی جاتی ہے وہان وہ اثر بھی پایا جاتا ہے، اور جہان وہ اثر پایا جاتا ہے وہان وہ شئے بھی پائی جاتی ہے، اور نیز یہ کہ جہان وہ شئے نہین پائی جاتی، وہ اثر بھی نہین پایا جاتا، اور جہان وہ اثر نہین پایا جاتا وہان وہ شئے بھی نہین پائی جاتی۔ اب جس قدر اس لزوم مین ظنّیت

پائی جائے گی اسی قدر علیت کا اعتقاد بھی ظنی ہوگا، اور جس قدر اس لزوم مین قطعیت ہوگی اسی قدر لزوم کے اعتقاد مین بھی قطعیت ہوگی، اور یہی قضایاے عادیہ ہین، جیسے طب کے تجربیات وغیرہ یا یہ علم کہ روٹی کھانے سے آسودگی، اور پانی پینے سے سیری ہوتی ہے، اور کپڑے پہننے سے بدن مین گرمی اور برہنگی سے بدن مین ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے ....

پس تجربیات سے علم حاصل ہونے کا سبب ایک شے کا دوسری شے کے بعد ہونے سے اور تکرار اثر سے پیدا ہوتا ہے۔

تجربیات کی بنا، شہادت اور روایت اور تاریخ پر ہے

غرض ان مباحث کا حاصل یہ ہے کہ اسباب اشیا، اور خواص موجودات کا علم ہم کو محض تجربہ سے حاصل ہوا ہے، اب یہان یہ بحث پیدا ہوتی ہے کہ کیا **تجربی یقین** کے پیدا ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ خود اس یقین کرنے والے نے اس کا تجربہ کیا ہو؟ ہم دنیا مین ہزارون تجربی مسائل پر یقین رکھتے ہین، مگر ان مین بہت کم ہمارے ذاتی تجربہ مین آئے ہین، طبعیات، کیمیائیات، طبیات، فلکیات، ارضیات کی ہزارون باتین ہین جن پر ہم یقین رکھتے ہین، مگر ہمارے ذاتی تجربہ مین بہت کم آئی ہین، اگر تم یہ کہو کہ گو وہ ہمارے ذاتی تجربہ مین نہین آئی ہین، لیکن ان علوم کے ماہرین نے ان کا تجربہ کیا ہے، اور ہم کو انکی شہادت کا اس لیے یقین ہے کہ وہ اپنے اپنے علوم مین کامل دستگاہ رکھتے تھے، اور اپنے ذاتی تجربون کو انھون نے اپنی تصنیفات مین لکھدیا ہے، تو گویا تم نے قبول کرلیا، کہ دوسرون کے تجربیات بھی مفید یقین ہین، بشرطیکہ خود ان تجربہ کرنے والے علما پر تم کو وثوق ہو، اور ان کے تجربیات صحیح و مستند شہادتون اور واسطون سے تم تک پہنچین۔

دنیا کے واقعات کا سب سے بڑا دفتر تاریخ ہے، جو عہد ماضی کی ظلمت مین ہمارے لیے چراغ راہ ہے، اس چراغ مین تیل کون برابر ڈالتا جاتا ہے کہ یہ بجھتا نہین؟ وہ راویان اخبار اور ناقلان حکایات ہین، جو ایک عہد سے دوسرے عہد تک اس کو روشن کرتے چلے جاتے ہین، اگر یہ سلسلۂ روایت کہین منقطع ہو جائے تو عہد ماضی کی دنیا بھی عالم مستقبل کی طرح تیرہ و تار ہو جائے، لیکن تاریخ کی ہر شہادت آسانی کے ساتھ قبول نہین کرلی جاتی، بلکہ اس کے لیے چشم دید گواہون

کا وجود، اُنکی صداقت، اور راست شعاری، اور پھر اس کے بعد بیچ کے واسطون کی سچائی اور راست گفتاری، اور عدم فریب کے ثبوت کی بھی ضرورت ہے لیکن اگر یہ شرائط پورے پورے ہو جائین تو روایات منقولہ کی صداقت مین کسی کو شک نہ ہونا چاہیے،

فلسفہ اور سائنس بھی ایک قسم کی تاریخ ہین !

حقیقت مین فلسفہ اور سائنس بھی ایک قسم کی تاریخ ہے، فلسفہ تو اشخاص یا جماعتون کے منتظم خیالات کی، اور سائنس کائنات فطرت کے تجربی اکتشافات کی تاریخ ہے، فلسفیانہ درسگاہ کا ہر پروفیسر نہایت وثوق کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ اس مسئلہ مین، یونان، اسلام اور یورپ کے فلان فلان اساطین فلسفہ کی یہ رائین ہین، کیا اس وثوق کی بنیاد صرف شہادت تاریخی پر نہین ہے؟ آغاز آفرینش سے لیکر اسوقت تک دنیائے انسانی نے علم واکتشاف، تجربہ و دانش کا جو سرمایہ جمع کیا ہے، کیا وہ بجز شہادت تاریخی کے کسی اور طریقہ سے حاصل ہوا؟ یا ہو سکتا ہے؟ یا آیندہ ہوگا؟ تم یقین رکھتے ہو کہ جسم بہتر بسیط عنصرون سے مرکب ہے، ہائڈروجن اور آکسیجن، پانی کے دو جزء ہین، سنکھیا کے استعمال سے آدمی مرجاتا ہے، مگر ان مین سے ایک بات بھی تمھارے تجربہ مین نہین آئی ہے۔ البتہ چونکہ صحیح اور مستند ذریعون سے تم تک یہ تحقیقات پہنچی ہین، اس لیے تم ان کو باور کرتے ہو، لندن اور پیرس کو تمنے خود نہین دیکھا، لیکن باینہمہ تمکو ان شہرون کے وجود مین شک نہین، مگر کوہ قاف کے پرستان کے وجود پر تم کو یقین نہین، اس لیے کہ پہلے دو شہرون کے وجود کی خبر تم نے بکثرت لوگون سے، اور ایسے ثقہ اور مستند لوگون سے سنی ہے کہ تم اُس مین شک نہین کر سکتے، لیکن کوہ قاف کے پرستان کے عینی مشاہدون تک تمھارا سلسلۂ روایت صحیح اور مستند ذریعہ سے نہین پہنچا ہے، اس لیے تمکو اس کے وجود مین بہت حد تک شک ہے، اسی طرح ہیئت وفلکیات کے اکثر مسائل مثلاً ستارون کی چالین، خاص ستارون کا طلوع وغروب وغیرہ کسی نہ کسی ہیئت دان اور فلکی کا مشاہدہ ہے، اور پھر صدیون کے مشاہدات یکجا ہو کر تمھارے سامنے ہیئت و فلکیات کا ناقابل انکار دفتر بنکر آتا ہے، مگر غور کرو کہ اس دفتر بے پایان کا ہر ایک مشاہدہ، بجز تاریخی روایت و شہادت کے کسی اور طریقہ سے پہنچا ہے یا پہنچ سکتا ہے؟،

تم کہتے ہو کہ آگ جلاتی ہے، برف ٹھنڈک پہنچاتی ہے، آفتاب روشن ہے، پتھر سخت ہے، کھانے سے سیری

ہوتی ہے، چوٹ سے تکلیف ہوتی ہے، غرض تمام قضایا کہ تجربہ جنپر علوم وفنون کی بنیاد قائم ہے، اور جنکی عمومیت وکلیت کاتم کو یقین یا ظنِ غالب ہے انکی اِس کلیت اور عمومیت کا یقین یا غلبۂ ظن صرف تمھارے ہی ذاتی تجربہ پر مبنی نہین ہے، بلکہ ان مین سے ہر قضیہ کی عمومیت اور کلیت کے بنانے مین تمھارے سوا، اور ہزارون لاکھون آدمیون، اور بیسیون نسلون کے مشاہدات کو دخل ہے، اور یہ مشاہدات تم تک تحریری یا زبانی تاریخی شہادتون کے ذریعہ سے پہنچے ہین، تب جاکر وہ انسانی مسلّمات مین داخل ہوئے ہین۔

تاریخی شہادتون کے شرائط استناد

لیکن کسی تاریخی شہادت کے مستند ہونے پر تم کچھ قیود بھی عائد کرسکتے ہو، مثلاً یہ کہ اخیر راوی چشمدید گواہ ہو یعنی یہ کہ وہ واقعہ کے وقت، مقام واقعہ پر حاضر ہو، اور خود اُس کا بلاواسطہ ذاتی علم حاصل کیا ہو، وہ راست گفتار ہو، اُس کا حافظہ صحیح اور درست ہو، فریبی اور جھوٹا نہو، اِسی طرح آغاز سلسلۂ روایت سے لیکر آخر تک بیچ کا ہر راوی بھی انھین صفات سے متصف ہو، جہان تک ان صفات مین ترقی ہوگی، واقعہ کے متعلق تمھارے علم واذعان مین بھی ترقی ہوگی، اور جہان تک ان مین کمی ہوگی تمہارے علم واذعان مین بھی کمی ہوگی،

مسلمانون کا علم روایت

اب مسلمانون کے علم اخبار، یا علم نقل وروایت یعنی اصول حدیث پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ بعینہ یہی اصول انھون نے ہر روایتی شہادت کے قبول کرنے کے لیے مقرر کیا ہے، سلسلۂ روایت کے ان اوصاف مین جسقدر بھی نقص ہوگا، اُس جزو واقعہ کے علم واذعان مین بھی اسی قدر نقص اُن کے نزدیک پیدا ہوگا، پیغمبر اسلام کی طرف جس قدر بھی صحیح ومستند معجزات منسوب ہین، ان مین سے ایک بھی ایسا نہین ہے جسکی صداقت کو اس اصول پر پرکھ نہ لیا گیا ہو، ہیوم نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "فہم انسانی" مین جہان معجزات پر بحث کی ہے، انجیل کے بیان کردہ معجزات کی نسبت وہ اس لیے بے اعتباری ظاہر کرتا ہے کہ "مصنفین انجیل جو ان واقعات کے راوی اوّل ہین ان مین سے کوئی واقعہ کا چشمدید گواہ نہین ہے" لیکن ہیوم کو اگر اسلامی طرز روایت واصول حدیث کی احتیاطون سے آگاہی ہوتی توکبھی اسلام کے معجزات کی نسبت اُس بے اعتباری کا اس کو موقع نہ ملتا۔

صحیح معجزات نبوی کے پہلے راوی یعنی وہ صحابۂ کرام جو واقعات کے چشم دید گواہ ہین، صدق مقال اور راست گفتاری

پران کی زندگی کا ایک ایک حرف گواہ ہے، اورانکی عقل، رزانت اورمتانت رائے پراُن کے کارنامے شاہدعدل ہین، غرض کہ یہ رواۃ وہ محدثین عظام ہین جنکی سچائی، راستی، اورحفظ وفہم پراسماے رجال کے اوراق کی مہرین ثبت ہین، پیغمبر اسلام نے علے رُوس الاشہاد کہا اور بار بار کہا کہ "جو شخص میری طرف کسی جھوٹی بات کی نسبت کریگا اس کا ٹھکانا جہنم ہے" صحابہ کا یہ حال تھا کہ آنحضرت صلعم کے متعلق کسی خبر کو بیان کرتے ہوئے کانپ جاتے تھے، بیچ کے ثقہ اورمستندرواۃ بھی انتہائی انسانی احتیاط سے کام لیتے تھے، اس پربھی انکی تمام روایات کا درجہ یکسان نہین ہے

اگر روایت کے ہر دور مین راویون کی تعداد کثیر شریک ہو تو اسکو خبر متواتر کہتے ہین، اور اگر ہر دور مین گو تعداد کثیر نہو لیکن دو یا دو سے زیادہ ہون تو وہ مستفیض اور مشہور ہے، اور اگر کسی دور مین ایک ہی راوی رہ گیا ہو تو اس کو خبر احاد کہتے ہین، معجزات نبوی مختلف طرق سے مروی ہین، اور اسی کے اعتبار سے اُن کی صحتِ بیان کا درجہ ہے، یہ سچ ہے کہ بعد کے لوگون نے آپ کی طرف بہت سے ایسے معجزات منسوب کردیے ہین جو صحیح نہین ہین، لیکن ہمارے محدثین نے نہایت جانفشانی اور ایمانداری سے ان روایات کو معیار پر پرکھ پرکھ کر الگ کردیا ہے اوراس کتاب کی جلد اوّل کے مقدمہ مین تمام وکمال بحث موجود ہے۔

معجزات کے ثبوت پر یہ طرز استدلال گو عجیب ہے مگر غلط نہین، دنیا مین ہر واقعہ کے ثبوت کا یہی طریقہ ہے اور وہی اس باب مین بھی کارآمد ہے، کیسی زبردستی ہے کہ جس طرز استدلال پر دنیائے یقین کا عملی کاروبار چل رہا ہے اُس کو اگر مذہب استعمال کرے تو مدعیان عقل کی جبین متانت پر بل پڑجاتے ہین۔

نادیدہ واقعات پر یقین کرنے کا ذریعہ صرف روایات کی شہادت ہے،

دنیا مین جو واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے اس کے علم کے دو ہی طریقے ہین، یا تو انسان اُس واقعہ کے وقت موجود ہوگا، یا موجود نہ ہوگا، پہلی صورت مین اُس کا علم، اُس کے احساس ومشاہدہ پر موقوف ہے، اور وہ روایت کے تمام جھگڑون سے بے نیاز ہے، جیسے کہ ان صحابہ کا اُس معجزہ کے متعلق علم جو اُن کے سامنے ظاہر ہوا، اور دوسری صورت مین اس واقعہ کا علم صرف روایت سے ہوسکتا ہے اور اسکے سوا کوئی ذریعہ علم اس کے لیے دنیا مین موجود نہین ہے۔ تمہارا فرض صرف اس قدر ہے کہ روایت کی اچھی طرح تنقید کرلو، اور جس طرح

دنیا کے دوسرے عملی کاروبار مین واقعات پر یقین کرنے کے ذرائع استعمال عام مین ہین، انس باب مین بھی اگر انکو استعمال کرو عقلی احتمالات اور ذہنی شبہات کی کوئی حد نہین ہے، مگر کبھی روزمرہ کے معاملات مین وہ تمھارے یقین کے سدراہ نہین ہوتے،

خبر احاد پر بھی عملاً یقین ہوتا ہے

متواتر، مشہور اور مستفیض خبرون کو چھوڑ کر خبر احاد تک پر تم روزانہ یقین کرتے ہو، خطوط، تار، اخبارات آجکل کی زندگی کا جزو ہین، اور ان مین سے ہر ایک پر تمکو کامل وثوق ہے۔ رائٹر ایجنسی کے تارون اور سنجیدہ اخبارون کے کالمون مین عجیب سے عجیب حیرت افزا واقعات وایجادات وطبی علاجات عموماً بیان ہوتے رہتے ہین، اور لوگ ان کو تسلیم کر لیتے ہین، آج تمام تجارت کا دارومدار انھین تارون پر ہے، یہ شدید مالی خطرات کا موقع ہے، مگر ہر بیوپاری اور تاجر بخوشی اس خبر احاد کو یقین کر لیتا ہی، اور اپنی تمام دولت اُس کے نذر کر دیتا ہے، اور کبھی یہ عقلی مباحث اور شکوک نہین پیش کرتا کہ ممکن ہے کہ کسی نے غلط کہا ہو، ممکن ہی غلط لکھ گیا ہو، ممکن ہے نامہ نگار جھوٹ بولتا ہو، ممکن ہے کاتب نے خود گھڑ کر لکھ دیا ہو، یہ تمام احتمالاتِ عقلی قائم ہو سکتے ہین، مگر عملی یقین پر ان احتمالات کا مطلق اثر نہین پڑتا۔

ہم شفاخانون مین جاتے ہین، اور عطارون اور کمپونڈرون سے دوائین لیکر باطمینان تمام ان کو استعمال کرتے ہین، حالانکہ معلوم ہے کہ ان شفاخانون مین اکسیر اور سنکھیا دونون کی بوتلین پہلو بہ پہلو رکھی ہین، ممکن ہے کہ تنہا دوا بنانے والے کی یہ اطلاع کہ یہ دوا تمھارے نسخہ کے مطابق ہے غلط ہو، اور اس لیے اس کے استعمال سے احتراز لازم ہے، مگر کبھی یہ خدشہ ہمارے حاشیۂ خیال مین بھی نہین آتا، اور ہم بخوشی اپنی جان کو خبرِ احاد کے یقین کے نذر کر دیتے ہین، پھر معجزات اور مذہب ہی کے باب مین **شہادت** کے مسئلہ پر تمام عقلی احتمالات اور شکوک کا ازالہ ضروری کیون تصور کیا جاتا ہے۔

واقعات پر یقین کے لیے اصلی بنیاد امکان اور عدم امکان کی بحث نہین بلکہ روایت کے ثبوت اور عدم ثبوت کی ہے

آج کل مغربی علم تاریخ اور فن روایت کا بڑا کارنامہ یہ اصول سمجھا جاتا ہے کہ جب کوئی واقعہ بیان کیا جائے تو سب سے پہلے اس پر غور کرو کہ کیا وہ ممکن بھی ہے؟ اور جب یہ طے ہو جائے

تو روایت کے دوسرے پہلوؤن پر غور کرنا چاہیے، لیکن یہ معلوم ہوچکا ہے کہ ہمارے تمام واقعی علوم، ہمارے تجربہ، اور روایات ہی پر مبنی ہین، اس لیے کسی شے کے ممکن اور ناممکن ہونے کا فیصلہ محض مشاہدہ کی تحقیق پر ہی مبنی ہے، اسلیے علم تاریخ اور فنِّ روایت کی بنیاد اُس کے امکان اور عدم امکان کی بحث پر قائم نہین ہے، بلکہ جیسا کہ ہمارے علماے اصول نے بتایا ہے صرف اس پر قائم ہے کہ آیا یہ واقعہ روایۃً صحیح بھی ہے یا نہین؟

جس درجہ کا واقعہ ہو، اُسی درجہ کی شہادت ہونی چاہیے

ہمکو اس اصول کی صحّت سے انکار نہین ہے کہ جس درجہ کا واقعہ ہو، اُسی درجہ کی شہادت بھی ہونی چاہیے، لیکن درجہ، تاہم کمیّتِ اشخاص سے زیادہ، کیفیت اشخاص کا ہے، ایک واقعہ کو چند آدمی بیان کرتے ہین، مگر اُنکی راست گفتاری، معرضِ بحث مین ہے، لیکن ایک ایسا شخص اسکے خلاف اپنی روایت بیان کرتا ہے، جسکی صداقت مسلّم ہے، جسکی راست گفتاری کا بارہا تجربہ ہوچکا ہے، جسکی سمجھ، حافظہ اور وثوق کا ہمکو علم ہے، اور جسکی دوسری اخلاقی صفات جنکا روایت پر اثر پڑتا ہے، نہایت بلند ہین، تو ظاہر ہے کہ واقعہ کی حیثیت سے دوسری شہادت پہلی شہادت سے زیادہ قابل قبول ہے، راویون کی ان صفات کی واقفیت کا روایات اسلامیہ کے سوا دنیا مین کسی اور قوم و مذہب کی روایات کے متعلّق کوئی دعویٰ نہین کیا جاسکتا، اس لیے دنیا کے اور مذاہب اور قومون کی روایات کے مقابلہ مین اسلامی روایات کی ایک خاص اہمیت ہے۔

معجزات دراصل تجربیات کے خلاف نہین ہوتے

اس موقع پر ایک اور مسئلہ کو بھی صاف کرنا ہے، عام طور سے معجزات کی شہادت کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ معجزہ کی شہادت، سینکڑون ہزارون شہادتون کے خلاف ہوتی ہے، اس لیے وہ ناقابل یقین ہے، یہ حقیقت مین ایک قسم کا مغالطہ ہے، ہزارون لاکھون شہادتین اس بات کی بیشک ہین کہ آگ نے فلان فلان موقع پر جلایا، اب جو شخص ایک معجزہ کو بیان کرتا ہے کہ فلان موقع پر آگ نے نہین جلایا، تو یہ شہادت اُن ہزارون لاکھون شہادتون کے خلاف نہین ہے، بلکہ ان سے الگ ایک واقعہ ہے، اس روایت سے اُن لاکھون ہزارون شہادتون کی مخالفت اور انکار اُس وقت لازم آتا کہ ان موقعون کے متعلق یہ کثیر التعداد شہادتین اپنا مشاہدہ بیان کرتی ہین، انکی تکذیب و تغلیط کی جاتی، دو شہادتون کی باہمی ترجیح کا سوال اُس وقت پیدا ہوتا ہے

جب وہ دونون ایک ہی خاص واقعہ کو مختلف نتیجون کے ساتھ بیان کرین، اور یہان یہ صورت نہین ہی، جن آگون کے جلانے کے متعلق سینکڑون شہادتین موجود ہین، معجزہ کا راوی انکی تغلیط و تکذیب نہین کرتا، بلکہ ایک خاص آگ کی نسبت اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہے جس کے متعلق انکو یقیناً یا اثباتاً کوئی علم نہین، مثلاً ایک طرف ایک شخص کی تنہا یہ شہادت ہوتی کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کے ہاتھون سے پانی کا چشمہ ابلنے لگا، دوسری طرف سینکڑون ہزارون آدمیون کی یہ شہادت ہوتی کہ نہین ایسا واقعہ نہین ہوا، تو بیشک اِس موقع پر دوسری شہادت کو پہلی شہادت پر ترجیح دیجا سکتی اور تمام مسلمان اس کے لیے تیار ہین کہ اگر کسی معجزۂ نبوی کے متعلق اس قسم کی مخالف شہادت موجود ہو تو وہ اس معجزہ کو صحیح معجزات نبوی کی فہرست سے خارج کر دین گے،

معجزات کا ثبوت روایتی شہادتین ہین

الغرض، معجزہ کی شہادت کے متعلق اصل بحث یہ نہین کہ یہ ممکن ہے یا ناممکن، بلکہ اصل بحث یہ ہی کہ یہ شہادت کس درجہ کی ہے؟ اور اس کے رواۃ کی صحیح البیانی کا کیا پایہ ہے؟ اس کے لیے صحابہ کرام اور تابعین عظام کی راستی، دیانت، صدق مقال اور انکی اخلاقی زندگی کے دیگر پہلوؤن کے مطالعہ کی حاجت ہے، اور یہی شے ہے جو معجزات شہادت کو طاقتور یا کمزور بنا سکتی ہے، اور یہی ہمارے محدثین اور اہل اصول کا قانونِ شہادت ہی، اور اسی طریق سے اہل السنۃ والجماعۃ معجزہ کو ثابت کرتے ہین، علامہ ابو منصور عبد القادر بغدادی اشعری کتاب الفرق مین اہل سنت کا مسلک لکھتے ہین:

وبھذا النوع من الاخبار (المستفیض) علمنا معجزۃ نبینا صلعم فی انشقاق القمر، وتسبیح الحصا فی یدہٖ و حنین الجذع لما واشباعہ الخلق الکثیر من الطعام الیسیر ونحو ذالک من معجزاتہ (صفحہ ۳۱۳، مصر)	اسی خبر مشہور کے ذریعہ سے ہم نے آنحضرت صلعم کے معجزات کو جانا، مثلاً شق قمر، دست مبارک مین کنکریون کا تسبیح پڑھنا، شاخ خرما کا گریہ و بکا کرنا، اور تھوڑے کھانے سے بہت سے لوگون کو سیر کر دینا وغیرہ،

خلاصۂ مباحث

گذشتہ صفحات مین جو کچھ کہا گیا ہے، اس کا خلاصہ حسب ذیل سطرون مین کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ معجزہ، خرق عادت اور قاعدۂ علت و معلول کی استثنائی شکست کا نام ہے، جسکو اللہ تعالی اپنے کسی پیغمبر کی سچائی کی نشانی کے طور پر لوگون مین ظاہر کرتا ہے۔

۲- خرقِ عادت اور قاعدۂ علت و معلول کی شکست ممکن، بلکہ واقع ہے۔

۳- کیونکہ عاداتِ طبعی اور سلسلۂ علل و معلول کا علم ہمکو تجربہ سے ہوا ہے

۴- اور تجربہ سے جو علم حاصل ہو اُسکی کلیت اور عمومیت عقلی کا دعویٰ نہین کیا جا سکتا اسلیے اس سے معجزہ کے محال ہونے پر استدلال نہین کیا جا سکتا

۵- تجربہ کی بنیاد یا ذاتی مشاہدہ یا دوسرے مشاہدہ کرنے والون کی شہادت پر ہے۔

۶- اِس لیے معجزہ کا ثبوت ذاتی مشاہدہ یا مشاہدہ کرنے والون کی شہادت پر مبنی ہے۔

۷- اسلامی روایات اور صحیح معجزات نبوی کی شہادت اِس قدر بلند ہے کہ دنیا کی کوئی تاریخی روایت اس کا مقابلہ نہین کر سکتی، اور اُس سے معجزات اور خوارق عادات کا وقوعی ثبوت بہم پہنچتا ہے۔

یقین معجزات اصول تحکیمی

اب تک جو کچھ کہا گیا ہے اُس کا خطاب فلسفہ اور منطق سے تھا، لیکن ظاہر ہے کہ عملی دنیا کا کاروبار ارسطو کے بنائے ہوئے اصول و قواعد پر نہین چل رہا ہے، بلکہ خالقِ فطرت اپنے وضع کردہ اصول و قواعد پر اس کو چلا رہا ہے، واقعات کسی حد تک تعجب انگیز، اور دور از عقل ہون، تاہم انسانون کی بڑی تعداد، دلیل و برہان منطقی کے بغیر صدق دل سے اُن پر یقین رکھتی ہے، کسی واقعہ پر یقین رکھنے کے لیے اس کا فہم انسانی مین آجانا اور عقل و استدلال کی میزان مین اس کا پورا اتر جانا ضروری نہین ہے، ایک طبیعی فلسفی سے لیکر عامی تک مادہ کے وجود پر یقین رکھتا ہے، حالانکہ استدلال سے اس کا وجود ثابت نہین کیا جا سکتا، یہ روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک واقعہ کی جب روایت کیجاتی ہے تو کچھ لوگ بے دلیل اُسکو فوراً تسلیم کرتے ہین، اور بعض ایسے لوگ ہوتے ہین کہ استدلال و برہان کے باوجود اس کے تسلیم کرنے کو تیار نہین ہوتے، اگر استدلال کی قوت سے وہ خاموش بھی ہو جائین، تو ان کے دل کو تسلی نہین ہوتی، جو اشخاص کسی جماعت یا ملک کے اندر کام کرتے ہین، انکی سچائی اور خلوص و ایثار کے متعلق سب لوگون کی راے برابر نہین ہوتی، ایک جماعت جس زور و قوت سے اسکے صدق و اخلاص پر ایمان رکھتی ہے، دوسری جماعت اُسی زور و قوت کے ساتھ اس کو خائن، اور ریاکار جانتی ہے، حالانکہ دونون کے سامنے اس کے اعمال کا ایک ہی نقشہ پیش رہتا ہے، مگر نتائج مختلف ہوتے ہین، اور دونون مین سے کوئی اپنے دعویٰ پر کھلے دلائل نہین رکھتا، اس لیے ایمان و کفر اور یقین و شک کی وجہ منطقی طرز استدلال

سے نہین بلکہ زیادہ تر نفسیاتی اصول و قواعد سے ماخوذ ہین۔

امام غزالی اور یقین اور اذعان کی صورتین

امام **غزالی** نے الجام العوام مین اِس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے[1] کہ "واقعات کا اذعان اور یقین ہمارے اندر کیونکر پیدا ہوتا ہے؟ وہ کہتے ہین کہ "عام مسلمانون کو علم کلام کی ضرورت نہین، لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ ہمکو خدا نے اپنی توحید و صفات وغیرہ پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، اور یہ باتین بدیہی نہین کہ ان کے لیے دلائل کی ضرورت نہو، اسی طرح ہمکو پیغمبر کی تصدیق کی ضرورت ہے، اور یہ تصدیق مسئلہ معجزات پر غور و فکر کئے اور معجزہ کی حقیقت اور شرائط کے جانے بغیر ممکن ہی نہین، اِس بنا پر علم کلام کی اشد ضرورت ہے"، تو امام صاحب اس کے جواب مین کہتے ہین کہ "عام مخلوق پر صرف اِن چیزون پر ایمان لانا فرض ہے، اور ایمان اس یقینِ جازم کا نام ہے جس مین تردد اور شک نہو، اور اس مین خطا اور غلطی کا خیال اس کو نہو، اس یقینِ جازم کے چھہ درجے ہین، جو چھ مختلف طریقون سے حاصل ہوتے ہین"

۱- پہلا درجہ اس یقین کا ہے، جو ایسے دلائل سے حاصل ہو، جن مین برہان کے تمام منطقیانہ شرائط ایک ایک کرکے پائے جائین، اور ان دلائل کے مقدمات کا ایک ایک حرف اچھی طرح جانچ لیا گیا ہو، یہان تک کہ کسی مین شک و شبہ اور غلطی و التباس کا احتمال نہ رہ جائے، اِس اصول کے مطابق تو بہت کم لوگ ایسے ہو سکتے ہین جنکو یقین کا یہ مرتبہ نصیب ہو سکے، بلکہ ہر زمانہ مین ایک دو آدمی سے زیادہ اِس معیار پر پورے نہین اتر سکتے، اگر نجات صرف اِسی یقین پر منحصر ہو تو نجات پانے والون کی تعداد بہت ہی کم ہوگی، بلکہ انسانون کے دنیا کے واقعات پر یقین کرنے کی بہت کم گنجایش نکل سکے گی اور شاید ریاضیات کے علاوہ کہین اور اس صورت یقین کا پیدا کرنا محال نہین تو مشکل ضرور ہے،

۲- دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان **مسلّمات** سے یقین حاصل ہو، جن کو عام طور سے لوگ مانتے ہین، اور ارباب عقل کے حلقون مین وہ مقبول و مشہور ہین، جن مین شک کا اظہار کرنا لوگ معیوب سمجھتے ہین، اور نفوس انسانی اُن کے انکار سے ابا کرتے ہین۔ ان مقدمات سے استدلال بعض لوگون مین ایسا یقین جازم پیدا کرتا ہے کہ اس مین کسی قسم کا تزلزل راہ نہین پا سکتا۔

[1] الجام العوام عن علم الکلام صفحہ ۳۹-۴۱ مصر

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اُن **خطابیات** کے ذریعہ سے یقین پیدا کیا جائے جنکو لوگ عام بول چال، اور علمی کاروبار مین استعمال کیا کرتے ہین اور عادۃً انکو صحیح سمجھتے ہین، اگر طبع انسانی مین خاص طور سے اُس مسئلہ کی طرف غیر معمولی انکار یا شدید تعصب نہ ہو، اور سامع مین تشکیک، مناظرہ اور خواہ مخواہ کرید اور حجت کی عادت نہ ہو، اور اسکی فطرت صالحہ سادہ اور صاف ہو، تو اس طریقہ سے اکثر افراد انسانی کو یقین کی دولت ہاتھ آسکتی ہے، اور اسی لیے قرآن مجید نے اِسی طرز استدلال سے اکثر کام لیا ہے۔

۴۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ جس شخص کی دیانت اور ایمانداری پر یقین ہو، اور اس پر کامل اعتقاد ہو، بکثرت لوگ اُسکے مداح ہون، یا تم خود اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر اُس کی ہر بات کو صحیح باور کرتے ہو، تو اُس کا کہنا، تمھارے اندر یقین پیدا کردیتا ہے، جیسے اپنے بزرگون اور اُستادون اور مرشدون کے بیان کا لوگ حرف بحرف یقین کرلیتے ہین، ایک بڑا شخص کسی کی موت کی خبر دیتا ہے تو ہر شخص اُسکو باور کرلیتا ہے، اسی طرح اگر کسی شخص کو کسی کی سچائی، پاکیزگی اور زہد و تقویٰ کا یقین ہوجائے تو وہ بلاپس و پیش اُسکی ہر بات کو صحیح تسلیم کرے گا چنانچہ حضرت **صدیق** (رض) اور اکابر صحابہ (رض) کو آنحضرت صلعم کے ساتھ جو حُسنِ اعتقاد تھا وہ اِسی قسم کا تھا، اس لیے آپ جو کچھ فرماتے تھے اُن کو اس کے باور کرنے مین کسی دلیل و برہان کی حاجت نہ تھی،

۵۔ حصولِ یقین کا پانچوان طریقہ یہ ہے کہ روایت کی صورتِ حال کی، ایسے دوسرے قرائن سے تصدیق ہو، جن سے گو ایک مناظرہ پسند اور حجت طلب شخص کی تشفی نہ ہو، مگر عام اشخاص کی اُن سے تسلّی ہوجاتی ہے۔ مثلاً اگر شہر مین یہ عام خبر پھیلی ہوئی تھی کہ امیر شہر بیمار ہے، اِسی اثنا مین قلعہ سے گریہ و بکا کی آوازین بلند ہوئین، اور ایک شاہی غلام نے آکر روایت کی کہ امیر نے وفات پائی، تو اس روایت کے تسلیم کرلینے مین عام لوگون کو کوئی جائے انکار نہین رہتی، گو اسکی صحت کی راہ مین تم بیسیون عقلی احتمالات پیدا کرتے رہو، یہی سبب ہے کہ کتنے اعرابی تھے جنھون نے ایک دفعہ آنحضرت صلعم کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا، یا آپ کی دل آویز اور پر اثر باتین سُنین، یا آپ کے اخلاق کریمانہ کو مشاہدہ کیا، اور بے دلیل و بے برہان آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے، (کیونکہ اُنھون نے پہلے آپ کی نبوت کا چرچا تو سنا تھا

لیکن اس دعوی کی صداقت نے اُن کے دل مین پوری طرح گھر نہین کیا تھا، مگر جب اتفاق سے آپ کے دیدار کا انکو موقع ملا، تو قرائنِ حال اور آثار قیافہ کے ذریعہ سے نیک و بد اور اچھے بُرے کی تمیز کا جو ایک خاص جوہر انسان مین ودیعت ہے اُس نے فیصلہ کر دیا کہ یہ دعویٰ صحیح ہے یا غلط)

۶- چھٹا طریقہ یہ ہے کہ جو روایت بیان کی جائے، اگر وہ سامع کے مزاج، اخلاق اور خواہش کے مطابق اور مناسب ہو، تو اس کے صحیح تسلیم کرنے مین اس کو کبھی پس و پیش نہ ہوگا، اس حصول یقین مین نہ تو حسن اعتقاد کی ضرورت ہے اور نہ قرائن و آثار کی تائید کی، یہ فطری اور طبعی مناسبت خود حصول یقین کے لیے کافی ہے (یہی سبب ہے کہ سابقین اسلام مین وہی صحابہ داخل ہین جو فطرۃً نیک اور طبعًا راستی پسند اور جویانِ حق تھے۔)

اِنہی مختلف طریقون سے لوگ یقین اور اذعان کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرتے ہین، اور یہی طریقے غیبیات، اور معجزات پر بھی یقین کرنے کے ہین۔

معجزہ اور سحر کا فرق

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معجزہ سے جس طرح عجیب و غریب امور صادر ہوتے ہین، سحر طلسم، نیرنگ، شعبدہ سے بھی اسی قسم کی باتین دکھائی جا سکتی ہین، سحر و طلسم کے الفاظ اگر اس بیسوین صدی مین مکروہ معلوم ہون تو ان کے معنی مسمریزم اور ہپناٹزم کے سمجھ لیے جائین، ایسی صورت مین ایک پیغمبر اور ساحر و شعبدہ باز اور مسمرائزر کے درمیان کیا فرق ہوگا؟ یہ سوال ہے جس پر علم کلام مین بڑی بڑی بحثین ہین، معتزلہ اور ارباب ظواہر مین علامہ ابن حزم کا یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے علاوہ سحر و طلسم و شعبدہ وغیرہ جو چیزین ہین وہ صرف فریب نظر ہین۔ لیکن معجزہ سے قلب حقیقت اور تبدیل خاصیت ہو جاتی ہے، اشاعرہ سحر و طلسم کی حقیقت کو تسلیم کرتے ہین، لیکن یہ کہتے ہین کہ معجزہ سے جو عظیم الشان عجائبات سرزد ہوتے ہین، مثلاً سمندر کا خشک ہونا، چاند کا شق ہو جانا وغیرہ، یہ چیزین سحر و طلسم کے زور سے نہین ہو سکتین۔ حکمائے اسلام کا مسلک یہ ہے کہ معجزہ اور سحر مین فرق یہ ہے کہ صاحب معجزہ اپنی قوت کو خیر مین صرف کرتا ہے، اور ساحر شر مین۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان جوابات سے اشکال کی اصلی گرہ نہین کھلتی۔ ایک شخص اپنے دعوی کے ثبوت

مین ایک بظاہر خارقِ عادت کرشمہ پیش کرتا ہے، اب اِس پر یہ بحث کہ یہ دھوکا اور نظربندی ہے، یا رمزِ الٰہی ہے، یا معمولی کام ہے، یا عظیم الشان کارنامہ ہے، نہایت مشکل ہے، کیونکہ اِن اشیاء کے وقوع مین کوئی ظاہری امتیاز نمایان نہین ہوسکتا، نیز اس کا فیصلہ کہ یہ قوت خیر مین صرف ہوئی یا شر مین، یا یہ کہ ضروری ہے کہ یہ خوارقِ عادت، محلِّ خیر مین صرف ہون، یا محلِّ شر مین، اس کے علاوہ کوئی تیسری صورت نہین ہوسکتی، بہت کچھ قابلِ بحث ہو، ایک مسمریزر اپنی قوت سے بعض بیماریون کو دور کردیتا ہے، اور اس سے غریبون کا علاج کرتا ہے، یہ تو خیر اور نیکی کی چیز ہے، تو کیا تم اس کو معجزہ کہدوگے۔

اصل یہ ہے کہ معجزہ اور دیگر عجائبات امور مین دو عظیم الشان فرق ہین، ایک یہ کہ معجزہ براہ راست خدا کا فعل ہوتا ہے اور دوسرے عجائب امور اسباب طبعی و نفسی کے نتائج ہوتے ہین، دوسرے یہ کہ معجزہ سے مقصود اعدائے دعوتِ الٰہی کی ہلاکت یا مبلغ رسالت کی تائید اور مومنین صادقین کی حمایت اور برکت ہوتی ہے، محض کھیل تماشہ، شعبدہ بازی، اور بازیگری اسکا مقصد نہین ہوتی، اور سب سے آخری شے جو ان دونون کے درمیان حدِّ فاصل بنجاتی ہے یہ ہے کہ ساحر و بازیگر و شعبدہ باز صرف تماشہ، کرتب اور عجائبات دکھاتے ہین، اس کے ساتھ وہ اپنی زندگی کی پاکیزگی، ارادون کی بیگناہی، دلون کی طہارت اور صفائی، شریعت الٰہی کی تبلیغ، انسانون کے تزکیہ، سیہ کاریون کے قلع و قمع کے نہ وہ مدعی ہوتے ہین اور نہ یہ خواص اور کارنامے اُن سے ظاہر ہوتے ہین، لیکن انبیاء کی معصوم زندگی پاک اخلاق، مقدس اعمال، اور دیگر پیغمبرانہ خصائص و کیفیات خود ان کی نبوت کی منادی کرتے رہتے ہین، قدم قدم پر خدا انکی دعوت کی تائید کرتا ہے، انکی صدائے حق، جماعتون قومون اور ملکون مین روحانی انقلاب پیدا کردیتی ہے، اُن کی سچائی، راستی، اور صداقت پر اُن کے سوانح حیات کا حرف حرف گواہ ہوتا ہے، وہ سونے چاندی پر نہین، بلکہ دلون پر اخلاص و ایثار اور صدق و صفا کی مہر لگاتا ہے، ایک ساحر اور مسمریزر خواص ا… ن کرلین گے انقلاب پیدا کرسکتا ہے، مگر کافر کو مومن، بدکار کو عفیف، بیباک کو متقی، بخیل کو فیاض، سخت کو نرم، اور حا… نہین بنا سکتا، وہ لوہے کو زرِ خالص کی صورت مین بدل سکتا ہے لیکن کسی زنگ آلود دل کو جلا… ا قوت کے لحاظ سے

یہ ظاہری اشتباہ اور التباس صرف نبی اور ساحر و متنبی (جھوٹے پیغمبر) ہی مین نہین ہے، بلکہ دنیا کی ہر حقیقت اسی طرح اپنے مقابل سے مشتبہ اور ملی جلی ہوئی ہے، صبر اور بے حمیتی، توکل اور کاہلی، بخل اور کفایت شعاری، سخاوت، اور اسراف، خشگوئی اور گستاخی، شجاعت اور تہور۔ ان کے ڈانڈے باہم اس قدر ملے ہوے ہین کہ انسان کی قوت ممیزہ کبھی کبھی دھوکا کھا جاتی ہے، لیکن اہل نظر ان دونون حقیقتون کے ظاہری تشابہ سے فریب مین نہین آتے، ان دونون کی ظاہری شکل و صورت گو ایک ہو، مگر ان دونون کے خصائص و آثار اس درجہ متفاوت اور متمائز ہین کہ وہ ایک دوسرے کے حدود اور فرق و امتیاز کو فوراً پہچان لیتے ہین، جب پیغمبر اپنا معجزہ، اور جادوگر اپنا کرتب دکھاتے ہین تو ظاہری حیرت زائی کے لحاظ سے عوام کے نزدیک ایک لمحہ کے لیے گو دونون ایک ہون، مگر جب حقیقت کا پردہ چاک ہوتا ہے، تو ایک اخلاق کا مجسمہ، پاکیزگی کا فرشتہ، شریعت کا حامل، گنہگارون کا طبیب، اور قلوب کا معالج ہوتا ہے، اور دوسرا محض تماشاگر یا شعبدہ باز یا مصنوعی حیلہ گر اور نقال،

ایک عطائی اور طبیب حاذق، ایک معمولی سپاہی اور ایک بہادر جنرل، ایک حرف شناس اور ماہر علوم، ایک مکار اور زاہد، ایک مصنوعی اور حقیقی صوفی کے درمیان شاید کبھی عوام فرق نہ کر سکین، مگر جب ان دونون کے آثار و خصائص، اور علامات و قرائن باہم ملائے جائین تو ظلمت و نور کی طرح ان دونون مین علانیہ فرق محسوس ہو جاتا ہے۔

مولانائے روم نے اس فرق مراتب کو مثنوی مین نہایت عمدہ تشبیہات کے ذریعہ سے ظاہر کیا ہے، فرماتے ہین۔

صد ہزاران اینچنین اشباہ بین — فرق شان ہفتاد سالہ راہ بین
اس طرح کی لاکھون ہم شکل چیزین ہین — لیکن ان مین کوسون کا فاصلہ ہے
ہر دو صورت گر بہم ماند رو است — آب تلخ و آب شیرین را صفاست
دونون کی صورتین اگر باہم مشابہ ہون تو کچھ حرج نہین — میٹھا اور تلخ پانی دونون کا رنگ ایک ہی طرح صاف ہوتا ہے

نہین کرتا ہے، اور

ہر دو یک گل خوردہ زنبور و نحل — لیک شد زان نیش وزین دیگر عسل
لیکن حقیقت ڈ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول چوستی ہین — لیکن اُس سے زہر اور اس سے شہد پیدا ہوتا ہے

ہر دو گون آہو گیا خوردند و آب　　　زین یکے سرگین شد و زان مشکناب

دونون قسم کے ہرن ایک ہی گھاس کھاتے، اور ایک ہی پانی پیتے ہین مگر اس سے مینگنی اور اس سے مشک پیدا ہوتا ہے

ہر دو نے خوردند از یک آب خور　　　آن یکے خالی و آن پُر از شکر

دونون قسم کی نے، ایک پانی سے پرورش پاتی ہین۔　لیکن ایک مزہ سے خالی اور دوسرے سے شکر پیدا ہوتی ہے

این خورد زاید، ہمہ بخل و حسد　　　وآن خورد آید ہمہ نور احد

ایک آدمی غذا کھاتا ہے تو اس سے بخل اور حسد پیدا ہوتا ہے،　اور دوسرا وہی غذا کھاتا ہے تو اس سے خدائی نور پیدا ہوتا ہے

این زمین پاک است و آن شورست و بد　　　این فرشتہ پاک و آن دیو است و دد

یہ زمین سیر حاصل ہے اور وہ بری اور بنجر ہے　یہ مقدس فرشتہ ہے اور وہ شیطان اور جانور

بحر تلخ و بحر شیرین درمیان　　　درمیان شان برزخ لایبغیان

شیرین اور تلخ سمندر ملے ہوئے ہین، مگر ان کے درمیان ایک فاصل ہے جس سے تجاوز نہین کر سکتے۔

زر قلب و زر نیکو در عیار　　　بے محک ہرگز ندانی ز اعتبار

کھوٹے اور کھرے سونے کی تمیز　　　کسوٹی کے بغیر نہین ہو سکتی،

صالح و طالح بہ صورت مشتبہ　　　دیدہ بکشا بو کہ گردی منتبہ

نیک اور بدکار کی صورتین ملتی جلتی ہین　　　آنکھین کھولو تو تمیز ہو سکے گی،

بحر را نیمش شیرین چون شکر　　　طعم شیرین رنگ روشن چون قمر

دریا کا آدھا حصہ شکر کی طرح شیرین ہے　　　مزا میٹھا اور رنگ چاند کی طرح سپید ہے

نیم دیگر تلخ ہمچون زہر مار　　　طعم تلخ و رنگ مظلم قیر وار

دوسرا نصف حصہ سانپ کے زہر کی طرح ہے　　　مزا کڑوا، اور رنگ تارکول کی طرح سیاہ ہے،

اے بسا شیرین کہ چون شکر بود　　　لیک زہر اندر شکر مضمر بود،

بو

ن کرلین گے

ا قوت کے لحاظ سے

بہت سی ایسی چیزین ہین جو شکر کی طرح میٹھی ہین — لیکن اس کے باطن مین زہر چھپا ہے

جز کہ صاحب ذوق نشناسد بیاب — او شناسد آب خوش از شور آب

صاحب ذوق کے سوا اور کون پہچان سکتا ہے — وہی تمیز کر سکتا ہے کہ یہ پانی میٹھا اور یہ کھاری

جز کہ صاحب ذوق بشناسد طعوم — شہد را ناخوردہ کے دانی زموم

صاحب ذوق کے سوا مزے کی تمیز اور کون کر سکتا ہے جب تک شہد کو نہ کھاؤ موم اور شہد مین کیونکر تمیز کر سکتے ہو

سحر را با معجزہ کردہ قیاس — ہر دو را بر مکر پندارد اساس

اس نے سحر کو معجزہ پر قیاس کیا — اور یہ سمجھا کہ دونون کی بنیاد فریب پر ہے

زر قلب و زر نیکو در عیار — بے محک ہرگز نہ دانی ز اعتبار

تم کھوٹے اور کھرے سونے کو — کسوٹی کے بغیر تمیز نہین کر سکتے

ہر کرا در جان خدا بنہد محک — ہر یقین را باز داند او ز شک

خدا نے جس کی روح مین کسوٹی رکھی ہے — وہی یقین اور شک مین تمیز کر سکتا ہے

چون شود از رنج و علت دل سلیم — طعم صدق و کذب را باشد علیم

جب آدمی کے دل مین بیماری نہین ہوتی — تو وہ صدق اور کذب کے مزے کو پہچانتا ہے

اب صرف یہ شبہ رہ جاتا ہے کہ جو قوت حیرت زا خوارق کی قدرت رکھتی ہے، اس کا رخ بھی نہایت آسانی کے ساتھ بدلا جا سکتا ہے، یعنی ساحر بے تکلف اپنی ساحرانہ قوت کو دنیا کے تزکیۂ اخلاق و اصلاح عالم مین صرف کر سکتا ہے، اور اس سے کوئی محال عقلی لازم نہین آتا، لیکن امکان عقلی اور امکان واقعی دو مختلف چیزین ہین، یہ عقلاً ممکن ہے کہ ہر شخص بادشاہ ہو سکتا ہے، عالم عصر ہو سکتا ہے، کشور کشا ہو سکتا ہے، مگر واقعاً اور عملاً یہ قدرت ہر شخص کو نہین حاصل ہوتی...

ہوتا ہے، اور دوسرا ... ایک عجا... ورزا... نہین ... کرتا ہے، اور ... ہر دو یکسا ہوتی۔

لیکن حقیقتاً اور شہد کی مکھی محض ایک تماشا گر ہوتا ہے، اس مین یہ قدرت ہی نہین ہوتی کہ وہ اس قوت سے تزکیۂ نفوس

تطہیر اخلاق اور اصلاح عالم کا کام لے سکے، یہی وجہ ہے کہ آجتک کسی ساحر اور شعبدہ گرنے اصلاح عالم کا فرض ادا نہین کیا، لیکن پیغمبر اپنے معجزانہ کارنامون سے دنیا کو الٹ دیتا ہے، بدی کے کانٹون کو ہٹا کر نیکی کے گل وریحان سے اس خاکدانِ عالم کو سجا دیتا ہے۔

معجزہ دلیل نبوّت ہوسکتا ہے یا نہین

اسی تقریر سے یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ معجزہ دلیل نبوت ہے یا نہین؟ اشاعرہ کا جواب اثبات مین، اور معتزلہ کا نفی مین ہے، اس مسئلہ پر سب سے زیادہ سیرکن بحث ابن رشد نے کشف الادلّہ مین کی ہے، اور ثابت کیا ہے کہ معجزہ دلیل نبوت نہین ہوسکتا کیونکہ منطقیانہ حیثیت سے دعویٰ اور دلیل مین مناسبت کا ہونا ضروری ہے، اور معجزہ و نبوت مین کسی قسم کی مناسبت نہین پائی جاتی، مثلاً جب ایک شخص نبوّت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے قوم کے عقائد و اعمال و اخلاق کی [illegible] دعویٰ کی تصدیق کے لیے دلیل طلب کی جاتی ہے [illegible] سبز کر دیتا ہے، چاند کو دو ٹکڑے کر دیتا ہے، لاٹھی کو سانپ بنا دیتا ہے، یہ تمام واقعات اگرچہ [illegible] عجیب و غریب ہین لیکن ان دلائل کو دعوے کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟

[illegible] کرو کہ ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ فلسفہ و ریاضی کا بہت بڑا ماہر ہے، اور اس کے ثبوت مین انسان کو جانور، یا جانور کو انسان بنا دیتا ہے لیکن اس سے اس کے فلسفہ اور ریاضی کا کمال کیونکر ظاہر ہوسکتا ہے؟ اشاعرہ اس کا جواب دیتے ہین کہ نبوت علم و عمل کے مجموعہ کا نام ہے، اور جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کی نسبت یہ تسلیم کر لیا جاتا ہے کہ وہ ان دونون چیزون مین کمال رکھتا ہے۔ اور اسی کمال کے اظہار کے لیے معجزہ طلب کیا جاتا ہے، اور انبیاء کے معجزے اگرچہ مختلف قسم کے ہوتے ہین تاہم ان کو صرف دو نوع مین شمار کیا جاتا ہے، اخبار بالغیب اور تصرّف فی الکائنات، اور ان دونون کو اجزاے نبوت کے ساتھ ربط و اتحاد ہے، اخبار بالغیب سے [illegible] کمال کا اظہار ہوتا ہے اور تصرف فی الکائنات سے اسکی عملی قوت ظاہر ہوتی ہے۔ ایک اور [illegible] معجزہ خرق عادت [illegible]۔ اس مین کوئی نزاع نہین کہ اشیاء اور حقائق کے خصائص اور [illegible] قوت کے لحاظ سے

انسان کے تین طبقے ہین، ایک وہ جو اس مین ناقص ہے، یا عام انسان ہین، دوسرا وہ جو خود کامل ہے مگر دوسرون کو کامل نہین بنا سکتا، یہ خواص اور صلحا کا درجہ ہے، تیسرا وہ جو خود کامل ہے، اور دوسرون کو بھی کامل کر دیتا ہے، یہ انبیاؑ ہین، اس کمال و نقص کے ہزارون متفاوت درجے اور مرتبے ہین، اور انھین کے لحاظ سے انکی قوت و مرتبہ کا اندازہ ہوگا، انکی قوت علمی کے سامنے تمام مقدمات بدیہی ہوتے ہین، اور معارف الٰہی پر اُن کو عبور ہوتا ہے، اور انکی قوت عملی اس عالم جسمانی مین تصرفات کرتی ہین، اور یہی معجزات کا مقصد ہے، اس قوت علمی و عملی کے کمال کے ساتھ یہ نظر آتا ہے کہ وہ اُن لوگون کو جو اِن دونون مین پست اور ناقص ہین، اپنے فیض صحبت اور فیض تعلیم سے کامل کر دیتے ہین، اور امراض قلبی کا وہ علاج کرتے ہین، تو یہی انکی نبوت کی دلیل ہے۔

امام رازی نے اس تفصیل کے بعد یہ دعویٰ کیا ہے کہ اثبات نبوت کا یہی طریقہ قرآن مجید نے اختیار کیا ہے اور چند سورتون کی تفسیر لکھ کر دکھایا ہے کہ ان مین نبوت کے یہی آثار و خصائص بیان ہوئے ہین[1]۔

مولانا روم کے حقایق | مولانا نے اس بحث کو عجم تشبیہات اور تمثیلات سے اس درجہ قریب الفہم بنا دیا ہے کہ تمام شکوک و شبہات دفع ہو جاتے ہین، اس سے پہلے مولانا کے وہ اشعار لکھے جا چکے ہین جنمین یہ دکھایا ہے کہ نبوت کی تصدیق کیلیے سب سے پہلی چیز حسن ذوق ہے، آب شیرین اور آب شور، صورت و شکل اور رنگ و بو دونون مین ایک ہوتے ہین۔ مگر صرف صاحب ذوق اِن دونون کا فرق محسوس کر سکتا ہے۔ اسی طرح نبی اور متنبی گو ظاہری شکل و صورت اور دعواے نبوت مین یکسان نظر آتے ہین، مگر صاحب ذوق ان دونون کے آثار و خصائص سے فوراً تمیز کر لیتا ہے۔

جز کہ صاحب ذوق بشناسد بیاب | غور کرو، صاحب ذوق کے سوا اور کون پہچان سکتا ہے

او شناسد آب خوش از شور آب | وہی تمیز کر سکتا ہے کہ یہ پانی میٹھا ہے اور یہ کھاری ہے

جز کہ صاحب ذوق بشناسد طعوم | صاحب ذوق کے سوا مزے کی تمیز اور کون کر سکتا ہے

شہد را ناخوردہ کے دانی زموم | اگر شہد نہ کھایا ہو تو موم اور شہد مین تمیز کیونکر کر سکتے ہو

[1] مطالب عالیہ کا پیش نظر قلمی نسخہ ناقص ہے۔ یہ فصل راغب پاشا نے اپنے سفینہ مین تمام و کمال نقل کی ہے، اور مولانا شبلیؒ نے الکلام کے ضمیمہ مین اسکو شائع کر دیا ہے۔ دیکھو سفینۂ راغب پاشا مطبوعہ مصر صفحہ ۲۷۷۔

سحر را با معجزه کردہ قیاس	اس نے سحر کو معجزہ پر قیاس کیا
ہر دو را بر مکر پندارد اساس	اور یہ سمجھا کہ دونوں کی بنیاد فریب پر ہے
زرِ قلب و زرِ نیکو در عیار	تم کھوٹے اور کھرے سونے کا فرق
بے محک ہرگز ندانی ز اعتبار	کسوٹی پر پرکھے بغیر نہیں کر سکتے
ہر کرا در جان خدا بنہد محک	خدا نے جس کی روح میں یہ کسوٹی رکھی ہو
ہر یقین را باز داند او ز شک	وہی یقین اور شک میں تمیز کر سکتا ہے
چون شود از رنج و علت دل سلیم	جب آدمی کا دل بیماری سے پاک ہو
طعم صدق و کذب را باشد علیم	تو وہ صدق و کذب کے مزہ کو پہچان لیگا

دوسری چیز طلب ہی، جب تک دل مین کسی چیز کی طلب نہین ہوتی اسکی طرف التفات نہین ہوتا جسکا دل صداقت و راستی کا بھوکا نہین، وہ غذائے روحانی کا طالب نہین، اور جب دل مین طلب اور روح مین بیقراری پیدا ہو جاتی ہے، اس وقت وہ دلیل و برہان کے لفظی مباحثات سے بہت بلند ہو جاتا ہے، کسی کو اگر پیاس ہو، اور وہ تم سے پانی طلب کرے، اور تم پانی کے گلاس کی طرف اشارہ کرو، کہ یہ پانی ہے، تو کیا وہ تمہارے اس دعوی پر دلیل مانگے گا؟ کہ پہلے ثابت کرو کہ یہ پانی ہے، نہین بلکہ وہ بلا دلیل نہایت شوق سے اپنا ہاتھ بڑھائے گا، اور پانی پینے لگے گا۔

تشنہ را چون بگوئی، رو، شتاب	جب کسی پیاسے کو کہو کہ جلد جاؤ۔
در قدح آب است، بستان زود آب	دیکھو وہ پیالہ مین پانی ہے۔
ہیچ گوید تشنہ کین دعوی است رو	کیا کوئی پیاسا اسوقت یہ کہتا ہے کہ یہ فقط تمہارا
از برم اے مدعی! مہجور شو	دعوے ہی ہے، چلو ہٹو۔
یا گواہ و حجتی بنما کہ این	یا کیا وہ یہ کہتا ہے کہ پہلے اس دعوی کی دلیل لاؤ۔

جنس آب است وازآن ماء معین — یہ پانی ہے۔

یا بہ طفل شیر، مادر بانگ زد — یا جب شیرخوار بچہ کو اسکی ماں بلا کر کہتی ہے

کہ بیا من مادرم، ہان اے ولد — کہ اے بچہ! مین تیری ماں ہون،

طفل گوید مادرا حجت بیار — تو بچہ یہ کہتا ہے، کہ اپنی ماں ہونے پر پہلے دلیل پیش کرو

تاکہ باشیرت بگیرم من قرار — تب مین تمھارا دودھ پیون گا۔

در دلِ ہرامتی کز حق مزہ است — جس کے دل مین حق کا مزہ ہوتا ہے،

روے وآوازِ پیمبر معجزہ است — اس کے لیے خود پیغمبر کا چہرہ اور پیغمبر کی آواز معجزہ ہوتی ہو،

چون پیمبر از برون بانگے زند — جب پیغمبر باہر سے آواز بلند کرتا ہے۔

جان امت در درون سجدہ کند — تو امت کی روح اندر ہی اندر سجدہ کرتی ہے

زانکہ جنس بانگ او اندر جہان — سبب یہ ہوتا ہے کہ دنیا مین اسکی آواز کی سی کوئی آواز

از کسے نشنیدہ باشد گوش جان — روح کے کانون نے اس سے پہلے نہین سنی تھی۔

تیسری چیز اتحاد جنسیت ہی، معجزات کا مقصد عموماً معارض کو لاجواب اور خاموش کرنا ہوتا ہے، لاجواب وخاموش کر کے تم خصم کو زیر کرسکتے ہو، مگر اس کے دل مین تشفی نہین پیدا کرسکتے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ جن لوگون کے دلون مین سچائی اور راستی کا عنصر ہے وہ خود اپنی ہمجنس شے کے طلبگار اور خریدار ہوتے ہین،

موجب ایمان نباشد معجزات — درحقیقت معجزات ایمان کا باعث نہین ہوتے،

بوے جنسیت کند جذب صفات — بلکہ اتحاد جنسیت کی بو اسکے صفات کو اپنی طرف کھینچتی ہی،

معجزات از بہرِ قہر دشمن است — معجزات تو مخالف کو دبانے کے لیے ہوتے ہین۔

بوے جنسیت سوئے دل بردن است — اور اتحاد جنسیت کی بو، دل کو متاثر کرنے کے لیے ہی

قہر گردد دشمن اما، دوست نے — دبا کر تم دشمن کو زیر کرسکتے ہو مگر دوست نہین بنا سکتے۔

دوست کے گرد دبربستہ گردنے — جسکو زبردستی گردن باندھکر زیر کردہ وہ دوست کیونکر ہو سکتا ہی

معجزات کا صدور اکثر اس طرح ہوتا ہے کہ معاندین یہ سمجھکر کہ پیغمبر کاذب ہے اُس سے کسی خرق عادت کا مطالبہ کرتے ہین اور یقین کرتے ہین کہ وہ اس کو پیش نہین کر سکتا اور اس طریقہ سے لوگون مین اسکی رسوائی ہوگی اور اس کے دعوی کی تکذیب ہوجائے گی، لیکن اللہ تعالی اس خرق عادت کو ظاہر کر دیتا ہے، اور اس سے پیغمبر کی رسوائی اور فضیحت کے بجاے اسکی صداقت اور راست بازی اور عالم آشکارا ہو جاتی ہے، اور اس بنا پر معجزہ اُس کے صدق پر ایک نشانی اور آیت بن جاتی ہے، فرعون نے جادوگرون کو جمع کر کے چاہا کہ حضرت موسیٰ کو رسوا کرے، مگر یہی واقعہ حضرت موسیٰ کی کامیابی اور فرعون کی ناکامی کا سبب بن گیا، اور سینکڑون جادوگرون نے حضرت موسیٰ کی دعوت پر صداے لبیک بلند کر دی، اس بنا پر معاندین کا وجود اعلان نبوت کی بلند آہنگی اور شہرت کے لیے ضروری ہے۔

منکران را قصد، اذلال ثقات — مخالفون کا یہ ارادہ کہ طلب معجزہ سے نیکو کارون کو

دل شدہ، عز و ظہور معجزات — لغزش دیدین اُنکی ذلت، اور معجزات کے غلبہ و عزت کا باعث ہوگیا،

قصد شان زان کار ذل این بدہ — اُن کا ارادہ اس طلب معجزہ سے پیغمبر کی ذلت تھی۔

عین ذل، عز رسولان آمدہ — لیکن یہی تذلیل کا ارادہ پیغمبرونکی عزت کا باعث ہوجاتا ہی

گر نہ انکار آمدے از ہر بدے — اگر کوئی بدکار پیغمبر کا انکار نہ کرتا

معجزہ برہان چرا نازل شدے — تو معجزہ برہان بنکر کیون نازل ہوتا۔

خصم منکر تا نشد، مصداق خواہ — جبتک فریق دوم دعوی سے منکر اور خواہان تصدیق نہ ہو

کے کند قاضی تقاضاے گواہ — قاضی گواہ و شاہد کب طلب کرتا ہے

معجزہ ہمچون گواہ آمد، زکے! — اسی طرح اے عقلمند! معجزہ بھی پیغمبر کا گواہ ہے

بہر صدق مدعی در پیشگی، — جو مدعی کی تصدیق کے لیے سامنے آیا ہے،

طعنہ چون می آمد از ہر ناشناخت	جب کوئی ناشناس طعنہ کرتا تھا۔
معجزہ میداد حق و بنواخت	تو خدا پیغمبر کو معجزہ دیکر، نوازش فرماتا تھا،
مکر آن فرعون سیصد تو شدہ	فرعون موسیٰ کے مقابلہ مین سیکڑون چالین چلا
جملہ ذلِّ او و قمع او شدہ	مگر ان مین سے ہر ایک خود اُسی کی ذلت اور بیخکنی کا باعث ہوا۔
ساحران آوردہ حاضر نیک و بد	اُسنے اچھے بُرے ہر قسم کے جادوگر جمع کئے،
تا کہ جرح معجزہ موسے کند	تا کہ موسےٰ کے معجزہ کو باطل کرے۔
تا عصا را باطل و رسوا کند	اور عصاے موسیٰ کی قوت کو باطل و رسوا کرے۔
اعتبار او ز دلہا بر کند	اور لوگون کے دلون سے اُس کے اعتبار کو کھوئے۔
عین آن مکر آیت موسے شدہ	لیکن عین یہی سازش، موسیٰ کی صداقت کی نشانی ہوگئی۔
اعتبار آن عصا بالا شدہ	اور اُس سے اُس عصا کی قدر و منزلت اور بڑھ گئی۔

معجزہ سے مقصود اگر معاندین کو خاموش اور رسوا کرنے کے علاوہ ان کے دلون کو متاثر کرنا ہوتا تو اس کے لیے اسکی ضرورت نہ تھی کہ عصا کو سانپ بنایا جائے، اور قمر کو دو ٹکڑے کردیا جائے، اور اس کے ذریعہ سے قلوب کو متاثر کیا جائے، اِن جمادات و نباتات پر تصرف کرکے قلوب مین تصرف کرنے سے زیادہ صاف اور سیدھا راستہ یہ تھا کہ براہ راست خود دلون مین تصرف کیا جائے کہ وہ صداے نبوت کے سننے کے ساتھ لبیک پکار اُٹھین، معاندین کا معجزہ طلب فرقہ جو انبیا سے جمادات و نباتات پر ان کے اثرات کا طالب ہوتا ہے، اور اس کے ذریعہ سے قبول ایمان پر آمادگی ظاہر کرتا ہے، خود ان کی یہ طلب، اُن کی ضمیر کی پستی اور قلب کی سیاہی کی دلیل ہے جنکے آئینۂ دل پاک و صاف ہوتے ہین، وہ بلا واسطۂ جمادات، و نباتات، پیمبر سے براہ راست خود اس اثر کو قبول کرتے ہین، اس کے علاوہ معجزہ سے ہر شخص کو ہدایت نہین ملتی، اس کے لیے بھی استعداد کی ضرورت ہے، دریا کی طراوت اور روح افزا ہونے مین شک نہین، لیکن اس مین خشکی کے پرند زندہ نہین رہ سکتے۔

معجزہ کان بر جمادات اثر　　　یا عصا یا بحر، یا شق القمر

معجزہ جو بیجان چیزون پر اثر و تصرف کرتا ہے۔ مثلاً عصا کا سانپ ہو جانا، سمندر کا پھٹ جانا، چاند کا دو ٹکڑے ہونا

گر اثر بر جان زند بے واسطہ　　　متصل گردد بہ پنہان رابطہ

اگر وہ معجزہ براہ راست روح کو متاثر کرے　　　تو اندر اندر روح سے اس کا رابطہ پیدا ہو

بر جمادات آن اثرہا عاریہ است　　　آن پئے روحِ خوش متواریہ است

لیکن غیر ذی روح چیزون پر اس کا اثر عاریتہً ہے۔ اور روح کے لیے وہ پوشیدہ ہے

تا ازان جامد اثرگیرد ضمیر　　　حبذا نان بے ہیولائے خمیر

مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس غیر ذی روح شے کی اثر پذیری کو دیکھکر روح انسانی اثر پذیر ہو۔

بر زند از جان کامل معجزات　　　بر ضمیر جان طالب چون حیات

لیکن معجزہ روح کامل کو خود بے واسطہ اور براہ راست متاثر کرتا ہے، اور طالب کے لیے زندگی ہوتا ہے

معجزہ بحر است و ناقص مرغ خاک　　　مرغ خاکی رفت در یم، شد ہلاک

معجزہ کی مثال دریا کی ہے، اور ناقص کی خشکی کے پرندہ کی خشکی کا پرندہ دریا مین جائیگا تو ڈوب جائے گا۔

مرغ آبی در وے ایمن از ہلاک　　　ماہیان را مرگ بے دریاست خاک

لیکن آبی پرندہ اس مین جائے تو موت سے بے پرواہ رہیگا۔ بلکہ مچھلیون کے لیے تو دریا کے بغیر خشکی موت ہے

الغرض ناقصین اور معاندین کے لیے جس طرح صدقِ نبوت کے دوسرے دلائل بیکار ہوتے ہین، معجزہ کی شہادت بھی بیکار ہوتی ہے، معجزہ طلب فرقہ، شاذ و نادر ہی دولت ایمان پاتا ہے، لیکن وہ ہستیان جو براہ راست پیغمبر کے وجود سے اثر پذیر ہوتی ہین، انکو قبول اثر کیلیے معجزہ کے واسطہ کی حاجت نہین، ابو جہل معجزۂ جمادات دیکھکر بھی کافر ہی رہا، اور ابو بکر معجزۂ دل سے صدیق اکبر ہوئے۔

از ستیزہ خواست بوجہلِ لعین　　　معجزات از مصطفٰے شاہ بہین،

ابوجہل نے عناد سے آنحضرت صلعم سے معجزہ طلب کیا،

معجزہ جست از نبی بوجہل سگ　　دید و نفزودش ازان الا کہ شک

لیکن یہ معجزہ دیکھکر بھی، شک کے سوا اوسکو یقین نہ پیدا ہوا

لیک آن صدیق حق، معجز نخواست　　گفت این رو خود نگوید غیر راست

لیکن ابوبکر صدیق نے معجزہ طلب نہ کیا۔ اُنھون نے کہا کہ یہ چہرۂ نبوی سچ کے سوا جھوٹ کہہ نہین سکتا۔

صحابہ کو کیونکر رسالت کا یقین آیا

اب یہان پہونچکر مفروضات اور نظریات کو جانے دو، واقعات کو لو، آنحضرت صلعم نے جب آوازۂ نبوت بلند کیا، تو اس آواز کی تائید کرنے والا کوئی دوسرا نہ تھا، عرب کا ذرّہ ذرّہ اس صدائے حق کا دشمن تھا آپ پشتہا پشت کے خوکردہ عادات کے ترک کی دعوت دیتے تھے، موروثی مذہب جو لوگون کی رگ و پے مین سرایت کیے ہوئے تھا، آپ اسکی مذمت کرتے تھے، جن بتون اور دیوتاؤن کے رعب و ہیبت سے وہ کانپتے تھے، آپ ان کو منہدم کرنے کا حکم دیتے تھے۔ سرقہ، ڈاکہ، لوٹ مار، قتل، خونریزی، کینہ، عداوت، سود، قمار، زنا، شراب، غرض وہ تمام افعال جو عرب کے خصائص بنگئے تھے، آپ اُن کا قلع و قمع کرنا چاہتے تھے، علاوہ برین آپ کے دست مبارک مین کوئی ظاہری مادی طاقت نہ تھی، دولت و خزانہ نہ تھا، اس دعوت کو قبول کرنیوالون کے لیے بجز مصائب اور بلایا کے آپ کے پاس کوئی ظاہری قابل معاوضہ چیز نہ تھی، ہر شخص کو معلوم تھا کہ اسلام کا نام لینے کے ساتھ، وہ اپنے گھر سے بیگانہ، اپنی جائداد سے محروم، اپنے خاندان سے ناآشنا، اپنے وطن سے مہجور، اور اکابر شہر اور روساء قریش مین رسوا و بدنام، اور ہر قسم کی مصیبتون کا ہدف اور نشانہ بن جائے گا، غریب مسلمانون کے ساتھ جو کچھ بے رحمیان اور سفاکیان کی جارہی تھین وہ سب کے سامنے تھین، باایںہمہ ایک خلقت تھی کہ آستانہ محمدی کی تلاش مین چلی آتی تھی، عرب کے دور دور قبائل سے لوگ چھپ چھپ کر پہونچتے تھے، اور بیعت کرکے واپس جاتے تھے، اور آخر وہ بھی جو سالہا سال تک آنحضرت صلعم کے سخت دشمن تھے، اسلام کے شدید مخالف، اور بدر، و اُحد، اور احزاب و خندق کے بانی تھے، وہ بھی ایک روز سر اطاعت جھکانے پر مجبور ہوئے۔

آخر اس کے کیا اسباب تھے؟ اور کیونکر انکو محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت اور صداقت کا یقین آیا، عیسائیون کی طرح یہ کہنا آسان ہی کہ محمدؐ نے لڑکر لوگون کو مطیع بنالیا، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ ہزارون جان نثار لڑنے والے کہان سے اور کیون کر پیدا ہوئے، اُنکو کس نے لڑکر مطیع بنایا، اب اگر اسلام لانے والون کے اسلام کے اسباب پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ سب کے اسلام لانے کا ایک ہی سبب نہ تھا، سینکڑون ہزارون آدمی ایک متحد نتیجہ کا یقین رکھتے ہین، لیکن ان کے یقین کے اسباب و علل کی تلاش کرو تو معلوم ہوگا کہ ان مین سے ہر ایک کے یقین کے اسباب و علل اور اذعان کے طرق اور ذریعے مختلف ہین، ہزارون صحابہ نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی، آپ کی رسالت پر ایمان لائے، آپ کی صداقت پر یقین کیا، مگر یہ تصدیق، یہ ایمان اور یہ یقین کسی ایک سبب کا نتیجہ نہ تھا، اس سے معلوم ہوا کہ صرف معجزہ ہی نبوت کی دلیل نہین ہے، بلکہ ہر طبیعت صالحہ اور قلب سلیم کے لیے پیغمبر کی صداقت کی مختلف دلیلین موثر اور کارگر ہوئی ہین۔

حضرت ابوبکرؓ صرف دعواے نبوت کو سنکر ایمان لے آئے، محض دعوی کی صداقت نے اُن کو ہر دلیل و برہان سے بے نیاز کردیا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت عثمان، حضرت عبیدہ بن جراح، یہ دیکھکر اسلام لے آئے کہ ابوبکر سا دانشمند اس صداقت سے متاثر ہے، حضرت خدیجہ ایمان لائین مگر یہ کہکر کہ آپ جیسے اخلاقِ گرانمایہ کا انسان جو غریبون کا مولیٰ، مقروضون کا ماویٰ، اور مسافرون کا ملجا ہے کبھی شیطان کے پنجہ مین نہین گرفتار ہو سکتا، حضرت انیس غفاری اور حضرت عمرو عنبسہ سلمی یہ دیکھکر اسلام لاے کہ آپ مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہین، حضرت عمر طفیل بن عمرو دوسی، حضرت جبیر بن مطعم، نجاشی شاہ حبش وغیرہ سینکڑون اشخاص کلام ربانی سنکر حلقہ بگوش ہو گئے، ضماد بن ثعلبہ ازدی نے نفس کلمۂ طیبہ سننے کے ساتھ نعرۂ حق بلند کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام چہرۂ انور کو دیکھتے ہی پکار اُٹھے کہ "یہ جھوٹے کا چہرہ نہین"، ضمام بن ثعلبہ رئیس بنی سعد اس طرح اسلام لائے کہ انھون نے بے تکلفی کے ساتھ دربار نبوی مین آکر آنحضرت صلعم کو قسم دلائی کہ تمکو سچ سچ خدا نے بھیجا ہے، اور جب آپ نے قسم کھائی تو وہ مسلمان ہو گئے۔

اوس وخزرج کے بہت سے لوگ اپنے یہودی ہمسایون سے سنا کرتے تھے کہ ایک نبی آخرالزمان کا ظہور ہونیوالا ہے، جب اُنھون نے آپ کی تقریر سنی تو پہچان لیا کہ یہ وہی پیغمبر ہین، فتح مکہ کے بعد سینکڑون قبائل اسلام لانے پر اس لیے مجبور ہوئے کہ خانۂ خلیل ایک جھوٹے پیغمبر کے قبضہ مین نہین جاسکتا، ایک پورا قبیلہ صرف آپکی فیاضی سے متاثر ہوکر کلمۂ لا الہ الا اللہ پکار اُٹھا، متعدد شعرائے عرب اور اصحاب علم صرف قرآن مجید کے اثر کو دیکھکر دل کو قابو مین نہ رکھ سکے، متعدد قریشی جانباز جو معرکۂ بدر سے مرعوب نہین ہوتے تھے مسلمانون کے آداب و اخلاق کو دیکھکر اسلام لے آئے، صلح حدیبیہ کے بعد مکہ کے ہزارون آدمیون کو جب مسلمانون سے بے تکلف میل جول کا موقع ملا تو وہ اسلام کی صداقت کے اعتراف پر مجبور ہوگئے، ابوسفیان جس کو نہ تو معجزات اور خوارق عادات متاثر کرسکے اور نہ بدر وخندق کی تلوارین اس کو مرعوب کرسکین، نہ آنحضرت صلعم کا رشتۂ دامادی اُس کے سخت دل کو نرم کرسکا، وہ اس نظّارہ کو دیکھکر اپنے ضمیر کے اعتراف کو نہ روک سکا کہ قیصر روم، اپنے تخت جلال پر بیٹھکر مکہ کے بوریانشین پیغمبر کے پانون دھونے کی آرزو رکھتا ہے، ثمامہ بن آثال، ہندہ، زوجۂ ابوسفیان، ہبار بن الاسود، وحشی قاتل حمزہ یہ دیکھکر مسلمان ہوگئے کہ آپ دشمنون کے ساتھ بھی کس محبت سے پیش آئے، قیصر روم صرف آپکے چند اوصاف اور اسلام کے چند مناقب سنکر اظہار حق پر مائل ہوگیا، حضرت عدی بن حاتم قبیلۂ طے کے عیسائی رئیس تھے، وہ آپ کو بادشاہ سمجھکر مدینہ آئے، مگر یہان اُنھون نے دیکھا کہ مکہ کی ایک لونڈی آتی ہے، اور آپ اُسکی حاجت روائی کو کھڑے ہوجاتے ہین، یہ دیکھکر ان کا دل اندر سے پکار اُٹھا کہ آپ بادشاہ نہین پیغمبر ہین۔

ایسے لوگ بھی تھے، جو ان روحانی و اخلاقی معجزات کے مقابلے مین مادّی معجزات سے متاثر ہونے کی زیادہ قابلیت رکھتے تھے، قریش کے بہت سے لوگ فتح روم کی پیشینگوئی کو پوری ہوتے دیکھکر اسلام لے آئے، ایک سفر مین ایک قبیلہ کی عورت آپ کی انگلیون سے پانی کا چشمہ بہتے دیکھکر اپنے قبیلہ مین جاکر کہتی ہے کہ آج مین نے عرب کے سب سے بڑے جادوگر کو دیکھا، اور اُسی استعجاب نے پورے قبیلہ کو مسلمان کردیا، متعدد یہودی اس لیے مسلمان ہوگئے کہ گذشتہ انبیا کی کتابون مین آنے والے پیغمبر کی جو نشانیان بتائی گئی تہین وہ حرف حرف آپ مین صحیح

نظر آتی تھین، متعدد یہودی علما نے آکر آپکا امتحان لیا، اور جب آپ نے از روے وحی اُنکے جوابات صحیح دیے، تو وہ آپ کی نبوّت پر ایمان لائے۔ ایک شخص نے کہا مین اسوقت آپ کو سچّا رسول تسلیم کرون گا، جب یہ خرمے کا خوشہ آپ کے پاس آکر آپ کی رسالت کی شہادت دے، اور جب یہ تماشا اُسنے اپنی آنکھون سے دیکھ لیا تو مسلمان ہوگیا[1]، ایک سفر مین ایک اعرابی نظر آیا، آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی، اُسنے کہا "آپ کی صداقت کی شہادت کون دیتا ہی" آپ نے "فرمایا سامنے کا یہ درخت!" اور یہ کہکر آپ نے اس درخت کو بُلایا، وہ اپنی جگہ سے اُکھڑ کر آپکے پاس آکر کھڑا ہوگیا، اور تین بار اُس کے اندر سے کلمۂ توحید کی آواز آئی، یہ دیکھکر وہ مسلمان ہوگیا[2]

سراقہ بن مالک جو ہجرت کے وقت آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر صدیق کے تعاقب مین گھوڑا دوڑاتا ہوا آرہا تھا، جب اُس نے دیکھا کہ آپ کی دعا سے تین دفعہ اُس کے گھوڑے کے پانون زمین مین دھنس گئے تو اُس کو یقین ہوگیا کہ اسلام کا ستارۂ اقبال نقطۂ اوج پر پہنچ کر رہیگا[3]، چنانچہ خطِ امان حاصل کیا، اور بعد کو مسلمان ہوگیا۔

چون پیمبر از برون بانگے زند ‌ ‌ ‌ ‌ جان امت در درون سجدہ کند

بر زند از جانِ کامل معجزات ‌ ‌ ‌ ‌ بر ضمیرِ جانِ طالب چون حیات

[1] جامع ترمذی ابواب المعجزات، [2] مسند دارمی، باب ما اکرم الیہ نبیہ من ایمان الشجر [3] صحیح بخاری جلد اوّل ہجرت،

دلائل و معجزات

اور

فلسفہ جدیدہ

وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ،

"جو لوگ ایمان نہیں رکھتے اُن کے لیے آیات و نذر بیکار ہیں"

لیکن

در دلِ ہر کس کہ دانش را مزہ است　　روئے و آوازِ پیمبر معجزہ است،

"عارفِ روم"

متکلمین و حکمائے اسلام نے عقلی حیثیت سے معجزہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ گذشتہ مباحث میں تمھاری نظر سے گذر چکا ہے، "سیرت" کے اِس حصہ کو اصلاً معجزات نبوی کی نقلی اور روایاتی تحقیق سے تعلق ہے، تاہم ضمناً قدیم کلامی مباحث بھی ایک حد تک آگئے ہیں، ذیل میں اس موضوع پر صرف عقلائے مغرب کی ترجمانی کرنی ہے، اور جدید تحقیقات، و خیالات کی روشنی میں جو نتائج نکلتے ہیں اُن کو پیش کرنا ہے،

آغازِ کتاب میں نبوت اور معجزہ کے مفہوم کی نسبت جو کچھ لکھا گیا ہے، سب سے پہلے اُس پر ایک نظر ڈال لو،

مفہوم نبوت

جس طرح رات کی تاریکی کے بعد دن کی روشنی کا آنا قانون قدرت ہے اسی طرح یہ بھی ایک سنۃ الٰہی ہے کہ جب عالم انسانیت پر ضلالت و گمراہی کی تاریکی چھا جاتی ہے تو اس کے مطلع سے ہدایت و رہنمائی کا نور طلوع کرتا ہے، اور اگرچہ جس طرح ظلمت شب میں چھوٹے بڑے ستارے اپنی جھلملاہٹ سے کچھ نہ کچھ روشنی پیدا کرتے رہتے ہیں، اسی طرح عام مصلحین و مجددین کا سلسلہ بھی کسی نہ کسی حد تک ضلالت انسانی کی سیاہی کو کم کرتا رہتا ہے، تاہم آفتاب کی ضیا پاشی کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے، اس کے سامنے تاروں کی جھلملاہٹ بالکل ماند پڑ جاتی ہے اور کرۂ ارض دفعۃً بقعۂ نور بنجاتا ہے سلسلۂ مصلحین کے اِسی آفتاب ہدایت کا نام ادیان و شرائع کی اصطلاح میں نبی، پیغمبر، یا رسول ہے، عام مصلحین کے ہاتھ میں صرف انسانی عقل و بصیرت کی مشعل ہوتی ہے لیکن مشکوٰۃ نبوت سے جو نور ہدایت اُبلتا ہے اُس کا سرچشمہ

وہ "نور السموات والارض" ہوتا ہے جس سے عالم مادی آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں پیغمبر کچھ دیکھتا ہے، جو ہم نہیں دیکھتے وہ کچھ سنتا ہے، جو ہم نہیں سنتے، اس کے احوال وکوائف سے ہم نا آشنا، اور اس کے عقل وحواس سے بیگانہ ہوتے ہیں۔ مختصراً یوں سمجھو کہ پیغمبرانہ خصائص کی اصلی روح عالم انسانیت سے ماورا کسی عالم غیب کے ساتھ تعلق و ربط ہے۔ انسان اسی عالم اسرار وغیوب کو اپنی محدود تعبیر میں "عالم قدس، عالم روح، عالم مثال" وغیرہ سے موسوم کرتا ہے۔

مفہوم معجزہ حامل رسالت اپنے ابنائے جنس کو جو دعوت دیتا ہے اور دنیا کو جو پیام پہنچاتا ہے اسکی سچائی کی واضح ترین دلیل یا آیت، اگرچہ خود یہ پیام اور اس کے حامل کا مجسم وجود ہوتا ہے تاہم باقتضائے لیطمئن قلبی یا بلحاظ اتمام حجت اس داعی حق کے تعلق سے کچھ ایسے واقعات ظاہر ہوتے ہیں جو عام حالات میں انسانی دسترس سے باہر نظر آتے ہیں اور انکی توجیہ وتعلیل سے انسانی عقل اپنے کو واماندہ پاتی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ پر آگ سرد ہوگئی، حضرت موسیٰؑ کا عصا اژدہا بن گیا، حضرت عیسیٰؑ بے باپ کے پیدا ہوئے، آنحضرت صلعم نے چشم زدن میں "مسجد حرام" سے لیکر "مسجد اقصیٰ وسدرۃ المنتہیٰ" تک کی سیر کرلی۔ ان واقعات کی توجیہ سے چونکہ عقل انسانی عاجز ہے اس لیے ان میں ایک طرح کا غیب نظر آتا ہے، اور جس شخص کے تعلق سے ان کا ظہور ہوتا ہے، عالم غیب کے ساتھ اس کے روابط کی نشانی و آیت یا تائید غیبی کا کام دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی زبان میں اس قسم کے واقعات کا نام بینات، براہین یا زیادہ تر آیات (یا آیات بینات) ہے، محدثین انکو "دلائل نبوت" سے تعبیر کرتے ہیں اور حکما ومتکلمین کی اصطلاح میں انہی کو معجزات کہا جاتا ہے۔

ترتیب مباحث معجزات کی جو نوعیت ہے اس کے لحاظ سے سب سے پہلی بحث یہ پیدا ہوتی ہے کہ آیا انکا وقوع ممکن بھی ہے یا نہیں؟ قدما نے علل مخفیہ وغیرہ سے توجیہ معجزات کی جو کوششیں کی ہیں انکا مدعا حقیقۃً امکان ہی کو ثابت کرنا ہے لیکن حکمت وفلسفہ کے دور جدید میں امکان کے ساتھ ایک دوسری زیادہ اہم بحث شہادت کی پیدا ہوگئی ہے، نفس امکان سے تو اب شاید ہی کسی حکیم یا فلسفی کو انکار ہو، البتہ یہ امکان اس قدر بعید الوقوع معلوم ہوتا ہے کہ یقین وقوع کے لیے عام واقعات تاریخی کے درجہ کی شہادت کافی نہیں خیال کی جاتی۔

لیکن چونکہ امکان اور شہادت دونون کی بحث کا اصلی مرجع معجزانہ واقعات کا قابل یقین واذعان ہونا یا نہ ہونا ہی اس لیے امکان وشہادت دونون سے زیادہ اہم سوال خود یقین کی ماہیت واسباب کا ہی، تعجب ہوتا ہی کہ اس طرف بحث معجزات کے ضمن مین متقدمین ومتاخرین مین سے جہان تک مجکو علم ہے کسی کا بھی ذہن نہین گیا، صفحات ذیل مین نہ صرف اس اہم سوال کا مستقلاً جواب دیا گیا ہے، بلکہ دراصل یہی جواب معجزہ کے متعلق تمام مباحث کا مقطع اور خاتمۂ سخن ہے،

بہرکیف اس خاکہ کی بنا پر ترتیب مباحث یہ ہوگی:-

۱- امکان معجزات،

۲- شہادت معجزات،

۳- استبعاد معجزات،

۴- یقین معجزات،

۵- غایت معجزات،

امکان معجزات

یون تو یورپ مین معجزات پر بیسیون مستقل کتابین تصنیف ہو چکی ہین لیکن سچ یہ ہی کہ اس بحث پر ہیوم[1] نے جو چند اوراق لکھے تھے، وہ سارے طومار پر بھاری ہین، اور گو فلسفیانہ نقطہ سے اس موضوع پر یہ سب سے پہلی تحریر تھی تاہم وقوع معجزات کے خلاف جو آخری حربہ استعمال کیا جا سکتا ہے، وہ بھی یہی ہی، یہی وجہ ہے کہ ان اوراق پر اگرچہ کچھ کم دو صدیان گذر چکی ہین، مگر آج بھی موافق ومخالف دونون کے قلم کی روشنائی انہی نقوش کے مٹانے یا اُجاگر کرنے مین صرف ہوتی ہے۔

ہیوم کا استدلال | ہیوم کے استدلال کا حاصل یہ ہی کہ

---

[1] Human understanding، "فہم انسانی" (باب بحث معجزات)

(۱) انسان کے علم ویقین کا مدار تمامتر تجربہ پر ہے، جسطرح آدمی تجربہ سے یہ جانتا ہے کہ "آگ لکڑی کو جلاتی اور پانی سے بجھ جاتی ہے" اُسی طرح تجربہ ہی کی بنا پر وہ اس کا بھی یقین رکھتا ہو کہ جب تک دروغ بیانی کا کوئی خاص محرک نہ ہو لوگ علی العموم سچ بولتے ہین، یعنی جس چیز کی وہ روایت یا تصدیق کرتے ہین، وہ عام طور پر تحقیق کے بعد صحیح ثابت ہوتی ہے،

(۲) جس نسبت سے کسی امر کے متعلق گذشتہ تجربات کی شہادت قوی یا ضعیف ہوتی ہے اسی نسبت سے ہمارے دل مین اذعان، شک یا انکار کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور ہونی چاہیے۔

فرض کرو کہ تمہارے محلہ مین ساٹھ ستر برس کی عمر کا ایک بوڑھا فقیر رہتا ہو جسکو تم بچپن سے دیکھتے ہو کہ چھیتڑے لپیٹے ہوئے بھیک مانگ کر زندگی بسر کرتا ہے، پیری و فاقہ کشی سے ہڈیون کا صرف ڈھانچ رہگیا ہے، کل تک تمنے اُس کو اسی حال مین دیکھا تھا، آج تمہارا ایک پڑوسی آکر کہتا ہے کہ "وہ بیچارہ بڈھا فقیر رات کو مر گیا"، تمکو اس بیان کے باور کرنے مین کوئی تامل نہین ہوتا، لیکن یہی پڑوسی اگر یہ بیان کرے کہ "مین نے اس فقیر کو نہایت قیمتی لباس مین اعلیٰ درجہ کی موٹر پر سوار واہٹ لاوے کی دوکان پر کچھ چیزین خریدتے دیکھا"، تو تمکو سخت اچنبھا ہوگا، اور اگر اس پڑوسی کی صداقت کا غیر معمولی طور پر تمکو اعتبار نہین ہے، یا اور بہت سے معتبر لوگ اسکی تصدیق نہین کرتے تو اس بیان کے قبول کرنے مین تم بہت زیادہ پس و پیش کروگے، تیسری صورت یہ فرض کرو کہ اس پڑوسی نے یہ بیان کیا کہ "مین نے اس پیر فرتوت، پوست و استخوان فقیر کو آج دیکھا کہ بیس پچیس برس کا جوان رعنا ہے"، اب تم اپنے پڑوسی کو یا تو محض لاغی سمجھوگے، یا یہ خیال کروگے کہ اس کو کچھ نہ کچھ دھوکا ہوا ہے لیکن اس بیان کی واقعیت کا اذعان ہرگز تمہارے دل مین نہ پیدا ہوا ہوگا۔ کیون؟

صرف اس لیے کہ اس قسم کی مثال انسان کے گذشتہ تجربات مین ایک بھی نہین ملتی، اسی بنا پر اس کو خلاف فطرت یا خارق عادت قرار دیا جاتا ہے جس کو تسلیم کرنے کے بجائے یہ سمجھ لینا کہین زیادہ قرین قیاس ہے کہ راوی کو کوئی دھوکا ہوا یا وہ دانستہ جھوٹ بول رہا ہی کیونکہ سچے سے سچے آدمی کا جھوٹ بول دینا یا عاقل سے عاقل انسان

کا دھوکا کھا جاتا تو بجائے خود ایک نادر الوقوع شے سہی تاہم عدیم الوقوع نہیں ہے، اور خرق عادت کے مقابل میں اس کا وقوع بہت زیادہ ممکن و قابل قبول ہے۔

(۳) معجزہ اسی صنف کے عدیم الوقوع یا قانون فطرت کے خارق واقعہ سے عبارت ہوتا ہی، ورنہ پھر وہ معجزہ نہیں رہتا اس لیے کہ اگر یہ محض نادر الوقوع شے کا نام ہو جس طرح کہ کسی آخری درجہ کے مدقوق کا صحت یاب ہو جانا، یا ایک مفلس کا رات بھر مین دولتمند ہو جانا، تو یہ ایسے واقعات ہین جنکی توجیہ کے لیے عام انسانی زندگی ہی مین کچھ نہ کچھ تجربات ملتے ہین مثلاً مفلس کے گھر مین کوئی دفینہ نکل آسکتا ہے، بخلاف اس کے معجزہ کی حقیقت ہی یہ ہو کہ اسکی تعلیل و توجیہ عام تجربات کی دسترس سے باہر ہو۔

اس لیے معجزہ گویا بذات خود آپ اپنی تردید ہے۔

اس استدلال کو خود ہیوم کے الفاظ مین بھی سُن لینا چاہیے:-

"معجزہ نام ہے قوانین فطرت کے خرق کا اور چونکہ یہ قوانین مستحکم اور اٹل تجربہ پر مبنی ہوتے ہین اس لیے معجزہ خود اپنے خلاف اتنا زبردست ثبوت ہو کہ اس سے بڑھکر کسی تجربی ثبوت کا تصور ہی نہین ہو سکتا کیا وجہ ہو کہ ہم ان باتون پر قطعی یقین رکھتے ہین کہ تمام انسان فانی ہین، سیسہ آپ ہی آپ ہوا مین مُعلّق نہین رہ سکتا، آگ لکڑی کو جلاتی اور پانی سے بجھ جاتی ہے، صرف یہی کہ یہ امور قوانین فطرت کے مطابق ثابت ہو چکے ہین اور اب ان کا توڑنا بغیر قوانین فطرت کے توڑے، یا بالفاظ دیگر یون کہو کہ بلا معجزہ کے ناممکن ہے، جو چیز عام قانون فطرت کے اندر واقع ہوتی ہی وہ کبھی معجزہ نہین خیال کیجاتی مثلاً یہ کوئی معجزہ نہ ہوگا کہ ایک آدمی جو دیکھنے مین تندرست و توانا ہے، اچانک مرجائے، کیونکہ اس قسم کی موت گو نسبتہً قلیل الوقوع سہی لیکن پھر بھی بارہا مشاہدہ مین آچکی ہے۔ البتہ یہ معجزہ ہوگا کہ کوئی مردہ زندہ ہو جائے، کیونکہ ایسا کبھی کسی ملک مین نہین دیکھا گیا ہے۔ لہذا جس واقعہ کو معجزہ کہا جاتا ہے اس کے خلاف تجربہ کا مستمر و متواتر ہونا ضروری ہے، ورنہ پھر یہ معجزہ کے نام سے نہ موسوم

ہوگا۔ اور چونکہ کسی شئے کا متواتر تجربہ خود ایک قطعی ثبوت ہے، تو گویا معجزہ کی نفس حقیقت و ماہیت ہی
مین اس کے وجود کے خلاف ایک قطعی و براہ راست ثبوت موجود ہے، اور ایسا ثبوت جو نہ اسوقت
تک معجزہ کو ثابت ہونے دے سکتا ہے اور نہ خود باطل کیا جاسکتا ہے جب تک اس کے خلاف
اس سے بڑھکر ثبوت نہ پیدا کیا جائے۔"

"لہذا صریح نتیجہ یہ نکلتا ہے (جو ایک کلی اصول کی حیثیت رکھتا ہے) کہ کوئی تصدیق و شہادت معجزہ
کے اثبات کے لیے کافی نہین ہوسکتی تا وقتیکہ یہ ایسی نہو جسکی تکذیب خود اُس معجزہ سے بڑھکر معجزہ ہو،
جو واقعہ کا کرنا چاہتی ہے اور اس صورت مین بھی دلائل مین باہم تصادم ہوگا، جو دلیل جتنی زیادہ
قوی ہوگی اپنی زائد قوت کے مناسب یقین پیدا کرے گی۔ فرض کرو کہ ایک شخص آکر مجھسے کہتا ہے کہ
اس نے ایک مردہ کو دیکھا کہ زندہ ہوگیا، تو مین ذرا سوچنے لگتا ہون کہ آیا یہ زیادہ ممکن ہے کہ یہ شخص
دھوکا دینا چاہتا ہو۔ یا خود دھوکا کھاگیا ہو۔ یا یہ اغلب ہے کہ جو کچھ وہ بیان کر رہا ہے صحیح ہو۔ مین ان دونون
معجزون مین موازنہ کرتا ہون، اور جدھر کا پلہ زیادہ جھکتا معلوم ہوتا ہے اسی کے حق مین فیصلہ کردیتا ہون
اور ہمیشہ اُسی احتمال کو رد کرنا پڑتا ہے جس مین معجزہ پن زیادہ نظر آتا ہے۔ البتہ اگر روایت کی تکذیب
واقعۂ روایت سے بڑھکر معجزہ ہو تو اس صورت مین بیشک مجکو روایت کے یقین پر مجبور ہوجانا پڑے گا۔
لیکن اس کے بغیر قطعاً ناممکن ہے۔" (فہم انسانی، باب معجزات)

غرض ہیوم کے استدلال اور اس کی تعریف معجزہ کی رو سے اگر ایک طرف ہم اپنی میزان عقل مین کسی خارق عادت
واقعہ کی شہادت و روایت کو رکھین اور دوسری طرف اس کے خلاف دنیا کے ہزارہا سال کے مستمر و متواتر تجربہ کو
تو ظاہر ہے کہ یہ شہادت چاہے کتنی ہی معتبر و صحیح کیون نہ ہو تاہم اس متواتر تجربہ کے ہم وزن کسی حال مین نہین ٹھہرسکتی۔
لہذا انسانی شہادت کی کوئی کمیت و کیفیت بھی معجزہ کے یقین و اثبات کے لیے کافی نہین ہوسکتی۔

حضرت موسیٰ کا ایک معجزہ یہ تھا کہ انھون نے اپنی جان کے دشمن اور اپنے سب سے بڑے فرعون کے گھر مین پرورش

پائی ہیوم سے بڑھ کر معجزہ کا کون دشمن و منکر ہوگا! لیکن اس انکار کو جب اُس کے یورپ کے فلسفہ کی روشنی میں دیکھو تو نظر آتا ہے کہ قبول معجزات کی راہ میں عقل کو خود فریبی کا جو سب سے زبردست طلسم حائل تھا اُسکو ہیوم ہی نے توڑا اور ہمیشہ کے لیے برباد کر دیا ہے، جسکے بعد راستہ کے صرف چند کانٹون کا ہٹانا باقی رہ جاتا ہے، چراغ کے تلے اندھیرا، آدمی بار ہا اپنے ہاتھ کی مشعل سے دوسرون کو راستہ دکھلاتا ہے اور خود نہیں دیکھ سکتا۔

انسان کے ذہن میں جس قدر یہ اعتقاد راسخ ہے شاید ہی کوئی اور ہو کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ مادی علل و اسباب اور قویٰ و خواص کی زنجیرون سے جکڑا ہوا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی اپنے ظہور کے لیے ایک اٹل اور غیر متغیر علت رکھتا ہے ہر شے اپنے اندر کوئی نہ کوئی ایسی قوت یا خاصہ رکھتی ہے جس سے اس وقت تک اس کا ناممکن ہے جبتک یہ خود اپنی ذات و حقیقت سے منفک نہ ہوجائے، یہ ناممکن ہے کہ میرا قلم میز کی ایک جانب سے دوسرے جانب کو چلا گیا ہو، بے اس کے کہ کسی ہاتھ یا کسی اور مادی شے نے اُس کو حرکت دی ہو۔ اِس کاغذ پر جو نقوش تم کو نظر آرہے ہین ضرور ہے کہ انکو کسی نہ کسی قلم نے کھینچا ہو، اِسی طرح یہ نہین ہوسکتا کہ انار کے درخت سے آم کا پھل یا آم کے درخت سے انار کا پھل پیدا ہو، آم کے درخت سے ہمیشہ آم اور انار کے درخت سے ہمیشہ انار ہی پیدا ہوگا۔

غور کرو جب تم سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم کو آگ نہ جلا سکی تو تمکو اس کے باور کرنے مین کیون پس و پیش ہوتا ہے اِسی لیے کہ آگ جب تک آگ ہے جلانے کا خاصہ اُس سے منفک نہین ہوسکتا۔ اس کو ابراہیم و نمرود کی تمیز نہین، اژدہا ایک جاندار مخلوق ہے جو تولید مثل کے قاعدہ سے اپنی ہی جیسی جاندار مخلوق سے وجود مین آتا ہے اس لیے یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ حضرت موسیٰ کا عصا کیونکر اژدہا بنگیا، انسان کا بچہ اپنے والدین کے بندھے ہوئے اور مشترک عمل توالد و تناسل کا نتیجہ ہوتا ہے، پھر یہ کیونکر مان لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ بے باپ کے پیدا ہوئے۔ دس قدم کی مسافت طے کرنے کے لیے بھی آدمی کو اپنے پاؤن یا کسی اور مادی وسیلہ کی احتیاج ہوتی ہے اور جس قدر مسافت زیادہ ہوتی ہے اُسیقدر اس کے قطع کرنے مین زیادہ وقت لگتا ہے لہذا یہ کیونکر یقین کیا جائے کہ پیغمبر اسلام نے بلا معمولی وسائل مادی کے استعمال کے طرفۃ العین مین "مسجد حرام" سے "مسجد اقصیٰ" اور "سدرۃ المنتہیٰ" تک کی سیر کرلی۔ زمین و آسمان کی آیات کا مشاہدہ کیا اور

تمام انبیائے سابقین سے گفتگو فرمائی، پھر یہ تمام مراحل اتنے وقفہ مین کیونکر طے ہوسکتے ہین کہ واپسی پر کواڑ کی زنجیر ہل رہی ہو اور بستر کی گرمی ہنوز قائم ہو۔

سلسلۂ علل و اسباب اور اشیا کے افعال و خواص ہی کے اصول و قوانین کا نام حکما و فلاسفہ کی اصطلاح مین قوانینِ فطرت ہی، جنکا خرق محال خیال کیا جاتا ہے، مثلاً کشش ثقل ایک قانونِ فطرت ہے جسکا یہ اقتضا ہی کہ جب تم ڈھیلے کو اوپر پھینکو گے تو وہ لوٹ کر ہمیشہ نیچے آجائے گا۔ فضا مین اس کا معلق رہنا ناممکن ہے۔ ہائڈروجن اور آکسیجن دو عناصر کے ایک خاص مقدار مین ملنے کا خاصہ یہ ہے کہ پانی نبجاتا ہے جس کے خلاف کبھی نہین ہوسکتا۔

قوانین فطرت کی حقیقت | اب دیکھو کہ جن چیزون کو تم قوانین فطرت کا لقب دیتے ہو اور جو بظاہر اس قدر قطعی اور اٹل نظر آتے ہین، واقعات کی کسوٹی پر ان کی کیا بساط ٹھہرتی ہے۔

اگر کوئی شخص یہ پوچھے کہ نمک نمکین اور شکر میٹھی کیون ہوتی ہے؟ تو یہ سوال تمکو ویسا ہی مہمل و مضحک معلوم ہوگا جیسے کوئی یہ سوال کرے کہ جز کل سے چھوٹا کیون ہوتا ہی؟ جز کی حقیقت ہی یہ ہو کہ کل سے چھوٹا ہو۔ اسی طرح لوگ سمجھتے ہین کہ نمکینی اور مٹھاس نمک اور شکر کی حقیقت مین داخل ہین لیکن سوچو کہ کیا نمک کی نفس ذات مین تمکو کوئی ایسی شے نظر آتی ہو جسکی بنا پر بلا اس کو چکھے ہوئے تم یہ حکم لگا سکو کہ اس کا مزہ بالضرورت شکر کے مزہ سے مختلف ہونا چاہیے۔ صرف دونون کے چکھنے اور تجربہ کی بنا پر نمک کو نمکین اور شکر کو شیرین یقین کیا جاتا ہے، سنکھیا زہر ہے جس کے کھانے سے آدمی مرجاتا ہے سنکھیا کا ایک ٹکڑا لیکر اسکو خوب الٹ پلٹ کر دیکھو، اس کی ذات یا حقیقت مین کہین کوئی ایسی شے محسوس ہوتی ہے جسکی وجہ سے تم بلا تجربہ اس کو موت کی علت قرار دے سکو، جس شخص نے سنکھیا کبھی نہین دیکھی یا اس کے اثر سے ناواقف ہی اس کو تم بآسانی کھلا سکتے ہو، کیون؟ صرف اس لیے کہ اُس کو خود سنکھیا کے اندر کوئی ایسی شے نہین نظر آتی جس سے بلا سابق تجربہ کے وہ اس کے زہر قاتل یا علت موت ہونے کا علم و یقین حاصل کرسکے۔ بیسوین صدی کے سائنس دان کے لیے یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ پانی دو مختلف اجزا یا عناصر سے مرکب ہی لیکن جب تک اس حقیقت کا تجربہ نہین ہوا تھا ڈھائی ہزار سال تک حکما اور عقلا سے عالم پانی کو ایک مفرد و بسیط عنصر یقین کرتے رہے، حالانکہ پانی کی جو صورت

وشکل کا ذنڈس[1] کے سامنے تھی، وہی طالیس ملطی[2] کے سامنے بھی تھی۔ سنکھیا، اور شکر کے بجائے اگر ہمکو سمیّت اور شیرینی کا تجربہ تھر کی کنکڑیون مین ہوتا تو ہم اُن کو اُسی طرح مہلک (ہلاکت کی علّت) و شیرین یقین کرتے جس طرح آج سنکھیا اور شکر کو کرتے ہین۔

جان اسٹورٹ مِل نے اپنی مشہور کتاب "نظامِ منطق"[3] مین اسکی نہایت عمدہ مثال دی ہے کہ

"آج سے پچاس سال پہلے وسطِ افریقہ کے باشندون کے نزدیک غالباً کوئی واقعہ اس سے زیادہ تجربہ کی قطعیت و یکسانی پر مبنی نہ تھا جتنا یہ کہ تمام انسان کالے ہوتے ہین، اسی طرح کچھ زیادہ دن نہین ہوئے کہ اہلِ یورپ اس کو فطرت کی یکسانی کی ایک بالکل قطعی و غیر مشتبہ مثال سمجھتے تھے کہ تمام ہنس سفید ہوتے ہین[4] مزید تجربہ کے بعد افریقہ و یورپ والون دونون کو معلوم ہوا کہ یہ خیالات غلط تھے لیکن اس تجربہ کے لیے ان کو پانچ ہزار برس انتظار کرنا پڑا، اور اِس طویل مدت مین انسانی آبادی (کے دو بڑے اعظم) فطرت کی ایک ایسی یکسانی پر یقین کرتے رہے جس کا حقیقةً کوئی وجود نہ تھا۔"

کائناتِ فطرت کی وسعتِ بیکران کو دیکھتے ہوئے آج بھی نوعِ انسان کے تجربہ پر مبنی قوانینِ فطرت کی بساط اس سے زیادہ نہین ہے جتنی کہ اس تجربہ کی تھی کہ "تمام انسان کالے ہوتے ہین" اور "تمام ہنس سفید" انیسوین صدی کے ایک مشہور فلسفی ڈاکٹر وارڈ نے اسی حقیقت کو ایک مفروض مثال کے پیرایہ مین اس طرح بیان کیا ہے، کہ فرض کرو کہ

"افریقہ کے کسی صحرا مین ایک نہایت عظیم الشان سلسلۂ عمارت ہے جو چارون طرف ایک چار دیواری سے گھرا ہوا ہے اس کے اندر ایک خاص ذی عقل مخلوق آباد ہے جو اس احاطہ سے باہر نہین جا سکتی۔ یہ عمارت ایک ہزار سے زاید کمرون پر مشتمل ہے جو سب مقفل ہین اور کنجیون کا پتہ نہین کہ کہان ہین۔ بڑی محنت و جستجو

---

[1] جسنے پانی کو بسیط عنصر کے بجائے آکسیجن و ہائڈروجن سے مرکب ثابت کیا۔
[2] یونان کا پہلا فلسفی جو پانی کو مبداءِ عالم جانتا تھا۔
[3] "سسٹم آف لاجک" کتاب سوم باب ۳ فصل ۲۔
[4] وسطِ افریقہ کے کالے اور یورپ کے ہنس سفید ہوتے ہین۔

کے بعد کل پچیس کنجیان ملتی ہین، جیسے اِدھر اُدھر کے پچیس کرے کھل جاتے ہین جو سب ہمشکل ہین لہذا کیا اس

بنا پر اس احاطہ کے اندر رہنے والون کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ قطعیت کے ساتھ یہ دعویٰ کر دین کہ بقیہ ۷۵

کمرے بھی اِسی شکل کے ہین[1]"

قوانین فطرت یا خواص اشیاء و علاقۂ تعلیل (علت و معلول) کی مذکورۂ بالا حقیقت اگرچہ اب حکمت (سائنس) و فلسفہ دونون کے مسلمات مین داخل ہے لیکن اس حقیقت کو سب سے پہلے جس شخص نے اجاگر کیا، وہ معجزات کا منکر ہیوم ہی تھا اس لیے خود اُسی کی زبان سے سنو کہ جس چیز کو وہ **خرق عادت** کہکر ناممکن قرار دیتا ہے، اس کے عدم امکان کا کیا وزن ہے۔

"جب ہم اپنے آس پاس کی خارجی چیزون پر نظر کرتے ہین اور مختلف علتون کے افعال کو غور سے دیکھتے ہین تو ان مین ایک مثال بھی ایسی نہین ملتی جس کے اندر کسی قوت یا لزوم کا پتہ چلتا ہو، نہ انکی کوئی ایسی صفت نظر آتی ہے جو معلول کو اس طرح علت سے جکڑے ہوئے ہو کہ ایک کو دوسرے سے مستنبط کرنے مین خطا کا امکان نہ ہو۔ ہمکو جو کچھ نظر آتا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ ایک واقعہ کا ظہور دوسرے کے بعد ہوتا ہے۔ بلیرڈ کے ایک گیند مین ضرب لگانے سے دوسرے مین حرکت ظاہر ہوتی ہے۔ بس حواس ظاہری سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے اس کی بساط اسی قدر ہے۔ اشیا مین اس تقدم و تاخر یا تبعیت کے پائے جانے سے ذہن کو نفس تبعیت کے علاوہ کوئی اور احساس یا ارتسام باطنی نہین حاصل ہوتا۔"

"کسی شی کو پہلی دفعہ دیکھنے سے ہم کبھی قیاس نہین کر سکتے کہ اس سے کیا معلول یا نتیجہ ظاہر ہو گا۔ حالانکہ اگر علت کے اندر کسی قوت یا انرجی کا پتہ محض ذہن دوڑانے سے چل سکتا تو بلا کسی سابق تجربہ کے ہم اس نتیجہ و معلول کی پیشین گوئی کر دیتے اور پہلی ہی نظر مین قطعی حکم لگا دیتے۔"

"حقیقت امر یہ ہے کہ کائنات مادی کا ایک ذرہ بھی ایسا نہین ہے جس کے صفات محسوسہ کی بنا پر ہم اس کے اندر کسی قوت کا سراغ لگا سکین یا قیاس سے تبلا سکین کہ اس سے کوئی اور دوسری

---

[1] مل کی "منطق"، کتاب سوم، باب ۲۱، فصل ۴۔ حاشیہ۔

شے ایسی وجود پذیر ہوسکتی ہے جسکو معلول کا لقب دیا جاتا ہی۔ صلابت۔ امتداد۔ حرکت۔ یہ چیزین بجائے خود مستقل صفات اور ایسے واقعہ کا نشان نہین دیتین جسکو ان کا نتیجہ کہا جاسکے، موجودات عالم مین ہر آن تغیر و تبدل جاری ہے، ایک چیز دوسری کے بعد برابر آتی جاتی رہتی ہی لیکن وہ قوت و طاقت جو اس ساری مشین کو چلا رہی ہے ہماری آنکھون سے اوجھل ہے، اور اجسام کی کسی محسوس صفت مین اپنا کوئی نشان نہین رکھتی، ہم یہ واقعہ جانتے ہین کہ آگ کے شعلہ مین گرمی پائی جاتی ہے لیکن ان دونون (گرمی و شعلہ) مین کیا لزوم ہی اس کے قیاس سے ہمارا تخیل قطعاً عاجز ہے[1]"

اسی سلسلہ مین چند صفحات بعد کی ایک اور طویل عبارت[2] کا یہان اقتباس مناسب ہے جس سے آگے چل کر کام پڑیگا۔

"عام طور پر لوگون کو فطرت کے پیش پا افتادہ اور مانوس واقعات و افعال کی توجیہ مین کوئی دشواری نہین نظر آتی (مثلاً بھاری چیزون کا نیچے آجانا، درختون کی بالیدگی۔ حیوانات مین توالد و تناسل، یا غذا سے جسم کی پرورش وغیرہ کے واقعات) بلکہ وہ سمجھتے ہین کہ ان تمام صورتون مین اُن کو علت کی بذات خود اُس قوت کا علم و احساس ہے جسکی بنا پر یہ اپنے معلول کو مستلزم ہے اور اس لیے ظہور معلول مین خطا کا امکان نہین۔ بات یہ ہے کہ تجربہ یا عادت دراز کی وجہ سے اُن کے ذہن مین ایک ایسا میلان و رجحان پیدا ہو جاتا ہے کہ علت کے سامنے آتے ہی اُس نتیجہ کا یقین ہو جاتا ہے جو معمولاً اس کے ساتھ پایا گیا ہے اور بہ مشکل سے ممکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سوا کوئی اور نتیجہ ظاہر ہوسکتا تھا۔ صرف اُس صورت مین جبکہ غیر معمولی واقعات و حوادث ظاہر ہوتے ہین۔ مثلاً زلزلہ، وبا، یا کوئی اور عجیب و غریب بات، تو البتہ ان کی صحیح علت کا پتہ نہین لگتا۔ اور سمجھ مین نہین آتا کہ انکی توجیہ و تشریح کیسے کیجائے۔ اس مشکل مین پڑکر لوگ علی العموم کسی ان دیکھی صاحب عقل و ارادہ ذات کے قائل ہو جاتے ہین۔ اور سمجھتے ہین کہ یہ ناقابل توجیہ ناگہانی واقعات اسی ذات کے پیدا کردہ ہین لیکن فلاسفہ کی باریک بین نگاہ کو نظر آتا ہے کہ روزمرہ

---

[1] فہم انسانی باب فصل ا۔ [2] ایضاً۔

کے معمولی واقعات کی پیدا کرنے والی قوت بھی اُسی طرح نامعلوم و ناقابل توجیہ ہی جس طرح کہ انتہائی سے

انتہائی غیر معمولی واقعات کی...... چنانچہ بہت سے فلاسفہ اپنی عقل کو اس پر مجبور پاتے ہین کہ بلا

استثنا، تمام واقعاتِ عالم کا مبدا اُسی **ذات** کو قرار دین جسکی طرف عوام صرف معجزات اور فوق الفطرت

واقعات و حوادث کے ظہور کو منسوب کرتے ہین۔........(اُن کے نزدیک) ہر معلول کی واقعی

و براہ راست علت **فطرت** کی کوئی قوت نہین بلکہ ایک ہستی برتر کا ارادہ ہوتا ہی... بلیرڈ کا ایک

گیند جب دوسرے گیند سے ٹکراتا ہے تو خود خدا اپنے ارادۂ خاص سے اس کو متحرک کر دیتا ہے،

اور یہ ارادہ اُن عام قوانین کے مطابق ہوتا ہے جو اُس نے اپنی مشیت سے کائنات پر حکم فرمائی

کے لیے مقرر کر دیے ہین"

جب یہ مسلم ہو چکا کہ قوانین فطرت کی بنیاد تمامتر تجربہ پر ہے، اور تجربہ کے ناقابل خطا ہونے کا کبھی کسی حالت مین بھی دعویٰ نہین کیا جا سکتا تو پھر ظاہر ہے کہ کسی شے کو خلاف فطرت یا خارق عادت کہکر اس کو غلط یا ناممکن کیسے ثابت کیا جا سکتا ہی، چنانچہ خود ہیوم کا اپنے اسی اصول پر دعویٰ ہی کہ "جس شے کا تصور ممکن ہی وہ کسی تناقض کو مستلزم نہین ہو سکتی، اور جو شے مستلزم تناقض نہ ہو اس کو کسی حجت و برہان یا عقلی دلیل سے غلط نہین ثابت کیا جا سکتا"[1]

پروفیسر ہکسلے، جو فلسفی سے زیادہ حکیم (سائنٹسٹ) ہی، اور جسکی جگہ حکما کی صف اول مین ہی، اُس نے ہیوم کے اس قول کو اپنی تحریرون مین جا بجا نقل کر کے اسکی نہایت شد و مد سے تائید کی ہی، خود ہیوم کے نظریہ معجزات پر بحث کرتے ہوئے[2] پہلے تو معجزہ کے متعلق اُسکی اس تعریف کی تغلیط کی ہی کہ وہ نام ہی "قوانین فطرت کے خرق کا" اور بتلایا ہے کہ معجزات کے معنی زیادہ سے زیادہ "انتہائی حیرت انگیز واقعات[3]" کے ہو سکتے ہین، پھر اس ضمن مین ہیوم کے مذکورہ بالا قول کو نقل کر کے لکھا ہی کہ

لیکن معجزہ کا تصور کیا جا سکتا ہے یہ کسی تناقض کو مستلزم نہین ہی لہذا خود ہیوم ہی کے دعویٰ کے مطابق

[1] فہم انسانی باب ۴۔ [2] ہکسلے کی کتاب "ہیوم" باب (متعلق معجزات) [3] انگریزی مین معجزہ کے لیے جو لفظ مستعمل ہی (مرکیل) اُس کے لفظی معنی بھی "حیرت انگیز" کے ہین۔

معجزہ کو کسی برہانی دلیل سے غلط نہین ثابت کیا جا سکتا۔"

"باایں ہمہ ہیوم خود اپنے ہی اصول کے خلاف اور بالکل تناقض ایک دوسری جگہ لکھتا ہی کہ مُردہ کا زندہ ہوجانا معجزہ ہے، کیونکہ ایسا پہلے کبھی کسی زمانہ اور کسی ملک مین نہین ہوا ہے۔"

اس ارتکاب تناقض کی تشریح کرتے ہوئے پروفیسر موصوف نے طنزاً لکھا ہی کہ اگر ہیوم کے "استدلال کی ماہیت کو برہنہ کرکے دیکھا جائے تو معنی یہ ہونگے کہ جو چیز پہلے کبھی نہین واقع ہوئی وہ آیندہ بغیر قوانین فطرت کے خرق کے نہین واقع ہوسکتی۔"

ہکسلے کا ایک نہایت دلچسپ مضمون "ممکنات و ناممکنات" ہی۔ اس مین بھی ہیوم اُس کے پیش نظر ہے، اور اپنی حکیمانہ ذمہ داری کے پورے احساس و شعور کے ساتھ لکھتا ہے[1] کہ

صحیح معنی مین بجز تناقض کے اور کسی بھی ایسی چیز سے مین واقف نہین ہون جسکو "ناممکن" کہنا حق بجانب ہو۔ منطقی ناممکنات کا وجود ہے لیکن طبعی ناممکنات کا قطعاً کوئی وجود نہین "مربع مدور" "ماضی موجود" دو متوازی خطوط کا تقاطع" یہ چیزین ناممکنات سے ہین اس لیے کہ "مدور" "موجود" اور "تقاطع" کا تصور ہی "مربع" "ماضی" اور "متوازی" کے تصور کے متناقض ہے لیکن پانی پر چلنا، یا پانی کو شراب بنا دینا، بچہ کا بے باپ کے پیدا ہونا۔ مردہ کو زندہ کر دینا، یہ چیزین مفہوم بالا کی رو سے ناممکنات سے نہین ہین۔"

"ہان اگر ہم یہ دعوی کر سکتے کہ فطرتِ اشیاء کے متعلق ہمارے علم نے تمام ناممکنات کا کامل احاطہ کرلیا ہے تو شاید یہ کہنا بجا ہوتا کہ آدمی کے صفات چونکہ پانی پر چلنے یا ہوا مین اُڑنے کے متناقض ہین اس لیے یہ افعال اس کے لیے "ناممکن" ہین۔ لیکن یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ علم فطرت کی انتہا تک پہنچنا کیسا ابھی تک ہم اسکی ابتدا اور ابجد سے آگے نہین بڑھے ہین بلکہ ہماری قوتین اس قدر محدود ہین کہ

---

[1] ص ۱۹-۸

کبھی بھی ہم ممکنات فطرت کی حدبندی نہین کرسکتے جوکچھ واقع ہورہا ہے یا ہوچکا ہی اس کا ہمکو علم ہے
باقی جوکچھ واقع ہونے والا ہی اسکی نسبت ہم صرف ایک توقع قایم کرسکتے ہین جسکی بنیاد کم وبیش گذشتہ
تجربہ کے صحیح سمجھنے پر ہے، جس سے ہمکو خیال ہوتا ہے کہ مستقبل ماضی کے مماثل ہوگا"

اس مین شک نہین کہ آج بھی بعض گوشون سے اس قسم کی آوازین سنائی دیتی ہین کہ "کائنات کا ہر ذرہ قانون کا پابند ہی"
اور" وہم وبےعقلی انسان کی بدترین دشمن ہے، اور عقل وحکمت بہترین دوست، لہذا ہمارا فرض ہی کہ جہان کہین عقیدۂ
معجزات کا پتہ چلے اُس پر حملہ کرین[1]" لیکن یہ آوازین اولاً تو اب کسی وقیع حلقہ سے بہت کم اُٹھتی ہین اور اُٹھتی بھی ہین
تو زیادہ تر ایسے لوگون کی طرف سے جنکی زبان کو تو سائنس نے بیباک وادعاپسند بنادیا ہے لیکن جنکے دماغ
کو فلسفہ کی احتیاط وسنجیدگی نے برائے نام ہی متاثر کیا ہے، محتاط زبانون پر زیادہ سے زیادہ جوکچھ آسکتا ہے وہ ایک
مشہور حکیم ڈاکٹر کارپنٹر کے الفاظ مین یہ ہے، کہ

قائلِ مذہب سائنس دان کو یہ ماننے مین کوئی عقلی دشواری نہین پیش آسکتی ہے کہ خالقِ فطرت
اگر چاہے تو کبھی کبھی قوانین فطرت کے خلاف کردے سکتا ہے، مجکو معجزات کے خلاف سائنس
کے کسی فتوے کا علم نہین ہے جو معتبر شہادت کی موجودگی مین ان کے قبول سے مانع ہو، لہذا میرے
نزدیک اصل سوال صرف یہ ہے کہ آیا اس قسم کی تاریخی معتبر شہادت موجود ہے یا نہین، جس سے
معلوم ہو کہ خالق فطرت کبھی کبھی فطرت کے خلاف بھی کردیا کرتا ہے[2]۔

یہ صرف ممکن ہی نہین ہے کہ خالق فطرت اگر چاہے تو کبھی کبھی قوانین فطرت کے خلاف کرسکتا ہے، یعنی معمولی
سلسلۂ علل ومعلولات کو توڑ سکتا ہے، بلکہ ایک اور نامور عالم طبیعیات پروفیسر ڈالبیر[3] کا اعتراف یہ ہے کہ اس امر کی
ہمارے پاس خاصی شہادت موجود ہے جسکو آسانی سے نظرانداز نہین کیا جاسکتا کہ بعض طبعی حوادث اس طرح وقوع پذیر

---

[1] ...Wonders of Life (عجائبات حیات) از ہیگل باب ۱۳ معجزات،
[2] دیکھو فرنیک بیلاڈر کی "The Miracles of unbelief"
[3] دیکھو اسکی کتاب Matter, Ether, & Motion (مادہ، ایتھر، حرکت)

ہوتے ہین، کہ ان کے تمام معمولی علل واسباب غائب ہوتے ہین۔ اجسام حرکت کرتے ہین، درآنحالیکہ نہ کوئی شخص انکو چھوتا ہی اور نہ برقی یا مقناطیسی عوامل کا پتہ ہی...... اسکی بھی شہادت موجود ہی کہ ایک نفس کا خیال دوسرے نفس مین (بلاکسی وساطت کے) پہنچ جاسکتا ہے...... اور جس قسم کے واقعات کو معجزہ سمجھا جاتا تھا ان کا وقوع اب غیر اغلب نہین رہا ہے،

ہکسلے کو اگرچہ اس بارے مین ہیوم سے شدید اختلاف ہی کہ "معجزہ نام قوانین فطرت کے خرق کا ہی" لیکن تصریحات بالا سے قانونِ فطرت کی جو حقیقت ثابت ہوتی ہے اس کو اگر وضاحت کے ساتھ سامنے رکھا جائے تو ہمارے نزدیک معجزہ کی یہ تعریف چندان قابل اعتراض نہین رہ جاتی۔

(۱) قوانین فطرت عبارت ہین، خواص اشیا یا علائق تعلیل کے قوانین سے۔

(۲) یہ خواص وعلائق ہم کو بذات خود اشیا کے اندر نہین نظر آتے، بلکہ انکی بنیاد تمامتر گذشتہ تجربہ پر ہوتی ہے، جس کے خلاف ہونا ہمیشہ ممکن (یعنی کسی عقلی استحالہ کو مستلزم نہین) ہے۔

(۳) لہذا قوانین فطرت کے خلاف ہونا (یعنی انکا خرق) بذات خود ممکن اور عقلاً جائز ہے، بالفاظ دیگر یون کہو کہ معجزہ عقلاً بالکل جائز و ممکن ہے۔

شہادت معجزات

امکان۔ وقوع کے لیے کافی نہین، لیکن کسی امر کا صرف عقلاً جائز و ممکن ہونا اُس کے وقوع کی دلیل نہین۔ یہ عقلاً بالکل جائز و ممکن تھا کہ اکبر ہندوستان کے ساتھ انگلستان کا بھی بادشاہ ہوتا، مگر واقعاً ایسا نہین کسی شے کے وقوع کو قبول کرنے کے لیے دو صورتین ہین۔ (۱) غیر مشتبہ مشاہدہ، یا (۲) تشفی بخش شہادت۔ غیر مشتبہ مشاہدہ کی صورت مین کوئی شے بحث طلب نہین رہ جاتی، مثلاً

"آنحضرت (صلعم) نے ایک سفر مین حضرت جابر سے وضو کا پانی طلب فرمایا، انھون نے قافلہ مین بہت ڈھونڈھا پانی نہین ملا۔ انصار مین ایک شخص تھے جو خاص طور پر آپ کے لیے ٹھنڈا پانی کرکے رکھتے تھے،

حضرت جابرؓ نے آپ کی خدمت میں پانی نہ ملنے کی اطلاع کی تو آپ نے انکو اُس انصاری کے پاس بھیجا لیکن انکے پاس بھی اس قدر کم پانی نکلا کہ اگر انڈیلا جاتا تو برتن کے خشک حصہ ہی مین جذب ہو کر رہجاتا، حضرت جابر نے آنحضرت صلعم کو اسکی خبر دی تو آپ نے اُس برتن کو منگا بھیجا اور ہاتھ مین لیکر کچھ پڑھا اور اس کو ہاتھ سے دبا دیا، پھر حضرت جابر کو برتن دیا، اور طشت طلب فرمایا، آپ نے ہاتھ کی انگلیاں پھیلائین اور اس کو طشت کے اندر رکھکے حضرت جابر کو حکم دیا کہ بسم اللہ کہکر آپ کے ہاتھ پر پانی گرائین حضرت جابر کا بیان ہے کہ مین نے پانی ڈالنا شروع کیا پہلے آپ کی انگلیون کے درمیان سے پانی امنڈا، پھر تمام طشت بھر گیا یہانتک کہ سب لوگ پانی پیکر سیراب ہو گئے اس کے بعد آپنے اس کے اندر سے ہاتھ نکال لیا تو طشت بھرا کا بھرا رہ گیا۔[1]

اب اگر حضرت جابر نے اس واقعہ کو بچشم خود مشاہدہ کیا، اور ان کو اس مین کسی قسم کا کوئی اشتباہ نہین تھا تو ظاہر ہے کہ ان کو اس کے یقین و قبول مین کیا تامل ہو سکتا تھا، البتہ ہمارے لیے اس کے باور کرنے مین یہ بحث پیدا ہو سکتی ہے کہ یہ واقعہ فی نفسہ ممکن ہے یا ناممکن اور حضرت جابر کی شہادت کہان تک قابل اعتبار ہو سکتی ہے۔

لہذا **امکان معجزات** کا مرحلہ طے ہو چکنے کے بعد دوسری بحث **شہادت معجزات** کی پیدا ہوتی ہے۔

ہیوم کا فتوی

ہیوم کا روایات معجزہ کے متعلق اگرچہ آخری فتوی یہی ہے کہ اس کے اثبات کے لیے انسانی شہادت کی کوئی کمیت و کیفیت نہین کافی ہو سکتی تاہم نفس خارق فطرت واقعات کے لیے اس کے نزدیک بھی انسانی شہادت کا ایک درجہ ایسا موجود ہے جسکی بنا پر ان کو قبول کیا جا سکتا ہے۔

"فرض کرو کہ تمام زبانون کے تمام مصنفین اس پر متفق ہون کہ یکم جنوری ۱۶۰۰ء سے لیکر آٹھ دن تک برابر تمام روئے زمین پر تاریکی چھائی رہی۔ یہ بھی فرض کرو کہ اس خارق عادت واقعہ کی روایت آج تک لوگون کی زبان پر ہے۔ اور دوسرے ممالک سے جو سیاح آتے ہین وہ بھی بے کم و کاست اور

---

[1] دیکھو کتاب ہذا بیان عام معجزات

بلا شائبۂ تناقض وہاں کے لوگوں کی یہی روایت بیان کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ہمارے زمانہ کے حکما کا کام شک کے بجائے اس واقعہ کا یقین کرکے اسکی توجیہ اور اس کے علل واسباب کی جستجو ہوگی، کائنات فطرت میں زوال وانحطاط، فنا وفساد کی مثالیں اس کثرت سے ملتی ہیں کہ اگر کسی حادثہ سے اسکی تباہی کے آثار پائے جائیں تو اس کے بارے میں انسانی شہادت قابل قبول ہوگی بشرطیکہ یہ شہادت نہایت وسیع، متواتر اور متفق علیہ ہو[1]"

ہیوم کا تعصب | اب اگر یہی واقعہ کسی نبی کی طرف منسوب کرکے معجزہ قرار دیا جائے تو ہیوم کے نزدیک اُس پر یقین کرنے کے لیے کوئی انسانی شہادت قابل قبول نہ ہوگی، کیوں؟ اس لیے کہ "اس قسم کی شہادت خود اپنی تکذیب ہے" حتی کہ "جس معجزہ کی بنا کسی انسانی شہادت پر ہو، وہ حجّت واستدلال کے بجائے محض تمسخر انگیز چیز ہے"، مذہب کے نام سے لوگ ہمیشہ مضحک وخرافات افسانوں کے دام میں آجاتے ہیں۔ لہٰذا مذہب کی طرف نفس انتساب ہی معجزہ کے حیلہ و فریب ہونے کا پورا ثبوت ہے، مذہب جیسی مقدس شے کی تائید میں لوگ بے خطر کذب وافترا سے باک نہیں کرتے، پیغمبر (معاذ اللہ) عزت پیمبری کے شوق میں ہر طرح کے خطرات کو گوارا کرسکتا اور مکر و احتیال پر آمادہ ہوسکتا ہے، "انسان زود اعتقاد اور بالطبع عجائب پسند ہے"معجزات کا قبول عام اور بآسانی شائع و ذائع ہوجانا خود اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ انسان میں عجائب پرستی کا کیسا شدید میلان ہے اور اس لیے عجائب پرستی کے تمام بیانات کو بجا طور پر اشتباہ کی نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے، پھر معجزات اور فوق الفطرت باتوں کے خلاف ایک قوی قرینہ یہ ہے کہ ان کا اعتقاد زیادہ تر جاہل اور وحشی اقوام میں پایا جاتا ہے، ایک عقلمند آدمی پُرانے زمانہ کی حیرت انگیز تاریخوں کو پڑھکر پکار اُٹھتا ہے کہ عجب بات ہے، کہ اس قسم کے خارق عادت واقعات ہمارے زمانہ میں نہیں ظاہر ہوتے، انہی وجوہ کی بنا پر دعویٰ ہے کہ مذہب کے نام سے جتنے معجزات بیان کیے جاتے ہیں، وہ سب کے سب محض خرافات اور انسان کی اوہام پرست فطرت کا ڈھکوسلا ہیں[2]"

بلا شبہہ شہادت کی جرح و تعدیل اور تحقیق و تنقیح کے وقت یہ تمام امور قابل لحاظ ہیں لیکن کیا ان میں سے کوئی

---

[1] فہم انسانی باب ۱۰، [2] یہ تمام قریب قریب ہیوم ہی کے الفاظ ہیں جو ہم کو اس کے مضمون "معجزات" میں جا بجا ملیں گے۔

ایک شے بھی ایسی ہے جسکی بنا پر محض معجزہ یا مذہب کا نام آتے ہی کسی غیر معمولی وخارق عادت واقعہ سے انکار کر دیا جائے؟ ظاہر ہے کہ مذہب کے نام سے ہیوم کا یہ ایسا ناقابل حمایت اور صریح تعصب تھا جس کے لیے صدائے تائید حکمت وفلسفہ کے سنجیدہ حلقون سے نہین اُٹھ سکتی تھی، اور اگر کسی معجزہ کی تصدیق مین تشفی بخش شہادت موجود ہو تو اس کے قبول سے محض معجزہ ہونے کی بنا پر کسی عاقل کو انکار نہین ہوسکتا، مثلاً ایک سفر مین

صحابہ بھوک سے اس قدر بیتاب ہوئے کہ اُنٹنیان ذبح کرنا چاہین لیکن آپ نے تمام لوگون کے زادراہ کے جمع کرنے کا حکم دیا، ایک چادر بچھائی گئی اور اُسپر تمام زادراہ ڈھیر کیا گیا، اس تمام سامان کی مجموعی تعداد نے صرف اِس قدر زمین کا احاطہ کیا جس پر ایک بکری بیٹھ سکتی تھی اور اشخاص کی تعداد چودہ(۱۴) سو تھی، لیکن تمام لوگون نے سیر ہوکر کھالیا اور اپنے اپنے توشہ دان بھر لیے"

کافی شہادت | اب اس روایت مین اگر ان امور کی کافی شہادت ملجائے کہ (۱) تمام زادراہ صرف ایک بکری کے بیٹھنے بھر کی جگہ مین آگیا تھا (۲) اشخاص کی تعداد چودہ(۱۴) سو تھی، (۳) سب لوگون نے سیر ہوکر کھایا (۴) اور اپنے اپنے توشہ دان بھی بھر لیے، تو ہکسلے جیسے حکیم وفلسفی تک کو اس روایت کے تسلیم کرنے مین کوئی تامل نہو گا۔

چنانچہ اسی نوعیت کا ایک معجزہ حضرت مسیح کا انجیل مین مذکور ہے کہ پانچ روٹیون اور دو مچھلیون سے پانچ ہزار آدمیون کا پیٹ بھر گیا، اور پھر بھی اتنے ٹکڑے بچ رہے جنکو جمع کرنے سے بارہ ٹوکریان بھر گئین[۵]۔ لیکن اس معجزہ کے باور کرنے مین روایتہً و درایتہً جو دشواریان نظر آتی ہین اُن کو پوری طرح واضح کرنے کے بعد بھی ہکسلے نے لکھا ہے کہ

"اگر یہ ثابت ہوجائے کہ (۱) کھانا شروع کرتے وقت روٹیون اور مچھلیون کا وزن کیا تھا (۲) ۵ ہزار آدمیون مین تقسیم کی گئین بلا اس کے کہ انکی کمیت یا کیفیت مین کوئی اضافہ ہوا ہو۔ (۳) تمام آدمی واقعاً پوری طرح آسودہ ہوگئے، (۴) اور اس کے بعد ٹوکریون مین جو ٹکڑے جمع کیے گئے ان کا وزن کیا گیا تو پھر ممکنات و ناممکنات کے بارہ مین میرے موجودہ خیالات کچھ ہی ہون لیکن مذکورہ بالا چار چیزون کی تشفی بخش

[۵] دیکھو کتاب ہزا بیان اعلام معجزات ۔ یوحنا باب ۶ - آیات ۵-۱۴-

شہادت کے بعد مجکو ماننا پڑے گا کہ پچھلے خیالات غلط تھے اور اس معجزہ کو ممکنات فطرت کی ایک

نئی اور خلاف توقع مثال سمجھونگا۔[1]"

غرض معجزہ نہ صرف فی نفسہ ایک ممکن الوقوع شے ہے بلکہ "تشفی بخش شہادت" کی بناپر اس کے وقوع کا یقین بھی

کیا جا سکتا ہے، اس کے بعد یہ بحث رہ جاتی ہے کہ آیا مذہبی یا تاریخی کتابون مین جو معجزات مذکور ہین، اُن کے یقین کرنے

کے لیے "تشفی بخش" شہادت موجود ہے؟

اس سوال کا جواب ہیوم کو تو نفی مین دینا ہی چاہیے تھا۔ لیکن یہان پہنچکر ہکسلے بھی سپر افگندہ ہوجاتا ہے اور ہیوم

کے جواب سے لفظاً و معنیً کامل طور پر اتفاق کرلیتا ہے[2]۔

"یہ سچ ہو کہ معجزات کے ناممکن ہونے کا دعوےٰ نہین ثابت کیا جا سکتا لیکن مجھکو کوئی ایسی شے قطعاً

نہین معلوم جسکی بناپر مین ہیوم کے اس وزنی فتوی مین کچھ ترمیم کرسکون، کہ

"تاریخ کے سارے دفتر مین ایک بھی ایسا معجزہ نہین ملتا جسکی تصدیق و تائید مین ایسے فہمیدہ

باہوش اور تعلیم یافتہ لوگون کی کافی تعداد موجود ہو جن کے خود فریب و مغالطہ مین پڑنے کا ہمکو

اندیشہ نہ ہو جنکی راست بازی اس درجہ غیر مشتبہ ہو کہ کسی مصلحت کی بناپر دوسرون کو فریب دہی

کا ان پر گمان نہ ہوسکے، جو لوگون کی نگاہ مین ایسی عزت و شہرت رکھتے ہون کہ اگر ان کا جھوٹ

کھل جائے تو ساری عزت خاک مین ملجائے، ساتھ ہی جن واقعات کی وہ روایت یا تصدیق

کررہے ہین وہ ایسے علی الاعلان طریقے سے اور ایسے مشہور مقام پر واقع ہوئے ہون کہ انکی

نسبت دروغ بیانی چھپ ہی نہ سکے، حالانکہ انسانی شہادت کو قطعی بنانے کے لیے یہ تمام

باتین ضروری ہین"

ہیوم نے کہنے کو تو کہدیا کہ قبول معجزات کے لیے جس درجہ کی شہادت درکار ہے اس کا تاریخ کے سارے دفتر مین

[1] مقالات ہکسلے جلد ۵ صفحہ ۲۰۳ [2] ایضاً صفحہ ۲۰۷۔

کہین پتہ نہین، لیکن معجزات کے عدم قبول کی کیا واقعاً یہی وجہ ہے؟ اور کیا اُس نے اپنے اس دعوی کی چند ہی صفحات آگے بڑھ کر خود تردید نہین کر دی ہے۔

فرانس مین کوئی مشہور درگاہ ہے جس کے تقدس پر (بقول ہیوم) لوگ مدتون فریفتہ رہے ہین"

"بہرون کو سماعت، اندھون کو بصارت ملجانا، اور بیمارون کا اچھا ہوجانا اس مقدس درگاہ کی معمولی کرامتین تھین، جنکا ہر گلی کوچے مین چرچا رہتا تھا لیکن سب سے حیرت انگیز اور غیر معمولی بات ہے کہ ان مین سے بہت سی کرامتین ایسے اشخاص کو حکم یا ثالث بنا کر اُن کے روبرو ثابت کر دکھائی گئی ہین جنکی دیانت پر حرف رکھنا ناممکن ہے پھر انپر ایسے گواہون کی مہر تصدیق ثبت ہے جنکی شہرت و سند مسلم ہے۔ جس زمانہ مین ان کرامتون کا ظہور ہوا وہ علم کا زمانہ ہے اور جگہ بھی ایسی جو دنیا کا مشہور ترین خطہ ہے، اتنا ہی نہین بلکہ یہ کرامتین چھاپ چھاپ کر ہر جگہ شائع کی گئین، باین ہمہ یسوعی فرقہ تک کو انکی تکذیب یا پردہ دری کی مجال نہ ہوئی، حالانکہ یہ لوگ خود اہل علم تھے، مجسٹریٹ ان کی حمایت پر تھا، اور اُن خیالات کے جانی دشمن تھے جنکی تائید مین یہ معجزات پیش کیے جاتے تھے، اب یہ بتاؤ کہ کسی امر کی توثیق و تصدیق کے لیے اتنی تعداد مین موافق حالات ہمکو کہان میسر آسکتے ہین۔ اور ان دل بادل شہادتون کے خلاف ہمارے پاس بجز اس کے اور کیا دلیل ہے کہ یہ واقعات بذات خود قطعاً ناممکن اور سراسر خارق فطرت ہین، اور معقول پسند آدمیون کی نگاہ مین انکی تردید کے لیے بس یہی ایک دلیل کافی ہے[1]، اللھم احفظنا من شر ورانفسنا۔!!

ہیوم کا صریح تناقض | ایک ہی مضمون کے اندر ایسے زبردست فلسفی کی ایسی صریح تناقض بیانی جس قدر حیرت افزا ہے، اس سے کہین زیادہ عبرت انگیز ہے، بات یہ ہے کہ انسان کا یقین ہمیشہ اسکی منطق کا ساتھ نہین دیتا جبھی تو یہ اس کے قائل ہین کہ انسان اپنے افعال مین مجبور محض ہے اور اس دعوی پر انھون نے اٹل سے اٹل دلائل قائم کر دیے ہین، تاہم

[1] فہم انسانی باب ۱۰۔ قابل توجہ فقرات کو زیر خط مین نے کیا ہے۔

دیکھو کہ ۲۴ گھنٹے کی زندگی میں وہ خود کتنے لئے ان دلائل کی بنا پر اپنے کو مجبور محض یقین کرتے ہین، ہیوم کے دلائل فلسفیہ نے بیشک یہ ثابت کر دیا کہ معجزہ فی نفسہ ناممکن نہین لیکن پھر بھی دل سے یہ کھٹک نہین نکلتی کہ "یہ واقعات (معجزات) بذات خود ناممکن اور سراسر خارق عادت ہین"۔ اور "انکی تردید کے لیے بس یہی ایک دلیل کافی ہے"۔ فرانس کی درگاہ کے متعلق جو کرامتین مشہور ہین انکی توثیق و تصدیق کے لیے اسی درجہ کی شہادت اس کو ملگئی جسکا چند صفحہ پہلے اس کے نزدیک تاریخ کے سارے دفتر مین وجود نہ تھا، لیکن پھر بھی اُن کو ماننے سے قطعی انکار ہے

لہذا معلوم ہوا کہ معجزات کا یقین کرانے کے لیے کسی معجزہ یا کرامت کی تائید مین صرف ممکن سے ممکن انسانی شہادت کا مہیا کر دینا کافی نہین ہے بلکہ پہلے اس کے عدم امکان کا وسوسہ پوری طرح ذہن سے نکالنا چاہیے، اور پھر خود یقین کی ماہیت و اسباب پر بحث کرنی چاہیے۔

انتہائی استبعاد

اوپر اگرچہ ہم نے ہیوم کی اس تعریف مین چندان مضائقہ نہین خیال کیا تھا کہ معجزات نام ہے خارق فطرت واقعات کا، لیکن تم نے اقتباس بالا کے آخری زیر خط جملہ مین دیکھ لیا کہ "خارق" کا لفظ کس قدر گمراہ کن ہے، خود ہیوم ہی کے فلسفہ کی رو سے معجزات کا بالذات ممکن ہونا قطعی طور پر محقق ہو چکا ہے پھر بھی اسکی زبان قلم اس لغزش سے اپنے کو نہین بچا سکتی کہ "یہ واقعات (معجزات) بذات خود قطعاً ناممکن اور سراسر خارق فطرت ہین"۔ اصل یہ ہے کہ نفسی اتلافات کی بنا پر ہمارے ذہن مین یہ غلط خیال بے طرح جاگزین ہو چکا ہے کہ فطرت یا قانون فطرت ایک اٹل اور ناممکن التغیر شے ہے اس لیے کسی واقعہ کو "خارق فطرت" کہتے ہی اس کے ناممکن ہونے کا تصور ذہن پر مسلط ہو جاتا ہے،

لہذا جب یہ مختتم طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ خود معجزہ کی ذات مین عدم امکان داخل نہین ہے بلکہ "تشفی بخش شہادت" کی موجودگی مین اُس کا یقین کیا جا سکتا ہے، تو اس کو "خارق فطرت" کی گمراہ کن تعبیر کے بجاے ہکسلے کے الفاظ مین زیادہ سے زیادہ "انتہائی حیرت انگیز" واقعہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن "انتہائی حیرت انگیز" سے بھی مناسب تر تعبیر "انتہائی مستبعد" کی ہوگی۔

ل دیکھو صفحات بالا،

استبعادِ معجزات

فطرت کی یکسانی

ایک عام خیال جو اِن "حیرت انگیزی" مین اضافہ کرتا ہو یہ ہے کہ کارخانۂ فطرت کے تمام پرزے ہمیشہ اور ہر حالت مین یکسان ہی نتائج پیدا کرتے ہین۔ حکما تک جب فطرت کی یک رنگی پر زور دیتے ہین تو اسی مغالطہ مین مبتلا نظر آتے ہین، حتیٰ کہ مل کو اپنی "منطق[1]" مین اس خیال کی تردید کرنی پڑی کہ فطرت کی کارفرمائی ہمیشہ یکسانی پر مبنی ہوتی ہی۔ ہم خود غور کرین، تو کچھ نہ کچھ مثالین ایسی سامنے آتی رہتی ہین، جن سے یہ مغالطہ دور ہو جانا چاہیے۔ ابھی آج ہی اخبار پڑھتے وقت اِس قسم کے دو واقعے نظر پڑے[2]،

عورتون کے علی العموم بوقت واحد ایک لڑکا ہوتا ہے، یا کبھی کبھی دو، لیکن حال ہین مکسکو (امریکہ) مین ایک عورت کے ایک ساتھ آٹھ لڑکے پیدا ہوئے، ایک دوست سے اس واقعہ کا ذکر آیا تو انھون نے کہا، کچھ عرصہ ہوا کہ برہما مین ایک عورت کے چھ لڑکے ہونے کی خبر شائع ہوئی تھی،

طبّی دنیا کا عام تجربہ ہے کہ جب خون کی حرارت ۱۰۷ یا ۱۰۸ درجے پر پہنچ جاتی ہی تو آدمی نہین بچتا، لیکن برسٹل مین انفلوئنزا کی مریض ایک لڑکی کا بخار ۱۱۴ درجہ تک پہنچ گیا، پھر بھی وہ اچھی ہو گئی اور زندہ ہی۔ خود حیرت زدہ ڈاکٹر کی شہادت ہی کہ

"جب وہ پہلی دفعہ اس لڑکی کو دیکھنے کے لیے بلایا گیا تو اسکی حرارت "۱۱۲" نکلی۔ خیال ہوا کہ تھرمامیٹر مین کچھ نقص ہے۔ دوسرا تھرمامیٹر منگا کر لگایا تو پھر وہی ۱۱۲۔ ڈاکٹر کو اب بھی یقین نہ آیا۔ اس نے دو تھرمامیٹر اور آزمائے، بالآخر یقین کرنا پڑا کہ علاج سے بخار اپنی معتدل حالت پر آگیا، لیکن رات کو پھر بڑھ گیا۔ اور دوسرے دن صبح کو جب ڈاکٹر نے آکر دیکھا تو ۱۱۴ تھا۔ حیرت کی انتہا نہ رہی۔ بہرحال علاج سے فائدہ ہوا اور اب مریضہ خاصی طرح روبصحت ہے۔"

---

[1] نظام منطق کتاب ۳، باب ۳، [2] یہ دونون واقعہ آج (۲۷ فروری ۱۹۳۲ء) کے "لیڈر" مین مذکور ہین۔

تریکون متی (ٹرگنامیٹری) یا "مساحۃ المثلثات" وغیرہ ریاضیات عالیہ کی وہ شاخین ہین جنکی کالجون مین ریاضیات کے اعلیٰ مدارج مین تعلیم دیجاتی ہے، ۱۰-۱۱ برس کے بچے جو علی العموم زیادہ سے زیادہ اسکول کی چوتھی یا پانچوین جماعت مین پڑھتے ہین انکی ریاضی دانی بس حساب کے چند ابتدائی قواعد تک محدود ہوتی ہے، جو لڑکے غیر معمولی طور پر ذہین و محنتی، اور جنکی تعلیم کا گھر پر معلم رکھکر کچھ خاص اہتمام کیا جاتا ہے وہ بہت ترقی کرتے ہین تو ۱۳-۱۴ برس کی عمر مین اسکول کی تعلیم پوری کر پاتے ہین -

لیکن گذشتہ سال اکتوبر مین (۲۰ اکا تار لیڈر) برج نرائن نامی ۱۱ برس کے ایک مدراسی لڑکے کا "معجزۂ ریاضیات" (اسی عنوان سے) یہ چھپا تھا کہ اُس نے بلا کسی معلم کی مدد کے اعلیٰ الجبرا، تریکون متی تحلیلی اقلیدس (جامیٹری) وغیرہ ازخود حاصل کی ہے۔

ولادت مسیحؑ (بے باپ کے) یا احیائے موتٰی سے بڑھکر کس شے مین انتہائی استبعاد یا اعجاز ہوسکتا ہے، لیکن سائنس کی تحقیقات نے (جس کے نزدیک انسان کی حقیقت عالم حیوان سے زیادہ نہین عالم حیوانات ہی کے اندر اسکے نظائر بھی تلاش کر لیے۔ چنانچہ ہکسلے جیسے سائنس دان نے معجزات ہی کے ضمن مین لکھا ہے کہ

"مریم کے کنوارپن مین مسیح کا پیدا ہونا، تو یہ نہ صرف ممکن التصور شے ہے، بلکہ علم الحیات کی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ بعض اصناف حیوانات مین یہ روزانہ کا واقعہ ہے، یہی حال احیائے موتٰی کا ہے، بعض جانور مرکر ممیات کی طرح بالکل خشک ہوجاتے ہین اور عرصہ تک اسی حالت مین رہتے ہین لیکن جب انکو مناسب حالات مین رکھدیا جاتا ہے تو پھر جان آجاتی ہے[1]"

ایجادات سائنس — یہ تو سائنس کا علمی و تحقیقاتی پہلو تھا، ایجادی و اختراعی پہلو نے بھی اس سے کم "انتہائی حیرت انگیز" اعجاز نمائیان نہین کی ہین -

لاسلکی ذریعہ پیغام رسانی کی ایجاد سے پہلے کس قدر مستبعد بلکہ ایک حد تک ناقابل تصورات تھی کہ تم بمبئی

[1] مقالات ہکسلے - جلد ۵ صفحہ ۱۹۹۔

مین بیٹھے ہو، اور تمھارا دوست لندن مین، درمیان مین ہزارہا میل سمندرون کی پہنائی حائل ہے، تار وغیرہ کوئی محسوس شے تم دونون کے مابین رابط نہین، پھر بھی چشم زدن مین تم اس کو اپنا پیام پہنچا دے سکتے ہو، ایک منٹ مین ۶۰ سکنڈ ہوتے ہین، ایک سکنڈ کے بھی ۱۶ حصے کرو، اور اس سولھوین حصہ مین یہ پیام ۱۲ ہزار میل سے زائد کی مسافت طے کر سکتا ہے۔[1]

حیرت پر حیرت یہ ہے کہ تم صرف پیام ہی نہین پہنچا سکتے ہو، بلکہ حال مین ایک فرانسیسی سائنس دان نے اس معجزہ کا دعویٰ کیا ہے کہ بمبئی مین اپنے میز پر بیٹھے بیٹھے تم اسی لاسلکی کے ذریعہ سے لندن، پیرس، یا نیویارک مین چک پر اپنے دستخط ثبت کر سکتے ہو، قریب قریب (یعنی سیکڑون میل) کے مقامات تک اس کے کامیاب تجربات ہو بھی چکے ہین۔[2]

تنویم | طبیعیات کے ان کرشمون کو دیکھ چکنے کے بعد اب ذرا نفسیات کے اُس شعبہ کی تحقیقات کو سامنے لاؤ جس کا نام ہپناٹزم ہے، عربی مین اس کو تنویم مقناطیسی کہتے ہین، لیکن ہم صرف تنویم یا عمل تنویم سے تعبیر کرین گے۔ اِس عمل کی کرامات ہمارے زمانہ کے ایک نہایت ہی بلند پایہ محقق نفسیات پروفیسر ولیم جیمس کے الفاظ مین یہ ہین:۔

"عامل تنویم اپنے معمول سے جو کچھ بھی کہتا ہے، اس کو وہ یقین کر لیتا ہے، اور جس چیز کا حکم کرتا ہے اُسکو بجا لاتا ہے۔ حتیٰ کہ جو چیزین معمولی حالت مین آدمی کے اختیار سے باہر ہوتی ہین، وہ بھی عامل کے حکم سے واقع ہو سکتی ہین۔ مثلاً چھینکنا، چہرے کا سرخ یا زرد پڑ جانا، حرارت خون کا کم یا زیادہ ہو جانا حرکت قلب مین تیزی یا سستی پیدا ہو جانا وغیرہ وغیرہ"

"تم معمول کو یقین دلا سکتے ہو کہ وہ منجمد ہوا جا رہا، یا آگ مین جلا جا رہا ہے۔ تم اسکو آلو کھلا و لیکن یہ یقین دلا سکتے ہو کہ شفتالو کھا رہا ہے، تم اس کو سرکہ پلا کر یقین دلا سکتے ہو کہ شراب پی رہا ہے، نوسادر

---

[1] معارف، [2] انڈین ریویو بابت جنوری ۱۹۲۲ء صفحہ ۷۷۔

مین اسکو کالوگنی کی بو محسوس ہوسکتی ہے، کرسی اس کو شیر نظر آسکتی ہے۔ جھاڑو اس کے لیے خوبصورت عورت بن جاسکتی ہے۔ راستہ کا شور اس کو موسیقی معلوم ہوسکتا ہے ... ...

... ... جوان آدمی اپنے کو بچہ حسین عورت یا نپولین اعظم سمجھنے لگ سکتا ہے۔

"سر یا دانتون کا درد، دور کردیا جاسکتا ہے، وجع مفاصل وغیرہ کے مریض کو اچھا کیا جاسکتا ہے، بھوک فنا کردیجا سکتی ہے۔ یہانتک کہ ایک شخص نے ۱۴ دن تک کھانا نہین کھایا۔ ... ...

جس چیز سے تم چاہو اسی چیز سے معمول بہرا یا اندھا ہوجاسکتا ہے، مثلاً فلان لفظ وہ نہ سنے۔ لاکھ اس کے سامنے چیخو نہ سنیگا، یا فلان آدمی کو وہ نہ دیکھے، اس کے سامنے کھڑا کرو وہ نہ دیکھ سکے گا۔[۱]"

اس عمل کے وقت معمول پر ایک نیند کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ اسی لیے اس کا نام تنویم ہے، لیکن عمل کا اثر اس کیفیت کے بعد بھی قائم رہ سکتا ہے، مثلاً جس مرض کے لیے تم عمل کرو، وہ ہمیشہ کے لیے دور ہوجاسکتا ہے، یا فرض کرو، کہ معمول سے تم یہ کہدو کہ آیندہ سال جنوری کی ۲۰ تاریخ کو صبح ۹ بجے اپنے پلنگ کے پاس ایک شیر کھڑا دیکھوگے سال بھر کے بعد ٹھیک اُسی وقت پلنگ کے پاس معمول کو شیر دکھائی دیگا۔

گو عمل تنویم کے تجربات زیادہ تر نیند کی کیفیت طاری کرنے کے بعد ہی کیے جاتے ہین، لیکن اس کیفیت کا نمایان طور پر طاری ہونا کامیابی عمل کے لازمی شرائط مین نہین ہے۔ بلکہ ڈاکٹر مول کا خیال تو یہ ہے کہ ایسے معمول نسبتہً کم ہوتے ہین جنپر کیفیت تو ام طاری ہوتی ہو،[۲] ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عمل کا اثر افراد ہی تک محدود نہین بلکہ جماعتون اور مجمعون کو بھی متاثر کرسکتا ہے۔

ڈاکٹر البرٹ مول کا ابھی نام لیا جاچکا ہے اس جرمن فاضل کی کتاب "ہپناٹزم" اپنے موضوع پر سب سے بہتر نہایت محققانہ اور مستند خیال کی جاتی ہے، ڈاکٹر موصوف نے اس کتاب مین دکھلایا ہے کہ بہت سے معجزات کی

---

[۱] دیکھو پروفیسر موصوف کی کتاب "پرنسپلس آف سائیکالوجی" (اصول نفسیات) جلد دوم باب ۲۷۔
[۲] ڈاکٹر مول کی کتاب "ہپناٹزم" صفحہ ۹۲ ۔ ۹۴ مطبوعہ ۱۹۰۹ء۔

توجیہ نہایت آسانی کے ساتھ تنویم مقناطیسی سے کیجا سکتی ہے، معجزات ہی پر کیا موقوف ہے، سحر و عملیات تک کے صدہا عجائب کی گرہ کھل جاتی ہے، اور جن واقعات پر عقلا نے اوہام و اباطیل کی مہر ثبت کردی تھی، وہ قوانین مادی کی طرح قوانین نفسی کے حقایق بن گئے ہین۔

معجزات شفا بہت سے معجزات و کرامات کا تعلق امراض کی ایسی شفا سے ہے، جو طب کے مادی وسائل علاج پر مبنی نہین اور اس لیے مدعیان عقل کے ہان اُس کا نام "وہم پرستی" تھا، لیکن آج تنویمی تحقیقات نے ایک نیا اور نہایت کامیاب اصول علاج منکشف کر دیا ہے، جو عام مادی وسائل اور استعمال ادویہ سے قطعاً مستغنی ہے، اِس بے دوا کے علاج سے بہرے شنوا ہو جاتے ہین۔ پھیپھڑے اور سل کے امراض مین شفا حاصل ہوتی ہے، آنکھون کی بیماریان جاتی رہتی ہین۔ وجع مفاصل دور ہو جاتا ہے، زخم بھر آتے ہین[۱]، کیا اس کے بعد بھی انجیل کی روایات مسیحائی کو "محض خوش اعتقادی یا اکاذیب کا طومار" کہنا خود اپنے جہل مرکب کی گواہی نہ ہوگی؟

فرانس کی جس مشہور درگاہ کی کرامات شفا کا اوپر ذکر گذرا ہے ہیوم نے معتبر سے معتبر شہادت کے باوجود انکو "قطعاً ناممکن" قرار دیا تھا، لیکن ڈاکٹر مول بلا کسی مطالبہ شہادت کے قدیم مصری اور یونانی مندرون کی کرامات شفا کو تنویم ہی کا معجزنما نفسی اثر سمجھتا ہے[۲]، غرض جو چیز ہیوم کے نزدیک "قطعاً ناممکن تھی"، مول کے نزدیک اب اُسمین اتنا استبعاد بھی نہین باقی کہ کسی غیر معمولی شہادت کا مطالبہ کرے۔

جان اسٹورٹ مل نے معجزہ کی تعریف یہ کی تھی کہ وہ عبارت ہے ایسے واقعہ سے جس کے پہلے وہ لوازم و شرائط نہ پائے جاتے ہون جو دوبارہ اس کو وجود مین لانے کے لیے کافی ہوتے ہین" لیکن آج ہمارے سامنے وہ لوازم و شرائط موجود ہین جنکی بنا پر عصا اسی طرح اژدہا بنجا سکتا ہے جس طرح کہ کرسی شیر نظر آسکتی ہے، تم کہوگے کہ تو پھر اس صورت مین حضرت موسیٰ کا اعجاز کیا رہا، اس کا جواب آگے آئے گا، سر دست تم صرف اتنا سمجھ لو کہ عصا کا اژدہا بنجانا اتنا مستبعد واقعہ نہین ہے جسپر یقین کے لیے نفس نوعیت واقعہ کی بنا پر کسی غیر معمولی شہادت کی احتیاج ہو،

---

[۱] ہپناٹزم صفحہ ۳۵۵ [۲] ایضاً صفحہ ۳۵۶۔

عام تجربات | تنویمی تجربات کے علاوہ یون بھی کچھ نہ کچھ ایسے پراسرار واقعات مشاہد و مسموع ہوتے رہتے ہین جنکی توجیہ عام قوانین فطرت سے نہین ہوتی، اور جو بہت سے معجزات کے متعلق ہماری حیرت و استبعاد مین کمی پیدا کرتے رہتے ہین ہمارے صوبہ کے مشہور انگریزی اخبار "لیڈر" نے پچھلے سال اپریل مین بردوان کا ایک عجیب و غریب واقعہ چھاپا تھا جو نامہ نگار کے الفاظ مین حسب ذیل ہے،

"بردوان مین ایک عجیب پراسرار واقعہ پیش آیا جسنے لوگون مین کافی سنسنی پیدا کردی ہے، لالہ کندن لال کپور ایک کھتری زمیندار ۱۱ ماہ حال کو ۸ بجے شام کے وقت مرا، متوفی چونکہ سوریہ بنسی کھتری تھا اسلیے جب تک دوسرے دن صبح آفتاب نہ نکل لیا اسکی لاش جلائی نہین گئی۔ جلانے سے پہلے اُس کے لڑکے انند لال نے ایک خالی کمرہ مین جہان کوئی اور نہ تھا۔ لاش کا فوٹو لیا لیکن اسکی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ اس کے فوٹو پر پانچ اور دھندھلی تصویرین آگئی ہین، ان تصویرون مین سے دو کو تو خاندان کے لوگون نے پہچانا تھا کہ متوفی کی پہلی بیوی اور لڑکے کی ہین جنکو مرے ہوئے کئی سال ہو چکے ہین۔ باقی تین تصویرین جو زیادہ روشن نہ تھین پہچانی نہین جاسکین۔"

"ٹائمس آف سیلون" مین ایک انگریز پلانٹر (چائے کا کاشتکار) نے اپنے قلیون کی قربانی اور پوجا کے کچھ مشاہدات لکھے تھے جو اس کو عجیب معلوم ہوتے تھے[۱]، اُن مین یہ بھی تھا کہ۔

"ایک شخص آگ کی سوراخ دار چٹی ہتھیلی پر رکھکر مندر کے گرد رقص و طواف کرتا تھا؛ اس نے مجھکو یقین دلایا کہ یہ چٹی اسکو بالکل گرم نہین محسوس ہوتی تھی، حالانکہ جب مین نے تجربتہً چٹی کے اُسی حصہ کو جو اس شخص کی ہتھیلی پر تھی، چھوا تو میری انگلی جل گئی۔ ان کا بڑا پوجاری کم و بیش ایک منٹ تک آگ مین ہاتھ ڈالے رہا اور کوئی اثر نہ ہوا؛ اسی طرح اور بھی کئی قلیون نے نہایت غیر معمولی حرکتین کین۔"

اِن چشم دید عجائب کو لکھکر پلانٹر نے ناظرین اخبار سے درخواست کی ہے کہ اگر کسی اور صاحب نے اس قسم کے واقعات

---

[۱] "لیڈر" نے "ٹائمس آف سیلون" کے حوالے سے نقل کیا ہے،

دیکھے ہوں تو براے مہربانی اطلاع دیں، یا اگر ان کی کوئی توجیہ و تشریح ہو سکتی ہو تو کریں، اس پر خود "ٹائمس" نے لکھا ہے کہ "سیلون اور ہندوستان دونوں جگہ مذہبی رسوم کے مواقع پر اس قسم کے واقعات اکثر دیکھنے میں آتے ہیں، مثلاً کولمبو میں محرم کے موقع پر لوگ آگ میں چلتے ہیں، ہمکو نہیں معلوم کہ ایسے واقعات کی ابتک علمی توجیہ ہو سکتی ہے، ایک نظریہ یہ ہے کہ لوگ اپنے آپ پر عمل تنویم کر لیتے ہیں[1]"

بہرحال توجیہ ہو سکے یا نہو سکے لیکن اڈیٹر ٹائمس نے پلانٹر کے بیان کی تکذیب نہیں کی، نہ کسی مزید شہادت کا مطالبہ کیا، کیوں؟ اس لیے کہ اس طرح کے واقعات اور بھی وقتاً فوقتاً پیش آتے رہتے ہیں جن کو سامنے رکھنے کے بعد پلانٹر کا بیان اتنا مستبعد نہیں رہتا کہ نفس نوعیت واقعات ہی کی بنا پر اُنکی تغلیط و تردید کر دیجائے، یا کسی غیر معمولی شہادت کا مطالبہ کیا جائے

پھر کیا وجہ ہے کہ تم اس واقعہ کو غلط سمجھو کہ حضرت ابراہیم کو آگ نہ جلا سکی، زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ اسکی بنا پر تم اُنکی نبوت کا اقرار نہ کرو، لیکن نفس واقعہ سے انکار کا کیا حق حاصل ہے؟

رویائے صادقہ | رویا یا خواب کی تشفی بخش عقدہ کشائی سے حکمت و فلسفہ کا ناخن ابتک عاجز ہے، مختلف اصناف خواب کی توجیہ کے لیے جو جو نظریات فرض کیے گئے ہیں، وہ خود ایک خواب پریشان معلوم ہوتے ہیں، لیکن قدرت اپنی عجائب آفرینیوں کے لیے انسانی توجیہات کا انتظار نہیں کرتی۔

تم کسی معمر آدمی سے دریافت کرو، اس کو اپنی زندگی کے بہتیرے ایسے خواب یاد ہونگے جو واقعات مستقبل کی تمثیل یا صریحی پیشین گوئی تھے، میرے ایک فلسفی دوست کو اپنے خوابوں کی صحت کا اس قدر تجربہ ہے کہ جب کسی شخص سے خواب میں اُن سے بےلطفی ہو جاتی ہے تو بیداری میں اس تنبیہ کے لیے وہ طیار رہتے ہیں اور اکثر کچھ نہ کچھ بدمزگی کی نوبت آہی جاتی ہے۔ مجھکو اپنے خواب بہت ہی کم یاد رہتے ہیں، لیکن جو جس قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ یاد رہتا ہے، اسی قدر زیادہ صحیح نکلتا ہے، سنہ ۱۹۲۰ء کے روزنامچہ میں (۵ اپریل) ایک جگہ لکھا ہے کہ

آج دوپہر کو سویا، تو کیا خواب دیکھتا ہوں کہ "ح" کا خط آیا ہے جس میں "س" کا بھی ایک خط ملفوف ہے

---

[1] تنویم مقناطیسی کی تحقیقات کی رو سے آدمی خود اپنے اوپر بھی عمل کر سکتا ہے۔

اُٹھنے کے بعد ڈاک آئی تو یہ خواب بالکل واقعہ تھا، کرانتہا یہ کہ خطون کا جو مضمون خواب مین دیکھا تھا، وہی قریب

قریب بیداری مین بھی پایا۔"

حالانکہ مجھکو "ح" کے خط کا کوئی انتظار نہ تھا، اور "س" کا خط تو حاشیۂ خیال مین بھی نہ تھا۔"

پروفیسر ہلپرکت اسیریا کے آثار قدیمہ کا ایک مشہور ماہر ہے۔ اس نے دو بابلی کتبات کے متعلق ایک اشکال کو جو بیداری مین حل نہین ہوسکا تھا خواب مین حل کیا، اور وہ بھی اس طرح کہ بابل کے ایک پرانے کاہن نے خواب مین آکر اسکی رہنمائی کی۔[1]

جب عام لوگون کے یہ تجربات ہین، تو پھر اس مین کیا استعجاب و استبعاد رہجاتا ہے کہ بعض نفوس قدسیہ (انبیاءؑ) کے تمام خواب رؤیاء صادقہ، یا ایک طرح کا وحی والہام ہوتے ہین، رسالت پناہؐ پر وحی کی ابتدا رؤیاء صادقہ (صالحہ) ہی سے ہوئی تھی، اخبار بالغیب کی گرہ بھی بڑی حد تک رؤیاء صادقہ سے کھل جاتی ہے۔

حقیقی اسرار نبوت | اسرار نبوت مین سب سے زیادہ پر اسرار مقام وہ ہے جہان ابراہیمؑ کو خدا خود ندا دیتا ہے (نادینا ان یا ابراھیم) جہان سے موسیٰ کو (کلم اللہ تکلیما) کی بنا پر کلیم اللہ کا شرف عطا ہوتا ہے اور جہان محمدؐ اور خدا مین قاب قوسین یا اس سے بھی کم کی دوری رہجاتی ہے، یہی وہ مقام ہے جہان منطق و استدلال کا "حجاب اکبر" اُٹھ جاتا ہے، اور ظنی علم کی جگہ کشف و مشاہدہ کا حق الیقین حاصل ہوجاتا ہے، ابراہیمؑ کو کس نے ندا دی؟ موسیٰؑ نے طور پر کس سے کلام کیا؟ اور "لن ترانی" کے باوجود کیا دیکھا؟ وہ کون سی ہستی تھی جس مین اور محمدؐ مین صرف "قَابَ قَوْسَیْنِ" کی دوری تھی؟ اور "اَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی" کا ماجرا کیونکر پورا ہوا؟ ان سوالات کا جواب جامۂ تحدید مین رہ کر نہ دیا جاسکتا ہے اور نہ سمجھا جاسکتا ہے۔

حقیقی آیات نبوت کی عام مثالین | عام معجزات کی جو نوعیت ہے چونکہ اسکی مثالین جیساکہ اوپر معلوم ہوچکا ہے معمولی واقعات زندگی مین بھی ملتی رہتی ہین لہذا اسی نسبت سے ان کے استبعاد مین بھی بہت کچھ کمی ہوجاتی ہے،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مضمون "ڈریم"۔

لیکن "وادی ایمن" اور "سدرۃ المنتھیٰ" کی واردات، جو اصلی معجزات اور مقام نبوت کی حقیقی "آیات کبریٰ" ہین، ان کی بظاہر کوئی مثال اس عالم ناسوت مین نہین نظر آتی، جس سے عام انسانون کو انکی فہم مین مدد ملے، بیشک "لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَىٰ" کا "رتبۂ بلند ملا جسکو مل گیا" اور یہ سچ ہے کہ آفتاب کی عالم افروزی کا اندازہ ستارون کی چمک سے نہین ہوسکتا تاہم بقدر استعداد تجلی طور کا ہلکا سا پرتو ذرات پر کبھی کبھی پڑ ہی جاتا ہے اور چشم بینا کی ہدایت کے لیے اتنا ہی بس ہے۔

انبیا و مرسلین کے بعد اولیا و مقربین کے ہان ان تجلیات کی کافی شہادتین ملتی ہین لیکن عام انسانی سطح سے چونکہ یہ درجہ بھی بہت بلند ہے اس لیے اور نیچے اتر کر ہمکو اپنی ہی سطح کی کچھ مثالین تلاش کرنی چاہئین۔

پروفیسر ولیم جیمس جو ہمارے زمانہ کا سب سے نامور محقق نفسیات ہے اور جس کا شمار اکابر فلاسفہ مین ہے، اُس نے لوگون کے ذاتی واردات مذہب یا مذہبی تجربہ و شعور کے مختلف اصناف پر ۵۰۰ صفحات سے زائد کی ایک کتاب[1] لکھی ہے اس مین بلا قید مشرق و مغرب، انبیا و اولیا، عوام و خواص، علما و حکما سب کے "تجربات مذہبی" کی آپ بیتی واردات کو یکجا کیا، اسی وسیع ذخیرہ مین سے ہم صرف عام انسانی سطح کے چند واقعات کا بترتیب ذیل انتخاب کرتے ہین،

سب سے پہلے جیمس نے اپنے ایک بے تکلف اور نہایت ہی ذہین و زیرک دوست کے متعدد تجربات لکھے ہین، اس دوست کو کبھی کبھی رات کے وقت جبکہ یہ کتب بینی مین مشغول ہے یا خالی بیٹھا ہے ایسا معلوم ہوا کہ کمرے کے اندر کوئی موجود ہے، پلنگ کے پاس ہے، اپنی گود مین اس کو دبا رہا ہے، گو وہ نہین جانتا کہ یہ کون ہے، یا کیا ہے تاہم نفس کی موجودگی کا اس سے کہین زیادہ اس کو یقین ہے جتنا کہ دن کی روشنی مین کسی ذی روح کی موجودگی کا ہوسکتا ہے وہ اس کو کسی متشخص ذات یا انسان کی طرح نہین دیکھ رہا ہے، پھر بھی اپنے تمام محسوسات سے زیادہ اس کے حقیقی، و واقعی ہونے کا اذعان ہے۔

"اسکی موجودگی مین نہ کوئی ابہام والتباس ہے، نہ یہ شعر یا موسیقی کے وجد و کیف کا سا پیدا کردہ

[1] اس کا نام "The Varieties of Religious Experience" "تجربۂ مذہبی کے اصناف" پروفیسر موصوف کا انتقال بھی سنہ ۱۹۱۰ء مین ہوا ہے۔

کوئی جذبہ ہی، بلکہ یہ ایک ۔ ذی شخصیت کی نہایت قریب موجودگی کا قطعی علم ویقین ہے، اور اس کے
چلے جانے کے بعد میرے حافظہ مین اسکی یاد ایک حقیقت کی طرح تازہ ہے۔ ہر چیز جو مین دیکھتا یا سنتا ہون
خواب ہوسکتی ہے لیکن یہ واقعہ خواب نہ تھا" (صفحہ ۶۰-۶۱)

یہ دوست، کوئی وہم پرست نہین ہے، بلکہ جیمس کو اس بات پر حیرت ہو کہ وہ ان تجربات کو مذہبی رنگ مین کیون
نہین تعبیر کرتا۔ اس کے بعد ایک اور شخص کا بیان ہے۔

"میری آنکھ بعجت رات رہے کھل گئی .... ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے جان بوجھکر جگا دیا اور پہلے
مین یہی سمجھا کہ کوئی شخص اندر گھس آیا ہے ۔۔۔ مین نے پھر سونے کے لیے کروٹ بدل لی، فوراً
ہی محسوس ہوا کہ کمرے مین کوئی موجود ہے۔ اور یہ کچھ عجیب احساس تھا کسی عام ذی حیات شخص
کی موجودگی کا نہین، بلکہ ایک روحانی وجود کا احساس تھا۔ ممکن ہو کہ تمکو اس پر ہنسی معلوم ہوتی ہو،
لیکن مین وہ بیان کرتا ہون، جو مجھپر گذری، بجز اسکے کہ مین ایک روحانی وجود سے اس کو تعبیر
کرون، اور کوئی بہتر صورت مجھکو اپنے احساس کے ادا کرنے کی نہین ملتی۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔
ساتھ ہی مجھکو ایک یہ دہشت بھی محسوس ہوئی کہ کوئی عجیب وخوفناک واقعہ ظاہر ہوا چاہتا ہے" (ص ۷۲)

ایک سائنس دان کے اعترافات سنو،

"بیس اور تیس سال کی عمر کے مابین مین بتدریج لا ادری اور لا مذہب ہوگیا تھا، تاہم اس "غیر متیقن
شعور" سے مین کبھی خالی نہین رہا جسکا نام ہربرٹ اسپنسر نے "حقیقۃ مطلقہ" رکھا ہو۔ لیکن اسپنسر
کی طرح یہ حقیقت میرے لیے محض ناممکن العلم نہ تھی۔ کیونکہ گو مین نے طفلانہ طریقہ سے خدا سے
دعائین مانگنا چھوڑ دیا تھا اور مذہبی رسم کے مطابق کبھی نماز نہین پڑھی، نہ دست بدعا ہوا، تاہم میرا
زیادہ حال کا تجربہ یہ بتلاتا ہے کہ عملاً اس ذات کے ساتھ مجھکو وہی تعلق رہا ہے جو دعا اور نماز کا
ہوتا ہے، جب مجھپر کوئی مصیبت پڑی، خواہ وہ خانگی ہو یا کاروباری، یا جب مین کسی معاملے کے

متعلق پریشان و متردد ہوا اور میرا دل بیٹھنے لگا تو اعتراف کرتا ہوں کہ استعانت کے لیے میں اسی تعلق کی طرف بھاگا جو اس ذات کے ساتھ مجھکو حاصل تھا۔ .. .. اس نے ہمیشہ میری نصرت کی، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسکی تائید غیبی نے مجھکو بے انتہا قوی کر دیا ہے۔ .. .. .. میں پاتا ہوں کہ اس کے ساتھ میرا تعلق دراصل شخصی تھا، کیونکہ ادھر چند سال سے اس استعانت کی قوت نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے، جس سے مجھکو ایک صریح فقدان کا شعور ہے۔ .. .. .. اور اقرار ہے کہ میں اپنی زندگی میں ایک بڑی قوت و نصرت سے محروم ہو گیا ہوں .. .. جس ذات کو میں "اس" سے تعبیر کر رہا ہوں یہ اسپنسر کی نامعلوم حقیقت نہ تھی بلکہ یہ میرا خدا تھا، جسکی تائید پر مجھکو بھروسا تھا، لیکن جس کو نہیں معلوم میں نے کس طرح گم کر دیا۔" (صفحہ ۹۶ - ۹۵)

سوئٹزرلینڈ کے ایک شخص کی آپ بیتی یہ ہے کہ

"میں پوری طرح صحیح و تندرست تھا۔۔۔ کسی قسم کی تھکن، بھوک یا پیاس قطعاً نہ تھی، طبیعت بالکل چاق اور شگفتہ تھی، گھر سے جو خبر ملی تھی اچھی تھی، غرض دور و نزدیک کسی قسم کی کوئی پریشانی نہ تھی، ہوشیار رہنما ہم لوگوں کے ساتھ تھا، راستہ میں بھٹکنے کا بھی مطلقاً اندیشہ نہ تھا۔ مختصر طور پر اپنی اس حالت کو یوں ادا کر سکتا ہوں کہ میرا دل و دماغ اس وقت کامل توازن کی حالت میں تھا، کہ یکایک مجھکو اپنے اندر ایک طرح کا ارتفاع محسوس ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ خدا موجود ہے، گویا اس کی رحمت و قوت میرے سارے وجود میں نفوذ کر رہی ہے، یہ کیفیت اس درجہ شدید تھی کہ ساتھیوں سے بمشکل اتنا کہہ سکا کہ آگے چلو، میرا انتظار نہ کرو، اب مجھ میں کھڑے ہونے کی تاب نہ تھی، ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا امنڈ آیا، میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ایک حقیر اور میری جیسی گناہ گار مخلوق پر اتنا بڑا رحم و فضل فرمایا کہ زندگی ہی میں اپنے کو پہنچوا کر اپنی ربوبیت کا

[1] اس حالت کو سامنے رکھکر ذرا ان آیات کو پڑھو "ایاک نستعین"، "ففروا الی اللہ"، "وما النصر الا من عند اللہ"

کرشمہ دکھلایا، مین نے اس سے نہایت الحاح کے ساتھ دعا کی کہ میری زندگی تمام تر اسکی رضاجوئی
مین بسر ہو، جواب ملاکہ بس تو روز بروز عاجزی و مسکنت کے ساتھ میری رضا پر چلنے کی کوشش کر،
اور اس کا فیصلہ مجھ خدائے قادر و توانا پر چھوڑ دے، کہ اس سے بھی زیادہ قوی شعور کے ساتھ تو مشاہدۂ
حق کے قابل ہوا ہے یا نہین ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، یہ احساس و اثر اس قدر گہرا اور
واضح تھا کہ مین نے اپنے دل سے سوال کیا کہ کیا موسیٰ نے کوہ طور پر کچھ اس سے بھی زیادہ وضاحت
کے ساتھ دیکھا تھا۔ اس قدر بیان کر دینا اور مناسب ہوگا کہ اس عالم وجد مین خدا کسی شکل و صورت
اور رنگ و بو سے متصف نہ تھا، نہ مین اس کی موجودگی کی کوئی خاص جگہ محسوس کر رہا تھا“

جیمس نے تو اس قسم کے تجربات کا ایک انبار لگا دیا ہے لیکن ہم ایک طویل بیان کے دو حصون کے اقتباس
پیش کرتے ہین، قیاس اور اخذ نتائج کے لیے امید ہے کہ یہی تین چار مثالین کافی ہونگی، امراض دماغی کے ایک
ماہر ڈاکٹر بوکر نے خود اپنا تجربہ لکھا ہے کہ

”اس کے بعد مجھپر ایک انتہائی فرحت و انبساط کی کیفیت طاری ہوئی جس کے ساتھ ہی ایک
ایسی اشراقی یا انشراحی حالت پیدا ہوئی جس کا بیان ناممکن ہے اس حالت مین دوسری چیزون
کے ساتھ اس بات کا بھی مجھکو صرف یقین نہین بلکہ عینی مشاہدہ ہوا کہ کائنات بے جان مادہ سے
نہین بنی ہے بلکہ یہ ایک ذی حیات وجود ہے۔ مجھکو خود اپنے اندر ایک ابدی حیات کا احساس
ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ کیفیت صرف چند سکنڈ تک رہی لیکن اسکی یاد اور حقیقت کا احساس آج چوتھائی
صدی گذر جانے پر بھی اسی طرح تازہ ہے“ (صفحہ ۳۹۹)

اِن مثالون کو سامنے رکھکر اب یہ حدیث پڑھو کہ

”ایک دفعہ صبح کی نماز کے لیے آپ دیر سے برآمد ہوئے، نماز کے بعد لوگون کو اشارہ کیا کہ
اپنی اپنی جگہ ٹھہر جائین، پھر فرمایا کہ آج شب کو مین نے اتنی رکعتین پڑھین جتنی کہ میرے لیے مقدر

تھیں، تو نماز ہی میں کچھ اونگھ سا گیا (نعست) اس حالت میں میں نے دیکھا کہ جمالِ الٰہی بے پردہ
میرے سامنے ہے، خطاب ہوا، اے محمد! تم جانتے ہو کہ فرشتگان خاص کس امر میں گفتگو کر رہے ہیں
عرض کی نہیں اے میرے رب! میں نہیں جانتا۔ اس نے اپنا ہاتھ دونوں مونڈھوں کے بیچ میں
میری پیٹھ پر رکھا جس کی ٹھنڈک میرے سینہ تک پہنچ گئی، اور آسمان و زمین کی تمام چیزیں نگاہوں
کے سامنے جلوہ گر ہو گئیں۔ سوال ہوا یا محمد! تم جانتے ہو کہ فرشتگانِ خاص کس امر میں گفتگو کر رہے
ہیں، عرض کی ہاں اے میرے رب ۔۔ ۔۔ الخ[1]"

اس میں کلام نہیں کہ مکالمۂ طور اور ماجرائے اسرا، (معراج) کا مقام مذکورۂ بالا مثالوں سے اتنا ہی بلند ہے جتنا کہ انبیاء کا مقام انسانوں سے بلند ہونا چاہیے۔ تاہم "عالمے ہست کہ این عالم ازان تمثالے است" ان مثالوں سے ایک نہ ایک حد تک اس مقام برتر کا دھندلا سا تصور پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اور ہمارے مدعا کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

مقدمات ثلثہ

یقین معجزات کے لیے ہماری منطق استدلال کے تین مقدمات تھے جن میں سے دو کو تو ہیوم اور ہکسلے نے بترتیب پورا کر دیا تھا تیسرا مختلف اصناف استبعاد کے شواہد سے پورا ہو جاتا ہے۔ ان مقدمات ثلثہ کا خلاصہ یہ ہے

(۱) معجزات بذات خود کوئی ناقابل تصور یا ناممکن الوقوع شے نہیں ہیں۔ (ہیوم)

(۲) زیادہ سے زیادہ ان کو "انتہائی حیرت انگیز" یا انتہائی مستبعد" واقعات سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، اس لیے (الف) انسانی شہادت کی بنا پر ان کو قبول کیا جا سکتا ہے، (ب) البتہ انتہائی حیرت انگیزی" واستبعاد کی وجہ سے بظاہر ان کے قبول کرنے کے لیے جو شہادت مطلوب ہو اس کو بھی ہر لحاظ سے انتہائی حد تک قابل اعتبار ہونا چاہیے (ہکسلے)

(۳) لیکن معجزات میں جس قسم کا استبعاد یا حیرت انگیزی پائی جاتی ہے اس کے شواہد چونکہ عام انسانوں کے مادی

---

[1] پوری حدیث کے لیے دیکھیے آگے ذکر مشاہدات،

نفسی یا روحانی تجربات میں بھی ملتے رہتے ہیں، جنکے قبول ویقین کے لیے لوگ کوئی غیر معمولی شہادت طلب نہیں کرتے

لہٰذا یقین معجزات کے لیے بھی کسی غیر معمولی شہادت کی ضرورت نہیں

اصلی بحث یقین کی ہے | لیکن سوال یہ ہے کہ ہیوم وہکسلے کی ناقص منطق سے اگر کوئی شخص گمراہ ہوگیا تھا، تو کیا وہ اس منطق کا صرف تیسرا مقدمہ پورا کردینے سے راہ راست پر آجائے گا؟ اور کیا اب صفحات بالا کے پڑھ لینے سے معجزہ کا کوئی منکر نہ رہ جائے گا؟ مجھکو تو اندیشہ ہے کہ محض میرے یہ سیاہ نقوش ایک منکر کو بھی مومن نہ بناسکیں گے۔ تم کہوگے کہ شاید استدلال ہی بودا ہے، لیکن کیا دنیا کا کوئی قوی سے قوی استدلال بھی نفس اپنی قوت استدلال کی بنا پر کسی کو معجزات کا یقین دلاسکتا ہے؟ ارسطو۔ مل اور ہیگل[1] جو منطق کے "اقانیم ثلثہ" ہیں کیا یہ سب کے سب ملکر بھی کوئی ایسی منطق یا عقلی استدلال پیدا کرسکتے تھے جو بذات خود ہر عام وخاص کو معجزات کا یقین دلا دیتا؟

ان سوالات کا جواب اگر نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے، تو پھر معجزات کے متعلق خالی امکان وقوع اور شہادت وقوع کی بحث چنداں اہم نہیں رہجاتی، بلکہ اصلی بحث یقین کی ماہیت اور اس کے علل واسباب کی ہے۔

یقین معجزات

یقین کی ماہیت | یقین کی فلسفیانہ ماہیت پر کوئی مفصل مستقل بحث چھیڑنا مقصود نہیں ہے، نہ یہاں چنداں اسکی ضرورت ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ کسی شے کے نفس تصور اور اس کے یقین میں کیا فرق ہے۔

یہاں ہمارے مقصد کے لیے صرف اتنا جان لینا چاہیے کہ ریاضی کے تصورات مجردہ[2] کی طرح امور واقعیہ (واقعات)

---

[1] ارسطو اور مل علی الترتیب قیاسی واستقرائی منطق کے امام ہیں جنکا تعلق اضافی حقایق وعلوم سے ہے لیکن ہیگل (جرمنی) نے منطق کے زمین وآسمان ہی بدل دیے، یعنی منطق کو مابعد الطبیعیات بناکر اس کے ذریعہ "حقیقۃ مطلقہ" کا سراغ لگانا چاہا ہے۔ [2] معجزات کا تعلق چونکہ تاریخ وروایت کے واقعات سے ہے، نہ کہ ریاضی کے مجردات سے۔ اس لیے ہم مجردات ریاضیہ کے علم ویقین کی جو نوعیت ہے اس کے بحث میں نہیں پڑنا چاہتے۔ ورنہ دراصل یقین بھی کسی ایسی اطلاقی اور اٹل یا ناقابل تغیر بنیاد پر نہیں قایم ہے جس کا انکار نہ ہوسکے۔ بلکہ مل جیسے منطقی وفلسفی کا تو یہ دعوی ہے کہ ریاضیات کی مفروضہ قطعیت محض ایک وہم وفریب ہے۔ جس طرح براق کی اس تعریف سے کہ وہ نام ہے آدھے گھوڑے اور آدھے انسان کا، یہ نہیں لازم آتا کہ براق کا وجود یقینی اور واقعی ہے۔ اسی طرح دائرہ کی اس تعریف سے کہ وہ نام ہے ایسی شکل کا جس کے نصف قطر تمام برابر ہوں۔ یہ نہیں لازم آتا کہ واقعتاً ایسا کوئی دائرہ موجود بھی ہے، انتہا یہ کہ مل کے نزدیک اس میں بھی کوئی تناقض نہیں کہ دو اور تین مل کر ۷ ہو سکتے ہیں۔

سکے متعلق ہمارا یقین ناقابل تغیر یا اطلاقی نوعیت کا نہین ہوتا، بلکہ لذت والم۔ حیرت و استعجاب، رنج و غم، محبت و نفرت ارادہ و خواہش وغیرہ، دیگر کیفیات نفسی کی طرح محض ایک اضافی و تغیر پذیر ذہنی کیفیت کی حیثیت رکھتا ہو جس طرح کسی واقعہ سے ہر شخص کے نفس مین کیفیات بالا کا پیدا ہونا، یا یکسان طور پر پیدا ہونا ضروری نہین ہے، اُسی طرح ہر آدمی کے دل مین، اس واقعہ کا یقین یا ایک ہی معنی مین یقین پیدا ہونا بھی لازمی نہین۔

تاریخ کی بعض کتابون مین ایک روایت مذکور ہے کہ اسکندریہ کا کتب خانہ حضرت عمرؓ کے حکم سے اس بیدردی سے ساتھ جلایا گیا کہ چھ مہینے تک مصر کے حمامون کا ایندھن بنا رہا، علم کا فدائی اور حکمت و فلسفہ کا عاشق اس روایت کو پڑھکر کف افسوس ملنے لگتا ہے، اور اس کے دل مین نفرت و غصہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہو۔ بخلاف اس کے اسی روایت کو اگر ایک سپاہی پڑھتا ہے تو نہ وہ اپنے اندر کوئی نفرت و غصہ پاتا ہے، اور نہ اتنا افسوس کرتا ہے، اس کے نزدیک قلعہ انٹورپ کی بربادی کتب خانۂ اسکندریہ کی تباہی سے کہین زیادہ ماتم انگیز ہے لیکن یہی روایت اگر کسی صوفی عارف کی نظر سے گذرے، تو رنج و غصہ کی جگہ اس کو انتہائی مسرت ہوسکتی ہے کہ "حجاب اکبر" کا یہ "دفتر بےمعنی" اسی سلوک کا مستحق تھا، "صد کتاب و صد ورق در نار کن"

تمنے دیکھا کہ ایک ہی چیز سے مختلف اشخاص پر مختلف بلکہ متضاد جذبات طاری ہوئے، جذبات کی طرح یقین و عدم یقین کے بھی متضاد اثرات طاری ہوئے ہین جن اہل یورپ کے دل مین مسلمانون کی وحشت و جہالت کا تعصب راسخ تھا اور جنکی طبیعت تنقیص اسلام کی ہر شہادت کو قبول کرنے پر حریص تھی انہون نے نہ صرف شہادت کی تحقیق و تفتیش کے بغیر اس خبر کا یقین کرلیا، بلکہ اسکی روائتی و درائتی تضعیف کے بعد بھی انکا یقین قائم رہا، لیکن انہی اہل یورپ مین جو گروہ اس درجہ اسلام کے ساتھ عداوت نہین رکھتا تھا کہ اس کے جذبۂ انصاف پسندی کو جذبۂ تعصب نے مغلوب کرلیا ہو، اُس کو تحقیق کے بعد یہ روایت ہی سرے سے بے اصل و مضحکہ خیز نظر آئی۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ ایک مسلمان مورخ جو کتبخانہ اسکندریہ کے جلانے کو دامن اسلام پر وحشت و جہالت کا ایک بدنما داغ سمجھتا تھا اور کسی طرح اسکا محبت اسلام سے لبریز دل اس کے قبول پر آمادہ نہ تھا۔ اسکی تحقیقات نے اس روایت کو نہ صرف دشمنون کا صریح افترا و بہتان قرار دیا

بلکہ اُسکے لئے خود اُنہی افترا پرداز دشمنون کو اصلی مجرم ثابت کردکھایا" ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا[1]

نظریات حکمت کا یقین

یقین کی یہ جذباتی و اضافی حیثیت صرف واقعات تاریخ و روایات ہی کے ساتھ مخصوص نہین ہے، بلکہ فلسفہ و حکمت (سائنس) کے نظریات و نظامات کا یقین بھی یہی حیثیت رکھتا ہے۔ پروفیسر جیمس نے "ارادۂ یقین" اور "جذبۂ عقل پرستی"[2] کے عنوان سے دو نہایت دلچسپ مضمون لکھے ہین، ان مین اُس نے دکھایا ہے کہ ہمارا یقین کس قدر خواہش و ارادہ یا جذبات کی اضافی کیفیات کا پابند ہے، اور سائنس و فلسفہ کی بنیاد جس عقل پرستی پر ہے وہ بھی دراصل مذہب پرستی یا عجائب پرستی کی نوعیت کا محض ایک جذبہ ہے۔

یکسانی کا جذبہ

ایک فلسفی یا حکیم فلسفیانہ یا حکیمانہ فکر و تفحص مین کیون اپنا سر کھپاتا ہے؟ زیادہ تر اس "خواہش" کی بنا پر کہ عالم مین جو ایک تشتت و پریشانی، کثرت و پراگندگی نظر آتی ہے، کوئی ایسا اصول یا قانون دریافت ہوجائے جو اس کثرت و پراگندگی کو وحدت و یکسانی کے رشتہ سے مربوط و مسلسل کردے، اس قانون و اصول کے عقلی یا صحیح ہونے کا کیا معیار ہے؟ صرف یہی کہ اس کے قبول و باور کرنے سے ہمارے دماغ کی حیرانی و پریشانی رفع ہوجاتی ہے اور کارخانۂ فطرت مین یکسانی و ہمواری کی موجودگی کا ایک خوش گوار و لذیذ احساس یا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

"یہ لذت کہ پراگندہ واقعات دراصل کسی ایک ہی مخفی واقعہ کے مظاہر ہین، اسی طرح کی لذت ہے جو کسی گویئے کو پراگندہ آوازون کے ایک نغمہ یا راگ مین منتظم کردینے سے حاصل ہوتی ہے" کون شخص اس امر کی دلفریبی کو نہ محسوس کریگا کہ سیب کو زمین کے ساتھ وہی تعلق ہے جو چاند کو اس کے ساتھ ہے۔ غبارہ اسی قانون کے ماتحت اوپر چڑھتا ہے جس کے ماتحت پتھر نیچے گرتا ہے۔ اس یقین مین کس کیلئے لذت نہو گی کہ پہاڑ پر چڑھنے یا درخت کے کاٹنے مین جس طاقت سے ہم کام لیتے ہین وہ وہی ہے جو آفتاب کی اُن کرنون مین پائی جاتی ہے جو اُس غلہ کو پکاتی ہین جس کا

---

[1] دیکھو رسائل شبلی مضمون "کتب خانۂ اسکندریہ"

[2] انگریزی مین ان دونون مضامین کا نام علی الترتیب (Sentiment of Rationalism) اور (Will To Believe) ہے، جو دیگر مضامین کے ساتھ شائع ہوئے ہین۔ افسوس کہ یہان ہم بخوف طوالت ان سے زیادہ استفادہ نہین کرسکتے لیکن جو انگریزی دان اصحاب یقین کی حقیقت و نوعیت کو اچھی طرح سمجھنا چاہتے ہین ان کو یہ دونون مضمون ضرور پڑھنے چاہئین۔

صبح ہمنے ناشتہ کیا ہے"[1]

نظم و یکسانی کی لذت کے لیے انسان کی فطرت جس درجہ حریص ہے اسی کو ملحوظ رکھکر ہمارے زمانہ کے ایک زبردست معلم فلسفہ پروفیسر رائس نے تنبیہ کی ہے کہ "جہاں کہیں بھی ہم کو کسی قانون **فطرت** کی وحدت و یکسانی کا یقین محسوس ہو، یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس احساس وحدت کا بڑا حصہ اہل فطرت کی واقعی وحدت کے بجائے اس ناقابل استیصال جذبہ پر مبنی ہو سکتا ہے جو وحدت و نظم کی پسندیدگی کے لیے خود ہمارے نفوس کے اندر موجود ہے"[2]

یہی تعصب تھا جسکی بنا پر ایک بڑے سائنس دان نے جیمس سے کہا کہ "کلام نفسی کا دعویٰ اگر صحیح بھی ہو تو بھی تمام اہل سائنس کو اس کے دبانے اور چھپانے پر اتفاق کر لینا چاہیے کیونکہ اس سے فطرت کی یکسانی اور نیز بہت سی ایسی چیزوں کی تکذیب ہوتی ہے جن کے [illegible] بغیر سائنس دان اپنا کام نہیں چلا سکتے" اس قول کو نقل کر کے جیمس نے لکھا ہے کہ اگر یہی سائنس دان حضرات [illegible]سی کو سائنس کے حق میں مفید مطلب پاتے تو اس سے اغماض کے بجائے نہ صرف اسکی شہادت کی تحقیق پر آمادہ ہو جاتے، بلکہ یہی شہادت یقین کے لیے کافی ہوتی[3]۔

اب تم ہی فیصلہ کرو کہ کیا "عقل پرست" سائنس کے تعصبات "وہم پرست" مذہب کے تعصبات سے کچھ بھی کم، یا مختلف ہیں اور کیا اہل سائنس کا انکار معجزات وحدت و یکسانی کے مذکورۂ بالا تعصب کا نتیجہ نہیں ہے؟

نظریات فلسفہ کا یقین | خیر اہل سائنس یا حکما کو تو خود ہی بڑی حد تک اس امر کا اعتراف ہے کہ سائنس کے نظریات زیادہ تر اضافی اور مفروضی حیثیت رکھتے ہیں لیکن فلاسفہ یا متألہین، جو حقایق عالیہ اور صداقت مطلقہ کے چہرہ سے پردہ اُٹھانے کا دعویٰ رکھتے ہیں، اُن کے اصول و نظریات پر تو انسانی جذبات یا ذاتی میلانات کا سایہ تک نہ پڑنا چاہیے تھا۔ مگر یہ کس قدر حسرت انگیز منظر ہے کہ سب سے زیادہ فلسفہ ہی کے مذاہب و نظامات شخصی جذبات و خواہشات کا عکس نظر آتے ہیں! بلکہ سچ یہ ہے کہ جتنے فلاسفہ اتنے ہی مذاہب، حتیٰ کہ ایک عام دلچسپ تقسیم کی رو سے فلاسفہ کی دو

---

[1] جیمس کا مضمون "جذبۂ عقلیت" Sentiment of Rationality دیکھو "اصول نفسیات" جلد دوم صفحہ ۳۱۷

[2] بحوالہ The Religious Aspect of Philosophy (فلسفہ کا مذہبی پہلو) مصنفہ پروفیسر رائس"

[3] "ارادۂ یقین" صفحہ ۱۰ - طبع جدید سنہ ۱۹۱۶ء -

قسمیں یہ قرار پائی ہیں کہ رونے والے (بکائیہ) اور **ہنسنے والے** (ضحکیہ) فلاسفہ جنکو زیادہ سنجیدہ اصطلاح میں علی الترتیب "شریہ" اور "خیریہ"[1] کہا جاتا ہے، یا اُس کو "یاسیہ" اور "رجائیہ" بھی کہہ سکتے ہو۔ اگر نفسیاتی تحلیل کیجائے، تو اس اختلاف کا مبنی رونے اور ہنسنے، یاس ورجاء، امید وبیم وغیرہ کے ذاتی جذبات واحوال ہی ثابت ہوں گے۔

دورِ جدید کا ایک زبردست فلسفی **شوپنہار** جس کا شمار فلسفہ کے اکابر ائمہ میں ہے اور جو فلاسفہ کی **رونی** جماعت کا ایک نامور فرد ہے، اس کا سارا فلسفہ ہی یہ ہے کہ "صداقت مطلقہ" صرف ارادہ یا خواہش ہے، نہ کہ عقل یا فکر، اور یہ ارادہ چونکہ "بے عقل" ہے اس لیے اسکی کوئی غایت نہیں۔ دنیا میں کوئی فلاح وسعادت نہیں، بلکہ یہ تمام تر "بے مقصد" ارادہ کا ایک کھلونا یا تماشا ہے، خارجی عالم اسی "بے عقل وبے مقصد" ارادہ کی محض ایک تصویر ہے۔

کرۂ عقل کی سب سے اونچی سطح پر بسنے والے ان فلاسفہ کے باہمی اختلافات بلکہ تضاد آرا کا یہ عالم ہے کہ جتنے منھ اتنی باتیں۔ کوئی کہتا ہے کہ دنیا تمامتر عقل پر مبنی ہے۔ کوئی مدعی ہے کہ اس کا وجود سراپا بے عقلی ہے، کوئی شخصی خدا کا یقین رکھتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ شخصی خدا ناقابل تصور ہے کسی کو ذہن سے باہر خارجی دنیا کا اذعان ہے، کوئی ثابت کرتا ہے خارجی دنیا کا وجود محض وہم وفریب ہے کسی کی زبان پر یہ ہے کہ ایک مستقل وقائم بالذات روح ہے، کوئی پکارتا ہے کہ نفس کے تغیر پذیر احوال کے سوا کچھ نہیں ہے کسی کا دعویٰ ہے کہ سلسلۂ علل نا متناہی ہے۔ کوئی مانتا ہے کہ نہیں ایک علۃ العلل ہے۔ کوئی انسانوں کو مجبور محض پاتا ہے، اور کوئی مختار، کوئی مبدءِ عالم کی وحدت کا قائل ہے۔ اور کوئی کثرت کا، بظاہر مہمل سے مہمل بات بھی تم کو ایسی نہ ملے گی جس کا باور کرنے والا عاقل سے عاقل فلسفی نہ ملتا ہو۔

عقل انسانی کی انہی حیرانیوں کو دیکھکر آدمی پکار اٹھتا ہے کہ کسی چیز کو حق کہنے کے صرف یہ معنی ہیں کہ جب تم

---

[1] انگریزی میں انکا لقب علی الترتیب "Pessimists" اور "Optimists" ہے۔

اسکو حق یقین کہو تو حق یقین ہے ورنہ نہیں[1]، اور خصوصاً موجودہ زمانہ مین تو اس سرعت و کثرت کے ساتھ نظریات اُبل پڑے ہین کہ ایک کو دوسرے سے زیادہ واقعی خیال کرنا، قریباً ناممکن ہوگیا ہے۔ اس قدر مختلف ہندسات، اس قدر مختلف منطقین، اس قدر مختلف طبیعاتی و کیماوی مفروضات پیدا ہوگئے ہین،........کہ صحیح سے صحیح اصول کی نسبت بھی گمان ہوتا ہے کہ وہ کسی واقعیت کا پرتو ہونے کے بجائے محض انسانی ذہن کی ایجاد ہے[2]۔

مشاہدات کا یقین | تم سمجھتے ہوگے کہ علم و یقین کی یہ اضافی یا ذہنی نوعیت زیادہ سے زیادہ اصول و نظریات تک محدود ہوگی، باقی مشاہدات و محسوسات جو ان اصول و نظریات کا آخری مرجع ہین، وہ تو بہرحال کوئی اضافی شے نہین ہوسکتے۔ کیونکہ ان کے متعلق زید و عمر کی نوعیت یقین مین کوئی تفاوت ناممکن ہے۔ لیکن تمہارا یہ "ناممکن" نہ صرف "ممکن" بلکہ واقعہ ہے۔

دن رات کے ان معمولی تجربات کا تو ذکر ہی کیا کہ ایک چیز جو ایک آدمی کو خوبصورت معلوم ہوتی ہے، دوسرے کو بدصورت نظر آتی ہے۔ ایک کو خوش مزہ محسوس ہوتی ہے، دوسرے کو بدمزہ۔ آلات حس و مشاہدہ کی ساری دنیا عبارت ہے رنگ و بو، آواز و مزہ، سردی و گرمی، شکل و صورت، طول و عرض (امتداد) پستی و بلندی، دوری و نزدیکی سے لیکن کیا ان مین سے ایک شے کے متعلق بھی عامی حکیم اور فلسفی سب کا یقین یکسان نوعیت رکھتا ہے؟

عامی آدمی اپنے حواس کی مذکورۂ بالا ساری دنیا کو بعینہٖ خارجی حقائق یقین کرتا ہے۔ حکیم یا سائنس دان کے نزدیک ان مین سے کسی ایک کا بھی خارج مین کوئی وجود نہین، اس کے نزدیک خارج مین صرف مادہ و قوت موجود ہے اور ہمارے محسوسات یا مشاہدات تمامتر اسی مادہ و قوت کے پیدا کردہ محض ذہنی تاثرات ہین: ورنہ خارج باہر نہ کوئی رنگ ہے نہ بو، نہ کوئی آواز ہے نہ مزہ۔ لیکن حکمت کو چونکہ اپنی تحقیقات مین قدم قدم پر مادہ و قوت کے الفاظ دہرانا پڑتے ہین اس لیے خالص حکیم کے دل مین مادہ پرستی کا ایک ایسا جذبہ و میلان پیدا ہوجاتا ہے کہ باوجود اس اقرار کے کہ مادہ "کسی نامعلوم شے کا نام ہے" پھر بھی کسی نہ کسی مفہوم مین اس کے وجود خارجی کے یقین پر اپنے کو

---

[1] ارادہ یقین۔
[2] Theories of Knowledge (نظریات علم) از پروفیسر واکر صفحہ ۲۳۰م۔ بحوالہ The Meaning of Truth ("معنی صداقت") صفحہ ۵۸

مجبور پاتا ہے۔ بخلاف اس کے فلسفہ یا مابعد الطبیعیات کا عالم چونکہ حکیمانہ تعصبات سے بھی بالاتر ہے لہذا بے جھجھک سرے سے وجود مادہ ہی کا انکار کردیتا ہے، اس کے نزدیک بس جو کچھ وجود ہے وہ ذہن یا نفس کا۔

مگر یقین کی گردن دلائل سے کب جھکتی ہے، ممکن ہے کہ چند لمحات کے لیے حکیم یا فلسفی عالم رنگ وبو یا مادہ کے وجود فی الخارج کے خلاف یقین پر قائم رہ سکتا ہو، لیکن بالآخر اس کو جبلّت کی حکومت قاہرہ اسی نقطہ پر واپس لاتی ہے، جہاں سے غور وفکر نے اس کو منحرف کیا تھا، اور شب و روز کی زندگی میں وہ عالم رنگ وبو کے وجود خارجی پر اسی طرح اذعان رکھتا ہے جس طرح ایک عامی آدمی۔

غرض **یقین** اپنی ماہیت کی رو سے تمامتر صرف ایک نفسی میلان ہے، جو نہ علم کا پابند ہے نہ جہل کا۔ جس کا انحصار نہ عقل پر ہے، نہ بے عقلی پر، جو نہ سچ پر موقوف ہے، نہ جھوٹ پر، وہ فلسفہ، حکمت، علم، عقل سب چیزوں سے پیدا ہوسکتا ہے، اور کسی سے بھی نہیں پیدا ہوسکتا، اور جب پیدا ہونا چاہتا ہے تو کلیفرڈ کے اس مشورہ کا منھ نہیں دیکھتا، کہ "جھوٹ پر یقین کرنے سے بہتر ہے کہ ہمیشہ یقین کے بغیر رہو۔"

کیا عجیب بات ہے کہ یقین کی اس ماہیت پر بھی کہ وہ دلائل کا کوئی منطقی نتیجہ نہیں، بلکہ محض ایک ذہنی میلان ہے، خود اسی شخص کی نکتہ رس نظر پڑی تھی، جو یقین معجزات کا سب سے بڑا مخالف ہے۔ چنانچہ "ارسٹاٹیلین سوسائٹی" کے ایک ممبر براڈ نامی نے، ۳۰، ۴۰ سال ہوئے ہیوم کے نظریہ معجزات پر ایک مضمون کے ضمن میں خود ہیوم کے اصول کی بنا پر لکھا ہے[1]۔ کہ

> "ہیوم کو یقین معجزہ سے اس لیے انکار ہے کہ معجزہ گذشتہ مستمر تجربہ کے منافی ہوتا ہے، مثلاً گذشتہ تجربہ یہ ہے کہ الف کے بعد ہمیشہ ب ظاہر ہوتا رہا ہے جس سے ہمارے اندر ایک قوی یقین پیدا ہوجاتا ہے کہ آیندہ بھی "ب" ہمیشہ الف کے تابع ہوگا۔ ایک مذہبی آدمی معجزہ پر اس لیے یقین کرتا ہے کہ اس کے اندر عجائب پرستی اور ایسی چیزوں کے یقین کا ایک فطری میلان موجود ہے"

[1] دیکھو ارسٹاٹیلین سوسائٹی (جمعیۃ ارسطاطالیسیہ) لندن کی روداد بابت ۱۹۱۶-۱۷ء صفحہ ۹۲۔

جن سے مذہب کی تائید ہوتی ہو، دونون صورتون مین یقین کا نفسیاتی سبب ظاہر ہے۔ ہیوم کا عدم یقین اس کے اس فطری میلان پر مبنی ہے کہ جو کچھ پہلے ہوا ہے وہی آیندہ بھی ہوگا۔ اور مذہبی آدمی کا یقین اس کی عجائب پرستی اور ایسی چیزون کے قبول کرنے کے فطری میلان پر مبنی ہے جن سے مذہب کی تائید ہوتی ہو۔ لیکن خود ہیوم کو تسلیم ہے کہ گذشتہ مستمر تجربہ سے آیندہ پر حکم لگانے کا ہمکو کوئی منطقی حق حاصل نہین ہے۔ لہذا مذہبی آدمی کا یقین معجزات پر، اور ہیوم کا یقین قوانین فطرت (جس کا نتیجہ معجزات کا عدم یقین ہے) منطق کی نگاہ مین دونون بالکل یکسان حیثیت رکھتے ہین۔ دونون صورتون مین یقین نفسیاتی علت پر مبنی ہے، اور کسی صورت مین بھی کوئی منطقی علت ہیوم نہین پیش کرسکتا۔"

جب یہ معلوم ہوچکا کہ یقین کی ماہیت صرف ایک طرح کا غیر منطقی میلان نفسی ہے، تو اس کے اسباب کی جستجو منطق و فلسفہ کے دلائل مین بے سود ہے۔ منطقی یا فلسفیانہ دلائل زیادہ سے زیادہ میلان یقین کی تقویت و تضعیف کا کام دیسکتے ہین لیکن خود اس میلان کی تخلیق اُن کے بس سے باہر ہے۔ یہ میلان بذات خود ایک نفسی حقیقت ہے۔ لہذا اس کے اسباب تخلیق کا سراغ **نفسیات** (علم النفس) ہی کے اوراق مین ملسکتا ہے، کم و بیش تمام علماے نفسیات نے یقین کی ماہیت و اسباب پر بحث کی ہے، لیکن ہمارے لیے یہان علم النفس کے عام تفصیل طلب طرز بحث سے ہٹ کر کسی قدر مختلف اور مختصر راہ زیادہ مناسب ہوگی۔

نفسیات یقین

البتہ بنیاد بحث کے لیے استناداً کسی معتبر شہادت کا سامنے رکھنا ضروری ہے جس کے لیے عہد حاضر مین **امریکہ** کے سب سے بڑے استاذ نفسیات پروفیسر **ولیم جیمس** کا نام مستند ترین ضمانت ہوسکتا ہے اسلیے پہلے ہم پروفیسر موصوف کی کتاب "اصول نفسیات" کے باب **احساس حقیقت** (جلد دوم) سے اسباب یقین کے متعلق چند اصولی باتین بلفظہ نقل کرتے ہین۔

(۱) "معالجات (تدابیر شفاطلبی) کے بارے مین انسان کی زود اعتقادی اسی قسم کے نفسی اسباب (یعنی جذباتی احوال) پر مبنی ہے۔ مثلاً جب کوئی محبوب و عزیز شخص خطرناک بیماری یا تکلیف مین مبتلا ہو، تو ناگوار نتیجے

بھی زود اعتقادی کی راہ میں نہیں حائل ہو سکتی خصوصاً عورتوں کے لیے، جس شے میں کچھ بھی امید شفا ہو، اس کے کرنے سے تسلی حاصل ہوتی ہے۔ لہذا جو علاج بھی ایسی حالت میں تجویز کیا جائے، وہ آتش گیر مادہ کے لیے چنگاری کا کام دیتا ہے۔ طبیعت فوراً اس پر عمل کے لیے آمادہ ہو جاتی ہے، آدمی اس علاج کا سامان کرتا ہے اور کم از کم ایک دن کے لیے اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ خطرہ جاتا رہا۔ لہذا معلوم ہوا کہ یقین آفرینی کے بڑے اسباب امید و بیم وغیرہ کے جذبات ہیں جن کے احاطۂ اقتدار میں ماضی، مستقبل اور حال تینوں داخل ہیں۔" (صفحہ ۳۱۰-۱۱)

اس کے بعد دوسرے ہی صفحہ پر ہے کہ

"(۴) سب سے زیادہ یقین آفرین وہ نظریہ ہوتا ہے جو ہمارے محسوسات کی تشفی بخش توجیہ کے علاوہ ایسی چیزیں ہمارے سامنے پیش کرتا ہو، جو سب سے زیادہ دلچسپ ہوں اور جو ہمارے حاسۂ جمال پرستی اور جذباتی و عملی ضروریات کو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہوں۔"

لیکن ہم کو یہاں نفسیات یقین کے متعلق اصل میں جس مختصر متن کی شرح کرنی ہے، وہ یہ ہے کہ

"(۳) ارادہ (خواہش) اور یقین (جس کے معنی نفس اور اشیا کے مابین ایک خاص تعلق کے ہیں۔) ایک ہی نفسیاتی واقعہ کے دو نام ہیں۔" (صفحہ ۳۱۲)

خواہش یقین ارادہ اور یقین کے ایک ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کے یقین کے لیے لازمی ہے کہ پہلے دل میں کوئی اس کے یقین کا ارادہ یا خواہش پیدا ہو۔ یقین ایک قسم کی تشفی ہے، جب تک اس کے لیے طلب و تشنگی نہ موجود ہو، نہیں حاصل ہوتا۔ پانی پینے اور اس سے سیراب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے پیاس لگے، لیکن اکثر پیاس لگنا ہی پانی پی لینے کے لیے کافی نہیں ہوتا، بلکہ شرط یہ ہے کہ اسکے پینے سے کوئی روکنے والا خیال موجود نہ ہو، مثلاً پانی کا دشمن کے ہاتھ سے ملنا، اسکی ناپاکی کا شبہہ، یا کسی بیماری کے لیے اسکے مضر ہونے کا اندیشہ۔ اسی طرح نفس پیاس کے علاوہ کبھی کبھی ترغیبات کی موجودگی بھی پانی پینے پر آمادہ کر دیتی ہے۔ مثلاً گرمی کے موسم میں کسی دوست کے ہاں صفائی و نفاست کے ساتھ کوری صراحیوں میں ٹھنڈا پانی رکھا ہو، اور اُن کے آس پاس

لکھنؤ کے نازک کاغذی آبخورے چنے ہون تو بے پیاس کی پیاس لگ آتی ہے۔

موانع ومؤیدات یقین

یقین کی صورت مین ہم ان دونون چیزون کو علی الترتیب خواہش یقین کے موانع اور مؤیدات سے تعبیر کرین گے۔ جب کوئی چیز یقین واذعان کے لیے پیش کیجاتی ہے تو خواہش اور اس کے موانع ومؤیدات مین باہم ایک نفسی معرکہ آرائی ہوتی ہے اور یقین یا عدم یقین کا فیصلہ اسی معرکہ آرائی کے آخری نتیجہ پر منحصر ہوتا ہے۔ اگر خواہشِ یقین زیادہ قوی ہے، تو وہ بلا مؤیدات کی اعانت کے موانع پر غالب آجاتی ہے۔ اگر موانع زیادہ قوی ہین تو وہ خواہش کو مغلوب کردیتے ہین، اگر موانع سرے سے نہین موجود ہین تو تنہا خواہش کافی ہوسکتی ہے، یا اگر موانع بہت ہی معمولی درجہ کے ہین تو ضعیف سے ضعیف خواہش بھی اپنے مؤیدات کی مدد سے ان کو زیر کریگی۔

عقلی یا منطقی دلائل کو زیادہ سے زیادہ انھی موانع ومؤیدات کی صف مین جگہ ملسکتی ہے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ اس معرکہ کے تینون (خواہش، موانع اور مؤیدات) پہلوانون کا اصلی حربہ جذبات ہی ہوتے ہین۔

اب اوپر اقتباس اوّل مین جیمس نے جو مثال دی ہے اس کو سامنے رکھکر دیکھو کہ یقین کے پیدا کرنے مین خواہش وارادہ کو کیا دخل ہے، اور مؤیدات وموانع کا اس پر کیا اثر پڑتا ہے۔

فرض کرو کہ زید کے گھر مین ایک شخص مہینون سے مریض پڑا ہے، طبی علاج کوئی کارگر نہین ہوتا، ایک دوست آکر کہتا ہے کہ شہر مین ایک متقی، پرہیزگار، بے طمع بزرگ ہین جنکی دعا سے بہتون کو فائدہ ہوا ہے، تم بھی انھی کی طرف کیون نہ رجوع کرو۔ ظاہر ہے کہ زید کے دل مین اس مریض کے لیے شفا طلبی کی خواہش موجود ہے، اب اگر اس کو بزرگون سے بدعقیدگی (مانع) نہین ہے تو بے تکلف دوست کے مشورہ پر عمل کے لیے آمادہ ہوجائے گا، اور طبیعت مین کم از کم کچھ دیر کے لیے شفا کی ایک امید بندھ جائیگی۔ جس کا نام میلانِ یقین ہے، اب بزرگ موصوف کے پاس پہنچکر وہ دیکھتا ہے کہ اہل حاجت کا میلہ لگا ہوا ہے پھر ان کے اتقا اور بے لوثی کی کچھ مثالین آنکھ کے سامنے آتی ہین۔ لازماً ان چیزون سے زید کے میلانِ یقین کی اور تائید وتقویت ہوتی ہے۔

لیکن اگر اس کو بزرگون سے بدعقیدگی ہے، وہ نہایت سخت ملحد و مادہ پرست ہے تو ایسی حالت مین وہ دوست

کے مشورہ پر عمل کرنے کی جگہ الٹے اُس سے طرح طرح کی تخمین کرنے پر آمادہ ہو جائے گا، دعا کے اثر کو قانونِ فطرت کے منافی بتائے گا، اسکی شہادت پر جرح کرے گا، جو لوگ ان بزرگ کے پاس حاجت لیکر جاتے ہین انکو اوہام پرست کہے گا، اور اپنے اندر کوئی میلانِ یقین نہ محسوس کرے گا۔

البتہ اگر یہی مادہ پرست و بدعقیدہ زید ایک دولت مند آدمی ہے، مریض خود اس کا اکلوتا، نوجوان ہونہار لڑکا ہے جو اسکی دولت کا تنہا وارث اور خاندان کا ایک ہی چراغ ہے جس مرض مین اپنے بوڑھے باپ کی تمام امیدون اور آرزوؤن کا یہ مرکز مبتلا ہے، وہ نہایت خطرناک ہی، ڈاکٹر اور اطبّا علاج کرتے کرتے تھک گئے اور جواب دے چکے ہین ان حالات مین زید کی خواہشِ شفاطلبی جسدرجہ قوی ہوگی معلوم ہے۔ انہی مواقع کے لیے کہا جاتا ہے کہ مصیبت مین خدا یاد آتا ہی۔ اب زید کی ساری بدعقیدگی دھری رہ جائے گی، دوست کا مشورہ اسکی مایوسیون مین اُمید کی ایک جھلک ثابت ہوگا، اسکی انتہائی طلب و تشنگی، الحاد و مادہ پرستی کے تمام دلائل و موانع پر غالب آئے گی اور وہ بلا بحث و حجت دوست کے ساتھ ہو جائے گا۔ اور جتنی ہی زیادہ اسکی خواہش قوی ہوگی اتنے ہی زیادہ امید و یقین کے ساتھ یہ اُن بزرگ کی خدمت مین حاضر ہوگا۔

لیکن اگر زید کے الحاد و بدعقیدگی کا جذبہ اتنا زبردست ہے کہ وہ اسکی قوی سے قوی خواہش شفاطلبی کو بھی زیر کرسکتا ہے، تو بڑے سے بڑے بزرگ کی بزرگی بھی بیکار ثابت ہوگی اور دوست کیجانب سے دعا کی شفابخشی کے دلائل و شواہد کا اگر انبار بھی لگا دیا جائے، تو رائیگان جائے گا خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ ؗ مین غالباً اسی حقیقت کی جانب اشارہ ہی، ایمان و یقین کا حاسہ قلب ہے، اگر وہ مختوم ہے تو پھر عقل انسانی کی کوئی منطق اس مختومیت کا ازالہ نہین کرسکتی۔

ساحرون کے دل مین ذوقِ ایمان کی کچھ نہ کچھ تشنگی موجود تھی حضرت موسیٰ کا معجزہ دیکھکر بے اختیار سربسجود ہوگئے اور پکار اُٹھے "اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ"، لیکن کیا فرعون کے معاند و مختوم قلب پر بھی کوئی معجزہ اثر کرسکا؟ انبیائے کرام خصوصاً سیدالانبیا کی حیاتِ طیبہ تمہارے سامنے ہی، "سیرۃ النبی" مین ابتدائی قبول اسلام

سے کہ صفحات پڑھو، ہر سطر ذوق ایمان وطلب یقین کے مذکورۂ بالا نفسی حقائق سے معمور ملے گی۔

نفسیات یقین کی شہادت واقعات سیرت سے

حضرت ابوذر غفاریؓ کے قبول اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ وہ بت پرستی سے متنفر ہو چکے تھے، اور حق کی تلاش میں تھے، انھوں نے اپنے بھائی (انیس) سے کہا کہ تم مکہ جاؤ اور دیکھو کہ یہ شخص (آنحضرتؐ) جو نبوت کا دعوی کرتا ہے، اسکی تعلیم وتلقین کیا ہے، انیس مکہ آئے اور واپس جاکر بیان کیا کہ "وہ مکارم اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور جو کلام پیش کرتا ہے وہ شاعری سے الگ ہے" ان مؤیدات یقین کے بعد حضرت ابوذر خود مکہ گئے، اور گو اس وقت مکہ کی سرزمین پر اعلان اسلام کے لیے نہایت خطرناک موانع موجود تھے تاہم رسول اللہ کی خدمت میں حاضری کے بعد ذوق ایمان کی تشفی نے اتنا جوش پیدا کر دیا کہ عین حرم کے اندر **حضرت ابوذر** نے نہایت بلند آہنگی سے اعلان کرکے کہا کہ "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ"، اس اعلان کی بدولت جان بچنی مشکل ہوگئی۔[1]

"حضرت حمزہ کو آپ سے خاص محبت تھی، آپ سے صرف دو تین برس بڑے تھے، اور ساتھ کھیلے تھے، وہ گو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے لیکن آپ کی ہر ادا کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے، دل میں نور حق موجود تھا، بالآخر ان بیرحمانہ ایذاؤں نے جو دشمنان اسلام آنحضرتؐ کو پہنچاتے تھے۔ اظہار اسلام پر بیتاب کر دیا،" اظہار تو کر دیا لیکن گھر پر آئے تو متردد تھے کہ آبائی دین کو دفعۃً کیونکر چھوڑ دوں، تمام دن سوچتے رہے، آخر غور وفکر کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ دین حق یہی ہے[2]" موانع یقین موجود تھے لیکن "دین حق" کے قبول اور اس کے داعی کی حمایت کا جذبہ ان موانع سے قوی تر تھا۔

قیصر روم کے پاس جس وقت داعی اسلام کا نامۂ مبارک پہنچا اور قیصر وابوسفیان میں باہم جو گفتگو ہوئی اس کے بعد گو قیصر کے ضمیر میں ایمان واذعان کی روشنی پیدا ہوئی اور اس نے کہا کہ "مجکو یہ ضرور خیال تھا کہ ایک پیغمبر آنیوالا ہے لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہوگا۔ میں اگر وہاں جاسکتا تو خود اس کے پاؤں دھوتا"، لیکن قیصر نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی تھی اس سے بطارقہ اور اہل دربار سخت برہم ہو چکے تھے، نامۂ مبارک پڑھے جانے کے بعد اور بھی برہم ہوئے،

---

[1] پورا واقعہ پڑھنے کے لائق ہے۔ دیکھو سیرۃ النبی جلد دوم طبع اوّل صفحہ ۱۱-۱۲۔ [2] سیرۃ النبی جلد اول طبع دوم صفحہ ۲۰۷-۲۰۸۔

کے مشورہ پر عمل کرنے کی جگہ الٹے اُس سے طرح طرح کی بحثین کرنے پر آمادہ ہو جائے گا، دعا کے اثر کو قانونِ فطرت کے منافی بتائے گا؛ اسکی شہادت پر جرح کرے گا، جو لوگ ان بزرگ کے پاس حاجت لیکر جاتے ہین انکو اوہام پرست کہے گا، اور اپنے اندر کوئی میلانِ یقین نہ محسوس کرے گا۔

البتہ اگر یہی مادہ پرست و بدعقیدہ زید ایک دولت مند آدمی ہے، مریض خود اس کا اکلوتا، نوجوان، ہونہار لڑکا ہے جو اسکی دولت کا تنہا وارث اور خاندان کا ایک ہی چراغ ہے جس مرض مین اپنے بوڑھے باپ کی تمام امیدون اور آرزوؤن کا یہ مرکز مبتلا ہے، وہ نہایت خطرناک ہے، ڈاکٹر اور اطبّا علاج کرتے کرتے تھک گئے اور جواب دے چکے ہین ان حالات مین زید کی خواہشِ شفاطلبی جسقدر قوی ہوگی معلوم ہے۔ انہی مواقع کے لیے کہا جاتا ہے کہ مصیبت مین خدا یاد آتا ہے۔ اب زید کی ساری بدعقیدگی دھری رہ جائے گی، دوست کا مشورہ اسکی مایوسیون مین امیّد کی ایک جھلک ثابت ہوگا، اسکی انتہائی طلب و تشنگی، الحاد و مادّہ پرستی کے تمام دلائل و موانع پر غالب آئے گی اور وہ بلابحث و حجت دوست کے ساتھ ہو جائے گا۔ اور جتنی ہی زیادہ اسکی خواہش قوی ہوگی اتنے ہی زیادہ امید و یقین کے ساتھ یہ اُن بزرگ کی خدمت مین حاضر ہوگا۔

لیکن اگر زید کے الحاد و بدعقیدگی کا جذبہ اتنا زبردست ہے کہ وہ اسکی قوی سے قوی خواہش شفاطلبی کو بھی زیر کر لے سکتا ہے، تو بڑے سے بڑے بزرگ کی بزرگی بھی بیکار ثابت ہوگی اور دوست کیجانب سے دعا کی شفابخشی کے دلائل و شواہد کا اگر انبار بھی لگا دیا جائے، تو رائیگان جائے گا "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ" مین غالباً اسی حقیقت کی جانب اشارہ ہے؛ ایمان و یقین کا حاسّہ قلب ہے، اگر وہ "مختوم" ہے تو پھر عقل انسانی کی کوئی منطق اس مختومیت کا ازالہ نہین کر سکتی۔

ساحرون کے دل مین ذوقِ ایمان کی کچھ نہ کچھ تشنگی موجود تھی حضرت موسیٰ کا معجزہ دیکھکر بے اختیار سربسجود ہو گئے اور پکار اُٹھے "اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ"، لیکن کیا فرعون کے معاند و مختوم قلب پر بھی کوئی معجزہ اثر کر سکا؟ انبیائے کرام خصوصاً سیّد الانبیاء کی حیاتِ طیّبہ تمہارے سامنے ہے؛ "سیرۃ النّبی" مین ابتدائی قبولِ اسلام

سے کہ صفحات پڑھو، ہر سطر ذوق ایمان وطلب یقین کے مذکورۂ بالا نفسی حقائق سے معمور ملے گی۔

نفسیات یقین کی شہادت واقعات سیرت سے

حضرت ابوذر غفاریؓ کے قبول اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ وہ بت پرستی سے متنفر ہو چکے تھے، اور حق کی تلاش میں تھے، انھوں نے اپنے بھائی (انیس) سے کہا کہ تم مکہ جاؤ اور دیکھو کہ یہ شخص (آنحضرتؐ) جو نبوت کا دعوی کرتا ہے، اسکی تعلیم و تلقین کیا ہے، انیس مکہ آئے اور واپس جاکر بیان کیا کہ "وہ مکارم اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور جو کلام پیش کرتا ہے وہ شاعری سے الگ ہے" ان مؤیدات یقین کے بعد حضرت ابوذر خود مکہ گئے، اور گو اس وقت مکہ کی سرزمین پر اعلان اسلام کے لیے نہایت خطرناک موانع موجود تھے تاہم رسول اللہ کی خدمت میں حاضری کے بعد ذوق ایمان کی تشفی نے اتنا جوش پیدا کر دیا کہ عین حرم کے اندر حضرت ابوذر نے نہایت بلند آہنگی سے اعلان کر کے کہا کہ "اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده ورسوله"، اس اعلان کی بدولت جان بچنی مشکل ہو گئی۔[1]

"حضرت حمزہ کو آپ سے خاص محبت تھی، آپ سے صرف دو تین برس بڑے تھے، اور ساتھ کھیلے تھے، وہ گو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے لیکن آپ کی ہر ادا کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے، دل میں نور حق موجود تھا، بالآخر ان بیرحمانہ ایذاؤں نے جو دشمنان اسلام آنحضرتؐ کو پہنچاتے تھے۔ اظہار اسلام پر بیتاب کر دیا" "اظہار تو کر دیا لیکن گھر پر آئے تو متردد تھے کہ آبائی دین کو دفعۃً کیونکر چھوڑ دوں، تمام دن سوچتے رہے، آخر غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ دین حق یہی ہے"[2] موانع یقین موجود تھے لیکن "دین حق" کے قبول اور اس کے داعی کی حمایت کا جذبہ ان موانع سے قوی تر تھا۔

قیصر روم کے پاس جس وقت داعی اسلام کا نامۂ مبارک پہنچا اور قیصر وابوسفیان میں باہم جو گفتگو ہوئی، اس کے بعد گو قیصر کے ضمیر میں ایمان و اذعان کی روشنی پیدا ہوئی اور اس نے کہا کہ "مجکو یہ ضرور خیال تھا کہ ایک پیغمبر آنیوالا ہے لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہو گا۔ میں اگر وہاں جا سکتا تو خود اس کے پاؤں دھوتا"، لیکن قیصر نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی تھی اس سے بطارقہ اور اہل دربار سخت برہم ہو چکے تھے، نامۂ مبارک پڑھے جانے کے بعد اور بھی برہم ہوئے

[1] پورا واقعہ پڑھنے کے لائق ہے۔ دیکھو سیرۃ النبی جلد دوم طبع اوّل صفحہ ۱۱-۱۲۔ [2] سیرۃ النبی جلد اول طبع دوم صفحہ ۲۰۷-۲۰۸۔

یقین کے متعلق اس ساری گفتگو کا ماحصل یہ ٹھہرتا ہے کہ

(۱) بذات خود یقین، عام انسانی جذبات و احساسات ہی کی طرح کا ایک نفسی میلان، یا ذہنی کیفیت ہے، فلسفہ و حکمت، بلکہ ریاضی تک کے منطقی دلائل سے جو یقین پیدا ہوتا ہے۔ اسکی ماہیت بھی اس نفسی میلان سے زیادہ نہین ہے

(۲) یقین کی بنیاد عقلی و نقلی تمام چیزون مین یقین کی نفس خواہش اور پھر اس خواہش کے موانع و مؤیدات کا وزن ہے۔

(۳) ان بنیادی اسباب یقین کی تعمیر تمامتر ان جذبات و معتقدات اور مزعومات و مفروضات (علوم عقلیہ) سے ہوتی ہے، جو کسی شے کے قبول و یقین کو پیش کرنے سے پہلے افراد یا جماعت کے نفس مین جاگزین ہوتے ہین۔ لہذا اب دیکھنا یہ ہے کہ معجزات کے یقین و قبول کے لیے کس قسم کے معتقدات کی نفس مین پہلے سے موجودگی لازمی ہے

غایت معجزات

معجزہ منطقی دلیل نہین

اوپر آغاز کلام مین معجزہ کا مفہوم بیان کیا جا چکا ہے، اُس سے معلوم ہوا ہوگا کہ معجزہ نبوت کی کوئی منطقی دلیل نہین ہے۔ البتہ جو شخص مذہب کا قائل ہے، غیب پر ایمان رکھتا ہے، اور اس سنت الٰہی کا معتقد ہے کہ بندون کی ہدایت و رہنمائی کے لیے خدا اُنھی کے اندر سے کسی نہ کسی برگزیدہ بندہ کو اپنے پیام کے ساتھ بھیجتا رہا ہے، اس کے سامنے جب کسی مقدس انسانی وجود کی طرف سے اس پیام کے حامل یا نبی ہونے کا دعوٰی کیا جاتا ہے، اور یہ داعی اولی اللہ اپنے ظاہری و باطنی کمالات اخلاقیہ و اوصاف حمیدہ کے لحاظ سے عام انسانون سے برتر نظر آتا ہے تو اس شخص کے دل مین ایمان کی ایک لہر پیدا ہوتی ہے، اب اگر اس پیغمبر سے کوئی معجزنما واقعہ ظاہر ہوتا ہے، یا اسکی طرف کسی معجزہ کا انتساب کیا جاتا ہے، تو وہ اسکی صداقت کی ایک آیت یا نشانی کا کام دیتا ہے، جس سے ذوق ایمان کی تقویت ہوتی ہے، اور اس طرح ایمان کے تشنہ کام نفوس کے لیے ایک سعی کر کے معجزہ خود نبوت کی نہین، البتہ مدعی نبوت کی سچائی کی ایک نفسی دلیل بنجاتا ہے۔

معجزہ کی اصلی غایت اس دلیل یا آیت کی جو غرض و غایت ہوسکتی ہے اسکی نفسی حقیقت کو یون سمجھو کہ مذہب کی بنیاد تمامتر اسرار و غیوب پر ہے سب سے بڑا سر یا غیب بلکہ غیب الغیب خود **خدا** کا وجود اور اسکی ذات ہی، حشر و نشر جن و ملک، وحی والہام تمام چیزین ایک عالم غیب ہین، **نبوّت** نام ہے اسی عالم غیب کے ساتھ روابط و علائق کا، معجزہ مین بھی چونکہ ایک طرح کا غیب پایا جاتا ہے یعنی وہ عالم ظاہری کے سلسلۂ علل و اسباب سے الگ معلوم ہوتا ہے اس لیے جو شخص غیب پر ایمان رکھتا ہے، اسکا نفس قدرۃً اس یقین کی جانب مائل ہوجاتا ہے کہ جس برگزیدہ انسان سے معجزہ ظاہر ہوا ہے وہ عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص غیب پر ایمان نہین رکھتا یعنی سرے سے خدا اور مذہب ہی کا منکر ہے تو ظاہر ہے کہ اُس کے لیے معجزہ تصدیق نبوت کی نہ کوئی دلیل بن سکتا ہے، اور نہ آیت کسی نبی کے صادق یا کاذب ہونے کا تصفیہ تو اس کے بعد کی شے ہی کہ پہلے آدمی کا نفس اس امر کا قائل ہو کہ خدا کا کوئی وجود ہے اور وہ ہدایت خلق کے لیے انبیار کو بھیجتا ہے یا بھیج سکتا ہے، جو آدمی نقطہ، خط، یا سطح وغیرہ مبادی اقلیدس ہی کا قائل نہین اس کو تم اقلیدس کی کوئی شکل کیسے سمجھا سکتے ہو، جس طرح علوم کی فرعی تفصیلات کے ماننے کے لیے پہلے ان کے مبادی کا ماننا لازمی ہے، اسی طرح تفصیلات مذہب پر یقین کرنے کے لیے پہلے نفس مذہب کا یقین ضروری ہے۔

مل نے **ہیوم** کے انکار معجزات کی تنقیح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"جو شخص کسی فوق الفطرت ہستی اور انسانی معاملات مین اسکی مداخلت کا پہلے ہی سے قائل نہین ہو اس کے سامنے اگر کسی انسان کی نسبت فوق الفطرت یا خارق عادت باتون کی روایت کیجائے، تو وہ ان کو معجزہ نہ مانے گا۔ معجزات سے خود خدا کا وجود نہین ثابت کیا جاسکتا۔ اس لیے اگر خدا کا اعتقاد پہلے ہی سے نہ موجود ہو تو کسی فوق الفطرت ہستی کی مداخلت کے علاوہ معجزنما واقعات کی اور بھی توجیہات ممکن ہین۔۔۔ یہان تک تو ہیوم کی دلیل بامعنی کہی جاسکتی ہے، لیکن اگر ایک ایسی ذات کا وجود قطعی یا غالب طور پر بھی مان لیا جائے جو موجودہ نظام فطرت کی خالق ہو اور اس لیے اس

میں تغیر و ترمیم بھی کرسکتی ہے، تو ہیوم کی دلیل بے معنی ہوجاتی ہے جب تم نے خدا کو مان لیا، تو پھر جس

شے کو اس کے ارادہ نے پیدا کیا تھا اُس پر اس ارادہ کا براہِ راست عمل و اثر خواہ مخواہ کا فرض نہیں رہتا

بلکہ ایک سنجیدہ امکان بن جاتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں سوال کی نوعیت ہی بدل جاتی ہے،

اور خدا کی مداخلت یا عدم مداخلت کا فیصلہ اس بحث پر ٹھہرتا ہے کہ کائناتِ فطرت میں اسکی سنتِ عمل

کیا رہی ہے، یا عقلاً کیا رہنا چاہیئے[1]۔

غرض معجزہ کو معجزہ سمجھکر اس کے یقین و قبول کی اوّلین شرط یہ ہے کہ آدمی پہلے غیب (خدا و مذہب) پر ایمان رکھتا

ہو، اس کے بعد اب دیکھو کہ معجزہ کی مذکورۂ بالا غایت اور اس پر یقین کی اولین شرط کو پیش نظر رکھکر وقوع معجزہ کی مختلف

صورتیں یا توجیہات کیا ہوسکتی ہیں، جزئی شقوق یا فرعی احتمالات سے قطع نظر کرکے جن سے قدیم و جدید علم کلام کا دفتر

پُر ہے اصولی طور پر صرف وہی دو صورتیں نکلتی ہیں جنکی جانب مل نے اقتباس بالا میں اشارہ کیا ہے۔

| ۱۔ پہلی صورت | یہ ہے کہ خدا نے کارخانۂ عالم کو چلانے کے لیے کچھ اصول و قوانین مقرر کردیے ہیں جن کے مطابق اس

کل کا ہر پرزہ اپنی اپنی جگہ پر کام کرتا رہتا ہے، اور ارادۂ الٰہی اپنی اس سنت جاریہ میں کبھی کسی حالت میں کوئی تغیر و تبدیل

نہیں کرتا۔ بقول اسپنوزا[2] کے کہ "خدا کی خدائی اور اسکی حقیقی عظمت و حکمت کا اظہار اسی سے ہوتا ہے کہ عالم ایک بندھے

ہوئے غیر متغیر نظام کا پابند ہو، قدرت خداوندی کے معنی یہی ہیں کہ کارخانۂ فطرت اپنے ازلی یا اٹل قوانین کا تابع ہو"،

اس احتمال کی رو سے معجزہ کا وقوع بھی انہی ازلی قوانین کی کسی نہ کسی ایسی مخفی کارفرمائی کے ماتحت ہونا چاہیئے

[1] دیکھو Three Essays Religion (مذہب پر تین مضامین) مطبوعہ ریشنلسٹ پریس صفحہ ۹۰، نیز دی نظام منطق

کتاب سوم باب ۲۵ فصل ۲۔ اسی فصل میں مل نے ایک اور غلط فہمی کا بھی ازالہ کیا ہے۔ وہ یہ کہ خدا کو مان لینے کے بعد معجزہ کو قانون فطرت

کا سرے سے خارق ہی نہیں کہا جاسکتا۔ پتھر کو اوپر پھینکو اور کوئی شے بیچ میں مانع یا عایق نہ ہو تو اس صورت میں اس کا زمین پر لوٹ کر

نہ گرنا یا ہوا میں معلّق رہنا بے شک خلاف فطرت ہوگا لیکن اگر اس کو بیچ میں کوئی روک لے، تو زمین پر نہ گرنا بالکل خارق عادت نہ ہوگا

کیونکہ مانع موجود ہے۔ معجزہ کی صورت میں جو ارادۂ خداوندی معمولی سلسلۂ علل و اسباب کا خالق ہے وہی اس کے عمل سے مانع ہوجاتا ہے

لہٰذا معجزہ نہ خلاف فطرت ہے، اور نہ بلا علت۔ کیونکہ عمل علت کی شرط تو یہ ہے کہ کوئی مانع نہ موجود ہو، اور یہاں موجود ہے۔

[2] اسپنوزا جدید فلسفہ کا ایک نامور امام ہے۔ دیکھو اس کا مجموعۂ تصنیفات، Spinoza's [illegible]

جلد اول باب ۶ بحث معجزات۔

جس کا کم از کم ظہورِ معجزہ کے وقت عام لوگون کو علم نہین ہوتا اور اسیلیے معجزہ جو در اصل محض ایک فطری واقعہ ہوتا ہی بظاہر محدود العلم لوگونکو معجزہ نظر آتا ہی۔ مثلاً جس وقت تک عمل تنویم کے نفسی قوانین فطرت کا انکشاف نہین ہوا تھا، عصائے موسیٰ کا اژدہا بنجانا معجزہ تھا، لیکن آج اس نفسی قانون کے جاننے والون کے لیے کرسی کا شیر بنجانا فطری واقعہ ہے، اور عصائے موسوی کے اژدہا نظر آنے کی بھی اس سے توجیہ کیجا سکتی ہے۔

لیکن اس توجیہ سے یہ کسی طرح نہین نکلتا کہ حضرت موسیٰ کے عہد مین یہ واقعہ معجزہ نہ تھا، اس لیے کہ اُس زمانہ تک معجزہ کی وہ غایت جس کا ابھی اوپر ذکر آچکا ہے، اس واقعہ سے پوری طرح حاصل تھی، یعنی اس مین "ایک طرح کا غیب" پایا جاتا تھا، اور اس کا وقوع عالم ظاہری کے سلسلۂ علل و اسباب سے الگ معلوم ہوتا تھا، لہذا اس سے نبی کی تصدیق کا (جو عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے) نفس مین میلان پیدا ہوسکتا تھا۔ جیسا کہ ساحرون کے نفس مین پیدا ہوا، اور انھون نے حضرت موسیٰ کے نبی ہونے کی تصدیق کی۔

البتہ آج جب یہ واقعہ البرٹ مول یا ولیم جیمس کے سامنے بیان کیا جائے، تو وہ اس کو بجائے معجزہ کے صرف ایک فطری واقعہ سمجھنے کا حق رکھتے ہین، اس لیے اب اگر کوئی نبی یا ولی اپنی نبوت یا ولایت کی تصدیق کا میلان کسی معجزہ یا کرامت کے ذریعہ سے مول اور جیمس وغیرہ کے دل مین پیدا کرنا چاہے تو کوئی ایسی نشانی ظاہر کرنا ہوگی جسکی توجیہ سے ان کا موجودہ علم اسی طرح عاجز ہو جس طرح کہ انبیاء سابقین کے زمانہ مین ان کے معجزات کی توجیہ سے اُس وقت کا علم عاجز تھا، یا بعض کی توجیہ سے اب بھی عاجز ہے۔ مثلاً شق قمر، لیکن اصل یہ ہے کہ عمل تنویم کے تجربات مین اگر تھوڑی سی قیاسی وسعت اور پیدا کرلی جائے تو شق قمر وغیرہ تقریباً ہر قسم کے خوارق کی توجیہ ہوسکتی ہے۔

کیونکہ اس عمل کا دار و مدار تمامتر عامل کی قوت اثر آفرینی اور معمول کی اثر پذیری پر ہے۔ یہ نفسی تاثیر و تاثر کم و بیش ہر انسان مین موجود ہے جسکی ادنیٰ مثالین ہمکو روزانہ کی معمولی زندگی مین ملتی رہتی ہین۔ ہماری زبان کی ایک عامیانہ مثل ہو کہ "خربوزہ کو دیکھکر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے" جس کے یہی معنی ہین کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے اوضاع و اطوار سے اثر پذیر ہوتا ہے۔ نیک صحبت کے فواید اور بری صحبت کے مضار کا بھید یہی نا محسوس

تاثر ہے جس قدر کسی شخص کی قوت ارادی یا قوت تاثیر زبردست ہوتی ہے اسی قدر زیادہ وہ دوسرون پر اثر ڈال سکتا ہے، دنیا کے اکابر رجال کی کامیابی کا ایک بڑا راز یہی قوت رہی ہے - ان کے صرف کہنے کا لوگون پر جو اثر پڑتا ہے وہ دوسرون کے دلائل وبراہین کا نہین پڑتا - اس کی بہترین زندہ مثال گاندھی جی ہین - انھون نے جس درجہ کے امرا و اعیانِ ملک سے چرخہ کتوالیا ہے، اور اپنی سیدھی سادی گفتگو اور تحریرون سے جس طرح اسکی خوبیون کا یقین ہزارون لاکھون انسانون کے دل مین پیدا کر دیا ہے، وہ بڑی حد تک اسی قوت کا کرشمہ ہے، ورنہ ملک مین ان سے زبردست خطیب، انشا پرداز اور منطقی سیکڑون ملین گے لیکن اثرآفرینی کا یہ سحر وجادو کسی کی تقریر، کسی کی تحریر اور کسی کے دلائل مین نہین ملتا - غرض اثرآفرینی[1] کی یہی قوت ہے جس کو عامل تنویم مشق سے بڑھاکر کرسی کو شیر اور جھاڑو کو حسین عورت بنا دے سکتا ہے -

ان واقعات کی بنا پر ہم کو یقیناً اپنے قیاس مین اتنی توسیع کا حق حاصل ہے کہ ماہرین تنویم یا عام اکابر رجال ومصلحین کی قوت اثرآفرینی کے مقابلہ مین انبیاء کرام کی وہبی قوت تاثیر ونفوذ کا مرتبہ کہین زیادہ اعلیٰ وارفع ہوتا ہے اور اسلیے وہ ان سے بھی بدرجہا زیادہ عجیب تر ومحیر العقول امور کا یقین لوگون کے دل مین پیدا کر دے سکتے ہین - عامل تنویم اثرآفرینی کے لیے کچھ نہ کچھ ظاہری حرکات وسکنات یا الفاظ وخطاب کا محتاج ہوتا ہے - اور اس کا اثر زیادہ تر افراد تک محدود رہتا ہے، لیکن نبی کی اعلیٰ قوت تاثیر کے لیے صرف باطنی ارادہ کافی ہوسکتا ہے اور اس کا اثر افراد سے بڑھکر جماعت تک کو محیط ہوسکتا ہے -

البتہ یہان ایک وسوسہ تمہارے دل مین پیدا ہوا ہوگا جس کا دور کر لینا ضروری ہے - وہ یہ کہ معجزہ کی اس توجیہ کو قبول کرنے کے معنی یہ ہون گے کہ اس کی حقیقت ایک طرح کے سحر، نظربندی، یا فریب حواس سے زیادہ نہین ہے یعنی جس شخص کو کوئی معجزہ نظر آتا ہے اس کا وجود خود اس شخص کی نظر، حواس یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ

---

[1] انگریزی مین اس اثرآفرینی کے لیے Suggestion کی اصطلاح ہے جس کی پوری حقیقت کو تجربات اور مثالون سے سمجھنے کے لیے انگریزی دان حضرات ڈاکٹر سیڈس کی دلچسپ کتاب "نفسیات اثرآفرینی" (The Psychology of Suggestion) کی طرف رجوع کر سکتے ہین -

ذہن سے باہر کسی خارجی وحقیقی شے کی صورت مین نہین ہوتا۔

بعض وسوسون کا جواب اوپر معجزہ کی جو غایت معلوم ہوچکی ہے، اس کے لحاظ سے اس وسوسہ کا صاف جواب تو یہ ہوگا کہ وہ غایت بہرنوع حاصل ہے، معجزہ فی نفسہ چاہے کوئی خارجی شے ہو یا محض ذہنی، اصلی غرض صرف اتنی ہے کہ جس فرد یا جماعت کے سامنے کوئی معجزہ پیش کیا جائے، اس کے علم کے لحاظ سے وہ اپنے اندر کچھ نہ کچھ غیب رکھتا ہو، ہان بظاہر اس سے بھی ایک اور قوی تر اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت مین پھر نبی اور عامل تنویم یا ساحر مین کیا فرق رہ جاتا ہے؟ اس اشکال کا حل بھی ضمناً اوپر ہی گذر چکا ہے، کہ معجزہ بجائے خود نبوت کی کوئی منطقی دلیل نہین ہی، بلکہ جس شخص مین ظاہری و باطنی کمالات یعنی اصلی خصائص نبوت و اوصاف حمیدہ عام انسانون کے مقابلہ مین فوق العادت حد تک مجتمع ہوتے ہین۔ اس کے حق مین معجزہ محض ایک طرح کی تائید مزید کا کام دیسکتا ہے اور جس شخص پر نبوت کے یہ اصلی خصائص و کمالات روحانی موثر نہون وہ بلاشبہہ نبی کو بھی زیادہ سے زیادہ ایک بڑا ساحر قرار دے گا۔ جیساکہ منکرین نے ہمیشہ کہا ہے کہ "ھذا ساحر کذاب"، "ان ھذا الساحر علیم"، "قالو ھذا سحر مبین"، "ویقولوا سحر مستمر"[1]۔

لیکن اس وسوسہ کا (کہ توجیہ بالا کی بنا پر معجزہ کی حقیقت کسی خارجی وواقعی وجود کی جگہ محض ایک ذہنی یا خیالی وہم کی رہ جاتی ہے۔) تحقیقی جواب دراصل مابعد الطبیعیات سے متعلق ہے جو تمام عقلی موشگافیون کی آخری عدالت مرافعہ ہے، مگر اس عدالت کا آخری فیصلہ یہ ہرگز نہین ہے کہ "حقیقی" یا "واقعی" وجود صرف خارجی چیزون کا ہے۔ بلکہ اس کے نزدیک تو یہی امر سرے سے مشتبہ ہے کہ خود خارج کا کوئی وجود ہے، اور اساطین فلسفہ کی ایک بڑی جماعت (تصوریہ) کا مسلک

---

[1] متکلمین اسلام کے ہان سحر و معجزہ کی بحث، ایک مستقل مسئلہ ہے لیکن ان مین اہل تحقیق کا مسلک یہی ہے کہ دونون مین کوئی نوعی فرق نہین ہی۔ بعضون کے نزدیک تو محض استعمال کا فرق ہے، یعنی انبیا و اولیا اپنے نفس کی قوت معجز نمائی کو مقاصد خیر کے لیے استعمال کرتے ہین اور ساحر مقاصد شر کے لیے (سفینۃ الراغب ص۱۱) مولانا حمید الدین فراہی، جن سے بڑھکر موجودہ دنیائے اسلام مین شاید ہی کسی کو فہم قرآن کی سعادت حاصل ہو، وہ بھی "ولا یفلح الساحرون" سے یہی نتیجہ اخذ فرماتے ہین کہ معجزہ اور سحر مین صرف یہ فرق ہے کہ ساحر فلاح یاب نہین ہوتا۔ یعنی وہ اپنی قوت سحر کو خود اپنے یا دوسرون کے لیے فلاح و خیر کے اغراض مین استعمال نہین کرتا۔ بلکہ علی العموم جادوگرون کی اخلاقی حالت نہایت پست ہوتی ہے۔

یہ ہے کہ "عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے" حقیقی وجود صرف روح، ذہن یا نفس کا ہے۔ باقی دریا، پہاڑ، چاند، سورج، زمین و آسمان، جو کچھ دیکھتے ہو یہ سب تمہارے ذہن ہی کے اندر ہیں، مادہ اور عالم مادی محض ایک "وہم و گمان"[1] ہے، اس جماعت نے عالم خارجی کی ایک توجیہ یہ کی ہے کہ جن چیزوں کو ہم موجودات خارجی سمجھتے ہیں وہ صرف ذہن کے تصورات ہیں، جو خدا ہمارے اندر پیدا کر دیتا ہے، اسی راز کی طرف **اکبر** مرحوم نے باتوں باتوں میں اس طرح اشارہ کیا ہے کہ "جو کچھ ہے، سب خدا کا، وہم و گمان ہمارا" لہذا جس **ذات** یا قوت نے ہمارے ذہن میں عصائے موسوی اور ثابت و مسلم قمر کا تصور پیدا کیا تھا، اسی نے اگر تھوڑی دیر کے لیے عصا کی جگہ اژدہا اور قمر مسلم کی جگہ شق قمر کا تصور پیدا کر دیا تو دونوں کی وجود کی حقیقت و نوعیت میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا،

سائنس جس کا جذبۂ مادہ پرستی دلائل سے لاجوابی کے باوجود مادہ و مادیات کے وجود خارجی سے یکقلم دست برداری پر راضی نہیں، اور اس تار عنکبوت میں الجھا رہنا پسند کرتا ہے کہ مادہ "کسی نامعلوم شے" کا نام ہے۔ وہ بھی کم از کم محسوسات کی نسبت تو یہ ماننے پر مجبور ہی ہے کہ رنگ و بو، آواز و مزہ، سردی و گرمی وغیرہ کا وجود صرف ایک ذہنی احساس یا تصور ہے، جسکو کوئی "نامعلوم شے" ہمارے ذہن میں خلق کر دیتی ہے، اور جس کا ذہن سے باہر کوئی وجود نہیں۔ جب رنگ اور آواز جسکو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور کانوں سے سنتے ہیں، اس کے حقیقی و واقعی وجود کے صرف اتنی ہی معنی ہیں کہ ہم اس کا احساس و تصور رکھتے ہیں، تو پھر کیا ضرورت ہے کہ معجزات کے وجود کو ہم اس سے زیادہ حقیقی و واقعی ثابت کرنے کی کوشش کریں،

ایک اور اعتراض یہ تو وہ شبہات تھے جو معجزہ اور سحر و تنویم کی یکسانی یا معجزات کے محض ذہنی وجود کی بناپر پیدا ہوتے تھے، لیکن ایک اور اعتراض معجزہ کی تمام ان توجیہات پر وارد ہوتا ہے جنکی رو سے یہ فطرت کے معمولی غیر متغیر قوانین اور علل و اسباب (چاہے وہ نفسی ہوں یا طبعی و مادی) ہی کے کسی نہ کسی ایسے مخفی عمل کا معلول خیال کیا جاتا ہے جسکا ظہور معجزہ کے وقت تک عام لوگوں کو علم نہیں ہوتا، یہ اعتراض معجزہ کے اضافی ہونے کا ہے۔ فرض کرو کہ شق قمر کی علت

---

[1] مابعد الطبیعیات، اس کے اس نازک مسئلہ کی توضیح و تشریح کی گنجایش، یہاں نہیں نکالی جا سکتی۔ البتہ دور جدید میں تصوریت کے بانی اول برکلے کا فلسفہ اردو میں منتقل ہو چکا ہے، جو لوگ فلسفہ کا ذوق رکھتے ہیں، وہ تو اُس کی اصل کتاب "مکالمات"، و "مبادی" کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ عام لوگ شاید "فلسفہ برکلے" سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

خواہ تنویم کی طرح کوئی نفسی قانون ہو، یا کیمیا دی جاذب و اتصال کی طرح جو چاند کے مختلف اجزا کو باہم ملحق کیے ہوئے ہے، کوئی ایسا مادی قانون دفع و افتراق ہو جس نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیے، ان دونوں صورتوں میں شق قمر صرف اُسی وقت تک معجزہ ہے جب تک کہ اس کے نفسی یا مادی قوانین و علل کا انکشاف نہیں ہوتا، لاسلکی پیام رسانی کے انکشاف سے پہلے اگر کوئی شخص ہندوستان میں بیٹھکر ایک سکنڈ میں امریکہ کا کوئی واقعہ معلوم کر لیتا تو یہ کسی معجزہ سے کم نہ ہوتا۔ لیکن اب معمولی بات ہے۔

بے شبہہ اس معنی کر کے معجزہ یقیناً اضافی شے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ کوئی معجزہ ایسا نہیں پیش کیا جا سکتا جو اس احتمالِ اضافیت سے خالی ہو، کیونکہ انسان کا علم ہی تمام تر اضافی ہے، اگر اس علم کا قطعی و مختتم طور پر تمام قوانینِ فطرت کا احاطہ کر سکتا، تو البتہ کسی حد تک معجزہ کی نسبت یہ مطالبہ بجا ہو سکتا تھا کہ ابدالآباد تک کسی قانون فطرت سے اسکی توجیہ نہ ہونی چاہیے، لیکن جب ہمارا علم ہی اضافی ہے تو کوئی معجزہ احتمالِ اضافیت سے کیسے خالی ہو سکتا ہے؟ ایک مدعی نبوت یہ اعجاز دکھلا سکتا ہے کہ ایک ہفتہ تک آفتاب غروب نہ ہو لیکن اسکا قطعی یقین کیسے دلایا جا سکتا ہے کہ آگے چلکر علم ہیئت کے اکتشافات سے اس اعجاز کی توجیہ نہ ہو سکے گی؟ لہذا جو شے آج معجزہ ہے، بالفرض کل وہ طبعی واقعہ ثابت ہو جائے، تو بھی اس سے آج اُسکے معجزہ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ اور معجزہ کی غرض و غایت کو پورا کرنے کے لیے اسی قدر کافی ہے۔ (دیکھو اوپر صفحہ ۱۲۵)

۲۔ دوسری صورت | یہ ہے کہ عام طور پر تو کارخانۂ کائنات ایک مقررہ سنّت یا بندھے ہوئے قوانین ہی کے ماتحت چلتا رہتا ہے لیکن کبھی کبھی خدا اپنے مرسلین و مقربین کی تائیدِ غیبی کے لیے اس "سنت جاریہ" میں مداخلت اور تغیّر و تبدل کو بھی جائز رکھتا ہے خواہ یہ تغیر و تبدل فطرت میں کسی نئے حذف و اضافہ کی وساطت سے ہو، یا اس کا منشا براہ راست ارادۂ الٰہی ہو، اور جس طرح اسپنوزا کے نزدیک خدا کی خدائی اس میں نظر آتی ہے کہ عالم ایک بندھے ہوئے غیر متغیر نظام کا پابند ہو، اسی طرح بعض فلاسفہ اپنی عقل کو اس پر مجبور پاتے ہیں کہ ہر معلول کی براہ راست علت فطرت کی کوئی قوت نہیں بلکہ ایک ہستی برتر کا ارادہ ہے، ان فلاسفہ کے نزدیک وقوع معجزہ

کے لیے بھی ارادۂ الٰہی کی براہ راست مداخلت ہی والا احتمال زیادہ قابلِ قبول ہوگا۔

اس صورت کے مختلف احتمالات

صورتِ مداخلت کے اُن احتمالاتِ ثلٰثہ مین اگرچہ کوئی قطعی تفریق ہر جگہ نہین کیجا سکتی، تاہم جو موٹا سا فرق کیا جا سکتا ہے اس کو مثالون سے سمجھ لینا چاہیے۔

(۱) عام قانونِ فطرت یہ ہے کہ انسان کا بچّہ بلا اتصالِ جنسی نہین پیدا ہوتا لیکن اس اتصالِ جنسی سے جو مادۂ تولید رحمِ مادر مین داخل ہوتا ہے اُس کو اگر خدا خود رحم کے اندر ہی پیدا کر دے، جس طرح کہ اور بہت سی رطوبات جسم مین پیدا ہوتی رہتی ہین۔ تو بلا اتصالِ جنسی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ اور مداخلتِ خداوندی کی یہ صورت فطرت مین ایک نئے عارضی اضافہ کی وساطت پر مبنی ہوگی۔ ممکن ہے کہ "ولادتِ مسیحؑ" مین خدا نے اپنی مداخلت کی اسی صورت سے کام لیا ہو۔

(۲) اسی طرح اضافہ کے بجاے، حذف کی مثال یہ ہو سکتی ہے، کہ چاند کے مختلف اجزا جس کیمیاوی جذب و اتصال کی قوت سے آپس مین پیوستہ ہین۔ اس مین سے صرف اس حصۂ قوت کو جو چاند کے نصفین مین موجبِ اتصال ہے، تھوڑی دیر کے لیے خدا حذف یا سلب کر لے جس سے شقِ قمر کا معجزہ ظاہر ہو سکتا ہے۔

(۳) تیسرا احتمال یہ ہے کہ کسی مادی واسطہ کا حذف و اضافہ کیے بغیر براہ راست خدا نے صرف ارادۂ "کن فیکون" سے قمر کو شق اور مسیح کو پیدا کر دیا ہو۔

یقینِ معجزہ کے شرائط

غرض یقینِ معجزہ کی اولین شرط خدا اور غیب کا یقین ہے، اس کے بعد اپنے اپنے علم و مذاق کے مطابق توجیہِ معجزات کی جس طرح یہ "پہلی صورت" ممکن ہے کہ وہ عام قوانینِ فطرت (خواہ نفسی یا مادی) ہی کے کسی مخفی عمل کا نتیجہ ہون، اسی طرح مداخلت کی (خواہ براہ راست ہو یا بواسطۂ حذف و اضافہ) "دوسری صورت" بھی قابلِ قبول ہے انگلستان کے مشہور منطقی ولیم اسٹانلی جیونس نے ایک نہایت ضخیم کتاب "اصول سائنس"[1] کے نام سے لکھی ہے جسمین آخری نتیجہ یہ نکالا ہی کہ

"اوپر علم سائنس کی حقیقت و نوعیت کے متعلق جو بحثین گذری ہین، ان سے ایک نتیجہ جو نہایت صاف

---

[1] The Principles of Science (حاشیہ) طبع آخر ۱۹۱۳ء ص ۷۶۶۔

طور پر نکلتا ہی، وہ یہ ہی کہ ہم کارخانۂ فطرت مین مداخلت خداوندی کے امکان کو کسی طرح باطل نہین ٹھرا سکتے،

.........جس قوت نے کائنات مادی کو خلق کیا ہے، وہ میرے نزدیک اس مین حذف و اضافہ

بھی کرسکتی ہے۔ اس قسم کے واقعات ایک معنی کرکے ہمارے لیے ناقابل تصور کہے جاسکتے ہین، پھر بھی یہ

اس سے زیادہ ناقابل تصور نہین ہین جتنا کہ خود عالم کا وجود ہے"

مگر جو شخص اس خالقِ کائنات قوت ہی کا قطعاً منکر ہو، جو سرے سے غیب ہی پر ایمان نہ رکھتا ہو، اور جو ارنسٹ ہیگل (جرمنی کا مشہور ملحد و مادہ پرست) کی طرح خود خدا، روح، حشر و نشر وغیرہ کو معجزات (یعنی اوہام و خرافات) قرار دیتا ہو، اور جس کے نزدیک "معجزات کا یقین جہالت و بربریت کی آخری نشانی ہو جس کا فنا کر دینا ہی علم و تمدن کی فتح ہوگی[1]"، تو ایسے آدمی کو تم کسی معجزہ کا اس معنی مین کیونکر یقین دلا سکتے ہو کہ وہ کسی غیبی قوت کا آفریدہ ہے یا جس شخص سے وہ ظاہر ہوا ہے، اُس کے عالم غیب کے ساتھ رابطہ و تعلق (نبوت) کی آیت یا نشانی ہی؟

یقین کی اوپر جو حقیقت بیان کیگئی ہے، اُس کے لحاظ سے معجزہ پر بہ حیثیت "آیت نبوت" کے یقین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ غیب پر ایمان ہو، جس کے بغیر یقین معجزہ کی خواہش کا پیدا ہونا ناممکن ہے، پھر جس شخص کی نسبت کوئی معجزہ بیان کیا جاتا ہو، یا جس سے یہ ظاہر ہوا ہو، اسکی زندگی "اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" کی تفسیر اور ظاہری و باطنی کمالات کا بجاے خود ایک معجزہ ہو (یہ چیزین خواہش یقین کے لیے مؤیدات کا کام دینگی) اور سب سے آخری لیکن سب سے مقدم شرط یہ ہو کہ فرعون ابوجہل کی طرح دل مین خصومت و عناد، خودی و خود بینی، ذاتی اغراض یا ہوا و ہوس کے موانعِ یقین نہ موجود ہون۔

جس طرح ان شرائط کی عدم موجودگی مین کوئی دلیل یقین معجزات پر آمادہ نہین کرسکتی، بالکل اسی طرح ان کی موجودگی مین کوئی دلیل یقین معجزات سے باز نہین رکھ سکتی۔

میرے ایک دوست جن کا شمار کم از کم مسلمانون مین تعلیم جدید کے مستثنٰی افراد مین ہے، آج سے چند برس

---

[1] دیکھو ہیگل کی کتاب "Wonders of Life" (عجائب حیات) باب ۳۔ معجزات۔

پہلے مغربی عقل وحکمت کے شدید پرستار تھے، اور وجودِ خدا کا اُن سے اقرار کرانا، اس لیے ناممکن تھا کہ وہ مل کی منطق اور ہکسلے ہیگل کی تحقیقات سے نہین ثابت ہوا تھا، قرآن ہین اُن کے نزدیک علم النفس کے بیسون دقایق مرعی تھے، اوراس کا پیش کرنے والا (پیمبر اسلام) سکندر، سیزر، سقراط و نپولین، وغیرہ قائدین عظام و مصلحین عالم کی صفِ اوّل مین اپنی جگہ رکھتا تھا، تاہم اگر آیات قرانی کو بہ حیثیت کلام الٰہی انکے سامنے تلاوت کیا جاتا، یا پیغمبر اسلام کی مکارم اخلاق سے معمور زندگی کو آپ کی پیمبری کے ثبوت مین بیان کیا جاتا تو وہ "جواب جاہلان" کی باتکمین "خاموشی" یا زیادہ سے زیادہ "ایک خندۂ تحقیر" کی سزاوار تھی، ظاہر ہے کہ بدعقیدگی کے اس عالم مین روایات معجزہ کی حقیقت اس سے زیادہ کیا ٹھہر سکتی ہے، کہ وہ محض اپنے رواۃ کی خوش اعتقادیون یا جاہلانہ عجائب پرستیون کا مجموعہ ہین۔

لیکن ادھر انکی اس درجہ حیرت انگیز کایا پلٹ ہوئی ہے کہ عقلیات مغرب کا سارا طومار ان کے نزدیک "صد کتاب و صد ورق در نار کن" سے زیادہ کا مستحق نہین ہے۔ قرآن کریم "دقائق نفسیہ" کی جگہ "حقائق الٰہیہ" کا منبع بنگیا ہے "سیرت نبویہ" کا ایک ایک حرف نبوّت پر شاہد عدل ہے، جو زبان جیمس اور ونٹ کی نفسیاتی تحقیقات سے رطب اللسان رہتی تھی اس کو انتہائی لذت اب صرف بزرگانِ دین کے مناقب و کشف کرامات اور مسائل تصوف کے ذکر مین ملتی ہے!! حتّٰی کہ دور اوّل کے "ناصح احباب"، کو اب خود ان پر "خوش اعتقادی" کا گمان ہونے لگا ہے۔

اس قلب ماہیت کا نتیجہ یہ ہے کہ انبیائے عظام کا تو ذکر ہی کیا، ملک کی موجودہ تحریک ترک موالات کے بانی کی غیر معمولی طور پر پاکیزہ اور اخلاق حسنہ سے آراستہ زندگی بھی انکو روحانی کمالات ہی کا پرتو نظر آتی ہے، انتہا یہ کہ اُنکی طرف جو طرح طرح کی کرامتین منسوب کیجاتی ہین ان مین ایک مشہور واقعہ بعض درختون سے روئی جیسی ایک چیز کا نکلنا تھا۔ میرے یہ دوست بھی اس کو تائید غیبی کی ایک نشانی سمجھنے مین شریک تھے، مین نے کہا کہ "کچھ لوگ اس روئی کو کسی کیڑے کی رطوبت بتلاتے ہین" کہا "اس سے کیا ہوتا ہے۔ خدا نے اسی وساطت سے تائید کی ہوگی"

شرائط یقین وغایت معجزات کے مقدمات بالا کو سامنے رکھکر اب ذرا ریگستان عرب کے اُس امّی انسان کی زندگی دعوت اور تعلیمات پر ایک سرسری نظر کرو جس نے ساڑھے تیرہ صدی اُدھر کوہ صفا پر کھڑے ہوکر اپنی نبوت

کا اعلان کیا تھا۔

اِس قدسی صفات انسان کی امانت و دیانت نے ہموطنون کی طرف سے اس کے لیے **امین** کا لقب حاصل کیا تھا۔ اس کی راست گوئی دوست و دشمن سب کو یکسان تسلیم تھی، حضرت خدیجہ جنکو پچیس برس تک آپ کی زوجیت کا شرف حاصل رہا، وہ ایک موقع پر آپ کو تسلی دیتی ہین کہ "ہرگز نہین، خدا کی قسم، خدا آپ کو کبھی غمگین نہ کرے گا آپ صلۂ رحم کرتے ہین، مقروضون کا بار اٹھاتے ہین، غریبون کی اعانت کرتے ہین، مہمانون کی ضیافت کرتے ہین، حق کی حمایت کرتے ہین مصیبتون مین لوگون کے کام آتے ہین"۔

اس "اپنے پرائے کے غم خوار" کی دعوت صرف یہ تھی کہ لوگو لا الٰہ الا اللہ کہو تو نجات پاؤ گے۔ اس دعوت سے باز رکھنے مین "روسائے قریش جب ہر قسم کی تدبیرون سے تھک گئے تو انہون نے آپ کے سامنے حکومت کا تخت زر و جواہر کا خزانہ، اور حسن کی دولت پیش کی اور بالآخر وہ وقت آیا جب آخری ہمدم و دمساز یعنی ابو طالب نے بھی ساتھ چھوڑنا چاہا، "جسکا جواب اولو العزم من الرسل کی زبان سے فقط یہ ملا کہ "چچا جان اگر قریش میرے داہنے ہاتھ مین سورج اور بائین ہاتھ مین چاند رکھدین تب بھی اپنے اعلان حق سے باز نہ آؤن گا"۔ نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا، یعنی حق کامیاب ہوا لیکن کیا اس کامیابی سے داعی حق نے خود کوئی فائدہ حاصل کیا؟

مسجد نبوی کے صحن مین آپ کے سامنے مال غنیمت کے انبار لگ جاتے تھے۔ مگر خود اس انبار کو تقسیم کرنے والے شاہ کونین کی زندگی یہ تھی کہ "آپ کھال کی چٹائی یا خالی زمین پر آرام فرماتے تھے"، "کاشانۂ نبوت گو انوار الٰہی کا مظہر تھا۔ تاہم اس مین رات کو چراغ نہین جلتا تھا"، "کئی کئی دن تک فاقہ سے شکم مبارک پر دو دو تین تین پتھر بندھے ہوتے"، "گھر کا کام کاج خود کرتے۔ کپڑون مین پیوند لگاتے، گھر مین خود جھاڑو دیتے۔ دودھ دوہ لیتے۔ بازار سے سودا لاتے، جوتی پھٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے، اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھتے، اس کو چارہ دیتے۔ غلام کے ساتھ ملکر آٹا گوندھتے" "حضرت فاطمہؓ آپ کی محبوب ترین اولاد تھین جنکی عام خانگی زندگی یہ تھی کہ چکی پیسنے سے ہاتھون مین چھالے پڑ گئے تھے، بار بار مشک مین پانی بھرنے سے سینہ پر گھٹے پڑ گئے تھے، گھر مین جھاڑو دیتے دیتے کپڑے

چیکٹ ہو جاتے تھے، لیکن باایں ہمہ جب اُنھون نے آنحضرت سے ایک بار گھر کے کاروبار کے لیے ایک لونڈی مانگی اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو آپ نے صاف انکار کر دیا کہ یہ فقرا و یتامیٰ کا حق ہے"

اتنا ہی نہین کہ آپ دنیاوی عیش و آرام سے دست بردار تھے، بلکہ دشمنان دین طرح طرح کی ایذائین پہنچاتے تھے۔ گالیان دیتے تھے (گو "رحمۃ للعالمین" کا ہاتھ اُن کے حق مین بھی ہمیشہ صرف دعا ہی کے لیے اُٹھتا تھا، اور اُنکے ساتھ نیکی ہی کا حکم فرماتے تھے) راہ مین کانٹے بچھا دیتے تھے، نماز پڑھنے مین جسم مبارک پر نجاست ڈالتے تھے۔ ایک دفعہ آپ حرم مین نماز پڑھ رہے تھے، عقبہ بن معیط نے آپ کے گلے مین چادر لپیٹ کر اس زور سے کھینچی کہ آپ گھٹنون کے بل گر پڑے" یہ سب کچھ تھا لیکن دعوت حق، نوع انسان کی ہدایت اور فلاح و بہبود کی تعلیمات کا کام بلا شائبہ تزلزل جاری تھا۔

کیون؟ اس لیے کہ آپ کو اپنے فرستادہ خدا ہونے کا اذعان، ہر وقت اس کی نصرت و معیت پر اعتماد اور بالآخر باطل کے زہوق اور حق کے غلبہ کا اُسی طرح یقین تھا جسطرح ہمکو رات کی تاریکی کے بعد طلوع صبح کا یقین ہوتا ہے، کفار کی دشمنی اور ایذا رسانی سے تنگ آکر ابو طالب سمجھاتے ہین کہ "جان پدر! اس کام سے ہاتھ اُٹھالو" آپ فرماتے ہین کہ "عم محترم! میری تنہائی کا خیال نہ کیجیے، حق زیادہ دیر تک تنہا نہین رہے گا۔ عجم و عرب ایک دن اس کے ہاتھ ہوگا"

کفار قریش رنیتی (قتل) کے ساتھ آپ کے تعاقب مین نکلے ہین۔ غار ثور جس مین آپ مخفی ہین۔ اس کے قریب پہنچگئے ہین کہ "رفیقہ فی الغار" (حضرت ابوبکر) نے گھبرا کر عرض کی کہ یا رسول اللہ دشمن اس قدر قریب ہین کہ اگر ذرا نیچے جھککر اپنے پانون کی طرف دیکھین تو ہمپر نظر پڑ جائے گی" آپ نے فرمایا کہ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے" ایک موقع پر آپ کسی درخت کے نیچے تنہا استراحت فرما رہے تھے، کہ ایک بدو جو شاید اسی موقع کی تاک مین تھا۔ چپکے سے آیا اور آپ کی تلوار درخت سے اُتار کر نیام سے باہر کھینچ لی اور آپ کے سامنے آیا کہ دفعۃً آپ ہشیار ہو گئے، دیکھا کہ ایک بدو تیغ بکف کھڑا ہے جس نے پوچھا کہ "اے محمد اب تمکو کون بچا سکتا ہے؟" ایک پُر اطمینان صدا آئی کہ "اللہ"۔

کیا تشنگان ایمان کے لیے خود یہ صدا معجزہ نہین ہے؟ اور کیا جن لبون سے یہ صدا نکلتی تھی ان کو کوئی دیکھنے والا

کاذب تصور کر سکتا تھا، اسی کا اثر تھا کہ حضرت عبداللہ بن سلام پکار اٹھے کہ لیس ھذا بوجہ کذاب (یہ جھوٹے کا منہ نہین ہی)

یہ سمندر کے صرف چند قطرے تھے، اور اگرچہ انسان کا ناقص قلم پیمبرانہ سیرت کے تمام خط و خال کو کامل طور پر نمایان نہین کر سکتا۔ تاہم "سیرت النبی" کے گذشتہ دو حصون مین (جہان سے یہ چند منتشر قطرات ماخوذ ہین) انسانی ہاتھ سے جو ناتمام مرقع کھنچ سکا ہے اسی سے تم بڑی حد تک اندازہ کر سکتے ہو کہ کسی پیکر بشری کے اندر اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" کی اس "جامعیت کبریٰ" کا ظہور بجائے خود اتنا بڑا اعجاز ہے جس سے بڑھ کر کوئی معجزہ نہ طلب کیا جا سکتا ہے، اور نہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

"ایسی اعجاز مجسم، جامع ہستی کے متعلق، جو صاحب شمشیر و نگین بھی ہو، اور گوشہ نشین بھی، بادشاہ کشور کشا بھی ہو، اور گدائے بینوا بھی، فرمانروائے جہان بھی ہو، اور سبحہ گردان بھی، مفلس قانع بھی ہو، اور غنی دریا دل بھی جسکی زبان ہمہ وقت ذکر الٰہی اور تسبیح و تہلیل مین مصروف ہو جس کے پاؤن رات رات بھر نماز مین کھڑے رہنے سے آماس کر آتے ہون" اگر کوئی ایسا واقعہ بیان کیا جائے جو خدا کی طرف سے تائید غیبی کی نشانی یا آیت معلوم ہو، تو اُس شخص کو اس کے یقین و قبول مین کیا تامل ہو سکتا ہے، جو خدا اور غیب پر ایمان رکھتا ہو۔

لیکن جو شخص ہیگل کی طرح خدا اور غیب ہی کا منکر ہو، یا فرعون کی طرح خود اپنے کو خدا کہتا ہو (اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی) یا جس کے قلب کو ابو جہل و ابولہب کی طرح کفر و عناد کی تاریکی نے سیاہ کر رکھا ہو، اس کے سامنے بڑے سے بڑا معجزہ پیش کرنے پر بھی زیادہ سے زیادہ یہ جواب مل سکتا ہے کہ "سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ"

یہی راز تھا، کہ سیرت نبویہ کے سارے دفتر مین بمشکل ایک آدھ ایسا واقعہ ملتا ہے کہ معجزات کی بنا پر لوگون نے رسالت کی تصدیق کی ہو، بلکہ عہد رسالت کے ہزارون ایمان لانے والے وہی ہین جن کے دل مین ایمان کا ذرہ تھا، اور جن کے لیے "روئے و آواز پیمبر" ہی اصل معجزہ تھا۔ گو آج ظاہری چہرہ اور آواز ہمسے مستور ہے لیکن معنوی آواز قرآن اور حقیقی روئے پیمبر، سیرت طیبہ ابدالآباد تک، ذوق ایمان رکھنے والون کے لیے معجزہ نمائی کرتی رہے گی۔

لب لباب

گذشتہ مباحث کا لب لباب یہ ہو کہ

(۱) معجزہ نام ہے پیمبرانہ اوصاف و مکارم اخلاق کے جامع انسان کے تعلق سے کسی ایسے واقعہ کے ظہور کا جسکی کم از کم بوقت ظہور عام علل و اسباب سے توجیہ نہ ہو سکے۔

(۲) ایسے واقعات بذات خود عقلاً ناممکن نہیں، انکی حیثیت زیادہ سے زیادہ "انتہائی حیرت انگیز" یا مستبعد واقعات کی ہوتی ہے، اس لیے بظاہر ان کے قبول کرنے کے لیے بھی نہایت غیر معمولی شہادت کی ضرورت نظر آتی ہے۔

(۳) لیکن درحصل یہ استبعاد ایسا نہیں ہوتا جسکی کافی مثالین عام زندگی مین بھی نہ ملتی ہون، اور جن کے قبول کے لیے کسی غیر معمولی شہادت کا مطالبہ نہین کیا جاتا۔

لہذا یقین معجزات کے لیے بھی معمولی درجہ کی قابل اعتماد شہادت کافی ہو سکتی ہے۔

(۴) مگر یقین چونکہ صرف شہادت وغیرہ خارجی چیزون سے نہین پیدا ہوتا، بلکہ اس کا دار و مدار زیادہ تر یقین کی خواہش اور اس کے موانع و مؤیدات پر ہے جسکا تعلق بڑی حد تک خود یقین کرنے والے کے گذشتہ معتقدات و مزعومات سے ہوتا ہے۔

(۵) یقین معجزات کی خواہش کا پیدا ہونا موقوف ہی "ایمان بالغیب" پر۔

(۶) اگر غیب پر ایمان ہے اور فرعون و ابوجہل کی طرح عناد و تعصب کے موانع موجود نہین ہین، ساتھ ہی مدعی نبوت کی زندگی اپنے احوال و اخلاق کے لحاظ سے بجائے خود اسکی نبوت کی مؤید ہے، تو معجزہ (بمعنی خارق عادت) کا کیا ذکر ہے، خود پیمبر کی آواز و صورت ہی معجزہ ہے۔

در دل ہر کس کہ دانش را مزہ است ۔۔۔ روئے و آواز پیمبر معجزہ است

آیات ودلائل

اور

قرآن مجید

انبیاء اور آیات ودلائل گذشتہ صفحات مین جو کچھ پھیلا یا گیا ہے وہ انسانی افکار وخیالات کی جہان تک دسترس ہے اس کی تشریح ہے، لیکن مسلمانون کے نزدیک ہدایت وارشاد کا اصلی سرچشمہ قرآن مجید ہے، اس لیے آیات و دلائل کی نسبت اخیر فیصلہ اسی کی عدالت مین ہونا چاہیے، قرآن مجید مین اکثر انبیاء کے سوانح وحالات کے ضمن مین اُن آیات اور معجزات کا بھی بیان ہے، جو اُن کو خدا کی بارگاہ سے عطا ہوئے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات ودلائل انبیاءؑ کے سوانح کا ضروری جزو ہین، خصوصًا حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے معجزات سب سے زیادہ تفصیل اور تکرار کے ساتھ قرآن مین بیان ہوئے ہین، کہ نزول قرآن کے وقت اِنہی دونون انبیاء کی امتین عرب مین موجود تھین، اور انھین کے سامنے اسلام اپنے دعوون کو پیش کر رہا تھا۔

قرآن مجید مین جن انبیاءؑ کا تذکرہ ہے اُن مین سے کم وبیش حسب ذیل انبیاؑ کے آیات ودلائل بیان ہوئے ہین، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یونسؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد رسول اللہ صلوات اللہ علیہم اجمعین، بعض ایسے انبیاؑ بھی ہین جن کے آیات ودلائل کے ذکر سے قرآن خاموش ہے، مثلاً حضرت اسحاقؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، ذوالکفلؑ، الیسعؑ وغیرہ، لیکن اس خاموشی سے یہ نہین ثابت ہوتا کہ اُن کو کسی قسم کی نشانی اور دلیل نہین عطا ہوئی تھی، صحیح بخاری (باب الاعتصام) اور صحیح مسلم مین ہے کہ آپ نے فرمایا،

ما من نبیّ الا اعطی ما آمن علیہ البشر، ہر نبی کو کچھ ایسی باتین دی گئین جس کو دیکھ کر لوگ اُس پر ایمان لائے

البتہ انبیائے کرام کے حالات پر نظر ڈالنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غیر معمولی آیات ودلائل انھین انبیاؑ کو مرحمت ہوئے

جن کو سخت و شدید معاندین اور منکرین کا سامنا کرنا پڑا، اور ضرورت بھی انھین کو تھی، کہ اُن کے عناد و انکار کا وہ اُن کے ذریعہ سے جواب دے سکتے، باقی وہ انبیاؑ جو اپنی جماعتون مین صرف تجدید و اصلاح کے لیے مبعوث ہوئے ان کو اس قسم کے دلائل کی حاجت نہ تھی کہ اُن کی جماعتون نے اُن کی دعوت عناد و انکار کا اظہار نہین کیا تھا۔

قران مجید اور اصطلاح آیات و دلائل

قرآن مجید نے انبیا کے ان معجزات کو عموماً آیت یعنی نشانی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُفْتَرًى (قصص)
جب موسیٰ اُن کے پاس ہماری آیات کو لیکر آئے تو انھون نے کہا کہ یہ تو صرف مصنوعی جادو ہے۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُفَصَّلَاتٍ، (اعراف)
تو ہمنے فرعون کی قوم پر طوفان، ٹڈی، جون، مینڈک، اور خون کی کھلی ہوئی آیتین بھیجین۔

فرعون حضرت موسیٰ سے کہتا ہے۔

إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ
فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُبِينٌ، (اعراف)
اگر تم کوئی آیت لیکر آئے ہو تو اب لاؤ، اگر تم سچے ہو، موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو وہ دفعۃً صاف سانپ بن گئی۔

کفار معجزہ طلب کرتے ہین تو اُس کے جواب مین ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ (انعام)
آیتین تو خدا ہی کے پاس ہین۔

إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ رَبِّي، (عنکبوت)
آیتین تو خدا ہی کے پاس ہین۔

کفار کہتے ہین،

فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ، (انبیاء)
چاہیے کہ وہ ہمارے پاس کوئی آیت لائین، جیسے پہلے پیغمبر بھیجے گئے۔

حضرت ہود اپنے معجزہ کی نسبت کہتے ہین،

وَيَا قَوْمِ هٰذِهِ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ آيَةً، (ھود)
اے لوگو! یہ خدا کی اونٹنی آیت ہے۔

لفظ "آیت" اور معجزہ کی حقیقت

آیت کے معنی "نشانی" اور "علامت" کے ہین، اللہ تعالیٰ نے انسانون کو علم و

احساس کے جو ذرائع عطا کئے ہین، وہ حقیقت مین صرف آیات و علامات کی شناخت اور یاد ہے، دنیا مین جس قدر
چیزین ہین، ہم اُن کو کس طرح جانتے اور پہچانتے ہو؟ صرف آیات و علامات سے، کلّیات سے لیکر جزئیات تک جو
کچھ ہمکو خارج سے علم حاصل ہوا ہے، وہ محض نشانیون کو دیکھکر ہم جانتے ہین کہ یہ گھوڑا ہے، یہ انسان ہے، یہ درخت ہی
یہ سیب ہی، یہ انگور ہے، لیکن ہم کیون کر جانتے ہین؟ اسطرح کہ ان چیزون کی جو مخصوص نشانیان ہین، وہ الگ الگ
ہمارے ذہن مین محفوظ ہو گئی ہین، اور اب انھین کی مدد سے ہم کہتے ہین کہ یہ فلان چیز ہے، ہم پہچانتے ہین کہ یہ زید ہے
یہ عمرو ہے، یہ میرا عزیز ہے، یہ میرا گھر ہی، یہ میرا گھوڑا ہی، مگر یہ تمام شناختین آیات و علامات ہی کی مدد سے ہین، اگر دنیا مین ہر شئے
کی مخصوص آیات و علامات مٹا دی جائین تو ہم یقیناً کسی چیز کو شناخت کر سکتے ہین، نہ جان سکتے ہین، نہ پہچان سکتے ہین۔

یہی آیات و علامات کی جان پہچان اور شناخت ہی جو حیوان و انسان اور عقلمند و بیوقوف مین فرق پیدا کرتی ہی
جس مین ان آیات و علامات کی شناخت، تمیز اور یاد کی قوت جس قدر زیادہ ہوگی اسی قدر اس کی عقل و دانائی کا
کمال زیادہ ہوگا، ہماری منطق کا تمامتر استدلال بجز آیات و علامات کے اور کیا ہے۔ ہم اپنے جس دعوی پر جو دلیل
قائم کرنا چاہتے ہین، وہ انھین آیات و علامات کی مدد سے کرتے ہین، بلکہ ہمارے تمام تجربے اور مشاہدے، بلکہ طبعیات
کیمیائیات، نباتات، حیوانات، ارضیات، ہندسیات، ریاضیات وغیرہ جو کچھ اور جس قدر علوم بھی ہین وہ صرف علامات
شناسی کا مجموعہ ہین جن سے ہم براہ راست جزئیات کا علم حاصل کرتے ہین، اور پھر ہم اُن سے کلّیات تیار کر لیتے ہین

غرض ہمارا تمام ترفنِ استدلال در اصل انہین آیات و علامات پر موقوف ہے، اگر اشیا کی علامات و آیات محو کر دی
جائین تو نہ ہم کسی چیز کو پہچان سکین اور نہ کسی دعوی پر کوئی دلیل قائم کر سکین، ہم علّت سے معلول پر، اور معلول سے
علّت پر استدلال کرتے ہین، مگر انھین آثار و علامات کے ذریعہ سے، ہم کو تجربہ سے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ شئے جب پیدا
ہوتی ہے تو اس کے ساتھ یہ آثار و آیات ظاہر ہوتے ہین۔ اب کبھی ہم اس طرح استدلال کرتے ہین کہ "یہ شئے پیدا ہو گئی
ہے اس لیے اس کا فلان نشان اور اثر بھی ضرور پیدا ہوا" یہ علت سے معلول پر استدلال ہے، اور کبھی ہم اس طرح
استدلال کرتے ہین کہ "فلان نشان اور علامت ظاہر ہے اس لیے وہ شئے بھی ہے" یہ معلول سے علّت پر استدلال ہی

کبھی ہم آگ کے وجود سے حرارت کے وجود پر، اور کبھی حرارت کے وجود سے آگ کے وجود پر استدلال کرتے ہین
ہم کسی غیر آباد میدان مین پہنچ جاتے ہین، وہان ہم کو ایک شاندار عمارت نظر آتی ہے، اگرچہ ہم نے اس عمارت
کے بنانے والون کو نہین دیکھا ہے، مگر اس عمارت کو دیکھکر ہم کو یقین ہوجاتا ہے کہ یہ کسی معمار کی صنعت ہے۔ ایک
جنگل مین ایک جھونپڑے کے اندر ایک تنہا زخمی پڑا ہے، مگر ہم دیکھتے ہین کہ اس کے زخم صاف ہین، مرہم پٹی ٹھیک
ہے، اس کے آرام و آسایش کے تمام سامان قرینہ سے رکھے ہوئے ہین، ہم نے گو اُس کے تیمار دار کو نہین دیکھا، مگر اُس
پاس کے علامات و آثار بتاتے ہین کہ اس بیمار کا کوئی تیماردار ہے اور وہ نہایت رحم و مہربانی سے اسکی دیکھ بھال
کر رہا ہے۔ ایک شخص آکر کہتا ہے مین طبیب ہون، اس کے پاس جو مریض آتے ہین وہ اس کے نسخہ سے شفا بھی پاتے
ہین، اب گو ہم نے اس کو طب کی تحصیل کرتے ہوئے نہین دیکھا، مگر اُس کے آثار و علامات کو دیکھکر اُس کے دعوی
کی تصدیق کرسکتے ہین، یہی ہمارا فنِ استدلال ہے، اور اسی پر ہمارے تمام حصولی علوم کی بنیاد ہے۔

آیات اللہ قرآن مجید مین آیت کا لفظ اس معنی مین اس کثرت سے آیا ہے کہ ہم یہان انکا استقصا بھی نہین کرسکتے
صرف متفرق سورتون سے چند آیات یہان نقل کرتے ہین جن سے مفہوم کی تشریح ہوجائے گی،

اِنَّ فِی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ لَآیَاتٍ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ
فِیْ خَلْقِکُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَابَّۃٍ آیَاتٌ لِقَوْمٍ
یُّوْقِنُوْنَ ہ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا اَنْزَلَ
اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ
مَوْتِهَا وَتَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ اٰیَاتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ہ
تِلْكَ آیَاتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ
بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰیَاتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ (جاثیہ)

آسمانون مین اور زمین مین ایمان والون کے لیے نشانیان ہین
اور تمہاری پیدایش مین، اور زمین مین جو چوپائے چلتے ہین
اُن مین اُن کے لیے جو یقین کرتے ہین نشانیان ہین، اور رات
دن کے الٹ پھیر، اور آسمان سے خدا جو روزی برساتا ہے اور جس سے
زمین کو مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے، اور ہواؤن کے پھرنے مین عقل والون کے
لیے نشانیان ہین، یہ آیتین ہین جنکو ہم سچائی کے ساتھ پڑھکر تمکو سناتے ہین
تو پھر خدا اور اُسکی نشانیون کے بعد وہ کس چیز پر ایمان لائین گے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ

بیشک، آسمانون کی اور زمین کی پیدایش، اور رات دن کے

وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ
النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ
فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا
مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ، (بقرہ)

الٹ پھیر اور اُن کشتیوں مین جو دریا کے اندر انسانوں کو فائدہ پہنچانے
والے سامان لیکر چلتی ہین، اور خدا آسمان سے جو پانی برساتا ہے جس سے
وہ زمین کو مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے، اور زمین مین جو چوپائے اُسنے
پھیلا رکھے ہین۔ اور ہوا اُن کو مختلف سمتون مین چلانے مین
اور اُن بادلون مین جو آسمان و زمین کے بیچ مین مسخر ہین
عقل والون کے لیے نشانیان ہین۔

وَهُوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ
نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ
مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ
دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ
مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْا إِلٰى ثَمَرِهٖ إِذَا أَثْمَرَ وَ
يَنْعِهٖ إِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (انعام)

وہی خدا ہے جسنے آسمان سے پانی برسایا پھر ہمنے اُس سے ہر چیز کی نشو و نما
کو ظاہر کیا، پھر اس سے سبزے پیدا کیے جس سے ہم تہ بتہ دانے نکالتے ہین، اور کھجور
جنکے خوشے نیچے لٹکتے ہوتے ہین، اور انگورون کے باغون کو اور زیتون
اور انار کو اُس نے پیدا کیا جو باہم ملے جلے ہوتے ہین، اور اَن میل
بھی ہوتے ہین۔ اُن کے پھلنے اور پکنے کو دیکھو، ان چیزون
مین ایمان والون کے لیے نشانیان ہین۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ
مُبْصِرًا إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ۔
(یونس)

اُسی نے تمھارے لیے رات بنائی کہ تم اس مین آرام لو
اور دن کو اُس نے روشن بنایا۔ اس مین اُن کے لیے جو
سنتے ہین نشانیان ہین۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا
لِّتَسْكُنُوْا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً إِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ٥ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ
خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ

خدا کی نشانیون مین سے یہ ہے کہ اُس نے خود تمھاری ہی
جنس سے تمھارے جوڑے بنائے کہ تم کو اُن کے پاس سکون اور
قرار حاصل ہو، اور تم دونون کے بیچ لطف و محبت پیدا کر دیا، اس مین
سوچنے والون کے لیے نشانیان ہین اور اسکی نشانیون مین سے آسمانون

وَالْوَانِكُمْ وَاِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ۝ وَمِنْ اٰیٰتِہٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰیٰتِہٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ، (روم)

کی اور زمین کی پیدائش، اور تمھاری زبانون کا اور رنگون کا ایک دوسرے سے الگ ہونا ہے اس مین جاننے والون کے لیے نشانیان ہین، اور اُسکی نشانیون مین رات اور دن کو تمھاری نیند ہے اور تمھارا اسکی مہربانی (روزی) کی تلاش کرنا اس مین انکے لیے جو سنتے ہین نشانیان ہین، اور اوسکی نشانیون مین سے یہ ہے کہ وہ تمکو بجلی دکھاتا ہے جسمین عذاب کا خوف اور رحمت کی امید دونون ہین، اور آسمان سے پانی برساتا ہے، پھر اُسکے ذریعہ زمین کو اُسکے مرنے کے

وَمِنْ اٰیٰتِہِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ط (فصلت)

اور اس کی نشانیون مین سے رات، دن، سورج اور چاند ہین۔

یہ آیات اللہ یعنی خدا کی نشانیان، خدا کے وجود اور اُس کے صفات کمالیہ کے علامات ہین، جس طرح ویرانہ کی عمارت معمار کے وجود کو، اور ایک زخمی کی مرہم پٹی اور اُس کے آرام و آسایش کا اہتمام، تیماردار کے رحم و کرم کے صفات کو ظاہر کرتا ہے، اسی طرح اس عالم کی یہ عظیم الشان عمارت جس کی چھت، آسمان، اور صحن، زمین ہے، ایک خالق و صانع کے وجود کو بتاتی ہے، اور زمین کے اندر اور باہر، ابر، بارش، دن، رات، چاند، سورج، درخت، میوے، پھل، غلہ کے اقسام وغیرہ، زمین کے جانداروں کی زندگی کے سامانِ آرام و آسایش اُس خالق و صانع کے رحم و کرم، عطا و بخشش اور دیگر اوصاف کمال کو نمایان کرتے ہین، اور بتاتے ہین کہ خالق کو اپنے تمام مخلوقات کے ساتھ ایک خاص تعلق اور اعتنا ہے، کفر اُنھین کے دلون مین پرورش پاتا ہے جو ان آیات الٰہی مین غور و فکر نہین کرتے اور انکی جلوہ گری سے حقیقی جلوہ آرا کی ہستی کو سمجھنے کی کوشش نہین کرتے۔

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ (هود)

یہ عاد کا قبیلہ ہے جسنے اپنے پروردگار کی نشانیون کا انکار کیا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ (کہف)

یہ وہ لوگ ہین جنھون نے اپنے پروردگار کی نشانیون کا انکار کیا۔

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللهِ (یونس) اُن لوگون مین نہو جنھون نے خدا کی نشانیون کو جھٹلایا۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللهِ (انعام) اس سے بڑھکر ظالم اور کون ہوگا جسنے خدا کی نشانیون کو جھٹلایا۔

جسطرح یہ آیات الٰہی عام بندہ اور خدا، اور خالق و مخلوق کے تعلق اور رابطہ کو نمایان کرتی ہین، اسی طرح اللہ تعالیٰ کسی خاص بندہ سے اپنے تعلق اور رابطہ کو اپنی مخصوص علامات و آیات کے ذریعہ سے نمایان کرتا رہتا ہی،

(۱) انبیا قومون کے تاریک ترین زمانون مین نور الٰہی کی مشعل ہاتھ مین لیکر تنہا مجمعون کے اندر آتے ہین، لوگ اس نور کو بجھانا چاہتے ہین، اور تیغ و خنجر سے مشعل کے تھامنے والے دست و بازو کو زخمی کرنا چاہتے ہین، مگر وہ شمع الٰہی بجھنے کے بجائے رفتہ رفتہ اپنے دائرۂ نورانی کو وسیع کرتی جاتی ہے، اور بالآخر سطح ارض کے کنارون تک پہونچ جاتی ہے۔

يُرِيدُونَ اَنْ يُّطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللهُ مُتِمُّ نُورِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ٥ هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُولَهٗ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّينِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (صف)

وہ چاہتے ہین کہ اپنے مُنھ سے خدا کے نور کو بجھا دین، اور خدا اپنے نور کو پورا روشن کرنے والا ہے، گو کافر اس سے خوش نہون۔ اُسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچائی کا مذہب دیکر بھیجا ہے تاکہ وہ اُس کو ہر مذہب پر غالب کرے، گو مشرک اس سے ناراض ہون۔

۲- باوجود تمام معاندانہ کوششون اور مخالفانہ جد و جہد کے اس نور الٰہی کا پھیلتا جانا خود اس بات کی شہادت ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے، اور اس مشعل گیر دست و بازو مین خدا کی غیر مرئی قوت کام کر رہی ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ رَمٰى (انفال) تمنے وہ مٹھی بھر کنکریان نہین پھینکین بلکہ خدا نے پھینکین۔

قدم قدم پر تائیدات الٰہی اُس کا ساتھ دیتی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ (حجر) ہمنے اس نصیحت کو اتارا ہی اور بیشک ہم ہین اسکی حفاظت کرنیوالے۔

۳- پیغمبر کے صحیفۂ زندگی کا صفحہ صفحہ ہر قسم کے اخلاقی داغ سے پاک ہوتا ہے، اُسکی سچائی اور راستبازی عالم آشکارا، اور دوست و دشمن سب کے نزدیک بے عیب ہوتی ہے، حضرت صالحؑ کی نسبت کافرون نے

گواہی دی،

یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَا (هود) اے صالح! تم سے پہلے بڑی بڑی امیدین تھین۔

حضرت شعیبؑ کی مخالفت کے باوجود اون کو اقرار کرنا پڑا کہ وہ بڑے عبادت گذار ہین۔

يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا اے شعیبؑ کیا یہ تمھاری عبادت گذاری تمکو کہتی ہو کہ ہم اُس کو

يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ (هود) چھوڑ دین جس کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔

آنحضرت صلعم اپنی شہادت مین خود اپنی زندگی کو پیش کرتے ہین۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس) مینے تمہارے درمیان مدت تک عمر گذاری ہو کیا تم سمجھتے نہین۔

۴۔ سب سے آخر یہ کہ تبلیغ و دعوت مین دین الٰہی کی نصرت اور اشاعت مین، مخالفین کی شکست اور ہزیمت مین، صلحا کو مزید ایمان اور تسکین کے حصول مین عجیب و غریب ما فوق فہم **نشانات** ظہور پذیر ہوتے ہین، جنکو عرف عام مین معجزات کہتے ہین۔

غرض یہی وہ امور ہین جو **خالقِ فطرت** اور **داعیِ حق** کے درمیان کے رابطۂ خاص اور مخصوص کو نمایان کرتے ہین، اور جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرستادۂ الٰہی ہے۔

آیات و دلائل کی دو قسمین ظاہری اور باطنی

تفصیل بالا سے یہ واضح ہوتا ہو کہ آیات اور نشانات دو قسم کے ہوتے ہین، ایک **ظاہری** اور مادی، اور دوسری باطنی اور روحانی، ظاہری اور مادّی آیات و دلائل تو وہ خوارق ہین، جنکو لوگ عام طور پر معجزات کہتے ہین، مثلاً مُردہ کا زندہ کرنا، عصا کا سانپ بنجانا، انگلیون سے پانی کا چشمہ اُبلنا، بیمار کو اچھا کرنا وغیرہ باطنی اور روحانی آیات و دلائل، مدعی نبوت کی صداقت، معصومیت، تزکیہ، تاثیر تعلیم، ہدایت، ارشاد، فلاح اور تائید ہے، اہل نظر اور حقیقت شناسون کے لیے یہی باطنی آثار و آیات نبوت کی حقیقی نشانیان ہین، باقی ظاہری نشانیان صرف سطحی اور ظاہر بین نگاہون کے لیے ہین جو ہر چیز کو ان ظاہری ہی آنکھون سے دیکھکر پہچانتے ہین۔

نبوت کی باطنی نشانیان واقعات کی روشنی مین

ہمنے نبوت کی ظاہری اور باطنی دو نشانیان قرار دی ہین، اور باطنی نشانیون کو ظاہری علامتون پر

ترجیح دی ہی، اور یہ بتایا ہی کہ حقیقت شناس صرف باطنی نشانیون کے طلبگار رہوتے ہین، آگے چلکر ہم دکھائین گے کہ قرآن مجید بھی انھین کو نبوت کی اصلی علامات قرار دیتا ہے، یہان واقعات کی روشنی مین یہ واضح کرنا ہی کہ عہد نبوی مین بھی جو لوگ اہل نظر تھے، وہ اِنھین علامات کی تلاش کرتے تھے، چنانچہ اُن لوگون کو بھی چھوڑ دو جنھون نے بالآخر نبوت کی تصدیق کی، اس عہد کے اُن یہودیون اور عیسائیون کو دیکھو جنھون نے گو کسی سبب سے علی الاعلان اسکی تصدیق کی جرأت نہین کی، مگر وہ اندرونی طور سے متاثر ہوچکے تھے۔

بنی اسرائیل سے بڑھکر عرب مین علامات الٰہی کا رازدان کوئی اور نہ تھا، سینکڑون یہودی بشکل کاہنہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے، امتحانات لیے، تجربات کیے، مگر انکا امتحان و تجربہ کیا تھا؟ یہ تھا کہ وہ آپ کے اخلاق کی آزمایش کرتے تھے صحف انبیائے اسرائیل کے سوالات دریافت کرتے تھے، آپ کی تعلیمات کا گہرا مطالعہ کرتے تھے، ان مین سے کسی نے اگر آپ سے خارق عادت معجزہ کا مطالبہ نہین کیا، کیونکہ انھین معلوم تھا کہ یہ تماشے بظاہر اور لوگ بھی دکھا سکتے ہین، اور یہ خوارق نبوت کی باطنی اور اندرونی علامات نہین ہین، آنے والے نبی کی بشارتین اور صفتین توراۃ اور انجیل دونون مین مذکور تھین لیکن ان مین سے کسی مین بھی صاحب خوارق ہونا اور ظاہری معجزات دکھانا، اُسکی صفت نہین بتائی گئی تھی بلکہ توراۃ مین اس کے اوصاف یہ بتائے گئے تھے کہ "وہ فاران سے طلوع ہوگا، دس ہزار قدوسیون کے ساتھ آئے گا، اس کے ہاتھ مین آتشین شریعت ہوگی، وہ غریبون اور مسکینون کا مددگار رہوگا، اور بدکارون کو جنگی مرد کے مانند ہلاک کریگا، وہ عبادت گذار اور خدا کے احکام کا مطیع ہوگا، مٹنون قوم (عرب) مین پیدا ہوگا" انجیل نے بتایا تھا کہ "وہ تسلّی کی روح ہوگا، وہ مسیح کی ناتکمیل تعلیم کی تکمیل کرے گا، خدا کی زبان اُس کے منھ مین ہوگی"

سینکڑون یہود و نصاریٰ آپ کی خدمت مین آئے اور انھون نے آپ کی نبوت کا امتحان لیا۔ مگر امتحان کے پرچہ مین مادّی معجزات کا سوال شامل نہ تھا، بلکہ عام علمی اور مذہبی باتون کی نسبت استفسار تھا، قرآن مجید نے اُن کے دو سوالون کو دُہرایا ہے یَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ (کہف) اور یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ پہلے سوال مین ذی القرنین کا قصہ پوچھا گیا ہے، اور دوسرے سوال مین روح کی حقیقت دریافت کی گئی ہے، ان کے علاوہ قرآن مجید مین اہل کتاب

کے متعدد اعتراضات اور سوالات مذکور ہین، مگر ان مین ایک بھی یہ نہین کہ ہمکو اپنی نبوت کی صداقت کے ثبوت مین کوئی خارق عادت تماشا دکھاؤ، بلکہ وہ وہی سوالات کرتے تھے جسکو پیغمبر کے علم وعمل، یا تعلیم و تزکیہ سے تعلق تھا، آگے چلکر ایک خاص باب مین ہمنے یہودیون کے امتحانی سوالات جمع کردیئے ہین، اُنکو پڑھ کر تم بہتر فیصلہ کرسکتے ہو، قرآن مجید مین اُنکا ایک سوال بے شبہ ایسا مذکور ہی جس سے خیال ہوتا ہو کہ وہ بھی آنحضرت صلعم سے کسی مادّی معجزہ کی خواہش رکھتے تھے، اور وہ یہ ہے۔

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتَابِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ — اہل کتاب تجھ سے فرمایش کرتے ہین کہ تو اُن پر آسمان سے کتاب اتارے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ یہودیون کی معجزہ طلبی نہ تھی، بلکہ چونکہ توراۃ کے متعلق اُنکا یہ خیال تھا کہ اُسکی چند لوحین خود اللہ تعالی نے اپنے دست قدرت سے لکھکر حضرت موسیٰؑ کو دی تھین اس لیے وہ اسی تخیل کے مطابق قرآن کے منجانب اللہ ہونے کے لیے اُس کے نزول کو بھی اسی طرح چاہتے تھے،

اب اس عہد کے عیسائیون کو لو، قیصر روم کے دربار مین جب قاصد نبوی پہنچا، تو ابوسفیان کو (جو اُسوقت تک آنحضرت صلعم کے دشمن تھے) بلوا کر قیصر نے آنحضرت صلعم کے متعلق جو سوالات کیے وہ حسب ذیل ہین۔

قیصر مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے؟ — **ابوسفیان** شریف ہو

قیصر اس خاندان مین کسی اور نے بھی نبوت کا دعوی کیا ہی؟ — **ابوسفیان** نہین

قیصر اس خاندان مین کوئی بادشاہ گذرا ہے؟ — **ابوسفیان** نہین

قیصر جن لوگون نے اس مذہب کو قبول کیا ہی وہ کمزور ہین یا صاحب اثر؟ — **ابوسفیان** کمزور لوگ ہین۔

قیصر اُس کے پیرو بڑھ رہے ہین یا گھٹتے جاتے ہین۔؟ — **ابوسفیان** بڑھتے جاتے ہین

قیصر کبھی تم لوگونکو اُسکی نسبت جھوٹ کا بھی تجربہ ہوا؟ — **ابوسفیان** نہین۔

قیصر وہ کبھی عہد و اقرار کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے؟ — **ابوسفیان** ابھی تک تو نہین لیکن اب جو معاہدہ ہوا ہے اُس مین دیکھین وہ کیا کرتا ہے

قیصر۔ تم لوگون نے اس سے جنگ کی ہے؟ ابوسفیان۔ ہان،

قیصر۔ نتیجہ جنگ کیا رہا؟ ابوسفیان۔ کبھی ہم غالب رہے کبھی وہ

قیصر۔ وہ کیا سکھاتا ہے؟ ابوسفیان۔ کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو، کسی اور کو خدا کا شریک نہ بناؤ، نماز پڑھو، پاکدامنی اختیار کرو، سچ بولو، صلۂ رحم کرو،

اس گفتگو کے بعد قیصر نے کہا کہ "تم نے اس کو شریف النسب بتایا، پیغمبر ہمیشہ اچھے خاندانون سے پیدا ہوتے ہین تم نے کہا کہ اس کے خاندان مین کسی اور نے نبوت کا دعویٰ نہین کیا، اگر ایسا ہوتا تو مین سمجھتا کہ یہ خاندانی خیال کا اثر ہے تم تسلیم کرتے ہو کہ اس خاندان مین کوئی بادشاہ نہ تھا، اگر ایسا ہوتا تو مین سمجھتا کہ اس کو بادشاہت کی ہوس ہے، تم مانتے ہو کہ اُس نے کبھی جھوٹ نہین کہا، جو شخص آدمیون سے جھوٹ نہین بولتا وہ خدا پر کیونکر جھوٹ باندھ سکتا ہے؟ تم کہتے ہو کہ کمزورون نے اُسکی پیروی کی ہے، پیغمبرون کے ابتدائی پیرو ہمیشہ غریب ہی لوگ ہوتے ہین۔ تم نے تسلیم کیا کہ اس کا مذہب ترقی کرتا جاتا ہے، سچے مذہب کا یہی حال ہے کہ بڑھتا جاتا ہے، تم تسلیم کرتے ہو کہ اُس نے کبھی فریب نہین دیا پیغمبر کبھی فریب نہین دیتے، تم کہتے ہو کہ وہ نماز و تقویٰ اور عفاف کی ہدایت کرتا ہے، اور اگر یہ سچ ہے تو وہ یقیناً پیغمبر ہے"

باوجود طول کلام کے ہمنے یہ تمام سوالات و جوابات یہان نقل کر دیئے ہین، غور کرو یہ تمام سوالات صرف پیغمبر کے حقیقی آثار و علامات سے متعلق ہین، ان مین ایک سوال بھی ایسا نہین ہے، جسمین یہ مذکور ہو کہ یہ مکہ کا مدعی نبوت کوئی معجزہ بھی پیش کرتا ہے؟ حالانکہ اگر نبوت کی حقیقی علامت خوارق عادت ہوتے تو سب سے پہلے عیسائی قیصر کو یہی سوال پوچھنا چاہیے تھا،

حضرت جعفرؓ نجاشی کے دربار مین اسلام پر تقریر کرتے ہین، تو فرماتے ہین ایہا الملک! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے تھے، مُردار کھاتے تھے، بدکاریان کرتے تھے، ہمسایون کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، قوی لوگ کمزورون کو کھا جاتے تھے، اس اثنا مین ہم مین ایک شخص پیدا ہوا جسکی شرافت اور صدق و دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے، اُس نے ہمکو اسلام کی دعوت دی، اور یہ سکھایا کہ ہم پتھرون کو پوجنا چھوڑ دین، سچ بولین، خونریزی سے

باز آئین، یتیمون کا مال نہ کھائین، ہمسایون کو تکلیف نہ دین، عفیف عورتون پر بدنامی کا داغ نہ لگائین، نماز پڑھین، روزے رکھین، زکوٰۃ دین، ہم اس پر ایمان لائے، شرک اور بت پرستی چھوڑ دی اور تمام اعمال بد سے باز آئے[1]۔

نجران کے عیسائی علما جب آنحضرت صلعم کیخدمت مین آئے، تو اُنھون نے قرآن کی آیتین سنین، مسلمانون کی روحانی کیفیتون کا مشاہدہ کیا، حضرت عیسٰی کی نسبت اسلام کا فیصلہ دریافت کیا، اس کے بعد آنحضرت صلعم نے قرآن مجید کے حکم کے مطابق ان سے مباہلہ کرنا چاہا، مگر انھون نے منظور نہین کیا، اور آپس مین کہا کہ اگر یہ واقعی پیغمبر ہے تو ہم تباہ ہو جائین گے، بالآخر سالانہ خراج پر صلح کرلی، دیکھو کہ انھون نے اسلام کی تعلیمات کا ہر طرح امتحان کیا، لیکن دعویٰ کے ثبوت مین اُنھون نے ظاہری نشان نہین مانگا،

اب خاص عرب کے حقیقت شناس افراد کا مطالعہ کرو، آنحضرت صلعم کی نبوت کی ائین سے ہزارون اشخاص نے تصدیق کی جنکے فضل وکمال، عقل وہوش اور فہم وذکا پر اُن کے حالات و واقعات گواہ ہین، مگران مین ایک بھی ایسا نہ تھا جو باطنی علامات کے دیکھ لینے کے بعد ظاہری نشانیون کا طلبگار رہا ہو، مسلمانون مین سب سے پہلے حضرت خدیجہ اسلام لائین، چنانچہ آغاز وحی ہی مین آنحضرت صلعم نے جب حضرت خدیجہ سے اپنے مشاہدات روحانی کا تذکرہ فرمایا تو وہ ایمان لے آئین، مگر کس اثر سے؟ اسکی توضیح اس سے ہوتی ہے کہ جب آپ نے بتقاضائے بشریت اُن سے اپنے خوف جان کا تذکرہ کیا تو انھون نے جواب دیا۔

واللہ ما یخزیک اللہ ابداً انک لتصل الرحم و	خدا کی قسم خدا آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا، آپ صلۂ رحم کرتے ہین
تحمل الکل وتکسب المعدوم، وتقری الضیف وتعین	قرض داروں کا بوجھ اُٹھاتے ہین، غریبون کی مدد کرتے ہین،
علی نوائب الحق، (بخاری بدء الوحی)	مہمانون کو کھانا کھلاتے ہین، حق کی مصیبتون پر لوگونکی اعانت کرتے ہین

حضرت ابوذر کو جب آنحضرت صلعم کی بعثت کا حال معلوم ہوا تو انھون نے اپنے بھائی سے کہا کہ ذرا اس شخص کے پاس جاکر دیکھو جو دعویٰ کرتا ہے کہ اُس کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے، وہ مکہ آئے اور تحقیق حال کرکے واپس گئے، اور

---

[1] مسند ابن حنبل جلد اصفحہ ۲۰۲۔

حضرت ابوذر سے جاکر کہا،

رأيته يأمر بمكارم الاخلاق كلاما ما هو بالشعر، (مسلم مناقب ابی ذر)	مین نے اُنکو دیکھا، وہ مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے، اور ایک کلام پیش کرتا ہے، جو شعر نہین ہے۔

اِس قسم کے سیکڑون واقعات ہین، جن سے حقیقت حال کی تشریح ہوتی ہے، اور جنکی تفصیل سے سیرۃ نبوی کی گذشتہ جلدین بھری پڑی ہین۔

قرآن مجید اور نبوت کی باطنی علامات

یہ تمام بیانات درحقیقت قرآن مجید کی اُن آیتون کی تشریح ہین، جن مین نبوّت کی حقیقت اور اُس کے اصلی آثار و علامات بتائے گئے ہین۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (مائدہ)	اے یہود و نصاریٰ! تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا جو تمہاری کتاب کی بہت سی باتین جنکو تم چھپاتے ہو صاف صاف بیان کرتا ہے اور بہت سی باتون سے درگذر کرتا ہے، اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی اور قرآن آچکا، خدا اُسکے ذریعہ سے اُسکو جو اُسکی خوشنودی کا پیرو ہے، سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور اُن کو اپنے حکم سے وہ اندھیرے سے نکالکر روشنی مین لاتا ہے اور ان کو سیدھا راستہ بتاتا ہے۔
رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، (جمعہ)	خود امیون مین سے ایک رسول مبعوث کیا، جو اُنکو خدا کی آیتین سناتا ہے اُنکو پاک وصاف کرتا ہے اور کتاب وحکمت کی انکو تعلیم دیتا ہے،
رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، (آل عمران)	خود امیون مین سے ایک رسول مبعوث کیا جو انکو خدا کی آیتین سناتا ہے انکو پاک وصاف کرتا ہے، اور کتاب وحکمت کی انکو تعلیم دیتا ہے۔
الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ	جو اس اُمّی فرستادہ الٰہی اور پیغامبر کی پیروی کرتے ہین جسکو وہ توراۃ وانجیل مین لکھا پاتے ہین، اور جو اچھے کام کا حکم دیتا ہے، وہ بُرے کام

وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۔ (اعراف)

روکتا ہے، اور پاک چیزون کو اُن کے لیے حلال، اور ناپاک چیزونکو اُن پر حرام کرتا ہے، اور (رسم و رواج) کے جو بوجھ اور بیڑیان اُن پر پڑی ہوئی تھین وہ اُن سے دور کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۔ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۔ (احزاب)

اے پیغمبر! ہمنے تجھکو (اپنا) گواہ، اور نیکو کارون کو خوشخبری سنانے والا، اور بدکارون کو ڈرانے والا، خدا کی طرف اُس کے حکم سے پکارنے والا اور روشن چراغ بناکر بھیجا ہے۔

الغرض نبوت کے اصلی آثار و علامات یہ ہین کہ وہ آیاتِ الٰہی تلاوت کرتا ہے، زنگ آلود نفوس اور سیہ کار قلوب کو جلا دیتا ہے، لوگون کو کتاب و حکمت اور اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، اچھی باتون کو پھیلاتا ہے، اور بُرائیون سے روکتا ہے وہ طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام کرتا ہے، وہ قومون کے بوجھ کو اتارتا ہے، اور اُن کے پاؤن کی بیڑیون کو کاٹ ڈالتا ہے، وہ خدا کا گواہ بنکر اس دنیا مین آتا ہے، لوگون کو خدا کی طرف دعوت دیتا ہے نیکوکارون کو بشارت سناتا ہے بدکارون کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے، اور اس ظلمت کدۂ عالم مین وہ ہدایت کا چراغ بنکر چمکتا ہے۔

قریش آنحضرت صلعم سے معجزہ کے طالب ہوتے ہین، اُس کے جواب مین ارشاد ہوتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۔ (البقرہ)

جنکو علم نہین وہ کہتے ہین کہ خدا خود ہمسے باتین کیون نہین کرتا، یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیون نہین آتی، اُن سے پہلے لوگون نے بھی اسیطرح کہا تھا دونون کے دل ایک ہی قسم کے ہوگئے، ہمنے تو نشانیان اُن لوگون کے لیے جو یقین کرتے ہین کھول کر رکھدین، (اے محمد!) ہمنے تجھکو سچائی دیکر نیکوکارون کو خوشخبری سنانیوالا، اور بدکارون کو ڈرانیوالا بناکر بھیجا (جنکو اب بھی یہ

کفار پیغمبر کی صداقت کی نشانی چاہتے ہین، اُس کے جواب مین ارشاد ہوتا ہے کہ اسکی صداقت کی روشنی تو اُسکا سرتاپا وجود ہے، اور اہل یقین کے لیے اُسکی سچائی کی تمام نشانیان ظاہر کردی گئی ہین، اُسکی حقانیت، نیکوکارون کو

خوشخبری سنانا اور بدکارون کو ڈرانا اور متنبہ کرنا، اور اس سے انقلاب انسانی اور نتائج روحانی کا ظہور، یہ خود اُسکی صداقت کی کھلی نشانیان ہین۔

وَقَالُوا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ، اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ، (عنکبوت)

وہ کہتے ہین کہ اس (پیغمبر) پر اُسکے پروردگار کی طرف سے نشانیان کیون نہین اتریں، کہدے کہ نشانیان تو خدا کے پاس ہین اور مین تو کھلا ڈرانیوالا ہون، ان کافرونکو یہ نشانی کافی نہین کہ تجھ پر ہمنے کتاب [illegible]

یعنی خود یہ دعوتِ الٰہی اور یہ پیغامِ ربّانی، آیت و نشانی ہے، اور اہل بصیرت کے لیے یہی معجزہ ہے۔

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ، (شعراء)

کیا ان کافرون کو یہ نشانی بس نہین کرتی کہ بنی اسرائیل کے عالم لوگ اس کو جانتے ہین۔

یعنی پیغمبر اسلام کا معجزہ یہ ہے کہ ایک اُمّی ہوکر وہ ایک ایسی کتاب اور ایسی تعلیم پیش کرتا ہے جسکی صداقت کو علمائے بنی اسرائیل جانتے اور سمجھتے ہین، کیا یہ بجسنہ جہلائے قریش کی تسلّی کے لیے کافی نہین ہے، کہ بڑے بڑے علماء اس کی سچائی کے دل سے معترف ہین۔

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۝ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ ۝ (طٰہٰ)

وہ کہتے ہین کہ یہ پیغمبر اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی ہمارے پاس کیون نہین لاتا۔ کیا انکو اگلی کتابون کی گواہی نہین پہنچی، اور اگر ہم انکو اس سے پہلے ہلاک کردیتے تو یہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار کیون تو نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر نہین بھیجا کہ ہم تیری نشانیون کی پیروی کرتے۔

یعنی گزشتہ انبیاء کی کتابون مین آنے والے پیغمبر کے جو صفات اور نشانیان مذکور تھین، پیغمبر اسلام کا ان کا مصداق کامل ہونا ہی سب سے بڑی نشانی ہے، یا اس آیت کا دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کفّار بار بار یہی کہتے ہین کہ معجزہ دکھاؤ، معجزے تو انھین دکھاے جاچکے، کیا یہ نہین معلوم کہ گذشتہ قومین معجزات دیکھکر بھی جب ایمان نہ لائین تو اُن کا کیا حشر ہوا۔

کفار کا سوال تھا۔

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ — کہ اس پیغمبر پر اسکے خدا کی طرف سے کوئی نشانی کیون نہین اتری۔

اُس کے جواب مین خدا نے ارشاد فرمایا،

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ (رعد) — اے محمدؐ! تو صرف ڈرانے والا ہی، اور ہر قوم مین ایک ہادی گذرا ہی۔

مقصود یہ ہے کہ نبوّت کی حقیقت **معجزہ** نہین، بلکہ **انذار اور ہدایت** ہی،

ظاہری آیات اور نشانات | لیکن اس کے معنی یہ نہین ہین کہ انبیا ظاہری آیات اور مادی نشانات سے خالی ہوتے ہین تمام انبیا کرام کی سیرتین بیک زبان اسکی تصدیق کرتی ہین کہ باطنی آیتون کے ساتھ اُن کو ظاہری حصّہ بھی ملتا ہے قرآن مجید نے اکثر انبیاؑ کے سوانح و واقعات کے ضمن مین اُن کے اِن ظاہری آثار و دلائل کو بھی بتفصیل بیان کیا ہے بلکہ کہنا یہ ہے کہ یہ مادّی اور ظاہری نشانات نبوّت کی اصل حقیقت سے خارج ہین، یہی سبب ہے کہ متعدد مقامات پر قرآن مجید نے کُفّار کے مادّی نشانیون کی طلب مین آپ کی طرف سے یہ الفاظ کہے۔

ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ( ) — مین تو صرف ایک انسان پیغمبر ہون۔

ظاہری نشانات صرف معاندین طلب کرتے ہین | لیکن نبوت کے ظاہری اور ساحرانہ آثار و علامات یعنی خارق عادت معجزات صرف وہ فرقہ طلب کرتا ہے، جس کے دل کی آنکھین اندھی ہوتی ہین، اور جو تعصب و عناد اور جہل کے باعث حق کے ماننے کے لیے تیار نہین ہوتا، چنانچہ انبیائے کرام پر ایمان لانے والون کے حالات پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ معجزات کی طلب نیکوکارون نے نہین کی، حضرت موسیٰؑ کو معجزہ، بنی اسرائیل کے مقابلہ مین نہین، بلکہ فرعون کے مقابلہ مین دیا گیا، حضرت عیسیٰؑ سے اُن کے حواریون نے نہین، بلکہ یہودیون نے معجزہ طلب کیا، آنحضرت صلعم سے ابوبکر و عمر نے نہین، بلکہ ابوجہل و ابولہب نے معجزہ مانگا، یہی حال دوسرے انبیا کا بھی ہے، قرآن مجید نے اس حقیقت کی پوری تصریح کی ہے، اور طلبِ معجزہ کے سوال کو ہمیشہ کفار کی طرف منسوب کیا ہے،

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ اَوْ تَاْتِیْنَآ — جنکو کتاب الٰہی کا علم نہین یعنی کفار قریش کہتے ہین کہ کیون خدا ہم سے

آیَةٌ، (بقرہ)
خود باتین نہین کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیون نہین آتی۔

وَقَالُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ آیَةٌ، (انعام)
یہ کفار کہتے ہین کہ اس پیغمبر پر کوئی نشانی کیون نہین اتاری گئی۔

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ آیَةٌ (رعد)
یہ کفار کہتے ہین کہ اس پیغمبر پر کوئی نشانی کیون نہین اترتی۔

وَقَالُوْا لَوْلَا یَاْتِیْنَا بِآیَةٍ مِّنْ رَّبِّہٖ، (طہ)
کفار کہتے ہین کہ یہ پیغمبر اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی ہمارے پاس کیون نہین لاتا۔

دیکھو کہ ہر آیت مین کفار ہی کا معجزہ طلب کرنا ظاہر کیا گیا ہے۔

کفار کا یہ معجزہ طلب کرنا نفیِ معجزہ کی دلیل نہین

کفار کے اِس بار بار کے اصرار سے کہ پیغمبر ہمکو معجزہ کیون نہین دکھاتے، بعض نادان یہ سمجھتے ہین کہ پیغمبرِ اسلام نے ان کو کوئی معجزہ نہین دکھایا، کہ اگر وہ کوئی معجزہ دیکھ چکے ہوتے تو بار بار معجزہ کے لیے اصرار کیون کرتے؟ لیکن یہ استدلال سرتاپا غلط ہے، انکو نفس معجزہ مانگنے پر نہین، بلکہ مادّی اور ظاہری معجزات طلب کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ نشانیون کے ظاہر ہونے کے بعد بھی یہ عناد سے طلبِ معجزہ پر مصر ہین، چنانچہ ان تمام مقامات مین جہان کفار کی اس طلب معجزہ کا ذکر ہے، یہ تصریح موجود ہے، اور انھین یہ ہدایت کی گئی ہے کہ ان خوارق سے انھین تسلّی نہ ہوگی، انکو چاہیے کہ نبوت کے اصلی آثار و علامات کی طرف توجہ کرین، کہ سعادت مند دلون کی تسلّی انھین سے ممکن ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ اَوْ تَاْتِیْنَا آیَةٌ ط کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ مِّثْلَ قَوْلِھِمْ ط تَشَابَھَتْ قُلُوْبُھُمْ ط قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ○ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ ○ (بقرہ)

جو نہین جانتے وہ کہتے ہین کہ کیون خدا ہم سے خود باتین نہین کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی نہین آتی، ان سے پہلے کے لوگون نے بھی اسی طرح کہا تھا، دونون کے دل ایک سے ہوگئے ہین، ہمنے نشانیان اُن لوگون کے لیے جو یقین کرتے ہین کھولکر رکھدی ہین، اے پیغمبر ہمنے تمکو سچائی دیکر نیکوکارونکو خوشخبری سنانیوالا اور بدکارونکو ڈرانیوالا بناکر بھیجا ہے۔[۱۴]

اِس آیت کریمہ مین صاف موجود ہے کہ ہم نشانیان کھولکر بتا چکے ہین، لیکن اِن نشانیون سے وہی فائدہ اُٹھا سکتے ہین جو اہل یقین ہین، اور جو ہر امر مین شک کرتے ہین، اُن کا علاج صرف دوزخ ہے۔ دوسری آیت مین ہے

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۞ وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُم بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ ، (طٰہٰ)

اور کہتے ہین کہ یہ پیغمبر اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی ہمارے پاس کیون نہین لاتا، کیا اُنکے پاس گذشتہ کتابون کی گواہی نہین پہنچی، اگر ہم اس سے پہلے کسی عذاب سے انکو ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے میرے پروردگار کیون ہمارے پاس کوئی رسول تونے نہین بھیجا کہ ہم تیری نشانیون کی پیروی کرتے،

اِس آیت مین بھی معجزات ظاہر ہونے کے بعد پھر مزید معجزات کی طلب پر گذشتہ قومون کے واقعات کی طرف جو اگلی کتابون مین مذکور ہین، متوجہ کیا گیا ہے کہ دیکھ لو! دنیا مین اُنکا حشر کیا ہوا؟ جنھون نے معجزون کو دیکھکر بھی ایمان نہین قبول کیا۔

معجزات تو بہرحال کسی نہ کسی آنی زمانہ اور مخصوص وقت مین ظاہر ہوتے ہین، اور پھر دنیا کے دوسرے حوادث کی طرح فنا ہو جاتے ہین، اِس بنا پر اگر ہر معاند کے سوال پر پیغمبر معجزہ ہی دکھاتا رہے، تو یہ تسلسل تو شاید کبھی ختم نہو، اور پیغمبر کی زندگی صرف ایک تماشہ گر کی حیثیت اختیار کرے، اس لیے ظاہری معجزہ طلب کرنے والون کو دائمی اور مسلسل معجزہ کی طرف ملتفت ہونے کی تاکید ہوتی ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۞ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ (عنکبوت)

اور وہ کہتے ہین کہ اِس پیغمبر پر اُسکے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیون نہین اُترتی، کہدے کہ نشانیان تو خدا ہی کے پاس ہین، مین تو صرف کھلا ہوا ڈرانیوالا ہون، کیا یہ ان کو بس نہین کرتا کہ ہمنے تجھپر کتاب اُتاری جو ان کو پڑھکر سنائی جاتی ہے۔

معاندین کو معجزہ سے بھی تسلی نہین ہوتی

نفسیات انسانی کا خاصہ ہے کہ جب کسی کی طرف سے اُس کے جذبات مخالفانہ ہوتے ہین تو وہ اسکی کسی بات کو حسن ظن پر محمول نہین کرتا، اور اُس کو اُسکی ہر شے کے اندر، شر، خبث، اور بدی نظر آتی ہے، جلی سے جلی اور واضح سے واضح برہان بھی اس کے دل کے ریب اور قلب کے شک کو دور نہین کر سکتے، معاندین جو انبیا کے مکارم اخلاق، حسن تعلیم، اور دیگر علمی و عملی تلقینات کو باور نہین کرتے، اور اُن کے کھلے اور بدیہی دعوؤن کو بھی تسلیم کرنے

کے لیے آمادہ نہین ہوتے، اور ہر قسم کی دلیلون کے سُن لینے کے بعد بھی وہ اپنے لاعلاج مرض شک سے نجات نہین پاتے تو آخر الحیل کے طور پر وہ پیغمبرون سے خارقِ عادت معجزون کا مطالبہ کرتے ہین، اور چونکہ انھین بدگمانی سے یہ یقین ہوتا ہے کہ ہماری ہی طرح کا ایک مدعی انسان کبھی ایسی عجیب وغریب چیز پر قدرت نہین رکھتا، اس لیے وہ کبھی کوئی خارق عادت چیز پیش نہ کریگا، اور اس طرح اس کی رسوائی عالم آشکارا ہو جائے گی، اور خود اُسی کے ہاتھون سے اُس کے دعوون کے تار و پود بکھر جائین گے، لیکن قدرتِ الٰہی آخری حجت کے طور پر اُن کے سامنے معجزات اور خوارقِ عادت بھی پیش کر دیتی ہے، تاہم اُن کو دیکھکر بھی معاندانہ روح، اونکے دلون مین پیغمبرون کی سچائی کا اعتبار نہین پیدا ہونے دیتی، اور بدگمانی انھین یہ بتاتی ہے کہ گو اس خارق عادت کے ظہور مین تو شک نہین، مگر یہ خدائی قوت کا کرشمہ نہین، بلکہ یہ شیطانی عمل، اور سحر وجادو کی قوت سے پیدا ہوا ہے، اور چونکہ بظاہر معجزہ اور سحر وشعبدہ مین کوئی فرق محسوس نہین ہوتا، اس لیے اُن کے بدگمان قلب کو اس سے بھی تسلی نہین ہوتی۔

حضرت موسیٰ نے فرعون کو متعدد معجزے دکھائے، مگر ہر ایک کے جواب مین اُنھین یہی سننا پڑا کہ "تم جادوگر ہو"

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ، یہ تو کھلا جادو ہے۔

اِنْ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ ، یہ موسیٰ اور ہارون یقیناً جادوگر ہین۔

حضرت موسیٰ کے معجزۂ عصا کو دیکھکر، مصر کے جادوگر سجدے مین گر گئے، اور حضرت موسیٰ کی پیغمبری پر ایمان لے آئے مگر فرعون یہی کہتا رہا۔

اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ، یہ موسیٰ تم سب کا بڑا جادوگر ہے، جسنے تم کو جادو سکھایا ہے۔

توراۃ مین یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے کہ حضرت موسیٰ فرعون کو جب کوئی معجزہ دکھاتے تھے، تو ہر معجزہ کے بعد فرعون کے دل کی سختی علیٰ حالہ باقی رہ جاتی تھی، چنانچہ توراۃ مین تقریباً ہر معجزہ کے بعد یہ مذکور ہے "لیکن فرعون کا دل سخت رہا، اور اُس نے اُنکی نہ سُنی"[1] انجیل کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ نے سب سے زیادہ معجزات دکھائے لیکن

---

[1] توراۃ کتاب الخروج۔

خود انجیل مین مذکور ہے کہ تقریباً ہر معجزہ کے بعد حاضرین کی دو جماعتین ہو جاتی تھین، ایک تو انکی معتقد ہو جاتی تھی اور یقین کرتی تھی کہ یہ خدا کی طرف سے ہے، اور دوسری کہتی تھی کہ یسوع کے ساتھ شیطان رہتا ہے "تب یہودیون کے بیچ ان باتون کے سبب اختلاف ہوا، اور بہتون نے ان مین سے کہا اس کے ساتھ ایک دیوتا رہتا ہے اور وہ مجنون ہے" تم اسکی کیون سنتے ہو؟ اورون نے کہا یہ باتین اُسکی ہین جسمین دیو ہے، کیا دیوانہ ہے، کی آنکھین کھول سکتا ہے[1]

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ ؑ نے ایک گونگے کو اچھا کیا، لوگ حیرت زدہ رہ گئے، لیکن فریسی یہودیون نے کہا کہ "یہ دیوؤن کے سردار کی مدد سے دیوؤن کو نکالتا ہے[2]" حضرت عیسیٰ ؑ نے اپنے معاندین کے جواب مین کہا "تم کہتے ہو کہ مین دیوون کو بعل زبول (ایک دیوتا کا نام) کی مدد سے نکالتا ہون[3]" حضرت عیسیٰ ؑ نے متعدد دفعہ لوگون سے کہا کہ "تم معجزات دیکھتے ہو مگر ایمان نہین لاتے[4]"

"یسوع (عیسیٰ) نے یہ باتین کہین اور اپنے تئین اُن سے (فریسی یہودیون سے) چھپایا، اور اگرچہ اُسنے اُن کے روبرو اتنے معجزے دکھائے پر وہ اُسپر ایمان نہ لائے[7]" "تب ان شہرون کو جس مین اس کے بہت سے معجزے ظاہر ہوئے ملامت کرنے لگا کیونکہ انھون نے توبہ نہ کی تھی[8]"

کفارِ قریش آنحضرت صلعم سے معجزون کے طالب ہوتے تھے، مگر جب معجزے دیکھتے تھے تو کاہن اور جادوگر کہنے لگتے تھے[9]، عرب مین پیشینگوئی کاہن کیا کرتے تھے، آنحضرت صلعم کی پیشینگوئیون کو دیکھ کر معاندین نے آپ کو کاہن کا خطاب دیا تھا، اس لیے قرآن مجید نے کہا،

فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ (طور)　　اے پیغمبر تو اپنے پروردگار کے فضل سے کاہن نہین ہے۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ، (حاقہ)　　یہ کسی کاہن کی بات نہین ہے۔

آنحضرت صلعم کے معجزات اور خوارق کو وہ دیکھتے تھے، تو ان کو جادو کا اثر سمجھتے تھے۔

---

[1] یوحنا کی انجیل باب ۱۰-۱۹ [2] متی کی انجیل باب ۹-۳۴ [3] لوقا کی انجیل ۱۱-۱۸- [4] یوحنا کی انجیل ۱۲-۳۷-
[8] متی کی انجیل ۱۱-۲۰ [9] صحیح مسلم مناقب ابی ذر،

ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ (مدثر)
پھر پیٹھ پھیر کر چلا، اور غرور کیا، اور کہا کہ یہ تو جادو ہے، جو اگلے وقتون سے چلا آتا ہے

کفار ایک دوسرے کو منع کرتے تھے کہ محمد (صلعم) کے پاس نہ جایا کرو، کیونکہ وہ جادو کیا کرتے ہین،

هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ج اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ، (انبیاء)
یہ محمد تو تمہاری ہی طرح آدمی ہین، کیا تم جادو کے پاس آتے ہو، اور تم دیکھ رہے ہو،

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (احقاف)
حق کے منکرین کے پاس جب حق آیا تو اُنھون نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔

آنحضرت صلعم نے جب معجزہ شق القمر دکھایا تو کفّار نے اس کو بھی جادو کہا،

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ، (قمر)
قیامت نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا، اور اگر وہ کوئی بھی نشانی دیکھین تو وہ مُنھ پھیرلین اور کہین کہ یہ تو جادو ہے جو ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے،

دوسرے معجزات کو دیکھکر بھی وہ یہی کہتے رہے کہ محمد (صلعم) تو جادوگر ہے،

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ، (یونس)
کیا لوگون کو اس پر تعجب ہے کہ ہمنے اُن ہین سے ایک پر وحی اُتاری کہ لوگون کو ڈرا، اور ان کو جو ایمان لائے بشارت دے کہ اُن کے پروردگار کی بارگاہ مین اُن کی بڑی پایگاہ ہے، کافر کہتے ہین کہ یہ تو کھلا جادوگر ہے۔ ....

معاندین کو معجزہ سے بھی ایمان کی دولت نہین ملتی

چونکہ معاندین کو حق و باطل کی تمیز کی قوت نہین ہوتی، اور یقین کی سعادت سے وہ محروم ہوتے ہین، اس لیے بڑی سے بڑی نشانی بھی شک وشبہہ کے گرداب سے ان کو باہر نہین نکال سکتی، وہ کبھی اُس کو بخت و اتفاق کا نتیجہ سمجھتے ہین، کبھی اس کو سحر و جادو سمجھکر اس کی تکذیب کرتے ہین، کبھی فریب اور قوت شیطانی کا اُنکو دھوکا ہوتا ہے، اس لیے معجزات سے بھی انکو ہدایت نصیب نہین ہوتی، حجت کے لیے ایک دفعہ معجزہ اُن کو دکھایا گیا تو انکا

خود انجیل مین مذکور ہے کہ تقریباً ہر معجزہ کے بعد حاضرین کی دو جماعتین ہو جاتی تھین، ایک تو انکی معتقد ہو جاتی تھی اور یقین کرتی تھی کہ یہ خدا کی طرف سے ہے، اور دوسری کہتی تھی کہ یسوع کے ساتھ شیطان رہتا ہے "تب یہودیون کے بیچ ان باتون کے سبب اختلاف ہوا، اور بہتون نے ان مین سے کہا، اس کے ساتھ ایک دیوتا رہتا ہے اور وہ مجنون ہے" تم اسکی کیون سنتے ہو؟ اورون نے کہا یہ باتین اسکی ہین جسمین دیو ہے، کیا دیو اندھے کی آنکھین کھول سکتا ہے[1] ایک دفعہ حضرت عیسیٰؑ نے ایک گونگے کو اچھا کیا، لوگ حیرت زدہ رہ گئے، لیکن فریسی یہودیون نے کہا کہ "یہ دیوؤن کے سردار کی مدد سے دیوؤن کو نکالتا ہے[2]" حضرت عیسیٰؑ نے اپنے معاندین کے جواب مین کہا "تم کہتے ہو کہ مین دیوؤن کو بعل زبول (ایک دیوتا کا نام) کی مدد سے نکالتا ہون[3]" حضرت عیسیٰؑ نے متعدد دفعہ لوگون سے کہا کہ "تم معجزات دیکھتے ہو مگر ایمان نہین لاتے"۔

"یسوع (عیسیٰ) نے یہ باتین کہین اور اپنے تئین ان سے (فریسی یہودیون سے) چھپایا، اور اگرچہ اسنے ان کے روبرو اتنے معجزے دکھائے پر وہ اسپر ایمان نہ لائے[4]" "تب ان شہرون کو جس مین اس کے بہت سے معجزے ظاہر ہوئے ملامت کرنے لگا کیونکہ انھون نے توبہ نہ کی تھی[5]"

کفار قریش آنحضرت صلعم سے معجزون کے طالب ہوتے تھے، مگر جب معجزے دیکھتے تھے تو کاہن اور جادوگر کہنے لگتے تھے[6]، عرب مین پیشینگوئی کاہن کیا کرتے تھے، آنحضرت صلعم کی پیشینگوئیون کو دیکھ کر معاندین نے آپ کو کاہن کا خطاب دیا تھا، اس لیے قرآن مجید نے کہا،

فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ (طور) — اے پیغمبر تو اپنے پروردگار کے فضل سے کاہن نہین ہے۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ، (حاقہ) — یہ کسی کاہن کی بات نہین ہے۔

آنحضرت صلعم کے معجزات اور خوارق کو وہ دیکھتے تھے، توان کو جادو کا اثر سمجھتے تھے۔

---

[1] یوحنا کی انجیل باب ۱۰۔ ۱۹ [2] متی کی انجیل باب ۹۔ ۳۴ [3] لوقا کی انجیل ۱۱۔ ۱۸۔ [4] یوحنا کی انجیل ۱۲۔ ۳۷۔
[5] متی کی انجیل ۱۱۔ ۲۰ [6] صحیح مسلم مناقب ابی ذر،

ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ فَقَالَ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ (مدثر) — پھر پیٹھ پھیر کر چلا، اور غرور کیا، اور کہا کہ یہ تو جادو ہے، جو اگلے وقتون سے چلا آتا ہے

کفار ایک دوسرے کو منع کرتے تھے کہ محمد (صلعم) کے پاس نہ جایا کرو، کیونکہ وہ جادو کیا کرتے ہین،

هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ج اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ، (انبیاء) — یہ محمد تو تمہاری ہی طرح آدمی ہین، کیا تم جادو کے پاس آتے ہو، اور تم دیکھ رہے ہو،

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (احقاف) — حق کے منکرین کے پاس جب حق آیا تو اُنھون نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔

آنحضرت صلعم نے جب معجزۂ شق القمر دکھایا تو کفار نے اس کو بھی جادو کہا،

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ، (قمر) — قیامت نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا، اور اگر وہ کوئی بھی نشانی دیکھین تو وہ مُنھ پھیرلین اور کہین کہ یہ تو جادو ہے، جو ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے،

دوسرے معجزات کو دیکھکر بھی وہ یہی کہتے رہے کہ محمد (صلعم) تو جادوگر ہے،

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ، (یونس) — کیا لوگون کو اس پر تعجب ہے کہ ہمنے اُن ہین سے ایک پر وحی اُتاری کہ لوگون کو ڈرا، اور ان کو جو ایمان لائے بشارت دے کہ اُن کے پروردگار کی بارگاہ مین اُن کی بڑی پایگاہ ہے، کافر کہتے ہین کہ یہ تو کھلا جادوگر ہے۔ ....

معاندین کو معجزہ سے بھی ایمان کی دولت نہین ملتی

چونکہ معاندین کو حق و باطل کی تمیز کی قوت نہین ہوتی، اور یقین کی سعادت سے وہ محروم ہوتے ہین، اس لیے بڑی سے بڑی نشانی بھی شک وشبہہ کے گرداب سے ان کو باہر نہین نکال سکتی، وہ کبھی اُس کو بخت و اتفاق کا نتیجہ سمجھتے ہین، کبھی اس کو سحر و جادو سمجھکر اس کی تکذیب کرتے ہین، کبھی فریب اور قوت شیطانی کا اُنکو دھوکا ہوتا ہے، اس لیے معجزات سے بھی انکو ہدایت نصیب نہین ہوتی، حجت کے لیے ایک دفعہ معجزہ اُن کو دکھایا گیا تو انکا

شبہ رفع نہین ہوا، پھر معجزہ طلب کرتے ہین، تو قرآن کہتا ہے کہ اب بھی ان کو تسلّی نہ ہوگی، چنانچہ سورۂ انعام کی ابتدا مین اللہ تعالیٰ نے ان تمام مراتب کو بیان کردیا ہے،

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ، (انعام)

اور خدا کی نشانیون سے کوئی نشانی اُن کے پاس نہین آتی لیکن یہ کہ وہ اُس سے روگردانی کرتے ہین۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ،

اے پیغمبر اگر ہم تجھ پر ایسی کتاب بھی آسمان سے اُتارین جو اوراق مین لکھی ہو کہ وہ اُسکو اپنے ہاتھون سے چھوئین تو وہ جو کافر ہین یہی کہین گے کہ یہ فقط

وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ، (انعام)

اگر وہ تمام نشانیان بھی دیکھ لینگے تو وہ ایمان نہ لائین گے، یہانتک کہ وہ جب تیرے پاس آتے ہین تو تجھ سے جھگڑا کرتے ہین، اور کافر کہتے ہین کہ یہ تو صرف اگلون کی کہانیان ہین۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ (انعام)

اور وہ کہتے ہین کہ اس پیغمبر کے ساتھ کوئی فرشتہ کیون نہین اُتارا گیا، کہدے کہ اگر فرشتہ اُتارا جاتا تو انکو پھر مہلت دیجا سکتی اور بات پوری ہوجاتی، اگر ہم رسول کا ساتھی کسی فرشتہ کو بناتے تو اُسکو بھی انسان ہی کی صورت مین بناتے اور

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ، (انعام)

اگر ہم اُنکے پاس آسمان سے فرشتہ بھی اُتار کر بھیجین، اور مُردے بھی اُنسے باتین کرین، اور ہر چیز اُنکے سامنے لاکھڑی کردین تو وہ ایمان نہ لائینگے لیکن یہ کہ خدا کی مشیئت ہو، لیکن اکثر لوگ جانتے نہین۔

آنحضرت صلعم کو فرطِ شفقت سے یہ خیال باربار آتا تھا کہ یہ رؤسائے قریش ایمان کی دولت سے محروم نہ رہنے پائین خدا نے فرمایا کہ ان کو حقیقت مین براہ راست نبوّت سے انکار نہین، بلکہ ان کو نبوّت سے اس لیے انکار ہے کہ اُن کو اوّلاً نفس خدا پر یقین نہین، یہ بظاہر نبوّت کی نشانیون کو طلب کرتے ہین، مگر واقعہ یہ ہے کہ انکو خدا کی نشانیان بھی تسلیم نہین، ایسے لوگون کی قسمت مین ایمان کی سعادت نہین، اُنکے لیے معجزے بیکار ہین، یہ سعادت اُنھین کو ملتی ہے جو حق کے

طالب ہین، اور حق باتون کو سنتے ہین۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّہٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّھُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰی مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰی اَتٰھُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰہِ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُھُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَھُمْ بِاٰیَۃٍ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَمَعَھُمْ عَلَی الْھُدٰی فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ ۝ اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ۝ وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُھُمُ اللّٰہُ ثُمَّ اِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ قُلْ اِنَّ اللّٰہَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَۃً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (انعام)

ہم جانتے ہین کہ اِن کافرون کی باتین تجھکو غمگین کرتی ہین، لیکن تجھکو غمگین نہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ تجھکو نہین جھٹلاتے ہین، بلکہ دراصل اِن ظالمون کو خدا کی نشانیون سے انکار ہے، تجھ سے پہلے انبیاء بھی جھٹلائے گئے تو انھون نے اپنی تکذیب پر صبر کیا، اور انکو بھی ایذا پہنچائی گئی، یہانتک کہ اُنکے پاس خدا کی نصرت آئی، خدا کی باتونکو کوئی بدلنے والا نہین گذشتہ پیغمبرون کے واقعات تجھکو معلوم ہو چکے ہین، اور اگر اِن کافرون کی روگردانی تجھپر گران ہے تو اگر تجھمین طاقت ہو تو زمین مین کوئی سرنگ یا آسمان مین کوئی سیڑھی ڈھونڈھ کہ انکو کوئی نشانی لا کر دے، (اِن نشانیون سے اُنپر کوئی اثر نہ ہوگا) اگر خدا چاہتا تو انکو راہ ہدایت پر متفق کر دیتا، تو غمگین ہو کر جاہلون مین سے نہ بن، دعوتِ الٰہی کو وہی قبول کرتے ہین جو آواز پر کان دھرتے ہین (اور یہ کافر جو دل کے) مردے ہین انکو خدا ہی اُٹھائے گا۔ پھر اسی کی طرف لائے جائین گے، یہ کہتے ہین کہ اس پیغمبر پر اُسکے پروردگار کی جانب سے کوئی نشانی کیون نہین اتاری گئی، کہدے کہ خدا نشانی ...

[illegible]

لیکن معجزہ دیکھنے پر بھی اُن کے قلب کو اطمینان حاصل نہ ہوگا، کیونکہ اس شک و شبہہ کا منشا محض عناد ہے، حق طلبی نہین اگر حق طلبی مقصود ہوتی تو پہلی ہی دفعہ دیکھکر وہ ایمان لے آتے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ لَئِنْ جَآءَتْھُمْ اٰیَۃٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِھَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ وَمَا یُشْعِرُكُمْ اَنَّھَآ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَ

یہ کافر خدا کی بڑی بڑی قسمین کھاتے ہین کہ اگر کوئی نشانی اُن کے پاس آجائے گی تو وہ اُس پر ایمان لے آئین گے، کہدے کہ نشانیان تو خدا ہی کے پاس ہین، اور تمھین کس نے بتایا کہ یہ نشانیان دیکھکر ایمان

نُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ
اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ٥
وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى
وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَىْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا
اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ وَ
كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ
وَالْجِنِّ يُوْحِىْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ
غُرُوْرًا ، (انعام)

لائین گے، یہ ایمان نہین لائین گے (نشانی کے بعد) ہم اُن کے
دلون کو (حصول یقین سے) اور اُنکی آنکھون کو (اپنے دیکھنے پر اعتبار کرنے
سے) پھیر دیتے ہین (جسطرح کہ یہ پہلے اسپر ایمان نہین لائے) اور ہم انکو انکی
اسی سرکشی کی حالت مین چھوڑ دینگے کہ بھٹکتے رہین، اگر ہم اُنکے پاس
فرشتے بھی اُتار کر بھیجین اور مُردے بھی اُٹھکر اُن سے باتین کرین اور ہر
چیز ہم اُنکے سامنے بھی کردین، تو وہ ایمان لانے والے نہین، مگر جو
چاہے اللہ لیکن ان مین اکثر نادان ہین، اور ہم نے اسی طرح ہر
نبی کا معاند انسانون اور جنون سے بنایا ہی، جو ایک دوسرے کو

([illegible])

اگر رفع حجت کے لیے اُن کو معجزہ دکھایا بھی جاتا ہے، تو حیلہ جوئی کر کے کہتے ہین کہ گذشتہ انبیاء کو جیسے معجزے دیے گئے، جب تک وہی معجزے ہم کو نہ دیے جائین، ہم ایمان نہ لائین گے۔

فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ، (انبیاء) چاہیے کہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے، جیسے پہلے لوگ پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔

لیکن فرض کرو کہ وہی معجزات دکھائے بھی جائین تو ان کی حیلہ جو طبیعت اُن سے کب تسلّی پائے گی، وہ فوراً یہ کہدین گے، جیسا کہ اونھون نے بارہا کہا ہی، کہ یہ محض ساحرانہ کرشمہ ہی، اور ہماری آنکھون کو مسحور کر دیا گیا ہے۔

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ
لَمَجْنُوْنٌ ٥ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ٥ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ
وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ، اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
فِىْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا

اور کافر کہتے ہین کہ اے وہ جسپر نصیحت اُتری ہی، تجھ کو کوئی جن سوار ہے
کیون تو فرشتون کو ہمارے پاس نہین لے آتا اگر تو سچا ہی (خدا کہتا ہے)
ہم فرشتون کو دنیا مین حق کے ساتھ اُتارتے ہین۔ اگر فرشتے اُتار دیے جائین
تو پھر ان کافرون کو مہلت نہ دیجائیگی، اس نصیحت کو ہمنے اُتارا ہی، اور ہم ہی
اسکے نگہبان ہین، ہمنے تجھ سے پہلی قومون مین بھی پیغمبر بھیجے، اور اُن مین
کسی کے پاس کوئی پیغمبر نہ گیا۔ لیکن اُنھون نے اُس سے تمسخر کیا

كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ، (حجر)

اسی طرح ہم گنہگاروں کے دلوں میں بٹھا دیتے ہیں، وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے، یہ اگلوں سے رسم ہوتی آئی ہے، اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھول دیں اور وہ اس میں چڑھ بھی جائیں تو یہی کہتے رہیں گے کہ ہماری آنکھوں کو متوالا بنا دیا گیا ہے، بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ ان معاندین کے شکوک و شبہات کا توبرتو بادل معجزات اور آیات کی روشنی سے بھی نہیں چھٹتا، آنحضرت صلعم نے جب پہلے پہل اسلام کی دعوت اُن کے سامنے پیش کی تو آپ کو اُنھوں نے "مجنون" کا خطاب دیا، قرآن مجید نے اُن کی تردید کی،

وَمَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (ن) تو اپنے پروردگار کی عنایت سے مجنون نہیں،

اس کے بعد آپ نے اُن کے سامنے معجزات اور آیات پیش کیے کہ کہیں مجنون سے بھی یہ افعال صادر ہو سکتے ہیں؟ تو اُنھوں نے آپ کو مجنون کے ساتھ "کاہن"، اور "جادوگر" کہا،

فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ (طور) تو اپنے پروردگار کی عنایت سے نہ تو کاہن ہے، اور نہ مجنون،

قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ (یونس) کافروں نے کہا یہ تو کھلا ہوا جادوگر ہے۔

آپ نے اُن کے اس الزام کے جواب میں اپنی تعلیمات و تلقینات کو پیش فرمایا کہ کاہن وجادوگر علم و حکمت کا یہ خزانہ نہیں رکھتے، لیکن پرعناد قلوب کو اس سے بھی تسلّی نہ ہوئی اور کہا کہ علم و حکمت کے اسرار اُنھیں کوئی اور سکھاتا ہے۔

وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ (دخان) اور ان معاندوں نے کہا کہ یہ سکھایا ہوا مجنون ہے۔

الغرض انسانوں کے افہام و تفہیم اور ہدایت و رہنمائی کے جو اسلوب اور طریق ہو سکتے تھے، وہ سب اُن کے سامنے پیش کیے گئے، مگر اُنھیں شک و شبہہ کی کشمکش سے نجات نہ ملی،

باایں ہمہ انبیاء معاندین کو معجزات دکھاتے ہین اور وہ اعراض کرتے ہین

معاندین کی اس پیہم طلب اور اصرار سے خیال ہوسکتا ہے کہ اگر ان کو کوئی معجزہ دکھایا جائے تو وہ شاید ایمان لے آئین، لیکن تمام انبیاء کی سیرتین شہادت دیتی ہین کہ ایسا نہین ہوا، اُنھون نے معجزات دیکھے، پھر بھی اپنے انکار اور اعراض پر نہایت استقلال کے ساتھ قائم رہے، حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو بار بار معجزہ دکھائے لیکن اُس کا انکار ایمان سے تبدیل نہوا، جیسا کہ توراۃ اور قرآن دونون مین بتکرار بیان ہوا ہے، قرآن مجید مین ہے،

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ وَمَا	جب موسیٰ ہماری نشانیاں لیکر فرعون کے پاس آیا تو وہ ہنستے ہین، اور
نُرِيهِمْ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا وَأَخَذْنَاهُمْ	ہم انھین کوئی نشانی نہین دکھاتے ہین لیکن یہ کہ وہ پہلی نشانی سے
بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ وَقَالُوا يَا أَيُّهَ	زیادہ بڑی ہوتی ہے، اور ہمنے انکو بڑے عذاب مین گرفتار کیا، کہ شاید وہ
السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ	رجوع کرین، اور اُنھون نے موسیٰ سے کہا اے جادوگر اپنے خدا سے ہمارے لیے
إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ	دعا کر جیسا کہ اُسنے تجھسے تیری دعاؤن کے قبول کرنیکا وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمسے
إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ۝ (زخرف)	یہ عذاب دور کردے ہم راہ راست کو قبول کیے لیتے ہین، پس جب ہمنے

[illegible]

اِس موقع پر ایک نکتہ خاص خیال کے لائق ہے، یہ حکایت حضرت موسیٰؑ کے قصہ کا ایک ٹکڑا ہے جو زمانۂ ماضی کا ایک واقعہ تھا، جسکو تمامتر صیغۂ ماضی سے ادا ہونا چاہیے تھا، لیکن اس مین تین جگہ اللہ تعالیٰ نے صیغۂ مضارع کا استعمال کیا ہے جو واقعۂ حال و استقبال کے بیان کے لیے مقرر ہے،

۱۔ "جب موسیٰؑ ہماری نشانیان لیکر فرعون کے پاس آئے تو وہ ہنستے ہین۔"

۲۔ "اور ہم انھین کوئی نشانی نہین دکھاتے ہین لیکن وہ پہلی نشانی سے بڑی ہوتی ہے"

۳۔ "پہلے اُنھون نے وعدہ کیا کہ اگر موسیٰ کی دعا قبول ہوگئی تو ہم ایمان لے آئین گے، لیکن جب دعا قبول ہوکر اس کا اثر ہوا تو وہ اپنا وعدہ توڑ ڈالتے ہین"

اس موقع پر صیغۂ مضارع کے استعمال سے یہ نکتہ پیدا ہوتا ہے کہ گویہ واقعہ خاص فرعون کے ساتھ پیش آیا، مگر یہ مخصوص حضرت موسیٰؑ ہی کے فرعون کے ساتھ نہین، بلکہ ہر عہد کے فرعون، اور ہر پیغمبر کے معاندین کی نفسی کیفیت

یہی ہوتی ہے کہ جب اُن کے پیغمبر خدا کے احکام اور نشانیان لیکر اُن کے پاس جاتے ہین تو وہ صداے خندۂ تحقیر بلند کرتے ہین، لیکن خدا اُن نشانیون پر نشانیان دکھاتا جاتا ہے، تاہم اُن سے انکی تسکین نہین ہوتی، اور دوسری کوئی نشانی مانگتے ہین، اور کہتے ہین کہ اگر یہ نشانی ہمکو دکھا دی گئی تو ہم یقیناً ایمان لے آئین گے، لیکن جب وہ نشانی بھی اُنکو دکھا دی جاتی ہے تو اُن کو اس سے بھی تسکین نہین ہوتی، اور وہ آخر تک ایمان کی سعادت سے محروم رہتے ہین

حضرت صالح کی اُمّت نے حضرت صالح سے ایک نشانی طلب کی، انھون نے کہا یہ اونٹنی تمہاری نشانی ہے، جو ایک دن مین انکے چشمہ یا کنوئین کا تمام پانی پی جاتی تھی، اور دوسرے دن اون کے جانورون کو پانی ملتا تھا، لیکن اس نشانی کو دیکھکر کہ اونٹنی تمام چشمہ یا کنوئین کا پانی پی جاتی ہے اُنھین تسکین نہ ہوئی اور اُس اونٹنی کو مار ڈالا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے پاداش مین وہ ہلاک کردئے گئے، سورۂ شعرا مین ہے۔

وَمَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۝ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (شعراء)

اے صالح! تم ہماری ہی طرح آدمی ہو، اگر تم اپنے دعوے مین سچے ہو تو کوئی نشانی لاؤ، صالح نے کہا یہ اونٹنی، اسکے لیے پانی پینا ہوا اور تمہارے لیے ایک مقرر دن کا پانی پینا ہو، اور اسکے ساتھ کوئی بُرائی نہ کرو، ورنہ ایک بڑے دن کا عذاب تم کو آلیگا، تو انھون نے اُسکی کونچ کاٹ ڈالی پھر نادم ہوئے تو عذاب نے اُنھین آگھیرا، اس واقعہ مین بڑی نشانی ہو صالح کی قوم کے اکثر لوگ مومن نہ تھے۔

عہد محمدیؐ کے فرعونون اور معاندون کی نفسی کیفیت بھی یہی تھی، کہ اُن کو نشانیان دکھائی جاتی تھین، مگر اُنھین عناد کی کور باطنی کے باعث اُن سے تسکین نہین ہوتی تھی، چنانچہ کفّار قریش کے حال مین قرآن مجید کا بیان ہے۔

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ

اُن کے پاس خدا کی نشانیون مین سے کوئی نشانی نہین آتی لیکن وہ اُس سے اعراض کرتے ہین، حق اُنکے پاس آیا تو انھون نے

فَسَوْفَ یَاْتِیْھِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ۔ (انعام) — اُس کو جھٹلایا تو عنقریب جس چیز کو وہ جھٹلاتے ہین اسکا مذاق اُڑاتے ہین اُسکی حقیقت اُنکو معلوم ہوگی۔

ایک موقع پر قرآن مجید نے اسی واقعہ کو بیان کیا ہے کہ جب محمد رسول اللہ صلعم کے صدق نبوت کی کوئی نشانی ظاہر ہوتی ہے تو معاندین قریش کہتے ہین کہ ان نشانیون سے ہمکو تسکین نہ ہوگی، جب تک گذشتہ پیغمبرون کی طرح خود ہم کو بھی وہی نشانیان نہ دی جائین، یعنی نبوت کے تمام آثار وکیفیات خود ہمپر طاری نہ ہون، تاکہ ہم کو دھوکا اور فریب کا شبہہ نہ رہے، خدا نے کہا کہ یہ نبوت ہر ایک کا حصہ نہین،

وَاِذَا جَآءَتْھُمْ اٰیَۃٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ ؔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (انعام) — اور جب ان (کفار قریش) کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہین ہم اسوقت تک مانین گے جبتک ہمکو بھی وہ کچھ نہ دیا جائے جو خدا کے پیغمبرونکو دیا گیا ہے، خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغامبری کا منصب کسکو عطا کرے۔

اس لیے بالاخر معاندین کی طلب معجزہ سے تعرض نہ کیا جاتا ہے

ان تمام منازل کے طے ہونے کے بعد بالآخر معاندین پر حجت تمام ہوجاتی ہے، اور پھر طلب معجزہ کے لیے اُن کے پیہم اصرار، الحاح، اور طلب کی کوئی پروا نہین کی جاتی، اور صرف عذاب الٰہی کی آخری نشانی اُن کے لیے باقی رہ جاتی ہے، انجیل کے مطابق، حضرت عیسیٰؑ نے تمام انبیا سے زیادہ معجزات اور نشانیان دکھائین تاہم فریسی یہودیون کو معجزہ کی تشنگی باقی رہ گئی، اور ہر ملاقات مین انھون نے معجزہ کی نئی فرمایش کی۔

"تب فریسی نکلے اور اُس سے (حضرت عیسیٰ) حجت کرکے اُس کے امتحان کے لیے کوئی آسمان سے نشان چاہا" (مرقس ۸-۱۱)

حضرت عیسیٰؑ نے آہ سرد بھر کر فرمایا،

"اِس زمانہ کے لوگ کیون نشان چاہتے ہین، مین تم سے سچ کہتا ہون کہ زمانہ کے لوگون کو کوئی نہ دیا جائے گا" (مرقس ۸-۱۲)

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ نے ایک گونگے کو اچھا کیا، بعضون نے کہا کہ "یہ بعل زبول دیوتا کی مدد سے اپنے عجیب

کام کرتا ہے، اور اوروں نے آزمایش کے لیے اُس سے ایک آسمانی نشان مانگا (لوقا - ۱۱ - ۱۶ -)

حضرت عیسیٰ نے اُن کے جواب مین فرمایا،

" اس زمانہ کے لوگ بُرے ہین، وہ نشان ڈھونڈھتے ہین پر کوئی نشان اُن کو نہ دیا جائیگا۔

مگر یونس نبی کا نشان" (لوقا ۱۱ - ۲۹)

" اللہ تعالیٰ نے معاندین قریش کے جواب مین قرآن مجید مین بھی اسی نکتہ کا اظہار فرمایا،

وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا اَنْ کَذَّبَ بِھَا الْاَوَّلُوْنَ، (بنی اسرائیل) — اور ہمکو نشانیون کے بھیجنے سے صرف اس امر نے باز رکھا کہ پہلون نے ان کو جھٹلایا۔

قرآن مجید مین چار پانچ مقام پر مذکور ہے کہ عہد محمدی کے معاندین نے کہا،

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ، — محمد پر اُسکے خدا کی طرف سے کوئی نشانی کیون نہین اُتاری جاتی۔

اس کے جواب مین اُن کو نبوت کی اصل حقیقت، انذار، تبشیر، اور ہدایت کی طرف متوجہ کیا گیا، اور خرق عادت کی کسی مزید نشانی کے دکھانے سے تغافل اور احتراز برتا گیا، عیسائی معترضین قرآن مجید کی ان آیتون کو پیش کرکے کہتے ہین کہ "محمد (صلعم) نے معجزہ دکھانے سے اس لیے انکار کیا کہ ان کو خدا کی طرف سے کوئی معجزہ نہین ملا تھا،" اگر ان آیتون سے یہ استنباط صحیح ہے تو انجیل کی جو آیتین ہم نے اوپر نقل کی ہین ان کا کیا مطلب ہوگا، کیا حضرت عیسیٰ کا فریسیون کو معجزہ دکھانے سے انکار کرنا بھی یہی نتیجہ ظاہر کرتا ہے کہ نعوذ باللہ انکو کوئی معجزہ خدا کی طرف سے نہین ملا تھا -؟

معجزہ کے انکار یا تاخیر کے اسباب، اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات روحانی کو بھی ایک نظام اور اصول کے ماتحت رکھا ہے، اس بنا پر ہم کو ضرورت ہی کہ اُن مصالح اور اسباب کا پتہ لگائین جنکی بنا پر باوجود قدرت اور شدت ضرورت کے معجزات سے کلیۃً انکار کیا گیا ہے، یا ان کے ظہور مین تاخیر واقع ہوئی ہی، قرآن مجید کے امعان مطالعہ سے ان اسباب ذیل کی صورتون مین محدود کیا جاسکتا ہے۔

(۱) معجزات کے ذریعہ سے جو لوگ ایمان لاتے ہین انکا ایمان محض جبری تقلیدی اور بالواسطہ ہوتا ہی،

وہ لوگ اپنے دل مین انبیا کے محاسن تعلیم کا کوئی خاص ذوق نہین پاتے، صرف معجزات کی قوت، اور اعجوبگی اُن کو متحیّر اور مبہوت کردیتی ہے، حالانکہ انبیا کی تعلیم کا سبسے بڑا مقصد یہ ہوتا ہی کہ انکی جماعت مین ایسے افراد شامل ہون جو شریعت کے رمزشناس اور اُس کے اسرار و حکم سے ذوق آشنا ہون۔

یہی حالت ہے جس کو قرآن مجید نے "شرح صدر" اور انشراح قلب سے تعبیر کیا ہے۔

فَمَن يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (انعام) جسکو خدا ہدیت دینا چاہتا ہے اُسکے سینہ کو قبول اسلام کے لیے کھولدیتا ہے،

اِس قسم کے لوگون کے لیے معجزات کی ضرورت نہین ہوتی، اُن کے لیے آفتاب و ماہتاب آسمان و زمین، دن اور رات، غرض دنیا کا ایک ایک ذرہ معجزہ ہوتا ہے، اور خدا کے وجود، خدا کی وحدانیت، اور پیغمبر کی نبوت پر بلا واسطہ دلالت کرتا ہے، اُن کے لیے صرف تفکر اور بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے، یہی گروہ ہے جس پر سب سے زیادہ انبیا کی نگاہ انتخاب پڑتی ہے، اور وہ اُن کو صرف تفکر و اعتبار کی ترغیب دیتے ہین۔ اس گروہ کے بالمقابل ایک کور باطن فرقہ اور بھی ہوتا ہے جس پر نظام فطرت کے دوسرے شواہد و آیات کی طرح معجزات کا بھی کوئی خاص اثر نہین پڑسکتا، انبیا کو ابتدائے بعثت مین انہی دونون گروہون سے سابقہ پڑتا ہے، اور چونکہ فطرۃً ایک معجزات سے بے نیاز ہوتا ہے اور دوسرے پر معجزات کا کوئی اثر نہین پڑسکتا، اس لیے اِن دونون گروہون کے لیے معجزات بیکار ہوتے ہین، اور اس بنا پر انبیا ادن کے پیش کرنے سے انکار کرتے ہین۔ اِسی نکتہ کو خداوند تعالی نے اِن آیتون مین بیان کیا ہے۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا تُغْنِى الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ط (سورۂ یونس ۱۰)

کہہ کہ دیکھو آسمان و زمین مین کس قدر نشانیان ہین، اور نشانیان اور ڈراوے، تو اس قوم کے لیے کچھ بھی مفید نہین جو ایمان نہین لانا چاہتی۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ

کفار کہتے ہین کہ اُس پر خدا کی طرف سے کوئی معجزہ کیون نہین اترتا کہ خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے، اور جو اسکی طرف

اِلَیۡہِ مَنۡ اَنَابَ (رعد ۴) رجوع کرتا ہے، اسکو ہدایت دیتا ہے۔

(۲) معجزات کی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ظہور ہر قوم کے تمدن، معاشرت، علوم و فنون اور مخصوص دماغی حالت کے مطابق ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں سحر کا عام چرچا تھا، اِس لیے اُن کو اُسی قسم کے معجزات بھی دیے گئے جو سحر سے مشابہ تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد مین طب کا نہایت زور تھا، اِس بنا پر اُن کو وہ معجزات عطا کیے گئے جنکا تعلق طب سے تھا، عرب کو اپنی زبان آوری اور فصاحت پر ناز تھا، قرآن مجید کے اعجاز بیان نے اُن کے اِس غرور کو توڑ دیا، اِس اصول کی بنا پر جب انبیا کسی قوم کی حالت کے مطابق معجزہ دکھاتے ہین، اور اس کو اُس معجزہ سے تسکین نہین ہوتی، اور وہ دوسرے انبیاء کے مشابہ معجزات طلب کرتی ہے، تو چونکہ اِس قسم کے معجزات اُس قوم کے لیے مناسب و موزون نہین ہوتے اِس لیے انبیا رکو اُن کا ابدی انکار کرنا پڑتا ہے۔

وَاِذَا جَآءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ حَتّٰى نُؤۡتٰى مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسٰلَـتَهٗ ؕ (انعام ۱۴)

اور جب اُن کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہین کہ ہم اسوقت تک ایمان نہ لائین گے جب تک ہمکو وہی باتین نہ دی جائین جو خدا کے پیغمبرون کو دی جا چکی ہین۔ لیکن خدا اپنی رسالت کے مواقع کو خوب جانتا ہے۔

(۳) بعض دفعہ معاندین ایسی نشانیون کے طلبگار ہوتے ہین جنکے بار کے متحمل، قوت انسانی کے دوش و بازو نہین ہو سکتے، خدا کا خود انسانون کے سامنے آنا، خدا کا خود ہر انسان سے باتین کرنا، فرشتون کا نظر آنا، آسمان سے کوئی مجسم کتاب اتارنا، بازیگر کی طرح پیغمبر کا آسمان پر چڑھ جانا، کفار کی طرف سے جب اس قسم کے معجزات طلب کیے جاتے ہین تو انبیا کو ہمیشہ انکار کرنا پڑتا ہے، اور اس انکار کا منشا خود منکرین کی فطرت ہے

يَسۡـئَلُكَ اَهۡلُ الۡكِتٰبِ اَنۡ تُنَزِّلَ عَلَيۡهِمۡ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدۡ سَاَلُوۡا مُوۡسٰۤى اَكۡبَرَ مِنۡ

تجسے یہود کہتے ہین کہ اُنکے اوپر آسمان سے ایک کتاب اُتار دو، لیکن ان لوگون نے تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کیا تھا، یعنی اُن

ذٰلِكَ فَقَالُوْا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ (نساء ۲۱)	لوگون نے کہا تھا کہ ہمین خدا کو کھلم کھلا دکھا دو، اس ظلم کا جو انہون نے اپنے اوپر کیا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک چمک نے ان کو دبا دیا۔
وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ (بقرہ ۱۴)	جن لوگون کو علم نہین وہ کہتے ہین، کیون خدا ہمسے باتین نہین کرتا یا کوئی نشانی ہمارے پاس نہین لاتا، اسی طرح ان سے پہلے لوگون نے بھی کہا، دونون کے دل ایک سے ہین۔
لَوْمَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ (حجر ۱)	کیون نہین فرشتون کو ہمارے پاس لے آتے اگر تم سچے ہو (خدا کہتا ہے) ہم فرشتون کو نہین اُتارتے، لیکن حق کے ساتھ اگر وہ ان کافرونکے سامنے اترین تو پھر ان کو مہلت نہ دی جائیگی۔

(۴) مادیت کی ترقی کے زمانہ مین تمام فضائل و محاسن کا مرکز، صرف دولت، جائداد، مال و اسباب ہوتے ہین، یہی وجہ ہے کہ عام لوگ، اخلاق و عادات، تمدن و معاشرت، رسم و رواج، غرض تمام چیزون مین امرا کی تقلید کرتے ہین لیکن انبیاء ہمیشہ اپنی معاشرت، اپنی وضع، اپنے لباس، غرض اپنی ایک ایک ادا سے یہ ثابت کرتے ہین کہ فضائل کا منبع صرف روح ہے، اور زخارف دنیوی سے انکو کوئی تعلق نہین۔

اسی بنا پر جب منکرین، انبیاء سے اس قسم کے معجزات طلب کرتے ہین، جو امراء کے ساتھ مخصوص ہین، تو انبیاء کو عموماً اُن کا انکار کرنا پڑتا ہے۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (فرقان ۱)	اور اُن لوگون نے کہا کہ یہ پیغمبر کیون کھاتا ہے، اور کیون بازارون مین چلتا پھرتا ہے، کیون اُس پر ایک فرشتہ نہین اُترتا، جو اس کے ساتھ لوگون کو ڈراتے، یا اس پر کوئی خزانہ کیون نہین اُتارا جاتا، یا اُس کے پاس کوئی باغ کیون نہین ہے جس سے وہ کھائے، ظالمون نے کہا کہ تم صرف ایک ایسے شخص کا اتباع کرتے ہو جسپر کسی نے جادو کر دیا ہے۔

(۵) آیت بالا سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس انکار کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کفار کا عام خیال یہ تھا کہ خدا کی طرف سے جو قاصد بنکر آئے اس کو مرتبۂ بشریت سے بالاتر ہونا چاہیے، اور اُس کو بے انتہا خدائی قدرتین حاصل ہونی چاہئین، اِس بنا پر جب اِس قسم کے معجزے طلب کیے جاتے ہین جن سے اس ظن فاسد کی تائید ہوتی ہے تو انبیاء اُن سے انکار کرتے ہین۔

قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ	کہہ کہ مین یہ نہین کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہین،
الْغَیْبَ وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا	اور نہ مین غیب کی باتین جانتا ہون، اور نہ مین نے یہ کہا
مَا یُوْحٰی اِلَیَّ، (انعام - ۵)	کہ مین فرشتہ ہون، مین تو صرف وحی کا اتباع کرتا ہون۔

(۶) تحدی بہ معجزات یعنی وہ معجزات جو کفار کے مطالبہ پر صادر ہوتے ہین، اُن کی تاخیر کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ایسے معجزات پر ایمان نہ لانے کے بعد پیغمبر کو ہجرت کا حکم ہوتا ہے، اور منکرین کا گروہ ہلاک کر دیا جاتا ہے، چنانچہ اسکی مثالین قوم نوح، نمرود، اور فرعون سے لیکر قریش تک کی تمام تاریخین پیش کرتی ہین۔ اور قرآن مجید نے اس کو بتصریح بیان کر دیا ہے، حضرت صالح کی اُمت نے اُن سے نشانی طلب کی، خدا نے کہا نشانی تمھین دکھائی جائے گی، لیکن اس کے بعد بھی ایمان نہ لائے تو تمھاری ہلاکت یقینی ہے۔

وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا اَنْ كَذَّبَ	ہمنے نشانیان بھیجنا اس لیے موقوف کیا کہ اگلون نے اُن کو
بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً	جھٹلایا، اور ہمنے ثمود کو اونٹنی کی نشانی دی سمجھانے کو
فَظَلَمُوْا بِهَا وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا،	اور پھر اُس کا حق نہ مانا، اور نشانیان جو ہم بھیجتے ہین
(بنی اسرائیل ۶)	توڈرانے کو۔

لیکن جس طرح افراد کی موت وحیات کا ایک زمانہ مقرر ہے، اِسی طرح قومون کی ہلاکت وبربادی کی بھی ایک خاص مُدّت معین ہے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ (اعراف ویونس) ہر قوم کا ایک زمانہ مقرر ہے۔

اس لیے اس قسم کے معجزات کے ظہور مین اس مدت معینہ تک کے لیے تاخیر کی جاتی ہے، اور پیغمبر اور معاندین دونون اس کے منتظر رہتے ہین۔

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ (یونس ۲)

اور وہ لوگ کہتے ہین کہ کیون اُس پر خدا کی طرف سے کوئی نشان نہین اترتا؟ کہہ کہ غیب صرف خدا کے ساتھ مخصوص ہے تم لوگ اُسکے ظہور کا انتظار کرو، مین بھی تمہارے ساتھ منتظر ہون۔

یہی سبب ہے کہ جن انبیا مین رحم وکرم کا عنصر زیادہ تھا، وہ عموماً تحدی اور مطالبہ پر معجزات نہین دکھاتے تھے حضرت عیسیٰ کے متعلق انجیل کی آیتین گذر چکی ہین کہ یون تو اُن سے بیسیون معجزے سرزد ہوتے تھے، مگر تحدی اور مطالبہ کے معجزہ سے اُنھون نے بالعموم انکار کیا، کہ وہ بنی اسرائیل کو تباہ و برباد دیکھنا نہین چاہتے تھے، یہانتک کہ حواریین نے جب زیادت اطمینان اور ترقی ایمان کے لیے معجزہ کی فرمایش کی تو خدا نے جواب دیا۔

إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ (مائدہ ۱۵)

مین یہ آسمانی خوان تم پر اُتار سکتا ہون لیکن اسکے بعد اگر تم مین کسی نے انکار کیا تو مین اسکو ایسا سخت عذاب دون گا کہ دنیا مین کسی کو نہ دیا ہوگا۔

غرض کائنات روحانی کا یہی اصول پیش نظر تھا جسکی وجہ سے آنحضرت صلعم کفار کے مطالبہ کی پروا نہین کرتے تھے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ انکے مطالبہ اور تحدی کے مطابق معجزہ آنیکے بعد اُن کو پھر فرصت نہ دی جا سکے گی، اور وہ برباد ہو جائینگے چنانچہ معاندین قریش آنحضرت صلعم سے یہ معجزہ طلب کرتے تھے، کہ فرشتون کو ہماری آنکھون کے سامنے لے آؤ، خدا نے کہا اگر وہ سامنے آئین بھی تو انسانون کی صورت مین آئین گے، اور تم کو پھر وہی شبہہ رہ جائے گا، علاوہ ازین قانون الٰہی مین یہ آخری حجت ہے، اگر فرشتے اُتر آئے اور اس سے بھی تمہاری تسلی نہ ہوئی تو پھر تم کو اس مطالبہ کے معجزہ کے بعد مہلت نہ مل سکے گی، اور تم ہلاک و برباد کر دیے جاؤ گے۔

لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ، مَا نُنَزِّلُ

کیون تم فرشتونکو ہمارے پاس نہین لے آتے اگر تم سچے ہو، خدا کہتا ہے

اَلْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ (حجر) فرشتوں کو حق کے ساتھ اُتارتے ہیں اگر وہ اترین تو پھر تمکو اسوقت مہلت دیجا سکے گی۔

(۷) معاندین عموماً پیغمبروں کو جھوٹا جان کر یہ مطالبہ کرتے ہین کہ جس آخری معجزۂ عذاب کی تم دھمکی دیتے ہو، وہ آخر کب آئے گا، اور وہ جلد کیون نہین آتا؟ چونکہ اپنی نافہمی سے اُن کو یقین ہوتا ہے کہ یہ معجزانہ عذاب ظاہر نہ ہوگا، اس لیے وہ اُس کا مطالبہ بار بار کرتے ہین، تاکہ لوگون مین پیغمبر کی سبکی ہو، اور ہماری طرح اور لوگ بھی اس کو کاذب تسلیم کرین، چنانچہ قرآن مجید مین بار بار ہر قرن کے کافرون کے اِس مقولہ کو دہرایا گیا ہے، اور اس کا جواب دیا گیا ہے، حضرت شعیب کی اُمت نے کہا۔

وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ، فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (شعراء ۱۰)

اور ہمارے خیال مین تم جھوٹے ہو، اگر سچے ہو تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دو۔

لیکن اِس کے لیے خدا کے ہان ایک قانون مقرر ہے۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ، قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ، اٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ، (یونس ۵)

ہر قوم کا ایک وقت مقرر ہے تو جب اُس کا مقرر وقت آجاتا ہے تو پھر نہ ایک گھڑی وہ دیر کرسکتے ہین اور نہ جلدی، کہدے اے پیغمبر بھلا دیکھو تو اگر خدا کا عذاب راتون رات یا دن کو آپہنچے تو یہ گنہگار جلدی کرکے کیا کرلین گے، کیا جب آنے والا واقعہ آجائیگا تب تم ایمان لاؤ گے اب ایمان لاتے ہو حالانکہ تم تو اسی کی جلدی کررہے تھے۔

عقیدۂ معجزات کی اصلاح

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح اور نمایان ہوجاتی ہے، کہ اُس کی نظر مین ان ظاہری معجزات کی چندان وقعت نہین، وہ لوگون کو ہمیشہ اصل روح نبوت کی طرف متوجہ کرتا ہے اور اس کے خاص اسباب ہین، اسلام دنیا مین دین الٰہی کی تکمیل اور گذشتہ مذہبی اغلاط کی تصحیح کے لیے آیا تھا، ان ظاہری معجزات نے گذشتہ قومون مین بہت سے فاسد عقیدے پیدا کردیئے تھے، جن انبیا اور بزرگون سے بکثرت معجزات صادر ہوئے اُن مین الوہیت اور خدائی کا عنصر تسلیم کیا گیا، اور اِس طرح توحید اور نبوت کی اصلی حقیقت جس پر

دین الٰہی کی بنیاد ہے، متزلزل ہوگئی، اس لیے قرآن مجید نے نہایت وضاحت، نہایت صفائی، اور نہایت تصریح کے ساتھ اِن غلطیون کا پردہ چاک کیا، اور دنیا مین توحید اور نبوت کی اصل حقیقت اِس استواری، اور مضبوطی کے ساتھ قائم کر دی کہ آیندہ فساد اور سوءعقیدہ کے سیل وطوفان سے اس کو گزند پہنچنے کا خطرہ باقی نہ رہا۔

(۱) سب سے پہلے اُس نے یہ حقیقت واضح کی کہ نبوت اور ظاہری معجزات مین کوئی تلازم نہین، اور یہ آثار و دلائل، اصل نبوت سے خارج امور ہین، نبوت کے اصل لوازم وحی، مخاطبۂ الٰہی، تزکیہ، انذار، تبشیر، تعلیم، اور ہدایت ہین، جیسا کہ ان کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے، اس بنا پر جب معاندین نے معجزہ کا مطالبہ کیا ہے تو قرآن مجید نے اکثر اُسکے جواب مین نبوت کی اصلی حقیقت کی طرف اُن کو متوجہ کیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَا آيَةٌ، كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ، تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ، قَدْ بَيَّنَّا الْآيٰتِ لِقَوْمٍ يُوْقِنُوْنَ ○ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ (بقرہ ۱۴)

جنکو علم نہین وہ کہتے ہین، خدا خود ہم سے کیون باتین نہین کرتا، یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیون نہین آتی، ان سے پہلے لوگون نے بھی اسی طرح کہا تھا، دونون کے دل ایک ہی قسم کے ہوگئے، ہمنے تو نشانیان اُن لوگون کے لیے کھولدی ہین جو یقین کرتے ہین، اے محمد! ہمنے تجھکو سچائی دیکر نیکوکارون کو خوشخبری سنانے والا اور بدکارون کو ڈرانیوالا بناکر

وَقَالُوْا لَوْ لَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ آيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْآيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ، اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ، (عنکبوت)

اور وہ کہتے ہین کہ اس پر اوس کے پروردگار کی طرف سے نشانیان کیون نہین اترتی ہین، کہدے کہ نشانیان تو خدا کے پاس ہین، اور مین تو کھلا ڈرانیوالا ہون، کیا ان کافرونکو یہ نشانی کافی نہین کہ ہمنے تجھپر کتاب اتاری جو ان کو پڑھکر سنائی جاتی ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ، (رعد ۱)

اور کافر کہتے ہین کہ اسپر کوئی نشان اُس کے پروردگار کی طرف سے کیون نہین اتارا جاتا، اے محمد تو تو ڈرانے والا ہے، اور ہر قوم کا ایک ہدایت کرنے والا ہوتا ہے۔

(۲) قرآن مجید نے نہایت وضاحت اور تکرار کے ساتھ اس حقیقت کا اعادہ کیا ہے کہ ہمارا پیغمبر بشر اور خالص بشر ہے، اس مین الوہیت کا کوئی شائبہ نہین ہے، اور اس لیے وہ اپنی طرف سے خدا کے حکم کے بغیر کچھ نہین کر سکتا

قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ (کہف وحم السجدہ)	مین بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہون (البتہ) مجھپر وحی کی جاتی ہے ....

کفار قریش کا خیال تھا کہ پیغمبر کے ساتھ فرشتون کا پرا ہونا چاہیے، کبھی کبھی خود خدا اس کے سامنے آکر نمایان ہو، اس کے لیے سونے چاندی کا محل ہو، عجیب وغریب اقسام کے باغ اس کے قبضہ مین ہون، ہمارے سامنے وہ آسمان پر چڑھے اور وہان سے ہمارے لیے کتاب اُتار لائے۔

وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا أَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَٰٓئِكَةِ قَبِيلًا أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَآءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَٰبًا نَّقْرَؤُهُ (بنی اسرائیل ۱۰)

اور کافرون نے کہا ہم تیرا اُسوقت تک ایمان نہ لائین گے، جبتک ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ نہ بہا دو، یا تمہارے قبضہ مین کھجور اور انگور کا ایک باغ نہ ہو، اور پھر تم اسکے بیچ مین نہرین نہ بہا دو، یا جیسا کہا کرتے ہو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہمپر گرا دو، یا خدا اور فرشتون کو ضامن بنا کر لے آؤ، یا تمہارے لیے سونے کا ایک گھر نہ ہو جائے، یا تم آسمان پر نہ چڑھ جاؤ، اور وہان تمہارے آسمان پر چڑھنے کا یقین اسوقت تک ہمکو نہ آئیگا جب تک وہان سے کوئی ایسی کتاب نہ اُتار لاؤ جسکو ہم پڑھ سکین

ان سب کے جواب مین قرآن مجید آپ کو سکھاتا ہے،

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا (بنی اسرائیل)	کہدے اے پیغمبر! سبحان اللہ! مین کون ہون، ایک آدمی پیغمبر!

قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَآئِنُ اللَّهِ وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ (انعام)	اے پیغمبر! ان لوگون سے کہدے کہ مین یہ تم سے نہین کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہین، اور نہ مین غیب کی باتین جانتا ہون، اور نہ تم سے یہ کہتا ہون کہ مین فرشتہ ہون، مین تو اُس حکم کی پیروی کرتا ہون جو میری

قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۚۛ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۚۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (اعراف ۲۳)

اے پیغمبر! ان لوگون سے کہدے کہ خود میرا نفع اور نقصان بھی میرے قبضۂ اختیار مین نہین لیکن جو چاہے خدا! اور اگر مین غیب کی باتین جانتا تو اپنا بہت سا فائدہ کر لیتا، اور مجکو کوئی گزند نہ پہنچتا، مین تو صرف ڈرانیوالا، اور خوشخبری سنانیوالا ہون، اُن لوگون کو جو ایمان رکھتے ہین

غور کرو کہ زمین سے باغ کا اُگا دینا، یا سونے کا محل کھڑا کر دینا، یا چشمہ بہا دینا، یا آسمان سے لکھی لکھائی کتاب اتار دینا، نہ خدا کی قدرت سے باہر تھا، اور نہ اِس رسول کے اِن معجزات سے مافوق مطالبہ تھا، جس کے ہاتھ سے چشمے بہ چکے تھے، جس کے اشارے سے درخت چل چکے تھے، یا جو معراج مین ساتون آسمانون کی منزلین طے کر چکا تھا، لیکن چونکہ اگر اُن کے مطالبہ پر یہ امور واقع ہو جاتے تو اگر وہ بدعقیدگی کو راہ دیتے تو وہ آپ کو جادوگر کہدیتے، اور اگر خوش عقیدگی کا اظہار کرتے تو آپ کو نعوذ باللہ مافوق بشر تسلیم کر لیتے، اور یہ دونون باتین اصول اسلام کے منافی ہوتین، اِس لیے سرے سے اُن کے اِس جاہلانہ مطالبہ کو رد کر دیا گیا، کہ چند لوگون کے ایمان و عدمِ ایمان کی خاطر نفسِ پیغام و دعوت کے اصول کی بیخکنی نہین کی جاسکتی۔

(۳) عام لوگون مین انبیا کی نسبت یہ غلط عقیدہ پیدا ہو گیا تھا، کہ وہ براہ راست عالمِ کائنات کے تصرف پر قادر ہین، چنانچہ موجودہ انجیل کے مصنفون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جس طریقہ سے پیش کیا ہے اُس نے عیسائیون کے دلون مین یہ یقین پیدا کر دیا ہے کہ یہ تمام کائنات حضرت عیسیٰ کے قبضۂ قدرت مین تھی، اور وہ اُس مین جس طرح چاہتے تھے تصرف کرتے تھے، یہی بنیادی پتھر ہے، جسپر انجیل کے مصنفون نے دینِ حق کی دیوار کج کھڑی کی، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ توحید کی عمارت اِس پر قائم نہ رہ سکی، قرآن مجید نے نہایت شدت، اور نہایت اصرار سے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ معجزات اور نشانات پیغمبر کی قوت اور ارادہ سے نہین، بلکہ خدا کی قدرت اور مشیت سے ظاہر ہوتے ہین۔

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ (انعام)

کہدے اے پیغمبر! کہ نشانیان تو خدا ہی کے پاس ہین۔

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ (عنکبوت)   کہدے اے پیغمبر! کہ نشانیاں تو میرے پروردگار ہی کے قبضہ مین ہین

قُلْ اِنَّ اللّٰہَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَۃً (انعام)   کہدے اے پیغمبر! کہ خدا کو قدرت ہے کہ وہ نشان اُتارے۔

سب سے زیادہ صاف اور صریح آیت یہ ہے۔

وَمَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ   کسی رسول مین یہ قدرت نہین کہ وہ خدا کی اجازت کے بغیر

(رعد)   کوئی نشانی لائے۔

انجیل مین حضرت عیسٰی علیہ السلام کے معجزات جس عبارت اور لب ولہجہ مین بیان ہوئے ہین، ان کا صاف نشاء یہ ہے کہ گویا حضرت عیسٰی کو تمام کائنات کی بادشاہی سپرد کردی گئی تھی، اس لیے وہ خاص اپنی قدرت اور اختیار سے جو چاہتے تھے کردیتے تھے لیکن قرآن مجید اس عقیدہ کو تسلیم نہین کرتا، اُس نے حضرت عیسٰی کے تمام معجزات کو بیان کردیا ہے، مگر اسی کے ساتھ اس عقیدۂ باطل کو بھی رد کرتا گیا ہے، اور نہایت تصریح کے ساتھ یہ ظاہر کردیا ہے کہ یہ جو کچھ تھا خدا کی قدرت سے تھا، حضرت عیسٰی کے اختیار سے نہین، چنانچہ خود حضرت عیسٰی کی زبان سے قرآن کہتا ہے۔

اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ   مین تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لیکر آیا ہون کہ مین مٹی سے

الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا   پرندہ کی صورت کا جانور بناتا ہون اور اس مین پھونک مارتا ہون

بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی   تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ ہوجاتا ہے اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا

بِاِذْنِ اللّٰہِ (آل عمران ۵)   اور مردہ کو زندہ کرتا ہون خدا کے حکم سے۔

دوسرے موقع پر حضرت عیسٰی پر اپنے احسانات جتاتے ہوئے خدا نے فرمایا۔

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ   یاد کر، جب تو مٹی سے پرندہ کی طرح صورت میرے حکم سے بناتا تھا پھر

فِیْھَا فَتَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَکْمَہَ   اس مین پھونک مارتا تھا تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ ہوجاتا تھا اور تو

وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ (مائدہ ۱۵)   اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کرتا تھا، جب مُردوں کو میرے حکم سے زندہ کرتا تھا

یہ قرآن مجید کے اِسی اظہارِ حقیقت اور خالص تعلیم کا اثر تھا کہ اسلام میں توحید اور نبوت کی حقیقتیں مشتبہ نہ ہوئیں، اور پیغمبر اسلام میں الوہیت کا ادنیٰ سا شائبہ بھی مسلمانوں نے کبھی تسلیم نہیں کیا، اور تمام دنیا کے مذاہب میں **توحید کامل** کی علمبرداری صرف اسلام کے دست و بازو کو سپرد ہوئی۔

مسئلۂ اسباب و علل میں افراط و تفریط

عقیدۂ معجزات کے اصلاحات ہی کے تحت میں، مسئلہ اسباب و علل سے بھی تعرض کرنا ہے جس نے دوسرے مذاہب کی طرح اسلام میں بھی دو فرقے پیدا کردیئے ہیں۔ ایک فرقہ وہ ہے جو دنیا میں صرف اسباب و علل کے اختیارات کو تسلیم کرتا ہے، اور ان اختیارات کو ناقابل نسخ و تغیر مانتا ہے۔ اُس کے نزدیک اِس عالم میں جو کچھ ہوتا ہے وہ انہیں مادی علل و اسباب کے ماتحت ہوتا ہے، اور ان میں کسی قسم کا ردّ و بدل، اور نسخ و تغیر نہیں ہوتا، اور اس لیے وہ خرق عادت کو ممتنع اور محال یقین کرتا ہے، کیونکہ یہ اسباب و علل اور عالم کا یہ نظام کار **سُنَّةِ الٰهِي** ہے، اور سنن الٰہی میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ قرآن مجید کی حسب ذیل آیتوں سے ثابت ہوتا ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (احزاب)	تم خدا کی سُنّت (طریقہ) میں ہرگز تبدیل نہ پاؤ گے۔
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا، (ملائکہ)	تم خدا کی سُنّت (طریقہ) میں ہرگز تغیر نہ پاؤ گے۔
وَلَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (روم)	اللہ کے بنائے کو بدلنا نہیں۔

دوسرا فریق، اللہ تعالیٰ کو نظام خاص، قوانین فطرت اور اسباب و علل کا پابند ٹھہرانا اس کی شان قدرت کے منافی سمجھتا ہے، اور وہ اِن بیچ کے وسائط کے بغیر اس کو فرمانروائے مطلق یقین کرتا ہے، یہ فریق اپنے دعویٰ پر حسب ذیل دلیلیں پیش کرتا ہے۔

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (بروج)	وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے،
كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (آل عمران)	اسی طرح خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔
وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ (ابراهيم)	اور خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ (حج)	بیشک خدا جو چاہتا ہو کرتا ہے۔
وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ (بقرہ)	لیکن خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔
اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ (مائدہ)	بیشک جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔
اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ، (حج)	بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اِن آیات کے علاوہ حسب ذیل آیت قرآن مجید مین کم و بیش تغیر کے ساتھ آٹھ مقامات پر مذکور ہے۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ — اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

اِن آیتون سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر شے کی علّت صرف خدا کی قدرت، مشیئت اور ارادہ ہے، اور اِس لیے ہر قسم کے خرقِ عادت ممکن ہین۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ دونون فریق افراط و تفریط کے دو کنارون پر ہین، اور انھون نے قرآن مجید کی تمام آیتون پر غور و تدبّر کی نظر نہین ڈالی ہے، یہی سبب ہے کہ انھون نے اشیاء کے خواص و طبائع اور عقلی مصالح و حکم کا انکار کیا ہے حالانکہ اِن آیات بالا کی بنا پر یہ دعویٰ کرنا کہ قرآن اسباب و علل اور مصالح و حکم کا منکر ہے کتاب الٰہی سے اپنی جہالت کا ثبوت پیش کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے صفات کمالیہ اور اُس کے حکیم ہونے کی نفی کرنا ہے، قرآن مجید نے جابجا مخلوقاتِ الٰہی مین تدبر او تفکر کی دعوت دی ہے، اگر یہ صحیفۂ قدرت اسباب و مصالح سے خالی ہوتا تو یہ دعوت بے سود تھی، قرآن اِن عجائبِ قدرت کو آیات اللہ کے نام سے تعبیر کرتا ہے، اور اُنکے اسرار و حکم پر غور و فکر کرنے کا حکم دیتا ہے، اور اِسی دلیل سے وہ خدا کی قادر و حکیم ہستی کے وجود پر استدلال کرتا ہے، اگر یہ چیزین اسباب و مصالح سے خالی ہوتین تو ان مین غور و فکر کرنا بیکار ہوتا، قرآن نے آسمان و زمین، چاند سورج، ہوا، بادل، پھول پھل، جسم و جان، ان مین سے ہر شے کو اللہ کی وسیع قدرت اور دقیق مصلحت کا اعلان عام قرار دیا ہے، اور انسان کو بار بار ادھر متوجہ کیا ہے۔

(حاشیہ: قرآن مجید اسباب و مصالح کا قائل ہے)

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ — آسمان اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے بدلنے مین عقل والون کے

اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ	یہ نشانیاں ہیں، وہ جو اللہ کو اُٹھتے، بیٹھتے، اور لیٹے یاد کرتے
يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ	ہیں۔ اور آسمان اور زمین کی پیدایش مین غور
وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝	کرتے ہین (اور کہتے ہین) اے، ہمارے پروردگار؛
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا، (آل عمران)	تونے یہ سب بے فائدہ نہین بنایا۔

خدا نے ان لوگون کو جو اشیا کی پیدایش کو خالی از مصلحت جانتے ہین، زجر فرمایا ہے۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ	کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہمنے تمکو بے فائدہ پیدا کیا ہے، اور تم ہمارے
وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَاعِبِينَ (دخان)	پاس لوٹائے نہین جاؤگے، اور ہمنے آسمانون اور زمین کو محض کھیل
وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ	کے لیے نہین بنایا اور اسی خدا نے آسمان سے پانی اُتارا
نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ	پھر ہمنے اُس سے ہر شے کی روئیدگی پیدا کی، پھر ہمنے اُس سے ہری
مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا ۝ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا	کھیتی نکالی اور اُس سے تو بر تو دانے پیدا کیے، اور چھوہارون کے
قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ	درخت سے اسکے پھولون سے لٹکے ہوئے خوشے، اور انگور اور زیتون اور
وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ انْظُرُوا	سیب کے باغ جنکے میوے ایک ہی قسم کے اور مختلف اقسام کے بھی پیدا کیے
إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ، (انعام)	جب وہ پھلتا ہے تو اس کے پھل اور اسکے پکنے کو دیکھو۔

اگر ان چیزون مین اللہ تعالیٰ مصالح و احکام کے آثار پوشیدہ نہ رکھتا، تو ان مین نظر و فکر کی دعوت کیون دیتا، متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مخلوقِ الٰہی کے "منافع" کی خاص تصریح فرمائی ہے۔

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا	اور خدا نے جانورون کو پیدا کیا، اُنکے اُون مین خوشگوار گرمی
تَأْكُلُونَ، وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ	اور بہت سے فائدے ہین، ان مین سے بعض جانور تمھاری خوراک
وَحِينَ تَسْرَحُونَ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَمْ	ہین اور تم کو اُن سے رونق ہے، جب شام کو ان کو پھیرلاتے ہو
تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ ۝ إِنَّ رَبَّكُمْ	اور جب چراتے ہو، اور وہ تمھارے مال و اسباب کو اس شہر تک

لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا
وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ وَعَلَى اللّٰهِ
قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدٰىكُمْ
أَجْمَعِينَ ۝ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ
مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ۝ يُنْبِتُ لَكُمْ
بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ
وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ
يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۝ إِنَّ فِي ذٰلِكَ
لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ
مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ۝ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ
يَذَّكَّرُونَ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا
مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا
وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (نحل)

اُٹھائے چلتے ہین جہان تم بغیر سخت تکلیف کے نہین لیجا سکتے تھے بیشک
تمہارا رب شفقت والا مہربان ہی، اور گھوڑے، خچر، اور گدھے بنائے
کہ تم اُن پر سوار ہو، اور رونق ہو، اور وہ پیدا کرتا ہی جو تم نہین جانتے
خدا ہی پر سیدھی راہ اور اس سے ہٹنے والے بھی ہین، اُسی نے آسمان سے
تمہارے لیے پانی اُتارا جس مین سے پینے کے کام آتا ہی، اور جس سے
درخت اُگتے ہین جس مین تم اپنے جانور چراتے ہو، اس پانی سے خدا
تمہارے لیے کھیتی اُگاتا ہی، اور زیتون، چھوہارے، انگور اور ہر قسم کے
پھل پیدا کرتا ہے، اس مین غور فکر کرنے والون کے لیے بڑی نشانی ہے
اور اسی خدا نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو تمہارے کام مین
لگائے، اور تارے اس کے حکم سے کام مین لگے ہین، اس مین عقل
والون کے لیے نشانیان ہین، اور جو بکھیرا ہی تمہارے لیے زمین مین کئی رنگ
کے غلے اور دانے اس مین اُنکے لیے جو سوچتے ہین نشانی ہی، اور وہی خدا ہے
جسنے دریا کو کام مین لگایا ہی کہ تم اُس سے تازہ گوشت کھاؤ، اور اُس سے وہ (موتی
اور مونگے) نکالو جسکو زینت کا سامان بنا کر پہنتے ہو، اور تم دیکھو کہ کشتیان
اس دریا کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہین اور اس واسطے کہ تلاش کرو اسکی روزی

غور کرو، اگر ان چیزون مین مصالح و حکم نہوتے تو اللہ تعالیٰ ہم انسانون کو ان چیزونکی پیدائش پر شکر کا حکم کیون دیتا۔

بعض اشیا کے مصالح اور اسباب کو خود قرآن مجید نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، پہاڑون کی مصلحت یہ ظاہر کی ہے۔

وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ (نحل)

اُسنے زمین مین بڑے بڑے پہاڑونکے لنگر ڈالدئے ہین کہ زمین تمکو لیکر جھک نہ پڑے

ستارون کی پیدایش کی غرض بتائی۔

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ، (نحل ۲)	اور تارون سے لوگ راہ پاتے ہین۔

رات کی پیدایش کی مصلحت یہ بتائی،

جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ (یونس)	اور اسی نے رات بنائی کہ تم سکون حاصل کرو۔

چاند کے گھٹنے بڑھنے کی غایت یہ ظاہر کی۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ	لوگ تجھ سے چاند کی نسبت دریافت کرتے ہین، کہدے کہ وہ
لِلنَّاسِ ، (بقرہ ۸)	لوگون کے لیے وقت اور زمانہ کا معیار ہین۔

سایہ، آفتاب، رات، دن، ہوا، اور پانی کے مصالح یہ تعلیم کئے۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ	تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے سایہ کو کس طرح پھیلا رکھا ہے، اور اگر چاہتا تو
لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ە	ایک ہی جگہ ٹھہرا رہتا، پھر سورج کو سایہ کا رہنما بنایا، پھر اس سایہ کو
ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ە وَهُوَ الَّذِيْ	ہم اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹ لیتے ہین، اُسی خدا نے رات کو تمہارا
جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّ النَّوْمَ سُبَاتًا وَّ	اوڑھنا، اور نیند کو آرام، اور دن تمہارے جد و جہد کے لیے بنایا، اسی
جَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ە وَهُوَ الَّذِيْ	خدا نے اپنے ابر رحمت کے آگے آگے ہواؤن کو خوشخبری سنانے
اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ	والا بنایا۔ اور ہم نے آسمان سے ستھرا اور نکھرا پانی اُتارا
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا لِّنُحْيِيَ بِهٖ	کہ اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دین اور چوپایون اور
بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَا اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ	بہت سے انسانون کو اس سے سیراب کرین۔ " " "
كَثِيْرًا ، (فرقان ۵)	" " " " " " " " " " " " "

قرآن مجید نے اشیاء کے سببیت و علیت کا اسباب و علل ہونے کا بھی صاف اقرار کیا ہے، مثلاً جا بجا بارش کو کھیتی، اور پھل پھول کے پیدا ہونے کا سبب بتایا ہے۔

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ	اور آسمان سے پانی برسایا، اور اس پانی سے تمہاری روزی
الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ (بقرہ ع ۳)	کے لیے پھل نکالے۔

تمام ذی روح چیزیں پانی سے زندہ ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ (نور ع ۶)	اور خدا نے ہر چلنے والے کو پانی سے پیدا کیا۔
وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (انبیا ع ۳)	اور ہمنے ہر زندہ شے کو پانی سے بنایا۔

ہر قسم کے نباتات پانی سے اُگتے ہیں۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ	اُسی نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہمنے اُس سے ہر چیز کی
نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ (انعام ع ۱۲)	روئیدگی ظاہر کی۔

بادِ صرصر اور آندھی، ہلاکت اور بربادی کا ذریعہ ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ	ہمنے عاد کی قوم پر بادِ صرصر بھیجا، منحوس دنوں میں، تاکہ ہم اُنکو
لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ (حم السجدہ ع ۲)	رسوائی کا عذاب چکھائیں۔
رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ	ایسی آندھی جس میں دردناک عذاب تھا جو خدا کے حکم سے ہر شے
رَبِّهَا (احقاف ع ۳)	کو برباد کر دیتی ہے۔
اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ مَا تَذَرُ مِنْ	یاد کرو جب ہم نے فائدہ نہ پہنچانے والی آندھی ان پر بھیجی، جو جس شے
شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۝ (الذٰریات ع ۲)	پر گذرتی تھی اُسکو بوسیدہ ہڈی کیطرح کر دیتی تھی۔

آگ جلاتی ہے۔

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ (مومنین)	آگ اُن کے چہروں کو جھلسا دیتی ہے۔

آگ لکڑی سے پیدا ہوتی ہے۔

اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا (یٰسٓ ع ۵)	جس نے ہرے درختوں سے آگ کو پیدا کیا۔

قرآن مجید اشیاء کے طبعی خواص کا بھی منکر نہین، شراب مین خواص ہین،

قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا (بقرہ ۲۷) — کہدے کہ شراب اور جوے مین بڑا گناہ ہو اور ان مین لوگون کے لیے فائدے بھی ہین لیکن انکا گناہ اُن کے فائدے سے زیادہ ہے۔

اُون مین گرمی کی خاصیت ہے

لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ (نحل) — جانورون کے اُون مین خوشگوار گرمی ہے۔

پانی مین پیاس بجھانے اور درخت اُگانے کی خاصیت ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ (نحل ۲) — وہی خدا آسمان سے پانی برساتا ہی اُس سے پینا ہے اور اس سے درخت ہین۔

شہد مین صحت بخشنے اور بیماری دور کرنے کی خاصیت ہی،

يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ (نحل ۸) — شہد کی مکھیون کے پیٹ مین سے پینے کی چیز نکلتی ہے جسکے کئی رنگ ہوتے ہین، اُس مین لوگون کے لیے شفا ہے۔

لیکن علت حقیقی قدرت و مشیئت ہے

غرض ان آیات کریمہ سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید اسباب و علل، مصالح و حکم، اور طبائع و خواص کے وجود کو تسلیم کرتا ہے، اور اُس جماعت کا ساتھ نہین دیتا جو ان چیزون کا انکار کرتی ہے، اور یہ جانتی ہے کہ ان چیزون کے تسلیم کرنے سے قدرت و مشیئت الٰہی کے عقیدہ کا ابطال لازم آتا ہے، حالانکہ یہ تو اُس وقت لازم آتا ہے جب ان اسباب، و علل اور طبائع و خواص کو خدا سے مستقل اور مستغنی تسلیم کیا جائے، اور قرآن اسکی تعلیم نہین دیتا، قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ اشیاء اسباب و علل سے پیدا ہوتے ہین، اور ان مین طبائع و خواص ہین، لیکن یہ اسباب و علل اور طبائع و خواص، خود خلّاقِ عالم کے پیدا کردہ اور مقرر کردہ ہین، اور وہ انھین پر عموماً کاربند رہتا ہے۔ لیکن وہ اس درجہ اُن کا مجبور اور پابند نہین کہ وہ ان مین تغیر نہ کر سکتا ہو، اور کبھی اپنے خاص حکم و ارادہ سے بھی وہ اُن کو شکست نہ کر سکتا ہو، کیونکہ اس عقیدہ سے کفر پرورش پاتا ہے، اور خدا کی قدرت اور عظمت مین فرق آتا ہے، اسی لیے ہر موقع پر

قرآن مجید نے اپنی تعلیم مین اس نکتہ کو ملحوظ رکھا ہے کہ اسباب و علل کے ساتھ ساتھ خدا کی مشیئت اور ارادہ کو وہ پیش نظر رکھتا ہے، تاکہ انسانون مین خدا کی معذوری، مجبوری، اور عدم قدرت کا تصور نہ پیدا ہو، اور نہ اُسکی مشیئت و ارادہ پر خود اُسکی مشیئت و ارادہ کے سوا خارجی پابندیان عائد ہون، چنانچہ وہ تمام آیتین جو اللہ تعالی کی مشیئت و ارادہ کے متعلق اوپر دوسرے فریق کی طرف سے پیش کی گئی ہین، وہ اسی موقع کی ہین، اور جن سے یہی تعلیم مقصود ہے،

ہمنے اوپر اسباب و علل اور طبائع و خواص کے ثبوت مین جس قدر آیتین لکھی ہین، غور کرو، ان سب مین فعل کی نسبت اللہ تعالی نے خود اپنی طرف کی ہے، جسکا یہ مطلب ہو کہ ان کو مسببات کے اسباب و علل اور اشیاء کے طبائع و خواص خود اُسنے اپنی مشیئت و ارادہ، اور اپنے حکم و امر سے بنائے ہین، اور ہر جگہ اسکی توضیح کر دی ہے تاکہ ظاہر بین انسان ان ظاہری علل و اسباب اور طبائع و خواص کو دیکھکر اشیاء کی علّتِ حقیقی کا انکار کرکے مبتلائے الحاد، یا اسباب و خواص کو مستقلاً شریک تاثیر مانکر گرفتار شرک نہو جائے، یہ انبیا کی تعلیم کا خاص طریقہ ہے، اور قرآن نے اس نکتہ کو کہین فراموش نہین کیا ہے، یہان تک کہ انبیائے کرام اور بزرگان خاص کو بھی عادت جاریہ اور ظاہری علل و اسباب کے خلاف باور کرنے مین جب استعجاب اور استبعاد ہوا ہے، تو اللہ تعالی نے انکو متنبہ کیا ہے، اور اُنکے اس استعجاب اور استبعاد کو اپنی قدرت اور مشیئت کو یاد دلاکر رفع کیا ہے، حضرت سارہؓ کو پیرانہ سالی مین جب حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی بشارت دی گئی تو توراۃ اور قرآن دونون مین ہے کہ اُن کو اس پر سخت تعجب ہوا، انھون نے کہا،

يَا وَيْلَتٰى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ (هود ۷)	اے خرابی! کیا مین جنونگی، اور مین بڑھیا ہون اور میرا یہ خاوند بوڑھا ہے، یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔

فرشتون نے جواب مین کہا،

اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (هود ۷)	(اے سارہ) کیا تم خدا کے کام سے تعجب کرتی ہو؟

اس قدر تنبیہ اُن کے ایمان کی تازگی کے لیے کافی تھی؛

حضرت زکریا بوڑھے ہوگئے تھے، اوران کی بیوی بانجھ تھین، حضرت زکریا کواپنی اوراپنی بیوی کی حالت کا قطعی علم تھا، لیکن وہ اپنی اوراپنی بیوی کی ظاہری عدم استعداد اوراسباب وعلل کے نہ موجود ہونے کی صورت مین بھی خدا کی قدرت اورمشیئت، کے موثر حقیقی ہونے پر یقین کامل رکھتے تھے، چنانچہ اسی حالت مین انھون نے ایک وارث کی دعا مانگی، مگر جب اون کو اجابتِ دعا کی بشارت دی گئی، تو تقاضائے بشریت سے کہ انسان ظاہری اسباب وعلل کے دیکھنے کا عادی ہے اس کمال ایمان کے باوجود ان کو یہ واقعہ مستبعد معلوم ہوا، اورانھون نے عرض کی۔

رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ (مریم ۱)

اے میرے رب! کہان سے میرے لڑکا ہوگا، میری بیوی بانجھ ہے، اور مین بوڑھا ہوگیا ہون، یہان تک کہ بوڑھاپے سے اکڑ گیا ہون۔

خدا نے اُس کے جواب مین صرف اسی قدر فرمایا۔

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَیْئًا (مریم ۱)

کہا یون ہی ہی، تیرے رب نے کہا یہ مجھپر آسان ہی (زکریا! تجھکو یاد نہین) کہ مین نے تجھکو پیدا کیا، اور تو کچھ نہ تھا۔

حضرت مریم کو جب حضرت عیسیٰ کی خوشخبری دی گئی، تو انھون نے بھی ظاہری علل واسباب کے خلاف ہونے پر حیرت ظاہر کی،

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ، (مریم ۲)

مریم نے کہا، میرے لڑکا کہان سے ہوگا، مجھکو کسی آدمی نے چھوا بھی نہین، اور نہ مین کبھی بدکار تھی۔

فرشتہ نے جواب مین کہا،

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا (مریم ۲)

بولا یون ہی ہی، تیرے رب نے کہا، وہ مجھپر آسان ہی اور ہم اسکو لوگون کے لیے نشانی بنانا چاہتے ہین، اوراپنی طرف سے رحمت،

قرآن مین سُنّۃُ اللہ کا مفہوم | وہ فریق جو خرقِ عادت اور خلافِ اسباب وعلل کے محال ہونے پر قرآن مجید کی اُن آیتون سے استدلال کرتا ہے، جن مین "سُنّتِ الٰہی" کے عدم تبدیل کا ذکر ہے، وہ درحقیقت دانستہ یا نادانستہ

مفہومِ قرآن کی تحریف کا مجرم ہے، قرآن مجید مین "سنّتِ الٰہی" کا ایک خاص مفہوم ہے" اور اسی اصطلاح خاص مین یہ لفظ کئی جگہ قرآن مجید مین استعمال ہوا ہے، خیر و شر حق و باطل، نور و ظلمت، اور ظلم و انصاف جب باہم ٹکراتے ہین تو بالآخر اللہ تعالیٰ خیر کو شر پر، حق کو باطل پر، نور کو ظلمت پر، اور انصاف کو ظلم پر فتح اور کامیابی عطا کرتا ہے۔ گنہگار اور مجرم قومین جب حق کی دعوت قبول نہین کرتین، اور پند و موعظت انکے لیے موثر نہین ہوتی، تو اللہ تعالےٰ اُن قومون پر اپنا عذاب نازل کرتا ہے، اور وہ بالآخر بجلی کی کڑک، آسمان کی گرج، زلزلہ کی تھرتھراہٹ، آندھی کی گھڑگھڑاہٹ، دریا کے طوفان، پہاڑ کی آتش فشانی، یا دشمن کی تلوار سے ہلاک اور برباد ہو جاتی ہین، یہ سنّتِ الٰہی ہے، جو ہمیشہ سے قائم ہے، اور ہمیشہ قائم رہے گی، اور اُس مین کبھی کوئی فرق پیدا نہ ہوگا، قرآن مجید مین جہان جہان یہ لفظ آیا ہے اسی مفہوم مین آیا ہے، چنانچہ وہ تمام آیتین ذیل مین لکھدی جاتی ہین تاکہ ناظرین کو شک و شبہہ باقی نہ رہے۔

قریش، داعیِ حق کو شہر مکہ سے نکالنے کی تیاری کرتے ہین اور اس دعوت کو قبول کرنے سے علانیہ انکار کردیتے ہین، تو خدا فرماتا ہے۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا۔ (بنی اسرائیل)

اور وہ (کفار قریش) تو تمہکو اس شہر سے لگے تھے، گھرانے، تاکہ وہ تجھکو یہان سے نکال دین لیکن اگر ایسا ہو تو وہ تیرے بعد کم ٹھہرین گے، یہ دستور پڑا ہوا ہے ان رسولون کا جنکو ہمنے تجھ سے پہلے بھیجا، اور تو اللہ کے دستور کو ٹلتے نہ پائے گا۔

مدینہ کے منافقین اپنی شرارت سے باز نہین آتے، خدا فرماتا ہے۔

اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (احزاب)

وہ جہان پائے گئے، پکڑے گئے اور مارے گئے، دستور پڑا ہوا ہے، اللہ کا ان لوگون مین جو پہلے ہوچکے، اور تو اللہ کے دستور کو بدلتے نہ پائے گا۔

اس مفہوم کو واضح کرنے کے لیے سورۂ فاطر کی حسب ذیل آیت سے بڑھکر اور کون آیت ہوسکتی ہے؟

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (فاطر)

اور بدی کا داؤپیچ خود داؤپیچ کرنے والوں پر الٹ جاتا ہے تو کیا اب یہ کافر پہلی قوموں کے دستور ہی کی راہ دیکھتے ہیں، تو تم اللہ کے دستور کو ہرگز نہ بدلتے پاؤگے، اور نہ کبھی اللہ کے دستور کو ٹلتے پاؤگے، کیا وہ زمین میں پھرے نہیں ہیں، کہ دیکھتے کہ اُن سے پہلی قوموں کا کیا انجام ہوا۔

حدیبیہ کے موقع پر کفار قریش کو تنبیہ اور مسلمانوں کو تسکین دیجاتی ہے۔

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (فتح ۳)

اور اگر یہ کافر تم سے لڑتے، تو پیٹھ پھیر دیتے، پھر وہ کوئی حامی نہ پاتے، اور نہ مددگار، اللہ کا دستور یہ پہلے سے چلا آتا ہے، اور تم اللہ کے دستور کو بدلتے نہ پاؤگے۔

اب ان آیتوں کے پڑھ لینے کے بعد بھی سُنَّةُ اللّٰہِ کے مفہوم کے سمجھنے میں کسکو غلطی ہوسکتی ہے؟

قرآن میں فطرۃ اللہ کا مفہوم قرآن مجید کی ایک اور آیت ہے جسکو یہ فریق اپنے ثبوت میں پیش کرتا رہتا ہے۔

فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ (روم)

خدا کی فطرت، جس پر اُسنے لوگوں کو بنایا، خدا کے بناے میں بدلنا نہیں۔

اس موقع پر اس آیت کو پیش کرنا، قرآن مجید کی معنوی تحریف ہے، قرآن مجید کی اصطلاح میں "فطرۃ اللہ" سے مقصود توحید ہے جس کو وہ دین فطری سے تعبیر کرتا ہے، چنانچہ اوپر کی پوری آیت اگر پیش نظر ہو تو یہ مفہوم خود بخود واضح ہوجاتا ہے، خدا فرماتا ہے،

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (روم)

سو تو باطل سے ہٹ کر اپنے آپ کو دین پر سیدھا قائم رکھ، وہی اللہ کی فطرت، جس پر اُس نے لوگوں کو بنایا ہے، خدا کے بنائے میں بدلنا نہیں، یہی سیدھا دین ہے، لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

قرآن مجید کی اس اصطلاح کی تفسیر ایک صحیح حدیث سے پوری طرح ہوجاتی ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا،

ما من مولود یولد الا علی الفطرة فابواہ
یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کما تنتج
البھیمة بھیمة جمعاء ھل تحسون فیھا من
جدعاء ثم یقول فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ الخ
(بخاری تفسیر سورۂ روم)

کوئی بچہ ایسا نہین جو فطرت پر پیدا نہین ہوتا لیکن ماں باپ اسکو
یہودی نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہین جس طرح ہر جانور صحیح وسالم
بچہ پیدا کرتا ہے، کیا تم نے دیکھا کہ کوئی کان کٹا بچہ بھی وہ جنتا ہے
اُس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی "خدا کی فطرت جس پر اُسنے
لوگون کو پیدا کیا" (آخر آیت تک)

معجزہ کا سبب صرف ارادۂ الٰہی ہو

الغرض اس تمام تفصیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید نہ تو اسباب عادیہ کا منکر
ہے اور نہ عالم کے نظام کار کو علل ومصالح سے خالی تسلیم کرتا ہے، لیکن وہ ان تمام اسباب وعلل سے ماورا ایک اور
قادر اور ذی ارادہ ہستی کا فرمان روا ے کل یقین کرتا ہے جسکی مشیئت اور ارادہ کی قوت سے کائنات کی مشین
چل رہی ہے، معجزہ کا سبب اور علت براہ راست اُسکی مشیئت اور ارادہ ہے، کبھی یہ مشیئت اور ارادہ، عادات جاریہ
اور ظاہری علل و اسباب کے پردہ مین ظاہر ہوتا ہے، مثلاً قوم نوحؑ کے لیے طوفان آنا، قوم ہودؑ کے لیے کوہ آتش فشان
کا پھوٹنا یا زلزلہ آنا، حضرت ایوبؑ کا چشمہ کے پانی سے صحیح وتندرست ہوجانا، قوم صالحؑ کے لیے آندھی آنا، مکہ مین قحط
عظیم کا رونما ہونا، غزوۂ خندق مین آندھی چلنا، یہ تمام نشانیان ظاہری اسباب اور عادات جاریہ کے خلاف نہین لیکن
ان اسباب کے ظاہر ہونے کا سبب جس مین حق کی فتح اور باطل کی شکست، نیکوکارون کی نجات اور گنہگارون
کی ہلاکت ہوئی، محض بخت واتفاق نہین، بلکہ ارادہ ومشیئت الٰہی نے خاص ان موقعون کے لیے بطور نشان کے
ان کو پیدا کیا۔ اور کبھی یہ مشیئت الٰہی عادت جاریہ اور اسباب ظاہری کا نقاب اوڑھکر نہین بلکہ بے پردہ نشان
بنکر سامنے آتی ہے، مثلاً عصا کا سانپ بنجانا، انگلیون سے چشمہ کا جاری ہونا، مردہ کا جی اُٹھنا، چاند کا دو ٹکڑے ہوجانا،
پتھر سے چشمہ کا اُبلنا، درختون کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا، بیجان چیزون مین آواز پیدا ہونا، کہ ان چیزون کی تشریح موجود

علم اسباب وعلل کی بناپر نہین کی جا سکتی اور نہ اُن کو عادت جاریہ کے مطابق کہا جا سکتا ہے۔ اس لیے اُن کی علت خدا کی مشیئت اور ارادہ کے سوا کوئی اور چیز نہین ہو سکتی اسی لیے انبیاء نے یہ تصریح کی ہے کہ جو کچھ اُن سے ظاہر ہوتا ہے وہ صرف خدا کی قدرت، مشیئت اور اذن سے ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ ظاہری علل و اسباب کے مطابق ہون تو وہ پیغمبر اور خدا کے باہمی ربط و علاقہ کی دلیل کیونکر بن سکتے ہین، کفار ان کو دیکھ کر فوراً کہہ سکتے ہین کہ یہ تو فلان سبب سے ہوا ہے اس لیے خدائی نشان ہونے کا ثبوت کیونکر بہم پہنچ سکتا ہے،

معجزہ کی باعتبار خرق عادت کے چار قسمین

اس بنا پر یہ ضروری ہے کہ معجزات اور نشانیان کسی نہ کسی حیثیت سے خارق عادت ہون، چنانچہ

(۱) کبھی نفس واقعہ خارق عادت ہوتا ہے، مثلاً عصا کا سانپ بن جانا، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، انگلیون سے چشمہ کا اُبلنا، مردہ کا زندہ کرنا، وغیرہ

(۲) کبھی یہ ہوتا ہے کہ نفس واقعہ خلاف عادت نہین ہوتا، مگر اس کا اس وقت خاص پر رونما ہونا خرق عادت بنجاتا ہے، مثلاً طوفان آنا، آندھی آنا، زلزلہ آنا، کفار کا باوجود کثرت تعداد کے، بے یار و مددگار اہل حق سے خوف کھا جانا وغیرہ، تمام تائیدات الٰہی اسی قسم مین داخل ہین۔

(۳) ایک صورت یہ ہے کہ نفس واقعہ اور اُس کے ظہور کا وقت خاص تو عادت جاریہ کے خلاف نہین ہوتا مگر اس کا طریقہ ظہور خلاف عادت ہوتا ہے، مثلاً انبیا کی دعاؤن سے پانی کا برسنا، بیمار کا اچھا ہونا، آفتون کا ٹل جانا کہ نہ تو پانی کا برسنا، یا بیمار کا اچھا ہو جانا، یا کسی آئی ہوئی آفت کا ٹل جانا خلاف عادت ہے، اور نہ اُس کے ظہور کا کوئی خاص وقت ہے لیکن جس طریقہ سے اور جن اسباب وعلل سے یہ معجزات ظاہر ہوئے وہ خارق عادت ہین، استجابت دعا کی قسم مین داخل ہے۔

(۴) کبھی نہ تو واقعہ خارق عادت ہوتا ہے اور نہ اس کا طریقہ ظہور خارق عادت ہوتا ہے، بلکہ اس کا قبل از وقت علم خارق عادت ہوتا ہے، مثلاً انبیا کی پیشین گوئیان ایک دفعہ زور سے آندھی چلی، آنحضرت صلعم مدینہ سے باہر تھے، آپنے

فرمایا "کہ یہ آندھی ایک منافق کی موت کے لیے چلی ہے" چنانچہ جب لوگ مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ مدینہ مین ایک منافق اس آندھی سے مرگیا، اس معجزہ مین نہ تو آندھی کا چلنا خرقِ عادت ہے نہ آدمی کا آندھی کے صدمہ سے مرجانا، خلاف اسباب ہے، بلکہ صرف واقعہ کا قبل از وقت علم خرقِ عادت ہے۔

اہل ایمان پر اثر کے لحاظ سے معجزات کی دو قسمین

انبیا کی زندگی علم و عمل دونون کا مجموعہ ہوتی ہے، اور ان کے تمام ارشادات و تعلیمات سے صرف انھین دونون چیزون کی ترقی اور تکمیل مقصود ہوتی ہے، اس لحاظ سے انبیا کے بعض معجزات کا اثر صرف علم و یقین پر پڑتا ہے، اُن سے کوئی عملی نتیجہ مرتب نہین ہوتا، ہاتھ کا چمک اُٹھنا، عصا کا سانپ بن جانا، چاند کا شق ہوجانا، اگرچہ نہایت عظیم الشان معجزے ہین، لیکن اُنکا نتیجہ صرف اِس قدر ہے کہ ایک گروہ ایمان لایا، اور دوسرے نے انکار کیا، لیکن انبیاء کے بہت سے معجزات ایسے ہوتے ہین جن سے نہایت عظیم الشان عملی نتائج ظاہر ہوتے ہین، مثلاً عصا کے سانپ بنجانے سے بنواسرائیل کو کوئی عملی فائدہ نہ پہنچ سکا، لیکن اُسکے ذریعہ سے پانی کا جو چشمہ اُبلا وہ اُن کے لیے حیات بخش ثابت ہوا، پہلے قسم کے معجزات کو قرآن مین حجّت، برہان اور سلطان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ اُن سے علم و یقین کو ترقی ہوتی ہے، اور دوسرے قسم کے معجزات کو اُسنے تائید اور نصر الٰہی کہا ہے، پہلے قسم کے معجزات طلب اور سوال کے محتاج ہوتے ہین لیکن تائید و نصر الٰہی اسکی پابند نہین ہوتی۔

آغازِ نبوت مین چونکہ انبیا صرف عقائد کی تعلیم دیتے ہین اور کفار کی طرف سے اُنہی عقائد کا انکار کیا جاتا ہے اور اونہی کے اثبات پر دلیل طلب کی جاتی ہے، اس لیے اوّل اوّل انبیا سے اُسی قسم کے معجزات کا ظہور ہوتا ہے جنکا اثر صرف علم و یقین پر پڑسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی قسم کے دو معجزے دیکر فرعون کے پاس بھیجا، اور اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کو معجزۂ شق القمر دکھایا، لیکن اس کے بعد انبیا کی تعلیم و ہدایت سے مومنین مخلصین کا ایک گروہ پیدا ہوجاتا ہے، جو عموماً مفلوک الحال، خانہ بدوش، بے سروسامان اور بے یار و مددگار ہوتا ہے، یہ گروہ اگرچہ صفائے باطن، خلوص نیت اور شدت ایمان کی بنا پر کسی معجزہ کا خواستگار نہین ہوتا، تاہم تائیدِ الٰہی خود اسکی طلبگار ہوتی ہے، اور ہر موقع پر اُسکی حفاظت و حمایت کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ

تائیدات الٰہیہ کا ظہور اکثر بغیر طلب و سوال کے ہوتا ہے، مسلمانون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی معجزہ کا سوال نہین کیا، لیکن آپ سے اکثر معجزات کا ظہور انھین کے درمیان ہوا، بالخصوص غزوات مین اکثر تائید الٰہی سے مسلمانون کی مدد کی ہے۔ غزوۂ بدر و حنین مین فرشتون کا آسمان سے نازل ہونا، تھوڑے سے زاد راہ کا تمام فوج کے لیے کافی ہونا، آپ کی انگلیون سے پانی کا نکلنا، یہ اور اس قسم کے بہت سے معجزات غزوات ہی کے زمانے مین آپ سے ظہور پذیر ہوئے، اور ان سے تمام مسلمانون نے ایسی حالت مین فائدہ اٹھایا جب کہ تمام دنیوی اسباب و وسائل منقطع ہو چکے تھے۔

اسی کا نام قرآن مجید کی زبان مین نصر (مدد) اور تائید ہے، اور یہ ہر نبی کو آخر وقت مین عطا کی جاتی ہے، اور عین اُسوقت جب بظاہر اسباب مایوسیون کے تمام مناظر پیش ہوتے ہین، اور تائید حق کا بظاہر کوئی سامان نظر نہین آتا، دفعۃً نصرت الٰہی توقع کے خلاف، گرد و پیش کے واقعات کے خلاف، بجلی کی طرح ناامیدیون کے بادل سے چمک اٹھتی ہے،

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ (بقرہ)

کیا تم کو خیال ہے کہ تم جنت مین چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر وہ حالت گذری نہین جو تم سے پہلون پر گذری، اُن پر مصیبت اور تکلیف آئی اور اس قدر جھڑ جھڑائے گئے کہ پیغمبر اور اس کے ساتھ مسلمان (گھبرا کر) کہہ اٹھے کہ خدا کی نصرت کہان ہے، ہان خدا کی نصرت نزدیک ہی ہے

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ (یوسف ۱۲)

یہان تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ اُن سے نصرت کا وعدہ پورا نہین کیا گیا کہ ہماری نصرت آگئی پھر جنکو چاہا وہ بچا دیے گئے اور پھیری نہین جاتی ہماری آفت گنہگار قوم سے،

خدا کا یہ قطعی وعدہ ہے کہ وہ حق پرستون کو ہمیشہ آخر کار نصرت عطا کرے گا۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (روم)

اور ایمان دارون کی مدد ہم پر فرض ہے۔

یہ نصرت مسلمانوں کو ہر قدم پر تسلی کا پیغام سناتی تھی، بدر ہو کہ اُحد، خندق ہو کہ حنین، ہر جگہ وہی اُن کی دستگیر تھی،

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ، (توبہ) خدا نے بہت سے موقعوں پر تمہاری نصرت کی۔

لیکن سب سے بڑی نصرت بدر کی تھی، جب تین سو بے برگ و ساز، مسلمانوں نے قریش کی ایک ہزار مسلح فوج کو کامل شکست دیدی،

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ، (آل عمران) خدا نے یقیناً بدر میں تمہاری مدد کی، جب تمہارے پاس کوئی قوت نہ تھی۔

لیکن عام معجزات اور اس نصرت الٰہی میں یہ فرق ہے کہ جو معجزات بطور حجت اور برہان کے پیش کیے جاتے ہیں، وہ صرف انبیا کی تنہا روحانی طاقت کا فیض ہوتے ہیں، لیکن نصرت الٰہی میں پیغمبر کی روحانی طاقت کے ساتھ مومنین کے کمال ایمان، شدت یقین، تزکیۂ نفس، اور استعداد قلب کی بھی شرکت ہوتی ہے، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت نے جب سخت فاقہ کی حالت میں نزول مائدہ (خوان آسمانی) کی درخواست کی تو انہوں نے اُن کو تقویٰ اختیار کرنے کی تعلیم دی،

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (مائدہ)

یاد کرو، جب حواریوں نے کہا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا آپکا پروردگار ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار سکتا ہے، عیسیٰ نے کہا خدا سے تقویٰ کرو، اگر تم کو یقین ہے۔

میدان جنگ میں آنحضرت صلعم صحابہ کو نزول ملائکہ کی بشارت سناتے ہیں تو ساتھ ہی ساتھ صبر اور تقویٰ کی بھی تعلیم دیتے ہیں۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ

یاد کر اے پیغمبر جب تو مسلمانوں سے کہہ رہا تھا کہ کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتے اتار کر تمکو مدد دے (خدا کہتا ہے) ہاں اگر

بَلٰىٓ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا	تم مستقل رہو، اور تقوے کرو، اور وہ فوراً آجا دین تو خدا
يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ	پانچ ہزار سوار فرشتون کے ذریعہ سے تمہاری
(آل عمران) " " " " " " " "	مدد کرے گا،

یہی وہ معجزات تھے جن کی نسبت صحابہ کرام بیان کرتے ہین کہ ہم ان کو برکت سمجھا کرتے تھے -

کفار کے لیے نتائج کے لحاظ سے معجزات کی دو قسمین

جس طرح مومنین پر اثر کے لحاظ سے معجزات کی دو قسمین ہین، اسی طرح کفار پر نتائج کی حیثیت سے بھی اُن کی دو قسمین ہین، آیتِ ہدایت، اور آیتِ ہلاک، انبیا، کفار کو پہلے ہدایت کی نشانیان دکھاتے ہین، اور ان کو حق کی دعوت دیتے ہین، کفار کی کثیر تعداد مین جس قدر صالح اجزا، ہوتے ہین، وہ اس دعوت کو قبول کرتے جاتے ہین، یہان تک کہ بالآخر وہ وقت آتا ہے، جب مادۂ فاسد کے سوا کفار کی جماعت مین کوئی صلاحیت پذیر عنصر باقی نہین رہجاتا، یعنی اِس کثیف مادہ سے چھٹکر تمام اجزائے لطیفہ الگ ہوجاتے ہین، اور ڈھیر مین پھونس کے سوا کچھ نہین رہجاتا، تو اسوقت آیتِ ہلاک، آسمان کی بجلی، فضا کی آندھی، زمین کا سیلاب، لوہے کی تلوار بنکر رونما ہوتی ہے، اور سطحِ خاکی کو ان کے وجود کی نجاست سے پاک کردیتی ہے،

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متعدد معجزے عنایت ہوگئے تھے، مگر وہ اِس لیے تھے کہ اُن کو دکھا کر فرعون کو حق کی طرف دعوت دی جائے، جب ایک مدت کے بعد اہل مصر مین سے جس قدر لوگ ایمان لا سکتے تھے، لے آئے تو حضرت موسیٰؑ کو شقِ بحر کی آیتِ ہلاک عنایت ہوئی، اور رود احمر کی لہرین فرعون کو اُس کے سارے ساز و سامان اور امراے دربار کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نگل گیئن، حضرت نوحؑ کو آیتِ طوفان، حضرت صالحؑ کو آیتِ ناقہ، حضرت لوطؑ کو بربادیِ سدوم کی نشانی، حضرت شعیبؑ کو آیتِ صاعقۂ بحر، حضرت عیسیٰؑ کو آیتِ رفع، اور آنحضرت صلعم کو معجزۂ بَطْشَةَ الْكُبْرٰى (بدر) جو دیا گیا تھا، وہ اسی دوسری قسم مین داخل تھا، ان مین سے ہر معجزہ اور نشانی کے ظہور کے بعد، یا خود اسی معجزہ اور نشانی کے ذریعہ سے معاندین کی ہلاکت، استیصال اور بربادی ہوئی، اور اسی کو قرآن مجید نے سُنَّةُ اللهِ (خدا کا دستور) اور سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ (پہلون کا دستور) کہا ہے کہ ہر پیغمبر کی قوم مین

یہ اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے۔

وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ ؕ فَھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّۃَ الْاَوَّلِیْنَ ، (فاطر)

اور بدی کا داؤپیچ خود داؤپیچ کرنے والوں پر الٹ جاتا ہے تو کیا اب یہ کافر اگلی قوموں کے دستور ہی کی راہ دیکھتے ہیں۔

اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ؕ سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ (احزاب ۸)

یہ جہاں پائے گئے پکڑے گئے اور مارے گئے یہ اللہ کا دستور پڑا ہوا ہے اگلی قوموں میں۔

اس معجزۂ عذاب کے ظاہر ہونے میں عموماً ایک وقت متعین تک تاخیر کی جاتی ہے جس کے حسب ذیل اسباب ہیں

(۱) یہ معجزۂ عذاب اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتا جب تک آیات ہدایت سے قوم کے تمام صالح اجزا اس کے فاسد عنصر سے الگ نہیں ہو جاتے، اور مومنین اور کافرین ایک دوسرے سے چھٹکر جدا نہیں ہو جاتے، اور رسول کو بقیہ عناصر کے ایمان سے قطعی مایوسی نہیں ہو جاتی، حضرت نوح نے ایک طویل زمانہ تک اپنی قوم کو دعوت دی، اور اس کے بعد ناامید ہو کر انہوں نے آخری معجزہ کی دعا مانگی،

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۝ اِنَّکَ اِنْ تَذَرْھُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا ۝ (نوح ۲)

اے میرے پروردگار زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ اگر تو ان کو چھوڑے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ نہ جنینگے لیکن فاجر اور کافر کو۔

اس کے بعد طوفان آیا اور قوم نوح کو بہا لے گیا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ کو جب پوری مایوسی ہو گئی تو انھوں نے دعا کی

رَبَّنَآ اِنَّکَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَہٗ زِیْنَۃً وَّاَمْوَالًا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِکَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِھِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَ

اے ہمارے رب! تو نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں شان و شوکت اور دولت عطا کی ہے اے ہمارے رب (وہ اس کا یہ کام لیتے ہیں کہ وہ) لوگوں کو تیرے راستہ سے گمراہ کرتے ہیں خدا وندا ان کی دولت کو میٹ دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے جب تک وہ تیرے

أَلِيْمَ (یونس) دردناک عذاب کو نہ دیکھیں گے، ایمان نہ لائیں گے۔

اِس موقع پر اسی قسم کی دعائیں دیگر انبیاء نے بھی کی ہیں۔

(۲) اِس منزل پر پہنچکر، پیغمبر کو اپنے مومنین کی جماعت کو ساتھ لیکر ہجرت کا حکم ہوتا ہے، حضرت نوح کو مع رفقاء کے کشتی پر چڑھا کر کفار سے الگ کیا جاتا ہے، حضرت ابراہیم نمرود کے ملک سے اپنی ہجرت کا اعلان کرتے ہیں، اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّیْ (عنکبوت) کہ "میں خدا کی طرف ہجرت کرتا ہوں" حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکل جاتے ہیں، حضرت لوط، حضرت ہود، حضرت شعیب، حضرت صالح سب نے اپنی اپنی جماعتوں کو لیکر اپنی نافرمان قوموں سے علیحدگی اختیار کی، اور جب تک یہ ہجرت نہیں ہولیتی، اور مومن و کافر الگ نہیں ہو جاتے، معجزۂ عذاب نہیں بھیجا جاتا، حضرت نوح جب تک کشتی پر سوار ہو کر علیحدہ نہ ہو لیے طوفان نہ آیا، حضرت ابراہیم جب تک کلدانیوں کے ملک (عراق) سے نکل کر شام اور مصر نہ چلے گئے، ان پر عذاب نہ آیا۔ اسی طرح حضرت لوط، حضرت ہود، حضرت صالح، اور حضرت شعیب اپنی اپنی جماعتوں کو لیکر جب تک الگ نہ ہو گئے، ہلاکت کا عذاب نہیں آیا، اور جب انھوں نے ہجرت کر لی تو یہ معجزۂ عذاب مختلف صورتوں میں ان قوموں پر نازل ہوا، اور مومنین کو نجات اور کافروں کو ہلاکت نصیب ہوئی۔

قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں ان واقعات کو بکثرت بیان کیا گیا ہے، اور نیز اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دستور اور قانون فرمایا ہے جس میں تغیر اور تبدل ناممکن ہے جیسا کہ اس سے پہلے "قرآن مجید میں سنۃ اللہ کے مفہوم" کے ضمن میں آیات قرآنی کے حوالہ سے اسکی پوری تفصیل گذر چکی ہے، سورۂ یونس میں اللہ تعالیٰ اس اصول کو اس طرح بیان کرتا ہے،

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ قُلْ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	کیا یہ کافر گذشتہ قوموں کی طرح واقعۂ ہلاکت کا انتظار کرتے ہیں، کہدے کہ انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں، پھر ہم اپنے [illegible] الاولین ... [illegible]ات دیتے ہیں، اور ایسے ہی ایمان لانیوالوں کو

كَذَٰلِكَ، حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِينَ (یونس ۱۰) ہمپر فرض ہے، ہم نجات دین گے، ایمان والون کو،

آنحضرت صلعم اور معجزۂ ہدایت

ہدایت کی غرض سے آنحضرت صلعم سے جو معجزات اور نشانیاں صادر ہوتی رہتی تھین، ان کا بڑا حصہ غیر معمولی قوت تاثیر، استجابت دعا، تائید و نصرت، اور پیشینگوئی کا تھا، اسی غیر معمولی قوت تاثیر کا نتیجہ تھا کہ قریش لوگون کو آپ کے پاس جانے سے روکتے تھے، سیرت کی کتابون مین اس قسم کے متعدد واقعات مذکور ہین، قرآن مجید کی یہ آیت کفار کے اس باطنی اعتراف کا آئینہ ہے۔

لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ (حم السجدۃ) اس قرآن کو نہ سنو، اور اس مین شور و غل کرو، شاید تم غالب ہو،

قرآن کے اثر کا اُن پر یہ رعب چھایا ہوا تھا کہ وہ لوگون کو اس سے باز رکھنے کی اس کے سوا کوئی تدبیر نہ دیکھتے تھے کہ وہ شور و غل اور ہنگامہ کر کے لوگون کو سننے نہ دین، آنحضرت صلعم کی **استجابت دعا** کا بھی کفّار کو بدرجۂ اتم یقین تھا، ایک دفعہ صحنِ حرم مین جب ابوجہل وغیرہ رؤساے قریش آنحضرت صلعم کی نماز مین خلل انداز ہوئے اور اور آپ نے ان پر بد دعا کی، تو بخاری و مسلم مین یہ تصریح ہے کہ وہ اس کو سنکر کانپ اُٹھے[۱]، ایک دفعہ جب مکہ مین قحط عظیم پڑا تو ابوسفیان نے آپ کے پاس آکر کہا کہ "محمد تمھاری قوم ہلاک ہوگئی، خدا سے دعا کرو کہ وہ اس بلا کو اُن سے دور کر دے[۲]" چنانچہ آپ نے دعا کی اور وہ بلا دور ہوئی، اسی طرح آپ کی **پیشینگوئی** کی صداقت کا بھی انکو دل سے اعتراف تھا، یاد ہوگا کہ غزوۂ بدر سے پہلے جب اُمیّہ کو حضرت سعد انصاری کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے اُس کے مارے جانے کی پیشینگوئی کی ہے تو وہ گھبرا اُٹھا[۳] اور اس کی بیوی پر یہ اثر ہوا کہ اُس نے غزوۂ بدر کے موقع پر اپنے شوہر کا دامن تھام لیا کہ "محمد کی پیشینگوئی تمھین یاد نہین[۴]" فتح روم کی مشہور پیشینگوئی جس دن پوری ہوئی، بہت سے لوگ اس نشانِ صداقت سے ہدایت پاکر مسلمان ہوگئے[۵]۔

آنحضرت صلعم کی تائید و نصرت کے عجائبات بھی قریش کی نظرون سے گذر چکے تھے، وہ بار بار آپ پر حملے

---

[۱] صحیح بخاری و مسلم باب مالقی النبی صلعم من اذی المشرکین، [۲] صحیح بخاری تفسیر سورۂ دخان، [۳] صحیح بخاری اوّل کتاب المغازی، [۵] ترمزی تفسیر سورۂ روم

کی تیاریاں کرتے تھے، اور ناکام رہتے تھے، ایک دفعہ ابوجہل نے یہ ناپاک ارادہ کیا، اور اس نیت سے آگے بڑھا تو فوراً ڈر کر پیچھے ہٹ گیا، ساتھیوں نے واقعہ پوچھا تو بتایا کہ مجھے یہ نظر آیا کہ میرے، اور محمدؐ کے درمیان آگ کی خندق ہے، اور چند پردار ہستیاں کھڑی ہیں[۱]۔

الغرض ہدایت کے متعدد نشانات تھے، جو مکہ میں کفار کو اس غرض سے دکھائے گئے تھے کہ انکو دیکھکر انکے قلوب میں قبولِ حق کی صلاحیت پیدا ہو

شقِ قمر آخری نشانِ ہدایت تھا ہدایت کی ان نشانیوں میں کفار مکہ کے لیے سب سے آخری[۲] اور فیصلہ کن نشان شقِ قمر تھا، جس کے بعد آیاتِ ہلاکت کا آغاز ہونے والا تھا، احادیث میں ہے کہ کفار مکہ آپ سے معجزہ کے طالب تھے، تو آپ نے اُن کو شقِ قمر کا معجزہ دکھایا، چاند دو ٹکڑے ہوکر نظر آیا، لیکن معاندین کو اس عظیم الشان اور واضح تر معجزہ سے بھی ہدایت نہ ملی، بعضوں نے کہا محمدؐ نے جادو کیا ہے، کسی نے کہا ایسی عجیب عجیب باتیں ہمیشہ ہوتی ہی رہتی ہیں، چنانچہ قرآن مجید نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (قمر۔۱)	قیامت کا وقت قریب آگیا، اور چاند شق ہوگیا، اور اگر یہ کافر کوئی نشانی بھی دیکھیں تو اس سے منھ پھیر لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ جادو تو ہمیشہ ہوتا آیا ہی

اب خداوند ذوالجلال کے رحم وکرم نے دوسری شان اختیار کی، یعنی اس کے قہر وغضب نے ان غیر صلاحیت پذیر ہستیوں سے سطح ارضی کو پاک کردینے کا تہیہ کرلیا، اور وہ سنت الٰہی جو تمام گذشتہ امتوں کے ساتھ جاری رہی تھی یعنی یہ کہ معجزوں کے دیکھنے کے بعد ایمان نہ لانے پر کفار کی ہلاکت اور بربادی فرض محتم ہوجاتی ہے، وہ قریش کے حق میں بھی جاری ہوئی۔

گذشتہ دستورِ الٰہی کی تفصیل کے مطابق اس ہلاکت کے عذاب کے نازل ہونیکے لیے پہلے دو چیزوں کی ضرورت تھی

---

[۱] صحیح مسلم باب قولہ تعالیٰ وما کان اللہ لیعذبھم، [۲] ہم نے قرآن مجید کے بتائے ہوئے اصول الٰہی کے مطابق اوّلاً ایسا سمجھا تھا کہ شق قمر کا معجزہ ہجرت سے پہلے ظاہر ہوا ہوگا لیکن سیر ومغازی اور کتب حدیث کا مطبوعہ ذخیرہ اس دعویٰ کے ثبوت اور انکار دونوں سے خاموش تھا، اسی اثنا میں حاکم کی مستدرک کی دوسری جلد حیدرآباد سے چھپکر پہنچی، اُس میں سورۂ قمر کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو واقعہ کے عینی شاہد ہیں یہ تصریح ملی کہ یہ نشان قبل مخرج النبی صلعم یعنی ہجرت سے پہلے ظاہر ہوا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے کچھ ہی پہلے کا ہے۔ حاکم کی یہ روایت بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق ہے اور حافظ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اسکی تصدیق کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ روایت عبدالرزاق میں بھی موجود ہے (مستدرک ج ۲ صفحہ ۴۷۱۔ حیدرآباد)

(۱) مومنین کی جماعت کے ساتھ آنحضرت صلعم کی شہر مکہ سے ہجرت،

(۲) ہجرت سے پہلے، ہدایت کی کسی آخری کھلی نشانی کا ظاہر ہونا،

چنانچہ ہجرت سے پہلے شقِ قمر کا نشان ظاہر ہوا، اور اس کو دیکھکر بھی جب قریش کے رؤساء اسلام نہ لائے تو آنحضرت صلعم کو مکہ سے ہجرت کا حکم ہوا، اور ہلاکت کے عذاب کے نازل ہونے کا وقت قریب آگیا، صحابہ میں اسرار نبوت کے جو محرم تھے وہ پہلے ہی سمجھ چکے تھے کہ یہ ہجرت قریش کی بربادی کا پیش خیمہ ہے، مستدرک حاکم (جلد ۳ صفحہ ۷) اور مسند ابن حنبل (جلد ۱ صفحہ ۲۱۶) میں ہے کہ "جب آنحضرت صلعم مکہ سے نکلے تو حضرت ابوبکر نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ مکہ والوں نے اپنے پیغمبر کو نکال دیا، اب یہ ضرور ہلاک ہوجائیں گے، چنانچہ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ والی قتال کی آیت نازل ہوئی"۔

آنحضرت صلعم اور معجزۂ ہلاکت آنحضرت صلعم نے مکہ میں قریش کو تقریباً ۱۳ برس تک دعوت دی، اور ان تیرہ سالوں کے اندر اس راہ میں ہر قسم کی مصیبت اور تکلیف برداشت کی، اور آیات ہدایت کے مختلف نمونے ان کو دکھائے، بالآخر شق القمر کا معجزہ بھی انکی نگاہوں کے سامنے سے گزرا، اور آخر وہ وقت آیا جو اپنے اپنے پیغمبروں کے سامنے دوسری قوموں پر آچکا تھا، یعنی قبیلۂ قریش میں سے وہ افراد صالحہ جو بے خوف وخطر حق کو قبول کر سکتے تھے، انھوں نے حق کو قبول کرلیا، اور صرف وہ رؤسائے قریش رہ گئے جو قبول حق کی مطلق صلاحیت نہیں رکھتے تھے، یا وہ ضعفاء تھے جو ان رؤسا کی موجودگی میں حق کا ساتھ دینے کی قوت نہیں رکھتے تھے، اور اس لیے ضرورت ہوئی کہ ان رؤساء کے وجود سے ارضِ حرم کو پاک کیا جائے۔

آنحضرت صلعم مکہ سے مایوس ہوکر طائف تشریف لے گئے، لیکن وہاں بھی کوئی حق کا سننے والا نہ تھا، بازار اور راستہ میں شریروں نے آپ کو پتھر مارے، یہاں تک کہ قدم مبارک خون آلود ہوگئے، آپ مکہ واپس آرہے تھے کہ فرشتۂ جبال نے آپ کو ندا دی، کہ اگر اجازت ہو تو پہاڑوں سے انکو چکنا چور کردیا جائے، رحمتِ عالم اب بھی مایوس نہ ہوئے، اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ ابھی وہ معجزۂ ہلاک ظاہر نہ ہو، شاید کہ ان کی نسل سے کوئی

توحید کا پرستار پیدا ہو، صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہ نے آپ سے دریافت کیا کہ "یا رسول اللہ! احد کے علاوہ آپ پر سب سے زیادہ سخت دن کون تھا" آپ نے فرمایا وہ دن جب میں نے (طائف کے سردار) عبد یالیل کے سامنے اپنے کو پیش کیا، اور اس نے انکار کیا، میں مغموم واپس آرہا تھا کہ فرشتۂ جبال نظر آیا، اور اس کے بعد آپ نے کفار کی ہلاکت کے لیے فرشتۂ جبال کی اجازت طلبی اور اپنا جواب بیان کیا، آنحضرت صلعم اس دن کو اپنے ایام مصائب کی تاریخ میں سب سے زیادہ سخت فرماتے ہیں، بظاہر ایسا سمجھا جاتا ہے کہ آپ نے طائف کی تکلیف کو سخت ترین دن فرمایا لیکن واقعہ یہ نہیں ہے اس سے بھی زیادہ تکالیف اور مصیبت کی گھڑیاں آپ پر آئی ہیں، بلکہ اس لحاظ سے آپ اس کو سخت ترین دن قرار دیتے ہیں کہ یہ قریش کی فرصت اور مہلت کی اخیر گھڑی تھی، اور اب معجزۂ ہلاک اُن کے سر پر تھا، اور رحمت عالم کو اس کا صدمہ تھا، تاہم قریش کو اب آخری عذاب کی اطلاع دیدی گئی تھی، اور وہ نادان استہزاء کرتے تھے، جیسا کہ دوسری قومیں بھی اپنے اپنے پیغمبروں کے ساتھ یہی کرتی آئی ہیں، کفار قریش آنحضرت صلعم کی خدمت میں جاکر کہتے تھے جس عذاب کی دھمکی دی جاتی ہے وہ کیوں نہیں آتا؟ اگر تم میں قدرت ہے تو وہ عذاب لاؤ، اور اپنی صداقت کی یہ آخری نشانی بھی دکھادو۔

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ، (یونس ۲)	اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس پر خدا کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں اترتا، اے پیغمبر! کہدے کہ غیب کی بات خدا کے پاس ہے، تم اسکے ظہور کا انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں۔

کبھی آکر کہتے،

أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ قَبِيلًا (بنی اسرائیل ۱۰)	یا جیسا تم کہا کرتے ہو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہم پر گرادو، یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔
لَوْمَا تَأْتِينَا بِالْمَلٰئِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ (حجر)	اگر تم سچے ہو تو کیوں نہیں ہمارے پاس فرشتوں کو لے آتے ہو۔

خدا نے جواب میں کہا، وَمَا کَانُوْا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ (حجر) جب فرشتے آجائیں گے تو پھر اُنھیں مہلت نہ دی جائے گی۔

کفارِ قریش کو معجزۂ عذاب کے دیکھنے کی جلدی تھی، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ پیشینگوئی سراسر جھوٹ ہی، خدا نے کہا جب تک پیغمبر کی آمد کی برکات ختم نہ ہو جائینگی یعنی تمام افراد صالحہ الگ نہ ہو جائیں گے، عذاب نہیں آئے گا،

وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِیْدُ الْعِقَابِ (رعد ۱)

اور کفار جلدی چاہتے ہیں تجھ سے، بھلائی سے پہلے برائی، حالانکہ اُن سے پہلے گذشتہ قوموں میں اس قسم کے واقعات گذر چکے ہیں اور تیرا رب لوگوں کی گنہگاری کے باوجود ان کو معاف کرتا ہی، اور تیرا رب بڑے عذاب والا بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے معجزہ کو ذکر کرکے کہتا ہے۔

لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ۙ فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۙ فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ؕ اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ۔ اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ۙ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ۙ مَاۤ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ ؕ وَمَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ (شعرا ۱۱۶)

وہ نہ مانینگے اسکو جب تک دکھ کا عذاب نہ دیکھ لیں گے پھر یہ عذاب اچانک اُن پر اس طرح آجائے گا کہ انکو خبر نہیں ہونے پائے گی تو اسوقت کہیں گے کہ ہمکو مہلت بھی کچھ مل سکتی ہے؟ کیا یہ کفار ہمارا عذاب جلد مانگتے ہیں، بھلا دیکھ تو اگر ہمنے اون کو چند سال فائدہ اٹھانیکا موقع دے بھی دیا، پھر اُن پر وہ عذاب آگیا جسکا وعدہ تھا، تو کیا اُنکی یہ دولت انکے کچھ کام آئے گی، ہمنے کسی آبادی کو ہلاک نہیں کیا لیکن اس کو ڈر سنانے والے پہلے موجود تھے۔

یعنی اس اصول کی بنا پر کہ قوموں کی ہلاکت سے پہلے اُن کے اندر ایک ڈر سنانے والا مامور ہوا کرتا ہے، قریش میں بھی ایک ڈر سنانے والا آیا، اگر وہ اس کی نہ سنیں گے تو پچھلی قوموں کی طرح وہ بھی نیست و نابود ہو جائیں گے، سورۂ حج میں اللہ تعالیٰ قریش کو مختلف قوموں کے حالات سنا کر کہتا ہے۔

فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِیَ ظَالِمَةٌ فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی

تو کتنی بستیاں ہمنے برباد کردیں، اور وہ گنہگار تھیں اور اب

عَلٰی عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝ اَفَلَمْ
يَسِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ
يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا
لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ
فِی الصُّدُوْرِ ۝ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ
وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۝ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ
رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ
مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِیَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ
اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَیَّ الْمَصِيْرُ ۝ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ
اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (حج)

وہ اپنی چھتوں پر ڈھی پڑی ہیں، اور کتنے کوئیں بیکار پڑے ہیں
اور کتنے اونچے اونچے محل خراب اور ویران ہیں۔ کیا یہ کافر زمین میں
چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کے پاس دل ہوتے جن سے سمجھتے، یا
کان ہوتے جن سے سنتے، کیونکہ آنکھیں کچھ اندھی نہیں ہوتی ہیں
(کہ انکو یہ عبرتناک مناظر سوجھائی نہ دیتے ہوں) مگر وہ دل اندھے ہوتے ہیں
جو سینوں میں ہیں، اور یہ کافر تجھسے جلدی مانگتے ہیں عذاب، اور اللہ
ہرگز اپنا وعدہ نہ ٹالے گا، اور تیرے رب کے نزدیک ایک دن تمہارے
ہزار برس کے برابر ہے، اور کتنی بستیاں ہیں کہ میں نے انکو ڈھیل دی،
اور وہ گنہگار تھیں، پھر انکو پکڑا، اور میری طرف پھر آنا ہے، کہدے
اے لوگو! میں تو صاف صاف تکو ڈر سنانے والا ہوں۔

قرآن نے روسائے قریش کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ (فاطر)

کیا وہ پہلی قوموں کے دستور کا انتظار کررہے ہیں۔

چنانچہ گذشتہ قوموں کے قانون کے پورے ہونے کے دن آگئے، یعنی رسول اور مومنین کو گنہگار قوم کی آبادی کے اندر سے نکل جانیکی اجازت ملی، کیونکہ جیسا پہلے گذر چکا ہے، جب تک رسول اپنی قوم سے ہجرت نہیں کرتا، عذاب ہلاکت کا نشان ظاہر نہیں ہوتا، چنانچہ کفارِ قریش کو جو اس نشان کے دیکھنے کے لیے بیتاب تھے پہلے ہی یہ جتا دیا گیا تھا۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ
مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ سُنَّةَ
مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ
لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل)

اور اگر وہ اس زمین سے تجھکو گھبرانے لگے ہیں تاکہ یہاں سے تجھکو
نکال دیں، تو یہ یاد رہے کہ تیرے چلے جانے کے بعد وہ بہت کم
پھر ٹھہر سکیں گے، تجھ سے پہلے جو رسول گذرے ہیں ان کی یہ سنت ہے
اور خدا کی سنت کو تم ہٹا نہ پاؤ گے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلعم صحنِ حرم مین نماز پڑھ رہے تھے، رؤسائے قریش اِدھر اُدھر بیٹھے ہنسی دل لگی کی باتین کر رہے تھے، ابوجہل نے کہا کہ کون مذبح مین جاکر وہان سے اونٹ کی اوجھڑی اُٹھا لائے گا، چنانچہ ایک شریر نے یہ خدمت انجام دی، اور جب آنحضرت صلعم سجدہ مین گئے، تو وہ نجاست آپ کی پشت مبارک پر ڈال دی۔ آنحضرت صلعم اِس بوجھ سے سر نہین اُٹھا سکتے تھے، اور کفّار اِس منظر کو دیکھکر ہنسی سے بیخود ہوئے جاتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود جو اِس موقع پر موجود تھے، کہتے ہین کہ مین یہ دیکھ رہا تھا لیکن مجھ مین اتنی طاقت نہ تھی کہ مین ان کے سامنے کچھ کر سکتا، اسی اثنا مین ایک شخص نے جاکر حضرت فاطمہؓ کو اطلاع دی، جو اِس زمانہ مین بچی تھین، وہ آئین اور اِس نجاست کو ہٹایا تو آپ نے سر اُٹھایا، یہ پہلا موقع ہے کہ سرورِ عالم رؤسائے قریش کے ایمان سے قطعاً مایوس ہوتے ہین۔ اور یہ اِس لیے نہین کہ آپ کے جسم مبارک کو تکلیف پہنچی، بلکہ اِس لیے کہ وہ نماز (یعنی مشاہدۂ جمال الٰہی) ہیؔ جو اِس دنیا مین آپ کی محبوب ترین چیز تھی، خلل انداز ہوئے۔

قرآن نے کہا:-

اَرَأَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی (علق) تونے دیکھا اُس کو جو ایک بندۂ الٰہی کو نماز سے روکتا ہے۔

یہ رؤسائے قریش کی جسارت کا اخیر لمحہ تھا، آنحضرت صلعم نے بلند آواز مین بد دعا کی، اور اِس آخری مجرم کی ہلاکت کی درخواست کی، مگر پھر بھی رحمتِ عالم کی شفقت دیکھو کہ حضرت نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ کی طرح پوری قوم کی تباہی و بربادی کی دعا نہین مانگی، بلکہ صرف قریش کے رئیسون کے حق مین بد دعا کی اور ان مین سے بھی صرف سات رئیسون کے نام لیے، اور فرمایا "خداوندا! قریش کے سردارون کو لے۔ خداوندا! ابوجہل، عتبہ، شیبہ، عقبہ بن معیط، امیہ بن خلف، ولید بن عقبہ، اور اُبی بن خلف کو پکڑ" یہ بد دعا سنکر سب کے ہوش اُڑ گئے[1]۔

اب سنّت الٰہی کے مطابق معراج کے ساتھ ہجرت کی دعا آپ کو بتائی گئی[2]۔

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ خداوندا! مجھ کو خوبی سے کہین پہنچا، اور خوبی سے نکال، اور اپنے

[1] بخاری اور مسلم باب ما لقی النبی صلعم من اذی المشرکین۔ [2] صحیح بخاری تفسیر آیت مذکور (بنی اسرائیل) اور مستدرک حاکم (باب الہجرۃ) مین تصریح ہے کہ یہ دعا ہجرت سے

صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (بنی اسرائیل) — پاس سے مجھے ایک مددکرنے والی طاقت عطا کر،

یہ دعا مقبول ہوئی اور بشارت آئی،

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا — حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ اور باطل مٹنے ہی کو ہے۔

(بنی اسرائیل) .. ..

انبیا کی سنت کے مطابق آنحضرت صلعم نے اپنے متبعین کے ساتھ ہجرت فرمائی، اور جس دن کا انتظار تھا وہ آگیا، قرآن نے کہا کہ رؤسائے قریش پر آیتِ عذاب کے نازل ہونے کے لیے ہجرت کا انتظار تھا وہ ہو چکی، اور اب کوئی مزید انتظار نہیں۔

وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ۔ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۔ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ وَمَا لَهُمْ اَلَّا یُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ یَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِیَآءَهٗ اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ۔ (انفال)

اور جب (اے پیغمبر) منکرین داؤ کر رہے تھے، تیری جان لینے کا، کہ وہ تجھ کو قید کر دیں، یا مار ڈالیں، یا جلاوطن کر دیں۔ وہ داؤ کرتے ہیں اور خدا بھی داؤ کرتا ہے، اور خدا داؤ کرنیوالوں میں سب سے بہتر ہے، اور جب اُن کو ہماری آیتیں پڑھکر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں، ہاں ہم نے سنا، اگر چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ سکتے ہیں، یہ تو فقط اگلوں کی کہانیاں ہیں، اور جب وہ کہتے ہیں کہ اے خدا اگر یہ قرآن حق ہے، تو ہم پر پتھروں کی بارش کر یا کوئی اور بڑا عذاب ہم پر لا، اور خدا اُن پر (ہجرت سے پہلے) کیونکر عذاب کرتا جبکہ تو اُن میں تھا، اور خدا اُن پر عذاب کرنیوالا نہیں ہے، درانحالیکہ وہ مغفرت چاہتے ہوں، اور خدا اُن پر عذاب کیوں نازل نہ کریگا جب وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں، حالانکہ وہ اسکی تولیت کے مستحق نہیں ہیں۔

غزوۂ بدر معجزۂ ہلاک تھا | جس طرح دوسری قوموں کے لیے مختلف معجزاتِ عذاب آئے، اسی طرح جس قوم میں آنحضرت صلعم

مبعوث ہوئے تھے، اُس کے لیے غزوۂ بدر، معجزۂ عذاب تھا، ہجرت سے قبل آنحضرت صلعم کی بد دعا سے پہلے قریش پر قحط کا عذاب آیا، جو اس قدر سخت تھا کہ بھوک سے آنکھون کے سامنے اندھیرا چھا جاتا تھا، آسمان کی طرف دیکھتے تھے تو دھوان سا نظر آتا تھا، بعض روسائے قریش نے خدمت نبوی مین آکر کہا کہ "محمدؐ! تم رحم و شفقت اور صلۂ رحم کی دعوت دیتے ہو، تم دیکھتے ہو کہ اس قحط سے قریش کا کیا حال ہے؟" آنحضرت صلعم نے دعا کی اور یہ بلا دور ہوئی، مگر پھر قریش کی سرگرانی کا وہی عالم ہو گیا، تو اُن کے لیے معجزۂ عذاب کے سوا کوئی اور طریقۂ علاج باقی نہ رہا، چنانچہ ہجرت کے بعد بدر کا بطشۂ کبریٰ (بڑی پکڑ) اون کے لیے ہلاکت کی نشانی قرار پائی، قرآن مجید نے ہجرت سے پہلے ہی مکہ مین اپنا یہ اعلان عام سنا دیا تھا جس مین پہلے اس قحط کی، پھر اُن کے گڑگڑانے کی اور اس کے بعد غزوۂ بدر کی پیشینگوئی تھی۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ يَغْشَى	اس دن کی راہ دیکھ جب آسمان صاف دھوان کر لا دے، جو لوگون
النَّاسَ ط هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا	کو گھیر لے، اس وقت کہا جائیگا یہ ہے دُکھ کی مار تب گڑگڑائین گے کہ خداوندا
الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى	ہمسے یہ عذاب دور کر دے ہم ایمان لاتے ہین، کہان ہو انکے لیے سمجھنا،
وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا	حالانکہ اُن کے پاس کھول کر سنانے والا رسول آ چکا تو اس سے
مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ	پیٹھ پھیری، اور کہا کہ یہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے، اچھا ہم تھوڑے
عَآئِدُوْنَ ۝ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ	دنون کیلئے عذاب دور کر دیتے ہین تم پھر وہی کرنے والے ہو انتظار کرو
وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ، (دخان)	اس دن کا جب ہم بڑی پکڑ پکڑین گے، ہم بدلہ لینے والے ہین، اور

اِن آیاتِ کریمہ مین پورے واقعہ کی تصویر کھینچ دی گئی ہے، اور آخر مین یہ بھی ظاہر کر دیا گیا ہے کہ بطش اکبر ان روسائے قریش کے لیے وہی حیثیت رکھتا ہے، جو قوم فرعون کے لیے غرقِ بحر کی حیثیت تھی، حضرت عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا ہے کہ یہ آیتین قریش کی شان مین نازل ہوئی ہین، قریش نے جب نافرمانی کی تو آنحضرت صلعم نے خدا سے دعا کی کہ "اے خدا! ان پر حضرت یوسف کے سات برس والے قحط کی طرح قحط نازل کر" چنانچہ مکہ مین سخت قحط پڑا، یہان تک کہ بھوک سے آسمان اور قریش کی آنکھون کے درمیان دھوان سا اڑتا نظر آتا تھا۔ انھون نے آنحضرت صلعم

کے سامنے آکر دعا کی درخواست کی، چنانچہ آپ نے دعا کی، اور بارش ہوئی، خدا نے کہا کہ وہ پھر اپنی پہلی حالت پر آجائیں گے، یعنی ایمان قبول نہ کرین گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، تب اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے بطشۃ الکبریٰ (بڑی پکڑ) کا دن مقرر فرمایا، یعنی بدر[1]"

یاد ہوگا کہ صحن حرم مین رؤسائے قریش جو نماز مین خلل انداز ہوئے تھے آپ نے ان کا نام لے لیکر ہر ایک کے حق مین بددعا کی تھی، اس سے پہلے کہ غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آئے، ہجرت کے بعد ہی آپ نے انکی ہلاکت و بربادی کا اعلان کر دیا تھا، بدر سے پہلے حضرت سعد انصاری عمرہ کو گئے تھے، ابوجہل نے انکو روکا، امیہ نے بیچ مین دخل دینا چاہا، حضرت سعد نے کہا "امیہ! تم دخل نہ دو، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ تم اُن کے ہاتھون سے مارے جاؤگے" یہ سنکر امیہ ڈر گیا، چنانچہ جب بدر[2] کا موقع پیش آیا تو اس نے جانے مین پس و پیش کیا، لوگون کے طعن سے اُس نے جانا چاہا تو اسکی بیوی نے دامن تھام لیا اور کہا "کیا تم کو اپنے یثربی دوست کی بات یاد نہین[3]؟"

جب غزوۂ بدر کے لیے آپ مسلمانون کو ساتھ لیکر نکلے، تو اُس وقت جیسا کہ پہلی جلد مین تفصیل گذر چکی ہے، مسلمانون کے سامنے قریش کی دو جمعیتین تھین، ایک قریش کا شامی قافلہ، جو مدینہ کی راہ سے گذر کر مکہ کو جا رہا تھا، دوسرا رؤسائے قریش کا جنگی لشکر جو مسلمانون سے لڑنے کے لیے نکلا تھا، خدا نے مسلمانون سے وعدہ کیا تھا کہ ان دو جمعیتون مین ایک اُن کے ہاتھ لگے گی، عام مسلمان یہی سمجھتے تھے کہ تجارتی قافلہ اُن کے ہاتھ آئے گا، لیکن حضور انور صلعم کو اچھی طرح معلوم تھا کہ آج معمولی فتح و شکست کا نہین، بلکہ اس بطشۃ الکبریٰ کا دن ہے جسکا بارگاہ الٰہی مین مدت سے وعدہ تھا، رات کو جب مسلمان بدر کے پڑاؤ پر پہنچے ہین تو انہین یہ فکر ہوئی کہ قریش کے تجارتی قافلہ کا پتہ لگایا جائے، چنانچہ مسلمان مخبر اِدھر اُدھر گئے اور ایک چرواہے کو پکڑ لائے، اور اس سے قریش کے قافلہ کا حال پوچھنے لگے، اُسنے جواب دیا کہ "قریش کے قافلہ کا تو مجھے علم نہین البتہ ان کا لشکر اودھر پڑا ہوا ہے" یہ سنکر مسلمانون نے اس کو مارا کہ یہ ہمسے صحیح حال چھپاتا ہے، مار کھانے پر اُس نے کہا "اچھا ٹھہرو قافلہ کا حال بتاتا ہون" جب لوگ اس کو چھوڑ دیتے تو

[1] صحیح بخاری تفسیر سورۂ دخان [2] صحیح بخاری کتاب المغازی۔

وہ پھر یہی کہتا کہ "مجکو قافلہ کی خبر نہین، البتہ یہ جانتا ہون کہ اُدھر قریش کا لشکر سامنے پڑا ہے" آنحضرت صلعم نماز مین مصروف تھے، اس سے فراغت ہوئی تو فرمایا "جب وہ جھوٹ کہتا ہے تو تم چھوڑ دیتے ہو، اور جب وہ سچ کہتا ہے تو تم مارتے ہو" اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ "یہ قریش کی تباہی کا دن ہے 'یہ ابوجہل کا مقتل ہے' یہ عقبہ کا ہے' یہ اُبی کا ہے، وغیرہ" راوی کہتا ہے کہ آپ نے جسکا مقتل جہان متعین فرمایا تھا، ایک سرِمو وہان سے اُس نے تجاوز نہین کیا، اور معرکہ جنگ مین وہ وہین مرا پڑا ملا، حضرت عبداللہ بن مسعود جو صحن حرم کی بد دعا کے دن موجود تھے، وہ کہتے ہین کہ عرب کے وہ ساتون رئیس جنکے حق مین آپ نے بد دعا کی تھی، کُل کے کُل بدر کے میدان مین ڈھیر ہوگئے، اور بطشۃ الکبریٰ کے انتقام کی پیشینگوئی پوری ہوئی۔

سورۂ انفال جس مین بدر کے تمام واقعات کا ذکر ہے اس مین اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر کردیا ہے کہ یہی وہ فیصلہ کا دن تھا جس کا مدت سے انتظار تھا۔

وَيُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْكَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (انفال ۱)	اور خدا چاہتا ہو کہ حق کو اپنی باتون سے مستحکم کردے اور کافرون کا پچھا کاٹ دے، تاکہ حق کو حق اور باطل کو باطل کردے۔ اگرچہ گنہگار اس کو پسند نہ کرین۔

وسط سورہ مین فرمایا،

كَدَاْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوْا بِآيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ (انفال ۷)	یہ ویسا ہی ہوا جیسا فرعون والون کا اور اُن سے پہلون کا کہ انھون نے اپنے پروردگار کی نشانیون کو جھٹلایا تو ہمنے انکے گناہون کے سبب انکو ہلاک کردیا۔

یہ فیصلہ کا دن تھا۔

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ (انفال ۵)	اور جو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن اتارا، جس دن دونون لشکر آمنے سامنے بھڑے۔

لہ یہ دونون واقعے صحیح بخاری و مسلم مین موجود ہین۔

اور یہ سب اس لیے ہوا کہ

لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ، (انفال) تاکہ خدا اس کام کو پورا کر دے جو پہلے مقرر کیا جا چکا تھا۔

نکتہ، بدر کے میدان میں جب تین سو بے سر و سامان مسلمان، ایک ہزار لوہے میں غرق فوج سے مقابل تھے، آنحضرت صلعم نے بھی اسی قسم کی دعا مانگی، جیسے حضرت نوح نے طوفان سے، اور حضرت موسیٰ نے غرق سے پہلے اپنی اپنی قوم کے لیے مانگی تھی، حضرت نوح نے کہا "خداوندا! اب زمین پر کوئی کافر بسنے والا نہ چھوڑ کہ جب تک وہ زندہ رہیں گے تیرے نام کی تقدیس نہ ہوگی اور نہ ان کی نسل سے کوئی تیرا نام لینے والا پیدا ہوگا" حضرت موسیٰ نے کہا "خداوندا! انکے دل سخت کر دے کہ جب تک عذاب نہ دیکھ لیں گے، ایمان نہ لائیں گے" لیکن اس موقع پر آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے جو فقرہ نکلا وہ یہ تھا کہ "خداوندا! اپنا وعدہ پورا کر، اگر یہ مٹھی بھر مسلمان تباہ ہو گئے تو پھر کوئی تیرا نام لینے والا نہ رہے گا"

حضرت نوح اور حضرت موسیٰ نے براہ راست اپنی اپنی قوم کی تباہی کی دعا مانگی، لیکن رحمت عالم نے اب بھی دعا مانگی تو صرف اہل توحید کی فتح و نصرت کی، دشمنوں کی تباہی و بربادی کی نہیں۔

حاکم نے مستدرک (جلد ۳ صفحہ ۲۱) میں بروایت صحیحہ نقل کیا ہے، کہ بدر کے قیدی جب گرفتار ہو کر آئے، اور آپ نے انکے متعلق صحابہ سے مشورہ طلب کیا، اور مختلف صاحبوں نے مختلف رائیں پیش کیں، تو آپ نے فرمایا "یہ کفار قریش اپنے انہیں بھائیوں کی طرح ہیں، جو ان سے پہلے تھے، (یعنی گزشتہ انبیا کی امتوں میں) نوح نے دعا کی کہ "خداوندا زمین پر ان کافروں میں سے کوئی آباد گھر والا باقی نہ رکھ" موسیٰ نے کہا "ہمارے پروردگار! ان کی دولت کو مٹا دے، اور ان کے دلوں کو سخت کر دے" ابراہیم نے فرمایا "جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے ہے۔ اور جس نے میری نافرمانی کی، تو خدا غفور و رحیم ہے" عیسیٰ نے کہا "الٰہی! اگر تو ان (نافرمانوں) پر عذاب بھیجے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو انکو معاف کرے تو تو غالب اور دانا ہے" اس کے بعد آنحضرت صلعم نے قریش کو خطاب کر کے فرمایا کہ "تم لوگ وہ قوم ہو جس میں فریب اور دغا سے قتل کر دینے کا رواج ہے، تو تم میں سے کوئی زر فدیہ یا اپنا سر دیئے بغیر لوٹ کر نہ جا سکے گا"

اس روایت سے ہمارے اصول مذکورہ کی حرف حرف تائید ہوتی ہے، یعنی یہ کہ:-

۱- بدر قریش کے لیے ویسا ہی عذاب ہلاکت کا دن تھا، جیسا گذشتہ قومون پر ہلاکت کے دن آیا کیے ہین-

۲- آنحضرت صلعم نے اِس موقع پر دو قسم کے انبیا کے نام اور انکی دعاؤن کا ذکر فرمایا، ایک وہ جنھون نے سخت گیری کا پہلو اختیار کیا، مثلاً حضرت نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ نے، دوسرے وہ جنھون نے نرمی کا اظہار کیا، مثلاً حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسےٰؑ نے، آنحضرت صلعم نے ان دونون مین سے بیچ کی راہ اختیار کی-

سحر اور معجزہ کا فرق اور ساحر اور پیغمبر مین امتیاز

گذشتہ صفحات مین انبیاء کے جو خصائص و امتیازات اور علامات و آثار بتائے گئے ہین، اُن سے خود سحر و معجزہ کا فرق، اور ساحر و پیغمبر کا امتیاز ظاہر ہوتا ہے، سحر و شعبدہ صرف دل لگی کے آنی تماشے ہوتے ہین، لیکن معجزات و آیات قومون اور جماعتون کے صلاح و فساد، تعمیر اور تخریب، ترقی اور تنزل کے اسباب و سامان ہوتے ہین، ساحر کا مقصد کسی غیر معمولی واقعہ کا صرف حیرت انگیز طریقہ سے اظہار ہوتا ہے تاکہ وہ دیکھنے والون کو تھوڑی دیر کے لیے متحیر کر دے، لیکن پیغمبر کا مقصد اپنے ان حیرت انگیز اعمال سے دنیا کی اصلاح، قومون کی دعوت، جماعتون کی تہذیب، اور دین الٰہی کی تقویت کے سوا کچھ اور نہین ہوتا، پیغمبر بشیر، نذیر، مزکّی، ہادی، سراج منیر اور شاہد عالم ہوتا ہے، ساحر ان تمام اوصاف سے خالی اور حیرت انگیز تماشاگری کے سوا کوئی اور ممتاز بات اس کے اندر نہین ہوتی-

قرآن مجید مین سحر کے متعلق جسقدر بیانات ہین، اُن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ سحر کی حقیقت کو تسلیم نہین کرتا، اور تخییل اور نظر بندی سے زیادہ اس کو وقعت نہین دیتا، ہاروت و ماروت کے قصہ مین سحر کے زور و قوت کا انتہا یہ بیان کیا ہے،

مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ	سحر کا وہ فن سیکھتے ہین جس سے خاوند اور اسکی بیوی مین تفریق کر دیتے
بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ	ہین اور کسی کو حکم الٰہی کے بغیر نقصان نہین پہنچا سکتے اور یہ وہ چیز سیکھتے
وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ (بقرہ)	ہین جو ان کو نقصان پہنچاتی ہے، اور نفع نہین پہنچاتی-

غرض سحر و جادو کوئی مؤثر حقیقی شے نہین، سورۂ طٰہٰ مین نہایت تصریح کے ساتھ یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ خیال سے زیادہ اسکی حقیقت نہین،

فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعٰى (طٰہٰ ۳) — پھر ناگاہ مصر کے جادوگروں کی رسیان اور لاٹھیان ان کے جادو کے اثر سے موسیٰ کے خیال مین معلوم ہونے لگین کہ وہ دوڑ رہی ہین،

حکم ہوا کہ موسیٰ تم بھی اپنا عصا سے اعجاز ڈالدو نتیجہ یہ ہوا کہ حق نے باطل پر فتح پائی ۔

قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلٰى ۝ وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ۝ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سٰحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتٰى ، (طٰہٰ ۳) — ہم نے کہا موسیٰ ڈرو نہین تم ہی سربلند رہوگے تمھارے داہنے ہاتھ مین جو ہے تم اس کو ڈالدو وہ انکی صنعت کاری کو نگل جائیگا، بیشک جادوگرون نے جو صنعت کی تھی وہ جادوگر کا فریب تھا اور جادوگر جدھر سے بھی آئے فلاح نہیں پاتا

ساحر اور نبی مین اللہ تعالیٰ نے جو فرق و امتیاز بتایا وہ یہی ہے کہ نبی فلاح پاتا ہے، اور جادوگر فلاح نہین پاتا، نبی کے تمام اعمال، مساعی، جد وجہد اور معجزات کا مرکز و محور فلاح اور خیر ہوتا ہے، اور جادوگر کا مقصد صرف فریب، دھوکا اور شر ہوتا ہے، دوسری جگہ ایک اور آیت مین اسی مفہوم کو دُہرایا گیا ہے، حضرت موسیٰ نے مصر کے جادوگرون سے کہتے ہین،

مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ۝ (یونس ۸) — جو تم لائے ہو وہ جادو ہے، اللہ اس کو باطل کر دیگا، بیشک اللہ شریرون کے کام کو نہین سنوارتا،

یعنی سحر و جادو ایک آنی تماشا ہوتا ہے اور اعجاز کا اثر دائمی ہوتا ہے، اور اس کے نتائج دنیا مین نہایت عظیم الشان ہوتے ہین، فرعون نے حضرت موسیٰ کے اعجاز کو دیکھکر کہا کہ یہ سب جادو کے کرشمے ہین، حضرت موسیٰ نے جواب دیا۔

أَسِحْرٌ هٰذَا ۝ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُونَ ، (یونس ۸) — کیا یہ جادو ہے، اور جادوگر نیوالے تو فلاح نہین پاتے،

غرض "فلاح" اور "عدم فلاح" سحر اور اعجاز کے درمیان سب سے بڑا فرق ہے ۔

کفار آنحضرت صلعم کی نسبت کہتے تھے کہ یہ شیطان کی قوت سے یہ کلام پیش کرتے ہین، اور اُن کے کلام کا سرچشمہ شیطان کی تعلیم ہے، خدا نے اس کے جواب مین کہا کہ اس حقیقت کا امتیاز کہ اس کا منبع اور سرچشمہ خیر ہے یا شر، اور یہ شیطان کی

قوت کا نتیجہ ہے یا ملکوتی طاقت اس کا مظہر ہے نہایت آسان ہے اور خود مدعی کی زندگی اور اس کے اخلاق و اعمال اس کے شاہد عدل ہیں، حضرت عیسیٰ کے قول کے مطابق کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے' ان دونوں قوتوں کے درمیان تفریق کچھ زیادہ مشکل نہیں، خدا نے کہا "ہم بتائیں شیطان کس پر اترتے ہیں"۔

عَلٰی کُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ یُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ (شعراء) — شیطان اترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر لا ڈالتے ہیں وہ سنی بات اور بہت ان میں جھوٹے ہیں۔

یعنی نبی اور متنبی کا فرق خود اس کی اخلاقی زندگی ہے' علاوہ ازیں افترا پرداز اور شریر کے کام کو مستقل اور دائمی زندگی عطا نہیں ہوتی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (نحل) — جو لوگ کہ خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں، وہ فلاح نہیں پاتے، چند روزہ کامیابی اور ہمیشہ کا دردناک عذاب۔

معجزات اور نشانات سے کن لوگوں کو ہدایت ملتی ہے

معجزات، دلائل، آیات اور آثار سے ہدایت کن لوگوں کو عطا ہوتی ہے؟ قرآن مجید نے اُن کے اوصاف و شرائط بیان کیے ہیں۔

(۱) سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اس کو خدا پر ایمان ہو، اگر اس کو سرے سے خدا پر ایمان نہیں' تو اس کو معجزہ سے ہدایت نہیں مل سکتی، اس کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ پہلے کائنات کے اسرار و عجائب کو دیکھ کر ایک قادر مطلق ہستی کے وجود پر یقین کرے، اس کے بعد معجزات اور نشانیوں کے ذریعہ سے اس کو نبوت کے باب میں ہدایت نصیب ہوگی۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ (یونس) — کہہ اے پیغمبر! کہ غور سے دیکھو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں' اور کچھ کام نہیں آتیں نشانیاں اور ڈراوے ان لوگوں کے جو ایمان نہیں رکھتے۔

(۲) دوسری چیز جو آیات اور نشانیوں سے عبرت پذیر نہیں ہونے دیتی وہ خودی اور تکبر ہے، معاندین چونکہ عموماً دولتمند رؤسا اور مدعیان عقل و خرد ہوتے ہیں اس لیے ان کا جذبۂ انانیت اور ترفع ان کو داعیان حق کے علم کے

نیچے کھڑے ہونے سے باز رکھتا ہے، اس بنا پر آیات اور نشانیون سے ہدایت پانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس جذبہ سے پاک ہون، معاندین نے ہمیشہ انبیا کو کہا "بَشَرٌ مِّثْلُنَا نَتَّبِعُہٗ" یہ پیغمبر تو ہماری طرح ایک آدمی ہے، کیا ہم اسکی پیروی قبول کرلین" مصر کے بادشاہ اور سردارون نے اسی جذبہ کی بنا پر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی دعوت کے قبول کرنے سے انکار کیا، اوران کو گوناگون معجزات، دیکھنے کے بعد بھی ہدایت نہین ملی۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ فَقَالُوْا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ، (مومنون ۳)	پھر ہم نے موسیٰ اور اوس کے بھائی ہارون کو نشانیان اور کھلی قوت دیکر فرعون اوراس کے سردارون کے پاس بھیجا تو انھون نے غرور کیا اور وہ مغرور لوگ تھے، تو انھون نے کہا کیا ہم اپنی ہی طرح کے آدمیون پر ایمان لائین درانحالیکہ انکی قوم ہماری رعایا ہے،

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید مین ایسے منکرون اور خود پسندون کی نسبت اپنا یہ فیصلہ سنا دیا۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ، (اعراف ۱۷)	ہم ان لوگون کو اپنی نشانیون کے سمجھنے سے پھیر دینگے، جو زمین مین ناحق تکبر کرتے ہین، اور اگر وہ تمام نشانیون کو دیکھ بھی چکین تب بھی ایمان نہ لائینگے،

قریش کے معاندین جو اپنی قوم کے رؤسا، اکابر اور اہل دولت تھے، وہ بھی اِن نشانیون سے اِسی لیے ہدایت نہ پاسکے کہ ان کو ایک غریب و مفلس اور بے یار و مددگار انسان کی پیروی گوارا نہ تھی، وہ کہتے تھے کہ اگر نبوت ہوتی بھی تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی کو ملتی۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ، (زخرف ۳)	اور انھون نے کہا کہ یہ قرآن طائف اور مکہ کے کسی بڑے آدمی پر کیون نہین اُترا۔

سب سے آخری چیز جو آیات اور نشانیون سے ہدایت پانے کی صلاحیت اور استعداد پیدا کرتی ہے، وہ دل کا قبول حق کی طرف میلان ہے، بڑے سے بڑے خوارق اور عجیب سے عجیب معجزات ان لوگون کے نزدیک

سحر و جادو سے زیادہ وقعت نہین رکھتے، جنکے دل انابت اور رجوع الی الحق کی استعداد سے خالی ہین۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن	اور کافر کہتے ہین کہ اس پر اس کے خدا کی طرف سے کوئی نشانی کیون
رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي	نہین اتری، کہدے کہ خدا جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور اسی کو اپنی
إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ (رعد ۴)	طرف راہ دکھاتا ہے جو خدا کی طرف اپنے کو رجوع کرتا ہے۔

اگر قبولیت اور اصلاح کی یہ استعداد نہو تو بڑا سا بڑا معجزہ بھی باطل پرستی سے زیادہ نہین، اور یہی وہ لوگ ہین جن کے دلون پر گمرہی اور شقاوت کی مُہر لگی ہوئی ہے، مشرک جو کسی مذہب حق کو نہین مانتے اور علم سے بے بہرہ ہین اُن کا یہی حال ہے۔

وَلَئِن جِئْتَهُم بِآيَةٍ لَّيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنتُمْ	اور (اے پیغمبر) اگر تو ان کے پاس کوئی نشانی لائے تو وہ جو منکر ہین کہین گے
إِلَّا مُبْطِلُونَ ۝ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ	کہ تم فریبی ہو، اسی طرح اللہ ان لوگون کے دلون پر مہر کر دیتا ہے
لَا يَعْلَمُونَ (روم ۶)	جو علم نہین رکھتے۔

اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ پیغمبر اسلام کی صداقت کے طالب ثبوت مین یہ کہتے ہین کہ اُسوقت تک ہم اُن کو پیغمبر برحق تسلیم نہ کرین گے جب تک اسی قسم کے معجزے وہ نہ دکھائین جیسے اُن پیغمبرون نے لوگون کو دکھائے تھے، قرآن کہتا ہے کہ فرض کرو کہ صرف اُنھین جیسے معجزون سے پیغمبری کی سچائی تسلیم کیجا سکتی ہے تو اُن پیغمبرون نے تو وہی معجزے دکھائے تھے، پھر اُن کو دیکھکر اُن کے زمانہ کے کل منکرین کیون ایمان نہ لائے۔ اور آخر تک وہ اُن کو جادوگر ہی کیون سمجھتے رہے۔

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ	تو جب ہماری طرف سے سچائی اُن کے پاس آئی تو انھون نے کہا کیون نہین دیکھو کو
مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ	ویسی ہی چیز دیگئی جیسی موسیٰ کو دیگئی تھی، کیا موسیٰ کو جو چیز دیگئی تھی اُسکا انکار
مِن قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا	منکرین پہلے نہین کر چکے، انھون نے کہا کہ یہ جادوگر ہین جو باہم ایک دوسرے
إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ (قصص ۵)	کے مددگار ہین، اور انھون نے کہا ہم سب کا انکار کرتے ہین

صداقت کی نشانی صرف ہدایت ہے

قرآن مجید نے اس کے بعد ہی کہا کہ صداقت کی نشانی صرف ہدایت اور رہنمائی ہے، کہ مدعی جو پیغام اور جو احکام پیش کرتا ہے، وہ انسانوں کو فلاح، نجات اور رُشد کی طرف لے جاتے ہیں، اور جو ان سے انکار کرتے ہیں وہ ظالم اور خودسر ہیں اُن کو ہدایت کی سعادت نہیں ملتی۔

قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ ۝ ‥ ‥

(قصص)

کہدے (اے پیغمبر!) کہ اگر توراۃ اور قرآن دونوں کتابیں جھوٹی ہیں اور تم سچے ہو تو ہدایت میں ان سے بڑھکر کوئی کتاب الٰہی لاؤ، تو میں اُسکی پیروی کروں، تو اگر وہ تمہارے اعلان کے مطابق نہ کر دکھائیں تو جان لے کہ یہ صرف اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اس سے بڑھکر گمراہ کون ہے جو ہدایت الٰہی کو چھوڑکر اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کرتا ہے۔ اللہ خودسر لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔
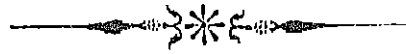
آیات و دلائل نبوی
کی
تفصیل

"معجزہ" کے ہر پہلو پر کلی حیثیت سے بحث کرنے کے بعد اب موقع آیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے تمام مافوق فہم بشری سوانح و واقعات کی تفصیل کی جائے، یہ سوانح و واقعات دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو حقیقت میں لوازم نبوت ہیں، اور کم و بیش ہر پیغمبر کو وہ ایک ہی طرح پیش آئے ہیں، ہمنے اُن کا نام خصائص النبوۃ رکھا ہے، دوسری قسم میں وہ جزئی واقعات داخل ہیں، جو ہر پیغمبر سے اُس کے حالاتِ زمانہ کے مطابق مختلف صورتوں میں صادر ہوئے ہیں اور جن کو اصطلاحِ عام میں معجزات کہتے ہیں۔

ہم نے ان معجزات کو اُن کے استناد اور ماخذ کی حیثیت سے تین مختلف ابواب میں منقسم کر دیا ہے، پہلے میں وہ معجزانہ واقعات ہیں جو بنصِ صریح یا اشارۃً قرآن مجید میں مذکور ہیں، دوسرا باب اُن معجزات کا قرار دیا ہے جو صحیح اور مستند روایات سے ثابت ہیں، اور تیسرے باب میں اُن معجزات پر بحث کی ہے جنکو گو بعض محدثین اور ارباب سِیَر نے اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے، مگر محدثانہ اصول کی بنا پر وہ تمامتر کمزور اور غیر مستند ہیں، اس کے بعد کتب سابقہ کی وہ پیشینگوئیاں درج ہیں جو آنحضرت صلعم کی آمد کے متعلق اُن کتابوں میں پائی جاتی ہیں، اور سب سے آخر میں خصائص محمدی کا باب ہے، اس تفصیل کے مطابق آیندہ اوراق کی ترتیب حسب ذیل صورت ہوگی۔

۱۔ خصائص النبوۃ۔

۲۔ وہ آیات و دلائل جنکا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

۳۔ صحیح اور مستند روایتوں سے جو آیات و دلائل ثابت ہیں۔

۴۔ غیر مستند روایتیں اور اُن پر تنقید،

۵۔ کتب سابقہ کی بشارتیں۔ ۶۔ خصائص محمدی۔

خصائص النبوۃ

دنیامین ہرجنس، اور ہر نوع کی کچھ نہ کچھ خصوصیات ہوتی ہین جنکے سبب سے وہ اپنے غیر سے ممتاز ہوتی ہے، وہ خصوصیات ایسی ہوتی ہین جن سے اُس جنس اور نوع کی کوئی فرد خالی نہین ہوتی، اِسی طرح **نبوّت** کی بھی کچھ نہ کچھ خصوصیتین ہین، جو اُس کے لیے بمنزلہ لوازم حقیقت کے ہین، چنانچہ دنیامین جس قدر پیغمبر کسی نہ کسی قوم، اور کسی نہ کسی زمانہ مین آئے ہین، وہ اُن خصوصیات سے ہمیشہ ممتاز ہوئے ہین، مثلاً یہ کہ خدا نے کسی نہ کسی طرح اُنکو اپنے کلام وارشاد سے مفتخر، اور اپنے احکام سے مطلع فرمایا ہے، اُن کے ادراک واحساس کی قوتون کو اس قدر بلند کیا کہ عام انسانون کو جو چیزین نظر نہین آتین اُس کو نظر آئی ہین، عامۂ بشر جن آوازون کو نہین سُن سکتے وہ اُنکو سنائی دی ہین، ملائکۂ الٰہی خدا کے قاصد بنکر اُن کے پاس آئے ہین، صداقت کے لحاظ سے اُن کے خواب اور بیداری کا ایک ہی عالم رہا ہے، کیونکہ گو اُنکی آنکھین سوتی ہین[1] لیکن اُن کے دل نہین سوتے، اور اُنکو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیون مین سے کوئی نہ کوئی نشانی بھی عطا فرمائی ہے[2]۔

آنحضرت صلعم چونکہ افضل الرسل اور خاتم النبیین تھے، اِس لیے ان خصوصیات مین سے ہر خصوصیت کا وافر حصّہ آپ کو عنایت ہوا تھا، اِسی لیے مکالمۂ الٰہی، نزولِ ملئکہ، مشاہدۂ خواب وبیداری، وغیرہ خصائص نبوت کے واقعات آپ کی سیرت مین دوسرے انبیاء علیہم السّلام کی سیرتون سے بیشتر اور کامل تر نظر آتے ہین، چنانچہ قرآن مجید مین اُنکے اشارات اور احادیث صحیحہ مین اُنکی تفصیلات مذکور ہین، مختلف انبیاء مین ان خصائص کا کم وبیش ہونا بھی خود قرآن مجید کا فیصلہ ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ	ان پیغمبرون مین سے بعض کو بعض پر ہمنے فضیلت بخشی ہے ان مین سے
وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ	بعض سے خدا نے باتین کین، بعضون کے رتبے بلند کیے۔ اور مریم کے بیٹے عیسٰی کو
وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ، (البقرۃ ۳۳)	ہمنے کھلی نشانیان دین اور روح القدس کے ذریعہ سے اسکی تائید کی۔

[1] صحیح بخاری کتاب الانبیاء، باب الاسراء۔ [2] صحیح بخاری، باب الاعتصام۔

دیکھو کہ مکالمۂ الہٰی، رفع درجات، عطائے نشان، تائید بروح القدس، یہ چارون باتین ایسی ہین جن سے خدا کا کوئی فرستادہ محروم نہ تھا، تاہم چونکہ ان مین سے ہر چیز تمام پیغمبرون مین یکسان نہ تھی، بلکہ بعض کو ان مین سے کسی چیز کا حصۂ وافر دیا گیا تھا، اور بعض کو کوئی دوسری چیز زیادہ ملی تھی، اس لیے ہر پیغمبر کی طرف اُس خاص چیز کی نسبت مخصوص طور سے کی گئی ہے جسکا اُن کی قسمت مین بڑا حصہ آیا تھا، اِس سے یہ مقصود نہین کہ نبوت کے ان خصائص سے کوئی پیغمبر محروم بھی تھا۔

اِن خصائص مین سے اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ زور وحی اور نزولِ ملائکہ پر دیا ہے، ہر جگہ رسول اور نبی کی گویا تعریف ہی یہی کی ہے کہ ایک ایسا انسان جسکو خدا نے اپنی پیغمبری کے لیے منتخب کیا ہو، اور اُس پر اپنی وحی نازل کی ہو، چنانچہ سورۂ نحل اور نیز سورۂ انبیاء مین تمام پیغمبرون کا مشترک وصف یہ بتایا ہے،

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ (یوسف ۱۲) — اور ہم نے اپنا قاصد بنا کر تم سے پہلے کسی پیغمبر کو نہین بھیجا، لیکن وہ وہ انسان تھے جنکی طرف ہم نے اپنی وحی بھیجی،

نزولِ ملائکہ کی نسبت بھی خدا نے یہ فرمایا کہ وہ اپنے بندون مین سے جس پر چاہتا ہے فرشتون کو اس لیے اُتارتا ہے تاکہ وہ اُسکی بات کو اُن تک پہنچا دین۔

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (نحل ۱) — خدا اپنی بات کی روح دیکر اپنے بندون مین سے جس پر چاہتا ہی فرشتون کو نازل کرتا ہے۔

اسکے علاوہ رویت و مشاہدۂ غیب اور سیرِ ملکوت کے احوال و مشاہدکا بھی کثر انبیا علیہم السلام کے سوانح زندگی مین اُن کے درجون اور رتبون کے مطابق پیش آنا اَسفار و کتبِ الہٰی سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ آیندہ اوراق کے مطالعہ سے ناظرین پر روشن ہوگا۔

مکالمۂ الٰہی

مَاکَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْمِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ (شوریٰ)

پیغمبرون کی خصوصیات مین سے سب سے بڑی خصوصیت مکالمۂ الٰہی ہے، قرآن مجید مین بار بار پیغمبرون کے ساتھ مخاطبۂ ربانی اور مکالمۂ الٰہی کی تصریح ہے، اور مجموعۂ توراۃ مین ہر پیغمبر کے متعلق اسکی شہادتین موجود ہین۔ خدا انبیاء سے کیونکر کلام کرتا ہے؟ قرآن مجید کی ایک آیت مین اسکی حسب ذیل تصریح ہے۔

وَمَاکَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْمِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ، اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَاءُ اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ، (شوریٰ ۵)	کسی بشر کی یہ تاب نہین کہ خدا اس سے دوبدو کلام کرے۔ لیکن وحی کے ذریعہ سے یا پردہ کی آڑ سے یا یہ کہ وہ کسی قاصد کو بھیجے، جو اسکے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے آدمی کو پہنچا دیتا ہے۔

اِس آیت مین مکالمۂ الٰہی کی تین صورتین بیان ہوئی ہین، کلام بالوحی، کلام پس پردہ، اور کلام بذریعۂ قاصد و فرشتہ، اِن ہرسہ اقسام مین سے ہر پیغمبر کو کسی نہ کسی طریقۂ کلام سے مشرف کیا گیا ہے، بعض پیغمبرون کو خصوصیت کے ساتھ کلام پسِ پردہ کے شرف سے ممتاز کیا گیا ہے، اسی لیے اُن کے فضائل مین تکلّم الٰہی کی فضیلت کو مستقل حیثیت دیگئی ہی مثلاً حضرت موسیٰ کہ انکی شان مین

وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا، (نساء) اور خدا نے موسیٰ سے باتین کین۔

کی تصریح ہی، انکو وادی سینا کے ایک درخت سے خدا کی آواز سنائی دی، سورۂ بقرہ مین اس خاص طریقۂ کلام کے دائرہ کو اور بھی وسعت دیگئی ہی، چنانچہ پیغمبرون کے وصف مین خدا نے فرمایا، مِنْھُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ، (بقرہ) ان پیغمبرون مین سے بعض سے خدا نے باتین کین۔ اس آیت کریمہ مین یہ تصریح نہین کہ کن پیغمبرون کو خدا تعالیٰ نے اس مخصوص طریقۂ کلام سے مشرف کیا، اسلیے اِس شرف خاص مین حضرت موسیٰ کے ساتھ دوسرے انبیا بھی شریک ہو سکتے ہین، آنحضرت صلعم کو مکالمۂ الٰہی کے تینون مذکورۂ بالا طریقون سے خدا کی ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا ہی بلکہ واقعۂ معراج مین وہ مرتبہ بھی پیش آیا ہی، جہان حبیب و محبوب کے درمیان قاصد و پیامبر سرے سے بیگانہ تھے، جہان زمان و مکان اور جلوۂ ذنگاہ کی شرکت بھی مخلّ تنہائی تھی جہان نہ کوہِ سینا تھا، نہ برقِ طور، دشتِ ایمن تھا نہ نخل وادی، صوت سرمدی سامعہ نواز تھی، اور حقیقتِ محمدی گوش سامع، فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی (نجم) پھر اسنے اپنے بندہ سے چپ چاپ باتین کین، جو باتین کین۔

وحی

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى (نجم)

گو مکالمۂ الٰہی کی متعدد صورتین ہین جن مین سے ایک وحی بھی ہے لیکن اسلام کے محاورہ مین وحی کا مفہوم اس قدر وسیع کر دیا گیا ہے کہ مکالمۂ الٰہی کی تمام صورتین اس کے تحت مین داخل ہوگئی ہین، وحی کے معنی لغت مین حسب ذیل ہین۔

الوحی، الاشارة والکتابة والرسالة والالهام	وحی کے معنی اشارہ کرنا، لکھنا، پیغام دینا، دل مین ڈالنا
والکلام الخفی وکل ما القیته الی غیرک (لسان العرب)	چھپا کر بولنا، اور جو کچھ تم دوسرے کے خیال مین ڈالو

لکھنا، عجاج کا شعر ہے۔

حتی نحاهم جدنا والناحی | لقدر کان وحاه الواحی

خط اور کتابت، لبید کہتے ہین،

فمدافع الریان عری رسمها | خلقا کما ضمن الوحی سلامها

حکم دینا، عجاج کہتا ہے،

وحی لها القرار فاستقرت | وشدها بالراسیات الثبت

چھپا کر بات کرنا، ابو ذویب کا شعر ہے،

فقال لها وقد اوحت الیه | الا لله امك ما تعیف

اشارہ کرنا، یوحی الیه بانقاض ونقنقة

آواز، ابو زبید، سوی تجرالجرس یوحی الجیم

لیکن اہل لغت کہتے ہین کہ اس لفظ کے معنی "دوسرون سے چھپا کر کسی سے چپکے چپکے بات کرنے کے ہین"

کسائی عرب کا محاورہ بتاتا ہے کہ وحیت الیہ بالکلام واوحیتہ الیہ ھو ان تکلمہ بکلام تخفیہ من غیرہ یعنی "کسی سے اسطرح باتین کرو کہ اس کو دوسرون سے چھپاؤ" ابواسحاق لغوی کہتا ہے واصل الوحی فی اللغۃ کلھا اعلام فی خفاء وحی کا اصل مفہوم اس کے تمام معنون مین "چھپا کر اطلاع دینے کے ہین"

قرآن مجید مین یہ لفظ اپنے اصل مفہوم کے اندر تین معنون مین آیا ہے،

۱۔ فطری حکم،

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ (نحل) تیرے پروردگار نے شہد کی مکھیون کو "وحی کیا"

بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا (زلزال) تیرے پروردگار نے "زمین کو" وحی کیا"

عجاج کے اس شعر مین بھی یہی معنی ہین،

وحی لها القرار فاستقرت ٭ وشدها بالراسیات الثبت

خدا نے زمین کو ساکن رہنے کی "وحی" کی تو وہ ساکن ہو اور اسکو مضبوط پہاڑون سے باندھ دیا ہے

۲۔ دل مین بات ڈالدینا،

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ (مائدہ) مین نے حواریون کو "وحی کیا" کہ مجھپر اور میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ،

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ (قصص) اور ہمنے موسیٰ کی ماں کو "وحی کیا" کہ اسکو بچہ کو دودھ پلاؤ،

۳۔ چپکے بات کرنا،

یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ (انعام) یہ ایک دوسرے کو چکنی چپڑی بات "وحی کرتے ہین"

وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِهِمْ (انعام) اور یہ شیطان لوگ اپنے دوستون کو "وحی کرتے ہین"

وحی کے ان متفرق معنون مین ایک مفہوم مشترک ہے" اور وہ یہ ہے کہ "منھ سے لفظ نکالے بغیر ایک شخص کا دوسرے شخص کو اپنا مفہوم سمجھا دینا" یا "اگر الفاظ ہون تو وہ اس قدر پوشیدہ ادا ہون کہ دوسرے اُس کو نہ سن سکین" اس لیے اشارہ کرنا، لکھنا، دل مین ڈالدینا، حکم فطری، خط اور کتابت، اور جانورون کا اپنے حرکات سے اپنا مطلب ظاہر کرنا،

اس کے معنون مین داخل ہین، بہرحال اِس تفصیل سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ وحی کا لفظ جس مذہبی معنی مین مستعمل ہی، وہ درحقیقت لغوی معنی کے بہت قریب ہے، چنانچہ خود شعرائے جاہلیت نے اس کو اسی معنی مین استعمال کیا ہی،

آنحضرت صلعم کے مکالمۂ الٰہی اور وحی کا آغاز رویا اور خواب سے ہوا، صحیح بخاری[1] مین حضرت عائشہ سے مروی ہی،

اول ما بُدئ به رسول الله صلعم من الوحی	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وحی کا آغاز اچھے خواب سے
الرؤیا الصالحة فی النوم فکان لا یری رؤیا	ہوا۔ آپ جو خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر
الا جاءت مثل فلق الصبح،	ہوتا تھا،

صحیح بخاری کے پہلے ہی باب مین حدیث ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ آپ پر وحی کیونکر آتی ہے؟ آپ نے فرمایا،

احیانا یاتینی مثل صلصلة الجرس وهو	کبھی گھنٹی کی آواز کیطرح میرے پاس آتی ہی اور یہ مجھپر زیادہ سخت ہوتی ہی،
اشدّ علی فیفصم عنی وقد وعیت عنه	اور پھر یہ حالت دور ہوجاتی ہی اور جو کچھ وہ کہتا ہی مین اسکو محفوظ کرلیتا ہون،
ما قال، واحیانا یتمثل لی الملك رجلا	اور کبھی وہ فرشتہ (جبرئیل) میرے لیے انسان کی شکل مین نمودار ہوتا ہی اور وہ
فیکلمنی فاعی ما یقول،	مجھسے باتین کرتا ہی اور جو وہ کہتا ہی اسکو مین محفوظ کرلیتا ہون

صلصلة الجرس، یعنی "گھنٹہ کی آواز کی طرح آواز کا آنا" اسکی تشریح متکلمین اور ارباب باطن نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق کی ہے لیکن ہم اس کا صاف اور صریح مطلب وہ سمجھتے ہین جو عوام ہاتف غیب یا منادی غیب کے لفظ سے سمجھتے ہین، یعنی یہ کہ آواز سنائی دے لیکن کوئی صورت نظر نہ آئے، بانگ جرس کے ساتھ اسکی تشبیہ محض اس بات مین ہے کہ جس طرح دور سے جرس کی آواز سنائی دیتی ہے اور اس کے متعینہ اشارون سے انسان کچھ سمجھ جاتا ہے حالانکہ جرس یا اس کے بجانے والے کی شکل آنکھون سے اوجھل یا بہت دور ہوتی ہی اسی طرح پیغمبر کبھی دور سے منادی غیب کی آواز سنتا ہی لیکن کوئی مجسّم شکل اُس کے سامنے نہین ہوتی، اسی کے بالمقابل آپ نے وحی کی دوسری

[1] باب بدء الوحی، کتاب التعبیر۔

صورت یہ بیان فرمائی کہ بولنے والا فرشتہ مجسم ہوکر سامنے آتا ہے اور وہ باتین کرتا ہی،

حدیثون مین طریقۂ وحی کی اور صورت بھی آئی ہے آپ نے ارشاد فرمایا،

ان روح القدس نفث فی روعی — روح القدس نے میرے دل مین پھونکا۔

اورکہین یہ صیغۂ مجہول کے ساتھ آیا ہے،

نفث فی روعی، — میرے دل مین یہ پھونکا گیا۔

حافظ ابن قیم نے انھین حدیثون کو پیش نظر رکھکر وحی کی حسب ذیل قسمین قرار دی ہین،

۱۔ رویائے صادقہ ۔۔۔۔۔۔ سچ خواب دیکھنا،

۲۔ نفث فی الروع یا القاء فی القلب ۔ دل مین پھونکنا، یا دل مین ڈالنا،

۳۔ صلصلۃ الجرس ۔۔۔۔۔۔۔ گھنٹہ کی طرح آواز آنا،

۴۔ تمثل ۔۔۔۔۔۔۔ فرشتہ کا کسی شکل مین متشکل ہوکر نظر آنا۔

۵۔ فرشتہ کا اپنی اصلی صورت مین نمودار ہونا۔

۶۔ وہ طریق مکالمہ جو معراج مین پیش آیا۔

۷۔ بلا واسطہ مکالمہ۔

صحیح بخاری، بدء الوحی مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تیسری صورت مجھپر بہت سخت ہوتی ہی، اور پھر وہ شدت جاتی رہتی ہے، آپ پر وحی آتی تھی تو آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی تھی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ" وحی اُترنے کی حالت مین مین نے آپکو دیکھا کہ جب یہ کیفیت ختم ہوجاتی تھی تو سخت سردی کے دنون مین بھی جبین مبارک عرق آلود ہوجاتی تھی"[1] ایک اور موقع پر حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہین کہ" وحی کی حالت مین آپ پر شدت کی جو کیفیت طاری ہوتی تھی وہ ہوئی" اور وحی کے بوجھ سے جاڑون مین آپ کی پیشانی سے موتیون کی طرح پسینے کے قطرے

---

[1] بخاری بدء الوحی۔

ڈھلکنے لگے"، صحابہ کا بیان ہے کہ اس حالت میں جسم مبارک بہت بھاری ہو جاتا تھا، سواری کے اونٹ بیٹھ بیٹھ جاتے تھے[۱]،

حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ پر وحی آئی اور میرا پاؤں زانوئے مبارک کے نیچے دبا تھا، مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ میرا پاؤں بوجھ سے ٹوٹ جائے گا"[۲]، یعلی بن امیہ ایک صحابی تھے، انکو بڑا شوق تھا کہ ایک دفعہ نزول وحی کے عالم میں وہ آپ کی زیارت کرتے، اتفاق سے حج کے سفر میں انکو یہ سعادت نصیب ہوگئی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا ہے اور آپ خراٹے لے رہے ہیں، تھوڑی دیر میں یہ حالت رفع ہو گئی[۳]،

عبادۃ بن صامت کہتے ہیں کہ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو بیچینی ہوتی، چہرہ کا رنگ بدل جاتا آپ سر جھکا لیتے، صحابہ جو آپ کے ساتھ بیٹھے ہوتے وہ بھی سر نیچے کر لیتے، وحی کے بعد آپ سر اُٹھاتے[۴]،

فرشتہ کی زبانی سب سے پہلی وحی غار حرا میں آئی اُس وقت عمر شریف چالیس برس کی تھی، اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ہ کی ابتدائی آیتیں اِس کتب کا اولین درس تھا، اس کے بعد کچھ دنوں تک وحی کا سلسلہ رکا رہا آپکو سخت صدمہ ہوا، ابن اسحاق کی روایت ہے کہ اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ، (والضحٰی) قسم ہے دن کی جبکہ وہ پوری روشنی پر ہو، اور قسم ہے رات کی جبکہ وہ سنسان ہو جائے کہ تیرے پروردگار نے تجھکو چھوڑا ہے اور نہ تجھسے اُسنے اپنی محبت اُٹھالی

لیکن صحیح بخاری تفسیر سورۂ والضحٰی اور باب کیف نزل الوحی میں ہے کہ اس سورہ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ بیمار تھے، چند روز راتوں کو اُٹھکر عبادتِ الٰہی میں مصروف نہ ہو سکے تو ایک ہمسایہ عورت نے طعن سے کہا کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (نعوذ باللہ) تیرے شیطان نے تجھکو چھوڑ دیا، کیونکہ دو تین روز سے تیرے پاس نہیں آیا ہے" اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی، اسی موقع پر دوسری روایت ہے کہ اس عورت نے کہا میں دیکھتی ہوں کہ تمہارے رفیق نے تم سے ملنے میں تاخیر کی ہے" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورہ اس کے بعد کسی اور زمانہ میں نازل ہوا ہے۔

---

[۱] بخاری واقعۂ افک، [۲] مسند ابن حنبل بسند عائشہؓ و مستدرک حاکم تفسیر سورۂ مزمل۔

[۳] صحیح بخاری و جامع ترمذی تفسیر سورۂ نساء۔ [۴] صحیح بخاری کتاب الحج (باب کیف نزل الوحی)

[۵] صحیح مسلم باب عرق النبی صلعم۔

تمام محدثینؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ فترۃ الوحی یعنی سلسلۂ وحی کے رُک جانے (فترہ) کے بعد سب سے پہلے سورۂ مدثر کی آیتیں نازل ہوئیں، آپ حرا سے واپس آرہے تھے کہ راہ میں ایک آواز سنائی دی، آپ نے اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا کچھ نظر نہ آیا، اوپر دیکھا تو وہی فرشتہ نظر آیا، آپ حضرت خدیجہ کے پاس آئے تو کہا، مجھے کمل اوڑھاؤ، اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو، اسی حالت میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ‏ (سورۂ مدثر) ‏ اے گلیم پوش! اُٹھ اور لوگوں کو خدا سے ڈرا، اپنے رب کی کبریائی بیان کر

اس کے بعد مسلسل وحی نازل ہونا شروع ہوگئی، اور اس کا تار اس وقت تک نہ ٹوٹا جب تک حیاتِ طیبہ کا ظاہری سلسلہ منقطع نہ ہوگیا، یعنی چالیس برس کے سن سے لیکر تریسٹھ سال کے سن تک کل ۲۳ برس نزول وحی کے ہیں، حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کے آخر عمر میں وحی کی کثرت ہوگئی تھی، محدثین نے اسکی وجہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ مسلمانوں کی کثرت ہوگئی تھی، اطراف ملک سے وفود کا سلسلہ جاری ہوگیا تھا، احکام اور لوگوں کے استفسارات بڑھ گئے تھے، اس لیے مخاطبۂ الٰہی کی ترقی بھی اس کے ساتھ ضروری تھی،

صحابۂ کرام وفات نبوی کے بعد جب اُن ایّامِ سعادت کو یاد کرتے تھے، جب مدینہ کی گلیاں روح الامین کا گذرگاہ اور مدینہ کے در و دیوار وحی کے مطلع انوار تھے تو انکی آنکھیں اشک آلود ہوجاتی تھیں، آنحضرت صلعم کا معمول تھا کہ جمعہ کی نماز کے بعد ایک بوڑھی صحابیہ تھیں انکی ملاقات کو تشریف لے جاتے تھے، آپکی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ ان کے گھر تشریف لے گئے، دیکھا کہ انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، سبب دریافت کیا تو کہا آہ! کہ آنحضرت صلعم وفات پاگئے، اور وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، یہ سنکر ان صاحبوں کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوگئے،

ل اس کے برخلاف صرف حضرت جابر کی حدیث ہے (بخاری باب بدء الوحی و باب کیف نزل الوحی) کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کر سب سے پہلی وحی میں سورۂ مدثر کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ مگر اجماع عام یہ ہے کہ یہ حضرت جابر کا وہم ہے۔ وہ آیتیں فترۂ وحی کے بعد سب سے پہلے اتریں۔ ؎ صحیح بخاری باب بدء الوحی و تفسیر سورۂ مدثر، ؎ صحیح بخاری باب کیف نزل الوحی ؎ صحیح مسلم فضائل حضرت ام ایمنؓ،

قرآن مجید نے وحی کی حقیقت کو اس قدر بلند کیا ہے کہ وہ نبوت کا مرادف ہوگئی ہو، دنیا کے دوسرے مذاہب مین نبوت کی حقیقت یا تو سرا سر مفقود رہی اور یا یہ کہ اس کو انسانیت و بشریت کے پرتو سے اس قدر منزہ سمجھا ہے کہ اس کو الوہیت کا ہمرتبہ قرار دیدیا ہے، لیکن قرآن مجید نے آنحضرت صلعم کو کئی دفعہ اس اعلان کی تاکید کی ہو کہ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (کہف و فصلت) کہدو کہ مین تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہون، فرق یہ ہو کہ میرے پاس وحی بھیجی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہو،

آنحضرت صلعم جو کچھ خدا کی طرف سے لوگون کو سناتے تھے، وہ چیز آپ کے نفس و ارادہ سے نہین اُٹھتی تھی، بلکہ خدا کی طرف سے اُن کے اندر آتی تھی،

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (نجم) وہ خواہش نفس سے نہین بولتا، بلکہ وہ تو وحی ہو جو اسکو بھیجی جاتی ہو،

البتہ اس کا مورد اور مہبط آپ کا پاک و منزہ قلب تھا،۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (بقرہ) اُسی نے اسکو تمہارے قلب پر خدا کے حکم سے اتارا ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ (شعراء) روح الامین نے اسکو تیرے قلب پر اُتارا ہے،

اور یہی مجموعۂ وحی آپکی نبوّت کا بڑا معجزہ ہو، ارشاد ہوا کہ "دنیا مین کوئی پیغمبر نہین آیا لیکن اسکو ایسی چیز دی گئی جسکو دیکھکر لوگ اوس پر ایمان لائے، لیکن مجھے جو چیز دی گئی وہ وحی ہے جو مجھپر اُتاری گئی"[1]،

سرمایۂ وحی کی جو دولت اسلام کو ہاتھ آئی وہ قرآن کی صورت مین مسلمانون کے سینون اور سفینون مین اب تک محفوظ ہو، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ گنج گرانمایہ احادیث صحیحہ کے اوراق مین مخزون ہے، حدیث مین ہو کہ آپ نے فرمایا کہ "مجھے قرآن عطا کیا گیا، اور اتنا ہی اَور" یعنی وہ احکام و مواعظ جنکو جان نثارون نے حرز جان بنا کر رکھا اور دوسرون کو سپرد کیا، یعلی بن اُمیّہ صحابی حجۃ الوداع کے زمانہ کا واقعہ بیان کرتے ہین کہ جعرانہ مین آپ تھے کہ ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپ اُس شخص کے بارے مین کیا حکم دیتے ہین جسنے کپڑے مین خوشبو مل لینے کے بعد احرام

۱؎ صحیح بخاری باب کیف نزل الوحی، و صحیح مسلم کتاب الایمان ۔ ۲؎ صحیح بخاری باب کیف نزل الوحی،

کی نیت کی، آنحضرت صلعم نے کسی قدر انتظار کیا، آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی، جب وہ کیفیت زائل ہوئی تو آپنے دریافت کیا کہ وہ آدمی کہان گیا، لوگ اُس کو سامنے لائے، آپ نے فرمایا "جو خوشبو تم مل چکے ہو اُس کو تین دفعہ دھو ڈالو، اور اس کپڑے کو اتار ڈالو، پھر حسب معمول عمرہ ادا کرو"[1]

ایک حدیث مین ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا "روح القدس نے میرے دل مین یہ ڈالا ہے کہ کوئی انسان اُسوقت تک نہین مر سکتا جب تک وہ اپنی روزی پوری نہ کرے، تو لوگو خدا سے ڈرو، اور روزی کی تلاش مین صحیح طریقہ کو کام مین لاؤ، رزق مین تاخیر تمہین اسپر آمادہ نہ کرے کہ گناہ کے ذریعون سے روزی کو تلاش کرو، کیونکہ جو خدا کے پاس ہے وہ اسکی بندگی ہی سے ملسکتا ہے"[2] ابوذر سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا "مجھ سے جبریل نے کہا کہ آپکی اُمت مین سے جو شخص اس حال مین مرا کہ اُس نے کسی کو خدا کا شریک نہین کیا تو وہ جنت مین داخل ہوگا"[3]

اور بہت سی حدیثین ہین جنمین یہ تصریح ہے کہ "خدا نے مجھے یہ حکم دیا ہے" یا "خدا نے مجھ سے یہ کہا" لیکن وہ قرآن مجید کے اجزا نہین ہین، اسی لیے فقہا نے وحی کی دو قسمین کردی ہین، وحی متلو یعنی وہ وحی جو تلاوت کیجاتی ہے یعنی قرآن۔ اور وحی غیر متلو جو تلاوت نہین کیجاتی، مثلاً وہ احکام و نصائح جو بروایت صحیح احادیث مین مذکور ہین، پہلی وحی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ایک ایک حرف تواتر روایت سے ثابت ہے اور وہ اپنے لفظ و معنی دونون کے لحاظ سے خدا کا کلام ہے،

دوسری قسم تواتر سے بہت کم مروی ہے، اور وہ اپنے الفاظ کے لحاظ سے خدا کا کلام نہین، بلکہ اپنے معنی کے لحاظ سے خدا کا ارشاد ہے،

---

[1] صحیح بخاری باب التلبیس [2] مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۴ حیدرآباد [3] صحیح بخاری کتاب الجنائز،

نزولِ ملائکہ

اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا (الحج)

لفظ "ملائکہ" کا واحد "ملاک" ہے، جو عربی کے قاعدہ سے "ملک" ہوگیا ہے، یہ "الوکۃ" سے مشتق ہے جس کے معنی "پیغام" کے ہین، اِس لیے ملائکہ کے معنی پیغام رسان اور قاصد کے ہین۔

ملائکۂ الٰہی، خالق اور مخلوق کے درمیان قاصد ہین قرآن مجید نے متعدد مقام پر ان کو رُسُل اور رُسُل اللہ یعنی قاصدانِ الٰہی کہا ہے،

اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا (الحج) خدا فرشتون مین سے اپنے پیغامبر منتخب کرتا ہے۔

علاوہ ازین یہ خدا کے حکم سے عالم کی مشین کے پُرزون کو ہلاتے، اور چلاتے ہین، اور اسی لیے خدا نے انکو مُدَبِّرَاتِ امر کے نام سے بھی یاد کیا ہے (سورۂ والنازعات) ان کی مخصوص صفت یہ ہے کہ خدا کے سراپا مطیع ہین اور اس کے کسی امر یا اشارہ سے کبھی روگردانی نہین کرتے۔

عَلَیۡہَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَہُمۡ وَ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ (تحریم) اس پر سخت اور مضبوط فرشتے ہین۔ اللہ ان کو جو حکم دیتا ہے، وہ اس سے روگردانی نہین کرسکتے اور وہ وہی کرتے ہین جو انکو حکم دیا جاتا ہے۔

انبیا علیہم السلام کی تمام سیرتین فرشتون کی آمد، انکی بشارت اور نصرت سے معمور ہین، تورات اور انجیل و قرآن ہر کتاب الٰہی انکے کارنامون کی شاہد ہے، حضرت آدم کی بارگاہ مین انھون نے سجدہ کیا حضرت ابراہیم کے مہمان خانہ مین یہ بھیجے گئے، حضرت لوط کی حفاظت اور انکی قوم کی بربادی پر یہ مامور ہوئے، حضرت ہاجرہ کو بیابان مین یہ نظر آئے، حضرت یعقوب کے خیمہ مین ان کا دنگل ہوا، حضرت ایوب کے مناظرۂ جبر و اختیار مین حکم یہ قرار پائے، حضرت زکریا اور مریمؑ کو بشارت انھون نے دی، آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس مین بھی یہ مختلف فرائض پر مامور ہوئے، یہ آپکی خدمت مین احکام الٰہی کے قاصد تھے، دشمنون سے وجود اقدس کی محافظت ان کے سپرد تھی کمزور

اور ناتوان مسلمانون کی دستگیری ان کا فرض تھا۔

ملائکہ کے سرخیل جبریل ہین، اور وہی خدا اور پیغمبرون کے درمیان سفارت پر مامور ہین، اور یہی آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھی آکر سفارت کا فرض انجام دیتے تھے، اور خدا کا پیغام پہنچاتے تھے۔

نزول جبریل "جبریل" عبرانی لفظ ہی جسکے لغوی معنی "مرد خدا" کے ہین لیکن یہ اصطلاح شریعت مین اُس فرشتہ کا نام ہی جو خدا اور خاصانِ خدا کے درمیان پیامبری کی خدمت انجام دیتا ہی، توراۃ اور انجیل مین بھی یہ نام اسی حیثیت سے مستعمل ہوا ہے، چنانچہ دانیال (۸-۱۶-۹-۲۱) مین اسکی پیغامبری کا بیان ہی، اسی طرح انجیل (لوقا ۱-۱۹-۲۶) مین مذکور ہی کہ وہ حضرت زکریا کے پاس حضرت یحیٰی کی بشارت، اور حضرت مریم کے پاس حضرت عیسٰی کی بشارت لیکر آیا تھا، قرآن مجید نے بتایا ہی کہ وہ پیامبر جو آنحضرت صلعم اور خدا کے درمیانی وحی کا ایلچی تھا وہ یہی جبریل تھا،

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى	جو جبریل کا دشمن ہو وہ ہو، وہی تو (اے پیغمبر) اس کو تیرے
قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (بقرہ ۱۲)	دل پر نازل کرتا ہے،

اور کہین اسی کو الروح الامین (امانت دار روح) سے تعبیر کیا ہی،

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ	امانت دار روح اس کو لیکر تیرے دل پر اُتری، تاکہ تو
مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ، (شعراء ۱۱)	لوگون کو خدا کے خوف سے ڈرانے والون مین ہو،

سورہ نحل مین اس کو روح القدس (پاکی کی روح) کہا گیا ہی،

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ	کہدے کہ اس کو روح القدس نے تیرے پروردگار کیطرف سے
رَّبِّكَ بِالْحَقِّ، (نحل ۱۴)	سچائی کے ساتھ اُتارا ہی،

رسول (فرستادہ) کا لفظ بھی اسکی شان مین استعمال کیا گیا ہی،

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (الحاقہ)	یہ تو ایک بزرگ فرستادہ کی بات ہی،

سورہ تکویر مین اس "رسول" کے متعدد صفات کا بھی ذکر ہے،

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ (تکویر) — یہ تو ایک بزرگ فرستادہ کی بات ہی جو قوت والا ہی اور بخت والے خدا کے حضور مین اسکا اعتبار ہی اسکی سب اطاعت کرتے ہین وہ امانت والا ہے

سورۂ نجم مین اوس کے کچھ اور صفات بھی مذکور ہین۔

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ، — اس پیمبر کو بڑے قوتون والے اور بڑی طاقت والے نے تعلیم دی ہے

آغاز وحی کے واقعہ مین آنحضرت صلعم نے جبرئیل کے لیے الملک کا لفظ فرمایا ہے، اور ورقہ نے اسکو "ناموس" کے لفظ سے ادا کیا ہے، ملک کی اصل جیسا کہ ابتدا مین بتایا جاچکا ہے مَلْئَكْ ہے جو الوکہ سے نکلا ہے اور جسکے معنی پیغام کے ہین، اس لیے ملک کے معنی پیغامبر کے ہوئے، اور لفظ ناموس کے معنی محرم اسرار اور راز دان کے ہین، بہرحال یہ تمام مختلف الفاظ اور عنوانات ایک ہی مفہوم ومعنی کو ادا کرتے ہین۔

قرآن مجید مین جبرئیل کا نام تین مقام پر آیا ہے، دو دفعہ سورۂ بقر مین، اور ایک دفعہ سورۂ تحریم مین، لیکن اس خصوصیت کے ساتھ کہ وہ وحی محمدی کے پیامبر اور قرآن کے حامل ہین، صرف ایک ہی موقع پر قرآن مجید نے اس نام سے ان کو یاد کیا ہے، اور وہ اس آیت مین۔

مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ، (بقرہ ۱۲) — جو جبریل کا دشمن ہو وہ ہو کیونکہ وہی تو تیرے قلب پر خدا کے حکم سے اس کو اُتارتا ہے۔

دوسری آیتون مین قرآن مجید نے حامل قرآن فرشتہ کی ذات کی تعبیر (جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین) روح الامین روح القدس، اور رسول کریم کے الفاظ سے کی ہے، لیکن احادیث اور روایات مین ان الفاظ کے بجائے جبریل ہی کا لفظ عام طور سے مستعمل ہوا ہے،

ایک پیامبر کی حیثیت سے آنحضرت صلعم کی خدمت مین جبریل کی سب سے پہلی آمد اُسوقت ہوئی ہے جب آپ غار حرا مین معتکف تھے، صحیح بخاری مین حضرت عائشہ کی زبانی یہ واقعہ ان الفاظ مین ادا ہوا ہے۔

"آنحضرت صلعم کی وحی کا آغاز خواب مین رویائے صالحہ سے ہوا، آپ جو رویا دیکھتے تھے وہ سپیدۂ صبح کی طرح سچا ہوکر

نمودار ہوتا تھا، پھر (طبیعت مبارک مین) تخلیہ پسندیدہ کیا گیا، غارِ حرا مین جاکر آپ تنہا کچھ دن بسر کرتے تھے، اور عبادت مین مصروف رہتے تھے، کھانے پینے کی چیزین ساتھ لے جاتے تھے، جب وہ سامان ختم ہو جاتا تو گھر واپس آتے اور پھر نیا سامان لیکر غار مین چلے جاتے یہان تک کہ حق آپ کے سامنے آگیا، اور "وہ فرشتہ" آپکے پاس آیا، اور اُسنے کہا "پڑھ" آپ نے فرمایا "مین پڑھا نہین ہون" آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس نے مجھکو پکڑکر اتنا دبایا کہ وہ تھک گیا، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ "پڑھ" مین نے پھر وہی جواب دیا، اس نے مجھے اتنا دبایا کہ وہ تھک گیا، اور چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھ مین نے پھر کہا کہ "مین پڑھا نہین ہون" اس نے تیسری دفعہ دبایا اور چھوڑ دیا، اور کہا

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ	اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ جسنے انسان کو جمے ہوئے خون سے
عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ	پیدا کیا، پڑھ اور تیرا پروردگار بڑا بزرگ ہے جسنے قلم کے ذریعہ سے
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ،	سکھایا اور انسان کو وہ کچھ تعلیم کی جو نہین جانتا تھا،

آنحضرت صلعم ان آیتون کے ساتھ گھر واپس آئے قلب مبارک پر لرزہ تھا، حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اور فرمایا "مجھے کمل اُڑھاؤ، مجھے کمل اُڑھاؤ"، لوگون نے آپ کو کمل اڑھایا، جب آپ کو سکون ہوا تو حضرت خدیجہؓ سے تمام ماجرا بیان کر کے فرمایا کہ "مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے" حضرت خدیجہ نے کہا کہ "ہرگز آپکی جان کو خطرہ نہین خدا آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا، آپ قرابت دارون کا حق ادا کرتے ہین، لوگون کے بوجھ کو آپ خود اُٹھاتے ہین، فقیرون اور مسکینون کی مدد کرتے ہین، مسافرون کی مہمان نوازی کرتے ہین، انصاف کی خاطر آپ لوگون کی مصیبتون مین کام آتے ہین" پھر آپ کو لیکر وہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئین جو زمانہ جاہلیت مین عیسائی ہوگئے تھے، اور عبرانی یا عربی[1] لکھنا جانتے تھے، (شاید توراۃ سے مراد ہو) اور انجیل کو عبرانی یا عربی مین لکھتے تھے، اور بہت بڈھے تھے، اور آنکھون کی روشنی بھی جاتی رہی تھی، حضرت خدیجہ نے کہا کہ "اے ابن عم! اپنے بھتیجے کا ماجرا سنئے" ورقہ نے کہا "اے میرے بھتیجے ہان بتاؤ تم کیا دیکھتے ہو" آنحضرت صلعم نے جو کچھ دیکھا تھا بیان فرمایا، ورقہ نے کہا یہ وہی ناموس (محرم اسرار) ہے جو موسیٰ پر اُتارا گیا تھا، اے کاشکہ مین اسوقت جوان ہوتا، اے

---

[1] دونون روایتین ہین، ایک مین ہے کہ عبرانی مین لکھتے تھے اور دوسری مین ہے کہ عربی مین لکھتے تھے۔

کاشکہ مین اسوقت زندہ ہوتا جب کہ تمہاری قوم تمکو نکال دیگی" آپ نے پوچھا کیا میری قوم مجھے نکال دیگی؟ اُس نے جواب دیا "ہان جو کچھ تم لے کر آئے ہو اس کو لیکر کوئی آدمی نہین آیا جس سے لوگون نے دشمنی نہ کی ہو، اور اگر اس زمانہ تک مین زندہ رہا تو تمہاری ہر طرح مدد کردن گا" اس کے تھوڑے ہی دنون کے بعد ورقہ نے وفات پائی[1]،

اسکے بعد جبرئیل کی آمد رُکی رہی اور آپ بدستور غار حرا مین جاتے رہے، اسی اثنا مین ایک دن آپ غار حرا سے نکلکر اور پہاڑی سے نیچے اتر کر جب میدان مین پہونچے تو غیب سے ایک آواز آئی، آپ نے فرمایا مین نے آگے پیچھے داہنے بائین دیکھا پھر نگاہ اُٹھا کر آسمان کی طرف کی تو دیکھا کہ وہی فرشتہ جو پہلے غار حرا مین نظر آیا تھا آسمان اور زمین کے بیچ مین تخت پر بیٹھا ہے، مین مرعوب ہوکر گھر واپس آیا۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل کی پے درپے آمد شروع ہوئی۔

جبرئیل جب وحی لیکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین آتے تو آپ جلد جلد اپنی زبان سے ان کے الفاظ کو ادا کرنے لگتے، اس پر حکم ہوا[2]،

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ اِنَّ عَلَيْنَا	وحی کے الفاظ کے ساتھ اپنی زبان کو عجلت طلبی کے لیے جنبش نہ دو،
جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ، (قیامہ)	اسکی حفاظت اور قرأت کا فرض ہمپر ہے۔

اس کے بعد جب جبرئیل نازل ہوتے تو آپ خاموشی سے سُنتے، اور اُن کے چلے جانے کے بعد آپ اُس کو پڑھتے۔

بارگاہ نبوی مین جبرئیل کے آنے کا کوئی وقت متعین نہ تھا، صبح و شام، روز و شب، صلح و جنگ، ہر وقت فیضان الٰہی کا چشمہ اُبلتا رہتا تھا، حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ نصف شب کو سوتے تھے اُٹھکر بقیع کے قبرستان مین تشریف لے گئے، صبح کو آپ نے فرمایا رات جبرئیل نے آکر مجھے پیغام دیا کہ مین اس وقت بقیع جاکر

[1] صحیح بخاری بدء الوحی و کتاب التعبیر و تفسیر سورۂ مدثر مین یہ پورا واقعہ مفصل مذکور ہے۔ مین نے ان تینون روایتون کو تسلسل کے لیے یکجا کر دیا ہے، چونکہ استاذ مرحوم نے جلد اوّل مین ان تفصیلات کو قلم انداز کر دیا تھا۔ اس لیے یہان اُن کے لکھنے کی ضرورت ہوئی [2] صحیح بخاری باب بدء الوحی۔

لوگون کی مغفرت کی دعا مانگون[1]" غزوہ بدر مین آپ نے فرمایا کہ دیکھو "یہ جبریل اپنے گھوڑے کی لگام تھامے کھڑے ہین[2]"

غزوہ خندق سے جب مسلمانون کی فوج لیکر آنحضرت صلعم واپس آئے اور ہتھیار کھول کر غسل فرمایا تو جبریل نے سامنے آکر کہا کہ "آپنے ہتھیار کھول دیئے[3] حالانکہ ہم ابتک مسلح ہین، اور بنو قریظہ کو ابھی انکی غداری کا صلہ دینا ہے" بااین ہمہ سب سے زیادہ جبریل کی آمد آپ کے پاس ماہ رمضان مین ہوتی تھی جس مین وہ ہر روز آکر آپ سے قران مجید سنتے تھے، اور خود آپ کو سناتے تھے[4]

جبریل اس وقت بھی آتے تھے جب آپ لوگون کے مجمع مین بیٹھے ہوتے تھے، لیکن جو کچھ آپ دیکھتے اور سنتے تھے، وہ عموماً اورونکو دکھائی اور سنائی نہین دیتا تھا، ایک دفعہ آپ حضرت عائشہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، آپنے فرمایا اے عائشہ! جبریل تمپر سلام بھیجتے ہین، انھون نے کہا یا رسول اللہ! آپ وہ دیکھتے ہین جو مین نہین دیکھتی[5]، توراۃ مین انبیائے بنی اسرائیل کے قصون مین اس فرشتۂ غیب کے تجسم اور تشکل کے بکثرت واقعات مذکور ہین، انجیل مین ہے کہ روح القدس کبوتر کی شکل مین حضرت عیسیٰ پر اتری، حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہین کہ ایکدن آنحضرت صلعم لوگون کے ساتھ باہر بیٹھے تھے کہ اتنے مین ایک شخص آکر آپکے پاس بیٹھا اور سوال کیا کہ "ایمان کیا ہے؟" آپنے فرمایا "ایمان یہ ہے کہ خدا پر، اسکے فرشتون پر، خدا سے ملنے پر، اور اس کے پیغمبرون پر، اور قبر سے پھر جی اٹھنے پر تم یقین رکھو" اُسنے پھر پوچھا کہ "اسلام کیا ہے؟" جواب دیا "یہ کہ تم خدا کی اطاعت کرو، اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، اور نماز پڑھو، زکوۃ مفروضہ دو، اور روزے رکھو" اُسنے کہا "اور احسان کیا ہے؟" ارشاد ہوا "احسان یہ ہے کہ تم خدا کو اسطرح پوجو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو، کیونکہ اگر تم اس کو نہین دیکھتے تو وہ تو تمھین دیکھ رہا ہے" اُس نے پھر سوال کیا کہ "قیامت کب آئے گی" آپ نے فرمایا "مجیب اس باب مین سائل سے زیادہ واقف نہین، البتہ مین تمھین اسکی علامتین بتاتا ہون، جب لونڈی اپنے آقا کو جنے، اور جب اونٹون کے چرانے والے بڑی بڑی عمارتین بنانے لگین، قیامت کا علم ان پانچ باتون مین سے ہے جنکو خدا کے سوا اور کوئی نہین جانتا" پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی،

---

[1] نسائی باب الاستغفار للمومنین [2] صحیح بخاری غزوۂ بدر [3] صحیح بخاری غزوۂ خندق [4] صحیح بخاری بدء الوحی [5] صحیح بخاری بدء الخلق۔

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ   قیامت کا خدا ہی کو علم ہے،

وہ شخص اس کے بعد اٹھکر چلا تو آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ ذرا اُسکو واپس بلالو، لوگون نے اِدھر اُدھر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا، آپنے فرمایا "یہ جبرئیل تھے جو تمھین تمہارا دین سکھانے آئے تھے[1]"

صحابہ مین دحیہ نام ایک صحابی بہت حسین تھے جبرئیل اکثر انھی کی صورت مین مجسم ہوکر آیا کرتے اور اس حالت مین کبھی کبھی لوگون کو نظر بھی آجاتے تھے، حضرت ام سلمہ کہتی ہین کہ ایک دفعہ مین نے دیکھا کہ دحیہ آپ کے سامنے بیٹھے آپ سے باتین کر رہے ہین، مجھے کچھ بھی شک نہ ہوا کہ یہ دحیہ نہیں ہین، اتنے مین مسجد نبوی مین مین نے آپ کے خطبہ کی آواز سنی کہ آپ فرما رہے تھے کہ ابھی میرے پاس جبرئیل آئے، ام سلمہ کہتی ہین کہ تب مین سمجھی کہ وہ اصل مین دحیہ نہیں بلکہ جبرئیل امین[2] تھے،

حضرت عائشہ بیان کرتی ہین کہ جبرئیل کو آنحضرت صلعم نے انکی اصلی شکل مین دو دفعہ ملاحظہ فرمایا[3]، ایک دفعہ تو معراج مین سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، اور دوسری دفعہ ایک اور مقام پر وہ آسمان کے کنارون مین نظر آئے، سورۂ نجم کی یہ آیتین اسی کے متعلق ہین۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ج (نجم ۱)

بڑی قوتون والے، طاقتور نے اُسکو سکھایا، پھر وہ برابر ہوا، پھر وہ بہت اوپر آسمان کے کنارہ تھا، پھر قریب ہوا، پھر لٹک آیا، تو دو کانون کے بقدر تھا یا اس سے بھی قریب تر، تو خدا نے اپنے بندہ پر وحی کی جو وحی کی، دل نے جھوٹ نہیں کہا جو دیکھا، کیا تم لوگ اُس سے اُس کے اِس مشاہدہ پر جھگڑتے ہو حالانکہ اُس نے اُسکو دوسری دفعہ اترتے دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

سورۂ تکویر کی حسب ذیل آیتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفار آپ کو مجنون اسی لیے کہتے تھے کہ آپ اس غیر مشاہد ہستی کے مشاہدہ کا دعوی کرتے تھے

---

[1] صحیح بخاری باب الایمان۔ [2] صحیح بخاری کیف نزل الوحی، [3] صحیح بخاری تفسیر سورۂ والنجم و صحیح مسلم معراج۔

اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ۙ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ۙ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ؕ وَمَا صَاحِبُکُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَلَقَدْ رَاٰہُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ۚ (تکویر)

یہ ایک بزرگ پیغام رسان کی بات ہے، قوت والا، جو عرش والے خدا کے پاس مقرب ہے، اوسکی اطاعت کی جاتی ہے، پھر وہ امانت دار ہے، تمہارا ساتھی (یعنی پیغمبر) مجنون نہین ہے، یقیناً اسکو آسمان کے کھلے کنارہ مین دیکھا۔

وہ شوق ذوق جو حضور کو اس قاصد الٰہی کی آمد کے ساتھ تھا، وہ اس آرزو کی شکل مین ظاہر ہوا کہ آپ نے جبرئیل سے فرمایا کہ تم اس سے بھی زیادہ میرے پاس کیون نہین آیا کرتے، جواب ملا

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ ۚ لَہٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَیْنَ ذٰلِکَ ۚ وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا ۚ (مریم) (صحیح بخاری تفسیر آیت مذکورہ)

ہم تو تیرے پروردگار کے حکم اور اجازت سے اترتے ہین، ہمارے آگے اور پیچھے اور درمیان سب کا علم اسی کو ہے اور تیرا رب بھول چوک سے پاک ہے،

حضرت ابوذرؓ کہتے ہین کہ ایک دفعہ شب کو مین نکلا تو دیکھا کہ آنحضرت صلعم تنہا چاندنی مین ٹہل رہے ہین، مین سمجھا کہ شاید آپ اس وقت تنہائی چاہتے ہین اور کسی اور کا یہان ہونا پسند نہ فرمائین گے، چنانچہ اسی خیال سے مین سایہ مین ہوگیا، لیکن آپ کی نگاہ پڑگئی، پوچھا کون ہے؟ عرض کیا آپ پر قربان، مین ہون ابوذر! آپ نے ساتھ لے لیا، اور تھوڑی دیر تک ٹہلتے رہے، پھر فرمایا "جو آج دولتمند ہین وہی کل قیامت مین غریب ہون گے، لیکن وہ شخص کہ جسکو خدا نے جو دولت دی ہو وہ اس کو داہنے بائین، آگے پیچھے پھینک دے اور اس مین نیکی کے کام کرے" ابوذر کہتے ہین کہ مین پھر تھوڑی دیر تک ساتھ ٹہلتا رہا، اس کے بعد ایک خاص جگہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تم یہان ٹھہرے رہو، اور یہ کہکر آپ پہاڑ کی طرف گئے اور میری نگاہون سے اوجھل ہوگئے، مین نے دور سے آواز سنی، تو مین ڈرا، لیکن چونکہ آپ نے حکم دیا تھا کہ مین اپنی جگہ سے نہ ٹلون، اس لیے ٹھہرا رہا، تھوڑی دیر کے بعد آپ سامنے سے آتے نظر آئے، اور زبان مبارک سے یہ فرما رہے تھے "گو اگر چوری کرے اور زنا کرے" مین نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر قربان ہون، آپ پہاڑی کی اوٹ مین کس سے باتین کر رہے تھے، فرمایا کیا تم نے آواز سنی، عرض کی ہان فرمایا جبرئیل تھے، پہاڑی کے بیچ مین مجھے نظر آئے اور کہا کہ اپنی امت کو خوشخبری سنا دیجیے کہ جو اس حال مین مرا کہ اس نے کسی کو خدا کا

شریک نہ بنایا ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا، آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ مین نے کہا، جبریل کیا اس نے زنا یا چوری ہی کیون نہ کی ہو، جواب دیا "ہان" مین نے پھر کہا، اگرچہ زنا یا چوری ہی کیون نہ کی ہو، وہی جواب دیا، کہ ہان، مین نے پھر کہا کہ اس نے زنا یا چوری ہی کیون نہ کی ہو تیسری دفعہ بھی جواب وہی تھا۔

فرشتہ میکائیل کا نزول | جبریل کے علاوہ دوسرے ملائکہ کا بھی آنحضرت صلعم کی خدمت مین آنا ثابت ہی، قرآن مجید مین جبرئیل کے علاوہ ایک دو اور فرشتون کے بھی نام آئے ہین، جن مین سے ایک میکائیل ہین، یہودیون نے قرآن کے ماننے سے اس لیے اپنا انکار ظاہر کیا تھا کہ یہ جبرئیل کی وساطت سے نازل ہوتا ہے، خدا نے اس کے جواب مین کہا،

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ، (بقرہ ۱۲)

جو خدا کا، اور اوسکے فرشتون کا اور اوس کے پیغمبرون کا اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہو، تو خدا اوس کا دشمن ہے،

یہودیون کے اعتقاد مین یہ عرش الٰہی کے چار مخصوص فرشتون مین سے ایک کا نام تھا یہ خاص طور پر اسرائیل اور اس کے خاندان کا محافظ سمجھا جاتا تھا۔ اور لڑائیون مین اسکی مدد کیا کرتا تھا۔ (دانیال ۱۰-۱۳ و ۲۱) عیسائیون کے عقیدہ کے مطابق یہی فرشتہ تھا جو کوہ طور پر حضرت موسیٰ سے ہمکلام ہوا تھا۔ (اعمال ۷-۳۸)

میکائیل بھی آنحضرت صلعم کی خدمت مین کئی بار حاضر ہوئے ہین، معراج کے موقع پر جو دو فرشتے آئے تھے، وہ جبرئیل اور میکائیل تھے، اسی طرح غزوۂ احد مین جو دو فرشتے دشمنون سے آپکی حفاظت کر رہے تھے، وہ بھی جیسا کہ صحیح مسلم مین ہے، جبرئیل اور میکائیل تھے، بعض روایتون مین ہے کہ نبوت کے ابتدائی تین سالون مین میکائیل ہی آپ کے ساتھ تھے۔

عام ملائکہ کا نزول | جبریل اور میکائیل کے نامون کی تخصیص کے علاوہ دوسرے عام فرشتون کا بلاتعین نام، آپکی خدمت مین آنا بھی صحیح روایتون سے ثابت ہے، اور انھین کی روحانی تائیدات کا اثر تھا کہ آپ کا دل ہر وقت سکینت الٰہی سے معمور رہتا تھا، آنحضرت صلعم کے دوش مبارک پر جب نبوت کا بار گران رکھا گیا تو یقیناً آپ کو نظر آتا ہوگا کہ ایک طرف بظاہر ایک بے دست و پا انسان ہے جس کے قبضہ مین نہ سونے چاندی کے خزانے ہین، اور نہ اس کے عَلَم کے نیچے خود اس کی ذات کے سوا کوئی دوسرا سپاہی ہے۔ اور دوسری طرف ایک دنیا ہے جسکے ہاتھون مین

مسلم جلد ثانی کتاب الفضائل

دنیاوی دولت کے خزانے ابل رہے ہین، اورجس کے پرچم کے زیرسایہ ہزارون اورلاکھون کا ٹڈی دَل ہر وقت حق کے مٹانے کو آمادۂ پیکارہی، یہ وہ وقت تھاجب فرشتون کو حکم پہنچا کہ میرے پیغمبر کو اپنی بشارتون اور خوشخبریون سے مطمئن کرو،

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، (احزاب)

بیشک خدا اور اُس کے فرشتے اس پیغمبر پر رحمت بھیجتے ہین، اے مسلمانون تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو۔

رئیس قریش اپنی قوت وطاقت پر نازان ہوکر اعلان کرتا ہی کہ رؤسائے قریش ہمارے ساتھ ہین، پیغمبر کی طرف سے خدا منادی کرتا ہی،

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ، (علق)

وہ اپنی مجلس کے لوگون کو بلائے، ہم بھی اپنے فرشتون کو آواز دین گے،

اُس وقت جب منافقین آپ کی بزم خاص مین نفاق ڈالتا، اورگھر مین خانہ جنگی کے سامان بہم پہنچانا چاہتے ہین، بعض ازواج سے آپ آزردہ ہین، تو ارشاد ہوتا ہی،

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ، (تحریم ۱)

تو خدا پیغمبر کا والی و ناصر ہی اور جبریل اور نیک مسلمان اور اُس کے بعد فرشتے اس کے مددگار ہین۔

ایک بار ابوجہل نے کفار سے پوچھا کہ "کیا محمدؐ کبھی تمھارے سامنے سربسجود ہوتے ہین" سبھون نے کہا "ہان" اُسنے کہا لات وعزیٰ کی قسم! اگرمین انکو سجدہ کرتے دیکھون گا تو انکی گردن توڑ ڈالون گا، اور انکی پیشانی کو زمین مین رگڑ دون گا" چنانچہ ایک دفعہ جب آپ مصروف نماز تھے، وہ اِسی نیت سے آپ کی طرف بڑھا لیکن فوراً سہمکر پیچھے ہٹ گیا، کفار نے سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ میرے اور محمدؐ کے درمیان آگ کی ایک خندق اور بہت سے پر یعنی فرشتون کے حائل ہوگئے" آپ نے فرمایا "اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اُسکی تکا بوٹی کر دیتے"[1] قرآن مجید کی اس آیت مین

اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى (علق)

تم نے اس شخص کو دیکھا جو ایک بندہ کو نماز سے مانع آتا ہے

اِسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے،

[1] صحیح مسلم باب قولہ تعالیٰ ان الانسان لیطغیٰ

سفرِ طائف سے جب آپ ناکام واپس آرہے تھے تو حسبِ اقتضائے بشری آپ دل شکستہ تھے، جب آپ قرن الثعالب مین پہنچے اور سر اُٹھایا تو دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہے اس مین آپ کو ایک فرشتہ نظر آیا جس نے پکار کر کہا "یا محمد! مین پہاڑون پر موکل (ملک الجبال) ہون، آپ کے پروردگار نے آپکی اور آپکی قوم کی گفتگو سنی، مجھے بھیجا ہے کہ اگر آپ حکم دین تو مین پہاڑون کے نیچے ان کو کچل ڈالون" فرمایا کہ شاید انکی نسل سے کوئی خدا کا پرستار پیدا ہو"[1]

اسلام کی تاریخ مین ابتلا، و امتحان کا سب سے زیادہ سخت اور سب سے پہلا موقع غزوۂ بدر مین پیش آیا مسلمانون کی تعداد تین سو انیس (۳۱۹) آدمیون سے زیادہ نہ تھی لیکن اس شرذمۂ قلیلہ کے مقابلہ کے لیے کفار کا ٹڈی دل امنڈا ہوا چلا آتا تھا آنحضرت صلعم نے جب اس منظر کو دیکھا تو قبلہ رو ہوکر درگاہِ الٰہی مین دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے دفعۃً ایکہزار فرشتونکی روحانی فوج مسلمانون کی صفِ جنگ مین آکر کھڑی ہوگئی، قرآن مجید مین ہے،

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ	جب تم خدا سے فریاد کر رہے تھے تو خدا نے تمہاری فریاد کو سنا اور
بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ، (انفال ۱)	کہا کہ مین ایکہزار ہمرکاب سوارون سے تمہاری مدد کرتا ہون۔

اِس فوج نے جسطرح مسلمانون کی مدد کی اسکی کیفیت حضرت عبداللہ بن عباس نے اس طرح بیان کی ہے "کہ ایک مسلمان ایک کافر کا تعاقب کر رہا تھا کہ اُس نے کافر کے اوپر سے کوڑے کی آواز سنی، اور سوار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "آگے بڑھ اے حیزوم" یہ کہنا تھا کہ کافر چیت زمین پر گر پڑا، مسلمانون نے آگے بڑھکر دیکھا تو اسکی ناک مین سوراخ ہوگیا تھا جسمین نکیل لگی ہوئی تھی، اور تمام چہرہ پھٹ گیا تھا، اور اس مین نیلی بدھیان پڑگئی تھین، اس صحابی نے آنحضرت صلعم کیخدمت مین اس واقعہ کو بیان کیا، آپ نے فرمایا "سچ کہتے ہو، یہ تیسرے آسمان کی مدد ہے"[2]

غزوۂ احد مین بھی مسلمانون کی تعداد کفار کے مقابلہ مین بہت کم تھی، مسلمانون کو یہ دیکھکر اضطراب ہوا لیکن آنحضرت صلعم نے تسلّی دی کہ "اپنی قلت تعداد اور بے سروسامانی پر نجاؤ خدا اپنے ہزارون فرشتون سے تمہاری مدد کریگا" خدا نے کہا کہ "ہان بیشک اگر مسلمان جرأت وہمت اور صبر سے کام لین گے تو مین پانچہزار فرشتون کی فوج انکی مدد کو

[1] صحیح بخاری غزوۂ احد و باب ذکر الملائکہ و صحیح مسلم غزوۂ احد [2] صحیح مسلم جلد ۲، کتاب الجہاد باب الامداد بالملائکہ۔

اُتار ونگا" سورۂ آل عمران مین اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بتفصیل بیان کیا ہے،

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ ۝ بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ، (آل عمران ۱۳)

اے پیغمبر جب تم مسلمانون سے کہتے تھے کہ کیا تمکو یہ بس نہین کرتا کہ خدا تین ہزار فرشتون سے تمہاری مدد کریگا، ہان بیشک اگر تم صبر کرو اور تقویٰ کرو، اور تمہارے دشمن بڑے زورون سے بڑھکر آئین تو وہ پانچ ہزار بہادر فرشتون سے تمہاری مدد کرے گا، خدا نے اس وعدہ کو تمہارے لیے ایک خوشخبری بنایا اور تاکہ تمھارے دلون مین طمانیت پیدا ہو، مدد تو خدا ہی کے پاس سے آتی ہے،

لیکن جب جنگ شروع ہوئی تو مسلمانون کے ہاتھون سے سررشتۂ صبر چھوٹ گیا اس لیے خدا کے وعدۂ نصرت سے وہ محروم رہ گئے، مگر آنحضرت صلعم کے وجود اقدس کی حفاظت کے لیے دو فرشتے ساتھ تھے، حضرت سعد ابن وقاص فرماتے ہین کہ "مین نے غزوۂ اُحد مین دو سپید پوش آدمیون کو دیکھا جو آپ کی طرف سے سخت جانبازی کے ساتھ لڑ رہے تھے، اور مین نے اُنکو نہ اس سے پہلے دیکھا تھا، نہ اس کے بعد دیکھا"[1] صحیح مسلم کی روایت مین تصریح ہے کہ یہ دونون فرشتے جبرئیل و میکائیل[2] تھے،

غزوۂ اُحد کے بعد غزوۂ خندق پیش آیا، اس غزوہ مین بھی مسلمانون کی بیچارگی اور بے سروسامانی کا وہی عالم تھا اسلامی فوج کی رسد کی یہ کیفیت تھی کہ خود مقدس سپہ سالار اپنے سپاہیون کے ساتھ کئی وقت کا بھوکا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی وہ روحانی فوج نازل کی جو بھوک اور پیاس سے بے نیاز ہے، سورۂ احزاب مین اللہ تعالیٰ مسلمانون پر اپنا احسان جتاتا ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ

اے ایمان والو! خدا کے اس احسان کو یاد کرو کہ جب کفار نے تمکو آکر گھیر لیا تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی، اور اس فوج کو بھیجا

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ باب غزوۂ اُحد ص ۵۸۰ [2] صحیح مسلم جلد ۲ کتاب الفضائل باب قتال جبریل و میکائیل عنہ صلعم۔

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ، (احزاب ۳) جسکو تم نے نہین دیکھا ،

یہ غیر مرئی فوج روحانی سپاہیون کے دستے تھے ،

حضرت ابوذر جو قدیم الاسلام صحابی تھے ، اُن سے روایت ہو کہ ایک دفعہ اُنھون نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ آپ کو پہلے پہل کیونکر معلوم ہوا کہ آپ پیغمبر ہین ، فرمایا "مین ایک دفعہ جا رہا تھا کہ آسمان سے دو فرشتے اُترے ایک آسمان کی طرف گیا اور ایک زمین پر آیا ، ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ کیا یہ وہی ہے ؟ " دوسرے نے کہا "ہان یہ وہی ہو" پھر اس نے کہا ان کو ایک آدمی سے تولو ، تو میرا پلہ بھاری رہا - پھر دس سے ، پھر سو سے ، پھر ہزار آدمیون کے مقابلہ مین تولا گیا تب بھی میرا ہی پلّہ بھاری رہا ، دوسرے فرشتے نے کہا کہ اگر انکی تمام امت کو بھی ایک پلّہ مین رکھو اور انکو دوسرے مین تب بھی اِنہی کا پلّہ جھکتا رہے گا ،[1]

یہ حقیقت مین آنحضرت صلعم کی فضیلت بشری کی تمثیل تھی ،

حضرت عبداللہ بن مسعود مکہ کا واقعہ بیان کرتے ہین کہ آپ ایک شب عشا کی نماز پڑھکر لوٹے تو میرا ہاتھ پکڑ کر مکہ کے باہر میدان مین لے گئے اور ایک جگہ خط کھینچکر فرمایا کہ "یہان ٹھہرو ، اور اگر تمکو کچھ لوگ نظر آئین تو ان سے تم بولنا نہین ، وہ بھی تم سے نہین بولین گے" یہ کہکر آپ ایک طرف تشریف لے گئے ، اس اثنا مین مجھے کچھ لوگ نظر آئے جو زطی قوم کی طرح معلوم ہوتے تھے ، نہ وہ برہنہ تھے ، اور نہ اُنکے کپڑے نظر آتے تھے ، وہ میری طرف آکر پھر رسول اللہ صلعم کی طرف چلے جاتے تھے ، اور خط سے آگے نہین بڑھتے تھے ، آدھی رات کے بعد آپ واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ آج شب مین سویا نہین ، یہ کہکر میرے زانو پر سر رکھکر سو گئے ، اتنے مین کچھ لوگ اُجلے اُجلے کپڑے پہنے جن کے حسن و جمال کا حال خدا ہی جانے کہ کیا تھا ، پاس آکر بیٹھ گئے ، کچھ آپ کے سرہانے بیٹھے اور کچھ آپ کے پاؤن کے پاس آکر بیٹھ گئے ، دونون نے ملکر آنحضرت صلعم کی نبوت و رسالت کی ایک تمثیل بیان کی

[1] یہ حدیث مسند دارمی باب کیف کان اوّل شان النبی صلعم مین ہو اس کا سلسلہ سند یہ ہو ، اخبرنا عبد اللہ بن عمران ، حدثنا ابو داؤد حدثنا جعفر بن عثمان القرشی عن عثمان بن عروۃ بن الزبیر عن ابیہ عن ابی ذر الغفاری ، تیسرے راوی جعفر بن عثمان القرشی کا پتہ متداول کتب اسمائے رجال مین مجھے نہین ملا (س)

اور کہا کہ یہ وہ پیغمبر ہے جسکی آنکھیں گو سوتی ہین مگر دل ہشیار رہتا ہے' اس کے بعد وہ چلے گئے' آپ بیدار ہوئے تو فرمایا ان لوگون نے جو باتین کہین وہ مین نے سنین، تم جانتے ہو یہ کون تھے؟ عرض کی خدا اور خدا کا رسول زیادہ جانتے ہین، فرمایا یہ فرشتے تھے' انکی تمثیل کی تفسیر یہ ہے[1]'

حضرت حذیفہ کہتے ہین کہ ایک دفعہ نماز عشا پڑھکر آپ چلے تو مین آپ کے پیچھے ہولیا' فرمایا "کون! حذیفہ؟" عرض کی "جی ہان" فرمایا "آج وہ فرشتہ مجھپر اُترا جو آج تک زمین پر نہین اُترا تھا، اس نے خدا سے اِذن مانگا کہ وہ میرے پاس آکر مجھے یہ بشارت سنائے کہ "فاطمہ جنتی بی بیون کی اور حسن اور حسین جنتی جوانون کے سردار ہین[2]"۔

---

[1] ترمذی ابواب الامثال، امام ترمذی نے اِس حدیث کو حسن غریب صحیح کہا ہے۔

[2] ترمذی مناقب حسنین، حدیث حسن غریب۔

عَالِمِ رُؤیَا

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ (فتح)

رؤیا اور خواب درحقیقت نفس یا روح کے عجائبات کا ایک حیرت انگیز طلسم ہے، علمائے نفس کہتے ہین کہ اسکی حقیقت یہ ہی کہ انسان کے قوائے نفسی و دماغی ہروقت اور ہر آن اپنے ذہنی اعمال مین مصروف رہتے ہین، جب وہ سو جاتا ہی اور اُس کے ظاہری حواس بیکار ہو جاتے ہین، اس وقت بھی انکے فکر و نظر کا عمل جاری رہتا ہے، مگر چونکہ عموماً انسان عمیق اور پرسکون نیند سوتا ہے اسلیے جاگنے کے بعد اس کو اپنی حالت خواب کا احساس نہین ہوتا لیکن کبھی کبھی جب اسکی نیند مستغرق اور گہری نہین ہوتی تو اُس کو اپنی گذشتہ سیر دماغی کے مکمل یا نامکمل مناظر یاد رہ جاتے ہین، اسی کا نام خواب ہے،

یہ تو فلسفۂ قدیمہ کا "فرسودہ خیال" تھا، اب جدید عہد ترقی مین سائیکالوجی اور نفسیات کے علما کا مشہور و مقبول نظریہ یہ ہی کہ ہم عالم بیداری مین اپنے جن خیالات، جذبات اور ارادون اور تمنّاؤن کو جانکر یا بے جانے کسی سبب سے دبا دیتے ہین، عالم خواب مین جب ہمارے تعقل اور احساس کی جابرانہ حکومت ان سے اُٹھ جاتی ہے تو ان کو اُبھرنے کا موقع ملتا ہے اور وہ ہمکو خواب بنکر نظر آتے ہین، بہرحال یہ شاید اُس رویا کی توجیہ ہوگی جنکو "خواب پریشان" یا "اوہام دماغی" کہنا زیادہ موزون ہے،

عُرفائے رُوح اس خواب پریشان یا اوہام دماغی کے منکر نہین ہین لیکن رویا کی حقیقت اُن کے نزدیک کچھ اور ہی، وہ کہتے ہین کہ انسان جسم و روح سے عبارت ہے، روح جب تک جسم کے اندر ہی اسکی جلوہ نمائی کے دو رُخ ہیں جسمانی و روحانی، اپنے جسمانی دروازہ سے وہ جھانکتی ہی تو اس کو جسم کے مادّہ کی سطح پر رنگا رنگ کے نقش و نگار اور گلکاریان نظر آتی ہین، یہ اُس کے وہ تعلقات اور دلچسپیان ہین جو اسکی اِس جسمانی و مادّی عالم کے ساتھ قائم ہین لیکن اس کے پیچھے ایک دوسرا دروازہ ہی جہان سے وہ روحانیت کے عالم کی سیر کرسکتی ہی، جس قدر اس کا تعلق، اُنس، دلبستگی، شیفتگی اور مشغولیت عالم جسم سے زیادہ ہوگی اُسی قدر دوسرے عالم کی طرف سے فراموشی،

غفلت اور بے تعلقی زیادہ ہوگی، حالت خواب مین روح کی ظاہری جسمانی مصروفیتین چونکہ کم ہوجاتی ہین اس لیے اُسکو دوسری کھڑکی کی طرف جھانکنے کی فرصت مل جاتی ہے اور پھر روح کو جسقدر تعلقات خارجی سے بیگانگی زیادہ ہوتی ہے شہرستان ملکوت مین اسکی سیر بہت آگے تک اور بہت دور تک، اور وہان کے تمثیلی مناظر و مشاہدات سے اسکی اطلاع اور واقفیت زیادہ صحیح اور سچی ہوتی ہے، جو روحین کہ اس عالم جسمانی کی بندشون مین رہ کر بھی ان مین گرفتار و مقید نہین، اُن کے لیے عالم بیداری بھی تسلیم روح کی گلگشت سے مانع نہین، اسی کا نام مشاہدہ اور مکاشفہ ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے مقدس قالبون مین جو ارواح طیبات ہین، وہ عالم ظاہری کی گرفتاریون کے بعد بھی جس حد تک آزاد اور بے تعلق رہتی ہین، وہ عام حدِ انسانی سے بہت آگے اور بہت بلند ہو، اسی لیے عالم مشاہدہ اور عالم رویا دونون مین حقائق و اسرار کی بستیان انکی نگاہون کے سامنے ہوتی ہین، بیداری تو بیداری، وہ سوتے بھی ہین تو بیدار رہتے ہین، ان کے جسم سوتے ہین لیکن انکی روحین ہمیشہ جاگتی رہتی ہین۔

تنام اعینھم ولا تنام قلوبھم (بخاری باب الانبیاء) پیغمبرون کی آنکھین سوتی ہین لیکن اُن کے دل ہمیشہ بیدار رہتے ہین۔

غافل انسان ادھر التفات نہین کرتا ورنہ درحقیقت نیند اور خواب کا معاملہ ایک سرّ ملکوتی اور ایک رازِ الٰہی ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُم مِّن فَضْلِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ (روم ۳)

خدا کی نشانیون مین سے (اے انسانو!) راتون مین اور دنون مین تمہاری نیند ہے، اور پھر بیدار ہوکر اپنے کاروبار مین تمہارا مصروف ہونا اور اسکی دولت کو تلاش کرنا ہے، اس مین اُن لوگون کے لیے جو سنتے ہین بڑی بصیرتین ہین۔

موت اور نیند دونون کم و بیش ایک ہی جنس کی چیزین ہین، فرق اس قدر ہے کہ موت کی حالت مین جسم سے روح کو دائمی مفارقت ہوجاتی ہے، اور نیند مین عارضی، موت مین تمام تعلقات ظاہری کے بند ٹوٹ جاتے ہین، اور نیند مین کچھ نہ کچھ گرہین بند باقی رہ جاتی ہین، قرآن مجید نے اسی روزانہ پیش آنے والے حیرت افزا واقعۂ قدرت کی طرف ہمکو اس آیت مین متوجہ کیا ہے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي وہ اللہ ہی ہے جو روحون کو موت کے وقت اور جنکی موت کا وقت ابھی نہین آیا،

لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا، فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ — انکو نیند میں انکی مصروفیت دنیاوی کا وقت پورا کردیتا ہے، پھر جن پر

عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى — موت کا فرمان جاری ہوچکتا ہے انکو اپنے پاس روک لیتا ہے اور دوسروں کو

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (زمر) — ایک وقت مقرر تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے، اسمین سوچنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں

حضرت امام ربانی اِس آیت کی تفسیر مین فرماتے ہین۔

"توفی نوم ازان قبیل است کہ شخصے از وطنِ مالوف خود بشوق و رغبت از برائے سیر و تماشا بیرون آید تا فرح و سرور حاصل کند خرم و شادان بوطن خود باز رجوع نماید، و سیرگاہِ او عالمِ مثال است کہ متضمن عجائب ملک و ملکوت است" (مکتوب سی و یکم، جلد سوم)

عربی زبان مین خواب کے لیے دو لفظ ہین، ایک حُلم جسکی جمع اَحلام آتی ہے، اس کے معنی "خواب و خیال" کے ہین، یعنی محض وہم و تخیل، دوسرا "رویا" یہ اُس خواب کو کہتے ہین جس مین حقیقت بینی اور رمز شناسی ہو، اِن دونون لفظون مین ایک اور فرق یہ ہے کہ پہلے مین وسوسۂ شیطانی کا دخل ہوتا ہے اور دوسرا اس سے پاک ہے، یہ فرق سورۂ یوسف کی اِن آیتون مین صاف نظر آئیگا، عزیز مصر نے خواب دیکھا ہے، اپنے درباریون سے اسکی تعبیر پوچھتا ہے، اہل دربار کہتے ہین کہ یہ محض خواب و خیال اور وہم ہے،

يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا — اے درباریو میرے اس خواب کے بارہ مین مجھے راے دو، اگر خواب کی

تَعْبُرُونَ، قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ، وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ — تم تعبیر بیان کرسکتے ہو، انھون نے کہا یہ تو محض اوہام و خیالات کا مجموعہ

الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ، (سورۂ یوسف) — ہے ہم ان اوہام اور خیالات کی تعبیر سے واقف نہین،

گو عالم رویا کا نظارہ ہر اُس ہستی کو کبھی کبھی پیش آتا ہے جو روح سے وابستہ ہے اور جس مین کالے گورے، مومن و کافر، شقی و سعید اور نیک و بد کی کوئی تمیز نہین لیکن جسطرح ایک نہایت نازک اور باریک یا کسی دور سے آنے والی چیز کو بہت سی آنکھین دیکھ سکتی اور دیکھتی ہین لیکن ان مین حقیقت اور صحت کے قریب اُسی کی رویت ہوتی ہے جسکی بینائی تیز، آلات باصرہ صحیح اور فہم و استنباط کی قوت لطیف ہوتی ہے، اِسی طرح عالم رویا کے مشاہدات کی حقیقی اور صحیح رویت بھی انھین کے لیے ہے

جنکی روح و دل کی بینائی تیز اور بصیرت کی آنکھین روشن اور ادراک و عرفان کے حواس لطیف ہون اور جن کے نفس کے آئینہ مین صلاح و تقوی کا صیقل زیادہ ہو،

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (اسرائیل) اور جو یہان اندھے ہین، وہ وہان بھی اندھے ہونگے،

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (بقرہ) خدا سے تقوی کرو، اور وہ تمکو علم بخشتا ہے اور خدا کو ہر چیز کا علم ہے،

اسی لیے دنیا کے تمام مذاہب نے رویا کو خاص اہمیت دی ہے، اسلام اور شارع اسلام نے جسطرح **دین** کے اور شعبون کی تکمیل کی ہے، اس حقیقت کو بھی نہایت واضح اور روشن کر دیا ہے، قرآن مجید کی آیت ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ، لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ، ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (یونس) جو ایمان لائے اور وہ متقی ہین، اُن کے لیے اس دنیا مین بشارت ہے اور آخرت مین بھی خدا کی باتون مین تبدیلی نہین یہی بڑی کامیابی ہے

جب یہ آیت اتری تو صحابۂ کرام نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! اس دنیا مین بشارت کیا ہے؟ فرمایا کہ "وہ رویائے صالحہ ہے جو ایک مرد مسلم دیکھتا ہے"[1] آپ نے فرمایا کہ "نبوت اور رسالت ختم ہو گئی لیکن صرف ایک چیز باقی رہ گئی ہے اور وہ مُبشرات (خوشخبریان) ہین" لوگون نے عرض کی یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہین؟ فرمایا "مسلم کا رویائے صالحہ یہ **نبوت** کے اجزا مین سے ایک جز ہے"[2] بخاری، مسلم اور ترمذی کی متعدد روایتون مین مختلف صحابیون سے مروی ہے کہ آپنے فرمایا کہ "مومن کی رویائے صالحہ **نبوت** کے چھیالیس حصون مین سے ایک حصہ ہے"[3] اس سے زیادہ **رویا** کی اہمیت اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ نبوت کا ایک حصہ ہے لیکن یہ بھی سمجھ لو کہ وہ کونسا رویا ہے، ابھی ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ عربی مین خواب کے لیے دو لفظ ہین، حُلم (خواب پریشان یا خیالات نفسانی) اور رُؤیا، حدیث صحیح مین ہے کہ آپنے فرمایا

اَلرُّؤْيَا مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ (صحیح بخاری و مسلم و ترمذی) رویا خدا کی طرف سے اور حُلم شیطان کی طرف سے ہے،

آغاز مضمون مین علمائے نفس اور عرفائے روح کی تشریحات کی تفصیل ہو چکی ہے، ذیل کی حدیث سے یہ حقیقت بہت اچھی طرح ظاہر ہو جاتی ہے، صحیح مسلم اور جامع ترمذی مین ہے کہ آپ نے فرمایا "اصدقکم رؤیا اصدقکم حدیثا"، "تم مین سے سب سے سچا خواب دیکھنے والا وہ ہے جو سب سے زیادہ سچ بولتا ہے"، حقیقت مین انسان کا ظاہر اُسکے باطن کا آئینہ ہے،

[1] صحیح ترمذی کتاب الرؤیا
[2] حوالہ مذکور
[3] ان کتابوں میں ... تعبیر اور کتاب ... دیکھو

جسکی زبان سچ بولے گی، اسکی روح بھی یقیناً سچ دیکھے گی، علمائے نفسیات، حدیث کے اس ایک فقرہ کی گرہ کشائی پورے ایک باب مین کرسکتے ہین۔

اِس کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا "خواب تین قسم کے ہوتے ہین، ایک رویائے صالحہ یہ خدا کی طرف سے خوشخبری ہوتی ہے، دوسرا غم پیدا کرنے والا خواب، یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہی تیسرا وہ خواب ہوتا ہی جو انسان کی اپنے دل کی باتین اور خیالات ہوتے ہین[۱]" اِس تقسیم سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ علمائے نفس اور عرفائے روح جس خواب اور رُویا کی تشریح کرتے ہین، وہ اپنی اپنی حقیقت کی رو سے بالکل الگ ہین، اس عالم رویا کے تحت مین جس قسم سے بحث ہی وہ صرف پہلی قسم ہی

عام انسانون اور انبیاء علیہم السلام کی رویا مین وہی نسبت ہی جو ان دونون کی ذات مین ہے، جب عام انسانون کی آنکھین سوتی ہین تو کم و بیش انکے دل بھی سوتے رہتے ہین لیکن انبیائے کرام کی آنکھین جب سوتی ہین تو بھی اُن کے دل بیدار رہتے ہین، حضرت عائشہ کہتی ہین کہ ایک دفعہ آپ نے بڑی دیر تک تہجد کی نماز پڑھی لیکن ابھی وتر نہین پڑھی تھی کہ لیٹ گئے، حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ آپ بے وتر پڑھے سوتے ہین، فرمایا اے عائشہ میری آنکھین سوتی ہین لیکن میرا دِل نہین سوتا[۲]"معراج کے ذکر مین ہی کہ "آپ اِس حالت مین تھے کہ آپکی آنکھین سوتی تھین لیکن دل بیدار تھا، اور انبیا کا یہی حال ہوتا ہے کہ انکی آنکھین تو سوتی ہین لیکن اُن کے دل بیدار رہتے ہین[۳]"

اِنہی حدیثون کو پیش نظر رکھکر جمہور علمائے اسلام کا یہ فیصلہ ہی کہ انبیائے کرام کا رویا بھی اسیقدر قطعی اور یقینی ہے جس قدر آپ کے عام احکام وحی اور مخاطبات الٰہی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو خواب اپنے پہلوٹے بیٹے کی قربانی کے متعلق دیکھا اُس کے حکم الٰہی ہونے مین انھین کسی قسم کا شک و شبہہ نہین ہوا، اور اُنھون نے اسکی تعمیل ویسی ہی ضروری سمجھی جیسے اس حکم کی جو عالم بیداری مین انھین خدا کی طرف سے ملتا، دوسرے پیغمبرون کے حالات مین بھی یہی نظر آتا ہے کہ انکو اپنے رویا کی صحت و صداقت اور واجب العمل ہونے مین کسی قسم کا شک و شبہہ نہ تھا، خود آنحضرت صلعم کے سوانح مبارک مین یہ حوال بکثرت پیش آئے ہین، اور اس عالم مین جو احکام اور علوم آپ کو دیے گئے ہین وہ بھی اسی طرح قطعی ہین جس طرح وہ احکام اور علوم جو وحی کے دوسرے طریقون سے آپ کو مرحمت ہوئے، چنانچہ ترمذی

[۱] صحیح مسلم و ترمذی کتاب الرؤیا
[۲] صحیح مسلم باب صلوٰۃ اللیل
[۳] صحیح بخاری باب الاسراء

مین حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ رُؤیا الانبیاء وحیٌ "انبیا کا خواب بھی وحی ہوتا ہے"[۵۱]

اوپر اشارہ گذر چکا ہو کہ بعض علمائے اسلام اور اصحاب کشف و عرفان عالم غیب اور عالم ملکوت اور اس عالم شہادت اور عالم جسمانیات کے درمیان ایک تیسرے عالم کے قائل ہین جسکا نام انہون نے عالم برزخ (درمیانی مقام) اور عالم مثال رکھا ہی، چنانچہ علما مین امام خطابی، امام غزالی، علامہ سیوطی، شاہ ولی اللہ صاحب اور صوفیہ مین حضرت امام ربانیؒ اور تمام حضرات مجددیہ اس عالم کے قائل ہین، شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ مین اس کا ایک خاص باب باندھا ہے، جسمین متعدد احادیث سے اور علامہ سیوطی اور امام غزالی کی تحریرون سے اس عالم کا ثبوت بہم پہنچایا ہے، عالم مثال اُن کے نزدیک گویا ایک صاف پانی کی غیر محدود نہر یا شیشہ ہے جس مین عالم شہادت کی وہ چیزین جو جاندار یا مجسم نہین ہین مثلاً صفات، اعراض، نیکی و بدی، ایمان، علم وغیرہ، وہان اپنی مناسب اور موزون شکلون مین جاندار اور مجسم ہوکر نظر آتی ہین، نیکی ایک حسین و جمیل کی شکل ہین، بدی ایک کریہ المنظر صورت مین، ایمان آفتاب بنکر، علم دریا کے رنگ مین جلوہ گر ہوتا ہی، اسی طرح عالم غیب کی چیزین جنّت، دوزخ، ملائکہ وغیرہ اسی نہر و آئینہ مین منعکس ہوکر اس عالم شہادت کے لوگون کو نظر آتی ہین اور جس طرح تصویر کی شبیہ اور نہر و آئینہ کے عکس مین اور اصل جسمانی شکلون مین کامل مشابہت اور مماثلت ہوتی ہے، اسی طرح عالم غیب کی اشیا اور عالم مثال کی شبیہون اور تصویرون مین پوری مماثلت و مشابہت پائی جاتی ہی

بہرحال اس عالم کا مستقل وجود ہو یا نہو، مگر اس مین شک نہین کہ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ مین ایسے واقعات حالات، مشاہدات اور کیفیات مذکور ہین جنکی تشریح اس عالم مین بخوبی کی جاسکتی ہے۔ انجیل اور قرآن مجید دونون مین ہے کہ جبریل حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی بشارت لیکر

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (مریم) مریم کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل بنکر آئے۔

احادیث مین ہی کہ ایک دفعہ نماز کی حالت مین آپکے سامنے جنّت اور دوزخ کی صورتین جلوہ گر کی گئین اس موقع پر مختلف صحابیون نے اس مفہوم کو حسب ذیل مختلف الفاظ مین ادا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا،

اِنَّہ صُوِّرَتْ لِیَ الجنۃ والنار حتّٰی رأیتھما دون میرے لیے جنت اور دوزخ مصوّر کی گئی یا میرے سامنے جنت اور دوزخ

[۵۱] ترمذی مناقب عمر فاروق

الحائط (بخاری باب التعوذ من الفتن)	کی صورت پیش کی گئی یہانتک کہ میں نے انکو اس دیوار کے پاس دیکھا۔
لقد رأیت الآن منذ صلیت لکم الصلوٰة الجنة والنار ممثلتین فی قبلة هٰذا الجدار (بخاری باب رفع البصر فی الصلوٰة)	میں نے ابھی جب تمکو نماز پڑھا رہا تھا جنّت اور دوزخ کو اس دیوار کے رُخ میں ممثّل دیکھا، یا میرے سامنے جنّت اور دوزخ کی تمثال پیش کی گئی۔
انی رأیت الجنة واریت النار (بخاری باب الکسوف)	میں نے جنّت کو دیکھا اور دوزخ مجھے دکھائی گئی،
فعرضت علی الجنة وعرضت علی النار (مسلم باب الکسوف)	مجھپر جنّت اور دوزخ پیش کی گئی۔
لقد جیئ بالنار ثم جیئ بالجنة (مسلم باب الکسوف)	میرے پاس جنّت اور دوزخ لائی گئی،
اِطّلعت فی الجنة واطّلعت فی النّار (بخاری باب صفة الجنة)	میں جنّت اور دوزخ میں جانکلا۔

ایک ہی مفہوم کو مختلف راویوں نے اِن مختلف الفاظ میں ادا کیا ہے لیکن ہم سب کو معلوم ہے کہ الفاظ کی احتیاط بھی جس قدر امام بخاری کے ہان ہے کسی اور کے ہان نہیں۔ اِسلیے امام بخاری کے الفاظ تصویر اور تمثیل یا صورت اور تمثال یا امام مسلم کے الفاظ لایا جانا اور پیش کیا جانا پر ذرا تأمّل درکار ہے، حقیقت یہ ہے کہ انسان کی زبان اِسدرجہ ادائے مطلب میں قاصر ہے کہ وہ اپنے الفاظ سے عالم محسوس کی کیفیتوں کی بھی پوری پوری نہیں کرسکتی پھر اُس سے یہ توقع کس قدر بیجا ہے کہ غیر محسوس عالم کی کیفیتوں کو وہ کبھی الفاظ کا جامہ پہنا سکتی ہے، جو ہم کرسکتے ہیں وہ یہ ہے کہ صحیح مستند اور محفوظ ذریعہ سے جو کچھ ہم تک پہنچا ہے وہ ہم دوسروں تک پہنچا دیں۔

وحی نبوی کا آغاز رویائے صالحہ سے ہوا، آپ کو چیزیں رویا میں دکھائی جاتی تھیں اور وہ سپیدۂ صبح کی طرح ٹھیک ٹھیک پوری اترتی تھیں[1]۔

معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد صحابہ کی طرف منہ کرکے آپ جاے نماز پر بیٹھے رہتے اور ان سے دریافت فرماتے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو، لوگ بیان کرتے، اگر وہ رویائے صالحہ ہوتا تو آپ اسکی تعبیر کرتے اگر وہ خواب وخیال ہوتا تو

---

[1] صحیح بخاری بدء الوحی۔ کتاب التعبیر وغیرہ وصحیح مسلم بدء الوحی۔

کہدیتے کہ یہ محض خواب و خیال ہے، اسی اثنا مین اس شب مین اگر خود آنحضرت صلعم کو کوئی رویا دکھایا گیا ہوتا تو آپ اُس کو سناتے،[1]

آنحضرت صلعم کے جس قدر رویا احادیث مین مذکور ہین انکی دو قسمین ہین، ایک وہ ہین، جو تمثیلی رنگ مین دکھائے گئے ہین اور آنحضرت صلعم نے انکی تعبیر و تشریح خود اپنی زبانِ مبارک سے کر دی ہے۔ دوسرے وہ رویا ہین جو بعینہ واقعہ اور حقیقت ہین اور اسی لیے آنحضرت صلعم نے اُن کو بیان کرتے وقت انکی تاویل و تشریح نہین کی، اسکی بھی دو قسمین ہین، ایک وہ جس مین بعض اوقات دنیا کے متعلق پیشینگوئی اور اخبار غیب ہے، دوسری وہ جسمین احوال آخرت اور اسرار غیب کا اظہار ہے، ذیل مین ہم ہر قسم کے واقعات کو الگ الگ عنوانون کے تحت مین بیان کرتے ہین۔

رویائے تمثیلی ابھی آپ مکہ معظمہ مین تھے، اسلام پر سختی اور مصیبت کے دن تھے، صدائے حق پر لبیک کہنے والون کی تعداد کم تھی کہ آپ کو عالم رویا مین دکھایا گیا کہ آپ اپنی جماعت کے ساتھ عقبہ بن نافع کے گھر مین ہین، اور ابن طاب کی تر و تازہ کھجورین لا کر آپ کو اور آپ کے رفقا کو دی گئی ہین، آپ نے اسکی تعبیر یہ کی کہ دنیا مین مسلمانون کو ترقی اور آخرت مین عاقبت بخیر ہوگا، اور ان کا مذہب پھلے اور پھولے گا![2]

ابھی آپ نے ہجرت نہین کی تھی لیکن ہجرت کا زمانہ قریب تھا کہ آپ کو ہجرت اور ہجرت کے بعد کے تمام اہم واقعات رویا مین دکھائے گئے، آپ نے فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ "میری ہجرت کی سرزمین چھوہارون کا باغستان ہے" میرا خیال تھا کہ یہ یمامہ یا ہجر کا شہر ہوگا لیکن وہ شہر یثرب نکلا، اسی خواب مین نظر آیا کہ "میرے ہاتھ مین تلوار ہے مین نے اسکو ہلایا تو وہ ٹوٹ گئی" یہ اُحد کی شکست کی طرف اشارہ تھا، پھر مین نے اس کو ہلایا تو وہ ایک نہایت عمدہ تلوار ہوگئی" یہ اس واقعہ کی تمثیل تھی کہ اُحد کے بعد اللہ تعالیٰ فتح و کامیابی اور مسلمانون کا اجتماع نصیب کریگا، مین نے اسی خواب مین گائے کو ذبح ہوتے دیکھا" یہ وہ مسلمان ہین جو اُحد مین شہید ہوئے، اس کے بعد بھلائی دیکھی، یہ وہ بھلائی ہے جو اسلام کو نصیب ہوئی،[3]

مسلمانون نے جب مدینہ کو ہجرت کی ہے تو یہان کی آب و ہوا انکے موافق نہ تھی، وبا بھی پھیلتی تھی، مہاجرین مین

[1] صحیح بخاری و مسلم و ترمذی کتاب الرویا و کتاب التعبیر [2] صحیح مسلم کتاب الرویا [3] صحیح بخاری کتاب التعبیر و بخاری کتاب التعبیر و رؤیا۔

اضطراب سا تھا، آپ نے خواب مین دیکھا کہ ایک کالی سیاہ عورت جسکے سر کے بال الجھے اور پریشان ہین، وہ مدینہ سے نکلکر جحفہ کی طرف جارہی ہے، اسکی تعبیر یہ ارشاد فرمائی کہ مدینہ کی وبا جحفہ مین منتقل کردی گئی[1] چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور مدینہ منورہ اس سے پاک ہوگیا۔

ایک دفعہ رویا مین آپ کو دکھایا گیا کہ آپ کے دونون ہاتھون مین سونے کا ایک ایک کنگن ہے، اس سے آپکو تکلیف ہوئی، حکم ہوا کہ ان کو پھونک دو، آپ نے پھونکا تو دونون کنگن ہاتھون سے علیحدہ ہوکر اڑ گئے، آپ نے فرمایا کہ "مین نے اسکی تعبیر یہ کی کہ یہ نبوت کے دو جھوٹے مدعی ہین، (مسیلمہ اور اسود عنسی) جو میرے بعد پیدا ہونگے"[2]

آپ نے دیکھا کہ "آپ کے سامنے دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا آپنے اُس کو اس قدر سیر ہوکر پیا کہ انگلیون سے دودھ بہنے لگا، پیالہ کا بچا ہوا دودھ آپ نے حضرت عمرؓ کو عطا فرمایا" آپ نے لوگون سے جب یہ خواب بیان کیا تو اُنھون نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ اسکی تعبیر آپ نے کیا کی، فرمایا[3] "علم" اسی طرح آپنے ایک دفعہ فرمایا آج شب کو جب مین سویا تھا میرے سامنے کچھ لوگ پیش کئے گئے، ان مین سے کسی کے بدن پر کرتا سینہ تک تھا کسی کے اس سے نیچے تک، عمرؓ جب سامنے آئے تو اُن کے جسم پر کرتا اتنا بڑا تھا کہ اس کے دامن زمین پر لوٹ رہے تھے، سننے والون نے پوچھا یا رسول اللہ! آپنے اسکی کیا تعبیر کی، فرمایا[4] "دین"؛

ایک شب مین آپ کو ذات محمدی پر ختم نبوت اور تکمیل دین کی تمثیل دکھائی گئی، آنکھین خواب آلود تھین لیکن قلب اقدس بیدار تھا کچھ فرشتے اتر کر آپ کے پاس آکر بیٹھے اور آپس مین ایک دوسرے سے بولے کہ اس پیغمبر کی کوئی تمثیل بیان کرو، اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آقا ہو اُس نے ایک محل تیار کیا، اور اُس مین دسترخوان بچھایا، اور لوگون کو کھانے کی دعوت دی، اب جس نے اسکی بات کو قبول کیا وہ آیا اور کھاپی کر سیر ہوا، اور جو نہین آیا اس کو اُس نے سزا دی" بیدار ہوکر آپنے عبداللہ بن مسعود سے فرمایا کہ وہ آقا تو خدا ہے، جنت اُس کا محل ہے، جسنے اسکی دعوت کو قبول کیا وہ جنت مین داخل ہوا، اور جس نے

---

[1] صحیح بخاری و ترمذی کتاب الرویا [2] صحیح بخاری و مسلم و ترمذی کتاب الرویا والتعبیر
[3] صحیح بخاری کتاب التعبیر و مناقب عمرؓ و جامع ترمذی ابواب الرویا [4] بحوالۂ سابقہ۔

انکار کیا اس کو اُسنے عذاب[1] دیا۔

ایک دفعہ آپ کو یہ دکھایا گیا کہ آپ ایک کنوئین کے اندارے پر کھڑے ہین بعض روایتون مین ہی کہ آپ نے دیکھا کہ مین حوضِ کوثر پر کھڑا ہون، اِرد گرد لوگون کا جماؤ ہے آپ ڈول سے پانی کھینچ کھینچ کر ان کو پلاتے ہین، آپ نے فرمایا کہ اس کے بعد مین نے دیکھا کہ ابو بکر آئے اور انھون نے میرے ہاتھ سے ڈول لیکر مجھے سبکدوش کر دیا، اور پھر وہ پانی کھینچ کھینچ کر پلانے لگے، مگر خدا اُن پر رحم کرے، ذرا کھینچنے مین کمزوری معلوم ہوتی تھی، اِس کے بعد عمرؓ آئے تو ڈول بڑھکر بڑا ہو گیا، اور عمر نے اس قوت اور تیزی سے پانی کھینچا کہ حوض کنارون کنارون تک پُر ہو گیا، اور لوگ پیکر سیر ہو گئے"[2] یہ خواب اتنا واضح تھا کہ آنحضرت صلعم نے اسکی تعبیر کی ضرورت نہین سمجھی، کون نہین سمجھا کہ ڈول اور پانی کھینچنے سے مراد خلافت اور خدمتِ خلق کی بجا آوری ہے،

حضرت عمرؓ اُن چند سعید لوگون مین ہین جن کو اسی دنیا مین جنت کی بشارت دی جا چکی تھی، آنحضرت صلعم نے فرمایا "رات مین نے دیکھا کہ مین جنّت مین ہون، سامنے ایک محل ہے، اور ایک عورت اس مین بیٹھی وضو کر رہی ہے مین نے پوچھا یہ کس کا محل ہے، جواب دینے والے نے جواب دیا کہ یہ عمر کا مسکن ہی، مین نے چاہا کہ اندر جاؤن مگر عمرؓ کی غیرت یاد آئی تو الٹا پھر گیا" حضرت عمر سنکر رو پڑے اور کہا "یا رسول اللہ مین آپ سے غیرت کرتا[3]"، ایک دفعہ آپ نے حضرت بلال سے پوچھا کہ "اے بلال! تم کون سا ایسا نیک عمل کرتے ہو کہ مین جب جنت مین گیا تو تمہارے جوتون کی چاپ کی آواز سنی"! عرض کیا "یا رسول اللہ! ہمیشہ باوضو رہتا ہون، اور جب نیا وضو کرتا ہون دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہون[4]"۔

ورقہ بن نوفل کا نام آغازِ وحی کے ضمن مین ابھی گذر چکا ہی، یہ حضرت خدیجہ کے رشتہ دار تھے، اور اسلام سے پہلے سچے عیسائی ہو گئے تھے، جب آنحضرت صلعم کی بعثت ہوئی اور آپ سے نزولِ جبریل کا حال سنا تو انھون نے آپکی نبوت کی تصدیق کی اور کہا کہ "اگر زندہ رہا تو اس وقت جب آپ کی قوم آپ کو شہر بدر کرے گی مین آپ کی پوری مدد کرونگا" حضرت خدیجہ نے پوچھا کہ "یا رسول اللہ! ورقہ جنت مین گئے یا دوزخ مین۔ اُنہون نے تو آپ کی تصدیق کی تھی لیکن

[1] جامع ترمذی ابواب الامثال [2] صحیح بخاری و مسلم ترمذی کتاب التعبیر کتاب الرویا مناقب عمرؓ [3] بحوالۂ سابق [4] بخاری و مسلم و ترمذی مناقب بلال۔

آپ کے ظہور سے پہلے مرگئے"۔ فرمایا "مجھے وہ خواب مین دکھائے گئے کہ وہ سپید کپڑے پہنے ہین، اگر وہ دوزخ مین ہوتے تو اُن کے جسم پر یہ لباس نہ ہوتا"[1]

ایک شب کو جب آپ مصروفِ نماز تھے جمالِ الٰہی بے نقاب ہوکر سامنے آگیا، صحیحین کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث مین ہے کہ ایک دفعہ صبح کی نماز کے لیے آپ دیر کو برآمد ہوئے نماز کے بعد لوگون کو اشارہ کیا کہ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہین پھر فرمایا کہ آج شب کو جب مین نے اتنی رکعتین پڑھین جتنی میرے لیے مقدّر تھین، تو نماز ہی کے اندر مین اونگھ گیا، مین نے دیکھا کہ جمالِ الٰہی بے پردہ میرے سامنے ہے، خطاب ہوا "یا محمد! تم جانتے ہو کہ فرشتگانِ خاص کس امر مین گفتگو کر رہے ہین، عرض کی "نہین، اے میرے رب مین نہین جانتا"، اُس نے اپنا ہاتھ دونون مونڈھون کے بیچ مین میری پیٹھ پر رکھا جسکی ٹھنڈک میرے سینہ تک پہنچگئی اور آسمان و زمین کی تمام چیزین نگاہون کے سامنے جلوہ گر ہوگئین، سوال ہوا "یا محمد! تم جانتے ہو کہ فرشتگانِ خاص کس امر مین گفتگو کر رہے ہین"، عرض کی "ہان اے میرے رب ان اعمال کی نسبت گفتگو کر رہے ہین جو گناہون کو مٹادیتے ہین"، پوچھا "وہ کیا ہین"، عرض کی "نماز باجماعت کی شرکت کے لیے قدم اٹھانا، نماز کے بعد مسجد مین ٹھہر جانا، اور ناگواری کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا، جو ایسا کریگا اُسکی زندگی اور موت دونون بخیر ہونگی، وہ گناہون سے ایسا ہی پاک ہوجائے گا جیسا اُس دن تھا جب اس کی مان نے اُس کو جنا تھا" پھر سوال ہوا کہ "یا محمد! درجات کیا ہین"! گذارش کی "کھانا کھلانا۔ نرمی سے باتین کرنا جب دنیا سوتی ہو تو اٹھکر نماز پڑھنا" پھر حکم ہوا کہ "اے محمد! مجھسے مانگو" مین نے عرض کی "خداوندا مین نیک کامون کے کرنے، اور بُرے کامون سے بچنے اور غریبون سے محبت کرنے کی توفیق چاہتا ہون، میری مغفرت کر، مجھپر رحم فرما، جب کسی قوم کو تو آزمانا چاہے تو مجھے بے آزمائے اُٹھالینا، مین تیری محبت کا، اور جو تجھسے محبت رکھے اُسکی محبت کا، اور جو عمل مجکو تیری محبت کے قریب کردے اُسکی محبت کا خواستگار ہون" اِسکے بعد آپنے لوگون سے کہا کہ "یہ جو کچھ تھا، حق تھا، اور اس دعا کو پڑھا کرو"[2]

آثارِ قیامت کے بعض واقعات بھی اِسی عالم مین آپ پر پیش کیے گئے، آپنے صحابہ کے مجمع مین ایکدن فرمایا

---

[1] مشکوۃ کتاب الرویا، بحوالۂ ترمذی و مسند احمد۔ [2] یہ روایت جامع ترمذی تفسیر سورۂ ص و مسند ابن حنبل بسند معاذ جلد ۵ صفحہ ۲۴۳، ترمذی نے اس حدیث کو حسن و صحیح کہا ہے۔

کہ رات مجھے ایک رویا دکھایا گیا، مین نے دیکھا کہ مین خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا ہون، اسی اثنا مین مین نے ایک شخص کو دیکھا جس کا رنگ گندم گون تھا، بہتر سے بہتر گندم گون آدمی جو تمنے دیکھا ہو، اس کے گیسو پڑے ہوئے تھے، بہتر سے بہتر گیسو جو تم نے دیکھے ہون، کنگھی سے بال درست کیے ہوئے تھے، اور اُن سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، دو آدمیون کے کندھون پر ہاتھ رکھکر وہ طواف کر رہا تھا، مین نے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ مسیح بن مریم! مین ادھر دیکھنے کو مڑا تو اُن کے پیچھے ایک اور آدمی نظر آیا، سُرخ رنگ، موٹا، بھدا، بالون مین بہت گھونگھر پڑے ہوئے، ایک آنکھ سے کانا، آنکھ ایسی معلوم ہوتی تھی گویا کہ اُبھرا ہوا انگور ہے، مین نے پوچھا یہ کون ہے؟ معلوم ہوا دجّال[1]۔

ام المومنین زینب بنت جحش بیان کرتی ہین کہ ایک دفعہ آپ سونے سے جاگ اُٹھے چہرۂ مبارک سُرخ تھا اور زبان پر یہ کلمات تھے "لا الہ الا اللہ افسوس ہے عرب پر ایک بُرائی نزدیک آگئی، یاجوج ماجوج کی دیوار مین آج اتنا سوراخ ہوگیا"[2]۔

حضرت جبرئیل اور دوسرے فرشتے جس طرح آپ کے عام مشاہدہ مین آتے تھے اسی طرح اس عالم رویا مین حاضر ہوتے تھے، حضرت سمرہ بن جندب کہتے ہین کہ ایک دن آپ نے فرمایا کہ آج شب کو مین نے خواب مین دو شخص دیکھے جو مجھ سے کہہ رہے ہین کہ "دوزخ کی آگ کو جو جلاتا ہے وہ مالک داروغۂ دوزخ ہے، مین جبرئیل ہون اور یہ میکائیل ہین"[3]۔

نظارۂ جمال الٰہی کے بعد اس عالم کا سب سے بڑا مشاہدہ وہ تھا جس مین آپ کو دوزخ کے مہیب و ہولناک مناظر اور بہشت کی بعض دلکش اور مسرّت افزا جلوہ آرائیان دکھائی گئین، حضرت سمرہ کہتے ہین کہ معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد آپ ہم لوگون کی طرف منھ کرکے بیٹھ جاتے، اور پھر دریافت فرماتے کہ تم مین سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے، بہرحال حسب معمول آج بھی آپ نے یہ دریافت فرمایا، ہمنے عرض کی نہین یا رسول اللہ! ارشاد ہوا کہ آج شب کو مجھے رویا مین یہ نظر آیا کہ دو آنے والے میرے پاس آئے، اُنھون نے مجھے اُٹھایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک مقدس سرزمین مین لے گئے، مین نے دیکھا کہ ایک آدمی پڑا ہے، دوسرا شخص ایک بڑا پتھر ہاتھ مین لیے اس کے پاس کھڑا ہے، وہ زور سے پتھر اُس کے سر پر مارتا ہے جس سے اس کا سر چور چور ہو جاتا ہے، اور پتھر لڑھکنے لگتا ہے، وہ دوڑ کر پتھر اُٹھاتا ہے

[1] صحیح بخاری کتاب التعبیر و صحیح مسلم باب الاسراء، [2] صحیح بخاری کتاب الفتن، صحیح مسلم باب اشراط الساعۃ جامع ترمذی ابواب الرویا، [3] بخاری بدء الخلق

تو اس کا سر پھر درست ہو جاتا ہی، وہ پھر آکر اسی طرح مارتا ہی اور سر کے پرخچے اڑجاتے ہین، مین نے پوچھا سُبحان اللہ یہ کیا ہے
میرے ساتھیون نے کہا آگے چلو آگے چلو، مین آگے چلا تو دیکھا کہ ایک آدمی بیٹھا ہے، دوسرے شخص کے ہاتھ مین ایک
لوہے کا انکڑا ہے، وہ ایک طرف اُس کے منھ مین انکڑا ڈال کر کھینچتا ہی تو باچھین پھٹکر گُدی سے ملجاتی ہین، پھر
آنکھ مین، پھر نتھنے مین انکڑا ڈال کر کھینچتا ہے اور چیر ڈالتا ہے، اِدھر سے فرصت کر کے دوسری جانب جاتا ہی، اور
اُدھر کے بھی جبڑے، اور آنکھ اور نتھنے کو اسی انکڑے سے پیچھے تک چیر ڈالتا ہے، اِسی اثنا مین پہلی طرف کے سب زخم بھر
آتے ہین اور پھر آکر وہ اُن کو چیرتا ہے، تو دوسری طرف کے بھر جاتے ہین، مین نے کہا سُبحَانَ اللہ یہ کیا ہی؟ جواب
ملا آگے چلو آگے چلو، مین اور آگے بڑھا، دیکھا کہ ایک تنور ہے، اس مین آگ روشن ہی، کچھ مرد و عورت اُس مین ننگے
ڈالے گئے ہین، جب نیچے سے آگ کا شعلہ اٹھتا ہی تو چیختے ہین، چلاتے ہین، تھوڑی دیر مین وہ آگ دب جاتی ہی،
اور پھر بلند ہوتی ہے، اور پھر وہ چیختے ہین، اور چلاتے ہین، مین نے کہا سُبحَانَ اللہ یہ کیا ہے، اُنھون نے پھر آگے
بڑھنے کو کہا، اب آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک خون کی سُرخ ندی ہے، اس مین ایک آدمی تیر رہا ہی، اور کنارہ پر ایک
شخص پتھر لیے کھڑا ہے، وہ آدمی چاہتا ہے کہ تیر کر کنارے لگ جائے، مگر جب وہ قریب آتا ہی وہ شخص پتھر اِس
زور سے تاک کر مارتا ہی کہ وہ اُس کے منھ مین جاکر لگتا ہے اور حلق سے نیچے اُتر جاتا ہے، وہ آدمی ہٹکر پھر جہان تھا
وہین پہنچ جاتا ہی، اور پھر وہ کنارہ پر آنے کا قصد کرتا ہے کہ پھر اسی طرح پتھر آکر اُس پر پڑتا ہے، مین نے دریافت کیا یہ کیا ہی؟
انھون نے کہا آگے چلو آگے چلو، مین اور آگے چلا تو ایک شخص نظر آیا کہ نہایت کریہ منظر ہے کہ یہ منظر آدمی جو تم نے دیکھا ہو، وہ اس سے
بھی زیادہ کریہ منظر تھا، آگ اس کے سامنے دہک رہی تھی اور اس کو وہ اور دہکا رہا تھا، اور اُس کے چارون طرف
پھر رہا تھا، مین نے اپنے ساتھیون سے پھر پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اُنھون نے آگے بڑھنے کو کہا، مین آگے بڑھا تو ایک
ہرا بھرا گنجان باغ نظر آیا جسمین نو بہار کے رنگ برنگ پھول کھلے ہوئے تھے، باغ کے بیچ مین ایک نہایت ہی
خوبصورت عمارت دکھائی دی کہ مین نے ویسی کبھی نہین دیکھی تھی، اس مین بچے، بوڑھے، جوان، عورت، مرد، ہر طرف
نظر آئے، آگے بڑھا تو ایک اور عمارت جو پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت تھی نظر آئی، اس مین بھی کچھ لوگ مختلف سن و سال

کے دکھائی دیئے، ایک باغ مین ایک درخت کے پاس ایک درازقد انسان دیکھا جس کا سر اتنا اونچا تھا کہ آسمان تک پہنچ گیا تھا اور مجھے نظر نہین آتا تھا، اِس انسان کے چارون طرف اتنے بچے نظر آئے کہ مین نے اتنے نہین دیکھے تھے، مین نے اپنے ہمراہیون سے پھر سوال کیا مگر اُنھون نے اور آگے بڑھایا تو ایک بہت بڑے باغ کے قریب جس سے زیادہ بڑا اور زیادہ خوبصورت باغ مین نے کبھی نہین دیکھا تھا پہنچا، اندر گیا تو ایک شہر نظر آیا جسکی چاردیواری ایک ایک سونے اور ایک ایک چاندی کی اینٹون سے تعمیر ہوئی تھی، دروازہ کے پاس پہنچکر دروازہ کھلوایا، دروازہ کھلا اور ہم اسکے اندر داخل ہوئے، تو وہان ہمکو ایسے لوگ نظر آئے جنکا آدھا دھڑ تو نہایت خوبصورت تھا اور آدھا دھڑ نہایت بدصورت، میرے ہمراہیون نے اُن سے کہا کہ جاؤ اِس نہر مین غوطے لگاؤ، ناگاہ ایک نہایت صاف و شفاف نہر نظر پڑی، وہ گئے اور جا کر اسمین غوطے لگائے، غوطے لگا کر باہر آئے تو انکی بدصورتی جاتی رہی اور وہ نہایت خوبصورت ہو گئے، ساتھیون نے کہا یہ شہر جنّت عدن ہے اور آپکی منزل وہ ہے، میری نگاہ اوپر اُٹھی تو ایک محل سپید بادل کی طرح دکھائی دیا، مین نے کہا خدا تمہارا بھلا کرے مجھے وہان جانے دو، انھون نے جواب دیا کہ ابھی نہین، مگر آپ وہان یقیناً جائین گے، پھر مین نے کہا آج رات کو مین نے عجیب عجیب چیزین دیکھین، بتاؤ یہ کیا تھین، انھون نے کہا اب ہم آپکو سب بتادین گے، پہلا آدمی جسکا سر پتھر سے توڑا جا رہا تھا وہ تھا جو قرآن پڑھکر پھر اُسکو چھوڑ دیتا ہے اور فرض نماز سے غافل ہو کر سو جاتا ہے۔ وہ شخص جسکی آنکھ، ناک اور منھ چیرا جا رہا تھا وہ تھا جو جھوٹ بولتا ہے، تنور مین جو عورت مرد ننگے بدن نظر آئے وہ زناکار ہین۔ خون کے دریا مین جو غوطے لگا رہا تھا اور پتھر نگل رہا تھا وہ سودخوار ہین (کہ وہ لوگونکا خون چوسکر حرام کھاتے تھے) کریہ منظر شخص جو آگ دہکا رہا تھا، دوزخ کا داروغہ مالک تھا، باغ مین جو درازقد انسان اور اُسکے چارون طرف بچے نظر آئے تھے وہ ابراہیم تھے، اور یہ بچے وہ کمسن تھے جو دینِ فطرت پر مرے، یہانپر حاضرینِ مسجد مین سے ایک مسلمان نے آنحضرت صلعم کو ٹوک کر کہا "یارسول اللہ! اور مشرکین کے بچے؟" فرمایا "اور وہ بھی" (کیونکہ وہ ہوش مین آنیسے پہلے دینِ فطرت ہی پر مرے) پھر سلسلۂ گفتگو آگے بڑھایا، اور فرمایا کہ فرشتون نے بتایا کہ پہلی عمارت جسمین ہر عمر کے لوگ تھے عام اہلِ ایمان کا مسکن ہے، دوسری عمارت جو اس سے بہتر تھی اور جس مین ہر سن و سال کے کچھ آدمی ملے وہ شہیدون کا مقام ہے، اور یہ لوگ جنکا آدھا دھڑ خوبصورت اور آدھا بدصورت تھا وہ تھے جنھون نے نیک اعمال کے ساتھ برے اعمال بھی کیے ہین، خدا نے اُن سے درگذر کیا۔"[1]

[1] صحیح بخاری کتاب التعبیر و کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المشرکین۔

مشاہدات ومسموعات

عالمِ بیداری

اَفَتُمَارُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی (نجم)

پیغمبر جو کچھ دیکھتا ہے کیا اُسپر تم اس سے جھگڑتے ہو

انبیاء علیہم السلام کے حواس یا عام اصناف انسانی کے حواس سے زیادہ لطیف ہوتے ہین، یا ہمارے حواس کے ماسوا ان کے کچھ اور بھی حواس ہوتے ہین، جن سے عام انسان اسی طرح بیگانہ ہین جسطرح مادرزاد نابینا ایک تیزنگاہ نوجوان کی قوت بینائی اور لطف نظر سے ناآشنا ہی۔

مشاہدات نبوی، عام مادّی واقعات نہین جنکی روایت صحابۂ کرام خود اپنے علم یا رویت یا سماعت سے کر سکتے، بلکہ وہ ان واقعات سے اسی قدر جان سکتے تھے جنکو آنحضرت صلعم نے اپنی زبان مبارک سے کبھی کبھی ظاہر فرمایا، اِس لیے روایات حدیث مین مشاہدات نبوی کا احاطہ نہین ہوسکا ہی، اور نہ عام امت کے عمل دین کے لیے ان کیفیات مافوق کا علم ضروری ہے، بہرحال لفظ وعبارت کے حدود مین جہان تک ممکن ہی ہم انکے احاطہ کی کوشش کرتے ہین۔

مشاہدات نبوی کی فہرست مین سب سے پہلی چیز روح القدس یا روح الامین یا جبریل نام فرشتہ کی رویت ہی، جو سب سے پہلے غارحرا مین نظر آیا،[1] اور اسکے بعد کچھ زمانہ تک وہ آپکی نگاہ سے اوجھل رہا، اور آنحضرت صلعم کو اسکی وجہ سے تکلیف رہی، صحیح مسلم مین حضرت ابن عباس سے روایت ہی کہ مکہ مین آپکے چند سال ایسے گذرے کہ آپکو صرف غیب کی آوازین سنائی، اور روشنی دکھائی دیتی تھی اور کوئی چیز آپ کو نظر نہین آتی تھی،[2] یہ غالباً یہی فترۃ الوحی کا زمانہ ہی، یہ زمانہ ختم ہوگیا تو آپنے ایک دن آواز سنی، نظر اُٹھاکر دیکھا، تو آسمان وزمین کے بیچ مین ایک کرسی پر وہی فرشتہ بیٹھا ہوا نظر آیا، مگر عموماً وہ کسی نہ کسی شکل مین نظر آتا صحیح روایتون مین ہے کہ جبریل صرف دو دفعہ اپنی اصلی صورت مین آپکو نظر آئے، آپنے اسوقت دیکھا کہ اُن کے جسم مین چھ سو

---

[1] صحیح بخاری ومسلم باب بدءالوحی، [2] صحیح مسلم باب کم اقام النبی صلعم بمکۃ،

پَر مین اوران کے دونون بازوؤن نے افق کو گھیر لیا ہے، جبریل کے علاوہ دوسرے فرشتگانِ الٰہی بھی بارگاہِ نبوت مین آیا کرتے تھے، جسکی تفصیل نزول ملائکہ کے عنوان مین گذر چکی۔

فرشتون کے مقابل دوسری ہستی **شیطان** کی ہو، یہ وہ قوتِ شر ہے جس سے کوئی انسان محفوظ نہین رہ سکتا، سب سے پہلے اس سے حضرت آدمؑ کی آزمایش ہوئی اور خدانے یہ نتیجہ ظاہر کیا کہ لَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (طٰہٰ) ہمنے آدمؑ مین عزم واستقلال نہین پایا، سِفرِ ایوبؑ اور قرآن مین ہو کہ اس سے حضرت ایوبؑ کی بھی آزمایش ہوئی، اور وہ اس امتحان مین پورے اُترے، انجیل مین ہو کہ حضرت مسیحؑ بھی شیطان سے آزمائے گئے اور انھون نے کامیابی سے اس میدان کو سر کیا، حدیث صحیح مین ہو کہ آپ نے فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہے، پوچھنے والے نے پوچھا "یا رسول اللہ کیا آپ کے ساتھ بھی ہی؟" فرمایا "ہان لٰکنّہ اسلم لیکن وہ مسلمان ہوگیا ہی، یا مطیع ہوگیا ہی" ایک دفعہ کا واقعہ ارشاد فرمایا کہ مین نماز پڑھ رہا تھا کہ شیطان مجھے چھیڑنے لگا اور میری نماز توڑنے لگا تو خدا نے مجھے اُسپر غلبہ عطا کیا۔[2]

جنت و دوزخ گو اور عالم کی چیزین ہین لیکن نگاہون سے پردہ اُٹھ جائے تو سامنے آجائین، آنحضرت صلعم کے زمانہ مین ایک دفعہ سورج گرہن ہوا، آپ صحابہ کے ساتھ نماز کو کھڑے ہوئے اور بہت دیر دیر تک قرأت، رکوع اور سجود مین مصروف رہے، اسی اثنا مین صحابہ نے دیکھا کہ آپ نے ایک بار ہاتھ آگے کو بڑھایا، پھر دیکھا کہ آپ کسیقدر پیچھے ہٹے، نماز کے بعد لوگون نے دریافت کیا تو فرمایا کہ اسوقت میرے سامنے وہ تمام چیزین پیش کی گئین جنکا تم سے وعدہ کیا گیا ہی، جنت اور دوزخ کی تمثیل اسی دیوار کے پاس دکھائی گئی، مین نے بہشت کو دیکھا کہ انگور کے خوشے لٹک رہے ہین، چاہا کہ توڑ لون لے۔ توڑ سکتا تو تا قیامت تم اس کو کھا سکتے، پھر مین نے دوزخ کو دیکھا جس سے زیادہ کوئی بھیانک چیز مین نے آج تک دیکھی لیکن مین نے اس مین زیادہ تر عورتون کو پایا، لوگون نے سوال کیا کہ "یا رسول اللہ! یہ کیون"؟ فرمایا کہ "اپنے خاوند کی ناشکری کے سبب، اگر ایک عورت پر تم عمر بھر احسان کرو اور صرف ایک دفعہ وہ تمھارے کسی فعل سے آزردہ ہو تو وہ کہیگی کہ مین نے کبھی تمھارا اچھا برتاؤ نہین دیکھا" مین نے اس دوزخ مین اُس چور کو دیکھا جو حاجیون کا اسباب چرا

[1] صحیح بخاری بدء الخلق وتفسیر والنجم، وصحیح مسلم باب الاسراء [2] صحیح بخاری بدء الخلق باب صفۃ ابلیس۔

مین نے اس مین ایک یہودی عورت کو دیکھا جسپر اسلیے عذاب ہو رہا تھا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ دیا تھا، اس کو نہ کچھ کھانے کو دیتی تھی اور نہ چھوڑتی تھی کہ وہ زمین پر گری پڑی چیزین کھالے آخر اسی بھوک سے اُسنے جان دیدی[۱]،

ایک اور حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا "مین جنت مین جا نکلا تو دیکھا یہان کے باشندون مین بڑی تعداد انکی ہے جو دنیا مین غریب تھے" اور دوزخ مین جاکر دیکھا تو ان مین بڑی تعداد عورتون کی پائی[۲]"

عمر کے اخیر سال مین آپ شہداے احد کے مقبرے مین تشریف لے گئے اور وہان سے واپس آکر آپ نے ایک خطبہ دیا، اسی درمیان مین آپ نے فرمایا "مین اپنے حوض کوثر کو یہین سے دیکھ رہا ہون، اور مجکو زمین کے خزانہ کی کنجیان حوالہ کیگئین اے لوگو! مجھے یہ خوف نہین ہو کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگوگے لیکن ڈرتا اس سے ہون کہ اس دنیا کی دولت مین پڑکر آپس مین رشک و حسد نہ کرنے لگو[۳]"

منبر مبارک مسجد نبوی مین تھا اور اسی سے متصل ازواج مطہرات کے حجرے بھی تھے جن مین سے ایک مین جسد اقدس سپرد خاک ہی، آپ نے فرمایا "میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کی کیاریون مین سے ایک کیاری ہی اور میرا منبر میرے حوض پر رکھا ہے[۴]"

محدثین نے اس حقیقت کو مختلف تاویلون سے ظاہر کرنا چاہا ہی لیکن ہمارے نزدیک اسکی صحیح تشریح یہ ہو کہ آنحضرت صلعم

کو ایسا محسوس ... ہدہ کرایا گیا،

پہلے قائم ... صحیح ... ول تھا کہ تہجد کی نماز کے لیے جب آپ بیدار ہوتے تو امہات المومنین کو بھی جگا دیتے، ام المومنین ام سلمہ کہتی

حضرت آپ ... تھے، ... یک شب خواب سے بیدار ہوئے تو فرمایا "سبحان اللہ آج شب کو کیا کیا دولت کے خزانے اور کیا

روشنی دکھائی جاتی ... زل ہوئے ہین، ان حجرون مین رہنے والیون (ازواج مطہرات) کو کون جگائے، اے افسوس دنیا مین کتنی

آواز سنی ... سامان آرایش سے آراستہ ہین، مگر آخرت مین وہ ننگی ہونگی[۵] (کہ دنیا مین وہ جامۂ عمل سے برہنہ تھین-)

---

[۱] صحیح بخاری بخاری و صحیح مسلم باب صلوۃ الکسوف و صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب رفع البصر و باب التعوذ من الفتن۔ [۲] صحیح بخاری باب صفۃ الجنۃ۔ صحیح ر...

[۳] جامع ترمذی بخاری کتاب الجنائز و باب من یحذر من زہرۃ الدنیا [۴] صحیح بخاری کتاب الحوض و باب فضل ما بین القبر والمنبر

[۵] صحیح ... بخاری باب التہجد

اسامہ بن زید سے روایت ہو کہ ایک دن آپ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے ایک ٹیلے پر چڑھے، پھر فرمایا، "اے لوگو! جو کچھ مین دیکھ رہا ہون وہ تم دیکھ رہے ہو؟" لوگون نے عرض کی "نہین یا رسول اللہ! فرمایا "مین تمھارے گھرون کے درمیان فتنون کو بارش کی طرح برستے دیکھ رہا ہون[1]" (یہ غالباً حضرت عثمان کے قتل کے بعد کے واقعات کا مشاہدہ تھا،)

آنحضرت صلعم کو ہر حال مین اپنی امت کی فکر دامنگیر رہتی تھی، ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے زمین کے تمام کنارون کو میری نگاہون کے سامنے کر دیا، مین نے ان کے مغرب و مشرق کو دیکھا، میری امت کی سلطنت ان تمام کنارون تک پہنچ جائے گی، جو مجھے دکھائے گئے ہین، مجھے سُرخ و سپید (سونا چاندی) کے دونون خزانے دیے گئے، مین نے خدا کے حضور مین دعا کی کہ "بار الٰہا! میری امت کو کسی عالمگیر قحط سے برباد نہ کرنا، اور نہ ان پر ان کے سوا کسی غیر دشمن کو مسلط کرنا" حکم ہوا کہ "میرے دربار مین فیصلہ کی تبدیلی نہین ہوتی، مین نے تمھاری یہ دعا قبول کی" تو اب میری امت کو کوئی دوسرا تباہ نہ کریگا، بلکہ وہ خود ایک دوسرے کو تباہ کرین گے[2]" مسلمانون کی پوری تاریخ اس مشاہدۂ اقدس کی تفسیر ہے،

گذشتہ انبیائے کرام کی تمثیلین اکثر آپ کو دکھائی گئی ہین، اور معراج اور عالم رویا کے علاوہ بیداری عالم مین بھی یہ مشاہدے ہوئے ہین، صحیح مسلم مین حضرت ابن عباس سے روایت ہو کہ ایک دفعہ آپ سفر مین (غالباً حج) جاتے ہوئے وادی ارزق سے گذرے آپ نے دریافت فرمایا "یہ کون وادی ہو؟" لوگون نے کہا یہ وادی ارزق ہو، فرمایا "گویا مین دیکھ رہا ہون کہ موسیٰ گھاٹی سے اُتر رہے ہین اور انکی زبان پر تلبیہ (صدائے حج) جاری ہو" اسکے بعد ہرشٰی گھاٹی آئی فرمایا "یہ کون سی گھاٹی ہے" لوگون نے بتایا کہ یہ ہرشا کی گھاٹی ہے، فرمایا "گویا مین دیکھ رہا ہون کہ متی کے بیٹے یونس، سُرخ اونٹنی پر سوار ہین کمبل کا جبہ پہنے ہین، اونٹنی کی نکیل کھجور کی چھال کی ہو اور وہ لبیک اللھم لبیک کہتے جا رہے ہین[3]"

معراج کے واقعہ مین یاد ہوگا کہ جب کفار نے بیت المقدس کا نقشہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے اچھی طرح تو وہ کھیلی کہ دفعۃً اللہ تعالیٰ نے اس کو میری نگاہون کے سامنے کر دیا، وہ ایک ایک چیز کو پوچھتے جاتے تھے اور مین

[1] صحیح بخاری جلد ۱ اشراط الفتن [2] صحیح مسلم باب الفتن [3] صحیح مسلم باب الاسراء،

جواب دیتا جاتا تھا[1]،

ابن عباس کہتے ہین کہ ایک دن آپ قبرستان سے گذر رہے تھے، فرمایا کہ ان دو قبرون پر عذاب ہو رہا ہے یہ عذاب کسی گناہ کبیرہ کی پاداش مین نہین ہے. ایک کو اس بات پر سزا دی جا رہی ہے کہ وہ طہارت کے وقت پردہ نہین کرتا تھا، دوسرے کے عذاب کا سبب یہ ہے کہ وہ لوگون کی چغلی کھایا کرتا تھا، اس کے بعد آپ نے ایک درخت کی سبز ٹہنی کو دو ٹکڑے کرکے دونون پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ "شاید انکی تسبیح و تہلیل سے انکی سزاؤن مین تخفیف ہو[2]"

حضرت ابوایوب انصاری راوی ہین کہ ایک دفعہ آپ دوپہر کو گھر سے نکلے تو آپ کے کانون مین ایک آواز آئی فرمایا کہ "یہ یہود پر ان کی قبرون مین عذاب ہو رہا ہے" یہ بخاری کی روایت[3] ہے، طبرانی مین ہے کہ آپ نے فرمایا "یہود کو ان کی قبرون مین جو عذاب دیے جا رہے ہین انکی آوازین میرے کانون مین آرہی ہین[4]" ایک جہاد مین مسلمانون کی طرف ایک آدمی مارا گیا تھا، لوگون نے کہا وہ شہید ہوا، آپ نے فرمایا "ہرگز نہین مین نے اسکو دوزخ مین دیکھا ہے کیونکہ اُسنے مال غنیمت مین سے ایک عبا چرائی تھی" اس کے بعد آپ نے حضرت عمر کو حکم دیا کہ وہ اعلان کردین کہ جنت مین صرف اہل ایمان جائین[5] گے.

عمرو بن عامر خزاعی عرب مین پہلا شخص ہے جسنے جانورون کو دیوتاؤن کے نام نذر کرنے کی بدعت پیدا کی، بخاری مین حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "مین نے جہنم کو دیکھا کہ اُسکے شعلے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہین، اور اُس مین عمرو بن عامر کو دیکھا کہ وہ اپنی آنتین گھسیٹ رہا ہے"۔

صحیح مسلم مین ہے کہ آپ ایک دفعہ بنی نجار کے نخلستان مین جا نکلے، آپ ایک خچر پر سوار تھے، اور جان نثار ساتھ ساتھ تھے، کہ دفعۃً خچر اس زور سے بھڑکا کہ قریب تھا کہ آپ گر پڑین، پاس پانچ چھ قبرین تھین، دریافت فرمایا کہ ان قبرون کو کوئی جانتا ہے، ایک نے کہا، ہان یا رسول اللہ! مین جانتا ہون، فرمایا "یہ لوگ کب مرے ہین" عرض کیا کہ یہ لوگ

---

[1] صحیح بخاری و صحیح مسلم باب الاسراء، [2] صحیح بخاری کتاب الجنائز۔ [3] کتاب الجنائز [4] قسطلانی شرح حدیث مذکور۔
[5] جامع ترمذی باب ماجاء فی الغلول۔

شرک کی حالت مین مرے ہین، فرمایا "ان لوگون کی اون کی قبرون مین آزمائشین ہو رہی ہین، اگر یہ خیال نہوتا کہ تم مُردون سے ڈر کر ایک دوسرے کو دفن کرنے مین ڈرنے لگو گے، تو مین خدا سے دعا کرتا کہ تم کو بھی عذاب قبر کی وہ آواز سنائے جو مین سُن رہا ہون"

ایک دفعہ آپ صحابہ کے ساتھ کسی طرف کو تشریف لیے جا رہے تھے، اتنے مین ایک سخت بدبو اُٹھی، فرمایا "جانتے ہو یہ کیسی بدبو ہے؟ یہ اُن لوگون کی بدبو ہے جو مسلمانون کی غیبت کرتے ہین"[1]، حاکم مین ہے کہ ایک دفعہ حضرت بلال آنحضرت صلعم کے ساتھ کسی طرف کو جا رہے تھے، آپ نے فرمایا "اے بلال! جو مین سن رہا ہون تم سن رہے ہو؟" عرض کی نہین یا رسول اللہ صلعم، فرمایا کہ تم نہین سنتے کہ مردون پر عذاب کیا جا رہا ہے، مستدرک حاکم، کتاب الزہد امام احمد، بزار اور بیہقی کی شعب الایمان مین ہے کہ حضرت زید بن ارقم بیان کرتے ہین کہ ایک دفعہ ہم لوگ حضرت ابوبکر کے ساتھ تھے، حضرت ابوبکر نے پینے کی کوئی چیز مانگی تو لوگ شہد اور پانی لے آئے، حضرت ابوبکر یہ دیکھکر رونے لگے، لوگون نے گریہ کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ "ایک دن مین خدمت نبوی مین حاضر تھا، تو دیکھا کہ آپ ہاتھ سے کوئی چیز ہٹا رہے ہین، اور مجھے کوئی چیز ہٹانے کی نظر نہین آتی تھی، تو مین نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کس چیز کو ہٹا رہے ہین؟ فرمایا یہ دنیا ہے جو میرے سامنے متمثل ہو کر آئی ہے، مین نے اُس سے کہا کہ "میرے پاس سے چلی جا" تو اُس نے کہا "اگر آپ مجھے بچ گئے تو آپ کے بعد کے لوگ مجھ سے نہین بچ سکتے"

[1] مسند ابن حنبل بسند جابر بن عبداللہ

اسرا یا معراج

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْریٰ بِعَبْدِہٖ

اِسراء کے معنی "رات کو چلانے یا لیجانے کے ہین" چونکہ آنحضرت صلعم کا یہ حیرت انگیز معجزانہ سفر رات کو ہوا تھا اسلیے اس کو اسرا کہتے ہین اور قرآن مجید نے اسی لفظ سے اس کو تعبیر کیا ہی سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْریٰ بِعَبْدِہٖ لَیْلاً، پاک ہی وہ خدا جو رات کے وقت اپنے بندہ کو لے گیا،

معراج "عروج" سے نکلا ہی جس کے معنی "اوپر چڑھنے کے ہین" چونکہ احادیث مین آپ سے لفظ عُرِجَ بِیْ مجکو اوپر چڑھایا گیا" مروی ہے اس لیے اس کا نام معراج پڑا۔

انبیاء اور سیر ملکوت

انبیاء علیہم السّلام کے روحانی حالات اور واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہی کہ اولو العزم پیغمبرون کو آغاز نبوت کے کسی خاص وقت اور مخصوص ساعت مین یہ منصب رفیع حاصل ہوتا ہی اور اسوقت شرائط رویت کے تمام مادی پردے انکی آنکھون کے سامنے سے اٹھا دیے جاتے ہین، اسباب ساعت کے دنیا دی، اہین اُن کے لیے منسوخ کر دیے جاتے ہین، قیود زمانی و مکانی کی تمام فرضی بیڑیان اُن کے پانون سے کاٹ ڈالی جاتی ہین آسمان و زمین کے مخفی مناظر بے حجابانہ اُن کے سامنے آجاتے ہین، اور وہ اس کے بعد نور کا حلہ بہشتی پہنکر فرشتون کی روحانی جلوس کے ساتھ بارگاہ الٰہی مین پیش ہوتے ہین، اور اپنے اپنے رتبہ اور درجہ کے مناسب مقام پر کھڑے ہو کر فیض ربانی سے معمور اور غرق دریاے نور ہو جاتے ہین، یہانتک کہ بعض مقربان خاص کو یہ درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ حریم خلوتگاہ قدس مین بار پاکر قَابَ قَوْسَیْنِ (دو کمانون کے فاصلہ) سے بھی نزدیک تر ہو جاتے ہین، اور پھر وہان سے اپنے منصب کا فرمان خاص لیکر اسی کاشانۂ آب و خاک مین واپس آجاتے ہین۔

حضرت ابراہیمؑ کو جب نبوت عطا ہوتی ہے تو ارشاد ہوتا ہی وَکَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ، "اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمان اور زمین کی بادشاہی دکھاتے ہین" یہ سیر ملکوت یعنی آسمان و زمین کی بادشاہی

معراج نبوی

لیکن حضور صلعم چونکہ سرور انبیاء اور سید اولاد آدم تھے، اس لیے اُس حظیرۂ قدس اور بارگاہِ لامکان مین آپکو وہان تک رسائی حاصل ہوئی جہان تک کسی فرزند آدم کا قدم اس سے پہلے نہین پہنچا تھا، اور وہ کچھ مشاہدہ کیا جو اب تک دوسرے مقرّبان بارگاہ کی حدِ نظر سے باہر رہا تھا،

معراج نبوی کا وقت وتاریخ اور تعداد وقوع

اس امر مین اختلاف ہی کہ معراج کب اور کس تاریخ کو واقع ہوئی اور ایک دفعہ ہوئی یا مختلف اوقات مین، صحیح و مستند روایات کے مطابق اور جمہور علماء کی راے کے موافق معراج صرف ایک دفعہ واقع ہوئی، جو لوگ تعدد کے قائل ہین اسکی اصل وجہ یہ ہی کہ چونکہ روایتون مین جزئیات معراج کے بیان مین اختلاف ہی اسلیے انہون نے رفعِ اختلاف کے لیے متعدد دفعہ معراج کا وقوع تسلیم کیا ہے[1] تاکہ ہر مختلف فیہ واقعہ ایک ایک جداگانہ معراج پر منطبق کیا جائے، لیکن درحقیقت یہ ایک فرض محض ہے جسکو واقعیت سے کوئی تعلق نہین، مستند اور صحیح روایات ہمارے سامنے ہین اور ان مین تعدد معراج کا اشارہ تک نہین ہے، ایک ایسے اہم، مافوق مشاہدۂ بشری اور طویل واقعہ کے متعلق جو اوس وقت واقع ہوا جب مسلمانون کی تعداد بہت تھوڑی تھی اور جس قدر تھی وہ بھی پراگندہ حال اور منتشر الخیال تھی، اور ایک ایسے واقعہ کے متعلق جسکے رواۃ اکثر وہ لوگ ہین جو اس وقت پیدا نہین ہوئے تھے، یا بہت چھوٹے تھے، یا مدنی لوگ ہین جنکو قبل ہجرت کے واقعات کی ذاتی اور بلاواسطہ واقفیت نہ تھی، اگر جزئیات مین معمولی اختلاف یا بعض واقعات کی ترتیب مین تقدم و تاخر واقع ہوا ہے تو انکی تطبیق کے درپے ہونے کی ضرورت نہین، خود ہمارے سامنے جو روزانہ واقعات پیش آتے رہتے ہین ان کے جزئیات کی تفصیل اگر مختلف راویون سے سنین یا مختلف اوقات مین ہم خود بیان کرین تو ترتیب واقعات اور دیگر جزئی امور مین بیسیون اختلافات پیدا ہو جائینگے باایں ہمہ اصل معاملہ اور اوس کے اہم اجزا کے وقوع مین شک وشبہہ نہ ہوگا۔

بعض ارباب سیر نے دو دفعہ معراج کا ہونا ظاہر کیا ہے جن مین وہ ایک کو اسراء اور دوسرے کو معراج کہتے ہین کہ قرآن مین اسراء اور احادیث مین معراج کا نام آیا ہے، انھون نے اسکی ضرورت اسلیے سمجھی ہے کہ قرآن مجید کے

[1] امام سہیلی نے روض الانف شرح سیرۃ ابن ہشام مین اسی استدلال کی بنا پر تعدد کا میلان ظاہر کیا ہے، جلد اول صفحہ ۲۴۴ مصر۔

پندرھوین پارہ مین اسراء کا جو بیان ہے اس مین صرف مکہ سے بیت المقدس تک کا سفر مذکور ہے اور قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جسم کے ساتھ حالتِ بیداری مین ہوا۔ حالانکہ معراج مین تو آسمان تک کا سفر ہوا ہے اور عجیب وغریب واقعات پیش آئے ہین، اور اکثر روایتون مین یہ تصریح ہے کہ یہ خواب تھا، بہرحال یہ بھی استنباط اور قیاس سے آگے نہین بڑھتا، قرآن مجید کے الفاظ خواب وبیداری دونون کے متحمل ہین، اس بنا پر اس مین کوئی شک نہین کہ معراج ایک ہی دفعہ واقع ہوئی ہے، علامہ زرقانی نے تصریح کی ہو کہ "یہی جمہور محدثین متکلمین اور فقہا کی رائے ہے اور روایات صحیحہ کا تواتر بھی بظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے اور اس سے عدول نہین کرنا چاہیے"[1] حافظ ابن کثیر نے تفسیر مین تعدد معراج کے قول کو بالکل لغو اور بے سند اور خلاف سیاق احادیث ٹھہرایا ہے۔

معراج کے وقت اور زمانہ کی تعیین مین یہ دشواری پیش آتی ہے کہ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہو جب کہ تاریخ اور سنہ کی تدوین نہین ہوئی تھی، اور عرب مین عموماً اسلام سے پہلے کسی خاص سنہ کا رواج نہ تھا، تاہم وقت کے متعلق اتنا تو یقینی طور پر معلوم ہو کہ رات کا وقت تھا، خود قرآن مجید مین ہے اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا، اور تمام روایات بھی اسپر متفق اللفظ ہین[2] لیکن صحیح دن اور تاریخ کا پتہ لگانا نہایت مشکل ہے، محدثین کے ہان کسی سے بھی بروایت صحیحہ اسکی تصریح موجود نہین ہو، ارباب سیر نے بعض صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین سے کچھ روایتین کی ہین لیکن انکی تصریحات مختلف ہین تاہم اتنی بات پر بلا اختلاف سب کا اتفاق ہو کہ یہ بعثت اور آغاز وحی کے بعد اور ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے جو مکہ معظمہ مین پیش آیا۔

مہینہ کی تعیین کے متعلق ارباب سیر کے پانچ اقوال ہین، کوئی ربیع الاول کہتا ہے، کسی نے ربیع الآخر کی روایت کی ہے بعض رجب کی تعیین کرتے ہین بعض رمضان یا شوال کہتے ہین، یہ آخری روایت سدی کی ہو جس کو

---

[1] شرح مواہب جلد اول صفحہ ۳۵۵ [2] ابن سعد جلد اول باب معراج مین واقدی کی ایک روایت ہو کہ معراج دن کو ظہر کے وقت ہوئی، یہ بالکل باطل اور موضوع ہے اور اس روایت مین اور بھی جو باتین ہین وہ بھی غلط ہین۔

[3] صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث مین معراج کے بیان مین شریک نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ "یہ قبل آغاز وحی کے ہوا" اس سے مطلب محض فرشتوں کا آنا ہے نفس معراج نہین تفصیل آگے آئے گی۔

ابن جریر طبری اور بیہقی نے نقل کیا ہے، اُنکی روایت ہو کہ معراج ہجرت سے ۱۶ مہینے پیشتر واقع ہوئی" ہجرت اوائل ربیع الاول مین ہوئی ہے اس بنا پر ۱۶ مہینے پیشتر آخر رمضان ہوگا یا آغاز شوال لیکن کون نہین جانتا کہ سُدی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے، واقدی سے ابن سعد نے دو روایتین کی ہین[1] ایک یہ کہ "سنیچر کی شب تھی، ۱۷ تاریخ تھی، رمضان کا مہینہ تھا، ہجرت (ربیع الاول ۱ھ) سے ۱۸ مہینے پیشتر کا یہ واقعہ ہو" دوسری یہ ہے "ہجرت سے ایک سال پہلے، ۱۷ ربیع الاول کا یہ واقعہ ہے" واقدی نے ان روایات مین کسی قدر تصریح کے ساتھ دن، تاریخ اور وقت بتا دیا ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے علماے رجال کی عدالت مین ان کی شہادت کوئی بڑی قدر و قیمت نہین رکھتی، چنانچہ ان روایتون مین بھی جس روایت مین وقت و روز و تاریخ کی جسقدر تفصیل زیادہ ہے اُسی قدر وہ زیادہ نامعتبر ہے کیونکہ اُسکی سند ناتمام ہے، دوسرے مہینون کی روایتین بھی اسی قسم کی ہین، ابن قتیبہ دینوری (المتوفی ۲۶۷ھ) اور علامہ ابن عبد البرّ (المتوفی ۴۶۳ھ) نے رجب کی تعیین کی ہو، اور متاخرین مین امام رافعی اور امام نووی نے (روضہ مین) اسی کو تیقن کے ساتھ ظاہر کیا ہو، اور محدث عبد الغنی مقدسی نے بھی اسی مہینہ کو اختیار کیا ہو بلکہ ۲۷ تاریخ کی بھی تصریح کر دی ہے اور علامہ زرقانی نے لکھا ہو کہ "لوگون کا اسی پر عمل ہے، اور بعضون کی راے ہے کہ یہی قوی ترین روایت ہو کیونکہ اصول یہ ہو کہ جب کسی بات مین سلف کا اختلاف ہوا ور کسی راے کی ترجیح پر کوئی دلیل قایم نہو تو بظنِ غالب وہ قول صحیح ہوگا جس پر عمل درآمد ہو، اور جو لوگون مین مقبول ہو"[2]

اس مسئلہ کے حل کی ایک صورت یہ ہو کہ متاخرین کے نقول، قیاسات، استنباطات اور مجادلات سے جو دس سے زیادہ مختلف اقوال پر مشتمل ہین قطع نظر کر لیا جائے، اور دیکھا جائے کہ قدیم راویون کی اصل تصریحات کیا کیا ہین اور کثرت روایت اور گمانِ صحت کا راجح پہلو کسکی جانب ہو،

نام راوی	روایت	کیفیت سند
ابن سعد بواسطۂ واقدی، از حضرت	۱۷ ربیع الاول ہجرت سے ایکسال قبل۔	ابن سعد نے یہ روایت متعدد مسلسل

[1] ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۴۳ [2] یہ تمام تفصیل زرقانی جلد ۱ صفحہ ۳۵۵-۳۰۵ مین مذکور ہو۔

نام راوی	روایت	کیفیت سند
عبداللہ بن عمرو بن العاص وام سلمہ و عائشہ وابن عباس وام ہانی رضی اللہ عنہم،		طریقون سے صحابہ سے نقل کی ہے،
	" " " "	
۲- موسیٰ بن عقبہ بواسطہ زہری،	ہجرت سے ایکسال قبل	موسیٰ بن عقبہ کی سیرۃ معتبر ترین کتب سیر سے ہے
۳- زہری، بواسطہ سعید بن مسیب،	″	.
۴- عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ،	″	.
۵- قتادہ،	″	یہ تابعی ہین۔
۶- مقاتل،	″	.
۷- ابن جریج،	″	.
۸- ابراہیم بن اسحاق الحربی،	۲۷ ربیع الآخر ہجرت سے ایکسال پہلے	.
۹- مسلم بن قتیبہ،	ہجرت سے ۱۰ ماہ پیشتر	یہ مؤرخ ہین۔
۱۰- عمرو بن شعیب از حضرت عمرو بن العاص	۱۷ ربیع الاول ہجرت سے ایکسال پہلے	.
۱۱- سدی[1]،	ہجرت سے ۱۵ یا ۱۶ مہینے پیشتر	سدی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے،

متاخرین نے امام زہری کے انتساب سے دو اور مختلف اقوال نقل کیے ہین، ایک ہجرت سے پانچ سال قبل، اور دوسرا بعثت سے پانچ سال بعد، پہلے قول کے ناقل علامہ ابن حجر (فتح الباری جلد، صفحہ ۱۵۵ مصر) ہین، اور ان کا بیان ہے کہ قاضی عیاض، امام قرطبی، اور امام نودی شارحین صحیح مسلم اسی کے مؤید ہین لیکن امام نودی کی شرح صحیح مسلم مطبوعۂ ہندوستان (صفحہ ۹۱) اور قسطلانی کی سیرۃ مواہب لدنیہ (مطبوعۂ مصر مع زرقانی)

[1] یہ تمام روایات مختلف ماخذون سے جمع کی گئی ہین، اول ابن سعد مین ہے، دوم چہارم یازدہم تفسیر ابن کثیر (سورۂ اسرا صفحہ ۴۰) مین ہے، ہشتم تفسیر ابن جریر (۱۵-۲ ۷) مین ہے، پنجم وششم تفسیر ابن حبان (اسرا صفحہ ۵) مین ہے، بقیہ اقوال و روایات کے لیے فتح الباری، زرقانی، شرح شفا سے عیاض، استیعاب ابن عبد البر، اسد الغابہ ابن اثیر اور روض الانف (ذکر معراج) دیکھو۔

مین دوسرا قول منقول ہی، زرقانی نے (جلد اوّل فصل معراج مین) اس اختلاف پر حیرت ظاہر کی ہی، افسوس ہے کہ قلمی نسخے موجود نہین، ہمارا خیال ہو کہ یہ اختلاف کتابت کی غلطی اور مسامحت سے پیدا ہوا ہے، اسی طرح اسد الغابۂ ابن اثیر مطبوعۂ مصر (صفحہ ۲۰) مین سدّی کی نسبت لکھا ہے کہ وہ کہتا ہو کہ معراج ہجرت سے ۶ مہینے (ستۃ اشہر) پہلے ہوئی" یہ ۶ درحقیقت ۱۶ ہے "ستۃ اشہر" کے بجائے "ستۃ عشر شہرا" چاہیے، جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے اس (تفسیر اسراء) نقل کیا ہے، اور جو اسکی ۱۷ مہینے والی روایت کے قریب قریب ہو جو طبری و بیہقی مین ہی چھٹی صدی مین علامۂ ابن اثیر نے کسی قیاس یا استنباطِ تاریخی کی بنا پر ہجرت سے تین سال پہلے معراج کا وقوع تسلیم کیا ہی، مگر جہان تک ہم کو معلوم ہے کسی اور نے انکا ساتھ نہین دیا ہی، اور نہ کہین سیرت کی امہاتِ کتب مین یہ تاریخ مذکور رہی، بجز اس قیاس کے کہ ابن اسحاق نے اپنی سیرت مین واقعۂ معراج کو ابوطالب اور حضرت [illegible] نقل کیا ہے، اور یہ دونون حادثے ہجرت سے تین سال پہلے پیش آئے [illegible] تا یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ابن اسحاق کا خیال تھا کہ معراج ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی،

ہم نے مقدمہ کی پوری روداد ناظرین کے سامنے رکھدی ہے [illegible] معلوم ہوا ہو گا کہ قدیم راویون کا بڑا حصہ ایک سال قبل ہجرت کا زمانہ متعین کرتا ہے، ایک د[illegible] و بزرگ [illegible] مدت اور بڑھا دیتے ہین، متاخرین مین سے بعض اصحاب نے جو قیاسِ تاریخی سے تین سال یا پانچ سال قبل ہجرت کا زمانہ متعین کرنا چاہا ہے، اسکا مبنیٰ یہ ہے کہ بخاری مین حضرت عائشہ سے روایت ہو کہ حضرت خدیجہ رضؓ نماز پنجگانہ کی فرضیت سے پہلے وفات پا چکی تھین، نماز پنجگانہ بالاتفاق معراج مین فرض ہوئی، پھر بخاری ہی مین حضرت عائشہ کی روایت ہو کہ حضرت خدیجہ رضؓ نے ہجرت سے تین سال پہلے وفات پائی، اور دوسرے راویون نے بیان کیا ہو کہ ہجرت سے پانچ سال پہلے انتقال کیا، ان مقدمات کو یکجا کر کے انہون نے یہ نتیجہ نکالنا چاہا ہو کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے تین سال پہلے (بقول ابن اثیر) یا پانچ سال پہلے (بقول قاضی عیاض وغیرہ) پیش آیا ہے، لیکن ظاہر ہو کہ یہ استدلال اُسوقت درست ہو سکتا تھا جب یہ ثابت ہوتا کہ نماز پنجگانہ کی فرضیت اور حضرت خدیجہ کی وفات دونون ایک ساتھ ہوئیں، یا کم از کم یہ کہ پہلا واقعہ

[illegible]

دوسرے واقعہ کے چند روز بعد پیش آیا، حضرت عائشہؓ کی روایت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ نے معراج (فرضیت نماز پنجگانہ) سے پہلے وفات پائی، اب یہ نہین معلوم کہ ایک مہینہ پہلے یا سال بھر پہلے یا چند سال پہلے، اس لیے ان قیاسات سے معراج کی تاریخ متعین نہین ہوسکتی۔

بہرحال ابتدائی راویون کی کثیر جماعت جن مین بعض نہایت معتبر اور ثقہ ہین، اسی جانب ہے کہ یہ ہجرت یعنی ربیع الاول سنہ ۱۳ھ سے ایک سال سے ڈیڑھ سال تک پہلے کا واقعہ ہے، امام بخاری نے جامع صحیح مین گو کوئی تاریخ نہین بیان کی ہے لیکن ترتیب مین وقائع قبل ہجرت کے سب سے آخر مین، اور بیعت عقبہ اور ہجرت سے متصلاً پہلے واقعہ معراج کو جگہ دی ہے، اور ابن سعد نے بھی سیرت مین واقعہ معراج کا یہی موقع ترتیب مین رکھا ہے، اس سے حدیث اور سیرۃ کے ان دو امامون کا یہی منشا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہجرت سے کچھ ہی زمانہ پہلے خواہ وہ ایکسال ہو یا اور کچھ کم و بیش معراج کا زمانہ متعین کرتے ہین، آگے چلکر ہم یہ بتائین گے کہ ہمارے نزدیک قرآن مجید سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے کہ معراج اور ہجرت کے بیچ مین کوئی بڑا زمانہ حائل نہ تھا، بلکہ معراج درحقیقت ہجرت ہی کا اعلان تھا،

مہینہ کی تعیین مشکل ہے، جو لوگ ہجرت یعنی ربیع الاول سنہ ۱۳ھ سے ایک سال پہلے کہتے ہین ان کے حساب سے اگر یہ ربیع الاول ادھر شامل کر لیا جائے تو ادھر معراج کا مہینہ ربیع الآخر پڑیگا، اور اگر شامل نہ کیا جائے تو ربیع الاول رہے گا، اور اگر عام مشہور و معمول بہ رجب کی تاریخ اختیار کی جائے تو ہجرت سے ایکسال، مہینے پیشتر کا واقعہ تسلیم کرنا ہوگا،

معراج کی صحیح روایتین | واقعہ معراج چونکہ نہایت اہم، ہماری مادی کائنات سے ماورا، اور قیاس، استنباط اور عقل انسانی کی سرحد سے بالاتر ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ اس باب مین صحیح و خالص روایتون کی پیروی کیجائے، احادیث و سیر کی کتابون مین اس واقعہ کو کثیر التعداد صحابیون نے بیان کیا ہے، علامہ زرقانی نے ۴۵ صحابیون کو نام بنام گنایا ہے، اور حدیث و سیر کی تفسیر جن جن کتابون مین ان کی روایتین مذکور ہین ان کی تصریح کی ہے، علامہ ابن کثیر نے تفسیر (بنی اسرائیل) مین ان مین سے اکثر روایتون کو یکجا کر دیا ہے، ان مین صحیح، مرفوع، قوی،

ضعیف، موقوف، مرسل، منکر سبھی قسم کی روایتین ہین، صحاح ستہ مین معراج کا واقعہ مستقلاً صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین مذکور ہے، ترمذی اور نسائی وغیرہ مین ضمناً اور مختصراً یہ واقعات مختلف ابواب مین کہین کہین آگئے ہین، امام بخاری اور مسلم نے اس واقعہ کو حضرت ابوذرؓ، حضرت مالکؓ بن صعصعہ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عبداللہؓ بن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابرؓ بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود، سات اکابر صحابہ سے روایت کیا ہی، ان مین سے چار پچھلے صحابیون نے صرف چند متفرق جزئیات بیان کیے ہین۔

صحیحین مین واقعۂ معراج کا مسلسل اور مفصل بیان حضرت ابوذر، حضرت مالک بن صعصعہ اور حضرت انس بن مالک سے مروی ہی، حضرت انس نے تین طرق سے روایت کی ہی ایک طریقہ مین (صحیح مسلم باب الاسراء، اور صحیح بخاری کتاب التوحید) اخیر راوی وہی ہین لیکن اس مین یہ تصریح نہین ہی کہ انھون نے خود آنحضرت صلعم سے سنا یا کسی صحابی نے ان سے بیان کیا، دوسرے طریقہ مین (صحیح بخاری باب ذکر الملائکہ و باب المعراج اور صحیح مسلم باب الاسراء) یہ تصریح ہے کہ انھون نے حضرت مالک بن صعصعہ سے سنا، اور تیسرے طریقہ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ و کتاب الانبیاء) مین یہ صراحت ہی کہ انھون نے حضرت ابوذر سے بھی سنا، اس سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت انس نے متعدد اکابر صحابہ سے معراج کا واقعہ سنا تھا اور اسی لیے ان کا بیان سب سے زیادہ جامع اور مفصل ہے، تابعین مین سے متعدد بزرگون نے حضرت انس سے اس روایت کو صحیحین مین نقل کیا ہی، مثلاً ثابت البنانی، ابن شہاب زہری، قتادہ اور شریک بن عبداللہ بن ابی نمر، ان مین محفوظ تر بیان ثابت کا ہی، شریک کی روایت متعدد امور مین روایت ثقات کے مخالف ہی اور اسی لیے امام مسلم نے صحیح مسلم باب الاسراء مین اسکی طرف اشارہ کر کے چھوڑ دیا ہی اور لکھدیا ہے کہ "ان کی روایت مین تقدم و تاخر، اور زیادت و نقص ہی"

حضرت مالک بن صعصعہ اور حضرت ابوذر نے یہ تصریح کی ہی کہ انھون نے معراج کے واقعہ کو لفظاً بلفظاً و حرفاً بحرف آنحضرت صلعم کی زبانِ مبارک سے سنا ہے، گو یہ دونون بزرگوار جلیل القدر صحابی ہین لیکن حضرت ابوذر مین ایک مزید خصوصیت یہ ہی کہ وہ سابقین اسلام مین ہین، اور وقوعِ معراج سے پہلے ہی مکہ مین آکر اسلام لاچکے تھے،

حضرت مالک بن صعصعہ انصاری ہین، اس بنا پر معراج کی تمام روایتون مین حضرت ابوذر کی روایت کو ہم سب سے مقدم سمجھتے ہین،

معراج کا واقعہ

الغرض جب اسلام کی سخت اور پرخطر زندگی کا باب ختم ہونے کو تھا اور ہجرت کے بعد سے اطمینان و سکون کے ایک نئے دور کا آغاز ہونے والا تھا، تو وہ شبِ مبارک آئی اور اُس شبِ مبارک مین وہ ساعتِ ہمایون آئی، جو دیوانِ قضا مین سرورِ عالم صلعم کی سیرِ ملکوت کے لیے مقرر تھی، اور جسمین پیشگاہِ ربانی سے احکام خاص کا اجرا اور نفاذ عمل مین آنے والا تھا، رضوانِ جنت کو حکم ہوا کہ آج مہمان سرائے غیب کو نئے ساز و برگ سے آراستہ کیا جائے، کہ شاہدِ عالم آج یہان مہمان بنکر آئے گا، روح الامین کو فرمان پہنچا کہ وہ سواری جو بجلی سے زیادہ تیز گام اور روشنی سے زیادہ سبک خرام ہے اور جو خطۂ لاہوت کے مسافرون کے لیے مخصوص ہے، حرمِ ابراہیم (کعبہ) مین لیکر حاضر ہو، کارکنان عناصر کو حکم ہوا کہ مملکتِ آب و خاک کے تمام مادّی احکام و قوانین تھوڑی دیر کے لیے معطل کر دیے جائین، اور زمان [illegible]دیت وسماعت تخاطب وکلام کی تمام طبعی پابندیان اُٹھادی جائین۔

[illegible]رت ابوذر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم مکہ مین تھے کہ آپ کے گھر کی چھت کھلی اور جبریل علیہ السلام [illegible]ے گا، اور [illegible] انھون نے پہلے آپ کا سینہ چاک کیا پھر اُس کو آبِ زمزم سے دھویا، اُس کے بعد سونے کا ایک طشت [illegible]لیم کہ ایمان اور حکمت سے بھر کر لائے اور ان کو سینۂ مبارک مین ڈال کر بند کر دیا، پھر آپ کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر لے گئے، جب آپ آسمان پر پہنچے تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ "کھولو" اُس نے کہا کہ "کون ؟" انہون نے جواب دیا "جبریل" اس نے پوچھا "کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے ؟" انہون نے کہا "ہان میرے ساتھ محمدؐ ہین" اُس نے سوال کیا "کیا وہ بلائے گئے ہین ؟" انہون نے اثبات مین جواب دیا، بہرحال آپ جب پہلے آسمان پر چڑھے تو آپ کو ایک شخص بیٹھا ہوا نظر آیا جس کے دائین بائین بہت سی پرچھائیان تھین، جب وہ دائین جانب دیکھتا تھا تو ہنستا تھا۔ اور جب بائین جانب نگاہ جاتی تھی تو روتا تھا، آنحضرت صلعم کو دیکھکر اُسنے کہا "مرحبا اے نبیِ صالح اور اے فرزندِ صالح" آنحضرت صلعم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا "یہ کون ہین ؟" انہون نے

کہا "یہ آدم ہین" اوران کے دائین بائین کی پرچھائیان انکی اولاد کی روحین ہین، دائین جانب والے جنتی اور بائین جانب والے دوزخی ہین، اس لیئے جب وہ دائین جانب دیکھتے ہین توہنستے ہین اورجب بائین جانب نگاہ کرتے ہین تو روتے ہین" اس کے بعد آپ دوسرے آسمان پر پہونچے تو اسی قسم کا سوال وجواب ہوا اور ہر آسمان پر کسی نہ کسی پیغمبر سے ملاقات ہوئی، پہلے آسمان پرحضرت آدمؑ اور چھٹے پرحضرت ابراہیمؑ سے، (حضرت انسؓ کہتے ہین کہ حضرت ابوذر نے مجھ سے پیغمبرون کے منازل کی تعیین نہین بیان کی،) بہرحال حضرت جبرئیل علیہ السّلام آپ کو ادریس علیہ السلام کے پاس سے لیکر گذرے، انھون نے آپ کو دیکھکر کہا "مرحبا اے نبیّ صالح اور برادر صالح" آپنے نام پوچھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نام بتایا، پھر یہی واقعہ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اورحضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا، حضرت موسیٰ اورعیسیٰ نے نبیّ صالح اور برادرِ صالح کہکر، اورحضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبیّ صالح اور فرزندِ صالح کہکر آپ کا خیر مقدم کیا، اس کے بعد حضرت جبرئیل آپ کو اوراوپر لے گئے اورآپ اس مقام پر پہونچے جہان قلمِ (قدرت) کے چلنے کی آواز آتی تھی، اس موقع پرخداوندتعالیٰ نے آپ کی اُمت پرپچاس وقت کی نماز فرض کی، آنحضرت صلعم اس عطیۂ روحانی کو لیکرحضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، توانہون نے پوچھا کہ "خدا نے آپ کی اُمت پرکیا فرض کیا" آپنے فرمایا "پچاس وقت کی نماز" انھون نے کہا "خدا کے پاس دوبارہ جاییے کہ آپ کی امت اسکی متحمل نہین ہوسکتی" آنحضرت صلعم گئے، اور خدا نے ایک حصّہ کم کردیا، آپ واپس آئے، توحضرت موسیٰ نے کہا کہ "دوبارہ خدا کے پاس جاییے آپ کی اُمت اسکی بھی طاقت نہین رکھتی" (کی تصریح ...عت) آپ گئے تو خدا نے ایک حصّہ کی پھر تخفیف کردی، حضرت موسیٰ نے پھر کہا کہ آپکی امت مین اسکی بھی قوت نہین" آپ پھر گئے تو خدا نے اس تعداد کو گھٹا کر پانچ وقت کردیا، اورارشاد ہوا کہ "گو نمازین پانچ وقت کی ہونگی لیکن ثواب انہین پچاس وقتون کا ملیگا، کیونکہ میرے حکم مین تغیّر وتبدل نہین ہوتا" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تخفیف مزید کی غرض سے آنحضرت صلعم کو پھر خدا کے پاس مراجعت کا مشورہ دیا، لیکن آپنے فرمایا کہ "اب تو مجھے شرم آتی ہے" اس کے بعد آپ کو سدرة المنتہیٰ کی سیر کرائی گئی، جو ایسے مختلف رنگون سے ڈھکا ہوا تھا جنکو آپ جان نہ سکے" پھر آپ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت مین لے گئے، وہان آپ کو موتی کی عمارتین نظر آئین، اورآپ نے دیکھا کہ اسکی مٹی

شک کی[1] ہے۔

کتب حدیث مین واقعۂ معراج کے متعلق یہ مقدم ترین اور معتبر ترین روایت ہی اس کے بعد حضرت مالک بن صعصعہ کی روایت کا درجہ ہے، اس روایت مین بہت سی باتین پہلی روایت سے زائد ہین، حضرت ابو ذر غفاری کی روایت مین اسکی تصریح نہین کہ آپ بیدار تھے یا خواب مین تھے، اس مین یہ ہی کہ آپ خواب و بیداری کی درمیانی حالت مین تھے، پہلی روایت مین ہی کہ "آپ نے دیکھا کہ آپ کے گھر کی چھت کھلی اور حضرت جبرئیل نازل ہوئے" اور اس مین ہے کہ "آپ حطیم[2] یا حجر مین لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت جبرئیل آئے" حضرت ابو ذر غفاری کی روایت مین براق کا ذکر نہین، اور اس روایت مین ہی کہ "آپ براق پر سوار ہوکر گئے" حضرت ابو ذر غفاری کی روایت مین منازل انبیا نہین بیان کیے گئے ہین لیکن اس روایت مین نام بنام تصریح ہی، حضرت ابو ذر غفاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ اوقات نماز کی تعداد بتدریج مین گھٹائی گئی، لیکن اس روایت سے ظاہر ہوتا ہی کہ آپ اس غرض سے خدا کے پاس پانچ بار گئے، ان دونون روایتون مین درحقیقت اجمال و تفصیل کا فرق ہی، حضرت ابو ذر کی روایت مجمل ہی اور حضرت مالک بن صعصعہ کی روایت مین واقعات کی کسی قدر تفصیل ہی تاہم یہ دوسری روایت بھی معراج کے تمام واقعات و سوانح کو محیط نہین ہی، اب ذیل مین ہم صحیحین کی تمام روایتون کو ملاکر معراج کے سوانح و مشاہدات، کا ایک جامع بیان لکھتے ہین۔

حضرت ابراہیم نے اصل کعبہ کی جو عمارت بنوائی تھی وہ سیلاب سے کئی دفعہ گرچکی تھی اور پھر بنی تھی، یہ طرح قریش کے زمانہ مین جب آنحضرت صلعم ہنوز پیغمبر نہین ہوئے تھے سیلاب سے گرگئی، قریش نے اس کو دوبارہ تعمیر کرنا چاہا تو سرمایہ کی کمی کے باعث ایک طرف اندر کی تھوڑی سی زمین چھوڑکر دیوار کے طول کو کم کردیا، اس طرح کعبہ کی تھوڑی سی زمین چار دیواری سے باہر رہ گئی، اور اب تک اسی طرح ہی اس زمین کا نام حجر اور حطیم ہی، قریش کے نوجوان اور رؤسا اکثر یہان رات کو سویا کرتے تھے، آنحضرت صلعم بھی یہان کبھی کبھی آرام فرمایا کرتے تھے، نبوت سے پہلے بھی آپ کو حالت رؤیا مین

[1] بخاری جلد اوّل باب کیف فرضت الصلوۃ فی الاسراء، [2] حطیم اور حجر ایک ہی مقام کے دو نام ہین، یہ وہ مختصر سی جگہ ہی جو اصل تعمیر کعبہ میں سے قریش کے بنائے ہوئے کعبہ کی چار دیواری سے باہر رہ گئی ہی اور اندر داخل نہ ہوسکی ہی [3] بخاری باب الاذان، ...کو دیکھکر اُسنے ... انہون نے

فرشتے نظر آتے تھے، جس شب معراج ہوئی آپ اُسی مقام[1] مین استراحت فرما رہے تھے، بیداری اور خواب کی ایک درمیانی حالت تھی، کہ آپ نے دیکھا کہ آپکے گھر کی چھت کھلی اور حضرت جبرئیل نازل ہوئے ان کے ساتھ چند اور فرشتے بھی تھے، پہلے وہ آپ کو چاہ زمزم کے پاس لے گئے اور وہان آپ کے سینۂ مبارک کو چاک کیا اور قلب اطہر کو نکالکر آب زمزم سے دھویا، اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان و حکمت سے معمور لایا گیا، جبرئیل نے اس طشت سے ایمان و حکمت کے خزانہ کو لیکر آپ کے سینہ مین رکھکر اس کو برابر کر دیا،

اس کے بعد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا سپید رنگ کا ایک لنبا جانور براق نامی لایا گیا جسکی تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ اسکا ہر قدم وہان پڑتا تھا جہان نگاہ کی آخری حد ہوتی تھی[3] آپ اس پر سوار ہوکر بیت المقدس آئے، اور براق کو اُس قلابہ مین باندھکر جس مین انبیا اپنی سواریان باندھا کرتے تھے آپ نے مسجد اقصٰی کے اندر قدم رکھا، اور دہان

---

[1] بخاری کتاب الانبیا، و باب المعراج، [2] اس شب کو جس مقام مین آپ استراحت فرما تھے اور جہان معراج کا واقعہ پیش آیا اسکی تعیین مین اختلاف بیان کیا جاتا ہے صحیحین مین حضرت مالک اور حضرت انس کی جو روایتین ہین ان مین تصریح تام یہ مذکور ہو کہ آپ مسجد حرام (کعبہ) مین تھے اور اسی کے ایک بیرونی گوشہ مین جسکا نام حجر اور حطیم ہو آپ سو رہے تھے، یہ تو صحیحین کا بیان ہو، بعض نیچے درجہ کی روایتون مین ہو کہ ام ہانی کا بیان ہو کہ آنحضرت صلعم کو میرے ہی گھر مین معراج ہوئی، ام ہانی کا گھر شعب ابی طالب مین تھا، یہ روایت مشہور دروغگو کلبی کی ہو، اس مین حد درجہ لغو (غریب و منکر) باتین مذکور ہین، مسند ابو یعلی مین ام ہانی سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم عشا کی نماز پڑھکر ہم لوگون کے ساتھ میرے ہی مکان مین سوئے شب کو میری آنکھ کھلی تو آپ کو نہ پایا، روسائے قریش کی دشمنی کے باعث دل مین عجیب عجیب بدگمانیان پیدا ہونے لگین نیند نہ آئی، صبح اٹھکر آنحضرت صلعم نے معراج کا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ مین یہ روسائے قریش سے کہنے جاتا ہون، مین نے آپکا دامن کپڑ لیا کہ خدا کے لیے ان سے یہ نہ کہیے وہ تکذیب کرین گے اور آپکی جان پر حملہ کرین گے لیکن آپ نے نہ مانا اور دامن جھٹک کر چلے گئے، ان روایتون مین علاوہ اور لغویات کے عشا اور صبح کی نماز و جماعت کی تصریح کسقدر غلط ہو کہ یہ نماز پنجگانہ تو عین شب معراج مین فرض ہوئی ہے، ظاہر ہے کہ اس قسم کی روایتون کا صحیحین کے مقابلہ مین کیا رتبہ اور اعتبار ہو سکتا ہو، اس لیے اس مین کوئی شک نہین کہ معراج کی شب آپ خانۂ کعبہ مین تھے، البتہ بخاری و مسلم مین حضرت ابوذر کی روایت مین ہو کہ مین مکہ مین تھا کہ میرے گھر کی چھت کھلی اور جبریل آئے، ہمارے نزدیک اسکی صحیح تعبیر یہ ہے کہ آپ آرام تو خانہ کعبہ ہی مین فرما رہے تھے لیکن مشاہدہ آپ کو یہ کرایا گیا کہ آپ اپنے گھر مین ہین اور اسکی چھت کھلی اور حضرت جبرئیل نازل ہوئے،

[3] مسند احمد مین بروایت انس اور ترمذی اور ابن جریر طبری مین ہے کہ جب آپ نے براق پر سوار ہونے کا قصد کیا تو اُس نے شوخی کی جبریل نے کہا کیون شوخی کرتا ہے، تیری پشت پر آج تک محمد سے زیادہ خدا کے نزدیک برگزیدہ کوئی دوسرا سوار نہین ہوا، یہ سنکر براق پسینہ پسینہ ہو گیا، ابن جریر کی روایت کی نسبت حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس کے بعض الفاظ مین نکارت و غرابت ہو، ترمذی نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ یہ غریب ہو، "غریب لا نعرفہ الا من حدیثہ"

دو رکعت نماز ادا کی، یہان سے نکلے تو جبرئیل نے شراب اور دودھ کے دو پیالے آپکے سامنے پیش کیے آپ نے
دودھ کا پیالہ اُٹھا لیا، جبرئیل نے کہا "آپنے فطرت کو پسند فرمایا، اگر آپ شراب کا پیالہ اُٹھاتے تو آپکی امت گمراہ ہو جاتی"
بعد ازین جبرئیل آنحضرت صلعم کو لیکر آسمان پر چڑھے، پہلا آسمان آیا تو جبرئیل نے دربان کو آواز دی، اس نے کہا "کون ہے"
جبرئیل نے اپنا نام بتایا، پوچھا "تمہارے ساتھ اور کون ہے؟" جواب دیا "محمد صلعم ہین" پھر دریافت کیا "کیا وہ بلائے گئے ہین"
کہا ہان، یہ سنکر فرشتہ نے دروازہ کھول دیا اور مرحبا خوش آمدید کہا، اور کہا کہ "اس خبر کو سنکر آسمان والے خوش ہونگے، خدا
اہل زمین کے ساتھ جو کچھ کرنا چاہتا ہے جب تک وہ آسمان والون کو اس کا علم نہ بخشے وہ جان نہین سکتے" اب آپ
پہلے آسمان مین داخل ہوئے تو ایک شخص نظر آیا جس کی داہنی اور بائین طرف بہت سی پرچھائیان تھین جب
وہ داہنی طرف دیکھتا تو ہنستا، اور جب بائین طرف دیکھتا تو رو دیتا تھا، وہ آپ کو دیکھکر بولا "مرحبا اے نبی صالح والے فرزند
صالح!" آپ نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ "یہ کون ہین" جبرئیل نے بتایا کہ یہ آپکے باپ آدم ہین، اونکی داہنی اور بائین طرف
جو پرچھائیان ہین یہ اُنکی اُولادون کی روحین ہین، داہنی طرف والے اہل جنت ہین اور بائین طرف والے دوزخی ہین،
اس لیے جب اِدھر دیکھتے ہین تو خوش ہوتے ہین، اور اُدھر دیکھکر آزردہ ہوتے ہین، اِسی آسمان مین آپ کو آمنے
سامنے دو نہرین نظر آئین، پوچھنے پر جبرئیل نے بتایا کہ یہ نیل اور فرات کی سوتین ہین، چلتے پھرتے آپ کو ایک اور نہر
نظر آئی جسپر لولو و زبرجد کا ایک محل تعمیر تھا اور اسکی زمین مشک اذفر کی تھی، جبرئیل نے کہا "یہ نہر کوثر ہے جسکو پروردگار
نے مخصوص آپکے لیے رکھا ہے"

اسی طرح ہر آسمان پر گذرتے گئے، اور ہر آسمان کے دربان اور جبرئیل سے اِسی قسم کی گفتگو ہوتی گئی، اور ہر ایک مین
کسی نہ کسی پیغمبر سے ملاقات ہوئی، دوسرے مین حضرت یحییٰ اور عیسیٰ سے جو دونون خالہ زاد بھائی تھے، ملاقات ہوئی،
تیسرے مین حضرت یوسف سے ملے جنکو حسن کا ایک حصہ عطا ہوا تھا، چوتھے مین حضرت ادریس سے ملاقات ہوئی، جنکی
نسبت خدا نے قرآن مین فرمایا ہے "وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا" "ہم نے اُس کو ایک بلند مقام تک اُٹھایا ہے" اور پانچوین مین حضرت
ہارون سے ملے، اور ہر ایک نے "اے پیغمبر صالح اور اے برادر صالح" کہکر خیر مقدم کیا، چھٹے مین حضرت موسیٰ سے ملاقات

ہوئی اُنھون نے کہا "مرحبا اے پیغمبر صالح اور اے برادر صالح!" جب آپ آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ رو پڑے، آواز آئی کہ اے موسیٰ! اُس گریہ کا سبب کیا ہی؟ موسیٰ نے عرض کیا "خداوندا! میرے بعد تو نے اس نوجوان کو مبعوث کیا ہی اسکی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ بہشت مین جائین گے" ساتوین آسمان مین داخل ہوئے تو حضرت ابراہیم نے "مرحبا اے پیغمبر صالح اور اے فرزند صالح" کہکر خیر مقدم کیا، جبرئیل نے بتایا کہ "یہ تمہارے باپ ابراہیم ہین" حضرت ابراہیم بیت معمور (آباد گھر) سے پیٹھ لگائے بیٹھے تھے جسمین ہر روز ستّر ہزار نئے فرشتے داخل ہوتے ہین، آپ کو جنت کی سیر کرائی گئی، جسکے گنبد موتی کے تھے، اور زمین مشک کی تھی[1]، اس مقام تک پہنچے جہان قلمِ قدرت کے چلنے کی آواز سنائی دیتی تھی، آگے بڑھکر آپ سدرة المنتہیٰ (انتہا کی بیری کا درخت) تک پہنچے اس درخت پر شانِ ربّانی (امر اللہ) کا پرتو تھا جس نے آکر جب اس کو چھالیا تو اسکی ہیئت بدلگئی اور اس مین حسن کی وہ کیفیت پیدا ہوئی جسکو کوئی زبان بیان نہین کرسکتی اور اس مین رنگ برنگ کے وہ نور نظر آئے جنکو الفاظ ادا نہین کرسکتے، یہی وہ مقام ہی جہان سے چیزین نیچے زمین پر اترتی ہین اور زمین سے چڑھکر اوپر وہان جاتی ہین، یہان پہنچکر حضرت جبرئیل اپنی اصلی کمالی صورت مین آپکے سامنے نمودار ہوئے پھر شاہدِ مستورِ ازل نے چہرہ سے پردہ اُٹھایا اور خلوتگاہ راز مین ناز و نیاز کے وہ پیغام ادا ہوئے جنکی لطافت و نزاکت بارِ الفاظ کی متحمل نہین ہوسکتی، فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی۔ حضرت ام ہانی سے روایت کیگئی ہے

اس وقت آپ ارادہ کرتے ہین سے شب کا واقعہ بیان کرکے باہر جانا چاہا کہ اور لوگون سے بیان کرین تو مین نے دامان کی تکمیل اور ایسے کفار صریح جھٹلائین گے" ایک روایت مین ہی کہ "رات کو جب آپکے اعزّہ نے آپکو ڈھونڈھا[2] تو ہر ایک قریش کا خوف ہوا کہ انھون نے تو آپ کو گزند نہین پہنچایا، اور پہاڑون اور غارون مین آپکو ڈھونڈھتے پھرے" ایک اور روایت مین ہی کہ "معراج کی واپسی مین قریش کے ایک تجارتی قافلہ سے آپکی ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ کچھ واقعات پیش آئے، جب لوگون نے جھٹلایا تو آپ نے فرمایا کہ "اچھا تھا وہ قافلہ کل پرسون تک

---

[1] معراج کے یہ تمام واقعات صحیح بخاری کتاب الصلوٰة، کتاب التوحید، کتاب الانبیا، باب المعراج، باب صفة النبی صلعم اور باب بدء الخلق مین اور صحیح مسلم باب المعراج اور اس کے بعد کے متفرق ابواب متعلقہ معراج مین جو کا حرفاً مذکور ہین ہمنے ان واقعات کے لکھنے مین صرف ترتیب و ترجمہ کا فرض ادا کیا ہی۔

[2] کنز ۔۔۔

پھر فرماتا ہی:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ ، (شوری)

کسی آدمی مین یہ قوت نہین کہ خدا اس سے کلام کرے لیکن یہ کہ بذریعہ وحی کے یا پردے کے آڑ سے،

ان آیتونکو پڑھکر حضرت عائشہ نے کہا کہ "آنحضرت صلعم نے خدا کو نہین دیکھا، البتہ حضرت جبریل کو انکی اصلی صورت مین دوبار دیکھا" امام نووی شارح صحیح مسلم نے لکھا ہی کہ حضرت عائشہ کا یہ قول حجت نہین ہوسکتا کیونکہ انہون نے قرآن مجید کی آیات سے صرف عقلی استدلال کیا ہی، آنحضرت صلعم سے کوئی مرفوع روایت نہین بیان کی کہ آپ نے خدا کو نہین دیکھا تھا" لیکن خود صحیح مسلم مین جسکی شرح مین امام نووی نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہی اُسی مقام پر حضرت مسروق سے روایت ہی کہ مین حضرت عائشہ کے پاس تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا تھا، انہون نے کہا "اے ابو عائشہ! تین باتین ایسی ہین جنمین سے اگر کسی نے ایک کو بھی کہا تو اسنے خدا پر بڑا بہتان باندھا" مین نے پوچھا "وہ کیا باتین ہین"؟ فرمایا "جس شخص نے یہ کہا کہ محمد صلعم نے خدا کو دیکھا تھا اس نے خدا پر بڑی تہمت لگائی" مین ٹیک لگائے بیٹھا تھا، یہ سنکر سیدھا اُٹھ بیٹھا اور کہا کہ اے ام المومنین! جلدی نہ کیجیے کیا خدا خود نہین فرماتا،

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ، اُس نے اسکو افق المبین پر دیکھا۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ، اس نے اس کو دوسری مرتبہ اترتے ہوئے دیکھا۔

بولین سب سے پہلے خود مین نے اس کے متعلق آنحضرت صلعم سے سوال کیا تھا، آپنے فرمایا "یہ جبریل تھے، مین نے ان دو مرتبون کے سوا ان کو اصلی صورت مین کبھی نہین دیکھا" اس سے زیادہ مستند مرفوع روایات مین جو روایتین اس کے حضرت ابن عباس نے (جن سے روایتین ہین کہ آنحضرت صلعم نے خدا کو دیکھا) کبھی اپنی روایت نہین کی ہی کہ انہون نے خود آنحضرت صلعم سے اسکو سنا ہی، حافظ ابن کثیر نے لکھا ہی کہ صحابہ مین سے ... اور عبد اللہ بن مسعود کی تفسیر کا مخالف نہین ہے، (تفسیر سورہ اسرا) بلکہ اصل یہ ہے کہ بقول ابن حجر حضرت ... ملاقات

[1] شرح صحیح مسلم نووی نولکشور ... [2] صحیح مسلم جلد اصفحہ ۹۸، مصر، باب ذکر سدرة المنتہیٰ،

خیال کی تشریح میں بعض راویوں سے غلط فہمی ہوئی ہے حضرت عباس کا یہ منشا نہیں کہ آنحضرت صلعم نے ان ظاہری آنکھوں سے خدا کو دیکھا، بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے دل کی آنکھوں سے جلوۂ ربانی کا مشاہدہ کیا صحیح مسلم (متعلقات اسرار) اور جامع ترمذی (تفسیر والنجم) میں انکے یہ الفاظ ہیں رأی بقلبہ، رأی بفؤادہ، دل کی آنکھوں سے دیکھا چشم قلب سے مشاہدہ کیا، مرودیہ نے اس سے بھی زیادہ انکے تصریحی الفاظ نقل کئے ہیں،

لم یرہ رسول اللہ صلعم بعینہ انما رآہ بقلبہ — آنحضرت صلعم نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا، بلکہ اپنے قلب سے دیکھا۔

(فتح الباری صفحہ ۳۶۰)

اس تشریح کے بعد اس باب میں کوئی نزاع باقی نہیں رہجاتی، رہی یہ بات کہ دل کا دیکھنا اور قلب کا مشاہدہ کیا ہے؟ تو اس رمز کو وہی سمجھے جس کے دل میں نور بصیرت اور جس کے قلب میں مشاہدہ کی طاقت ہو،

معراج جسمانی تھی یا روحانی خواب تھا، یا بیداری

ہمارے متکلمین اور شراح حدیث نے اس باب میں بیہودہ مباحث کا ایک انبار لگا دیا ہے، سلف صالحین صرف اس بات کا اعتقاد رکھتے تھے کہ آنحضرت صلعم کو معراج ہوئی اور یہ واقعہ تھا، وہ جسمانی ہو یا روحانی، خواب ہو یا بیداری، کوئی بھی حالت اور کوئی بھی صورت ہو، وہ واقعیت تھی، حقیقت طلبی اور بحث کے فیصلہ کی صحیح صورت یہ ہے کہ متکلمانہ اعتراضات، فلسفیانہ خدشات اور عقلی محالات اور نیز عامیانہ ظواہر پرستی اور جمہور کے خیالات کی بیجا حمایت کے وسوسوں سے خالی الذہن ہوکر صحیح روایتوں کے اصل الفاظ پر غور کیا جائے اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ سورۂ اسرا (معراج) کی اس آیت کی نسبت،

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ ، (بنی اسرائیل ۶) — ہم نے جو رویا (دکھاوا) تجھکو دکھایا اس کو ہمنے لوگوں کے لیے صرف آزمایش بنایا ہے۔

بخاری میں حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ یہ معراج کے متعلق ہے، رویا، عربی زبان میں "دکھاوا" کو کہتے ہیں یعنی "جو دیکھنے میں آئے" اور عام طور سے اس کے معنی "خواب" کے ہیں خواب و بیداری کی فریق معراج کو خواب ہو وہ اس آیت کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتا ہے لیکن جو

ـــــ خواب میں ۔۔۔ الیا کیا دیکھنا

تصریح ہی کہ یہ "رویا آنکھ کا دیکھنا تھا، جو معراج مین آنحضرت صلعم کو دکھایا گیا" اس سے معلوم ہوا کہ وہ محض خواب نہ تھا،
صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند ابن حنبل اور حدیث کی دیگر معتبر کتابون مین جن مین معراج کے مسلسل اور تفصیلی واقعات
درج ہین، ان سب کو ایک ساتھ پیش نظر رکھنے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتی ہی کہ ان روایتون کے الفاظ مین یا
تو خواب و بیداری دونون پہلوؤن سے خاموشی ہے یعنی ان مین مطلقاً اسکی کوئی تصریح نہین ہی کہ یہ خواب تھا
یا بیداری، اور یا یہ کہ ان مین خواب، منام اور رویا کی تصریح ہے، بخاری، مسلم اور مسند احمد ابن حنبل مین حضرت ابوذر
کی جو روایت ہی، اور حضرت انس کی وہ روایت جو ثابت البنانی کے ذریعہ سے مروی ہی، اس تصریح سے قطعاً خاموش
ہین، ان مین نہ خواب کا ذکر ہی نہ بیداری کا، ان مین صرف نفس واقعہ کا تذکرہ ہی لیکن حضرت انس کی اس روایت
مین جو شریک کے واسطہ سے ہی بتصریح تمام مذکور ہی کہ یہ واقعہ آنکھون کے خواب اور دل کی بیداری کی حالت مین پیش آیا،
بخاری مین یہ حدیث کتاب التوحید اور باب صفۃ النبیؐ دو مقامات مین ہی، اس کے الفاظ یہ ہین

سمعت انس بن مالکؓ یقول لیلۃ اُسری برسول اللہ صلعم من مسجد الکعبۃ انہ جاءہ ثلثۃ نفر قبل ان یوحیٰ الیہ وھو نائم فی المسجد الحرام فقال اولھم ایھم ھو فقال اوسطھم ھو خیرھم فقال آخرھم خذوا خیرھم، فکانت تلک اللیلۃ فلم یرھم حتی اتوہ لیلۃ اخریٰ، فیما یریٰ قلبہ وتنام عینہ ولا ینام قلبہ، وکذلک الانبیاء تنام اعینھم ولا تنام قلوبھم، (کتاب التوحید)	انس بن مالک کو مین نے اُس شب کا واقعہ جب آپکو کعبہ کی مسجد سے لے جایا گیا (معراج) بیان کرتے ہوئے سنا کہ اس سے پہلے کہ آپ کی طرف وحی بھیجی جائے، آپکے پاس تین شخص آئے اور آپ اس وقت مسجد حرام مین سوئے ہوئے تھے، پہلے نے کہا وہ کون ہی؟ بیچ والے نے کہا ان (سونے والون) مین جو سب سے بہتر ہی، پچھلے نے کہا ان مین جو سب سے بہتر ہے اسکو لے لو، یہ رات ہوگئی، پھر آپنے انکو نہین دیکھا، یہانتک کہ ایک اور رات کو وہ آئے اس حالت مین کہ آپکا دل دیکھتا تھا اور آپکی آنکھ سوتی تھی، لیکن آپکا دل نہین سوتا تھا، اور اسیطرح پیغمبرون کی [illegible]

[illegible]

ء فصل ہوگا، کیونکہ پہلی رات آغاز وحی سے پہلے تھی، اور دوسری رات جو شب معراج

سمعت انس بن مالك يحدثنا عن ليلة اسرى بالنبى صلعم من مسجد الكعبة جاءه ثلثة نفر قبل ان يوحى اليه وهو نائم فى المسجد الحرام فقال اولهم ايهم هو فقال اوسطهم هو خيرهم وقال آخرهم خذوا خيرهم، فكانت تلك فلم يرهم حتى جاؤا ليلة اخرى فيما يرى قلبه، والنبى صلعم نائمة عيناه، ولا ينام قلبه وكذالك الانبياء تنام اعينهم ولا تنام قلوبهم فتولاه جبريل ثم عرج به الى السماء، (باب صفة النبى صلعم)

انس بن مالک کو ہم لوگون نے آپکی شب معراج کا قصہ بیان کرتے سنا کہ اس سے پہلے کہ آپ پر وحی آئے آپ مسجد حرام مین سو رہے تھے آپکے پاس تین آدمی آئے، پہلے نے کہا وہ کون ہے؟ بیچ والے نے کہا وہ ان مین سب سے بہتر ہے، پچھلے نے کہا جو ان مین سب سے بہتر ہو اس کو لے لو، یہ تو ہوگیا" پھر آپ نے انکو نہین دیکھا، یہانتک کہ وہ ایک اور رات کو آئے، اس حالت مین کہ آپ کا دل دیکھتا تھا، اور آپکی آنکھین سوتی تھین لیکن آپ کا دل نہین سوتا تھا، انبیا کا یہی حال ہوتا ہے کہ انکی آنکھین سوتی ہین، اور انکے دل نہین سوتے پھر جبریل نے آپکو اپنے اہتمام مین لیا پھر وہ آپ کو لیکر آسمان پر چڑھے،

بخاری نے اس باب مین اس حدیث کو یہین تک لکھا ہے لیکن کتاب التوحید مین اس کے بعد معراج کے تمام واقعات بیان کر کے آخر مین حضرت انس کا یہ فقرہ روایت کیا ہے،

فاستيقظ وهو فى المسجد الحرام، — پھر آپ بیدار ہوئے تو مسجد حرام مین تھے،

صحیح مسلم مین یہ روایت نہایت مختصر ہے، سند کے بعد صرف اس قدر لکھکر کہ "آپ مسجد حرام مین سوتے تھے" اسکو ختم کر دیا ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ "شریک نے اس روایت مین واقعات کو گھٹا بڑھا دیا ہے اور آگے پیچھے کر دیا ہے" اسی لیے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، شریک کی یہ تنہا زیادت مقبول نہ ہوتی، مگر وہ اس باب مین تنہا اور منفرد نہین ہین، صحیحین مین ہے کہ حضرت مالک بن صعصعہ انصاری خود آنحضرت صلعم کی زبانی بیان کرتے ہین کہ آپ نے معراج کا واقعہ دہراتے ہوئے فرمایا،

بينا انا عند البيت بين النائم واليقظان[1] — مین کعبہ کے پاس خواب و بیداری کی درمیانی حالت مین تھا۔

---

[1] صحیح بخاری ذکر الملائکہ، و صحیح مسلم باب الاسرا،

صحیح بخاری باب المعراج اور مسند ابن حنبل میں مالک بن صعصعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:

بینما انا فی الحطیم مضطجعا، — اس اثنا میں کہ میں (خانہ کعبہ کے مقام) حطیم میں لیٹا ہوا تھا،

اس کے بعد ان روایتوں میں معراج کے تمام واقعات مذکور ہیں، بیچ اور آخر میں کہیں بیداری کا کچھ ذکر نہیں ہے، دلائل بیہقی میں ایک روایت ہے جس میں حضرت ال… کے واسطہ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں عشاء کے وقت خانہ ک… (جبرئیل) آیا اور اس نے آ کر مجھے اٹھایا اور میں اٹھا" اس کے بعد واقعہ معرا… ی راوی جھوٹا، دروغگو اور ناقابل اعتبار ہے[1] اور اس میں جو منکرات اور غرائب امور بیا… لغو ہیں، ابن اسحاق نے سیرت میں اور ابن جریر طبری نے تفسیر میں (سورۂ اسراء) حضرت حسن … ی قسم کی روایت کی ہے کہ "میں سو رہا تھا کہ جبرئیل نے پاؤں سے ٹھوکر مار کر مجھے اٹھایا" لیکن اس کا سلسلہ حضرت حسن بصری سے آگے نہیں بڑھتا، بہر حال جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ صحیح روایتوں میں یا تو مطلق خواب و بیداری کی تفصیل نہیں، اور یا خواب، یا خواب و بیداری کی درمیانی حالت کی تصریح ہے،

سیرت ابن ہشام اور تفسیر ابن جریر طبری میں محمد بن اسحاق کے واسطہ سے حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ سے دو روایتیں ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ یہ بزرگوار معراج کو روحانی اور رویائے صادقہ کہتے تھے، یہ روایتیں مع سند کے حسب ذیل ہیں،

عن محمد ابن اسحاق قال حدثنی یعقوب بن عتبه بن المغیرة ان معاویة بن ابی سفیان کان اذا سئل عن مسری رسول اللہ صلعم قال کانت رؤیا من اللہ صادقة (ابن جریر تفسیر اسرا، سیرت…)

محمد بن اسحاق سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ نے بیان کیا کہ معاویہ بن سفیان سے جب معراج کا واقعہ پوچھا جاتا تو وہ کہتے کہ یہ خدا کی طرف سے ایک سچا خواب تھا۔

---

[1] حافظ ابن کثیر نے تفسیر … سورۂ اسراء صفحہ ۱۹ میں اس روایت کو نقل کیا ہے اس کے سلسلۂ سند میں دوسرا راوی وہی ابو ہارون العبدی ہے … "لا اعتبار" قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ هو اکذب من فرعون وہ فرعون سے بھی زیادہ جھوٹا ہے،

ہین یہ روایت منقطع ہی، یعقوب نے حضرت معاویہ سے خود نہین سنا ہی کیونکہ انھون نے ان کا زمانہ نہین پایا ہی۔ دوسری روایت ہے،

حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمۃ عن محمد قال حدثنی	ابن حمید نے ہمسے بیان کیا ان سے سلمہ نے، سلمہ سے محمد بن اسحاق
بعض آل ابی بکر ان عائشہ کانت تقول	نے انہون نے کہا کہ حضرت ابوبکر کے خاندان کے ایک شخص نے
ما فقد جسد رسول اللہ صلعم ولکن اسری بروحہ	مجھسے بیان کیا کہ حضرت عائشہ کہا کرتی تھین کہ آنحضرت صلعم کا جسم
(حوالہ مذکور)	نہین کھویا گیا بلکہ آپکی روح شب کو لے جائی گئی،

اس روایت کے سلسلہ مین بھی محمد بن اسحاق اور حضرت عائشہ کے درمیان ایک راوی یعنی خاندان ابوبکر کے ایک شخص کا نام ونشان مذکور نہین ہے اس لیے یہ بھی پایۂ صحت سے فروتر ہے، تاہم ان روایتون سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ واقعۂ معراج کو رؤیا کہنا قرن اوّل مین متعارف تھا، ابن اسحاق ہین ہی کہ حضرت حسن بصری کے سامنے یہ بیان کیا جاتا تھا کہ یہ رؤیا تھا تو وہ اسکی تردید نہین کرتے تھے،

جو لوگ اس کو بیداری کا واقعہ سمجھتے ہین وہ قرآن مجید کے کسی نص یا حدیث کے کسی صحیح متن سے اپنے دعوی کا ثبوت پیش نہین کرتے، بلکہ وہ زیادہ تر عقلی استدلال کا پہلو اختیار کرتے ہین، چنانچہ ابن جریر طبری سے لے کر امام رازی تک سب نے یہی کیا ہی، اس فرقہ کے عقلی دلائل چار ہین۔

(۱) قرآن مجید مین ہی کہ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ "پاک ہی وہ خدا جو (شب معراج مین) لے گیا اپنے بندہ (عبد) کو" اس آیت سے ثابت ہوتا ہی کہ خدا اپنے "بندہ" کو لے گیا "بندہ" یا "عبد" کا اطلاق جسم پر یا جسم وروح دونون کے مجموعہ پر ہوتا ہی تنہا روح کو "عبد" یا "بندہ" نہین کہتے،

(۲) واقعات معراج مین بیان کیا گیا ہے کہ آپ براق پر سوار ہوئے آپ نے دودھ کا پیالہ نوش فرمایا، سوار ہونا، پینا یہ سب جسم کے خواص ہین اس لیے یہ معراج جسمانی تھی،

(۳) اگر واقعۂ معراج رؤیا اور خواب ہوتا تو کفار اسکی تکذیب کیون کرتے، انسان تو خواب مین ... کیا کیا دیکھتا

محال سے محال چیز بھی اُس کو عالم خواب مین واقعہ بنکر نظر آتی ہو،

(۴) خدا نے قرآن مجید مین کہا ہے کہ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ، کہ اس مشاہدۂ معراج کو ہم نے لوگون کیلئے معیار آزمایش بنایا ہی، اگر یہ عام خواب ہوتا تو یہ آزمایش ایمان کی کیا چیز تھی اور اسپر ایمان لانا مشکل کیا تھا

معراج کے جسمانی اور واقعۂ بیداری ہونے پر یہ دلائل حد درجہ کمزور اور بے بنیاد ہین، یہ کون کہسکتا ہی کہ مجرد روح پر عبد اور بندہ کا اطلاق نہین ہوسکتا، جسم انسانی تو ہر لحظہ اور ہر آن بکھر رہا ہو اور فنا ہو رہا ہے۔ بندۂ ازل اور عبد مطلق تو یہی جان بے جسم اور روح بے جسد ہی قرآن مجید کی یہ آیت پاک تو تم کو یاد ہوگی،

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً — اے طمانیت والی جان اپنے پروردگار کیطرف اس کیفیت کے ساتھ واپس جا کہ

مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي، — تو خدا سے خوش اور خدا تجھسے خوش، جا میرے خاص بندون مین داخل ہو جا

اس آیت مین دیکھو کہ نفس وجان وروح کو صاف بندہ اور عبد کہا گیا ہی،

یہ کہنا کہ سوار ہونا اور دودھ پینا جسم کے خواص ہین اسلئے معراج جسمانی تھی سرتاپا مغالطہ ہی، یہ تو جب کہا جاسکتا ہی جب کوئی یہ کہے کہ براق اور دودھ بھی ہماری اسی دنیا کی مادی سواری اور ایک جسم سیال تھا، اگر یہی اعتراض کرنا ہی تو تم یہی کیون نہین کہتے نفس آنا جانا کہنا سننا بھی خواص جسمانی ہین اس لیے یہ معراج جسمانی تھی، لیکن تمکو معلوم ہی کہ ہم جس عالم کی باتین کر رہے ہین وہان نہ ہم ان پانون سے چلتے ہین، نہ ان آنکھون سے دیکھتے ہین، نہ ان کانون سے سنتے ہین، نہ اس جسم سے سوار ہوتے ہین، اور نہ اس منھ سے کھاتے اور پیتے ہین، مثلاً یون سمجھو کہ ہم عالم خواب یا عالم تصور مین اپنے انہی اجسام، ان ہی اعضا اور انہی قوائے احساس کے ساتھ کیا کیا کام انجام دیتے ہین اپنے چلتے پھرتے بھی ہین مگر اس زمین پر نہین اترتے چڑھتے بھی ہین مگر اس مادی سواری پر نہین، دیکھتے سنتے بھی ہین، مگر اس ظاہری عالم کی باتین نہین، کھاتے پیتے بھی ہین مگر اپنی بیداری کی دنیا کی چیزین نہین، اسی طرح جس طرح آپکا یہ سفر روحانی تھا، براق، دودھ، اور معراج کے دیگر مناظر ومشاہد بھی روحانی تھے،

یہ استدلال (کہ اگر یہ خواب ہوتا تو کفار تکذیب کیون کرتے) بھی صحیح نہین، اور اس کے متعدد وجوہ ہین۔

(۱) اگر آنحضرت صلعم، صحابہ اور مسلمان (نعوذ باللہ) اس رویا کو محض خواب و خیال کا رتبہ دیتے تو کفار کو تکذیب کی حاجت نہ تھی، مگر چونکہ ان کو یہ معلوم تھا کہ محمد (صلعم) جو کچھ اس عالم مین دیکھتے ہین وہ اس کو واقعہ اور حقیقت جانتے ہین اس لیے انکو اعتراض تھا، اور واقعات معراج مین سیر بیت المقدس کے سوا اور تمام باتین دوسرے عالم کی تھین، جن کے صدق و کذب اور حق و بطلان کی کوئی صورت ان کے پاس نہ تھی، اس بنا پر انھون نے معراج کے تمام واقعات اور مناظر مین سے بیت المقدس کا حال پوچھا کہ اگر آپ اس کو (معاذ اللہ) غلط بتاتے تو اور باتون کو بھی وہ لوگون مین اسی طرح غلط، باطل اور بے حقیقت ثابت کرتے پھرتے،

(۲) دوسرا سبب یہ تھا کہ قریش خدا کی عظمت و تقدس کو مانتے تھے، فرشتون پر یقین رکھتے تھے، حضرت ابراہیم وغیرہ پیغمبرون کی نیکی اور بڑائی بھی انہون نے سنی تھی، اور اپنے خیال مین وہ آنحضرت صلعم کو نعوذ باللہ جھوٹا، کاذب، دروغگو، لامذہب اور بد دین جانتے تھے، اس لیے ان کے ذہن مین بھی یہ بات نہین آسکتی تھی کہ ایسا آدمی، ایسا مقدس، ایسا باعظمت، ایسا روحانی اور ایسا پاکیزہ خواب دیکھ سکتا ہے؟ اسکی مثال یہ ہے کہ اگر کسی خالص مسلمان کے سامنے کوئی ایسا آدمی جو اس کے نزدیک نہایت بد اخلاق، آوارہ، بد دین ہو اپنا کوئی مقدس خواب بیان کرے کہ "دربار الٰہی مین مجھے بار ملا، رحمت کا تاج میرے سر پر رکھا گیا اور جنت کا دروازہ میرے لیے کھولا گیا" یا یہ بیان کرے کہ "حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مین رسائی ہوئی اور آپ کے دیدار سے مشرف ہوا" تو وہ کبھی اس کے بیان کو تسلیم نہین کرے گا، کیونکہ وہ اس کو اس رتبہ کا مستحق نہین جانتا۔ کفار کی تکذیب اور انکار بھی اسی بنا پر تھا۔

(۳) اور اصل بات یہ ہے کہ یہ مشاہدہ جس کو خواب کہکر تعبیر کر رہے ہو حقیقت کے رو سے یہ خواب نہ تھا، بلکہ جسم سے منقطع ہو کر روح کی سیر تھی، اور قریش کے لیے اسکا سمجھنا آسان نہ تھا۔

آخری استدلال تو تمامتر طرفداران رویا کے حق مین ہے کہ خود خداوند تعالیٰ اس کو رویا سے تعبیر کرتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ   یعنے جو رویا تجکو دکھایا اس کو لوگون کے لیے آزمایش بنایا۔

کسی چیز کو ایمان و اعتراف کی آزمایش کا معیار بنانے کے لیے یہ ضرور نہین ہے کہ بظاہر اس پر ایمان لانا مشکل اور

حیرت انگیز ہی ہو، مدینہ جاکر قبلہ بیت المقدس کے بجاے کعبہ ہو جاتا ہی یہ کوئی عجوبہ اور عقل کے خلاف چیز نہین تاہم اس کو بھی اللہ تعالیٰ ایمان کی آزمایش کا معیار قرار دیتا ہی چنانچہ دوسرے پارہ مین فرماتا ہی

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ	جس قبلہ پر تم تھے اسکو اسی لیے قبلہ بنا دیا تاکہ ہم انکو جو رسول پاک
مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ (بقرہ)	کی پیروی کرتے ہین انسے الگ کرلین جو الٹے پانون پھر جاتے ہین

اصل یہ ہی کہ یہ تمام کج بحثیان اور لفظی نزاعین اس لیے پیدا ہوئی ہین کہ لوگون نے "رویا" کی حقیقت پر غور نہین کیا ہی، وہ انبیاء کے رویا کو بھی عام انسانی خواب سمجھتے ہین، حالانکہ دراصل صرف لفظ کا اشتراک ہی ورنہ اسکی حقیقت بالکل جداگانہ ہی، یہ وہ "رویا" ہی جسمین گو آنکھین بند ہوتی ہین مگر دل بیدار ہوتا ہی کیا یہی عام رویا کی حقیقت ہے؟ یہ وہ حالت ہی جو بظاہر خواب ہی مگر دراصل ہشیاری بلکہ بافوق ہشیاری ہے، عام خواب اور اس رویا مین مشابہت صرف اس قدر ہی کہ اس عالم مادی اور کاروبار حواس ظاہری سے پہلے مین تغافل ہی تو دوسرے مین تعطل ہی لیکن عالم روح اور کائنات ملکوت مین پہلے کو دخل نہین تو دوسرے مین سراپا ہشیاری، بیداری، حقیقت بینی، ہمسفری ناموس، سیر سماوات، لقائے ارواح، رویت حق سب کچھ ہے، اسی لیے صحابہ یا راویون مین سے جن لوگون نے اس کو "منام" یا "رویا" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، وہ درحقیقت مجاز و استعارہ ہی ورنہ اصل مقصود یہی کیفیت روحانی اور یہی حالت ملکوتی ہی اور یہی سبب ہی کہ ہمارے ظاہری حواس کے مادی قوانین طبعی کے رو سے جو چیزین محال معلوم ہوتی ہین، وہ اس عالم مین محال نہین ہین۔

اس آیت پاک کو "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ" "ہمنے جو رویا (معراج) تجکو دکھایا" لوگ رویا کے ثبوت مین پیش کرتے ہین، جیسا کہ حضرت ابن عباس سے صحاح مین روایت ہی کہ یہ آیت معراج کے متعلق ہے لیکن حضرت ابن عباس یہ بھی اسی روایت مین کہتے ہین کہ یہ رویائے چشم تھا، اصل روایت کے الفاظ یہ ہین۔

عن ابن عباس فی قولہ تعالی وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا	ابن عباس اس آیت کی تفسیر مین کہ ہم نے جو رویا تجکو دکھایا
الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ، قال ھی رؤیا عین	اسکو نہین بنایا لیکن لوگون کے لیے آزمایش، کہتے ہین کہ یہ آنکھ

رسول اللہ صلعم لما اسری بہ الی بیت | کا رویا تھا، جو رسول اللہ صلعم کو دکھایا گیا جب آپ کو رات کے

فصل، وق ناس، (بخاری باب الاسراء) | وقت بیت المقدس لے جایا گیا۔

انہما قالا ا
س پر یہ لغوی بحث چھڑ گئی کہ رؤیا لغت مین "آنکھ کے دیکھنے" کو نہین کہتے، فریق مخالف کہتا ہو کہ حضرت ابن عباس

جسدہٗ ونفاعہ
جکر لغت عرب کا واقفکار اور کون ہوسکتا ہو جب وہ رویائے عین کہتے ہین تو کس کو انکار ہوسکتا ہو، علاوہ ازین راعی

ان یعلم الفوز
بعض عرب شعراء نے ظاہری آنکھ سے دیکھنے کو بھی "رویا" کے لفظ سے تعبیر کیا ہو۔

وبین ا
ہمارے خیال مین اوّل تو راعی اور متنبی لغت کے لیے سند نہین ہین، اور اگر ہون بھی تو ان کے شعر سے یہ سمجھنا

ظ "رویت" کے معنی مین استعمال ہوا ہو صحیح نہین ہین، بلکہ وہ اسی خواب اور خیالی دیدار اور دکھاوے

ل ہوا ہو وہ دونون شعر یہ ہین، راعی کہتا ہو،

فکبّر للرؤیا وھش فؤادہ | وبشر نفسا کان قبل یلومھا

متنبی کا مصرع ہو ورؤیاک احلی فی العیون من الغمض،

حضرت ابن عباس کی تفسیر کا مطلب جہان تک ہم سمجھ سکتے ہین ایک بلیغ اشارہ ہو اور وہ یہ ہو کہ قرآن مجید نے

مشاہدات معراج کو "رؤیا" کے لفظ سے تعبیر کیا ہو، رویا کے معنی عام طور سے "خواب" کے ہین، جو محض تخیل بھی ہوسکتا

ہے اس شبہہ کو دفع کرنے کے لیے اور رویائے معراج کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے انہون نے "رؤیا" کو "رویائے

عین" کہکر اسکی تفسیر کی یعنی یہ معراج صرف ظاہری حیثیت سے آنکھ کا خواب تھا ورنہ درحقیقت وہ قلب کا مشاہدہ

تھا، اور اسی حد تک واقعی اور قطعی تھا جس حد تک ان ظاہری آنکھون کا مشاہدہ ہوسکتا ہو،

ائمہ حدیث مین سے امام **خطابی** صاحب معالم السنن، شریک کی روایت پر بحث کرتے ہ

واما من اعتبر اول الحدیث باخرہ فانہ یزول | لیکن جو شخص اس حدیث کے ابتدائی الفاظ کو آخری الفاظ سے ملاکر

عنہ الاشکال فانہ مصرح فیھما بانہ کان رؤیا | دیکھے گا اس سے یہ اشکال اسلیے دور ہوجائیگا کہ ان مین تصریح ہو کہ یہ رویا

لقولہ فی اولہ وھو نائم وفی آخرہ استیقظ | تھا، کیونکہ اس روایت کے شروع مین ہو کہ آپ "سو رہے تھے" اور آخر مین ہ

وبعض الرویا مثل یضرب۔ لیتاوّل علی الوجہ الذی یجب ان یصرف الیہ معنی التعبیر فی مثلہ وبعض الرویا لا یحتاج الی ذالک بل یاتی کالمشاھدۃ (فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۴۰۲)	کہ آپ جاگ پڑے بعض رویا تمثیلی رنگ میں ہوتے ہیں تاہم ضروری ہے کہ اسی طرح کیجائے جس طرح اس قسم کے خواب کی جاتی ہے اور بعض رویا اس کے محتاج نہیں ہوتے، بلکہ مشاہدۂ عینی کی طرح پیش آتے ہیں۔

جو لوگ واقعۂ معراج کو "رُویا" کہتے ہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ ایک عام قسم کا خواب تھا، جو ہر انسان ہر شب کو دیکھتا ہے، بلکہ اس کیفیت پر رُویا کا اطلاق محض مجازی اور انسانی طریقۂ ادا کے قصور کے باعث ہے، انسان روح اور جسم سے مرکب ہے، یہ روح جو جسم سے وابستہ ہے اس کا یہ تعلق محض عارضی ہے اور یہی عارضی تعلق عالم نور سے اُس کے حجاب کا باعث ہے، جس قدر اس تعلق کا رشتہ ڈھیلا ہوتا جائیگا اُسی نسبت سے وہ حجاب اُٹھتا جائیگا، انسان جب بیداری میں ہوتا ہے تو حواس ظاہری کی مصروفیت روح کو مشاہدۂ باطن سے باز رکھتی ہے، نیند کی حالت میں کسی قدر اسکو ظاہری مشغولیت سے آزادی ملتی ہے تو اسکو رنگارنگ کی چیزیں نظر آتی ہیں، یہ حالت انسان کی باطنی و روحانی قوتوں کی ترقی و تنزل پر موقوف ہے، ایک دن تو ہر انسان مرجاتا ہے یعنی اُسکی روح کا تعلق اس کے جسم سے منقطع ہو جاتا ہے لیکن انسانوں کی ایک صنف ایسی بھی ہے جسکا طائر روح خدا کے فضل و موہبت کے بازوؤں سے پُرزور ہو کر اپنے قفس عنصری کو تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ کر عالم ملکوت کی سیر کرتا پھرتا ہے اور پھر اسی قفس عنصری کی طرف رجعت کرجاتا ہے یہی حالت ہے جسکو ہم اپنی محدود زبان میں مجازاً **رویائے صادقہ** یا رویائے نبوت کہسکتے ہیں، اور اسی عالم کو ہم نے عالم رُویا کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، اور اُسیکو قرآن مجید کی آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ میں "رویا" کہا گیا ہے یہی وہ دنیا ہے جس میں آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار ہوتا ہے، اور اسی کی طرف وحی کی صحیح حدیث میں اشارہ ہے، اور یہی حضرت ابن عباس کا "رُویائے عین" ہے،

حافظ ابن قیم نے زاد المعاد[1] میں اسی حقیقت کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

---

[1] جلد اول صفحہ ۳۰۴ مصر۔

فصل، وقد نقل ابن اسحاق عن عائشة ومعاوية
انهما قالا انما كان الاسراء بروحه ولم يفقد
جسده ونقل عن الحسن البصری نحو ذلك، ولكن ينبغی
ان يعلم الفرق بين ان يقال كان الاسراء منامًا
وبين ان يقال كان بروحه دون جسده وبينهما فرق
عظيم وعائشة ومعاويه لم يقولا كان منامًا وانما
... بروحه ولم يفقد جسده وفرق
... فان ما يراه النائم قد يكون
معلوم فی الصور المحسوسة فيری
...اء وذهب به الی مكة و
... لم تصعد ولم تذهب وانما ملك
... والذين قالوا عرج برسول الله صلعم
... عرج بروحه وبدنه وطائفة قالت
... دنه وهولاء لم يريدوا ان المعراج
... د وان الروح ذاتها اسری بها وعرج بها
باشرت من جنس ما تباشر بعد المفارقة وكان
... ذلك كحالها بعد المفارقة فی صعودها السے
... ت سماءً سماءً حتی ينتهی بها الی السماء السابعة
فتقف بين يدی الله عز وجل فيامر فيها بما

فصل، ابن اسحاق نے حضرت عائشہؓ اور معاویہؓ سے نقل
کیا ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ معراج میں آپکی روح لیجائی گئی، اور
آپکا جسم کھویا نہیں گیا (یعنی وہ اسی دنیا میں اپنی جگہ پر موجود تھا)
اور حسن بصری سے بھی اسی قسم کی روایت ہے لیکن یہ جاننا چاہیے
کہ یہ کہنا کہ معراج منام (خواب) تھا، اور یہ کہنا کہ بذریعہ روح کے تھی
جسم کے ساتھ نہ تھی، ان دونوں میں بڑا فرق ہے، حضرت عائشہؓ اور
معاویہ نے یہ نہیں کہا کہ وہ منام (خواب) تھا، انہوں نے یہی کہا ہے
کہ معراج میں آپکی روح کو لے جایا گیا اور آپکا جسم کھویا نہیں گیا، ان
دونوں میں فرق یہ ہے کہ سونے والا جو کچھ دیکھتا ہے کبھی محسوس صورتوں
میں جو کچھ معلوم ہے اسکی تمثیلیں اسکے سامنے کی جاتی ہیں پس وہ
دیکھتا ہے کہ گویا وہ آسمان پر چڑھایا گیا یا مکہ اس کو لے جایا گیا اور زمین کے
گوشوں میں اسکو پھرایا گیا، حالانکہ اسکی روح نہ چڑھی نہ گئی نہ پھری
صرف یہ ہوا کہ خواب کے فرشتہ نے اسکے لیے ایک تمثیل اسکے سامنے کردی
اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو آسمان پر چڑھایا گیا، ان میں دو
فرقے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ آپ کو معراج روح وبدن دونوں کے ساتھ
ہوئی اور دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ صرف روح کے ساتھ ہوئی اور بدن کھویا نہیں گیا
(یعنی اس عالم سے) ان لوگوں کا یہ مقصد نہیں کہ وہ خواب تھا، بلکہ یہ مقصد ہے کہ خود
بذاتہ روح کو معراج ہوئی اور وہی درحقیقت اوپر چڑھائی گئی، اور اسنے بدرجہ ذات کی
اسطرح کیا جسطرح جسم سے مفارقت کے بعد کرتی ہے، اور اس میں اسے آسمان پر جو فرشتے تھے

يشاء ثم ترنزل الى الارض، فالذى كان لرسول
الله صلعم ليلة الاسراء اكمل مما يحصل للروح
عند المفارقة ومعلوم ان هذا امر فوق ما يراه
النائم لكن لما كان رسول الله صلعم في
مقام خرق العوائد حتى شق بطنه وهو حيّ
لا يتألم بذلك عرج بذات روحه المقدسة
من غير اماتة، ومن سواه لا ينال بذات روحه الصعود
الى السماء الا بعد الموت والمفارقة فالانبياء انما استقرت
ارواحهم هناك بعد مفارقة الابدان وروح رسول الله
صلعم صعدت الى هناك في حال الحياة ثم عادت، وبعد وفاته
استقرت في الرفيق الاعلى مع ارواح الانبياء،
ومع هذا فلها اشراف على البدن واشراق وتعلق به بحيث يرد
السلام على من سلم عليه، وبهذا التعلق رأى
موسىٰ قائما يصلي في قبره ورآه في السماء السادسة
ومعلوم انه لم يعرج بموسىٰ من قبره ثم رد اليه
وانما ذلك مقام روحه واستقرارها وقبره
مقام بدنه واستقراره الى يوم معاد الارواح
اجسادها، فرآه يصلي في قبره ورآه في السماء
ستة كما انه صلعم في ارفع مكان في الرفيق

حالت وہی تھی جو مفارقت جسم کے بعد آسمانوں پر ایک ایک
آسمان پر کرکے چڑھنے میں ہوتی ہے یہانتک کہ ساتویں آسمان پر
جاکر ٹھہر جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جاکر کھڑی ہو جاتی ہے پھر
وہ جو چاہتا ہے اسکی نسبت حکم دیتا ہے پھر زمین پر واپس آجاتی ہے پس
آنحضرت صلعم کو شب معراج میں جو حاصل ہوا وہ اس سے بھی زیادہ کامل
تھا، جو روح کو مفارقت جسم کے بعد حاصل ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ
درجہ اس سے بڑا ہے جو سونے والے کو خواب میں نظر آتا ہے لیکن چونکہ
رسول اللہ صلعم خرق عادات کے مقام میں تھے یہانتک کہ
آپکا سینہ چاک کیا گیا اور آپ زندہ تھے لیکن آپکو تکلیف نہیں ہوئی
(اسیطرح) خود روح مبارک بذاتہ اوپر چڑھائی گئی بغیر اسکے کہ آپ پر
موت طاری کیجائے، آپکے علاوہ اور کسی روح کو موت اور مفارقت
تن کے بغیر یہ عروج نصیب نہوا، انبیاء کی روحیں جو یہاں ٹھہری
تھیں وہ مفارقت جسم کے بعد تھیں لیکن آنحضرت صلعم کی روح
پاک زندگی کی حالت میں وہاں گئی، اور واپس آئی، اور مفارقت
کے بعد انبیاء کی روحوں کے ساتھ "رفیق اعلےٰ" میں جاکر ٹھہری
لیکن باوجود اس کے روح پاک کو اپنے جسم کے ساتھ ایک نوع کا تعلق اور
رشتہ ہے کہ اگر آپ پر کوئی سلام بھیجے تو آپ سلام کا جواب دیتے ہیں،
اسی تعلق سے آپنے شب معراج میں دیکھا کہ موسیٰ اپنی قبر میں نماز پڑھ
رہے ہیں۔ پھر آپ نے ان کو چھٹے آسمان میں دیکھا۔ حالانکہ

الاعلیٰ مستمرا هناك وبدنه فی ضریحه غیر
مفقود واذا سلم علیه المسلم رد الله علیه
روحه حتی یرد علیه السلام ولم یفارق الملأ
الاعلیٰ ومن کثف ادراکه وغلظت طباعه
عن ادراك هذا فلینظر الی الشمس فی علو محلها
وتعلقها وتاثیرها فی الارض وحیاة النبات
والحیوان بها، هذا، وشان الارواح فوق
هذا، فلها شان وللابدان شان وهذه
النار تکون فی محلها وحرارتها تؤثر فی الجسم
البعید عنها مع ان الارتباط والتعلق الذی
بین الروح والبدن اقوی واکمل من ذالك
واتم فشان الروح اعلیٰ من ذالك والطف،

معلوم ہو کہ موسیٰ کو اپنی قبر سے اُٹھاکر نہیں سے جایا گیا تھا اور نہ پھر واپس کیا گیا
تھا اسکی گرہ یون کھلتی ہو کہ وہاں آسمان پر جو موسیٰ کو آپنے دیکھا تو وہ انکی
روح کا مقام مستقر تھا اور قبر انکے جسم کا، جہاں وہ قیامت مین ردحون کے
لوٹانے کے وقت تک رہیگا اسطرح آپنے انکو انکی قبر مین نماز پڑھتے بھی دیکھا
اور چھٹے آسمان پر بھی دیکھا جسطرح کہ (بعد وفات آنحضرت صلعم اسی بلند تر
مقام یعنی رفیق اعلیٰ مین بھی قرار گیر ہین اور جسم مبارک قبر شریف مین بھی موجود
ہے جب سلام کرنیوالا آپ پر سلام کرتا ہو تو اللہ آپکی روح کو واپس کرتا ہی تا آنکہ
آپ جواب دیتے ہین حالانکہ مقام رفیق اعلیٰ سے آپ علیحدہ نہین ہوے جو موٹی سمجھ اور
بھدی طبیعت کا آدمی اس معاملہ کو سمجھ نہ سکے اس کو چاہیے کہ آفتاب کی طرف دیکھے
کہ اس دوری اور بلندی کے باوجود اسکا تعلق اور رشتہ زمین سے قائم ہے
اور اسکے اندر وہ اثر ڈالتا ہی اور نباتات وحیوانات کی زندگی ہو انکے
پھر روح کا مرتبہ تو اس سے بدرجہا زیادہ ہو کیونکہ روحِ انبیا علیہم السلام

فقل للعیون الرمد ایاك ان تری سنا الشمس فاستغشی ظلام اللیا

(آنکی حقیقت تو انکا) گرد آلود آنکھون سے کہدو کہ وہ آفتاب کی روشنی کو نہین دیکھ سکتین کہ راتے کہ وہ سب ایک ہی رشتہ مین منظرہ

صوفیہ اور ارباب حال نے معراج کے واقعات کی تشریح اپنے ذوق سے کی ہین اور آپ کی اُن حیثیات کمال کا ذہور ہے
مین کم از کم ایک شخص تو ایسا ہی جو صوفی اور صاحب حال بھی ہو ان تمام پیغمبرون مین آپکی ذات سے مخصوص تھین لیکن آپکا
شاہ صاحب کے متعلق معلوم ہو کہ وہ دیگر اہل باطن کی طرح آسمانو نیز ایک ایک آسمان کر کے چڑھنا اور فرشتون اور مختلف
درمیان ایک تیسرے عالم کے قائل ہین جہان جسم ا پیغمبرون سے ملاقات) تو اسکی حقیقت درجہ بدرجہ (تحت کی
مناسبت کے مطابق جسمانی شکل مید ولکنہ مثال لفقد منزلون سے کھینچا عرش الٰہی تک پہنچا ہو، اور ہر آسمان پر جو فرشتے تھین

عموم الدعوة وبقاء لكمال لم يحصل مما هو في
وجه، وأما سدرة المنتهى فشجرة الكون وترتيب
بعضها على بعض واجتماعها في تدبير واحد
كاجتماع الشجرة في الغاذية والنامية ونحوهما
ولم تتمثل حيوانا لأن التدبير الجملي الاجمالي
الشبيه بسياسة الكلي لأفراده وانما أشبه الأشياء
به الشجرة دون الحيوان فإن الحيوان فيها قوى
تفصيلية والارادة فيه أصرح من سنن الطبيعة
وأما الأنهار في أصلها فرحمة فائضة في الملكوت
حذو الشهادة وحياة ونماء فلذلك تعين
هنالك بعض الأمور النافعة في الشهادة كالنيل
والفرات وأما الأنوار التي غشيتها فتدليات إلهية
وتدبيرات رحمانية تعلقت في الشهادة حيثما
استعدت لها وأما بيت المعمور فحقيقته التجلي
الالهي الذي يتوجه إليه سجدات البشر وتضرعاتها
تمثل بيتا على حذو ما عندهم من الكعبة وبيت
بيت المقدس، ثم أتي بإناء من لبن وإناء من
الخمر فاختار اللبن، فقال جبرئيل هديت الفطرة
ولو أخذت الخمر لغوت أمتك فكان هو علم جامع

ہیں اور کامل انسانوں میں سے جو جہاں جس جس درجہ تک پہنچکر انکے ساتھ
مل گیا ہی انکے حالات سے اور اُس تدبیر سے جو ہر آسمان میں خدا نے وحی کی
اور اُس مباحثہ سے جو اُس آسمان کے فرشتوں کی جماعت میں ہوتا ہی
آگاہی ہو لیکن حضرت موسیٰ کا رونا تو از راہ حسد نہ تھا، بلکہ وہ اس بات
کی تمثیل تھی کہ انکو دعوت عامہ نہیں ملی تھی، اور اس کمال کی بقا
انکو عنایت نہیں ہوئی تھی جو عموم دعوت سے حاصل ہوتی ہی لیکن
سدرۃ المنتہیٰ تو وہ وجود کا درخت ہی اس کا ایک دوسرے پر مترتب
ہونا اور پھر ایک ہی تدبیر میں مجتمع ہونا ہی جس طرح درخت (اپنی شاخوں
کے بیشمار افراد کے اختلاف کے باوجود) اپنی قوت غاذیہ اور اپنی قوت
نامیہ کی تدبیر میں متحد و مجتمع ہوتا ہی، سدرۃ المنتہیٰ حیوان کی شکل میں نمایان
نہیں ہوا، اسلیے کہ اجمالی اور مجموعی تدبیر اُس طرح ہی جسطرح کلی اپنے افراد
کی سیاست (اجمالی) کرتی ہی اور اس تدبیر اجمالی کی بہترین شبیہ درخت ہی
نہ کہ حیوان، کیونکہ حیوان میں تفصیلی قوتیں ہوتی ہیں، اور خصوصًا اس میں
ارادہ قوانین طبعی سے زیادہ صریح صورت میں ہوتا ہی لیکن نہروں (کی
جڑوں اور سوتوں کا وہاں نظر آنا) تو وہ رحمت وحیات ونشو ونما
کا منبع ہی جو عالم ملکوت میں اسی طرح جاری ہی جسطرح عالم ظاہر میں، اسی لیے
وہاں بھی بعض وہ پرفیض امور نظر آئے جو یہاں اس عالم میں ہیں جیسے
دریائے نیل اور نہر فرات لیکن وہ انوار جو اس درخت کو ڈھانکے تھے
تو وہ تنزلات الٰہیہ اور تدبیرات رحمانیہ ہیں، جو اس عالم ظاہر میں وہاں

امته ومنشأ ظهورهم وكان اللبن اختيارهم الفطرة والخمر اختيارهم لذات الدنيا، وأمر بخمس صلوات بلسان التجوز لانها خمسون باعتبار الثواب ثم اوضح الله مراده تدريجا ليعلموا ان الحرج مدفوع وان النعمة كاملة وتمثل هذا المعنى مستندا الى موسى عليه السلام فانه اكثر الانبياء معالجة للامة ومعرفة بسياستها، (باب الاسراء)

چمکتی ہیں جہاں جہاں اُنکے قبول کی استعداد ہوتی ہے لیکن بیت معمور تو اسکی حقیقت وہ تجلی الٰہی ہے جسکی طرف انسانوں کے تمام سجدے اور بندگیاں متوجہ ہوتی ہیں، وہ گھر کی صورت میں اسلیے نمایاں ہوا کہ وہ ان قبلوں کی طرح ہو جو انسانوں کے درمیان کعبہ اور بیت المقدس کی صورت میں ہیں، پھر آپکے سامنے ایک دودھ کا پیالہ اور ایک شراب کا پیالہ لایا گیا، آپنے دودھ پسند فرمایا تو جبریل نے کہا کہ فطرت کی طرف آپنے ہدایت پائی اگر شراب پسند فرماتے تو آپکی امت گمراہ ہو جاتی" (آپکے پسند و قبول کو امت کا پسند و قبول کہنا اسلیے تھا کہ آپ اپنی امت کے جامع و مرکز اور اس کے ظہور کے منشا و مولد تھے، اور دودھ کا پیالہ پسند کرنا

ہم نے اربابِ حال، اور محدثین کے یہ انکشافات و حقائق اور جسم و روح کے یہ گوناگوں احوال و مناظر خود اُنہی کی زبانوں سے بتائے اور دکھائے ہیں، ورنہ ہم خود اس باب میں سلف صالحین کا عقیدہ رکھتے ہیں جو ابن اسحاق کی عبارت میں حسب ذیل ہے

وكان في مسراه وما ذكر منه بلاء وتمحيص وامر من امر الله في قدرته وسلطانه فيه عبرة لاولي الالباب وهدى ورحمة وثبات لمن امن بالله وصدق وكان من امر الله على يقين، فاسرى به كيف شاء وكما شاء ليريه من اياته ما اراد حتى عاين ما عاين من امره وسلطانه العظيم، وقدرته التي يصنع بها ما يريد، (سيرة ابن هشام باب الاسراء)

آپکے اس سفرِ شبانہ اور جو کچھ اسکے متعلق بیان کیا گیا ہے اس میں آزمائش اور کافر و مومن کی تمیز ہے اور خدا کی قدرت اور سلطنت میں سے کوئی الٰہی شان ہے اور اس میں اہل عقل کے لیے عبرت ہے اور جو اللہ پر ایمان لایا اور تصدیق کی اور خدا کے کاموں پر یقین رکھا اُسکے لیے ایمان ہدایت، رحمت اور ثابت قدمی ہے، پس اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو رات کے وقت لے گیا جس طرح چاہا اور جیسے چاہا تاکہ وہ اسکو اسکے پروردگار کی نشانیوں میں سے جو چاہے دکھائے یہاں تک کہ آپنے خدا کی شان اور اسکی عظیم الشان قوت کے مناظر دیکھے جو کچھ دیکھے اور اس قدرت کو دیکھا جس سے وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے،

قرآنِ مجید اور معراج

معراج کے اسرار، اعلانات، احکام، بشارتیں اور انعامات،

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہی کہ قرآن مجید مین معراج کا بیان سورۂ اسرار (جس کو سورۂ بنی اسرائیل بھی کہتے ہین) کی صرف ابتدائی تین چار آیتون مین ہی یعنی،

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ہ (بنی اسرائیل)

پاک ہی وہ خدا جو اپنے بندہ کو رات کے وقت مسجد حرام (کعبہ) سے اس مسجد اقصیٰ بیت المقدس تک لے گیا جسکے گرداگرد ہمنے برکت نازل کی ہی تاکہ ہم اپنے بندہ کو اپنی نشانیان دکھائین وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہی،

لیکن ہم نے اس سورہ کو شروع سے اخیر تک بار بار پڑھا اور ہر بار اس یقین کے ساتھ ختم کیا کہ یہ پوری سورہ معراج کے اسرار و حقائق، نتائج و عبر اور احکام و اعلانات سے معمور ہی، سب سے پہلے ہم یہ بتانا چاہتے ہین کہ اس سورہ کے جلی عنوانات کیا ہین۔

۱- یہ اعلان کہ آنحضرت صلعم نبی القبلتین (یعنی کعبہ اور بیت المقدس دونون کے پیغمبر) ہین،

۲- یہود جو اب تک بیت المقدس کے اصلی وارث اور اُس کے نگہبان و کلید بردار بنائے گئے تھے اُنکی تولیت اور نگہبانی کی مدت حسب وعدہ الٰہی ختم کیجاتی ہی، اور آلِ اسمٰعیل کو ہمیشہ کے لیے اسکی خدمت گذاری سپرد کیجاتی ہی،

۳- کفارِ قریش کو اعلان کہ تمہارے پند و موعظت کا عہد گذر گیا، فیصلۂ حق کے ثبوت کے لیے جس عذاب کو تم مانگتے تھے اب وہ آتا ہے کہ رسول اب ہجرت کرتے ہین۔

۴- رسولون کی سنّت کے مطابق اب آنحضرت صلعم کو ہجرت کا اذن دیا جائے گا جسکے بعد نافرمان قوم پر عذاب آئے گا،

۵. معراج کے احکام و شرائع،

۶. نماز پنجگانہ کی فرضیت،

۷. نبوّت، قرآن، قیامت اور معجزات پر اعتراضات کے جوابات،

۸. حضرت موسیٰ کے حالات اور واقعات سے استشہاد،

آنحضرت صلعم کا نبی القبلتین ہونا

حضرت ابراہیمؑ کے گھرانے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی سعادتوں اور برکتوں کا کلید بردار بنایا تھا اور انکو ارضِ مقدس کی تولیت کا منصب عطا کیا تھا جس کے حدود خدا نے خواب میں حضرت ابراہیمؑ کو دکھائے تھے لیکن اسی کے ساتھ توراۃ میں بار بار اعلان کر کے یہ بھی انکو سنا دیا گیا تھا کہ اگر انہوں نے خدا کے احکام کی اطاعت اور پیغمبروں کی تصدیق نہ کی تو یہ منصب اُن سے چھین لیا جائے گا حضرت ابراہیمؑ کو اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ دو بیٹے عطا ہوئے تھے اور ارضِ مقدس کو ان دونوں بیٹوں کے درمیان تقسیم کر دیا گیا تھا یعنی شام کا ملک اسحاقؑ کو اور عرب کا ملک اسمٰعیلؑ کو، ملا تھا شام میں بیت المقدس اور عرب میں کعبہ واقع تھا حضرت اسحاق کے فرزندوں کو جنکا مشہور نام بنی اسرائیل ہے (اسرائیل، حضرت اسحاق کے بیٹے یعقوب کا لقب تھا) بیت المقدس کی تولیت عطا ہوئی تھی، اور بنو اسمٰعیل کو کعبہ کا متوّلی بنایا گیا تھا حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں جسقدر پیغمبر پیدا ہوئے، اُن میں سے بنو اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس اور اسمٰعیلؑ کا کعبہ تھا، گویا آنحضرت صلعم سے پہلے جسقدر انبیا عرب یا شام میں مبعوث ہوئے وہ ان دونوں قبلوں میں سے صرف ایک کے متوّلی تھے، آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمام دوسرے پیغمبروں کے متفرق اوصاف وخصوصیات کا جامع اور برزخ بنایا تھا اسیطرح حضرت اسحٰقؑ و اسمٰعیلؑ دونوں کی برکتوں اور سعادتوں کا گنجینہ بھی ذاتِ محمدی ہی کو قرار دیا، یعنی حضرت ابراہیمؑ کی وراثت جو صدیوں سے دو بیٹوں میں بٹتی چلی آتی تھی وہ آنحضرت صلعم کی بعثت سے پھر ایک جگہ جمع ہو گئی اور گویا وہ "حقیقت ابراہیمیہ" جو خاندانوں اور نسلوں میں منقسم ہو گئی تھی، ذات محمدی میں پھر یکجا ہو گئی، اور آپکو دونوں قبلوں کی تولیت تفویض ہوئی، اور نبی القبلتین کا منصب عطا ہوا، یہی نکتہ تھا جس کے سبب سے آنحضرت صلعم کو کعبہ اور بیت المقدس دونوں طرف رُخ کرنے کا حکم دیا گیا، اور اسی لیے معراج میں آپ کو مسجد حرام (کعبہ) سے

مسجد اقصیٰ تک (بیت المقدس) لے جایا گیا، اور مسجد اقصیٰ مین تمام انبیا کی صف مین آپکو امامت پر مامور کیا گیا تاکہ آج اس مقدس دربار مین اسکا اعلان عام ہوجائے کہ دونون قبلون کی تولیت سرکار محمدی کو عطا ہوتی ہے اور وہ نبی قبلتین نامزد ہوتے ہین، اور قرآن مجید مین سورۂ اسرا کی ابتدا، اور واقعہ معراج کا آغاز، اسی حقیقت کے اظہار سے ہوتا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا — پاک ہو وہ خدا جو رات کے وقت اپنے بندہ کو مسجد حرام سے اس مسجد

مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا — اقصیٰ تک لے گیا، جسکے گردا گرد ہمنے برکتین نازل کی ہین تاکہ ہم

الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ — اپنے اس بندہ کو اپنی چند نشانیان دکھائین، بیشک خدا سننے

ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (بنی اسرائیل ۱) — والا اور دیکھنے والا ہے۔

بنی اسرائیل کی مدت تولیت کا اختتام بنو اسرائیل کو ارض مقدس کی تولیت کا شرف بہت سے شرائط اور معاہدون کے ساتھ عطا ہوا تھا، اور یہ کہہ دیا گیا تھا کہ جب وہ غیر معبودون کی طرف جھکین گے، اور احکام الٰہی کی عدم پیروی کے ملزم ہونگے تو یہ منصب اُن سے چھین لیا جائیگا، اور محکومی و غلامی کی زنجیر اُن کی گردنون مین ڈال دی جائے گی، حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ کے عہد مین انکو جو نیابت اور وراثت عطا کی گئی تھی، عدم ایفاے عہد کی پاداش مین بابل کے بادشاہ بخت نصر (نبوخذ نذر) کے ہاتھون اُن سے چھین لی گئی، ارض مقدس سے وہ جلاوطن کردیے گئے، شہر اورشلیم کھنڈر کردیا گیا، بیت المقدس کی ایک ایک اینٹ چور چور کردی گئی، اور تورات کے پرزے پرزے اُڑا دیے گئے،

اس پرغم سانحہ پر انبیاے بنی اسرائیل نے ماتم کیا، خدا کے سامنے دست تضرع دراز کیا، بنو اسرائیل کو توبہ و انابت کی دعوت دی تو پھر اُن کو معاف کیا گیا، اور ایرانیون کے عہد مین ارض مقدس کی دوبارہ تولیت سے وہ سرفراز ہوئے، لیکن اس کے بعد وہ پھر اپنے عہد پر قائم نہ رہے، بتون کو سجدے کیے، تورات کے احکام سے روگردانی کی، تو ان پر یونانیون اور رومیون کو مسلّط کیا گیا، جنھون نے بیت المقدس کو جلا کر خاکستر کردیا، یہودیون کا قتل عام کیا، قربانگاہ کے مقدس ظروف توڑ پھوڑ دیے، اب اس کے بعد آنحضرت صلعم کی بعثت ہوتی ہے، اور بنو اسرائیل

کو توبہ و انابت کا آخری موقع دیا جاتا ہے، اگر انہوں نے حق پسندی کو راہ دیا، تو خدا اُن پر رحم فرمائے گا، ورنہ ہمیشہ کے لیے وہ اس منصب سے محروم کر دئے جائین گے۔

چنانچہ آیات بالا کے بعد ارشاد ہوتا ہی،

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى
لِّبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝ ذُرِّيَّةَ
مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝ وَ
قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ
فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝
فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا
لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ
وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ
عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ
وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ
لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ
وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا
الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا
مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ
عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ
حَصِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل ۱)

ہمنے موسیٰ کو کتاب دی، اور انکو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت نامہ
ٹھہرایا کہ ہمارے سوا دوسرے کسی کو اپنا کارساز نہ بنائیں اے ان لوگوں کی
اولاد جنکو ہمنے نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا، (دیکھو کہ انکا جنھوں
نے اپنا کارساز دوسروں کو بنالیا تھا کیا حشر ہوا، تمکو اس احسان کا
شکر ادا کرنا چاہیے تھا کیونکہ تمہارا باپ) نوحؑ شکرگذار بندہ تھا، اور ہمنے
کتاب میں بنی اسرائیل کے متعلق فیصلہ کردیا تھا کہ تم دو دفعہ زمین میں فساد
کروگے اور بڑی زیادتیاں کروگے، جب انمیں سے پہلے فساد کا وقت آیا تو ہمنے
تمپر اپنے بندوں کو کھڑا کردیا جو بڑے سخت گیر تھے، وہ تمہارے شہروں کے اندر پھیل گئے، اور خدا کا
وعدہ پورا ہوا، پھر ہمنے تمہارے دن پھیرے اور تمکو مال و اولاد سے مدد دی اور تمہاری
تعداد بہت بڑھا دی (اور کہدیا کہ) اگر تمنے اچھے کام کیے تو اپنے ہی لیے اور اگر
برے کام کیے تو اپنے لیے، پھر جب (تمہارے) دوسرے فساد کا وقت آیا تو پھر ہمنے اپنے
دوسرے بندوں کو کھڑا کردیا) کہ وہ تمہارے چہروں کو خراب کردیں، اور یہی بیت المقدس
میں اسیطرح گھس جائیں جسطرح تمہارے پہلے دشمن گھسے تھے، اور جس چیز پر قابو پائیں
اسکو توڑ پھوڑ ڈالیں (اب محمد رسول اللہ کی بعثت کے بعد) ممکن ہے کہ تمہارا پروردگار
تمپر رحم کرے، اور اگر تمنے پھر ویسا ہی کیا تو ہم بھی ویسا ہی کرینگے اور حق کے منکروں کے
لیے ہم نے جہنم کا احاطہ بنا رکھا ہی،

یہ سورہ مکہ مین نازل ہوئی تھی، وہان بنی اسرائیل سے تعلقات نہ تھے، اِسی لیے مکی سورتون مین بنو اسرائیل کو عموماً مخاطب نہین کیا گیا ہی، یہ پہلا موقع ہے کہ بنو اسرائیل کو مخاطب کیا جا رہا ہی کیونکہ اب اسلام کے نئے دور کا آغاز ہونے والا ہے، اور آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت ملنے والی ہے جہان اُن سے تعلقات کا آغاز ہوگا اور ان کو ازسرِنو خدا کے سامنے اپنی شرمساری کے اظہار کا موقع ملیگا، اور خدا ان پر اپنی رحمت کا دروازہ کھولے گا لیکن اگر انھون نے قبولِ حق سے انکار کیا تو ان کیلیئے پھر وہی سزا ہے جو اُن کو اس سے پہلے دو دفعہ مل چکی ہے لیکن افسوس کہ اُنھون نے عموماً اِس موقع سے فائدہ نہین اُٹھایا اور حق کو قبول نہین کیا، حالانکہ خدا نے اُن سے کہا وَاَوْفُوا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (بقرہ) "تم ہمارا عہد پورا کرو تو ہم تمھارا عہد پورا کردین گے" اس لیے خدا نے ان پر رحمت کا دروازہ نہین کھولا، اور ان کو تیسری دفعہ بھی وہی سزا ملی، اور وہ مدینہ، اطرافِ مدینہ، خیبر، اذرعات وغیرہ سے بیدخل کر دیے گئے، اور بیت المقدس کی تولیت مسلمانون کے سپرد کی گئی،

کفارِ مکہ کے نام آخری اعلان

آج کفارِ مکہ کے نام آخری اعلان ہی، انکا مطالبہ تھا کہ اگر اسلام سچا، اور ہمارا مذہب باطل ہی تو ہم پر عذاب کیون نہین آتا، وہ کہتے ہین کہ ہم پر عذاب آئے، انکو یہ سنتِ الٰہی بتائی گئی کہ قوم پر اُس وقت تک عذاب نہین آتا جب تک اُس مین مبلغِ الٰہی مبعوث نہین ہو لیتا اور اُس کو بالکل اُسکی طرف سے مایوسی نہین ہو جاتی، اُسوقت قوم کا دولت مند اور مغرور طبقہ اس حق کی بیخکنی کے لیے آگے بڑھتا ہے، بہت سے دوسرے لوگ جن کو ان کی قوت پر بھروسہ ہوتا ہے انکا ساتھ دیتے ہین۔ مومنون کا طبقہ جو بظاہر کمزور اور ضعیف ہوتا ہے اس حق کو قبول کر لیتا ہے، ایک دنیا کے نفعِ عاجل کا طالب ہے اور دوسرا آخرت کے نفع جاوید کو ترجیح دیتا ہے، دنیا مین بظاہر دونون کو برابر زندگی کی نعمتین ملتی ہین، مگر ایک دن آتا ہے جب رات اور دن کی روشنی الگ ہو جاتی ہے، دنیا مین کوئی ایک دوسرے کا ذمہ دار نہین، مصلح اور ہادی اپنا فرض ادا کر دیتے ہین، ایمان و کفر کے وہ ذمہ دار نہین، اس دنیا مین ہر شخص اپنا آپ ضامن ہے، اِسی انکار و کفر کی بدولت قریشِ مکہ بھی تولیتِ کعبہ کے شرف سے معزول کیے جاتے ہین، اور مسلمانون کو فتحِ مکہ کی خوشخبری سنائی جاتی ہے،

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ
الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ
اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ وَيَدْعُ
الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ
الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ
فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً
لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ
وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝ وَكُلَّ اِنْسَانٍ
اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى
بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا
يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ
حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً
اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ
فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ
الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ
عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ

یہ قرآن وہ راستہ بتاتا ہی جو سب سے زیادہ سیدھا ہی، اور ان مومنوں کو
جو نیک کام کرتے ہین یہ بشارت دیتا ہی کہ انکے لیے بڑی مزدوری ہے
اور یہ بتاتا ہی کہ وہ لوگ جنکو آخرت پر ایمان نہین ہمنے انکے لیے
دردناک عذاب تیار کیا ہی، انسان (کبھی) برائی (عذاب) کو بھی
اسیطرح چاہتا ہی جسطرح بھلائی کو، انسان بڑا ہی عجلت پسند واقع
ہوا ہی، ہمنے دن اور رات کو دو نشانیان بنایا ہی، نشانِ شب
کو ہم مٹا دیتے ہین اور نشانِ روز کو روشن کردیتے ہین کہ اس روشنی
مین اپنے خدا کی مہربانی کو ڈھونڈھو، اور ماہ وسال کا شمار اور
حساب جانو، ہمنے ہر چیز کھولکر بیان کردی ہی اور ہر انسان کے نیک بد کو
اوسی کی گردن مین ڈالدیا ہی، قیامت کے دن ہم اسکے اعمالنامہ کو
نکالینگے جسکو وہ کھلا ہوا پائیگا، اور اوسوقت ہم اس سے کہینگے کہ لو اپنا
اعمالنامہ پڑھ لو آج تم ہی اپنا حساب آپ لے لو، تو جو ہدایت کو قبول کرتا ہی
وہ خود اپنے لیے کرتا ہی اور جو گمراہ ہوتا ہی وہ اپنے لیے، کوئی ایک دوسرے کے
بوجھ کو نہین اٹھاتا، اور ہم اوسوقت تک عذاب نہین نازل کرتے جبتک
ایک پیغمبر نہین بھیج لین، اور جب کسی آبادی کو ہلاک کرنا ہوتا ہی تو ہم وہانکے دولتمندون
کو حکم دیتے ہین تو وہ اسمین فسق وفجور کرتے ہین تو اوسپر قانونِ الٰہی کے
مطابق سزا واجب ہوجاتی ہی تو ہم اس آبادی کو تباہ وبرباد کردیتے ہین،
اور یاد کرو نوح کے بعد سے ہم کتنی قومونکو ہلاک کرچکے ہین، تیرا پروردگار
اپنے بندون کے گناہونکی خبر رکھتا ہی اور دیکھتا ہی، جو اس دنیا کا نفع

عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا
لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ۝
وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝
كُلًّا نُمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ
وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ
فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ
دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ۝ (بنی اسرائیل ۲)

عاجل چاہتے ہین توان مین سے جس کے لیے ہم چاہتے ہین اسی دنیا
کا نفع عاجل اسکو دیتے ہین پھر ہم دوزخ کو اسکا ٹھکانا بناتے ہین جسمین وہ
ہر طرح برا ٹھہر کر اور راندۂ درگاہ بنکر داخل ہوگا اور جو آخرت کو چاہے گا اور
آخرت کے لیے کوشش کریگا اور وہ مومن ہوگا تو اسکی کوشش خدا کے یہان
مشکور ہوگی ہم نیک و بد ہر ایک کو تیرے پروردگار کے عطیہ سے دیتے
ہین، تیرے پروردگار کا عطیہ محدود نہین ہی، دیکھ ہمنے کیونکر دنیا
مین ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے لیکن سب سے بڑا
درجہ اور مرتبہ آخرت کا درجہ اور مرتبہ ہے،

معراج کے احکام و وصایا | یہود اور قریش دونون کی معزولی کے بعد بیت المقدس اور خانۂ کعبہ دونون کی تولیت کا منصب عطا کرنے کے لیے شہنشاہِ عالم اپنے بندۂ خاص کو اپنے حضور مین طلب کرتا ہی اور اس روحانی حکومت کے شرائط و احکام کا ایک نسخہ عطا کرتا ہی جیسا کہ اسی موقع پر حضرت موسیٰ اور دوسرے پیغمبرون کو عطا ہوا تھا،

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا
مَخْذُولًا ۝ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ
الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ
وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝ وَاخْفِضْ
لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا
كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۝ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ
إِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ

خدا کے ساتھ کسی اور کو خدا نہ بنانا، ورنہ تو برا ٹھہریگا، اور بے یار و مددگار
رہ جائیگا اور تیرے پروردگار نے حکم دیا ہی کہ اسکے سوا کسی اور کو نہ
پوجنا، اور مان باپ کے ساتھ نیکی کرنا، اگر ان مین ایک یا دونون
تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائین تو انکی بات مین اونھ! تک نہ کرنا،
اور انکو نہ جھڑکنا، ان سے ادب کے ساتھ بات کرنا، اور انکے سامنے نرم دلی
سے اطاعت کا بازو جھکا دینا، اور انکے حق مین یہ دعا مانگنا کہ پروردگارا!
میرے والدین پر اسی طرح رحم فرما جسطرح انھون نے جب مین چھوٹا تھا
مجھپر رحم کیا تھا، تمھارا پروردگار تمھارے دلون کے راز سے خوب واقف ہی

غَفُوْرًا ۝ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ
وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ
الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ
كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ
ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ
قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً
اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ
مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا
بَصِيْرًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ
نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً
كَبِيْرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً
وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا
فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ
مَنْصُوْرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ
حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْــــُٔوْلًا ۝
وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ
الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ وَلَا تَقْفُ

اگر تم نیک ہو تو وہ توبہ کرنے والون پر بخشش کرتا ہی اور قرابت دار کو
اسکا حق ادا کرو اور غریب و مسافر کا حق بھی دے اور فضول خرچی نکیا
کر فضول خرچ شیطانون کے بھائی ہین۔ اور شیطان اپنے آقا کا بڑا ہی
ناشکرگذار ہی اگر اپنے پروردگار کے فضل کے انتظار مین جسکی تجکو توقع
ہو ان مستحقین مین سے کسی سے تجکو منہ موڑنا پڑے تو انکو نرمی سے سمجھا دے اور
اپنا ہاتھ نہ اتنا سکیڑ لے کہ گویا گردن مین بندھا ہی اور نہ اتنا پھیلا ہی
دے کہ ہر طرف سے تجھکو لوگ ملامت کرین اور تو تہی دست ہوجائے تیرا
پروردگار جسکی روزی چاہتا ہی بڑھا دیتا ہی جسکی چاہتا ہی کم کر دیتا ہی
وہ اپنے بندون کے حال کا دانا اور بینا ہی اور تم افلاس کے ڈر سے
اپنے بچون کو قتل نہ کرو ہم ہین جو انکو اور تمکو دونون کو روزی پہنچاتے
ہین انکا قتل کرنا درحقیقت بڑا گناہ ہی اور زنا کے پاس بھی نجانا کہ وہ
بیحیائی ہی اور بری راہ ہی اور جس جان کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہی
انکو ناحق قتل نہ کرو اور جو شخص ظلم سے مارا جائے تو اسکے والی وارث
کو قصاص کا حق ہمنے دیا ہی تو چاہیے کہ وہ اس خون مین زیادتی نہ
کرے کیونکہ اسی مین اسکی جیت ہی اور یتیم جب تک اپنی عقل و شعور اور
جوانی کو نہ پہنچ لے اسکے مال و جائداد کے قریب بھی نہ جانا لیکن اس
طریقہ سے جاسکتے ہو جو اُن کے حق مین بہتر ہو، عہد کو پورا کیا کرو اسکی
بازپرس ہوگی۔ اور جب ناپ کر دو تو پورا ناپ کر دو اور تولکر دو تو
ترازو سے تولکر دو یہ طریقہ اچھا ہی اور اس کا انجام بھی بہتر ہی اور جس کی بابت

مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ ط اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا ہ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ج اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ہ کُلُّ ذٰلِکَ کَانَ سَیِّئُہٗ عِنْدَ رَبِّکَ مَکْرُوْھًا ذٰلِکَ مِمَّآ اَوْحٰٓی اِلَیْکَ رَبُّکَ مِنَ الْحِکْمَۃِ ط وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ فَتُلْقٰی فِیْ جَھَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا

تجھکو علم نہ ہو اسکے پیچھے نہ ہو لے کیونکہ کان، آنکھ، دل، سب سے مواخذہ ہوگا، اور زمین مین اکڑ کر نہ چل کہ تو اس چال سے نہ زمین کو چیر ڈالیگا اور نہ پہاڑون کے برابر اونچا ہو جائیگا۔ ان تمام باتون کی برائی تیرے پروردگار کے نزدیک ناپسندیدہ ہی، یہ تمام احکام دانشمندی کی اُن باتون مین سے ہین جو خدا نے تجھپر وحی کی ہین۔ اور خدا کے ساتھ کوئی اور دوسرا خدا نہ بناسے، ورنہ تو ملامتی اور راندہ

اِن احکام کی تفصیل کے بعد آخر مین خدا فرماتا ہی،

ذٰلِکَ مِمَّآ اَوْحٰٓی اِلَیْکَ رَبُّکَ مِنَ الْحِکْمَۃِ — یہ تمام باتین دانشمندی کی اُن باتونمین سے ہین جو خدا نے تیپر وحی کی ہین

معراج کے روحانی احوال کی تشریح کے ضمن مین خدا نے جو یہ فرمایا ہے،

فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی — پھر خدا نے اپنے بندہ کی طرف وحی کی جو کچھ کہ وحی کی،

اس اجمال اور ابہام کے اندر جسقدر احکام و شرائع کا حصہ تھا کیا وہی ہین جنکی اس مقام پر تفصیل کیگئی ہے؟

اِن آیتون مین جو احکام مذکور ہوئے ہین وہ تعداد مین بارہ ہین، اور یہی احکام دوازدہ گانہ درحقیقت دنیا کے تمام خیر و شر کی بنیاد، و اساس ہین، تم اخلاق کی تفصیل پر دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالو تاہم اِن احکام دوازدہ گانہ کے حلقہ سے باہر نہ نکل سکوگے، مختصر اور سادہ عبارت مین یہ احکام حسب ذیل ہین:

(۱) شرک نہ کر،

(۲) ماں باپ کی عزت و اطاعت کر،

(۳) مستحقین کا حق ادا کر،

(۴) اسراف نہ کر،

(۵) افراط و تفریط کے بیچ مین اعتدال و درمیانہ روی کی راہ چل،

(۶) اپنی اولاد کو قتل نہ کر،

(۷) زنا کے قریب نہ جا۔

(۸) ناحق کسی کی جان نہ مار۔

(۹) یتیم سے بہتر سلوک کر۔

(۱۰) ناپ تول مین پیمانہ اور ترازو کو بھرپور رکھ۔

(١١) نامعلوم بات کی پیروی نہ کر، (١٢) زمین پر مغرور نہ بن۔

یہ اُنھین احکام عشرہ کا نقش ثانی اور تکملہ ہے جو حضرت موسیٰ کو کوہِ طور کی معراج مین عطا ہوئے تھے (توراۃ سفر استثنا ٥-٦)

١۔ میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہو۔ ٦۔ تو زنا نہ کر۔

٢۔ تو خداوند اپنے خدا کا نام بےسبب نہ لے (یعنی جھوٹی قسم نہ کھا۔) ٧۔ تو چوری نہ کر۔

٣۔ سبت کے دن کی یاد کر۔ ٨۔ تو اپنے ہمسایہ پر جھوٹی گواہی نہ دے۔

٤۔ اپنے باپ اور اپنی ماں کو عزت دے ٩۔ تو اپنے ہمسایہ کی جورو کو مت چاہ۔

٥۔ تو خون مت کر، ١٠۔ تو اپنے ہمسایہ کے کسی مال کا لالچ نہ کر۔

سورہ کے آخر مین حضرت موسیٰ کو جو یہ احکام عشرہ ملے تھے، انکی طرف اشارہ آئے گا

ہجرت اور عذاب | جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس عالم مادی مین کچھ طبعی و فطری قوانین مقرر کر دیے ہین جن مین عموماً تخلف نہین ہوا کرتا، اسی طرح عالم روحانی مین بھی اُس نے کچھ اصول و نوامیس بنا دیے ہین جن کے خلاف نہین ہوا کرتا، منجملہ ان اصول و نوامیس کے ایک یہ ہی کہ جب کسی قوم مین کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا ہی تو ہر طرح اسکو سمجھایا جاتا ہی، تبلیغ کا ہر فرض اس کے سامنے ادا کیا جاتا ہی، شریر قوم معجزات طلب کرتی ہی، بالآخر اس کے سامنے معجزے پیش کیے جاتے ہین اور جب اس پر بھی وہ ایمان نہین لاتی تو پیغمبر کو ہجرت کا حکم ہوتا ہی اور اس کے بعد اُس بدبخت قوم پر خدا کا عذاب نازل ہوتا ہے، چنانچہ انبیائے کرام کی سیرتین اس اصول کی بہترین تشریح ہین، آج اسی قاعدہ کی تعمیل کا آنحضرت صلعم کو حکم ہوتا ہی آپ کو معراج کی سب سے بڑی نشانی عطا کی گئی، مگر اس کو بھی وہ جھٹلاتے ہین،

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ
الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا كَانَ
ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَمَا مَنَعَنَآ
اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ

(دنیا مین نافرمانون کی) کوئی آبادی ایسی نہین ہی جسکو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کر ڈالین یا اسپر سخت عذاب نہ نازل کرین یہ کتاب مین لکھا ہوا ہی اور ہمکو (فرمائشی) معجزات کے بھیجنے سے سوا اسکے کوئی امر مانع نہین ہی کہ اگلون نے بھی ان نشانیون کی فرمائش کی اور جب ہمنے انکو بھیجا تو انھون نے جھٹلا دیا ہمنے ثمود کو ناقہ کی سوجھا

وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا	والی نشانی دی تو انھون نے اُس پر ظلم کیا، اور ہم ان نشانیون
بِهَا وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ۝	کو تو ڈرانے کے لیے بھیجتے ہین، یاد کرو اے پیغمبر (کہ یہ کفار تیری ایذا
وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ	بلکہ قتل کے درپے ہین لیکن) ہمنے تم سے کہدیا کہ تیرا رب لوگون سے
وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً	تیری حفاظت کیے ہوئے ہے اور ہمنے (معراج کا جو) رویا تجکو دکھایا تو وہ
لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ	لوگون کے لیے آزمایش ہے - اور اسی طرح اُس درخت کا ذکر جسپر قرآن
وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا	مین لعنت کیگئی وہ بھی لوگون کے لیئے یہ اور ہم ان کو آیندہ عذاب سے ڈراتے ہین
(بنی اسرائیل ۶)	لیکن اس سے انکی سرکشی مین اور ترقی ہوتی جاتی ہے،

اِس لیے حضرت آدم اور شیطان کے قصہ سے اِس واقعہ پر استدلال ہے، پھر ارشاد ہوتا ہے -

وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا	ہمنے جو تمپر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا ہے قریب تھا لوگ تمکو اس سے
إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ وَإِذًا لَاتَّخَذُوكَ	آزمایش مین ڈالدین کہ اس وحی کے علاوہ تم کوئی اور وحی بناکر ہماری طرف
خَلِيلًا ۝ وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ	جھوٹ منسوب کردو، اور اسوقت وہ تمکو اپنا دوست بنالیتے، اور اگر ہم تمکو
إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۝ إِذًا لَأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ	ثابت قدم نہ رکھتے تو کچھ انکی طرف تم جھک چلے تھے، اگر تم ایسا کرتے تو
الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا	ہم تمکو زندگی اور موت کے دوگونہ عذاب کا مزہ چکھا دیتے اور پھر تمکو ہمارے
نَصِيرًا ۝ وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ	مقابلہ مین اپنے لیے کوئی مددگار بھی نہ ملتا - اور وہ تمکو اس سرزمین (مکہ) سے
لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذًا لَا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ	قریب کہ دل برداشتہ کردین تاکہ تمکو یہان سے نکالدین، اگر ایسا ہوا تو پھر وہ
إِلَّا قَلِيلًا ۝ سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ	تمہارے چلے جانے کے بعد اطمینان سے بہت کم رہ سکین گے، تمسے پہلے جتنے رسول ہمنے
رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۝ (بنی اسرائیل ۸)	بھیجے ہین سب کے ساتھ یہی دستور رہا ہے اور تم ہمارے دستور مین رد و بدل نہ پاؤگے -

اس بیان سے یہ بھی واضح ہوگا کہ معراج ہجرت سے کچھ ہی پہلے کا واقعہ ہے، اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ معراج آنحضرت صلعم کے ذریعہ سے خدا کی وہ نشانی تھی جس کے نہ تسلیم کرنے پر عذاب الہی کا نزول ہوتا ہے،

نماز پنجگانہ کی فرضیت اوپر گذر چکا ہے کہ نماز پنجگانہ اسی معراج مین فرض ہوئی ہے، ارشاد ہوتا ہے

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ، إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل)

آفتاب کے ڈھلنے کے وقت (ظہر، عصر، مغرب) سے لیکر رات کے اندھیرے (عشا) تک نماز پڑھا کرو اور صبح کی نماز (صبح کی نماز مین حضور قلب خوب ہوتا ہے) اور رات کے ایک حصہ مین تہجد پڑھ لیا کرو، یہ تمہارے لیے نفل ہے عجب نہین کہ تمہارا پروردگار تمکو مقام محمود مین پہنچا دے۔

لفظ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ (آفتاب کے ڈھلنے کے وقت) مین ظہر عصر اور مغرب، نماز کے تین اوقات اور ان اوقات کی تعیین کی طرف لطیف اشارہ ہے، یہ معلوم ہے کہ دین محمدی، ملت ابراہیمی کا نقش ثانی ہے، حضرت ابراہیم کے زمانہ مین آفتاب پرستی، اور ستارہ پرستی عام تھی، اور جس کی رسم کہن دنیا مین آج بھی قائم ہے، اس مذہب مین آفتاب کی پرستش کے وہ اوقات تھے جنمین اسکو روشنی کا ظہور یا کمال ہوتا ہے، اور اسی لیے طلوع سے لیکر نصف النہار تک اُسکی پرستش کی جاتی ہے۔ ملت ابراہیمی نے اِس کے برخلاف اپنے لیے وہ اوقات متعین کیے جو آفتاب کے زوال کے ہین، یعنی سورج ڈھلنے سے لیکر آفتاب کے غروب تک، کہ یہ تمام اوقات اُس کے انحطاط نور اور زوال کے ہین، آفتاب کے انحطاط اور زوال کی تین منزلین ہین، ایک وہ جب سمت راس (سر) سے وہ ڈھلتا ہے، یہ ظہر کا وقت ہے، اور دوسری منزل وہ ہے جب وہ برابر کی نگاہ سے نیچے اترتا ہے، یہ عصر کا وقت ہے، اور تیسری منزل وہ ہے جب وہ سمت افق سے نیچے گرجاتا ہے اور یہ مغرب کا وقت ہے، چوتھی نماز کا وقت رات کی تاریکی کا مقرر کیا ہے جب آفتاب کے بقیہ وجود کی سرخ نشانی جس کو عرف عام مین شفق کہتے ہین وہ بھی مٹ جاتی ہے، اور صبح کی نماز وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ یعنی ستارون کی روشنی کے ماند ہوجانے کے بعد ہے، غرض آیت بالا مین پنجگانہ نماز کی فرضیت نہایت لطف اور خوبی[1] سے ادا کی گئی ہے۔

ہجرت کی دعا اسکے بعد ہجرت کے لیے دعا بتائی جاتی[2]، اور اس کے بعد فتح مکہ کی فوراً بشارت بھی سنائی جاتی ہے کہ نماز

---

[1] یہ نکتہ مخدومی مولانا حمید الدین صاحب مفسر تفسیر نظام القرآن کا افادہ ہے۔

[2] صحیح بخاری ومستدرک حاکم وترمذی تفسیر سورۂ مذکور۔

کے ساتھ قبلہ کا فوراً خیال آتا ہی، جہان اس وقت تین سو ساٹھ بت پوجے جا رہے تھے،

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ
مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا
نَّصِیْرًا ۝ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ، (بنی اسرائیل ۹)

اور اے پیغمبر یہ دعا مانگو کہ خداوندا ! مجھے اچھی جگہ پہنچائیو، اور کہیں سے
اچھی طرح نکالیو، اور دشمنون پر اپنی طرف سے فتح و نصرت دیجیو اور
اے پیغمبر اعلان کردے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا، باطل کو مٹ
ہی جانا تھا۔

یہ آخری الفاظ اسلام کے ایک نئے دور کی بشارت اور فتح مکہ کی نوید ہین، اس لیے فتح مکہ کے دن جب خلیل بت شکن کا گھر بتون سے پاک کیا جا رہا تھا، آنحضرت صلعم کی زبان مبارک پر یہی آیت جاری تھی[1]۔

نبوّت۔ قرآن۔ قیامت معراج اور معجزات پر اعتراض

کفار مکہ کو ان مسائل پر جو معاندانہ اعتراضات تھے، اِس موقع پر جب پیغمبر کی ہجرت اور ان کے لیے عذاب الٰہی کے نزول کا وقت قریب آ رہا ہی، اُن کے جوابات دیے جا رہے ہین کہ اب بھی ان کی تشفی ہو جائے تو یہ بلائے آسمانی جو پیغمبر کی ہجرت کرتے ہی اُن پر نازل ہونا شروع ہو جائیگی وہ رُک جائے،

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ
وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ۝ قُلْ كُلٌّ
يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۝ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ
اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ
قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ
الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ
بِالَّذِیْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا

(یہ کفار قریش اپنے مال اور دولت پر بھوسلے ہوئے ہین) انسان کا حال یہ ہے،
کہ جب ہم اُسپر انعام کرتے ہین تو الٹا ہمسے منہ پھیر لیتا ہی اور پہلو تہی کرتا ہی،
اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو آس توڑ بیٹھتا ہی۔ اے پیغمبر
ان سے کہدو کہ اپنے اپنے طور پر عمل کیے جاؤ، تمہارا پروردگار ان کو خوب
جانتا ہی جو زیادہ سیدھے راستہ پر ہین، وہ تمسے روح امین کی (جو قاصد
وحی ہی) حقیقت دریافت کرتے ہین، کہدے کہ وہ میرے پروردگار کی
ایک بات ہی اور تمکو علم نہین دیا گیا ہی لیکن بہت تھوڑا (اس وحی کے

[1] صحیح بخاری باب فتح مکہ

وَكِيْلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ
عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ
وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ
لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ
ظَهِيْرًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ
مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝
وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ
يَنْبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ
وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ
تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا
اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝
اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ
اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ
حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ
رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ وَمَا
مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ
الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا
رَّسُوْلًا ۝ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ
يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ

معجزۂ صداقت کے لیے یہ بات کیا کم ہو کہ باوجود اُمّی ہونے کے وہ لفظ
بہ لفظ تمکو یاد ہی) اگر ہم چاہین تو جو کچھ ہمنے تمپر وحی کی وہ سب تمہارے سینہ سے
لیجائین پھر تمکو اسکے لیے ہمارے مقابل مین کوئی حمایتی بھی نہ ملے لیکن
یہ تیرے پروردگار کی رحمت ہو (کہ اس کا لفظ لفظ تمکو محفوظ ہی) بیشک اُسکی
تمپر بڑی مہربانی ہو (ان شک کرنیوالون سے) کہدو کہ اگر تمام انس و جن
بھی اکٹھے ہوکر چاہین کہ اس قرآن کی طرح کا کوئی اور کلام بنا لائین تو یہ ناممکن ہے،
اگرچہ وہ ایک دوسرے کی پشتی پر کیون نہ ہون، باوجودیکہ ہمنے اس قرآن مین
لوگون کے سمجھنے کے لیے ہر قسم کی مثالین طرح طرح سے بدلکر بیان کین، مگر اکثر
لوگ انکار کیے بدون نہ رہے، اور یہ کفار یہ کہتے ہین کہ ہم تو اسوقت تک تمپر ایمان
نہ لائینگے جبتک تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ نہ بہا دو، یا کھجور اور انگور کا
ایک باغ تمہارے لیے ہوجائے اور تم اُسمین نہرین بہا دو، یا یہ کہ جیسا تم کہتے ہو
کہ ہم ایمان نہ لائینگے تو ہمپر آسمان ٹوٹ پڑیگا تو ہمپر آسمان کے ٹکڑے لا گرادو
یا خدا اور فرشتونکو ہمارے سامنے لا کھڑا کردو، یا یہ کہ تمہارے رہنے کے لیے ایک
سونے کا گھر بنجائے، یا آسمان پر چڑھ جاؤ، اور ہان تمہارے آسمان پر چڑھنے
کو بھی ہم اُسوقت تک باور نہین کرینگے جبتک وہان سے ہمپر کوئی ایسی کتاب اُتار نہ لاؤ
جسکو ہم پڑھین، کہدو کہ سبحان اللہ مین تو خدا کا ایک قاصد بندہ ہون،
ہدایت آجانیکے بعد لوگونکو اسکے قبول سے بجز اسکے کوئی امر مانع نہین کہ وہ کہتے
ہین کہ خدانے ایک بشر کو اپنا قاصد بنایا ہی، کہدو کہ اگر زمین پر فرشتے بستے ہوتے
تو البتہ ہم آسمان سے کسی فرشتہ ہی کو انکے پاس قاصد بنا کر بھیجتے، کہدو کہ اب

مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ	دلیلون اور حجتون کا وقت گذر گیا، اب میرے اور تمھارے درمیان فیصلہ
وَبَيْنَكُمْ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ۝	کے لیے خدا بس ہی، وہ اپنے بندونکے حال کا دانا اور بینا ہی، جسکو وہ راہ راست
وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ	دکھائے وہی راہ راست پر ہی، اور جسکو وہ گمراہ کرے تو اس کے سوا انکا کوئی یار و
فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ وَنَحْشُرُهُمْ	مددگار نہین پھر ہم انھین قیامت کے دن اوندھے منھ اندھے اور بہرے کرکے
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا	اُٹھائینگے (کہ وہ اس دنیا مین حق کے دیکھنے اور سننے سے اندھے اور بہرے
وَّصُمًّا مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ	تھے) اور انکا ٹھکانا دوزخ ہوگا جب وہ بجھنے کو ہوگی تو ہم پھر اسکو بھڑکا
سَعِيْرًا ۝ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا	دین گے، یہ ہماری نشانیون کے انکار کا بدلہ ہوگا، اور وہ کہتے ہین کہ کیا جب
بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا	ہم مرکر ہڈیان اور ریزہ ریزہ ہوجائین گے تو کیا ہم پھر از سر نو پیدا کرکے اٹھائے
لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ	جائین گے کیا یہ ممکن ہی، کیا وہ نہین سمجھتے کہ وہ خدا جسنے آسمان و زمین کو پیدا
اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	کیا وہ بیشک اسپر قادر ہی کہ وہ ان جیسے آدمی پھر پیدا کردے اور اسنے انکے لیے
قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ	ایک میعاد مقرر کر رکھی ہے جسمین کوئی شک نہین لیکن یہ ظالم انکار کیے بدون
اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝	نہ رہے، اے پیغمبر (یہ کفار مکہ اس حسد سے تیرا ایمان نہین لائے کہ تمکو اور تمھارے
قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ	خاندان کو یہ شرف کیون عطا ہوا) ان سے کہہ کہ اگر میرے پروردگار کی رحمت
رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ وَ	کا خزانہ تمھارے قبضہ مین ہوتا تو بیشک تم اس کے خرچ ہوجانے کے
كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۲)	ڈر سے اس کو روکے رہتے۔ سچ یہ ہی کہ انسان بڑا ہی تنگ دل ہی،

ان آیتون مین یہ بھی بتایا گیا ہی کہ وہ آنحضرت صلعم کے آسمان پر تشریف لے جانے پر بھی یقین نہین رکھتے ہین یعنی واقعۂ معراج کو تسلیم نہین کرتے اور کہتے ہین کہ اس واقعہ کو ہم اسوقت تک تسلیم نہین کرین گے جب تک آپ ہمارے سامنے آسمان پر نہ چڑھ جائین اور وہان سے پورا قرآن مکمل لکھا ہوا لاکر ہمارے ہاتھ مین نہ دیدین۔

حضرت موسیٰ کے واقعات اور حالات سے استشہاد

حضرت موسیٰ اور آنحضرت صلعم کے واقعات زندگی مین متعدد حیثیتون سے مماثلت ہی

اور خود قرآن مجید نے اس مماثلت کو ظاہر کر دیا ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝ (مزمل)

(لوگو!) ہمنے جسطرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا اسیطرح تمہاری طرف بھی ایک رسول بھیجا ہے جو تمپر گواہ ہے۔

اسی سبب سے قرآن مجید مین بار بار حضرت موسیٰ کے قصہ کو دُھرایا گیا ہی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دشمنون کے اندر زندگی بسر کی، یہی حال آنحضرت صلعم کا تھا جسطرح حضرت موسیٰؑ نے فرعون اور اس کے اہل دربار کو ہر طرح سمجھایا مگر وہ ایمان نہ لائے، اور بالآخر حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے ہجرت کرنا پڑی، اسی طرح صنادید قریش بھی آپ پر ایمان نہ لائے، اور بالآخر آنحضرت صلعم نے صحابہ کو لیکر مکہ سے ہجرت فرمائی، جسطرح ہجرت سے کچھ پہلے موسیٰ علیہ السّلام کو کوہ طور پر خدا کی ہمکلامی نصیب ہوئی اور احکام عشرہ عطا ہوئے، اسی طرح آنحضرت صلعم کو بھی [ہجر]ت سے تقریبًا ایکسال پہلے معراج ہوئی اور احکام دوازدہ عطا ہوئے، جسطرح حضرت موسیٰ کی ہجرت کے بعد فرعونیون پر بحر احمر کی سطح پر عذاب نازل ہوا، اسی طرح آنحضرت صلعم کی ہجرت کے بعد صنادید قریش پر بدر کے میدان مین عذاب آیا، اور جس طرح اس کے بعد فرعون کی شامی مملکت پر بنی اسرائیل قابض ہو گئے، اسی طرح مکہ معظمہ کی حکومت بھی ہجرت کے بعد آپ کو عطا کی گئی۔

اِن امور کو پیش نظر رکھکر کفّار قریش کو معلوم ہونا چاہیے کہ قانون الٰہی معراج کے بعد ہجرت کا حکم دیگا اور اسکے بعد ان پر عذاب الیم کا نزول ہوگا، چنانچہ سورۂ اسراء کے آخر مین ارشاد ہوتا ہی۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَاسْأَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَىٰ مَسْحُورًا ۝ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَنْزَلَ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور ہم نے (کوہ طور پر) موسیٰ کو نو[۱] کھلے احکام دیے (جسطرح محمد کو معراج مین عطا کئے) تو پوچھ لو بنی اسرائیل سے کہ جب موسیٰ بنی اسرائیل کے پاس آیا تو فرعون نے اس سے کہا کہ اے موسیٰ مین سمجھتا ہون کہ تمپر کسی نے جادو کر کے (تمہاری عقل کھو دی ہی) موسیٰ نے کہا اے فرعون تجکو بھی طرح معلوم ہی کہ ان حکمو

[۱] سبت کا حکم خاص یہود کے لیے تھا اس لیے شمار مین اسکو چھوڑ دیا گیا ہے، جیسا کہ آیندہ حدیث سے معلوم ہوگا۔

بَصَآئِرَ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝ — آسمان اور زمین کے مالک کے سوا کسی اور نے انکو دانائی بنا کر نہین اُتارا ہے اور اے

فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ — فرعون مین سمجھتا ہون کہ تم اب ہلاک و برباد ہو جاؤ گے، فرعون نے چاہا کہ بنی اسرائیل

وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا وَّقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِیْ — کو ملک سے اُکھیڑ دے، تو ہمنے اسکو اور اُسکے ساتھیون کو سب کو غرق کر دیا، اور

اِسْرَآئِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ — اس کے بعد ہمنے بنی اسرائیل سے کہا کہ اب تم ملک مین رہو، جب قیامت

وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۰) — کا وعدہ پورا ہو گا تو سب کو سمیٹکر ہم اپنے حضور مین لائین گے۔

ان آیتون کے آغاز مین جن نو نشانیون کے دیئے جانے کا حکم ہے بعض مفسّرین نے اُس سے حضرت موسیٰ کے نو معجزات مراد لیے ہین، مگر صحیح احادیث مین مذکور ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے سامنے سے دو یہودی گذرے، ایک نے دوسرے سے کہا کہ "چلو اس پیغمبر سے کچھ سوال کرین" دوسرے نے کہا کہ "پیغمبر نہ کہو، سُن لیگا تو اُسکی چار آنکھین ہو جائین گی" (یعنی خوش ہو گا) اس کے بعد وہ آپکی خدمت مین آئے اور دریافت کیا کہ "موسیٰ کو نو آیتین کون سی دی گئین" آپنے فرمایا "وہ یہ ہین، کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ، زنا نہ کرو، کسی بیگناہ کو قتل نہ کرو، چوری نہ کرو، جادو نہ کرو، کسی حاکم کے پاس کسی بیجرم کی چغلی نہ کھاؤ، سُود نہ کھاؤ، کسی پاک دامن پر تہمت نہ لگاؤ، اور میدانِ جہاد سے نہ بھاگو، (اس نوین حکم مین راوی کو شک ہے) اور خاص تمہارے لیے اے یہود یہ دسوان حکم ہے کہ سبت کے دن زیادتی نہ کرو" یہ سنکر دونون یہودیون نے آپ کے دست و پا کو بوسہ دیا۔

یہ حدیث جامع ترمذی، مسند احمد، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر مین ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو دو جگہ نقل کیا ہے، ایک تفسیر بنی اسرائیل مین اور دوسرے باب ما جاء فی قبلۃ الید والرجل مین، اور دونون جگہ کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح، اس حدیث مین جن دس احکام کی تفصیل ہے اور موجودہ ترجمۂ توراۃ مین یہ احکام جن الفاظ مین مذکور ہین، اُن مین کسی قدر فرق ہے، خصوصًا حدیث کا نوان حکم جسکے متعلق شعبہ راوی خود اقرار کرتا ہے کہ اس کو یہ نوین بات اچھی طرح یاد نہین، یہ نوان حکم دراصل مان باپ کی اطاعت اور عزت ہے، باقی احکام وہی ہین جو توراۃ مین مذکور ہین، صرف طریقۂ ادا اور تعبیر کا فرق ہے، توراۃ کے موجودہ تراجم لفظی تو ہین نہین، علاوہ ازین اس حدیث کے ایک

راوی عبداللہ بن سلمہ کا حافظہ اچھا نہ تھا، ابن کثیر نے اِس آیت کی تفسیر مین اسکی تصریح کی ہی، بہرحال اس تشریح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے اِن احکام عشرہ اور آنحضرت صلعم کے احکام دوازدہ گانہ مین ایک وجہِ مماثلت ہے، اِس لیے ان دونون کے منکرون کا ایک ہی کا حال ہوگا،

معراج کے انعامات | اِن احکام، بشارت اور نماز پنجگانہ کے علاوہ آنحضرت صلعم کو دو اور خاص عطیے عنایت ہوے ایک یہ بشارت کہ امتِ محمدیہ مین سے جو شخص شرک کا مرتکب نہ ہوگا، دامنِ مغفرت کے سایہ مین اس کو پناہ ملسکے گی دوسرے سورۂ بقرہ کا اختتامی رکوع اِسی بارگاہ مین فرمانِ خاص کی طور پر مرحمت ہوا[1]، اس رکوع مین سب سے پہلی مرتبہ ایمان کی تکمیل کے اصول اور عفو و مغفرت کے سبق انسانون کو سکھائے گئے ہین۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ پہلے عطیہ کی بشارت بھی درحقیقت انہین آیات مین مذکور ہی،

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ	پیغمبر اُسپر ایمان لایا جو اُسپر اترا اور تمام مسلمان بھی اُسپر ایمان لائے یہ سب کے سب خدا پر
كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف	اسکے فرشتون پر اسکی کتابون پر اور اسکے پیغمبرون پر ایمان لائے، اور کہتے ہین کہ ہم خدا
لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف وَقَالُوْا	کے پیغمبرون مین یہ تفریق نہین کرتے کہ بعض کو مانین اور بعض کو نہ مانین اور کہتے
سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ	ہین کہ ہم نے خدا کے احکام کو سنا اور انکی اطاعت کی تو اے ہمارے پروردگار ہمکو بخشش فرما
لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ	اور تیری ہی طرف آخر لوٹ کر جانا ہی، خدا کسی شخص پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہین ڈالتا
وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ	جسنے اچھے کام کیے وہ اپنے ہی لیے کئے اور برے کام کئے تو اسکا نقصان بھی اسی کو اٹھانا ہوگا
اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ	اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائین یا چوک جائین تو اسکی بازپرس ہم سے نکر، اے ہمارے
عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا	پروردگار اور ہمپر اسطرح کا بوجھ نہ ڈال جسطرح ہمسے پہلون پر تونے ڈالا اے ہمارے پروردگار
طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا	اور اتنا بوجھ جسکے اٹھانے کی ہم مین طاقت نہین ہمسے نہ اٹھوا، اور ہمارے قصورون

---

[1] صحیح مسلم باب الاسراء، اس روایت مین یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کے خاتمہ کی آیتین مرحمت ہوئین یہ تفصیل نہین ہی کہ وہ کس قدر آیتین ہین لیکن حدیث کی دوسری کتابون مین خواتم سورۂ بقرہ کی جو تفصیلات آئی ہی اس مین ہے،

اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ، (بقرہ) — اے درگذر ہمارے گناہونکو معاف کر اور ہمپر رحم فرما تو ہی ہمارا مددگار ہے تو ان لوگونکے مقابلہ مین جو تیرے منکر ہین ہماری مدد کر

معراج کا پراسرار منظر سورۂ اسراء کے آغاز مین اللہ تعالیٰ نے معراج کے روحانی مناظر کا بیان صرف دو لفظون مین ختم کر دیا ہے

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ، (اسراء) — ہمنے اپنے بندہ کو یہ سیر اسلیے کرائی کہ ہم اپنی کچھ نشانیان اسکو دکھائین۔

یہ "نشانیان" کیا تھین؟ کیا انکی تفصیل کے لیے عاجز و درماندہ انسان کی زبان مین کچھ الفاظ ہین؟ ہان ہین، مگر ناتمام؛ ہماری فہم، ہمارا علم، ہمارا خیال، ہمارا قیاس، غرض جو کچھ ہمارے پاس ہے اس کا دائرہ ہمارے محسوسات اور ہمارے تعقلات سے آگے نہین بڑھ سکتا اور ہمارے ذخیرۂ لغت مین صرف انہین کے لیے کچھ الفاظ ہین، اس بنا پر وہ معانی جو نہ عام محسوسات انسانی کی حدود مین داخل ہین اور نہ تعقل و تصور کے احاطہ کے اندر ہین، وہ الفاظ و کلمات مین کیونکر سما سکتے ہین؟ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے کمالِ قدرت سے ان کو حروف و کلمات کا جامہ پہنا بھی دے تو دماغ انسانی انکے فہم و تحمل کی قدرت کہان سے لائے گا؟"

وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ، — اے انسانو! تم کو علم کا بہت تھوڑا سا حصہ عطا کیا گیا ہے۔

اسی لیے سورۂ والنجم مین جہان ان اسرار کے چہرہ سے کچھ پردہ ہٹایا گیا ہے، ایسی تفصیل ہے جو تمام تر اجمال ہے، اور ایسی توضیح ہے جو سرتاپا ابہام ہے، دو دو لفظ کے فقرے ہین ضمیرین محذوف ہین، فاعل کا ذکر ہے تو مفعول کا نہین، مفعول بیان ہوا ہے تو فاعل نہین، متعلقاتِ فعل کی تشریح نہین، ضمائر کے مرجعون کی تعیین نہین، کیون؟ اس لیے کہ اس مقام کا مقتضا یہی ہے — ع عبارت از سخندان ہم نگنجد،

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ — قسم ہے ستارہ کی جب وہ گرے، کہ تمہارا رفیق (محمد) نہ تو بھٹکا ہے اور نہ بہکا ہے

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ — اور نہ وہ یہ باتین اپنے دل سے بنا کر کہتا ہے بلکہ وہ تو وحی ہے جو اسکو

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝ — بتایا جاتا ہے، اسکو تو بڑی طاقتون والا اور بڑی عقل والا تعلیم دیتا ہے

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ — وہ آسمان کے اونچے کنارے مین سیدھا ہو کر نمودار ہوا، پھر قریب آیا

قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا — اور جھکا تو دو کمانون کا فاصلہ رہگیا یا اس سے بھی کم، پھر اس کے بندہ ہے

اَوۡحٰی ۝ مَاکَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝ اَفَتُمٰرُوۡنَہٗ	جو باتین کہین، کہین، دل نے جو دیکھا اس کو جھوٹ نہین بیان کیا، لے
عَلٰی مَا یَرٰی ۝ وَلَقَدۡ رَاٰہُ نَزۡلَۃً اُخۡرٰی ۝ عِنۡدَ	لوگو! کیا وہ جو دیکھتا ہے اس پر تم اس سے نزاع اور مناظرہ کرتے ہو؟
سِدۡرَۃِ الۡمُنۡتَہٰی ۝ عِنۡدَہَا جَنَّۃُ الۡمَاۡوٰی ۝ اِذۡ یَغۡشَی	اس نے یقیناً دوبارہ اس کو اترتے دیکھا، انتہا کے درخت کے پاس
السِّدۡرَۃَ مَا یَغۡشٰی ۝ مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝ لَقَدۡ	جسکے قریب (نیک بندون کے) رہنے کی بہشت ہی، جب بیری کے
رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِ الۡکُبۡرٰی ۝	درخت پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا، نہ نظر بہکی نہ اچٹی، اسنے یقیناً اپنے پروردگار کی
(سورۂ والنجم ۱)	بڑی بڑی نشانیان دیکھین۔

حضور صلعم نے جب معراج کے روحانی مشاہدات ومناظر، اور ملکوتی آیات ومظاہر، کا قریش سے تذکرہ کیا، تو انھون نے کہا کہ یہ راہِ حق سے دیدہ ودانستہ (غوایت) یا نادانستہ (ضلالت) بھٹک گیا ہی یا اپنے دل سے بناکر یہ جھوٹی باتین بیان کرتا ہی، یہ انھون نے کیون کہا؟ اِس لیے کہا کہ روحانی جلوون کے دیکھنے کی انکے پاس آنکھین نہ تھین، صوت سرمدی کے سننے کی اُن کے کانون مین طاقت نہ تھی، اسرار ملکوتی کے سمجھنے کیلیے اُن کے سینون مین دل نہ تھے، خدا نے کہا یہ جو کچھ تھا اور جو کچھ معلوم ہوا یہ ایک بڑی طاقت وقدرت اور علم وعقل والی ہستی، کی جلوہ آگیریان تھین، وہ کبھی اتنا دور تھا کہ آسمان کے کنارون مین نظر آیا اور کبھی اتنا قریب کہ دو کمانون کے فاصلہ سے بھی قریب تر تھا، کون جھکا؟ کون قریب آیا، کون دو کمانون کے فاصلہ تک آکر رہ گیا، کیا خدا؟ نہین! کیا جلوۂ خدا؟ شاید، کس نے باتین کین؟ معلوم نہین، کیا باتین کین؟ بتائین نہین، سدرۃ المنتہیٰ کیا ہی؟ انسانی فہم وادراک کی اخیر سرحد پر ایک درخت[1] ! کیا اسکو شئون وصفات الٰہی کی نیرنگی نے آکر ڈھانک[2] لیا؟ کیا انسانی فہم وادراک کی اخیر سرحد کا درخت صرف شئون وصفات کی نیرنگی کا مظہر ہی؟ کیا یہان پہنچکر کون ومکان اور وجوب وامکان کا عقدۂ مشکل حل ہو گیا؟ کیا دل بھی دیکھتا ہے؟ حضور نے دل کی آنکھون سے کیا دیکھا؟ دیدۂ چشم سے کیا منظر آیا؟ آپکو اس سفر مین آیات ربانی دکھائی گئین، مگر یہ مشاہدۂ قلب تھا یا معاینۂ چشم؟

"راز این پردہ، نہان است ونہان خواہد بود"

لے اکابر تابعین سے یہی روایت طبری نے اس آیت کی تفسیر مین نقل کی ہی۔ ۲ے بخاری شریف مین ہے فغشیہا من امر اللہ ما غشی، یعنی جلوۂ الٰہی اسپر چھا گیا۔

شقِّ صدر یا شرحِ صدر

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ

"کیا اے پیغمبر! ہم نے تیرے سینہ کو کھول نہین دیا"

منجملہ نبوّت کے اُن خصائص کے جو ایک پیغمبر کو عطا ہوتے ہین، شقِّ صدر یا شرحِ صدر بھی ہے، چنانچہ یہ رتبۂ خاص بیشگاہِ الٰہی سے آنحضرت صلعم کو مرحمت ہوا، شقِّ صدر سے مراد یہ ہے کہ سینۂ مبارک کو چاک کر کے اس کو بشری آلودگیون سے پاک اور ایمان وحکمت کے نور سے منور کیا گیا، بعض روایتین ایسی بھی ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی یہ کیفیت آپ پر گذری تھی، اِن روایتون مین بعض جزئیات کی تفصیل اور وقت کی تعیین مین اختلافات مذکور ہین، تمام روایتون کو جمع کرنے سے پانچ مختلف اوقات مین آپ پر اس کیفیت کا گذرنا ظاہر ہوتا ہے۔ ایک جب آپ چار یا پانچ سال کے تھے، اور حضرت حلیمہ کے ہان پرورش پا رہے تھے، دوسرے جب عمر شریف دس برس کی تھی، تیسرے جب آپ بیس برس کی عمر کو پہنچے، چوتھے جب حضرت جبریل سب سے پہلی دفعہ وحی لے کر آئے، پانچوین معراج کے موقع پر،

یہ مسئلہ کہ شقِّ صدر واقع ہوا، تمام صحیح روایتون سے ثابت ہے، اور اس کے متعلق کسی شک وشبہہ کی گنجائش نہین البتہ وقت کی تعیین اور بعض جزئیات کی تفصیل مین روایتین مختلف ہین، تیسری دفعہ کی روایت جس مین بیس برس کی عمر مین اس کیفیت کا گذرنا بیان کیا گیا ہے، محدثین[1] بلکہ خود اربابِ سیر کے نزدیک قطعاً غیر ثابت[2] ہے، باقی چار موقعون کو حافظ ابن حجر وغیرہ نے جو ہر اختلافِ روایت کو ایک نیا واقعہ تسلیم کر کے مختلف روایتون مین توفیق اور تطبیق کی کوشش کرتے ہین تسلیم کیا ہے، لیکن یہ بات ہر شخص کو کھٹک سکتی ہے کہ سینۂ مبارک کا آلودگیون سے پاک وصاف ہو کر منور ہو جانا ایک ہی دفعہ مین ہو سکتا ہے، اور وہ ایک دفعہ پاک ومنور ہو کر پھر دوبارہ پاکی وطہارت کا محتاج نہین ہو سکتا۔ اِس بنا پر بعض محدثین اس کو ایک ہی دفعہ کا واقعہ سمجھتے ہین یعنی وہ صغرسنی مین، جب آپ حضرت حلیمہ کے ہان پرورش پا رہے تھے۔

---

[1] فتح الباری جلد ۱ ص ۹ ۰ ۳ [2] زرقانی بر مواہب جلد اول صفحہ ۱۸۰۔

اور معراج کے موقع پر شقِ صدر کے واقعہ کو راویون کا سہو[1] جانتے ہین، لیکن یہ پوشیدہ نہین کہ واقعۂ شقِ صدر کی روایت جن طریقون کے ساتھ آئی ہے، اُن مین سب سے صحیح، سب سے مستند اور معتبر طریقہ وہی ہے جس مین اسکا شبِ معراج مین ہونا بیان ہوا ہے، اس لیے اس موقع کو راویون کا سہو قرار دینا اور بچپن مین اس کا ہونا تسلیم کرنا اصول روایت سے صحیح نہین،

شقِ صدر کی ضعیف روایتین | اصل یہ ہے کہ شقِ صدر کے وقت یا اوقات کی تعیین اور اس کا مکرر اور بار بار پیش آنا صرف مختلف روایات کے پیش کر دینے سے نہین ہو سکتا، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے کیا ہے، اور قسطلانی اور زرقانی نے اسکی تقلید کی ہے، بلکہ ضرورت ہے کہ ان روایات کے سلسلۂ سند پر بھی بحث، اور راویون کی قوت و ضعف کی بھی تنقید کی جائے، دس برس کے سن مین شقِ صدر والی روایت جس مین یہ تصریح ہے کہ سب سے پہلی دفعہ آپ پر نبوت کی یہ علامت طاری ہوئی حسب ذیل ہے :-

"حضرت ابوہریرہ آپ سے نبوت کا ابتدائی نشان پوچھتے ہین، آپ فرماتے ہین مین دس برس کا تھا کہ میدان مین دو آدمی میرے سر پر آئے، ایک نے کہا یہ وہی ہین، دوسرے نے کہا ہان، پھر دونون نے پیٹھ کے بل مجھے پچھاڑا، اور میرے پیٹ کو پھاڑا، ایک سونے کے طشت مین پانی لاتا رہا، اور دوسرا پیٹ کو دھوتا رہا، پھر ایک نے کہا سینہ کو چاک کرو تو ناگاہ دیکھتا ہون کہ سینہ چاک ہو اور کچھ تکلیف نہین معلوم ہوتی، پھر ایک نے کہا کہ دل کو چاک کرو، تو اُس نے دل کو چاک کیا، پھر اس نے کہا اس مین سے کینہ اور حسد نکال لو، تو اس مین سے جمے ہوئے خون کیطرح کی کوئی چیز نکالی، پھر کہا اس مین مہربانی اور رحمت رکھدو، تو اس نے چاندی کی طرح کی چیز رکھدی، پھر اس نے چند گھنڈیان جو اُس کے پاس تھین نکالین اور وہ گھنڈیان میرے سینہ پر لگا دین، پھر میرے انگوٹھے کو کھونٹ کر مجھ سے کہا جاؤ، جب مین لوٹا تو اپنے مین وہ لیکر لوٹا جو لیکر نہین آیا تھا، یعنی چھوٹون پر شفقت، اور بڑون کے ساتھ نرمی" یہ روایت زوائد مسند احمد ابن حبان، حاکم، ابن عساکر اور ابونعیم مین ہے، لیکن ان تمام کتابون مین مرکزی سلسلۂ سند ایک ہی ہے، یعنی یہ کہ معاذ بن محمد اپنے باپ محمد بن معاذ

---

[1] فتح الباری باب الاسراء و کتاب التوحید، روض الانف سہیلی صفحہ ۱۱۰ مصر، زرقانی بر مواہب جلد ۱ صفحہ ۱۶۹-

اور وہ اپنے باپ معاذ بن محمد سے، اور وہ اپنے دادا ابی بن کعب سے روایت کرتے ہین، محدث ابن المدینی نے اپنی کتاب العلل مین اس حدیث کے تحت مین لکھا ہے،

حدیث مدنی واسنادہ مجهول کله ولا نعرف محمداً ولا اباه ولا جده (تهذیب التهذیب جلد ۱ صفحہ ۱۹۴)

یہ مدنی حدیث ہے، اسکی سند تمامتر مجہول ہے، ہم لوگ نہ محمد کو جانتے ہین اور نہ انکے باپ اور نہ اس کے دادا کو،

حافظ ابو نعیم نے دلائل مین جہان یہ حدیث نقل کی ہے صاف لکھدیا ہے۔

وهذا الحديث تفرد به معاذ بن محمد وتفرد بذكر السن الذي شق فيه عن قلبه (صفحہ ۱، حیدرآباد)

یہ حدیث صرف معاذ بن محمد نے نقل کی ہے، اور وہی اُس عمر کی تعین کے بیان مین جس مین شق صدر ہوا منفرد ہین (یعنی اس روایت کی کسی اور نے تائید نہین کی ہے)

بیس برس کے سن کی روایت بھی بعینہٖ انھین لوگون سے تھوڑے تغیر کے ساتھ انھین الفاظ مین زوائد احمد، صحیح ابن حبان، حاکم، بیہقی اور مختارہ ضیا مین ہے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۶) لیکن اس سلسلۂ روایت کا حال تم سن چکے، وہ معتبر نہین۔

آغازِ وحی کے موقع پر شقِ صدر کی روایتین دلائل ابو نعیم، دلائل بیہقی، مسند طیالسی، اور مسند حارث مین ہین، یہ روایتین حضرت عائشہ کی طرف منسوب ہین، حضرت عائشہ کی آغاز وحی والی حدیث بخاری، مسلم اور ابن حنبل وغیرہ تمام مستند کتابون مین مذکور ہے، اور اس باب مین یہی روایت سب سے زیادہ مفصل، صحیح اور محفوظ ہے، لیکن ان کتابون مین اس موقع پر شقِ صدر کا مطلق ذکر نہین، اس سے اس واقعہ کی بے اعتباری ظاہر ہوتی ہے، علاوہ برین ابو نعیم، بیہقی، طیالسی اور حارث والی اس روایت کی مرکزی سند ابو عمران الجونی عن یزید بن بابنوس عن عائشہ، ہے، یزید بابنوس مجہول ہے، اور اس سے صرف ابو عمران ہی نے روایت کی ہے، کسی اور نے اس کو نہین لیا ہے، طیالسی مین (صفحہ ۲۱۵ حیدرآباد) اس روایت کی سند یہ ہے کہ حماد بن سلمہ، ابو عمران جونی سے، اور وہ ایک شخص سے، اور وہ شخص حضرت عائشہ سے راوی ہے، معلوم نہین یہ نامعلوم شخص کون ہے؟ اور ابو عمران نے اس کا نام کیون نہین لیا ہے، ابو نعیم مین (صفحہ ۶۹ حیدرآباد) اس روایت کا جو سلسلۂ سند ہے، اُس مین یہ خالی جگہ یزید بن بابنوس کے نام سے پُر کی گئی ہے، جس کا حال ابھی اوپر گذر چکا، علاوہ ازین ابو نعیم کی روایت مین اس کے نیچے داؤد بن المحبر ایک شخص آتا ہے جسکو اکثر محدثین ضعیف، بلکہ دروغگو تک کہتے ہین

اسی کے ساتھ اِس روایت کے اندر بعض ایسی لغو باتین بھی ہین جو اس کو صحت کے پایہ سے ساقط کرتی ہین۔

ایک اور روایت حضرت ابوذر سے ہے کہ "انھون نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ" یارسول اللہ صلعم جب آپ کو نبی بنانا چاہا گیا تو آپ کو اپنی پیغمبری کا حال کیونکر معلوم ہوا، اور آپ نے کیونکر یقین کیا کہ آپ پیغمبر ہین" فرمایا "اے ابوذر! مین مکہ کی ترائی مین تھا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے، ایک زمین پر آیا اور دوسرا آسمان پر تھا، ایک نے دوسرے سے کہا یہی وہ ہین، پھر کہا ان کو تولو، پہلے ایک سے، پھر دس سے، پھر سو سے، پھر ہزار سے، مجھکو تولا لیکن میرا پلہ بھاری رہا، تو کہا کہ یہ تمام امت سے بھاری ہین، بعد ازین میرا شکم چاک کیا، (اس کے بعد شق صدر کے مختلف واقعات کا ذکر ہے اُسکے بعد ہے) کہ ان فرشتون نے پھر میرے شانہ پر مہر کی"۔ اس روایت مین گو وقت کی تعیین نہین، مگر یہ ذکر ہے کہ یہ واقعہ مکہ کی ترائی مین پیش آیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرت حلیمہ کے پاس بنو ہوازن مین قیام کے زمانہ کے بہت بعد کا واقعہ ہے پھر اس مین یہ ہو کہ "جب آپ کو نبی بنانا چاہا گیا" اور نبوت کی سب سے پہلی علامت کا سوال ہے اور امت کا ذکر ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آغاز وحی کا واقعہ ہے، یہ روایت مسند دارمی (صفحہ ۹) اور دلائل ابونعیم (صفحہ ۱۷) مین ہے، اُن کے مشترک راوی، بہ ترتیب، ابوداؤد، جعفر بن عبداللہ بن عثمان القریشی، عثمان بن عروہ بن زبیر ہین، جعفر بن عبداللہ کی نسبت محدث عقیلی نے تنقید کی ہے، کہ اس مین "وہم" تھا یعنی الفاظ کی صحیح یادداشت نہ تھی اور "اضطراب" تھا یعنی ایک ہی واقعہ اور سند کو کبھی کسی طرح کبھی کسی طرح بیان کرتا تھا، پھر اس روایت کو نقل کرکے لکھا ہے کہ "اسکی متابعت نہین کیجاتی" یعنی اُس کے ہم شیخ اور ہم درس اسکی تائید نہین کرتے[1]" پھر بعینہ یہی واقعات شداد بن اوس کی روایت سے ابونعیم، ابویعلی اور ابن عساکر نے عتبہ بن عبد سلمی کی روایت سے دارمی اور ابن اسحاق نے (مرسلاً) بچپن کے شق صدر مین بیان کیا ہے جس سے ان کا باہم تعارض واضح ہے۔

اب رہ گئی وہ روایت جس مین حلیمہ سعدیہ کے ہان قیام کے زمانہ مین شق صدر کا ذکر ہے، یہ روایت سات مختلف سلسلون سے اور مختلف صحابیون سے لوگون نے نقل کی ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ ان مین دو سلسلون کے علاوہ بقیہ سلسلے

---

[1] دیکھو میزان الاعتدال ذہبی اور تہذیب التہذیب ابن حجر۔

صحت اور قوت سے تمام تر خالی ہین، اور ان مین بعض ایسی لغو باتین شامل ہین جو اس کو درجۂ اعتبار سے گرادیتی ہین۔

۱- اِس روایت کا سب سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ جہم بن ابی جہم، عبداللہ بن جعفر سے، اور عبداللہ بن جعفر خود حلیمہ سعدیہ سے راوی ہین، اس طریقہ سے یہ روایت ابن اسحاق اور دلائل ابی نعیم مین ہے، جہم بن ابی جہم مجہول ہے، اور عبداللہ بن جعفر کی حلیمہ سعدیہ سے ملاقات ثابت نہین، اور ابن اسحاق، جہم بن ابی جہم کا شک ظاہر کرتا ہے، اُسنے کہا کہ "عبداللہ بن جعفر نے خود مجھ سے کہا یا اُن سے سنکر کسی اور نے مجھسے کہا" ابونعیم مین گو یہ شک مذکور نہین ہے، بلکہ وہ تصریحاً عبداللہ بن جعفر کا نام لیتا ہے، مگر اُس مین اس کے نیچے کے راوی مجروح ہین۔

۲- دوسرا طریقہ واقدی کا ہے، ابن سعد نے اس روایت کو اسی سلسلہ سے ذکر کیا ہی (جلد ا صفحہ ۷۰) مگر علاوہ اس کے کہ واقدی کا اعتبار نہین اسکی تفصیلی سند تک اس مین مذکور نہین اوپر کے راویون کے نام مطلق نہین بتائے

۳- ابونعیم نے ایک اور سلسلہ سے اس کو بیان کیا ہے، جو یہ ہے "عبدالصمد بن محمد السعدی اپنے باپ سے، وہ اپنے باپ سے، اور وہ ایک شخص سے جو حضرت حلیمہ کی بکریان چرایا کرتا تھا۔ بیان کرتے ہین" یہ تمام تر مجہول لوگ ہین۔

۴- بیہقی اور ابن عساکر نے ایک اور سند سے حضرت ابن عباس سے یہ واقعہ نقل کیا ہے لیکن اس سند مین محمد بن زکریا الغلابی جھوٹا اور وضاع ہے، اسکا شمار قصہ گویون مین ہے۔

۵- ابن عساکر نے شداد بن اوس صحابی کے واسطہ سے ایک نہایت طویل داستان نقل کی ہی جس مین مذکور ہے کہ قبیلۂ بنی عامر کے ایک پیرمرد نے خدمت نبوی مین آکر آپ سے آپ کے ابتدائی حالات دریافت کئے، آپ نے پورا پورا حال بیان کیا منجملہ اُس کے ایک واقعہ اپنے بچپن کے شق صدر کا بیان کیا لیکن خود ابن عساکر اس روایت کو "غریب" (یعنی ثقات کے بیان سے مختلف) کہتے ہین۔ اس کے سوا اس کے سلسلۂ سند کے بیچ مین ایک بے نام ونشان راوی ہے اس سے اوپر ایک اور قابل اعتراض راوی اس مین ابوالعجفاء ہے، جو شداد بن اوس صحابی سے اس قصہ کا سننا بیان کرتا ہے، امام بخاری نے تاریخ صغیر (ص ۱۳، الہ آباد) مین اُس کی نسبت لکھا ہے، فی حدیثہ

نظن) اُنکی حدیث بحث طلب ہی، ابوحاتم کہتے ہین، لیس حدیثہ بالقائم، یعنی اوںکی حدیث ٹھیک نہین (تہذیب التہذیب و میزان)
حضرت شداد بن اوس سے، مکحول شامی کے واسطہ سے، ابویعلی اور ابن عساکر نے بعینہٖ اسی واقعہ کو ایک اور سلسلہ سے نقل کیا ہے، جس مین گو کوئی مجہول راوی بیچ مین نہین آیا ہے، مگر اس مین یہ کمی ہے کہ مکحول اور شداد صحابی کے بیچ مین ایک راوی چھوٹ گیا ہے، یا چھوڑ دیا گیا ہے، یعنی روایت منقطع ہے، کیونکہ مکحول نے حضرت شداد کا زمانہ نہین پایا ہے، مکحول تدلیس مین بدنام تھے، یعنی انکی عادت یہ تھی کہ بیچ مین اگر کوئی کمزور راوی آجاتا تو وہ اس کا نام چھپا دیتے تھے، یا بیچ سے اس کو حذف کر کے اگلے سے سلسلہ جوڑ دیتے تھے، میرا خیال ہے کہ مکحول اور حضرت شداد کے بیچ مین دراصل وہی ابوالعجفاء تھا، مکحول نے یہ دیکھکر کہ وہ مجروح ہے، اس کو بیچ سے نکال دیا ہے، اس لیے یہ سلسلہ بھی نامعتبر ہے۔

۶۔ عتبہ بن عبد السلمی ایک کمسن صحابی ہین، اُن سے ایک ہی سلسلۂ سند کے ذریعہ سے حاکم، دارمی، ابویعلیٰ ابن عساکر اور ابن حنبل نے اس واقعہ کی یون روایت کی ہے کہ "آپ نے فرمایا، ایک دن مین اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریان چرانے گیا، کھانا ساتھ نہ تھا، مین نے اسکو مان (دایہ) کے پاس کھانا لانے کے لیے بھیجا، وہ گیا، تو دیکھا کہ گدھ کی طرح کے دو پرندے آئے، ایک نے دوسرے سے کہا یہی ہے، دوسرے نے کہا "ہان" پھر دونون نے جھپٹکر مجھے پکڑا، اور زمین پر پچھاڑ کر میرا پیٹ چاک کیا، اور اس مین سے دو سیاہ جمے ہوئے خون کے قطرے نکالے، اور برف اور ٹھنڈے پانی سے دھویا" یہ حاکم کے الفاظ ہین، دارمی وغیرہ مین اسکے بعد اتنا زیادہ ہے کہ "دھونے کے بعد ایک نے کہا کہ سکینت یعنی تسکین قلبی لاؤ، اس کو لا کر میرے سینہ مین چھڑک دیا، پھر دونون چھوڑ کر مجھے چلے گئے" ڈرا اور اپنی مان کے پاس گیا اور حال کہا، وہ ڈری کہ بچہ کی عقل ٹھیک نہین رہی، اس نے کہا مین تم کو خدا کی پناہ دیتی ہون، اور پھر وہ مجھے اونٹ پر بٹھا کر میری والدہ کے پاس لائی، والدہ نے کہا تم نے امانت پوری طرح ادا کی، نے میرا حال اور اپنا خوف بیان کیا، لیکن والدہ کو یہ واقعہ سنکر کوئی خوف یا تعجب نہین ہوا، فرمایا "جب یہ بچہ پیدا ہوا تو مین نے دیکھا تھا کہ ایک نور میرے بدن سے نکلا جس سے شام کے محل روشن ہوگئے" حاکم نے اس حدیث کو مسلم

کی شرط کے مطابق کہا ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ اس سلسلۂ روایت کا پہلا مشترک راوی بقیہ بن ولید ہے جس کو گو بذات خود بعضون نے ثقہ کہا ہے، تاہم اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ سخت بے احتیاط تھا، ابن مبارک کہتے ہین، وہ خود راستگو ہے، مگر وہ آگے پیچھے کے ہر شخص سے روایت لے لیا کرتا تھا، ابن عیینہ کہتے ہین "بقیہ سے احکام کی روایتین نہ لیا کرو، ثواب (فضائل) کی روایتین خیر لے لیا کرو" امام ابن حنبل اور امام یحییٰ کا قول ہے کہ اگر وہ مشہور لوگون سے روایت کرے تو خیر، ورنہ مت لو" ابو حاتم کہتے ہین کہ "اسکی حدیث لکھی جائے، مگر وہ دلیل مین نہ پیش کی جائے" امام نسائی فرماتے ہین "جب وہ اخبرنا اور حدثنا، اور جب عن عن کر کے بیان کرے تو نہ لو" (یہ یاد رہے کہ یہ روایت مذکورہ بطریق عن عن ہی ہے) ابن عدی کا قول ہے کہ اسکی بعض روایتین ثقہ اور معتبر راویون کے خلاف ہین، امام احمد بن حنبل ایک شخص سے فرماتے ہین کہ "مین سمجھتا تھا کہ بقیہ مجہول الحال لوگون سے سنکر حدیثین نقل کرتا ہے، لیکن دیکھا تو وہ مشہور لوگون سے بھی اس قسم کی حدیثین بیان کرتا ہے، تم نے جانا وہ کہان سے یہ روایتین لاتا ہے" مخاطب نے جواب دیا "ہان تدلیس کے ذریعہ سے" (یعنی بیچ کے کمزور راوی کو حذف کر کے، آگے کے معتبر راوی سے سلسلہ جوڑ دیا کرتا تھا) ابو عبد اللہ حاکم کہتے ہین کہ "اوزاعی وغیرہ مشہور لوگون سے وہ ایسی روایتین کرتا ہے جو موضوعات کے مشابہ ہین، اور اسکی صورت یہ کرتا ہے کہ بیچ کے ضعیف راوی کو حذف کر دیتا ہے" خطیب کہتے ہین کہ "اوسکی اکثر روایتین منکر ہین، گو وہ بذات خود راستگو تھا" ابن القطان کا قول ہے کہ "وہ ضعیف راویون سے تدلیس کر کے بیان کرتا ہے، اور اس کو وہ جائز سمجھتا ہے، یہ الزام اگر اسپر سچ ہے تو اس کے معتبر ہونے مین خلل انداز ہے"

| بن سلمہ کی روایت مین ابہام | بچپن مین شق صدر کا سب سے صحیح اور محفوظ سلسلۂ سند وہ ہے جو حماد بن سلمہ، ثابت بنانی سے

بیت، انس بن مالک سے روایت کرتے ہین، چنانچہ یہ روایت صحیح مسلم، مسند احمد، ابن سعد، اور دلائل ابو نعیم مین ایک سلسلۂ سند سے مذکور ہے، یعنی حضرت انس سے ثابت البنانی، اور ان سے حماد بن سلمہ روایت کرتے ہین کہ "آنحضرت صلعم لڑکون کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل آئے، اور آپ کو پکڑ کر پچھاڑا، اور قلب مبارک کو چاک کیا، اور اس کو نکال کر اس مین سے ذرا سا جما ہوا خون نکالا، اور کہا کہ یہ اتنا شیطان کا حصہ تم مین تھا، پھر اسکو

سونے کے طشت مین آبِ زمزم سے دھویا، پھر شگاف کو جوڑ دیا، پھر اس کو اپنی جگہ پر رکھدیا، لڑکے دوڑے ہوئے آپ کی ماں (دایہ حلیمہ) کے پاس گئے، اور جاکر کہا کہ محمدؐ مار ڈالے گئے، لوگ آپ کے پاس پہنچے، دیکھا تو چہرہ کا رنگ متغیر ہے، انس کہتے ہین کہ سینۂ مبارک مین زخم کے سینے کے نشان یعنی ٹانکے، مجھکو نظر آتے تھے، "مسند ابن حنبل مین یہی حدیث اسی سلسلۂ سند سے حضرت انس سے مروی ہے، اور اس مین آخر مین واحد متکلم کے بجائے جمع متکلم ہے، یعنی یہ کہ "مجھکو نظر آتے تھے" کی جگہ پر یہ ہے کہ "ہم کو زخم کے ٹانکے نظر آتے تھے"

اس سلسلۂ سند کے صحیح اور محفوظ ہونے مین کوئی شک نہین لیکن واقعہ یہ ہے کہ صحاح مین معراج اور شقِ صدر کی جسقدر روایتین حضرت انس سے مروی ہین اونکے دوسرے راوی تابعین مین حضرت انس کے شاگردون مین سے قتادہ، زہری، شریک اور ثابت بنانی چار شخص ہین، ثابت بنانی سے دو آدمی ان واقعات کو نقل کرتے ہین، سلیمان بن مغیرہ اور حماد بن سلمہ، حماد کے علاوہ اور جو طرق اوپر مذکور ہوئے ان سب مین معراج کے واقعات کے آغاز مین شقِ صدر کا ذکر ہے، لیکن حماد نے اپنی روایت مین یون کیا ہے کہ معراج کے سلسلہ مین وہ شقِ صدر کے ذکر کو ترک کر دیتے ہین، اور شقِ صدر کے واقعہ کو الگ اور مستقل بچپن کے زمانہ کی تخصیص کے ساتھ بیان کرتے ہین، حالانکہ نہ صرف حضرت انس کے شاگردون مین سے کوئی، بلکہ حماد کے دوسرے ہم درس طلبہ مین سے بھی کوئی انکی تائید نہین کرتا، غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے معراج کی حدیث حماد کے واسطہ سے نقل نہین کی ہے، حماد کی نسبت اسماء الرجال کی کتابون مین لکھا ہے کہ "آخر عمر مین انکا حافظہ خراب ہوگیا تھا، اسی سبب سے امام بخاری نے انکی روایتین نہین لی ہین، امام مسلم اپنی سمجھ کے مطابق کوشش کر کے خرابی حافظہ سے پہلے کی جو انکی روایتین ہین انھین کو چُنکر اپنی کتاب مین لائے ہین" میرا میلانِ تحقیق یہ ہے کہ حماد کی یہ روایت اوسی خرابی حافظہ کے زمانہ کی ہے کہ انھون نے تمام معتبر راویون کے خلاف شقِ صدر اور معراج کے مشترک واقعہ کو دو کر دیا۔

مین سمجھتا ہون کہ امام مسلم بھی اپنی ترتیبِ بیان کے اشارات سے ایسا ہی کچھ بتانا چاہتے ہین کہ معراج اور شقِ صدر کو دو الگ الگ زمانون کے واقعات قرار دینے مین حماد سے غلطی ہوئی ہے، چنانچہ واقعاتِ معراج کے ذکر مین امام مسلم یہ کرتے ہین کہ پہلے حضرت انس سے ثابت کے شاگرد حماد کی یہ حدیث نقل کرتے ہین جس مین معراج کے ساتھ شقِ صدر کا ذکر نہین

پھر حماد کے ساتھی، اور ثابت کے شاگرد سلیمان بن مغیرہ کی روایت ہے جسمین شقِ صدر کے ساتھ معراج کا ذکر ہے، اس کے بعد حماد کی وہ روایت ہے جسمین تنہا بچپن کے شقِ صدر کا تذکرہ ہے، بعد ازین حضرت انس کے دوسرے شاگردون کی روایتین ہین جس مین شقِ صدر اور معراج کا ایک ساتھ واقع ہونا مذکور ہے۔

حماد کی اِس روایت مین بعض ایسے معنوی وجوہ بھی ہین جنکی تائید کسی دوسرے ذریعہ سے نہین ہوتی، مثلاً یہ کہ شقِ صدر کی یہ کیفیت کسی عمر مین بھی گذری ہو، مگر بہر حال اس کا تعلق روحانی عالم سے تھا، گذشتہ تمام مستند اور مجروح روایتون مین حسد، بغض، حصۂ شیطانی، سکینت، تسلّی، رحمت، شفقت، ایمان اور حکمت وغیرہ جن امور کا سینۂ مبارک سے نکالنا یا اُس مین رکھنا بیان ہوا ہے، اُن مین سے کسی چیز کا تعلق جسمانیات سے نہین، بااین ہمہ حماد حضرت انس سے روایت کرکے کہتے ہین کہ آپ کے سینہ پر زخم کے ٹانکے کے نشان مجھکو (جیساکہ مسلم مین ہے) یا، ہم کو (جیساکہ مسند احمد مین ہے) نظر آتے تھے" اگر یہ جسمانی واقعہ بھی تھا تو حضرت انس کی دیگر مروی روایات مین سے جو حماد کے علاوہ دوسرے راویون نے نقل کی ہین، یہ مذکور نہین، علاوہ ازین آنحضرت صلعم کی شکل وشمائل کا ایک ایک حرف جسم اطہر کے ایک ایک خط وخال کی کیفیت صحابہ نے بیان کی ہے مگر کسی نے سینۂ مبارک کے ان نمایان ٹانکون کا نام تک نہین لیا، ایسی حالت مین واقعہ کی یہ صورت کیونکر تسلیم ہوسکتی ہے،

دو دفعہ شق صدر ہو تو اسکی تاویل | اس تشریح اور تفصیل کے بعد بھی اگر کسی کو حماد کی اس روایت کے قبول کرنے پر اصرار ہو تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس روایت کے مطابق بچپن مین جب عقل وہوش کا آغاز ہوا تو سینۂ مبارک سے حصۂ شیطانی، جو ہر انسان کے اندر ہے، اس کو نکالا گیا کہ صحیح مسلم کی اس روایت مین اسی قدر ہے، ابھی علم وحکمت کی کوئی چیز رکھی نہین گئی مگر معراج کی رات جب اس عقل وہوش کی تکمیل ہوئی تو وہ دھوکر علم وحکمت سے معمور کیا گیا، جیساکہ تمام روایتون مین ہے۔

شقِ صدر کی صحیح کیفیت | شقِ صدر کی صحیح کیفیت حالتِ معراج کے سلسلہ مین، صحیح بخاری، صحیح مسلم اور نسائی وغیرہ مین متعدد روایتون اور طریقون سے مذکور ہے کہ ایک شب آنحضرت صلعم خانۂ کعبہ مین آرام فرما رہے تھے، آنکھین سوتی تھین، مگر دل بیدار تھا کہ ناگاہ حضرت جبریل چند فرشتون کے ساتھ نظر آئے، آپ کو اٹھاکر وہ چاہِ زمزم کے پاس لے گئے، یا آب زمزم لیکر کوئی

آپ کے پاس آیا، سینۂ مبارک کو چاک کیا، پھر آبِ زمزم سے دھویا، اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا لایا گیا، پھر اس طشت کے سرمایہ کو سینۂ مبارک میں بھر کر شگاف کو برابر کر دیا گیا، اس کے بعد فرشتے آپ کو آسمان کی طرف لے چلے[۱]

شقِ صدر کی حقیقت علمائے ظاہر بین اس واقعہ کے ظاہر الفاظ کے جو عام اور سیدھے سادے معنی سمجھتے ہیں کہ واقعی سینۂ مبارک چاک کیا گیا اور قلبِ اقدس کو اسی آبِ زمزم سے دھو کر ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا، اس کو ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے لیکن صوفیائے حقیقت بین اور عرفائے رمز شناس ان الفاظ کے کچھ اور ہی معنی سمجھتے ہیں اور ان تمام غیر متحمل الالفاظ معنی کو تمثیل کے رنگ میں دیکھتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ عالمِ برزخ کے حقائق ہیں جہاں روحانی کیفیات جسمانی اشکال میں اسی طرح نظر آتے ہیں جس طرح حالتِ خواب میں تمثیلی واقعات جسمانی رنگ میں نمایاں ہوتے ہیں، اور جہاں معنی اجسام کی صورت میں متشکل ہوتے ہیں۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔

اما شق الصدر وملؤہ ایمانا فحقیقتہ	لیکن سینہ کا چاک کرنا اور اس کو ایمان سے بھرنا اس کی حقیقت انوار
غلبۃ انوار الملکیۃ والطفاء لھیب الطبیعۃ	ملکیہ کا روح پر غالب ہو جانا اور طبیعت (بشری) کے شعلہ کا بجھ
وخضوعھا لما یفیض علیہا من حظیرۃ	جانا اور عالم بالا سے جو فیضان ہوتا ہے اُس کے قبول کے لیے
القدس[۲]،	طبیعت کا آمادہ ہو جانا ہے۔

اُن کے نزدیک معراج بھی اسی عالم کی چیز تھی اس لیے شقِ صدر بھی اسی دنیا کا واقعہ ہوگا۔

ہمارے نزدیک صحیح اصطلاح شرحِ صدر ہے، جیسا کہ صحیح مسلم باب الاسراء میں حضرت مالک بن صعصعہ کی روایت میں مذکور ہے، فَشُرِحَ صَدْرِیْ اِلٰی کذا وکذا، (میرا سینہ یہاں سے یہاں تک کھولا گیا) اور قرآن مجید کی اس سورہ میں

---

[۱] صحیح بخاری و مسلم و نسائی ابواب معراج یا فرض الصلوٰۃ و مسند احمد روایات انس وغیرہ۔

[۲] حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۴۔

جیساکہ ترمذی مین ہو اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہو؛

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ — کیا ہمنے تیرے لیے تیرے سینے کو کھول نہین دیا اور تجھ سے تیرے اس

وِزْرَكَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (انشراح) — بوجھ کو ہٹا نہین دیا جس نے تیری پیٹھ کو توڑ دیا تھا۔

"شرح" کے لغوی معنی عربی مین "چیرنے پھاڑنے" کے ہین، اسی سے طب کی اصطلاح "علم تشریح" اور "تشریح اجسام" نکلی ہے، چونکہ چیرنے اور پھاڑنے سے اندر کی چیز کھل کر نمایان ہو جاتی ہو اس لیے اس سے "تشریح امر" اور "تشریح کلام" "شرح بیان" اور "شرح کتاب" وغیرہ مجازی معنی پیدا ہوئے ہین، اسی سے ایک اور محاورہ "شرح صدر" کا پیدا ہوا ہے، جسکے معنی سینہ کھول دینے کے ہین اور کلام عرب مین اس سے مقصود "بات کا سمجھا دینا اور اسکی حقیقت کا واضح کر دینا" ہوتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مین یہ محاورہ بکثرت استعمال ہوا ہی، حضرت موسیٰ کو جب فرعون کے پاس جانے کی ہدایت ہوئی تو آپ نے دعا مانگی رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ، "پروردگار! میرے لیے میرے سینہ کو کھول دے اور میرے کام کو آسان کردے اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ لوگ میری بات سمجھین"

انبیا علیہم السلام کا علم اور فہم، انسانی تعلیم و تعلم اور مادی حکمت و دانائی سے پاک و مبرا ہوتا ہو اور وہ اپنے اخذ نتائج اور اثبات دعوی کے لیے گذشتہ تجربات اور منطق کے استقرا و تمثیل اور ترتیب مقدمات کے ممنون نہین ہوتے بلکہ وہ جو کچھ جانتے ہین اور جو کچھ سمجھتے ہین اس کا ماخذ تعلیم الٰہی، القاے ربانی اور فہم ملکوتی ہوتا ہو، اسی کا نام علم لدنی ہے، "لدن" کے معنی عربی زبان مین "پاس اور نزدیک" کے ہین، چونکہ یہ علم انکو کسب و تحصیل کے بغیر خدا کے پاس سے اور اُس کے نزدیک سے عطا ہوتا ہو اس لیے عرف عام مین علم لدنی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا ہو؛

وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (کہف) — ہمنے اپنے پاس سے اسکو علم سکھایا۔

آنحضرت صلعم کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ
وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا (طٰہٰ ۵)

اسی طرح ہم تجھ سے گذشتہ زمانہ کی باتین بیان کرتے ہین اور
ہم نے اپنی طرف سے تجکو علم (ذکر) بخشا ہے۔

حضرت یوسف کے قصہ کے آغاز مین آپ کو خطاب ہوتا ہے،

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا
إِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ
الْغٰفِلِيْنَ، (یوسف ۱)

ہم تجکو قرآن کی وحی بھیجکر ایک بہترین قصہ سناتے ہین
جس سے تو قطعًا اس سے پہلے بے خبر
تھا۔

سورۂ شوریٰ مین ہے،

وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوْحًا مِنْ أَمْرِنَا
مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيْمَانُ وَلٰكِنْ
جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَشَاءُ
مِنْ عِبَادِنَا، (شوریٰ ۵)

اور اسی طرح ہمنے (اے محمد) تیری طرف اپنے حکم سے
ایک روح کو وحی کیا۔ تو تو پہلے یہ بھی نہین جانتا تھا کہ
کتاب کیا ہے اور نہ ایمان سے واقف تھا لیکن ہمنے اسکو روشنی بنایا ہے
جسکے ذریعہ سے اپنے بندون مین سے جسکو چاہتے ہین ہم راستہ دکھاتے ہین

دوسرے پیغمبرون کی نسبت بھی یہی ارشاد ہے، حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ سے کہتے ہین،

يَا أَبَتِ قَدْ جَاءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ (مریم)

اے میرے باپ! میرے پاس علم کا وہ حصہ آیا ہے جو آپکے پاس نہین آیا۔

حضرت داؤد و سلیمانؑ کے متعلق ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا، (نمل)

اور ہمنے داؤد و سلیمان کو علم بخشا،

حضرت یوسف کی نسبت ارشاد ہے،

آتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا، (یوسف)

ہمنے یوسف کو حکم اور علم عطا کیا،

حضرت یوسف کہتے ہین۔

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ (یوسف)

یہ اُن باتون مین سے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے سکھائی ہین۔

حضرت لوط کے متعلق ہے۔

وَلُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا، (انبیاء ۵) اور لوط کو ہمنے حکم اور علم عطا کیا،

حضرت سلیمان اور چند دیگر انبیا علیہم السلام کے ذکر کے بعد ہے،

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (انبیاء ۶) ہم نے یہ بات سلیمان کو سمجھادی اور ہم نے اُن سب کو حکم اور علم عطا کیا۔

الغرض انبیا علیہم السلام کا یہ علم محض تعلیم الٰہی اور القائے ربانی کا نتیجہ ہوتا ہے اور غور و فکر، تجربہ و امتحان تحصیل و اکتساب اور جمع معلومات اور ترتیب مقدمات کے بغیر اُن کے علم کی باتین اُن کے سامنے آئینہ ہو کر آجاتی ہین۔ صرف فہم و تمثیل کے لیے یہ سمجھنا چاہیے کہ کبھی کبھی شعرا، مصنفین، موجدین اور دیگر عقلائے کے ذہن مین بے غور و تامل ایک بات اس طرح خطور کر جاتی ہے کہ گویا یہ معلوم ہوتا ہو کہ سینہ یا دماغ کا دروازہ یک بیک کھل گیا اور ایک چیز اندر داخل ہو گئی لیکن یہ شرح صدر کی نہایت معمولی مثال ہے، اس منصب خاص کے سیکڑون مدارج ہین جو انبیا کو، اولیا کو اور دیگر مومنین کو اپنے اپنے رتبہ کے مطابق عطا ہوتے ہین۔

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (انعام ۱۵) جسکی رہنمائی خدا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

یعنی بلا حجت و برہان اسلام کی صداقت اُس کے سامنے آئینہ ہو جاتی ہے۔ بخاری شریف مین ہو کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر کو انکی خلافت کے زمانہ مین مشورہ دیا اور باصرار کہا کہ قرآن مجید کو اوراق و مصاحف مین لکھوا دیجیے لیکن حضرت ابوبکر نے مخالفت کی کہ جو کام آنحضرت صلعم نے خود اپنی زندگی مین نہین کیا وہ ہم لوگ کیونکر کر سکتے ہین، حضرت عمر کو اسپر اصرار اور حضرت ابوبکر کو انکار رہا، مگر چند ہی روز مین یک بیک ان کی سمجھ مین بات آگئی، اس موقع پر انھون نے فرمایا،

حتّٰی شرح اللّٰه صدری لذالك، (بخاری تالیف القرآن) یہان تک کہ خدا نے اس کام کے لیے میرے سینہ کو کھول دیا۔

مفسّر ابن جریر طبری نے متعدد صاحبون سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ "یا رسول اللہ! شرحِ صدر کیونکر ہوتا ہی؟" فرمایا "قلب مین ایک نور داخل ہوتا ہے جس سے سینہ کھل جاتا ہی" پھر سوال کیا کہ "یا رسول اللہ! اسکی نشانی کیا ہے؟" ارشاد ہوا "حیات جاوید کے گھر کا اشتیاق، اور اس فریب کدۂ عالم سے دل برداشتگی اور موت سے پہلے موت کی تیاری[1]"

شرح صدر کے لیے مناسب موقع اور مصلحت

اور جن آیتون مین دیگر انبیا علیہم السلام کو عطیۂ علم کے دیے جانے کا ذکر ہے اُن مین اکثر "علم" کے ساتھ "حکم" کا لفظ بھی ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علاوہ خالص اور شرعی کے، نظم حکومت اور فیصلۂ احکام کے لیے بے غور و فکر کے بدیہی صحیح اور حاضر علم کی ضرورت ہے، چونکہ معراج ہجرت کا اعلان اور اسلام کے مستقبل کا عنوان تھا جسکے بعد آنحضرت صلعم کو حکم کی طاقت عطا کی جانے والی تھی اس لیے شرحِ صدر کے عطیہ کے لیے یہی مناسب موقع تھا، علاوہ ازین معراج کے حقائق و مناظر جو نفوس نبویہ کے ادراکات کی آخری سرحد ہین، اُن کے احاطہ کے لیے بھی پہلے شرحِ صدر کی ضرورت تھی۔

---

[1] تفسیر ابن جریر طبری جلد ۸ صفحہ ۹۱ مطبوعہ مصر۔

آیات و دلائلِ نبوی

قرآن مجید مین

یہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید مین انبیائے سابقین کے معجزے جس تفصیل اور تکرار کے ساتھ بیان ہوئے ہین، آنحضرت صلعم کے معجزے اُس تفصیل اور تکرار کے ساتھ اُس مین مذکور نہین، اس سے ایک طرف تو مخالفینِ اسلام نے یہ نتیجہ نکالنا چاہا ہے، کہ نعوذ باللہ پیغمبرِ اسلام علیہ السلام کی ذات پاک اِس عطیۂ الٰہی سے محروم تھی، دوسری طرف اسلام کے عقل پرست فرقہ کو اس سے یہ دھوکا ہوا ہے کہ اسلام نے خوارقِ عادت کے ظہور سے انکار کیا ہے کیونکہ جب اُس کے نزدیک خاتم الانبیا صلعم کی زندگی ان سے خالی تھی تو گذشتہ انبیا کے سوانح مین جو اعجاز نظر آتا ہے وہ بھی سمجھنے والون کے فہم کا قصور ہے،

قرآن مجید مین آپ کے تمام معجزات کا تفصیلی ذکر کیون نہین ہے

لیکن واقعہ یہ ہے کہ دیگر انبیائے کرام اور آنحضرت صلعم کے معجزات اور آیات و دلائل مین جو یہ اختلافِ منظر نمایان ہے، اُس کے متعدد وجوہ اور اسباب ہین، جن پر اُن کوتاہ بینون کی نظر نہین پڑی، اِس لیے وہ مختلف قسم کے شکوک و شبہات مین گرفتار ہوگئے،

(۱) اِس اختلافِ منظر کی پہلی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص جس نے قرآن مجید کا پورے غور سے مطالعہ کیا ہے، یا گذشتہ صفحات مین قرآن مجید کے نقطۂ نظر سے معجزہ کی جو حقیقت واضح کی گئی ہے اُس کو سمجھا ہے، وہ تسلیم کریگا کہ اسلام نے نبوت کی تصدیق کے باب مین ظاہری اور مادی معجزات کو وہ اہمیت نہین دی ہے، جو خصوصیت کے ساتھ عیسائی مذہب اور اُس کے مقدس صحیفہ مین نظر آتی ہے، بلکہ وہ انسانون کو زیادہ تر غور و فکر، فہم و تدبر، سوچ اور سمجھ کی دعوت دیتا ہے، اور نبوت کے اندرونی خصوصیات اور روحانی دلائل کو ایمان و تصدیق کی بنیاد قرار دیتا ہے، اِس بنا پر اس کے لیے اپنے دعوے کرنے والے کی سچائی کے ثبوت مین اُس کے خوارق اور معجزات کو تفصیل اور تکرار کے ساتھ ہر جگہ پھیلانا اور دُھرانا اُس کے اصول کے خلاف تھا، چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلام اُن گمراہیون سے پاک رہا جنکی

تاریکیون کے پردہ مین عیسوی مذہب کا نور چھپکر رہ گیا۔

۲- دوسری وجہ یہ ہے کہ گذشتہ انبیاء علیہم السّلام کو جو نشانیان ملی تھین وہ چند محدود، گنی ہوئی اور متعیّن شکل مین تھین، اس لیے قرآن مجید کو جب کبھی اُن پیغمبرون کی نشانیون کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے، تو خواہ مخواہ اُن کے انھین چند حیرت انگیز واقعات کو بار بار دُہرانا پڑتا ہے، اور اس تفصیل اور تکرار سے کوتاہ بینون کی نگاہون مین ان پیغمبرون کی یہ نشانیان اُجاگر ہوکر نظر آتی ہین، اس کے برخلاف آنحضرت صلعم کو جو نشانیان عطا ہوئین وہ اِس قدر متنوع، مختلف اور غیر محدود تھین کہ اُن کے تذکرہ کے وقت ایک ہی نشانی کو بار بار پھیلانے اور دُہرانے کی حاجت نہ تھی، اِس لیے یہ دلائل محمدی قرآن مجید کے سینکڑون صفحات کے مختلف گوشون مین اس طرح بکھرے ہوئے ہین، کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزون کی طرح وہ اُجاگر اور نمایان ہوکر کم سوادون کو نظر نہین آتے۔

۳- تیسری وجہ یہ ہے کہ گذشتہ مباحث مین یہ پوری تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر قسم کے معجزات، خوارق اور نشانیان پیغمبر کی قوت اور اختیار سے نہین، بلکہ خدا کی قدرت اور اُس کے ارادہ و مشیئت سے ظہور پذیر ہوتی ہین، اِس بنا پر آنحضرت صلعم کے آیات و دلائل بھی ذات محمدی کی طرف منسوب ہوکر نہین، بلکہ قدرتِ الٰہی کی طرف منسوب ہوکر بیان ہوئے ہین، اس لیے عام لوگون کا خیال اُن کو دلائلِ محمدی سمجھنے کی طرف مائل نہین ہوتا۔

۴- چوتھی وجہ یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے پاس ایک ہی مستند چیز یعنی اُن کا صحیفہ ہے جس مین اُن کے ربّانی احکام، اُن کے پیغمبرون کے اقوال، حالات، سوانح، معجزات سب کچھ ملے جُلے ہین، لیکن اسلام کے قبضہ مین دو چیزین ہین، ایک صحیفۂ الٰہی جس مین صرف خدائی احکام و مطالب ہین، دوسرے حدیث و سنّت جس مین پیغمبر کے حالات، اقوال اور معجزات وغیرہ الگ اور مستقل حیثیت سے مذکور ہین، اور وہ بجائے خود روایتی استناد کے لحاظ سے دوسرے مذاہب کے صحیفون سے کہین بلند تر ہے، اس لیے خدا نے پیغمبر کے ان دلائل و معجزات کو عدم اہمیت کے باعث بہ تفصیل اپنے صحیفہ مین جگہ دینے کی ضرورت نہین سمجھی، بلکہ اس کے لیے احادیث کے مستند ذخیرہ روایات

کی موجودگی کو کافی قرار دیا۔

قرآن مجید سے آپ کے صاحب معجزہ ہونے کی دلیل

غرض یہ اسباب ہین جنکی بنا پر بعض کم سواد اس دعویٰ کی جرأت کرتے ہین کہ قرآن مجید کی آیتین آپکو معجزات اور نشانیون سے معرا ظاہر کرتی ہین لیکن اس سلسلہ مین غور کے قابل سب سے پہلی بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے آپ کے متعلق آپ کے زمانہ کے کافرون کے جو اقوال تردید کی غرض سے نقل کیے ہین ان مین متعدد موقعون پر آپ کو (نعوذ باللہ) "کاہن" اور "ساحر" کہا گیا ہے، اور قرآن مجید پر سحر کا الزام قائم کیا گیا ہے، عرب مین کاہنون کا کام پیشینگوئی کرنا اور غیب کا حال بتانا تھا، اور ساحر کی نسبت تو عام طور پر معلوم ہے کہ وہ عوام کے نزدیک عجائب و خوارق کا پیکر ہوتا ہے اب اگر آپ امور غیب کی قبل از وقت اطلاع نہین دیتے تھے اور معجزات و خوارق کا صدور آپ سے نہین ہوا کرتا تھا، تو کفار آپ کو کاہن اور ساحر کے خطابات سے کیون یاد کرتے تھے؟ اس حقیقت کو پیش نظر رکھکر حسب ذیل آیتون پر غور کی ایک نگاہ ڈالو۔

فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ، (طور ۲)	اے محمدؐ تو اپنے پروردگار کے فضل سے کاہن نہین ہے۔
وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ، (حاقہ)	یہ (قرآن) کسی کاہن کا کلام نہین۔

آنحضرت صلعم کو خطاب کرکے خدا کفار قریش کا حال بتاتا ہے۔

وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ، (صافات ۱)	جب وہ کوئی نشانی دیکھتے ہین تو مذاق اڑاتے ہین، اور کہتے ہین کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔
وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ، وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (زخرف ۳)	اور جب اُن کے پاس سچی بات آئی تو اُنھون نے کہا یہ تو جادو ہے، اور ہم اس کو نہین مانتے، اور اُنھون نے کہا کہ یہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیون نہین اترا۔
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (احقاف ۱)	اور حق کے منکرون نے جب اُن کے پاس حق آیا تو کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔
هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ	یہ محمدؐ تو تمھاری ہی طرح ایک آدمی ہین، کیا تم جان بوجھکر

تُبْصِرُوْنَ، (انبیاء ۱) جادو کے پاس آتے ہو۔

قَالَ الْکٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسَاحِرٌ مُّبِیْنٌ، (یونس) کافرون نے کہا یہ (محمد) تو کھلا جادوگر ہے۔

حضرت عیسیٰ نے آپ کی آمد کی جو بشارت دی تھی اُس کے بعد ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (صف) پس جب وہ آنے والا پیغمبر کھلی آیتین لیکر آیا تو کافرون نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے

کفّار کے اِن اقوال سے صاف ثابت ہو کہ آپ کی ذات بابرکات سے کچھ تو مافوق العادۃ افعال ظاہر ہوتے تھے جن کی تعبیر کہانت اور جادوگری کے الفاظ سے کر کے وہ اپنے نادان دل کو تسلّی دیتے تھے، اور اسی سے آپ کے صاحبِ معجزہ ہونے کا ناقابل تردید ثبوت قرآن مجید سے ملتا ہے۔

قرآن مجید مین آپ کے دلائل ومعجزات مذکور ہین

اِس اجمالی ثبوت کے بعد ہم کو ضرورت ہے کہ آنحضرت صلعم کے اُن آیات ودلائل کے بکھرے ہوئے موتیون کو جو قرآن مجید کے اوراق مین منتشر ہین، ایک خاص ترتیب کے رشتہ مین منسلک کردین، کہ وہ نمایان ہو کر نگاہون کے سامنے آجائین، تنوع کے لحاظ سے یہ آیات ودلائل تین قسم کے ہین، ایک تو کفار کی ہدایت ودعوت، اور مسلمانون کی مزید ایمانی تسلّی کے لیے معجزانہ نشانیان ہین، دوسری مصیبتون کی گھڑیون مین تائیدات غیبی کا ظہور ہے، اور تیسری وہ پیشینگوئیان ہین جنکا لفظ لفظ صداقت کے معیار پر صحیح اُترا ہے آیندہ اوراق مین اس اجمال کی تفصیل آئے گی۔

معجزۂ قرآن

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (بنی اسرائیل)

آنحضرت صلعم کو بارگاہِ الٰہی سے جو معجزات عطا ہوئے، اُن میں سب سے بڑا معجزہ خود قرآن مجید ہے، چنانچہ جب کفار نے معجزہ طلب کیا تو خدا نے فرمایا۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ، اَوَلَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ،

(عنکبوت ۵)

اور انھوں نے کہا کہ پیغمبر پر اُس کے خدا کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ اتریں، کہدے کہ نشانیاں خدا کی قدرت میں ہیں، میں تو صاف صاف خدا کو عذاب سے صرف ڈرانیوالا ہوں، کیا انکو یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے اُس پر کتاب اتاری جو انکو پڑھکر سنائی جاتی ہے

اور آنحضرت صلعم نے بھی دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے مقابلہ میں اپنی اسی وحی آسمانی کو سب سے بڑا معجزہ قرار دیا۔ چنانچہ گویا اسی آیتِ پاک کی تفسیر میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

مَا من الانبیاء نبیٌّ الا اعطی من الایات ما مثلہ اومن او آمن علیہ البشر، وانما کان الذی اوتیت وحیًا اوحاہ اللّٰہ الیّ فارجو انی اکثرھم تابعًا یوم القیامۃ،

(صحیح بخاری باب الاعتصام)

پیغمبروں میں سے ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اسقدر معجزات عنایت کیے جنکو دیکھکر لوگ ایمان لائے لیکن جو معجزہ مجھے مرحمت ہوا وہ وحی (قرآن) ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتارا، اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے پیرووں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔

اِس حدیث سے متعدد نکتے حل ہوتے ہیں۔

۱۔ ہر پیغمبر کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا ہوا ہے۔

۲۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات وقتی اور عارضی تھے، ہوئے اور محو کر مٹ گئے لیکن آنحضرت صلعم کا معجزۂ اعظم یعنی قرآن مجید قیامت تک دنیا میں قائم اور باقی رہے گا۔

۳- چونکہ وہ معجزے وقتی اور عارضی تھے، اس لیے اُن سے جو اثر پیدا ہوا وہ بھی وقتی اور عارضی تھا، برخلاف اس کے قرآن مجید چونکہ ہمیشہ دنیا مین قائم رہنے والا ہے اس لیے اس کا اثر بھی دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور قیامت تک نئے نئے لوگون کو اپنی طرف کھینچتا رہے گا،

آنحضرت صلعم کو جو ربّانی نشانیان خدا کی طرف سے عنایت ہوئین، ان مین صرف یہی ایک معجزہ ہے جسکی اللہ تعالی نے تحدّی کی ہے، اور اعلانِ عام کیا ہے کہ کوئی اس کی مثال پیش کرسے اور پھر خود ہی اسکی پیشینگوئی بھی کردی ہے کہ دنیا ہمیشہ اسکی مثال پیش کرنے سے عاجز اور درماندہ رہے گی۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا، (بنی اسرائیل ۱۰)

کہدے اے پیغمبر اگر تمام جن وانس ملکر بھی چاہین کہ اس جیسا قرآن بنالائین تو نہین لاسکتے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مددپر کیون نہون،

سورۂ ہود مین پورے قرآن کے بجائے صرف دس سورتون کا جواب مانگا گیا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ، (ھود ۲)

کیا وہ یہ کہتے ہین کہ پیغمبر نے اس کو اپنے جی سے بنالیا ہے، تو کہدے کہ وہ ایسی بنائی ہوئی دس ہی سورتین لے آئین اور اپنی مدد کے لیے خدا کے سوا جس کو چاہین بلالین اگر وہ سچے ہین۔

اس کے بعد کی آیتون مین دس سورتون سے گھٹا کر ایک ہی سورہ کا جواب لانے کی تحدی کی گئی ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَاۗءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ، (بقرہ ۳)

اور اگر تمکو اس مین بھی کچھ شک ہو جو ہمنے اپنے بندہ پر اتارا ہے تو اُس جیسی ایک ہی سورہ لاؤ، اور خدا کے سوا اپنے تمام گواہون کو بلاؤ، اگر تم سچے ہو۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ، (بقرہ ۳)

تو اگر تم ایسی سورہ نہ بناسکو اور یقیناً نہ لاسکوگے تو اُس آتش دوزخ سے بچو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر (جنکو تم پوجتے ہو) سب ہونگے جو کافرونکے لیے طیار رکھی گئی ہے۔

اسی کے ہم معنی دوسری آیت سورۂ یونس میں ہے۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ	کیا یہ کفار یہ کہتے ہین کہ پیغمبر نے اس قرآن کو اپنی طرف سے بنالیا ہے
وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ	اُن سے کہدے کہ اس جیسی ایک سورہ تو تم لاؤ۔ خدا کے سوا اور جسکو
صٰدِقِيْنَ ، (یونس ۴)	چاہو مدد کے لیے بلالو، اگر تم سچے ہو،

پھر سورۂ طور مین ارشاد ہوتا ہے کہ اس جیسی ایک ہی بات پیش کرو۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ، فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ	کیا وہ یہ کہتے ہین کہ پیغمبر نے اُس کو گھڑ لیا ہو، بات یہ ہو کہ انکو ایمان
مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ، (طور ۲)	نہین، اگر وہ سچے ہین، تو اس جیسی ایک بات بھی وہ پیش کرین۔

اس امر پر تو تمام مسلمانون کا اتفاق ہو کہ قرآن معجزہ ہے لیکن اختلاف اس مین ہے کہ وہ کس حیثیت سے معجزہ ہے؟ اور وجہ اعجاز کیا ہے؟

(۱) بعض معتزلہ کے نزدیک قرآن مجید کا **نظم کلام** (اسٹائل) معجزہ ہی یعنی اہل عرب کا کلام جس طرز اور اسلوب پر ہوا کرتا تھا قرآن مجید نے انکو چھوڑ کر ایک اور بدیع طرز او عجیب اسلوب اختیار کیا جو عرب مین موجود نہ تھا اُن کے کلام کا تمامتر نمونہ شعر تھا، قرآن مجید نے نثر کا ایک اسلوب اختیار کیا۔ کاہنان عرب کا کلام بھی نثر ہوتا تھا، مگر اس مین تکلف اور آورد تھا، قرآن مجید نے نظم و نثر کے درمیان ایک ایسا پسندیدہ اسلوب اختیار کیا، جو بلغاے عرب کے تخیل مین بھی نہ تھا، قرآن کے مطالع، مقاطع اور فواصل یعنی جسطرح قرآن کسی بیان کا آغاز اور اس کا خاتمہ کرتا ہے، اور جس طرح ایک ایک آیت کو توڑتا جاتا ہے، وہ حدِ اعجاز مین داخل ہو،

۲۔ معتزلہ بین جاحظ اور تمام اشاعرہ قرآن مجید کو **فصاحت و بلاغت** کی حیثیت سے معجزہ قرار دیتے ہین

۳۔ نظام معتزلی[۱] اور ابن حزم ظاہری، یہ اعتقاد رکھتے ہین اور امام رازی بھی اس کو اقرب الی الصواب کہتے ہین[۲] کہ قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تمام بلغائے عرب و عجم کی زبانین اُسکے

[۱] الفصل فی الملل والنحل ابن حزم جلد سوم باب اعجاز القرآن ۱۲، [۲] تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۳۳ تفسیر آیۂ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ،

مقابلہ مین گنگ کر دین، اور اس لیے وہ اُس کا جواب نہین لا سکتے،

۴۔ بعض متکلمین کے نزدیک وجہِ اعجاز، قرآن مجید کا اظہارِ غیب اور پیشینگوئیان ہین، جو انسان کے حیطۂ امکان سے باہر ہین۔

۵۔ بعض علما کہتے ہین کہ قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ وہ لوگون کے دل کے چھپے ہوئے اسرار کو فاش کرتا تھا، جو انسانی دسترس سے باہر ہے،

۶۔ کسی نے وجہِ اعجاز یہ بتائی ہے کہ اور انسانون کے کلام بلند و پست، کامل و ناقص، صحیح و غلط، غرض مختلف المراتب ہوتے ہین۔ لیکن قرآن مجید شروع سے اخیر تک بلندی، کمال اور صحت کے لحاظ سے ایک ہی نوعیت کا ہے،

۷۔ ایک دو آدمیون کی یہ راے ہے کہ معجزہ یہ ہے کہ ایک اُمّی کی زبان سے ایسا کلام بلاغت نظام نکلا،[1]

۸۔ قرآن مجید کے اعجاز کی ایک وجہ اوسکی خارق عادت تاثیر اور قلوب انسانی کی تسخیر بھی قرار دیجا سکتی ہے،

۹۔ بعضون نے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا اصلی اعجاز اُس کے احکام، تعلیمات اور ارشادات ہین۔[1]

حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام اختلافات باہم متضاد نہین ہین، جو ایک جگہ مجتمع نہ ہوسکین، اور نہ یہ ضروری ہے کہ وجہ اعجاز صرف ایک مین محدود ہو، قرآن مجید کے وجوہِ اعجاز اس قدر کثیر ہین کہ ان کا احاطہ نہین ہوسکتا، جس شخص کو اپنے مذاق کے مطابق جو بات نمایان نظر آئی ہے اُسی کو اس نے وجہ اعجاز قرار دے لیا ہے، کوئی حسین اور خوبصورت چیز جب نقادانِ فن کی نگاہون کے سامنے آتی ہے تو کوئی اوس کے رنگ و روغن کا مداح ہوتا ہے، کوئی اس کے اعتدالِ قامت کی تعریف کرتا ہے، کوئی اسکی وضع قطع کو سب سے زیادہ پسند کرتا ہے، کوئی اسکی زیبایش و آرایش کی مدح کرتا ہے، تو درحقیقت اسکی ذات ان تمام اوصاف کا مجموعہ ہوتی ہے اور ہر ناقد اپنی چشمِ اعتبار سے جو کچھ دیکھتا ہے اُسی کو اُس کے حسن کا معیار قرار دے لیتا ہے، حافظ و سعدی کے کلام کا معترف کون نہین؟ لیکن لوگون سے اس حسن و خوبی کی تفصیل پوچھو تو کوئی ایک بات نہین کہے گا کسی کے نزدیک اُن کے کلام کا حسن یہ ہے

[1] متکلمین کے یہ مذاہب شرح مواقف، دلائل الاعجاز باقلانی، الاتقان سیوطی، فصل فی الملل والنحل ابن حزم مین مذکور ہین۔

کہ وہ اپنی غزلون کے لیے بحرین نہایت مطربانہ اور موسیقیانہ اختیار کرتے ہین، کوئی طریقۂ ادا، اور اسلوب تعبیر کی تعریف کریگا، بعض ناقدینِ سخن الفاظ کی شیرینی اور ترکیب کی ندرت پیش کرین گے، کوئی تشبیہ و استعارہ کی جدت پر زور دیگا، دوسرے اصحاب انکی نازک خیالی کے معترف ہونگے، بعضون کے نزدیک انکی معنی آفرینی، عمیق فلسفہ و حکمت اور دلپذیر موعظت اُن کے کلام کا تمغائے کمال ہے۔

عباراتنا شتّٰی وحسنك واحد   وكلٌّ الٰی ذاك الجمال يشير

ہماری عبارتین گو مختلف ہین لیکن تیرا حسن ایک ہی ہے،   ہر شخص اپنی عبارت مین اُسی ایک حسن کیطرف اشارہ کرتا ہے،

قرآن مجید کی اُن آیتون کا اگر استقصا کیا جائے جن مین اس کے وجوہِ اعجاز کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے، تو وہ ہمکو خود مختلف نظر آتی ہین، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُس کے وجوہِ اعجاز اس قدر متعدد اور کثیر الاطراف ہین کہ اُن کو کسی ایک مین محدود نہین کیا جا سکتا، اُس نے کہین تو اپنی تعلیم و ارشاد کی مدح کی ہے، کہین اپنی تاثیر، اور قوّتِ جذب کی طرف اشارہ کیا ہے، کہین اپنی یکسانی اور عدم اختلاف کو اپنے خدا کی طرف سے ہونے کی نشانی بتائی ہے، کہین اُس نے اپنی عربیت اور حُسنِ کلام کو ظاہر کیا ہے، کہین ایک اُمّی کی زبان کا پیغام ہونا اپنا معجزہ بتایا ہے، ایک موقع پر اپنی ہدایت و رہنمائی کو مخصوص ترین وصف قرار دیا ہے، کہین وہ خود کو، نور، ھدیٰ، حکیم، حکمت، بیّنہ، اور دیگر مختلف اوصاف معنوی کا پیکر کہتا ہے، چنانچہ ذیل مین ہم ان آیتون کو بہ ترتیب لکھ دیتے ہین۔

فصاحت و بلاغت | لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْہِ اَعْجَمِیٌّ وَّھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ (نحل)	جسکی طرف یہ کفار نسبت کرتے ہین اُسکی زبان تو عجمی ہے، اور یہ ایسی زبان ہے جو عربی ہے اور اپنے مدعائے دلی کو خوبی سے ظاہر کرتی ہے
بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ، (شعراء)	یہ قرآن ایک ایسی زبان مین ہے جو اپنے مدعائے دلی کو خوبی سے ظاہر کرتی ہے
قُرْآنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ (زمر)	قرآن عربی زبان مین اور جسمین کوئی کجی نہین ہے۔
قُرْآنٌ مُّبِیْنٌ، (یٰس و حجر)	اپنے مدعا کو خوبی سے ظاہر کرنے والا قرآن،

یکسانی اور عدم اختلاف

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ۔ (نساء ۱۱)

کیا یہ کافر قرآن میں غور نہیں کرتے کہ اگر یہ خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت اختلاف پاتے۔

قوت تاثیر

وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِیْہِ مُزْدَجَرٌ ۔ حِکْمَۃٌۢ بَالِغَۃٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۔ (قمر ۱)

اُن کو (قرآن کے ذریعہ سے) اگلی اُمتوں کے اتنے حالات سنائے جا چکے ہیں جو انکی تنبیہ کو کافی تھے، یہ قرآن دل تک پہنچ جانے والی دانائی ہے لیکن انکو ڈرانا بھی فائدہ نہیں پہونچا سکتا۔

کفار قرآن مجید کو سحر اور جادو کہتے تھے۔ یہ کیوں؟ اسکی اسی تاثیر اور قوت تسخیر کی بنا پر۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۔ (احقاف ۱)

جب ان کافروں پر ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو سچائی کے آنیکے بعد اس کا انکار کرتے ہیں، کہتے ہیں یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

کفار کہتے تھے کہ جب محمدؐ لوگوں کو قرآن پڑھکر سنانے لگیں، تو شور کر دو تاکہ لوگ سنکر متاثر نہوں۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ ۔ (فصلت ۴)

کفار نے کہا کہ اس قرآن کو سنا نہ کرو اور اس کے پڑھتے وقت شور و غل کرو شاید تم جیت جاؤ۔

تعلیم و ہدایت

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۔

یہی ہے وہ کتاب، اس میں کوئی شک نہیں ہے، یہ پرہیزگاروں کے لیے سر تا پا ہدایت ہے۔

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ ۔ (اسرا ۴)

یہ قرآن اُس تعلیم کی ہدایت کرتا ہے جو سب سے زیادہ صحیح اور سیدھی ہے۔

قُلْ فَاْتُوْا بِکِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ ھُوَ اَھْدٰی مِنْھُمَآ اَتَّبِعْہُ ۔ (قصص ۵)

کہدے قرآن اور توراۃ سے بڑھکر کوئی ہدایت والی کتاب لاؤ تو میں اسکی پیروی کروں۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۔ (مائدہ ۳)

تمہارے پاس روشنی اور مدعا کو ظاہر کرنے والی کتاب آچکی۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ ۔ (بقرہ)

ہمنے تیری طرف کھلی ہوئی آیتیں اُتاریں۔

وَھٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ مُبٰرَکٌ فَاتَّبِعُوْہُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْکِتٰبُ

یہ مبارک کتاب ہمنے اتاری تو اسکی پیروی کرو۔ اور پرہیزگاری اختیار کرو تاکہ تمپر رحم کیا جائے، اور یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے یہود و نصاریٰ دو قوموں

عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ	پر کتاب اتاری گئی اور ہم اُنکے پڑھنے سے بے خبر تھے، یا یہ کہو کہ اگر ہم پر کتاب
لَغٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّا اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّا اَهْدٰى	اتاری جاتی تو ہم ان دونوں قوموں سے زیادہ راہ راست پر ہوتے
مِنْهُمْ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ	تو لو یہ تمہارے رب کی طرف سے دلیل و ہدایت و رحمت آئی ہے
وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۚ	اور قرآن سے ہم وہ اتارتے ہیں جو مومنون کے لیے شفا اور رحمت ہے،
وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ	یہ عزت والی کتاب ہے جسکے آس پاس بھی باطل نہیں آسکتا، یہ حکمت اور
وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۚ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ مَا	تعریف والے خدا کی اُتاری ہوئی ہے، اے پیغمبر تجھے وہی کہا جاتا ہے جو
يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۝	تجھسے پہلے پیغمبرون سے کہا گیا، تیرا پروردگار بخشش والا بھی ہے اور عذاب
اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۝	والا بھی ہے، اگر ہم اس قرآن کی زبان عجمی کرتے تو وہ لوگ یہ کہتے کہ اسکے
وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ	احکام کیون نہیں کھول کے بیان کیے گئے۔ ہم عرب ہیں اور کتاب
اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۝ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	عجمی، کہدے کہ یہ کتاب مومنون کے لیئے ہدایت اور
هُدًى وَّشِفَآءٌ (فصلت ٥)	شفا ہے۔
يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ	لوگو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت آچکی، اور وہ دلون
وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (یونس)	کے امراض کا علاج ہے اور مسلمانون کے لیے ہدایت اور رحمت ہے
وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ (یس ١)	حکمت والا قرآن۔
وَالْقُرْاٰنِ ذِى الذِّكْرِ (ص ١)	نصیحت والا قرآن
قرآن کا جواب لانیکی قدرت نہین | لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (اسرا)	جن وانس اس کا جواب نہین لاسکتے۔
وَلَنْ تَفْعَلُوْا (بقر ٥)	یہ کفار ہرگز اس کا جواب نہین لاسکتے۔
ایک اُمی کی زبان سے ادا ہوا | وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ	قرآن سے پہلے اے پیغمبر تو تو کچھ پڑھکر سناتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ
مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝	سے لکھتا تھا، اگر ایسا ہوتا تو البتہ یہ باطل پرست شک کرسکتے۔

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ
وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ
عَلَيْهِ آيَاتٌ مِنْ رَبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا
أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ
عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ
يُؤْمِنُونَ ۝ (عنکبوت ۵)

بلکہ یہ کھلی آیتین ہین، جو اُن لوگون کے سینون مین ہین جنکو علم بخشا
گیا ہے اور ہماری آیتون سے صرف گنہگار ہی انکار کرتے ہین اور
کہتے ہین کہ کیون اس (پیغمبر) پر اُسکے خدا کی طرف سے نشانیان
نہین اترین، کہدے کہ نشانیان خدا کے قبضہ مین ہین مین تو کھلا
ڈرانیوالا ہون، کیا اُن کے لیے یہ نشانی کافی نہین ہو کہ ہمنے تجھپر کتاب
اُتاری جو انکو پڑھکر سنائی جاتی ہو، اسمین ایمان والون کے لیے رحمت اور نصیحت ہے

حفظ و بقا کا وعدہ | إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ،

یقیناً ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہین۔

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (قیامۃ ۱)

ہم پر ہے اس قرآن کا جمع کرنا۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ (فصلت)

اس قرآن کے پاس آگے اور نہ پیچھے سے باطل آسکتا ہے۔

قوت دلائل | فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ (انعام)

یقیناً تمہارے پاس تمہارے خدا کی دلیل آچکی۔

قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ (انعام)

کہدے کہ خدا ہی کے لیے وہ دلیل ہو جو دلون تک اُتر جاتی ہو۔

هَٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ
يُؤْمِنُونَ (اعراف ۲۴)

یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے سمجھ بوجھ کی
باتین ہین۔

قرآن مجید کی یہ آیتین صرف چند حیثیتون کو پیش نظر رکھکر لکھی گئی ہین، اگر کوئی استقصا کرے تو متعدد وجوہ اور بھی پیدا ہو سکتے ہین، الغرض مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید صرف فصاحت و بلاغت ہی کے لحاظ سے نہین بلکہ اپنی تمام حیثیات کے لحاظ سے معجزۂ کامل ہو، اس کے معجزۂ کامل ہونے پر مختصر ترین دلیل یہ ہو کہ ساڑھے تیرہ سو ۱۳۵۰ برس گزرے کہ کوہ صفا کی چٹان پر کھڑے ہو کر ایک اُمّی نے دنیا سے یہ غیر متزلزل تحدی کی کہ وہ اس کا جواب پیش کرے، تو کیا یہ واقعہ نہین ہے کہ ان تیرہ صدیون کا ایک ایک سال گذر گیا مگر ایک آواز بھی اس تحدی کو قبول کرنے کے لیے بلند نہ ہوئی، اگر صرف فصاحت و بلاغت ہی کو معیار اعجاز قرار دیا جائے، تو کیا یہ امر واقعہ نہین ہے

کہ عین اسوقت جب ایک اُمّی کی طرف سے، جو ایک شعر تک موزون نہین پڑھ سکتا تھا[1]، یہ مدّعیانہ اعلان عرب مین شائع ہوا، اُس وقت عرب کے قبیلہ قبیلہ مین زبان آور شعرا اور آتش بیان خطبا موجود تھے، مگر اس "صوت سرمدی" کے سامنے سب کی زبانین گنگ ہوگئین، کفارِ عرب نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی تکذیب کی کیا کیا کوششین نہ کین، انہون نے اس راہ مین جان و مال قربان کیا، دین و کیش کو برباد کیا، اپنے عزیزون اور فرزندون کو نثار کیا، خود اپنی جانین ہتھیلیون پر رکھین، اُن کے سپاہیون نے میدانِ جنگ مین پرے جمائے، اون کے دولتمندون نے اپنے خزانے کھول دیئے، اُن کے شاعرون اور خطیبون نے اپنی آتش بیانیون سے تمام ریگستان عرب کو تنور بنا دیا، یہ سب کچھ کیا، مگر یہ نہ ہوسکا کہ قرآن مجید کی ایک سورہ کا جواب پیش کرین۔ جو اسلام کے دعوائے حق و صداقت کے کنگرہ کو چشم زدن مین پست کر دیتا، کیا اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ اسکی مثال لانے سے عاجز تھے، اور جب وہ جو زبان کے اصل مالک اور محاورۂ عرب کے طبعی ماہر تھے، اس کے مقابلہ سے عاجز تھے تو اس زمانہ کے بعد کے لوگون کے لیے تو یہ عجز اور درماندگی اور زیادہ نمایان ہے، حسّان ابن ثابت، عامر بن اکوع طفیل بن عمرو، زید الخلیل، زبرقان شمّاس، اسود بن سریع، کعب بن زہیر، عبداللہ بن رواحہ، وغیرہ عرب کے مشہور زبان آور اور شاعر تھے، مگر قرآن مجید کے سامنے ان سب نے سرِ نیاز خم کیا، لبید عرب کے مشہور شاعر اور سبعہ معلّقہ کی بزم مشاعرہ کے ایک رکن تھے۔ اسلام کے بعد جب حضرت عمرؓ نے اُن سے چند اشعار کی فرمائش کی تو انہون نے جواب دیا، "جب خدا نے مجکو بقرہ اور آل عمران سکھائی تو مجھے شعر کہنا زیبا نہین[2]"

اُنیس قبیلہ غفار کے شاعر تھے، انہون نے جب آنحضرت صلعم کا چرچا سنا تو چھپکر مکہ آئے اور آنحضرت صلعم کی زبانِ مبارک سے کلام ربّانی کی کچھ آیتین سنکر واپس گئے، اُن کے بھائی نے پوچھا کہ تم نے کیسا پایا، انہون نے جواب دیا کہ "قریش کہتے ہین کہ وہ شاعر ہین، ساحر ہین، اور کاہن ہین، ہم نے کاہنون کا کلام سنا ہے۔ یہ اُن کی بولی نہین، ہم نے شعر کے ایک ایک وزن کو دیکھ لیا ہے، وہ شعر بھی نہین ہے۔ خدا کی قسم محمدؐ سچّے اور قریش جھوٹے ہین[3]"

---

[1] بخاری۔ [2] استیعاب ابن عبد البر ترجمہ لبید۔ [3] صحیح مسلم اسلام ابی ذر۔

ضماد ازدی ایک صاحب تھے جو جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، وہ یہ سنکر کہ محمدؐ (نعوذ باللہ) دیوانے ہوگئے ہین آپکے علاج کے لیے آئے، آپ نے مختصر سی حمد اور کلمۂ شہادت پڑھا، وہ سنکر متحیر رہ گئے، تین دفعہ پڑھوا کر سنا، پھر کہا کہ خدا کی قسم مین نے کاہنون کی بولی، اور جادوگرون کے منتر اور شاعرون کے قصائد سنے ہین لیکن تمھارا کلام کچھ اور ہی ہے، یہ تو سمندر تک مین اثر کر جائیگا[1]، جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ابوجہل اور قریش کے دیگر اکابر جمع ہوکر مشورہ کرنے لگے کہ محمدؐ کی تحریک روز بروز زور پکڑتی جاتی ہے کسی ایسے آدمی کو تلاش کرنا چاہیے، جو جادو کہانت اور شعر کہنا جانتا ہو، تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ کیا ہے، قریش کے مشہور سردار عتبہ بن ربیعہ نے کہا، مین یہ سب کچھ جانتا ہون کہو تو مین جاکر دیکھون، چنانچہ آستانۂ نبوی مین آکر اس نے صلح کے کچھ شرائط پیش کیے، آنحضرت صلعم نے اُس کے جواب مین سورۂ فُصِّلَت پڑھنی شروع کی، کچھ ہی آیتین پڑھی تھین کہ اس نے آپکے منھ پر ہاتھ رکھدیا، کہ قرابت کا واسطہ بس کرو، واپس پھرا تو چند روز تک گھر سے باہر نہین نکلا، ابوجہل نے جاکر کہا کیون عتبہ! محمدؐ کے یہان کھانا کھاکر پھسل گئے، عتبہ نے کہا تم جانتے ہو کہ مین سب سے زیادہ دولتمند ہون، مجھکو دولت کی طمع دامنگیر نہین ہو سکتی۔ لیکن محمدؐ نے میرے جواب مین جو کلام پیش کیا وہ نہ شعر تھا، نہ کہانت تھی، نہ جادو، مین نے ایسا کلام کبھی نہین سنا، اُنھون نے جو کلام پڑھا اس مین عذاب الٰہی کی دھمکی تھی، مین نے انکو قرابت کا واسطہ دیا کہ چپ ہو جائین، مین ڈرا کہ تم پر عذاب نہ آجائے لوگون نے کہا محمدؐ نے اپنی زبان سے عتبہ پر جادو کردیا[2]۔

ولید بن مغیرہ قریش مین بڑا دولتمند اور صاحب اثر تھا، وہ ایک دفعہ آپکی خدمت مین آیا، اور فرمایش کی کہ کچھ پڑھکر سنایئے، آپ نے چند آیتین پڑہین، اُس نے مکرر پڑھوا کر سنین، آخر بیخود ہو کر بولا، "خدا کی قسم اس مین کچھ اور ہی شیرینی اور تازگی ہے، اس نخل کی شاخون مین پھل اور اس کا تنہ بھاری ہے، یہ کسی انسان کا کلام نہین[3]"

بنو ذہل بن شیبان کے سردار مفروق کے سامنے آپ نے چند آیتین پڑہین تو گو وہ مسلمان نہ ہوا مگر کلام الٰہی سے

---

[1] صحیح مسلم باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبۃ،

[2] کتاب التفسیر ابن مردویہ، مسند ابو یعلی وسیرۃ ابن اسحاق۔ اخیر فقرہ صرف سیرۃ ابن اسحاق مین ہے۔

[3] مصنف عبد الرزاق۔ مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۵۰۶ مین یہ اور اوپر کا واقعہ دونون مل جل گئے ہین۔

متاثر ہوا[1]، نجاشی کے دربار میں حضرت جعفرؓ نے جب سورۂ مریم کی تلاوت کی تو اس پر رقت طاری ہوگئی اور اُسکی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، پھر کہا خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل" دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں[2]"

اِس قسم کے اور بعض واقعات ابن اسحاق نے سیرت میں نقل کیے ہیں، پہلی جلدوں میں پڑھ چکے ہو کہ لوگ کیونکر قرآن مجید کی آیتیں سنکر متاثر ہوجاتے تھے، حضرت عمرؓ کا دل ایک سورہ کی چند آیتیں پڑھکر[3] اور سنکر پتھر سے موم ہوگیا[4] حضرت جبیرؓ بن مطعم اسیران بدر کو چھڑانے آئے تھے، انہوں نے آنحضرت صلعم سے سورۂ طور کی ایک دو آیتیں سن لیں تو اُن کا دل دھڑکنے لگا[5]۔ حضرت عثمان بن مظعون نے چند آیتیں سن لیں تو فوراً حلقہ بگوش اسلام ہوگئے[6] حضرت طفیل بن عمرو دوسی کے کانوں میں اتفاقیہ قرآن مجید کی چند آیتیں پہنچ گئیں تو مسلمان ہوگئے[7]۔ طائف کے سفر میں حضرت خالد العدوانی نے آپ کو وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ پڑھتے سنا تو گو وہ اُس وقت مسلمان نہ ہوئے مگر پوری سورہ اُنکے دل میں گھر کر گئی یعنی یاد ہوگئی[8]۔ حبش سے بیس آدمیوں کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی، آپ نے اُنکو قرآن مجید پڑھکر سنایا، انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے[9]۔ حضرت ابو عبیدہ، حضرت ابو سلمہ، حضرت ارقم بن ارقم، یہ تینوں صحابہ اسی کی کشش مقناطیسی سے کھنچکر حلقۂ اسلام میں آئے[10] اور تو اور خود مہبط وحی اور حامل کلام ربانی کا کیا حال تھا؟ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک دفعہ قرأت شروع کی تو بے اختیار چشم مبارک سے آنسو جاری ہوگئے[11]، ایک اور موقع پر قرآن مجید کی چند آیتیں زبان مبارک سے ادا ہوئیں، اور اس کے بعد آنسوؤں کا تار بندھ گیا[12]،

کلام کی یہ شیرینی، یہ نمکینی، یہ تاثیر، یہ تسخیر جو دوست و دشمن، موافق و مخالف، شاہ و گدا، عالم و جاہل، پیغمبر و امت سب کو یکساں فریفتہ کرتی ہے، اعجاز نہیں تو اور کیا ہے؟ حکما، فلاسفہ، ادبا، اہل لغت، مفسرین، محدثین، فقہا، صوفیہ، شعرا، متکلمین، غرض نوع انسانی کی وہ کونسی صنف ہے جس نے ایک اُمّی کی زبان سے ادا

---

[1] روض الانف شرح سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ مصر، [2] مسند ابن حنبل جلد ا صفحہ ۲۰۲ و مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۳۱۰ [3] ابن سعد جلد ۳ حصہ اول ص ۱۹۱ و ابو یعلی و حاکم و بیہقی [4] مسند ابن حنبل جلد ا ص ۱۷، [5] صحیح بخاری تفسیر سورۂ طور۔ [6] مسند ابن حنبل جلد ا ص ۳۱۸ [7] استیعاب تذکرہ طفیل بن عمرو دوسی [8] مسند ابن حنبل جلد ۴ ص ۳۳۵، [9] سیرۃ ابن ہشام [10] اسد الغابہ تذکرہ ابو سلمہ بن عبد الاسد۔ [11] صحیح بخاری تفسیر فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ۔ [12] صحیح مسلم باب بکائہ صلعم لامتہ۔

ہونے والے پیغام کے عشق ومحبت مین اپنا سرمایۂ حیات قربان نہین کر دیا، اور جنکو اس کلام کی تشریح وتفصیل اور تحقیق وتوضیح کے خدمات کی لذت مین دنیا کی تمام نعمتین ہیچ نظر نہین آئین، کیا یہ اعجاز نہین؟

غور کرو! کہ ایک اُمّیِ محض، جو اُمّیون ہی کی گودون مین پلا، اور پلکر جوان ہوا، اُس نے ہوش سنبھالا تو گرد وپیش تاریکیون اور ظلمتون کے سوا اُس کو کچھ نظر نہین آیا، علوم وفنون اور تمدن وتہذیب سے ایک عاری ملک، عاری شہر اور عاری خاندان کے اندر نشو ونما پائی، جہان اہلِ فکر اور اربابِ علم کا وجود نہ تھا، وہ خود، اس کا خاندان اور اس کا وطن نوشت وخواند کے نقوش وحروف سے آشنا نہ تھا، گذشتہ صحفِ انبیا، اور افکار عالیہ کا ایک حرف اس کے کان مین کبھی نہین پڑا، علما، اور دانشورون کی صحبت اُسنے نہین اُٹھائی، اصولِ قانون، مبادی اخلاق، محاسنِ علم وعمل کی کوئی ظاہری تعلیم اس کو نہین ملی، بلکہ مدرسۂ علم وحکمت کے سایۂ دیوار تک کبھی اس کا گذر نہین ہوا! اور اسی طرح وہ اپنی زندگی کے چالیس دورے پورے کرتا ہے کہ دفعۃً غارِ حرا کے ایک دہانے سے اُجالا ہوتا ہے۔ علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کا سرچشمہ ابلتا ہے، ظاہری نوشت وخواند کے نقوش وحروف کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے، صحفِ انبیا، اور افکار عالیہ کے اوراق اسکی زبان پر جاری ہو جاتے ہین، اُس کے پرتوِ صحبت سے اُمّی اور جاہل علماے دہر اور دانشورانِ روزگار بنکر نکلنے لگتے ہین، اصولِ قانون، مبادیِ اخلاق اور محاسنِ علم وعمل کی تعلیم کا غلغلہ اسکی بزم فیض کے گوشہ گوشہ سے بلند ہوتا ہے، کلام ربّانی کے پردہ مین علم وحکمت کے پوشیدہ اسرار فاش ہونے لگتے ہین۔ اس سے زیادہ قرآن مجید کے معجز ہونے کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟!

توراۃ قانون وشریعت ہے، لیکن اخلاق اور موعظت نہین، انجیل اخلاق وموعظت ہی لیکن قانون وشریعت نہین، زبور مخاطبات قلبی اور دعاؤن کا مجموعہ ہے لیکن دیگر صفات سے خالی، مسیح کے صحیفہ مین خطابت کی ہنگامہ آرائیان ہین مگر استدلال اور فکر ونظر کی دعوت نہین، صحفِ بنی اسرائیل پیشینگوئیون سے لبریز ہین، مگر دقائقِ حکمت اور دوسرا ایمان وعمل سے خالی ہین، دنیا مین ایک ہی کتابِ الٰہی ہے جو قانون وشریعت بھی ہے اور اخلاق وموعظت بھی، مخاطباتِ قلبی اور دعاؤن کا گنجینہ بھی ہے، اور دیگر کتبِ الٰہیہ کی مجموعی

صفتون کی حامل بھی، خطابت بھی ہے اور استدلال وفکر بھی، اظہارِ غیب اور پیشینگوئیون سے لبریز بھی ہو، اور دقائق حکمت اور اسرارِ ایمان وعمل سے معمور بھی، اور اُن سب کے ساتھ عین اس وقت جب اور کتب الٰہی تحریف و تغییر اور تراجم وتعبیر سے اپنی اصلی زبان اور اصلی الفاظ کھو چکی ہین، اُسکی بقا اور حفاظت کی یہ ذمہ داری کہ تیرہ سو برس کے بعد بھی اوس کے ایک لفظ ایک حرف ایک نقطہ مین تغیر وتبدل نے راہ نہین پائی، وہ اپنی زندگی جاوید کے لیے کاغذ کے نقوش وحروف کی محتاج نہین کہ لاکھون انسانون کے سینے اس خزانہ کے صندوق ہین، اور وہ اسی زبان اور انھین الفاظ اور انھین حروف کے قالب مین ابتک جلوہ گر ہے جس مین دستِ قدرت نے اُس کو ڈھالا تھا، اور جبریل امین نے اس کو اتارا تھا، اور محمد عربی نے اُس کو اُمت کے ہاتھون مین سونپا تھا، کیا یہ اعجاز نہین؟

یہین سے یہ نکتہ بھی حل ہوتا ہے کہ قرآن مجید اپنی تعلیمات اور معانی کے ساتھ اپنے الفاظ، کلمات اور عبارت مین بھی معجزہ ہے، اور اسکی فصاحت وبلاغت کے معجزانہ کمال کی دوسری آسمانی کتابین حریف نہین بن سکتین، کیونکہ دوسری آسمانی کتابین اپنے الفاظ کے لحاظ سے نہین، بلکہ اپنے معنی کے لحاظ سے وحی ہین، چنانچہ نہ تو خود ان کتابون کو اور نہ ان کے ماننے والون کو اس کا دعوے ہو اور نہ کبھی انھون نے اپنی کتابون کو کلام وعبارت کے لحاظ سے معجز کہا ہے، چنانچہ اسی لیے وہ اصل الفاظ اور زبان جسکے قالب مین وحی موسوی (تورات) اور عیسوی (انجیل) نے ظہور کیا، مدت ہوئی کہ دنیا اُن سے محروم ہوگئی، تورات کی اصل عبرانی زبان جو حضرت موسیٰ کی زبان سے نکلی تھی، وہ بخت نصر کی آگ کی نذر ہوگئی اور اُس نے آرامی اور سریانی زبان کا قالب اختیار کرلیا، اور آخر صدہا سال کے بعد حضرت عزیرؑ نے پھر اُس کو عبرانی زبان مین منتقل کیا، انجیل کے متعلق ابھی تک یہی طے نہین ہوا کہ اسکی اصل زبان کیا تھی؟ اور انجیل پہلے پہل کس زبان مین لکھی گئی تھی؟ انجیل کی سب سے قدیم زبان یونانی زبان ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ وہ زبان نہین جو حضرت عیسیٰ فلسطین کے ملک مین بولتے تھے، ایسی حالت مین ان کتابون کی فصاحت وبلاغت کے اعجاز اور اس کے الفاظ کے منجانب اللہ ہونے کا دعویٰ کیونکر کیا جاسکتا ہے

برخلاف اس کے دنیا مین "وحیِ محمدیؐ" سب سے پہلی اور سب سے آخری کتاب ہے جس نے اس حیثیت سے اپنے اعجاز کا دعوے کیا، چنانچہ قرآن مجید کا حرف حرف اور لفظ لفظ وحی ہے، اور وہی ہے جو محمد رسول اللہ کی زبان سے ادا ہوا، اور وہ ہر قسم کی تحریف و تغییر سے پاک ہے، اس لیے اس کے الفاظ، کلمات، اور عبارات تک معجزہ ہین، اور اس وصف مین دنیا کی کوئی آسمانی کتاب اسکی ہمسری کا دعویٰ نہین کرسکتی[1]۔

[1] یہان مسئلہ اعجاز القرآن کی گفتگو مقصود نہین یہ مباحث مفصل آیندہ کسی جلد مین آئینگے یہان صرف بسلسلۂ معجزات ضمن اسکا مختصر تذکرہ مقصود تھا۔

اُمّیت

یعنی

آنحضرت صلعم کا ظاہری تعلیم اور نوشت وخواند کے داغ سے پاک ہونا

اَلرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (اعراف)

یہ واقعہ محتاجِ بیان نہین کہ آنحضرت صلعم ظاہری تعلیم اور نوشت وخواند کے داغ سے پاک تھے، قرآن مجید نے متعدد موقعون پر اس واقعہ کا اظہار کیا ہے، چنانچہ سورۂ اعراف مین ہے،

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ، یہ مسلمان وہ ہین جو اَن پڑھ پیغمبر اور فرستادۂ الٰہی کی پیروی کرتے ہین

اسی سورہ مین پھر اس کے بعد ہی ہے،

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ، تو لوگو! خدا پر اور اُس کے اَن پڑھ پیغمبر اور فرستادہ پر ایمان لاؤ۔

سورۂ جمعہ مین نہ صرف آپ کے اُمّی، بلکہ اغلب آبادی کی حالت کے لحاظ سے تمام قریش اور عرب کے اُمّی ہونے کا اظہار ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (جمعہ ۱) اسی خدا نے امیون کے درمیان انہین مین سے ایک پیغمبر بنا کر بھیجا۔

دوسری جگہ سورۂ عنکبوت مین ارشاد ہوتا ہے،

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ، (عنکبوت ۵) قرآن کے نزول سے پہلے اے پیغمبر نہ تو تم کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے اس کو لکھ سکتے تھے اگر ایسا ہوتا تو یہ باطل پرست شک کر سکتے تھے

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا انسانی تعلیم سے پاک ہونا بھی مصلحتِ الٰہی کا ایک خاص منشا تھا، اسی لیے اسکے بعد ہی ارشاد ہوتا ہے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا معترضین کہتے ہین کہ اس پیغمبر پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی

اَلْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ اَوَلَمْ یَکْفِہِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْہِمْ (عنکبوت ۵)

نشانی کیون نہین اُتری، کہدے کہ نشانیان خدا کے قبضۂ قدرت مین ہین اور مین تو صرف خدا سے ڈرانیوالا ہون، کیا ان معترضین کو یہ نشانی کافی نہین ہو کہ ہمنے تجھپر (جو امی ہو) کتاب اتاری جو انکو پڑھکر سنائی جاتی ہو،

قرآن مجید کی مختلف سورتون مین اس کا اظہار ہے کہ "اے محمد صلعم تمھاری زبان سے آج گذشتہ پیغمبرون، اگلی امتون اور عہد ماضی کے واقعات ادا ہوتے ہین" ان واقعات اور حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے تین ہی ذریعے انسان کے ہاتھ مین ہین، ایک یہ کہ وہ اس واقعہ کے وقت موجود ہو، دوسرا یہ کہ ان حالات کو کتابون مین پڑھے۔ تیسرا یہ کہ اورون سے سنے، آنحضرت صلعم اطلاع کے ان تینون ذرائع سے ناآشنا تھے، اوّل ذریعہ تو ظاہر ہے کہ مفقود تھا، قرآن مجید مین آدمؑ سے مولد محمدیؐ تک کے تمام واقعات بیان کیے گئے ہین، یہ واقعات آپکی پیدایش سے پہلے وقوع پذیر ہوئے تھے اور آپ کے پاس ان کے علم کا کوئی ظاہری ذریعہ نہ تھا، اسی لیے قرآن مجید نے متعدد مواقع مثلاً حضرت مریمؑ اور زکریاؑ کے قصّہ مین کہا ہے،

ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ وَمَا کُنْتَ لَدَیْہِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَہُمْ اَیُّہُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ وَمَا کُنْتَ لَدَیْہِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ (آل عمران ۵)

یہ گذشتہ زمانہ کی خبرون مین سے ہے جسکو ہم تیری طرف وحی کر رہے ہین تو ان کے پاس اسوقت موجود نہ تھا جب وہ اپنا اپنا پانسہ ڈال رہے تھے کہ کون مریم کی کفالت کریگا، اور نہ تو ان کے پاس اسوقت تھا جب وہ جھگڑ رہے تھے

حضرت موسیٰؑ کے قصّہ مین ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا کُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَآ اِلٰی مُوْسَی الْاَمْرَ وَمَا کُنْتَ مِنَ الشّٰہِدِیْنَ وَلٰکِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْہِمُ الْعُمُرُ وَمَا کُنْتَ ثَاوِیًا فِیْٓ اَہْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِنَا وَلٰکِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ وَمَا کُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَا وَلٰکِنْ رَّحْمَۃً

جب ہمنے موسیٰ کو اپنا فیصلہ دیا تو تو اس وقت مغربی گوشہ مین موجود نہ تھا، بلکہ ہمنے صدیان اسپر گذار دین، تو ہمین پیدا کین جنکی بڑی بڑی عمرین ہوئین اور نہ تو اہل مدین مین قیام پذیر ہو کر آیات الٰہی انکو پڑھکر سناتا تھا، بلکہ ہم آیندہ تمکو بھیجنے والے تھے، اور نہ تو اسوقت کوہ طور مین تھا جب ہمنے موسیٰ کو آواز دی ہی بلکہ اس قصّہ کا علم تجھکو جو حاصل ہو رہا ہے محض تیرے

مِّنْ رَّبِّكَ، (قصص ۵) تیرے پروردگار کی رحمت ہی۔

حضرت یوسفؑ کے قصہ مین فرمایا،

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ (یوسف ۱۱) یہ اس گذشتہ زمانہ کے قصہ کا علم ہم تمکو اپنی وحی سے عطا کرتے ہین تو اسوقت انکے پاس موجود نہ تھا جب وہ باہم شورہ سے بات کرتے تھے

علم کا دوسرا ذریعہ یہ تھا کہ کتابون کو پڑھکر اطلاع حاصل ہو، قرآن مجید نے اسکی بھی نفی کی۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ (عنکبوت ۵) نہ تو تو اس سے پہلے کوئی کتاب پڑھکر سناتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ سے تو اس کو لکھ سکتا تھا۔

مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ، (شوری) تجھکو تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کسکو کہتے ہین

تیسری صورت یہ تھی کہ دوسرون سے سنکر یہ علم حاصل کیا جائے، سب کو معلوم ہے کہ نبوت سے پہلے آنحضرت صلعم کی زندگی تمامتر مکہ معظمہ مین گذری بجز اس کے کہ چند مہینے بصریٰ وغیرہ کے سفر تجارت مین گذرے ہون، اور خود مکہ معظمہ مین نہ ان واقعات کا کوئی واقف کار تھا اور نہ قریش کو اُن سے آگاہی تھی، اس لیے یہ ذریعہ علم بھی ثابت نہین چنانچہ قرآن مجید نے علی الاعلان کہا،

تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا (ھود ۴) یہ گذشتہ زمانہ کی باتین ہین جنکی بذریعہ وحی ہم تمکو تعلیم کرتے ہین، تو خود اور تیری قوم اس سے پہلے اُن سے آگاہ نہ تھی۔

آنحضرت صلعم کی جو زندگی مکہ معظمہ مین گذری اور سفر تجارت مین قریش کے شامی قافلون کے ساتھ جو زمانہ بسر ہوا اُس کا ایک ایک واقعہ قریش کے سامنے تھا، جب آپ مکہ مین تھے تب بھی آپ قریش کے مجمع مین تھے، اور جب کبھی مکہ سے باہر گئے تو بھی قریش ہی کے جھرمٹ مین رہے، اس لیے آپکی زندگی کا کوئی لمحہ اُن سے مخفی نہ تھا، اگر آپ نے کوئی ظاہری تعلیم پائی ہوتی تو شاعر و مجنون و ساحر کی طرح وہ اس الزام کا اظہار بھی کر سکتے تھے مگر انھون نے نہین کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان کو اس بات کا یقین تھا کہ محمدؐ کا سینہ ظاہری تعلیم کے عیب سے

داعدار نہین، چنانچہ قرآن مجید نے باواز بلند کہا۔

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس ۲)

اگر خدا کو منظور ہوتا تو مین تمکو یہ قرآن پڑھکر سناتا اور نہ خدا تمکو اس قرآن سے آگاہ کرتا، اس سے پہلے مین مدتون تم مین رہ چکا ہون کیا تم یہ نہین سمجھتے۔

قرآن مجید نے ان کے تمام شکوک اور الزامات کو دہرایا ہو، ان کو یہ شک تھا کہ محمد صلعم کسی دوسرے سے سن کر یہ قرآن پیش کرتے ہین۔ چنانچہ قرآن مجید نے اُن کے اس اعتراض کو نقل کیا اور اس کا جواب دیا،

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ (نحل ۱۴)

اور ہمکو بتحقیق معلوم ہو کہ یہ کفار کہتے ہین کہ محمد کو کوئی آدمی سکھاتا ہو، اُس شخص کی زبان جس کی طرف یہ منسوب کرتے ہین عجمی ہے اور یہ فصیح عربی زبان ہو،

سورۂ فرقان مین چند آدمیون کی شرکت کا شبہہ مذکور ہو،

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ، فَقَدْ جَاۗءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ، (فرقان ۱)

اور کافر کہتے ہین کہ یہ قرآن من گھڑت چیز ہے جس کو محمد نے گھڑ لیا ہو اور اس افترا پردازی مین چند اور آدمی بھی شریک ہین، وہ یقیناً غلط اور جھوٹ کہتے ہین۔

یہ سب شبہات کیے گئے مگر کفار نے کبھی یہ شبہہ نہین ظاہر کیا کہ محمد نے چپکے سے پڑھنا سیکھ لیا ہو اور دوسری آسمانی کتابین پڑھکر یہ قرآن بنا لیتے ہین، اس سے ثابت ہوا کہ آپکی اُمّیت پر ان کو یقین تھا، مدینہ آکر یہودیون سے معاملہ پڑا، روایات مین بکثرت اس قسم کے واقعات مذکور ہین کہ یہود آپ کے پاس آتے تھے اور آپ سے وہ سوالات کرتے تھے جو انکی کتابون مین مذکور تھے، اور کہتے تھے کہ ان کے جواب پیغمبر ہی دے سکتا ہے، آنحضرت صلعم اُن کے صحیح جوابات دیتے تھے، اور وہ متحیر رہ جاتے تھے، اس واقعہ سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہو کہ یہود کو بھی یہ یقین تھا کہ محمد رسول اللہ صلعم اُمّی محض ہین اور ہماری کتابون کو نہ اُنھون نے پڑھا ہے اور نہ پڑھ سکتے ہین

ورنہ اس جرأت کے ساتھ وہ اپنی کتابون کے سوالات اُس شخص کے سامنے جسکی نسبت ان کو معلوم ہوتا کہ وہ ان کو پڑھ چکا ہے یا پڑھ سکتا ہے نہ پیش کرتے اور نہ اس کو حق وباطل کا معیار قرار دیتے،

قریش کو جس شخص کی نسبت شبہہ تھا کہ وہ آنحضرت صلعم کو سکھاتا ہے اس کے متعلق امام طبری نے تفسیر مین مختلف روایتین نقل کی ہین جن سے اُسکی شخصیت اور نام کے متعلق کوئی صحیح فیصلہ نہین ہوسکتا، تاہم مجموعی حیثیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ مین کوئی نصرانی غلام تھا جو اپنی زبان مین کتب مقدسہ کبھی کبھی پڑھا کرتا تھا، اور آپ راستہ چلتے اُس کے پاس کبھی کبھی کھڑے ہوجاتے تھے، اسی پر کفار نے کہا کہ محمد کو یہی قرآن کی آیتین سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس غلام کی، اور جو کتابین وہ پڑھا کرتا ہے اُنکی زبان عربی نہین، اور نہ وہ عربی جانتا ہے، اور آنحضرت صلعم عربی کے سوا کوئی اور زبان نہین جانتے اور خود قرآن کی زبان فصیح عربی ہے یہ کیونکر ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم غیر زبان کو سمجھ لین اور وہ عجمی غلام قرآن جیسی فصیح زبان مین کلام کرے۔

آنحضرت صلعم کے بچپن کے واقعات مین سے ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو آپ کے چچا ابوطالب اپنے ساتھ شام لیے جارہے تھے، راستہ مین بحیرا نام ایک راہب نے آپ کو دیکھا اور آثار سے پہچان لیا کہ آپ ہی پیغمبر آخرالزمان ہین، چنانچہ اُس نے ابوطالب کو مشورہ دیا کہ انکو مکہ واپس بھیجدو، ورنہ یہود اگر دیکھ لین گے تو قتل کرڈالین گے، اگرچہ یہ واقعہ جیسا کہ سیرۃ نبوی جلد اوّل (شام کا سفر) مین بہ تفصیل لکھا جاچکا ہے صحیح نہین ہے، تاہم ہمارے عیسائی احباب اس ضعیف روایت پر اپنے شکوک وشبہات کی عظیم الشان عمارت قائم کرتے ہین اور کہتے ہین کہ پیغمبرِ اسلام نے اِسی راہب کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ اگر یہ صحیح ہے تو دنیا کے لیے اس سے بڑا معجزہ محمد رسول اللہ صلعم کا اور کیا چاہیے کہ ایک ابجد ناشناس طفل دوازدہ سالہ نے چند گھنٹون مین حقائق واسرارِ دین، اصولِ عقائد، نکاتِ اخلاق، مہمّاتِ قانون اور ایک شریعتِ عظمیٰ کی تکمیل دنیا سیس کے طریقے سب کچھ سیکھ لیے! کیا ہمارے عیسائی دوست اس معجزہ کو تسلیم کرتے ہین؟

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی پیغمبرانہ زندگی پورے ۲۳ برس تک قائم رہی، اگر آنحضرت صلعم

کسی انسانی معلم سے فیض پاتے رہتے تو ضرور تھا کہ وہ اس پورے زمانہ تک یا بڑی حد تک خلوت وجلوت مین آپ کے ساتھ رہتا کہ وقت ضرورت (نعوذ باللہ) آپ اُس سے قرآن بنواتے، احکام ومواعظ سیکھتے، اسرار ونکات معلوم کرتے، اور یہ شخص یقیناً مسلمان نہ ہوتا، کیونکہ جو شخص خود مدعیِ نبوت کو تعلیم دے رہا ہو، وہ کیونکر اسکی نبوت کو تسلیم کرسکتا تھا، اور پھر اس شہرت عام، ذکر جمیل، رفعتِ مقام کو دیکھکر جو مدّعیِ نبوت کو حاصل ہو رہی تھی، وہ خود پردہ کے پیچھے گمنامی پسند کرتا، اور صحابۂ کرام کی نگاہون سے اس کا وجود ہمیشہ مستور رہتا، جس عجمی کی نسبت قریش کو شبہہ تھا، اگر حقیقت مین آپ اُس سے تعلیم حاصل کیا کرتے تو قریش جو آپکی تکذیب، تذلیل اور آپکو خاموش کرنے کی ہر تدبیر پر عمل پیرا ہو رہے تھے، اُن کے لیے آسان تھا کہ اُس غلام عجمی کو الگ کر دیتے کہ محمد رسول اللہ کی وحی اور قرآن کا تمام کاروبار دفعۃً درہم برہم ہوجاتا، علاوہ ازین زیادہ سے زیادہ اس کا وجود مکہ مین تھا، پھر مدینہ مین ۱۳ برس تک سینۂ نبوت سے فیضانِ الٰہی کا سرچشمہ کیونکر ابلتا رہا۔ قرآن، شریعتِ اسلام، اور احکام کا بڑا حصّہ یہین وحی ہوا ہے، مکہ مین تو نسبتۃً بہت کم سورتین نازل ہوئی ہین۔

جب مدینۂ منورہ مین اسلام کا چرچا پھیلا تو یہود ونصاریٰ نے اسلام کو بدنام اور بے اثر کرنے کی ایک تدبیر یہ سوچی کہ لوگ جھوٹ موٹ آکر پہلے مسلمان اور پھر چند روز کے بعد مرتد ہوجائین، تاکہ محمد صلعم کی بدنامی ہو، اور لوگون کو خیال ہو کہ اگر یہ مذہب سچا ہوتا تو اس کو قبول کرکے کوئی کیون چھوڑ دیتا۔

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ، (آل عمران)	اور اہل کتاب مین سے ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمانون پر جو اترا ہے اس پر صبح کو ایمان لاؤ اور شام کو اس سے پھر جاؤ۔ شاید کہ وہ لوگ (مسلمان) بھی پھر جائین۔

چنانچہ اسی سازش کی مطابق ایک عیسائی نے اسلام قبول کیا، اور سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھی، آنحضرت صلعم نے کتابت وحی کی خدمت اُس کے سپرد کی، چند روز کے بعد وہ مرتد ہوگیا اور کہنے لگا کہ مین نے محمد کو جو کچھ لکھدیا ہے، وہ اس کے سوا کچھ نہین جانتے، خدا نے اپنی نشانی ظاہر کی اور موت نے بہت جلد اسکی

افترا پردازی کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا[1]۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ محمد صلعم کے فیضانِ نبوت کا چشمہ اب بھی اسی طرح جوش زن ہے۔

صلح حدیبیہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ قریش اور مسلمانون کے درمیان عہد نامہ مرتب ہو رہا تھا، حضرت علیؓ عہد نامہ لکھ رہے تھے، عہد نامہ کی عبارت یہ تھی کہ "یہ وہ شرائط ہین جنکو خدا کے رسول محمدؐ نے منظور کیا"۔ قریش نے کہا "اگر ہم آپ کو خدا کا رسول جانتے تو اس لڑائی کی نوبت ہی کیون آتی؟ اس لفظ کو مٹا کر اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیے" آپ نے حضرت علیؓ کو ایما فرمایا کہ انکی حسب خواہش ترمیم کر دو، حضرت علیؓ نے کہا مجھ سے یہ گستاخی نہین ہو سکتی، آپ نے پوچھا وہ الفاظ کہان ہین، حضرت علیؓ نے انگلی رکھکر بتایا تو آپ نے خود اپنے دست مبارک سے "رسول اللہ" کا لفظ مٹا دیا اور "محمد بن عبد اللہ" لکھدیا، یہ واقعہ بخاری، مسلم، نسائی، مسند ابن حنبل اور تمام کتب سیر مین مذکور ہے، اسی کے ساتھ بخاری مین یہ تصریح ہے[2] کہ ولیس یحسن یکتب اور مسند احمد مین بروایت اسرائیل یہ الفاظ ہین ولایس یحسن ان یکتب یعنی "آپ لکھنا نہین جانتے تھے" لیکن باوجود اس کے تمام احادیث و سیر مین یہ ہے کہ "آپ نے "محمد بن عبد اللہ" کے الفاظ لکھدیے" روایت کے ظاہری معنی سے بعضون کو یہ شبہہ ہوا کہ آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے یہ الفاظ لکھے، اور آپ نے شاید اخیر زمانہ مین لکھنا سیکھ لیا تھا، ابن ابی شیبہ نے مجاہد کے واسطہ سے یہ روایت کی ہے کہ "آپ نے اُس وقت تک وفات نہین پائی جب تک آپ کو لکھنا پڑھنا نہ آگیا" اور ایک روایت (بواسطۂ یونس بن میسرہ عن ابی کبشۃ السلولی عن سہل بن الحنظلیہ) نقل کی ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ سے ایک فرمان لکھوا کر اقرع اور عیینہ کو عنایت فرمایا، انھون نے رسول اللہ صلعم سے آکر کہا کہ معلوم نہین اس مین کیا لکھا ہے، آپ نے اس پر ایک نظر ڈالکر فرمایا، وہی لکھا ہے، جو مین نے حکم دیا ہے۔

اگر یہ روائتین صحیح ہین تو یہ آنحضرت صلعم کا ایک اور معجزہ ہوگا کہ انسانی تعلیم کے بغیر اللہ تعالیٰ نے آپکو

[1] صحیح بخاری علامات النبوۃ فی الاسلام [2] صحیح بخاری باب عمرۃ القضاء۔

یہ فن بھی اپنی بارگاہ سے عنایت کیا، مگر واقعہ یہ ہو کہ یہ روایتین تمامتر موضوع یا نہایت ضعیف ہین، اس لیے آپکی اُمیّت کے متعلق جو متواتر روایتین ہین ان سے اُنکی تنسیخ نہین ہوسکتی۔ یہ ممکن ہو کہ اُمّی سے اُمّی آدمی کے ہان جب روز و شب لکھنے پڑھنے کا کام لگا رہے تو وہ کسی قدر حرف شناس ہوجائے، خصوصًا اپنے نام اور دستخط کو پہچان لینا اور اُنکو لکیر کھینچکر لکھدینا تو معمولی بات ہو لیکن اصل یہ ہو کہ فاعل مجازی و حقیقی کی تفصیل مین راویون سے مسامحت ہوئی ہے، عمومًا سلاطین امرا اور اکابر جو فرامین اور مراسلات لکھاتے ہین، محاورۂ عام مین اُنکو لکھنا ہی کہتے ہین تم کہتے ہو کہ "عالمگیر نے یہ فرمان لکھکر دیا" "شاہجہان نے جامع مسجد بنائی" "فلان بادشاہ نے یہ قلعہ تعمیر کیا" حالانکہ لکھنے والے، بنانے والے، اور تعمیر کرنے والے کاتب اور معمار تھے، مگر چونکہ ان سلاطین کے حکم سے اور انھین کے طرف سے وہ لکھا یا بنایا گیا اس لیے بولنے والے خود سلاطین اور امرا کی طرف فعل کی نسبت کردیتے ہین۔ چنانچہ اسی محاورہ کے مطابق اُس موقع پر جب آنحضرت صلعم نے سلاطینِ عالم کے نام دعوت نامے بھیجے ہین تو وہان عام طور پر یہ الفاظ ہین، وکتب الی قیصر وکتب الی کسریٰ "آپ نے قیصر کو یہ خط لکھا، کسریٰ کو یہ لکھا" مگر سب کو معلوم ہو کہ آپنے دستِ خاص سے یہ خطوط لکھکر نہین بھیجے، مگر چونکہ آپ ہی نے لکھوائے تھے اس لیے اُنکی نسبت آپ ہی کی طرف کی گئی، روزمرّہ کی بات ہو کہ ہندوستان کے ادنیٰ طبقے جو نوشت و خواند سے عاری ہین وہ اپنے اعزّہ اور احباب کو خط لکھاتے ہین، مگر کہنے والے اس کو یون ہی کہتے ہین کہ "اس نے خط مین لکھا ہو کہ مین آنے والا ہون" حالانکہ وہ خود لکھنے والا نہین، اُس نے دوسرون سے لکھایا ہے، مگر چونکہ لکھنے والے نے اپنا مدعا نہین، بلکہ لکھانے والے کی زبان سے اس کا مدعا ظاہر کیا ہے اس لیے اُسی کی طرف فعل کی نسبت کردی گئی، قرآن نے آپ کو باربار اور برملا اُمّی کہا ہو اس سے زیادہ ثبوت اس کا اور کیا چاہیے؟ لیکن آپ امی ہوکر امیون مین بلکہ کتب سابقہ کی ظاہری تعلیم سے ناآشنا ہوکر بھی سب کچھ جانتے تھے، اور یہ آپکا معجزہ تھا، کفّار کو خطاب کرکے قرآن کہتا ہو کہ محمّد کی صداقت کی یہ دلیل کافی نہین کہ وہ ناآشنائے تعلیم ہوکر بھی وہ کچھ جانتا ہو جس کی علمائے بنی اسرائیل کے سوا اور کسی کو خبر نہین، إِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ (شعراء) یہ باتین گذشتہ پیغمبرون کی کتابون مین آچکی ہین کیا ان کافرون کیلیے یہ نشانی نہین کہ ان باتون کو (جو ایک امی کی زبان سے ادا ہوئی ہین) بنی اسرائیل کے عالم جانتے ہین

ذاتِ نبویؐ کی حفاظت

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ

انبیائے کرام جب دنیا مین تشریف لاتے ہین تو وہ دنیا کی جہالت و ظلمت، جور و ستم، گناہ و معصیت کے خلاف اپنا جہاد شروع کر دیتے ہین، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہزارون انسان اُن کے دشمن بلکہ اُن کے خون کے پیاسے ہوجاتے ہین، اُس تنہائی و بیکسی کے عالم مین جس سے ہر مصلح کو آغازِ دعوت مین دوچار ہونا پڑتا ہے صرف اسی قادر و توانا کا ہاتھ ہوتا ہے جو اُنکی تسکین و نصرت کا سہارا ہوتا ہے، حضرت ابراہیمؑ نمرود کے دربار مین، اور حضرت موسیٰؑ فرعون کی بارگاہ مین، حضرت عیسیٰؑ رومیون اور یہودیون کی عدالت مین ایک ہی گناہ کے مجرم تھے، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے اس پیغام کی بقا و قیام کا جس کے لئے وہ پیغمبر کو مبعوث کرتا ہے خود ذمہ دار ہوتا ہے اس لیے اس بیکسی و بیچارگی کے عالم مین اسکی زندگی کا وہی محافظ اور نگہبان بن جاتا ہے کہ وہ بے خوف و خطر اپنے فرائض کو انجام دے سکین۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کو شروع ہی مین تسکین دیدی گئی تھی،

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (طور ۲) اپنے رب کے حکم کے انتظار مین صبر کیے بیٹھا رہ کہ تو ہماری آنکھون کے سامنے ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم نے جب دعوت کا آغاز کیا تو مکہ کا بچہ بچہ آپ کا دشمن ہوگیا، آپ کو طرح طرح کے آزار پہنچائے گئے، آپ کے خلاف سیکڑون منصوبے باندھے گئے، آپ کے قتل کی سازشین ہوئین، تلوارین زہر مین بجھا کر رکھی گئین، سوتے مین آپ کے قتل کا ارادہ کیا گیا، میدان جنگ مین آپ پر نرغہ کیا گیا، کمینگاہون سے آپ پر حملے کیے گئے، غفلت مین آپ کے سر پر پتھر گرانے کی تدبیر سوچی گئی، کھانے مین زہر دیا گیا، مگر ہر موقع پر یہ ظاہر ہوا کہ ؏ دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است، اور قرآن مجید کا یہ اعلان صحیح ثابت ہوا۔

اِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ (اسراء ۶) تیرے پروردگار نے لوگون کو گھیر رکھا ہے کہ تجھ پر دسترس پا ئین۔

یہ خود ایک مستقل معجزہ ہے کہ ان ہنگامون، فتنون اور سازشون کے عالم مین خصوصاً عرب کے ملک مین جہان، اقتدار

حکومت یا نظامِ امن کا نام و نشان تک نہ تھا، کیونکر آپ نے بحفاظت تمام اپنے فرض کو انجام تک پہنچایا

قریش کی مجلسین اکثر خانۂ کعبہ مین منعقد ہوا کرتی تھین، اور اکثر وہین انکی نشست و برخاست رہا کرتی تھی، تاہم آنحضرت صلعم نماز اور طواف کے لیے بے خوف و خطر وہین تشریف لے جایا کرتے اور برملا اُن کے دیوتاؤن اور بتون کی برائیان بیان کیا کرتے تھے، آخر قریش نے ایک دفعہ ارادہ کیا کہ نعوذ باللہ آپ کا خاتمہ کر دین، یہ خبر آپ تک پہنچتی ہے، مگر اس سے آپ کے ارادہ مین کسی قسم کا وہن یا ضعف نہین پیدا ہوتا، ایک دن قریش نے یہ طے کیا کہ آج محمد کی بوٹی بوٹی اُڑا دی جائے، اتفاق سے کفّار کی یہ تقریر حضرت فاطمہ سُن لیتی ہین، وہ روتی ہوئی باپ کی خدمت مین حاضر ہوتی ہین، آپ تسلّی دیتے ہین، اور وضو کر کے حرم کی سمت روانہ ہو جاتے ہین، دشمنون کی نگاہین آپ پر پڑتی ہین تو وہی نگاہین جو اب تک خون آشامی کیلئے تیار تھین دفعۃً سرنگون ہو جاتی ہین[۱] حاکم مین ہے کہ اس کے بعد آپ نے چند کنکریان اُٹھا کر مارین، جن جن کو یہ کنکریان جا کر لگین وہ بدر مین مارے گئے

ایک دفعہ ابوجہل نے ارادہ کیا کہ اگر اب وہ آپ کو سجدہ مین دیکھے گا تو آپ کی پیشانی کو رگڑ دیگا، جب وہ اس ارادہ سے آگے بڑھا تو جھجھک کر پیچھے لوٹ گیا، لوگون نے دریافت کیا تو اس نے کہا، مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرے اور محمد کے درمیان آگ کی خندق حائل ہے اور چند پردار ہستیان کھڑی ہین، آپ نے فرمایا "اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کے ٹکڑے اڑا دیتے[۲]"

معلوم ہی کہ جس شب کو آپ نے ہجرت کا ارادہ کیا ہی، قریش کے تمام خاندانون نے ملکر آپ کے قتل کا فیصلہ کر لیا تھا، قریش کے بہادر، رات بھر خانۂ اقدس کو پہرہ دے رہے تھے تاہم آپ ان کے سامنے سے نکلے، زبانِ مبارک پر یہ آیت پاک تھی،

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (یٰسین ۱)

ہم نے اُن کے آگے اور پیچھے دیوارین کھڑی کر دین، (انکی آنکھون پر) پردہ ڈال دیا کہ وہ نہین دیکھتے ہین۔

---

[۱] مستدرک حاکم جلد اوّل صفحہ ۱۶۳ حیدر آباد، مسند ابن حنبل جلد اوّل صفحہ ۳۰۳ [۲] صحیح مسلم باب قولہ تعالیٰ وَمَا کَانَ اللہُ لِیُعَذِّبَهُمْ،

پہرہ دارون کی آنکھون پر قدرت نے مُہر لگا دی اور آنحضرت صلعم ان کے درمیان سے نکل کر چلے گئے، صبح ہوئی تو دشمن آپ کے تعاقب مین اُس غار تک پہنچ گئے جہان آپ اور حضرت ابوبکرؓ جاکر چھپے تھے، وہ اس غار کے دہانہ تک پہنچ گئے اور اگر وہ ذرا جھک کر دیکھتے تو ان مقدس پناہ گزینون پر انکی نظر پڑجاتی، مگر خدا نے اُن کی عقل و دوراندیشی کے نور کو بجھا دیا کہ نیچے جھک کر دیکھنے کا خیال تک ان کے دل مین نہین آیا،

کفار نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو محمدؐ کو گرفتار کر لائیگا یا ان کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام مین ملین گے، یہ سنکر سراقہ بن جعشم اپنے اسپ راہوار پر سوار ہو کر آپ کے تعاقب مین روانہ ہوا، اور دمبدم اس مختصر قافلہ کے قریب ہو رہا تھا، حضرت ابوبکرؓ پر بتقاضاے بشری اضطراب طاری تھا، مگر آنحضرت صلعم کی سکینتِ خاطر مین کوئی فرق نہین آیا۔ آپ نے دعا کی تین دفعہ اُس کے گھوڑے کے پانون زمین مین دھنس دھنس گئے، اس نے فال کے تیر نکالکر دیکھے تو ہر دفعہ نفی مین جواب آیا۔ بالآخر اس کو یقین ہوگیا کہ یہ کوئی اور ہی راز ہے، اور ذات محمدی ہماری گرفت سے باہر ہے، اُس نے اپنے ارادۂ فاسد سے توبہ کی اور آنحضرت صلعم سے ایک خطِ امان لیکر واپس[1] پھر گیا، اور بعد کو مسلمان ہوگیا،

شروع شروع مین جب آپ مدینہ تشریف لائے تو صحابہ جان نثاری کی بنا پر راتون کو آپ کے گرد پہرہ دیا کرتے تھے، ایک رات صحابہ آپ کے خیمہ کے گرد پہرہ دے رہے تھے کہ آیت نازل ہوئی۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (مائدہ)   اور اللہ لوگون سے تیری حفاظت کرے گا،

آپ نے اُسی وقت خیمہ سے باہر سر نکالا اور پہرہ والون کو خطاب کرکے فرمایا کہ "لوگو! واپس جاؤ، خدا نے میری حفاظت کا فرض خود اپنے ذمہ لے لیا[2] ہے" یہ وعدۂ حفاظت ہزارہا مشکلات اور خطرات کے باوجود بھی پورا ہوتا رہا، غزوۂ احد مین جب مسلمانون کے پاؤن اُکھڑ چلے تھے اور ذات مبارک دشمنون کے نرغہ مین تھی، اور آپ پر تیغ و تبر و سنگ کی بارش ہو رہی تھی، لیکن دو سپید پوش فرشتے آپ کے پاس کھڑے ہوئے آپکی

---

[1] صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی صلعم، [2] جامع ترمذی تفسیر سورہ مائدہ

حفاظت کا فرض انجام دے رہے تھے[1]،

ایک دفعہ ایک شخص کو لوگ گرفتار کر لائے اور عرض کی کہ یہ حضورؐ کے قتل کی گھات مین تھا، فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو، کہ اگر یہ مجھکو قتل کرنا چاہتا بھی تو نہین کر سکتا۔ اسی طرح سے خیبر مین جب ایک یہودیہ نے گوشت مین زہر ملا کر پیش کیا تو آپ نے پہلا ہی لقمہ اُٹھایا تھا کہ فرمایا یہ گوشت نہ کھاؤ، کیونکہ اس نے مجھسے کہا ہے کہ اس مین زہر ملا ہے، یہودیہ کو بلا کر جب واقعہ کی تحقیق کی اور اس نے اپنی نیتِ فاسد کا اقرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ "خدا تجھکو اس پر قابو نہ دیتا"[2]

---

[1] صحیح بخاری و صحیح مسلم غزوۂ احد [2] صحیح مسلم باب السم۔

لیلۃ الجن
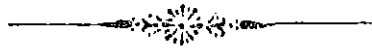
جنّون کی انقلاب آسمانی کی تلاش اور انکا مشرف باسلام ہونا

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ (سورۂ جن)

مخلوقاتِ الٰہی کی تعداد اور اصناف کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ (مدثر) اور تیرے رب کی فوجون کا علم اُسکے سوا کسی کو نہین،

مخلوقاتِ الٰہی کی ایک صنف کا نام جن ہے، اہلِ لغت کہتے ہین کہ عربی مین جن کا لفظ جَنٌّ سے مشتق ہی جس کے معنی "چھپنے" اور "چھپانے" کے ہین، چونکہ یہ مخلوق انسانون کی آنکھون سے عموماً مستور رہتی ہی اسیلیے اس کو جن کہتے ہین، یہ عجیب بات ہے کہ یہ لفظ اسی معنی مین یا اسی کے قریب قریب معنون مین مختلف قومون کی زبانون مین پایا جاتا ہے، فرنچ مین "جنّی" Genie اور انگریزی مین Genie وہی مفہوم مین ہے جس مین عربی مین "جنی" (دیو، بھوت، پلیت) ہے، لاطینی مین جینیوس Genius اور جینی Genii وہ مفہوم رکھتا ہے جو ہمارے ہان "ہمزاد" کا ہے، اور روح نوعی کے معنی مین بھی یہ لفظ رومی اساطیر (میتھالوجی) مین مستعمل ہوا ہے، فارسی مین "جان" کے معنی مطلق "روح" کے ہین، بہرحال دنیا کی قومون مین یہ اعتقاد کسی نہ کسی حیثیت سے موجود رہا ہے کہ انسانون کے سوا اس سطحِ ارضی پر ایک اور غیر مرئی مخلوق بھی موجود ہے، یورپ کے موجودہ دورِ الحاد مین ارواح سے نامہ و پیام، اور اُن کے عمل و تسخیر کے کارنامے بڑے بڑے فلسفیون اور مادہ پرستون کو آئینۂ حیرت بنائے ہوئے ہین، اور روز بروز ان کے انکار اور شک کی جرأت کم ہوتی چلی جاتی ہے، اسلام کے علاوہ دوسری مسلّم مذہبی کتابون مین بھی جن اور شیطان کے تذکرے موجود ہین، حضرت عیسیٰ کے معجزات، جو موجودہ انجیل مین مذکور ہین ان کی بڑی تعداد انسانون اور حیوانون کو ان کے پنجۂ ظلم سے رہائی ہے۔

قرآن نے بتایا ہے کہ ان کی پیدایش انسانون سے پہلے ہوئی ہے۔ اور آگ سے بنائے گئے ہین۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (حجر ۳) — اور ہم نے آدمی کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا اور جنون کو اس سے پہلے لو کی آگ سے پیدا کیا

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (رحمان ۱) — اور اس نے جنون کو آگ کی لو سے پیدا کیا ہے،

اسلام سے پہلے عرب مین جنات کا بڑا تسلط تھا، انکی پوجا کی جاتی تھی[1]، انکی دُہائی مانگی جاتی تھی، بتخانون مین جو عامل اور کاہن ہوتے تھے اُن سے انکی دوستی ہوتی تھی، اور وہ انکو غیب کی خبرین بتایا کرتے تھے، بچون کے سرہانے اُسترے رکھتے تھے کہ ان سے جنات بھاگ جاتے ہین، یہ اعتقاد تھا کہ ہر شاعر کے ساتھ ایک جن ہوتا ہے یہ بھی خیال تھا کہ وہ صورتین بدل بدل کر لوگون مین پھرتے ہین اور ان کو ستاتے ہین، خدا کے کارخانۂ قدرت مین بھی اُن کے استیلا، اور تصرف کو دخل تھا، وہ جنگلون مین انسانون کو مار ڈالتے تھے، راستون سے اُٹھا لیجاتے تھے، لوگون کو بیمار ڈال دیتے تھے، ان کے ہوش و حواس کے خزانہ پر قبضہ کر لیتے تھے، غرض جس طرح خدائی الوہیت مین عرب کے بہت سے دیوتا اور دیبیان شریک تھین اسی طرح یہ جنات بھی شریک تھے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ (انعام ۱۲) — اور ان مشرکون نے جنون کو خدا کا شریک بنایا ہے۔

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا (صافات ۵) — ان مشرکون نے خدا اور جنون کے درمیان رشتے قائم کر رکھے ہین۔

بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ (سبا ۵) — (خدا قیامت مین انسے کہیگا) بلکہ یہ لوگ جنون کی پرستش کرتے تھے اور ان مین اکثر لوگ انہین کے معتقد تھے۔

اسلام آیا تو اُس نے ان اعتقاداتِ باطلہ کے تار و پود کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، اس نے دنیا مین صرف ایک ہی قوت کی تعلیم دی اور وہ خدا کی تھی، اس نے بتایا کہ جنات بھی اس کے حضور مین ویسے ہی عاجز اور درماندہ ہین جیسے انسان۔ وہ بھی اسی طرح اسکی مخلوق ہین جیسی اسکی دوسری مخلوقات، ان مین لوگ اسی طرح

---

[1] صحیح مسلم باب التفسیر۔

اچھے اور بُرے، کافر اور مومن، سعید اور شقی ہوتے ہین جس طرح انسانون مین، وہ بھی توحید و رسالت اور احکام الٰہی کے ماننے کے ویسے ہی مکلّف ہین جیسے عام انسان،

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (ذاریات ۳) مین نے جن اور انس کو اسی لیے پیدا کیا ہر کہ وہ میری بندگی کرین

قیامت مین دونون سے سوال ہوگا۔

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۤءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا، (انعام ۱۶) اے جن اور انس کی جماعت! کیا تمہارے پاس تمھین مین سے پیغمبر تمھارے پاس نہین آے، اور وہ تمکو ہماری آیتین پڑھکر نہین سناتے تھے اور اس دن کے آنیسے نہین ڈراتے تھے۔

قرآن کی تحدی کے جواب سے دونون عاجز ہین۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (اسرائیل ۱۰) کہدو کہ اگر انس وجن دونون ملکر چاہین کہ ایسا قرآن بنا لائین تو ان کے لیے یہ ناممکن ہے۔

خدا کی قدرت اور طاقت کے سامنے دونون لاچار اور درماندہ ہین۔

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا، لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ، (رحمان ۲) اے جن وانس، اگر آسمان و زمین کے حدود سے نکلکر باہر جا سکتے ہو تو نکل جاؤ۔ لیکن خدا کی قدرتِ قاہرہ کے بغیر تم نکل نہین سکتے۔

کاہنون اور عالمون کو جو غیب کی بعض بعض باتین معلوم ہو جاتی ہین تو اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ اپنے ملاءِ اعلیٰ مین اُس کا ذکر کرتا ہے، ملاءِ اعلیٰ والے اپنے نیچے کے فرشتون سے اس کا تذکرہ کرتے ہین، اور اس طرح درجہ بدرجہ ہر آسمان کے فرشتون کو علم ہوتا جاتا ہے۔ یہان تک کہ آخری آسمان تک بات پہنچ جاتی ہے، جہان سے نیچے دنیا کی حد شروع ہوتی ہے، یہان جنات وشیاطین سن گن لینے کے لیے اِدھر اُدھر چھپے رہتے ہین، ایک دو لفظ انھون نے سن لیے اور ان مین اپنی طرف سے سو جھوٹ ملاکر

کاہنون اور عاملون سے کہدیتے ہین، وہ اس کو انسانون مین مشتہر کرتے ہین[۱]، اسی لیے اللہ تعالی نے آسمان مین بیشمار ستارون کے شعلے بھڑکا رکھے ہین، کہ ایک تو ان سے آسمان کی زیبائش وآرایش ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب یہ جنات اور شیاطین اپنی سرحد سے آگے بڑھکر فرشتون کی باتین سننا چاہتے ہین تو فوراً ایک چمکتا ہوا تارا (شہاب ثاقب) ٹوٹ کران پر گرتا ہے۔ مختلف سورتون مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ (حجر ۲)

اور ہمنے اس کو آسمان مین بُرج بنایا ہے، اور ان ستارون کو دیکھنے والون کے لیے زینت وآرایش بنایا ہے، اور ہر راندۂ درگاہ شیطان سے اسکو محفوظ رکھا ہے لیکن ہوتا ہے کہ وہ چوری چھپے کچھ سن لے تو ایک چمکتا ستارہ اسکا پیچھا کرتا ہے۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ﹰالْكَوَاكِبِ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ (صافات ۱)

ہمنے آسمان زیرین کو ستارونکی آرایش سے مزین کیا ہے اور انکو ہر سرکش شیطان کا نگہبان بنایا ہے۔ وہ ملاء اعلیٰ کی باتین نہین سُن سکتے۔ وہ ہر طرف سے پھینک کر مارے جاتے ہین اور یہ اُنکے لیے لازمی سزا ہے (اسطرح وہ فرشتونکی باتین نہین سن سکتے) لیکن یہ کہ کوئی اُچک کر سن لے تو ایک دہکتا ہوا ستارہ اس کے پیچھے لگا رہتا ہے۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ، (ملک ۱)

ہمنے آسمان زیرین کو ستارون کے چراغون سے مزین کیا ہے اور انکو شیطانون کے لیے پھینک کر مارنے کی ایک چیز بنایا ہے۔

وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَحِفْظًا ۝ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (فصلت ۱)

اور ہمنے آسمان زیرین کو ستارون کے چراغون سے مزین کیا ہے اور انکو نگہبان بنایا ہے۔ یہ غالب ودانا خدا کی تقدیر ہے۔

دنیا مین اُس سلسلۂ نبوت کا خاتمہ جو آغاز آفرینش سے جاری تھا اور دین الٰہی کا ہزارون منزلون کے طے ہونے کے بعد تکمیل کی منزل مین پہنچ جانا، اور نوع انسان کو خدا کی وہ آخری شریعت سپرد ہونا جس کے بعد کائنات عالم کو وحی ونبوت کے کسی اور حامل کی ضرورت نہ ہوگی، ایک ایسا واقعہ تھا جس نے آب وخاک کے عالم

[۱] صحیح بخاری تفسیر سورۂ حجر وسورۂ احزاب وبدء الخلق وغیرہ

مین انقلاب عظیم پیدا کردیا، اُس نے سطح زمین کے ہزارون پیغمبرون کے دین و ملت کو منسوخ کردیا، انکی آسمانی کتابون کے احکام و رسوم کو بدل دیا، ملکون کی شہنشاہیان ہل گیئن، قیصر و کسری کے تخت اُلٹ گئے۔ صومعہ و کلیسا ویران ہوگئے، اسی طرح مملکت فلکی اور آسمانی بادشاہی مین بھی انقلاب کا ظاہر ہونا ضرور تھا۔ آسمانی مخلوقات مین بھی ایک انقلاب پیدا ہوا۔ مگر اس کو وہی دیکھ سکے جو دیکھ سکتے تھے۔ انجیل مین حضرت عیسیٰ کی پیدایش کے موقع پر بھی ایک نئے نورانی ستارہ کے ظہور کی خبر ہے جس کو دیکھکر دوسرے ملک کے لوگ انکی تلاش مین بیت لحم پہنچے، اور اُن کے دیدار سے مشرف ہوئے، مگر بنی اسرائیل کو آخر تک اس بینائی سے محرومی رہی۔

صحیحین مین ہے کہ جب آنحضرت صلعم نبوت سے سرفراز ہوئے تو ستارہ ہاے آسمانی مین ایک انقلاب پیدا ہوا، جن اور شیاطین اب اوپر بڑھنے سے روک دیے گئے، ٹوٹنے والون ستارون کی بھرمار ہوگئی، کاہنون اور عاملون کی خبر رسانی کے ذرائع مسدود ہوگئے، اور ان باطل پرستیون کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کردیا گیا، اس انقلاب آسمانی نے جنون اور شیطانون کی محفلون مین حیرت پیدا کردی، سب نے کہا یقیناً روے زمین پر کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے، دنیا کی ہر سمت کو انھون نے چھان ڈالا، اس پر چند سال گذر گئے۔ آنحضرت صلعم اسلام کی تبلیغ کے لیے قبائل مین دورے کر رہے تھے، اور اسی تقریب سے عکاظ کے میلہ مین تشریف لیے جا رہے تھے، راستہ مین رات کے وقت مقام نخلہ مین قیام ہوا، صبح کے وقت حضور انور صلعم اپنے رفقا کے ساتھ نماز مین مصروف تھے اور قرآن مجید کی آیتین جہر کے ساتھ تلاوت فرما رہے تھے، کہ اتفاق سے جنون کی ایک جماعت جو تفتیش حال کے لیے تہامہ کی طرف آئی تھی اس کا اس مقام پر گذر ہوا، اس نے جب قرآن مجید کی آیتین سنین تو یکبارپکار اٹھی کہ یہی وہ نورِ حق ہے جو درخشان ستارون مین ہمین نظر آتا ہے، وہ لوٹکر اپنی قوم مین گئی اور انکو جاکر خاتمِ نبوت کے ظہور کی بشارت[1] سنائی۔

---

[1] یہ پوری تفصیل صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب الجہر فی الصبح مین ہے اور امام بخاری نے مختلف ابواب مین اس واقعہ کو درج کیا ہے مثلاً تفسیر سورۂ جن و باب الجہر بقرأۃ صلوۃ الفجر، و مسند ابن حنبل روایت ابن عباس جلد ا صفحہ ۲۵۲، و صحیح ترمذی تفسیر سورۂ جن۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہٗ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا
سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ہ یَّھْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ
وَلَنْ نُّشْرِکَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ہ وَّاَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا
مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا ہ وَّاَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ
سَفِیْھُنَا عَلَی اللّٰہِ شَطَطًا ہ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ
الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ہ وَّاَنَّہٗ کَانَ
رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ
الْجِنِّ فَزَادُوْھُمْ رَھَقًا ہ وَّاَنَّھُمْ ظَنُّوْا کَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ
لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ اَحَدًا ہ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰھَا
مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّشُھُبًا ہ وَّاَنَّا کُنَّا نَقْعُدُ
مِنْھَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ط فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَہٗ
شِھَابًا رَّصَدًا ہ وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ
فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِھِمْ رَبُّھُمْ رَشَدًا ہ وَّاَنَّا
مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِکَ ط کُنَّا
طَرَآئِقَ قِدَدًا ہ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰہَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ
نُّعْجِزَہٗ ھَرَبًا ہ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْھُدٰٓی اٰمَنَّا بِہٖ ط فَمَنْ یُّؤْمِنْ
بِرَبِّہٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَھَقًا ہ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ
وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ط فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِکَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ہ
وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَھَنَّمَ حَطَبًا ہ (جن ۱)

اے پیغمبر! لوگون سے کہدے کہ مجکو بذریعہ وحی خبر دی گئی ہی کہ جنون
کی ایک جماعت نے قرآن کو سنا، تو انھون نے کہا کہ ہمنے عجیب و غریب کتاب الہی
سنی جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتی ہی تو ہم اسپر ایمان لا ئے اور اب ہم ہرگز
خدا کا کسی کو شریک نہ بنائین گے، خداوند تعالی کی نہ تو کوئی بیوی ہی اور نہ کوئی
لڑکا ہی، ہم مین سے کچھ بیوقوف خدا پر بہت دور از عقل الزام قائم کرتے تھے، ہم
سمجھتے تھے کہ کوئی انسان یا جن خدا پر جھوٹ الزام نہین قائم کرسکتا، انسانون
مین کچھ ایسے لوگ تھے جو بعض جنون کی پناہ مانگا کرتے تھے تو انھین نے انکو اور زیادہ
گمراہ کردیا، یہ انسان بھی ہماری ہی طرح یہ سمجھتے تھے کہ اب خدا کوئی پیغمبر نہ بھیجے گا،
ہمنے آسمان کو ٹٹولا تو ہمنے پایا کہ وہ نگہبانون سے اور ٹوٹنے والے تارون سے بھرا ہوا ہے
ہم پہلے اس آسمان کی بعض نشستگاہون مین سننے کو بیٹھ جاتے تھے، اب جو کوئی
سننے جاتا ہی تو اپنی تاک مین ٹوٹنے والے ستارہ کو پاتا ہی اور ہمین نہین معلوم کہ اس
انقلاب سے زمین والون کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا جا رہا ہے یا انکا پروردگار
انکے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہی، ہم مین اچھے بھی ہین اور انکے علاوہ اور لوگ بھی
ہین، ہم جدا جدا راستون پر تھے، اور ہم سمجھتے تھے کہ ہم خدا کو اس زمین مین عاجز
نہین کرسکتے اور نہ بھاگ کر اس کے قبضہ سے نکل سکتے، اور اب جب ہمنے اس ہدایت
کی بات کو سن لیا تو اب ہم اس پر ایمان لاتے ہین تو جو شخص اپنے پروردگار
پر ایمان لے آتا ہے تو پھر گھاٹے ٹوٹے کا اس کو ڈر نہین رہتا، ہم کچھ اطاعت
گذار ہین، کچھ گنہگار ہین، تو جو اطاعت گذار ہین انھین نے حقیقت مین ہدایت
کا راستہ ڈھونڈھ نکالا ہے، اور جو گنہگار ہین وہ جہنم کے ایندھن ہین۔

پھر سورۂ احقاف مین اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (احقاف ۴)

ہمنے جب جنون کی ایک جماعت کے رُخ کو اسے پیغمبر تیری طرف پھیر دیا کہ وہ قرآن کو سنین، تو جب وہ آئے تو انھون نے ایک دوسرے سے کہا چپ رہو، جب قرآن ختم ہوگیا تو وہ اپنی قوم کے پاس گئے کہ اُنھین خبردار کرین، انھون نے جاکر کہا، بھائیو ہم نے ایک شریعت کی کتاب کو سنا جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے اور اسکے پہلے جو کتاب الٰہی آئی ہو اسکی تصدیق کرتی ہو اور سچائی اور سیدھی راہ دکھاتی ہو، اے بھائیو خدا کے پکارنیوالے کو قبول کرو اور اسپر ایمان لاؤ تاکہ وہ تمہارے گناہونکو معاف کرے اور دردناک عذاب سے تمکو بچائے۔

صحیح مسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ جنون نے دو دفعہ آنحضرت صلعم کو کلام مجید پڑھتے سنا، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے[1] کہ قرآن مجید کی یہ دونون سورتین الگ الگ واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہون، پہلے واقعہ مین حضرت عبداللہ بن مسعود شریک[2] نہ تھے، اور آنحضرت صلعم نے اور نہ کسی صحابی[3] نے اُن جنون کو اپنی آنکھون سے دیکھا۔ بلکہ آنحضرت صلعم کو اسکی اطلاع ایک درخت[4] نے کی، اور تفصیلی کیفیت وحی آسمانی سے معلوم ہوئی، اسی واقعہ کو واقعہٴ لیلۃ الجن (جن کی رات) کہتے ہین لیکن یہ دونون واقعے مکہ معظمہ ہی مین گذرے ہین۔ صحیح مسلم[4]، ترمذی[5] اور مسند طیالسی مین ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے انکے شاگرد خاص علقمہ نے پوچھا کہ آپ صاحبون مین سے کوئی لیلۃ الجن مین آنحضرت صلعم کے ساتھ تھا، انھون نے کہا نہین، لیکن ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ شب کو ہم لوگون نے آنحضرت صلعم کو نہین پایا، میدانون اور گھاٹیون مین ہر جگہ ڈھونڈا مگر آپ نہین ملے، ہملوگون کو طرح طرح کے خیال آنے لگے۔ کہ آپ کو کوئی اُٹھا لے گیا، یا دھوکے سے کسی نے قتل کر دیا، سخت اضطراب اور قلق مین ہم نے

[1] صحیح مسلم باب الجہر بقراۃ الصبح [2] صحیح بخاری و مسلم باب مذکور و مسند احمد جلد اول صفحہ ۲۵۲ [3] صحیح مسلم باب مذکور۔
[4] صحیح مسلم باب مذکور۔ [5] ترمذی تفسیر سورۂ احقاف۔

یہ رات بسر کی، صبح ہوئی تو دیکھا کہ آپ غارِ حرا کی طرف سے چلے آرہے ہیں، ہم سب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہم نے شب کو ہر جگہ آپ کو ڈھونڈا، مگر کہیں آپ نہیں ملے، ہم سب نے سخت اضطراب اور قلق میں یہ رات بسر کی، فرمایا کہ "رات کو جنوں کا قاصد آیا تھا میں اس کے ساتھ گیا تھا میں نے ان کو قرآن پڑھکر سنایا" اس کے بعد آپ ہم سب کو لیکر اس مقام پر سے گئے اور وہاں ان کے قیام اور آگ جلانے کے نشانات دکھائے، اور فرمایا کہ انھوں نے مجھ سے زادِ راہ کی خواہش کی میں نے انکے لیے دعا کی کہ وہ جس ہڈی اور گوبر پر گذریں ان کے لیے وہ کھانا ہو جائے[1]

مسند ابن حنبل کے زیادات میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی زبانی جنوں کی آمد کا ایک اور واقعہ مذکور ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم مکہ میں رات کے وقت ہم لوگوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ یکایک آپ نے فرمایا کہ تم میں سے میرے ساتھ کوئی چلے لیکن وہ نہ چلے جس کے دل میں ذرا سا بھی کھوٹ ہو، ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں پانی کا لوٹا لیکر آپ کے ساتھ ہولیا، آپ مجھے ساتھ لیے ہوئے مکہ کے آگے پہنچے، وہاں مجھکو کچھ پرچھائیاں ایک جگہ اکھٹی نظر آئیں، آپ نے ایک خط کھینچ دیا اور فرمایا کہ جب تک میں واپس نہ آؤں تم یہیں کھڑے ہو، یہ کہکر آنحضرت صلعم آگے بڑھ گئے، میں نے دیکھا کہ وہ پرچھائیاں آپ کی طرف چلیں آپ اُن کے ساتھ دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے جب فجر کا اُجالا ہوا، تو آپ میرے پاس آئے، اور وضو کا پانی مانگا میں نے دیکھا تو وہ پانی کے بجائے کھجور کا شربت (نبیذ) تھا، آپ نے فرمایا اس میں کیا ہرج ہے، کھجور بھی پاک ہے اور پانی بھی پاک ہے، یہ کہکر آپ نے اسی سے وضو کیا، اس کے بعد نماز کو کھڑے ہوئے تو ان میں سے دو آدمی پاس آکر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ہم بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے، چنانچہ وہ بھی میرے ساتھ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے، نماز سے فارغ ہو کر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کون لوگ تھے؟ فرمایا یہ شہر نصیبین کے جن تھے، اپنے کچھ معاملات میرے پاس فیصلہ کے لیے لائے تھے، انھوں نے مجھ سے توشہ مانگا تو میں نے دیدیا، عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ کے ساتھ توشہ کا کوئی سامان تھا؟ فرمایا میں نے انھیں گوبر اور ہڈی کا توشہ دیدیا ہے، گوبر اُن کے لیے گیہوں اور ہڈی گوشت ہو جائے گی اسی موقع پر آپ نے

[1] صحیح مسلم باب الجہر بالقراۃ الصبح صحیح بخاری باب ذکر الجن، صحیح بخاری و مسلم و ترمذی باب الاستنجاء،

گوبر اور ہڈی سے استنجا منع فرمایا۔[1]

زیادات مسند اور صحیح مسلم کی یہ دونون روایتین کیا ایک ہی واقعہ کی دو تفصیلین ہین؟ مگر ان دونون روایتون کے جزئیات مین اس قدر فرق ہے کہ وہ یقیناً ایک نہین ہوسکتین لیکن حقیقت یہ ہے کہ زیادات مسند کی روایت بالکل لغو اور بے سروپا ہے۔ اس روایت کا سلسلۂ سند یہ ہی عن ابی فزارة عن ابی زید مولی عمرو بن الحریث المخزومی عن عبد اللہ بن مسعود، اس مین ابو زید مولی عمرو بن حریث ایک مجہول راوی ہی جس سے محدثین مین کوئی واقف نہین، حافظ ذہبی میزان الاعتدال مین لکھتے ہین،

ابو زید مولی عمرو بن حریث لا یعرف عن ابن مسعود وعنہ ابو فزارة لا یصح حدیثہ ذکرہ البخاری فی الضعفاء ومتن حدیثہ ان نبی اللہ توضأ بالنبیذ وقال ابو احمد الحاکم رجل مجہول قلت مالہ سوی حدیث واحد،	ابو زید غلام عمرو بن حریث اس کو کوئی جانتا نہین، اس نے ابن مسعود سے روایت کی ہی اور اس سے ابو فزارہ نے اسکی حدیث صحیح نہین، بخاری نے ضعفاء مین اس کو درج کیا ہی، اس کی حدیث کی متن یہ ہی کہ آنحضرت صلعم نے نبیذ سے وضو کیا، ابو احمد حاکم کہتے ہین کہ یہ مجہول الحال آدمی ہی، مین کہتا ہون کہ اسکی یہی ایک حدیث ہی،

البتہ جامع ترمذی مین اسی قسم کا ایک واقعہ عبد اللہ بن مسعود سے فرشتون کی آمد و دیدار کے متعلق بروایت صحیحہ مروی ہے۔

---

[1] مسند ابن حنبل جلد اول صفحہ ۴۵۸۔

شقِّ قمر

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (قمر)

پیغمبر کی صداقت کی گواہی کائنات کا ذرّہ ذرّہ دیتا ہے آسمان اور زمین چاند اور سورج ہر چیز اسکی صداقت کا ثبوت بنجاتی ہے انجیل (متی ۲-۲) مین ہی کہ حضرت عیسیٰ کی پیدایش کے وقت ایک نیا ستارہ طلوع ہوا، اور جب انھون نے وفات پائی تو تین گھنٹہ کے لیے تمام دنیا مین اندھیرا چھا گیا (متی ۲۷-۴۵) قربِ قیامت کی ایک نشانی یہ بھی تھی کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائین گے یہ نشانی آنحضرت صلعم کے دستِ مبارک پوری اتری اور قرآن نے کہا

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۔ وَاِنْ يَّرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (قمر ۱)

قیامت نزدیک آگئی اور چاند شق ہوگیا اگر یہ کافر کوئی سا بھی نشان دیکھین تو اس سے اعراض ہی کرین اور کہین کہ یہ تو جادو ہے جو سدا سے ہوتا آیا ہے

بعض عقل پرست مسلمانون نے قربِ قیامت کی مناسبت سے یہ تاویل کی ہے کہ اس آیت سے آنحضرت صلعم کے عہد مین شقِّ قمر کا ثبوت نہین ہوتا، بلکہ یہ قیامت کے واقعہ کا ذکر ہے، لیکن اس حالت مین اوّل تو بے قرینہ ماضی کو (چاند پھٹ جائیگا) کے معنی مین لینا پڑیگا، دوسرے یہ کہ اگر یہ قیامت کا واقعہ ہوتا تو اسکے بعد یہ کیون ہوتا کہ "یہ کافر اگر کوئی سی نشانی بھی دیکھین تو مُنھ پھیر لین اور کہین کہ یہ تو جادو ہے جو ہوتا آیا ہے" قیامت سامنے آجانے کے بعد اس کے انکار کے کیا معنی اور اس کو مستمر جادو کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہی، اس کے علاوہ مستند اور صحیح روایات کی کیونکر تردید کی جاسکتی ہے۔

اس شقِّ قمر کا واقعہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، مسند ابن حنبل، مسند طیالسی، مستدرک حاکم، دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم مین بتصریح تمام مذکور ہی، صحابہ مین سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، انس بن مالک، جبیر بن مطعم، علی ابن ابی طالب اور حذیفہ بن یمان وغیرہ نے اس واقعہ کی روایت کی ہے ان مین سب سے صحیح، اور مستند تر حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہی جو صحیح بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ مین مروی ہی وہ اس واقعہ کے وقت موقع پر موجود تھے اور اس معجزہ کو اپنی آنکھون سے دیکھا تھا، چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہین

انشق القمر ونحن مع النبی صلعم بمنیٰ فقال اشهدوا وذهبت فرقة نحو الجبل (بخاری وترمذی تفسیر سورۂ قمر وصحیح مسلم)

ہم آنحضرت صلعم کے ساتھ منیٰ مین تھے کہ چاند پھٹ گیا اور اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا آپ نے فرمایا "گواہ رہو"

صحیحین مین انکی دوسری روایت یہ ہے،

انشق القمر علی عهد رسول الله صلعم فرقتین فرقة فوق الجبل وفرقة دونه فقال رسول الله صلعم اشهدوا، (صحیح بخاری ومسلم)

آنحضرت صلعم کے زمانہ مین چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑا تو پہاڑ کے اوپر رہا اور دوسرا اُسکے نیچے آپنے فرمایا "گواہ رہو"

حضرت انس بن مالک کی یہ روایت بخاری ومسلم دونون مین ہے،

ان اهل مکة سألوا رسول الله صلعم ان یریهم آیة فاراهم القمر شقتین حتی رأوا حراء بینهما

اہل مکہ نے آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ انکو کوئی معجزہ دکھائین، آپ نے انکو چاند کے دو ٹکڑے دکھاے ایک ٹکڑا حرا کے اسطرف تھا دوسرا اُسطرف

صحیح مسلم مین ہے،

سأل اهل مکة النبی صلعم آیة فاراهم القمر فرقتین،

اہل مکہ نے آنحضرت صلعم سے کوئی نشانی طلب کی تو آپ نے چاند کو دو ٹکڑے ہونے کو دکھایا۔

جامع ترمذی مین انکی روایت کے الفاظ یہ ہین۔

سال اهل مکة النبی صلعم آیة فانشق القمر بمکة فرقتین فنزلت اقتربت الساعة وانشق القمر،

اہل مکہ نے آنحضرت صلعم سے کوئی نشانی طلب کی، تو چاند مکہ مین دو ٹکڑے ہو گیا، اسپر یہ آیت اتری۔ قیامت آگئی اور چاند پھٹ گیا

جامع[1] ترمذی اور مسند ابن حنبل مین جبیر بن مطعم کی جو روایت ہے اس مین ہے کہ "اس معجزہ کو دیکھکر کفار نے کہا کہ محمدؐ نے ہمپر جادو کر دیا ہے، دوسرون نے کہا کہ اگر ہم پر جادو کر دیا ہے تو تمام آدمیون پر تو وہ جادو نہین کر سکتے مسند ابو داؤد طیالسی[2] اور بیہقی مین ہے کہ انہون نے کہا کہ "محمد تمام دنیا پر تو جادو نہین کر سکتے، مسافرون کو اور مقامات سے آنے دو، دیکھو وہ کیا کہتے ہین" چنانچہ جب اِدھر اُدھر سے مسافر آئے اور اُن سے پوچھا گیا، تو اُنھون نے بھی اپنا یہی مشاہدہ بیان کیا۔

بہرحال یہ معجزہ رات کے وقت مکہ مین بہ مقام منیٰ واقع ہوا،

عقلی حیثیت سے یہ معجزہ زمانۂ قدیم سے معرکۃ الآرا ہے، علماے متکلمین نے فلسفۂ قدیم کے اصول پر اس مین خوب خوب موشگافیان کی ہین، مثلاً فلاسفۂ قدیم کا یہ اعتقاد تھا کہ اجرام فلکی مین خرق والتیام اور شکست وریخت محال ہے اس لیے شق قمر بھی ناممکن ہے متکلمین نے یہ ثابت کیا کہ اجرام فلکی مین خرق والتیام اور شکست وریخت ممکن ہے مگر اب جب کہ جدید طبعیات وہیئت نے ہمارے معلومات کے آسمان و زمین کو بدل دیا ہے۔ یہ مباحث بے سود اور بیکار ہین، اب تو ہر روز نئے نئے ستارون کے شکست وریخت اور تصادم کے حادثے سنے جارہے ہین اور ہیئت جدید اور علم تکوین مین تو زمین، سورج، چاند اور ستارون کے آغاز آفرینش کی داستان ہی اس باب سے شروع ہوتی ہے۔

اس سے دوسرے درجہ پر ایک اور قدیم اعتراض وجواب کتابون مین لکھا چلا آتا ہے، اور ہمارے مسیحی مناظرین نے اس کو نئے آب ورنگ سے شہرت دی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ معجزہ درحقیقت واقع ہوتا تو یہ صرف اہل مکہ ہی کو نظر نہ آتا، بلکہ اس کو تمام دنیا دیکھتی اور اسکی روایتین مشرق سے لیکر مغرب تک پھیل جاتین۔ لیکن بجز مکہ کے دنیا کے اور ملکون مین اس واقعہ کا چرچا نہین ہوا، اور تمام قدیم اہل نجوم وہیئت وتاریخ اسکی روایت سے خاموش ہین۔

لوگون نے اس شبہہ کے یہ جوابات دیئے ہین کہ اولاً ہم اس کو تسلیم نہین کرتے کہ یہ واقعہ دوسرے ملک کے لوگون کو نظر نہین آیا، تم اس کے ثبوت مین کہوگے کہ اگر نظر آتا تو اس ملک کے اہل تاریخ اس کا ذکر کرتے، حالانکہ کسی تاریخ مین اس کا ذکر نہین لیکن سوال یہ ہے کہ ایک ملک کا مشہور واقعہ جو دوسرے ملک کی معاصر تاریخون مین مذکور نہو، صرف اس کا یہ عدم ذکر کیا اس کے انکار کی سند ہوسکتا ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو ہندؤن کے مہابھارت کا تم انکار کرسکتے ہو، حضرت مسیح کے تمام معجزات بلکہ واقعات زندگی تک کا انکار کرسکتے ہو کہ شام ومصر کے معاصر رومی مؤرخون نے ایسے عجیب وغریب واقعات کا ایک حرف بھی قلمبند نہین کیا، اس کے برخلاف ابھی اوپر کی

روایتون مین بیان کیا جاچکا ہے کہ عرب وشام سے آنے والے مسافرون نے یہ بیان کیا کہ انھون نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا تھا

فلکی حیثیت سے جو اعتراض کیا جاتا ہی کہ اہلِ ہیئت جو اجرام فلکی کے ایک ایک واقعہ کو قلمبند کرتے آئے ہین انھون نے اس واقعہ کا ذکر نہین کیا ہی تو اس کا جواب یہ ہی کہ یہ معجزہ رات کے وقت ظاہر ہوا تھا اور اس وقت دنیا کا بڑا حصّہ خواب راحت مین مصروف تھا، جو لوگ بیدار بھی ہون گے وہ اپنے دوسرے مشاغل مین مصروف ہون گے۔ اور جنھون نے دیکھا بھی ہوگا ان مین کتنا بڑا حصّہ ان کا ہوگا جو اپنے مشاہدات کو تحریری صورت مین لانے پر قادر نہ تھے، یعنی ناخواندہ تھے، اور اگر ان مین چند لکھے پڑھے ارباب ہیئت اور اصحاب تاریخ تھے تو ضروری نہین کہ انھون نے اپنے اس مشاہدہ کا تذکرہ بھی کیا ہو، یا تذکرہ کیا ہو تو انکی یادداشت مثل دوسری سینکڑون علمی یادداشتون کے ضائع ہوگئی ہو، آغاز آفرینش سے اب تک اجرام فلکی مین لاکھون انقلابات پیش آئے ہونگے لیکن کیا وہ سب کے سب دنیا کے اوراقِ ہیئت مین درج ہین؟ اور انکا درج نہونا انکے عدمِ وقوع کی دلیل ہے؟ مختلف مذاہب کی کتابون مین اس قسم کے حوادث فلکی کا ذکر ہے لیکن علم ہیئت وفلک اس کے ذکر سے خاموش نہین ہے، لیکن یہ خاموشی اس کے عدم وقوع پر شہادت ہی؟ خود تمھاری انجیل مین ہی کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے وقت ایک ستارۂ نبوت طلوع ہوا جس کو یورپ کے لوگون نے دیکھا اور پھر انجیل مین یہ بھی مذکور ہی کہ جب حضرت عیسیٰ کو سولی دی گئی تو تمام دنیا دفعتًہ تاریک ہوگئی لیکن کیا ہیئت وافلاک کی کتابون مین ان انقلابات سماوی کا تذکرہ موجود ہی؟

حوادث فلکی کے حدوث اور وقوع مین بڑی چیز یہ ہے کہ اُس کا مشاہدہ مطالع اور مغارب پر موقوف ہے اور ہر جگہ کے مطالع ومغارب دوسری جگہ سے نہایت مختلف ہین بلکہ بالخصوص قمر کے مطالع مین تو اور بھی سخت اختلاف ہی ایک جگہ چاند ڈوبتا ہے، دوسری جگہ نکلتا ہے، ایک جگہ چاندنی ہے۔ دوسری جگہ اندھیری ہوتی ہے، ایک جگہ چاند کو گہن لگتا ہے اور دوسرے مقامات کے لوگون کو وہ نظر تک نہین آتا

اس لیے اگر تمام دنیا نے اِس معجزہ کو نہین دیکھا تو یہ شقِ قمر کی نفی کی دلیل نہین ہی چنانچہ دنیا کی مختلف باخبر قومون نے اپنی اپنی کتابون مین مختلف حوادث فلکی کا ذکر کیا ہے لیکن جس واقعہ کو ایک نے بڑے شدّ و مد سے بیان کیا ہی اسکی معاصر قومون کی کتابین اسکی شہادت سے قطعاً خالی ہین لیکن کیا یہ خاموشی اُس کے عدم وقوع کی سند ہو سکتی ہے؟ علاوہ اور وجوہ کے اُس خاموشی اور اختلاف کی ایک وجہ یہی ہوتی ہے کہ تمام دنیا کا ایک مطلع نہین ہی اس لیے ایک چیز ایک جگہ نظر آتی ہے، دوسری جگہ نہین آتی۔

بعض متکلمین نے جن مین ایک شاہ ولی اللہ صاحب بھی ہین لکھا ہی اور امام غزالی کا بھی اِدھر ہی رجحان معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت چاند مین شگاف نہین ہوا تھا بلکہ لوگون کو ایسا نظر آیا چنانچہ حضرت انس کی روایت کے یہ الفاظ ہین

سال اهل مکۃ آیۃ فاراهم القمر فرقتین (صحیح مسلم) اہل مکہ نے آپ سے نشانی طلب کی تو آپ نے چاند دو ٹکڑے دکھا یا۔

ہم ان تمام پر پیچ راستون سے گذر کر صرف ایک سیدھی سی بات کہدینا چاہتے ہین، شق القمر اہل مکہ کی طلب پر ایک آیت الٰہی تھی، یعنی اُن منکرون کو انکی خواہش کے مطابق نبوت کی ایک نشانی دکھائی گئی تھی، احادیث مین یہ ہے کہ ان کو چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آیا، خواہ دراصل چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے ہون یا خدا نے انکی آنکھون مین ایسا تصرف کردیا ہو کہ ان کو چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آیا، جو خدا انسانون کی آنکھون مین خلاف عادت تصرف کرسکتا ہی، وہ خود چاند مین بھی خلاف عادت تصرف کرسکتا ہی پھر چونکہ اللہ نے یہ نشانی انکے لیے ظاہر کی تھی اور انھین کے لیے یہ آیۂ ثبوت تھی اس لیے تمام دنیا مین اسکے ظہور اور روایت کی حاجت نہ تھی، اس بنا پر بالفرض اگر دنیا کے دوسرے حصّون مین شق قمر مشاہدہ نہوا تو یہ حیرت اور تعجب کی بات نہین، بلکہ اہل مکہ کے علاوہ اور لوگون کو دوسرے شہرون اور ملکون مین اس کا نظر نہ آنا ہی مصلحت الٰہی تھی کہ اگر یہ عام طور سے دوسرے اقطاع عالم کے لوگون کو بھی نظر آتا تو یہ سمجھا جاسکتا کہ یہ آسمان کے طبعی انقلابات مین سے کوئی انقلاب تھا، جیسا کہ اور سینکڑون قسم کے تغیرات اس سے پہلے ہوچکے ہین جیسا کہ فلکیات اور علم بدء خلق (کسموگریفی اور نیچرل ہسٹری) مین مذکور ہین، لیکن جب اہل مکہ کے علاوہ جو شہر مکہ مین تھے، یا باہر قافلہ مین تھے، صرف انھین کو نظر آتا اس بات کی صاف اور صریح دلیل ہے کہ یہ صرف آنحضرت صلعم کے ایک نشان کے طور پر ظاہر ہوا، وللہ الحمد

غلبۂ روم کی پیشینگوئی

الٓمٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّومُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ (روم)

آنحضرت صلعم نے اپنی الہامی زبان سے جن واقعات کی پیشینگوئی کی ہے، اُن سب مین سب سے زیادہ شاندار، سب سے زیادہ صاف وصریح، سب سے زیادہ معرکۃ الآرا غلبۂ روم کی پیشینگوئی ہے۔

عرب کے چپ وراست دونون پہلوؤن مین روم وفارس کی پرزور حکومتین قائم تھین، اس وقت ایران کا تاجدار خسرو، اور روم کا فرمانروا ہرقل تھا، ان دونون سلطنتون مین ایک مدت سے معرکہ آرائیون کا سلسلہ قائم تھا بعثت نبوی کے پانچوین سال یعنی ۶۱۳ء مین ان دونون ہمسایہ سلطنتون مین ایک خونریز جنگ شروع ہوگئی، اگرچہ ان دونون قومون مین کسی قوم نے مذہب اسلام قبول نہین کیا تھا تاہم رومی حضرت عیسیٰ کے پیرو اور اہل کتاب تھے، اور اُنکے عقائد مشرکین مکہ کے عقائد کے ساتھ مطابقت رکھتے تھے، اس لیے لازمی طور سے مسلمانون کو رومی عیسائیون کے ساتھ اور مشرکین مکہ کو ایرانیون کے ساتھ ہمدردی تھی، اس لیے مسلمانون اور کفار قریش دونون کو جنگ کے نتیجہ کا شدت کے ساتھ انتظار تھا،

ان دونون سلطنتون کے حدود دریاے دجلہ وفرات کے کنارون پر آکر ملتے تھے، رومی سلطنت مشرق مین ایشیائے کوچک، حدود عراق، شام، فلسطین، اور مصر مین پھیلی ہوئی تھی، ایرانیون نے دوطرفہ حملہ کیا، ایک طرف تو وہ دجلہ وفرات کے کنارون سے شام کی طرف بڑھے، اور دوسری طرف ایشیاے کوچک کی جانب آذربائجان سے آرمینیا ہوکر موجودہ اناطولیہ مین داخل ہوگئے، اور دونون طرف سے رومیون کو پیچھے ہٹاتے ہٹاتے سمندر مین ان کو ڈھکیل دیا، شام کی سمت مین انھون نے یکے بعد دیگرے اس ارض مقدس کا ایک ایک شہر رومیون سے چھین لیا، ۶۱۴ء مین فلسطین اور اس کا مقدس شہر یروشلم صلیبی علم کے بجاے درفش کاویانی کے زیر سایہ آگیا، کنیسے مسمار کئے گئے، مذہبی شعائر کی توہین کی گئی، ۲۶ ہزار یہودیون نے ایرانی فوج مین شامل ہوکر ۹۰ ہزار بے گناہ عیسائیون کا

قتل عام کیا، شہنشاہِ ایران کے قصرِ اقامت کی تیس ہزار مقتول سروں سے آرائش کی گئی، ایرانی فتوحات کا سیلاب اس سے آگے بڑھکر ۶۱۶ء میں پورے وادی نیل یعنی مملکتِ مصر پر محیط ہوگیا اور آخر اسکندریہ کے ساحل پر جاکر تھا، اور دوسری طرف تمام ایشیائے کوچک کو زیر و زبر کرتا ہوا باسفورس کے ساحل پر جاکر رکا، اور قسطنطنیہ کی دیواروں سے جاکر ٹکرایا، شہنشاہِ روم کے دار السلطنت کے سامنے ایران کے فاتح لشکر نے جاکر اپنے خیمے کھڑے کئے، اور اب رومیوں کے بجائے عراق و شام و فلسطین و مصر و ایشیائے کوچک کے وسیع علاقوں میں ایرانی حکومت قائم ہوگئی، ہر جگہ آتشکدے تعمیر ہوئے، اور مسیح کے بجائے آگ اور سورج کی جبری پرستش کا رواج دیا گیا، رومی سلطنت کی اس تباہی کو دیکھکر رومی شہنشاہی کی وسیع مملکت میں بغاوتیں کھڑی ہوگئیں افریقیہ میں بھی شورش ہوئی، خود قسطنطنیہ کے قریب یورپ میں مختلف قومیں قتل و غارت گری میں مصروف ہوگئیں، غور کرو گویا اس وقت سلطنتِ رومہ کے پرزے پرزے اُڑ گئے تھے،

جنگ کا نتیجہ جب ایسا خلافِ امید ظاہر ہوا، تو مسلمانوں کو یقیناً رنج اور کفار کو مسرت حاصل ہوئی، اور انھوں نے مسلمانوں کو طعنہ دیا "کہ جس طرح ہمارے بھائی غالب ہوئے ہیں، اُسی طرح اگر تم ہم سے لڑتے تو ہم غالب ہوتے" اس وقت رومیوں کی جو افسوسناک حالت تھی، وہ سن چکے کہ وہ اپنے مشرقی مقبوضات کا ایک ایک چپہ کھو چکے تھے، خزانہ خالی تھا، فوج منتشر تھی، ملک میں بغاوتیں پیدا تھیں، شہنشاہِ روم ہرقل ہمہ تن عیاشی، بے پروائی، سستی اور مبتلائے اوہام تھا، ایرانیوں کا فاتح سپہ سالار، قسطنطنیہ کے دروازہ پر پہنچکر رومیوں کے سامنے حسبِ ذیل شرائط پیش کرتا ہے۔ رومی باج ادا کریں، ایکہزار ٹالنٹ سونا، ایکہزار ٹالنٹ چاندی، ایکہزار حریر کے تھان، ایک ہزار گھوڑے، اور ایکہزار باکرہ لڑکیاں ایرانیوں کے حوالہ کریں، رومیوں کی کمزوری کی یہ حالت ہو کہ وہ ان شرمناک شرائط کو قبول کرتے ہیں، اس پر بھی جب رومی قاصد شہنشاہِ ایران کے دربار میں مصالحت کا پیام لیکر جاتا ہے، تو مغرور خسرو جواب دیتا ہے "مجکو یہ نہیں، بلکہ خود ہرقل زنجیروں میں بندھا ہوا میرے تخت کے نیچے چاہیے، اور اس وقت تک میں صلح نہیں کرونگا جب تک شہنشاہِ روم اپنے مصلوب خدا کو چھوڑکر سورج دیوتا کے آگے سر نہ جھکا دے گا"

کارزارِ عالم کا نقشہ یہ تھا کہ معرکۂ جنگ سے بہت دور ایک خشک اور بنجر زمین کی سنسان پہاڑی سے ایک شہزادہ مِن نمودار ہوا، اور واقعاتِ عالم کے بالکل برخلاف سروشِ غیب کے نغمۂ قدس مین گویا ہوا۔

الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ	رومی قریب تر زمین مین مغلوب ہوگئے لیکن وہ چند سال مین مغلوب
سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ	ہوجانے کے بعد پھر غالب ہون گے، خدا ہی کے ہاتھ مین پہلے اور
بَعْدُ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰہِ یَنْصُرُ مَنْ	پیچھے سب اختیار ہے، اور اس دن مسلمان خدا کی مدد سے خوش ہونگے
یَّشَآءُ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ وَعْدَ اللّٰہِ لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ	وہ جس کی چاہے مدد کرے، وہ غالب رحم والا ہے، خدا کا وعدہ ہے، خدا
وَعْدَہٗ، (روم ۱)	اپنے وعدہ کے خلاف نہین کرتا،

یہ پیشینگوئی واقعات کے لحاظ سے اس قدر مستبعد اور ناقابلِ یقین تھی، کہ کفار نے اس کے صحیح ہونے کی صورت مین کئی اونٹون کے ہارنے کی مسلمانون سے شرط لگائی اب مسلمانون اور کافرون دونون کو بڑی شدت سے واقعات کے پہلو کا انتظار تھا، آخر چند سال کے بعد دنیا نے خلافِ اُمید پلٹا کھایا، مورخ گبن کے الفاظ مین "شہنشاہ جو اپنی ابتدائی اور آخری زندگی مین سستی، عیاشی، اور اوہام کا غلام، اور رعایا کے مصائب کا نامرد تماشائی تھا، جس طرح صبح و شام کا کہرا، آفتاب نصف النہار کی روشنی سے پھٹ جاتا ہے، دفعۃً (سنہ ۶۲۱ء مین) محلون کا ارکاڈیس، میدانِ جنگ کا سیزر بن گیا، اور روم اور ہرقل کی عزت نہایت شاندار طریقہ سے بچالی گئی[1]، جسوقت ہرقل اپنی بقیہ فوج لیکر قسطنطنیہ سے چلا ہے، لوگون کو معلوم ہوتا تھا کہ رومۃ الکبریٰ کے آخری لشکر کا منظر دنیا کے سامنے ہے[2]، لیکن عرب کے نبیِ اُمی کی پیشینگوئی حرف بحرف پوری ہوئی، اور عین اسوقت جب مسلمانون نے بدر کے میدان مین قریش کو شکست دی، رومیون نے ایرانیون پر غلبہ حاصل کیا، مشرقی مقبوضات کا ایک ایک شہر واپس لے لیا، اور ایرانیون کو باسفورس اور نیل کے کنارون سے ہٹا کر پھر دجلہ و فرات کے سواحل کی طرف ڈھکیل دیا،

اِس عظیم الشان پیشینگوئی کی صداقت کے اثر نے دنیا کو محوِ حیرت کردیا، قریش کے بہت سے لوگ اس صداقت

---

[1] تاریخ زوال روم مصنفہ گبن ج ۳ صفحہ ۳۰، مطبوعہ سنہ ۱۸۹۰ء [2] ص ۱۵۲ ایضاً

کو دیکھکر مسلمان[1] ہوگئے، واقعہ کے ساڑھے بارہ سو برس کے بعد تاریخ زوال روم کا مشہور مصنف گبن اس حیرتناک پیشینگوئی کی سچائی سے متحیر ہوکر کہتا ہے،

"مشرق کی ان دو عظیم الشان سلطنتوں کے ڈانڈے پر بیٹھکر ان دونوں کی ایک دوسرے کو تباہ کردینے والی روز افزوں کوششوں کی ترقی کو دلی مسرت کے ساتھ بغور مطالعہ کر رہا تھا، اور عین اس وقت جب ایرانیوں کو پیہم کامیابیاں حاصل ہورہی تھیں اوس نے اس پیشینگوئی کی جرأت کی، کہ "چند سال مین فتح وظفر رومی علم پر سایہ افگن ہوگی"، جس وقت مین یہ پیشینگوئی کی گئی تھی، کوئی پیشینگوئی اس سے زیادہ دور از قیاس نہین ہوسکتی تھی، کیونکہ ہرقل کی بارہ سال کی ۶۱۰ء سے ۶۲۲ء تک حکومت نے اس بات کا اعلان کردیا تھا کہ رومی شہنشاہی شیرازہ جلد بکھر جائیگا[2]"

ہرقل کی طبیعت مین اس فوری انقلاب، اور واقعات کی رو کے اس حیرتناک تغیر کے اسباب کی تفصیل مین تاریخ روم کے مصنفین نے عجیب عجیب باتین پیدا کی ہین، لیکن انھین کیا معلوم کہ اس خونی معرکہ سے دور ایک پیغمبر اپنے ہاتھ رومیون کی مدد کے لیے دراز تھا، اور وہی اس انقلاب اور تغیر کا سب سے بڑا روحانی سبب تھا۔

مستدرک[3] (علی شرط الصحیحین) اور جامع ترمذی[4] مین ہے کہ "روم و فارس کی جب جنگ شروع ہوئی تو مشرکین ایرانیون کے طرفدار تھے، کیونکہ وہ بھی بت پرست تھے اور مسلمان رومیون کے طرفدار تھے، کہ وہ اہل کتاب تھے، اس وقت ایرانی رومیوں کو دباتے جارہے تھے، اس پر سورۂ روم کی پیشینگوئی نازل ہوئی، حضرت ابوبکر نے چلا چلا کر تمام مشرکین کو یہ پیشینگوئی سنائی، مشرکین نے کہا کہ اس پیشینگوئی کے لیے کوئی سال مقرر کرو، حضرت ابوبکر نے پانچ سال کی شرط کی، آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا، تو فرمایا کہ بضع کا لفظ ۳ سے ۹ تک بولا جاتا ہے، اس لیے دس سال سے کم کی مدت مقرر کرنی چاہیے تھی، چنانچہ اس تشریح کے مطابق نوین سال غزوۂ بدر کے موقع پر پیشینگوئی پوری ہوئی، اور رومی غالب آئے"

غزوۂ بدر ہجرت کے پہلے سال اور بعثت کے چودھوین سال پیش آیا۔ اس سے ۹ برس پہلے، بعثت کا پانچوان سال

---

[1] ترمذی تفسیر سورۂ روم، [2] تاریخ زوال روم جلد ۳ صفحہ ۳۰۲ و ۳۰۳ طبع مذکور، [3] جلد ۲ تفسیر سورۂ روم، [4] تفسیر سورۂ روم

ہوگا، اس بنا پر پیشینگوئی کا زمانہ سنہ ۵ بعثت اور اس کے پورے ہونے کا زمانہ سنہ ۱۴ بعثت یا سنہ ۱ھ ہی، بعض لوگون نے اس پیشینگوئی کے پورے ہونے کا زمانہ صلح حدیبیہ کا سال یعنی سنہ ۶ھ بیان کیا ہے، یہ صحیح نہین، شاید لوگون کو اس سے دھوکا ہوا کہ صحیح بخاری وغیرہ مین ہی کہ قاصد نبوی جب اسلام کا دعوت نامہ لیکر قیصر کے پاس گیا تو وہ اس وقت فتح کا شکریہ ادا کرنے کے لیے شام آیا ہوا تھا، اور معلوم ہے کہ قاصد صلح حدیبیہ کے زمانہ مین روانہ ہوئے تھے، اس لیے لوگون نے یہ سمجھا کہ حصولِ فتح کی بھی یہی تاریخ ہے، مگر یہ مغالطہ بالکل ظاہر ہے کہ فتح کی تاریخ نہین، بلکہ فتح کے جشن کی تاریخ ہے،

رومی تاریخ کی مطابقت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سنہ ۶۰۹ء مین آپ کی بعثت ہوئی، سنہ ۶۱۱ء سے روم و فارس کی چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی، سنہ ۶۱۳ء مین اعلانِ جنگ ہوا، سنہ ۶۱۴ء سے رومیون کی شکست کا آغاز ہوا، سنہ ۶۱۶ء مین رومی شکست تکمیل کو پہنچ گئی، سنہ ۶۲۲ء سے پھر رومیون نے حملہ شروع کیا، سنہ ۶۲۳ء سے اُنکی کامیابی کا آغاز ہوا، اور سنہ ۶۲۵ء مین اُنکی فتح تکمیل کو پہنچ گئی، اس ترتیب سے دیکھیے تو ظاہر ہوگا کہ اس پیشینگوئی کی خوبی یہ ہے کہ اگر آغازِ شکست سے آغازِ فتح تک جوڑیے تو بھی ۹ برس ہوتے ہین، اور اگر انجامِ شکست سے اختتامِ فتح تک جوڑیے تو بھی وہی ۹ برس ہون گے،

اس فتح کی تکمیل کے بعد ہرقل پھر وہی سست و عیاش قیصر بن گیا، جو پہلے تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دستِ قدرت نے صرف اس پیشینگوئی کے پورا کرنے کے لیے چند سال کے واسطے اُس کے دل و دماغ کو بیدار، اور دست و بازو کو ہشیار کر دیا تھا، پیشینگوئی کی تکمیل کے بعد پھر پہلے کی طرح تعیش اور کاہلی نے اُسکو عیش و غفلت کے بستر پر تھپک تھپک کر سُلا دیا۔

دیگر آیات و دلائلِ نبوی
قرآن مجید مین

طیراً ابابیل کی نشانی | آنحضرت صلعم کی ولادت عام الفیل مین ہوئی جس مین ابرہتہ الاشرم نے ہاتھیون کی قطار کے ساتھ خانۂ کعبہ پر حملہ کرنا چاہا تھا، لیکن فضاے آسمانی کے ایک نہایت حقیر پرندہ نے کنکریون کے ذریعہ سے ان کو ہلاک کر دیا، یہ ایک عظیم الشان نشان تھا جس کا ظہور مسلمان اور عیسائی دونون تسلیم کرین گے کہ مشرکین عرب کی تائید کے لیے نہین ہو سکتا تھا، کیونکہ ابرہتہ الاشرم ایک عیسائی بادشاہ تھا، جس کا مذہب بہرحال مشرکین سے بہتر تھا، بلکہ یہ خود آنحضرت صلعم کے ظہور کا نشان تھا، جنکی ذاتِ پاک حقیقی طور پر خانۂ کعبہ کی حفاظت کی کفیل تھی یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اس معجزہ کے ذکر مین خاص طور پر آپ کی طرف روے خطاب کیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ، اَلَمْ يَجْعَلْ	کیا تو نے نہین دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والون کے ساتھ
كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ	کیا کیا، اون کی چھپی گھاتون کو بے راہ نہین کر دیا، اور اُن پر
تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ	جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے، جو اُن کو پتھریلی کنکریون سے مارتے
(فیل)	تھے تو خدا نے اُنکو کھائی ہوئی بھُس کے مانند کر دیا۔

یہ سورہ واقعہ کے تقریباً ۴۰ برس بعد اتری تھی، اور غالباً اُسوقت متعدد اشخاص اس واقعہ کے چشم دید گواہ ہون گے، اور ایسے تو ہزارون ہون گے جنھون نے دیکھنے والون سے براہ راست اور بلا واسطہ اس واقعہ کو سنا ہوگا، کُفّار جو ہمیشہ آنحضرت صلعم کی تکذیب کے درپے رہتے تھے، اگر اس صورتِ واقعہ کے بیان مین کچھ بھی غلطی یا جھوٹ شامل ہوتا تو وہ اس کی علانیہ تردید کر دیتے، مگر ایسا نہین ہوا، اس لیے اس کی سچائی مین کوئی شک وشبہہ نہین کیا جا سکتا۔

شہب ثاقب کی کثرت | آنحضرت صلعم کو جب نبوت عطا ہوئی تو نظم آسمانی مین ایک خاص انقلاب پیدا ہوا، جنّات

جو پہلے آسمان کے قریب تک جا سکتے تھے، اُن کی آمد و رفت مسدود کردی گئی، اور اُن پر ٹوٹنے والے تارون کی بارش ہونے لگی، چنانچہ قرآن مجید مین خود جنّات کی زبانی بیان ہے۔

وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا (جن ۱)

ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو پایا کہ وہ سخت پہرہ دارون اور ٹوٹنے والے تارون سے بھردیا گیا ہے، اور ہم پہلے سننے کو وہان ٹھکانون پر بیٹھتے تھے، لیکن اب جو کوئی سنے تو تارے کو اپنی تاک مین پا دے۔

شرح صدر | شرحِ صدر یعنی سینہ کا کھول دینا، یا اس غرض سے چاک کرنا کہ وہ انوارِ الٰہی سے معمور کیا جائے، ایک دولتِ ربانی تھی جو آنحضرت صلعم کو عطا ہوئی، ارشاد ہوا۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ، (شرح) اے محمد کیا ہمنے تیرے سینہ کو کھول نہین دیا (یا چاک نہین کردیا)

احادیث مین گو اس شرحِ صدر کی پوری تفصیل مذکور ہے، مگر بہرحال قرآن پاک سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ خواہ یہ ظاہری طور سے، یا باطنی رنگ مین علم و حکمت اور نور و معرفت کی غیر معمولی اور ما فوق بشری بخشش ہو، ہر صورت مین وہ ایک فہم سے بالاتر کیفیت تھی،

مکہ سے بیت المقدس تک ایک شب مین سفر | آنحضرت صلعم نے معجزانہ طریق پر ایک شب مین مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک جو پُراسرار سفر کیا، قرآن نے ان الفاظ مین اُن کی تصدیق کی ہے،

سُبْحٰنَ الَّذِيْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا ، (اسراء ۱) پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندہ کو خانۂ کعبہ سے بیت المقدس تک رات کے وقت ایک شب مین لے گیا۔

حالانکہ ان دونون مقامات کے بیچ مین اُس زمانہ مین مہینون کا سفر تھا،

قریش پر قحط سالی کا عذاب | حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت سے پہلے بھی یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ جب قریش نے آپ کی مخالفت کی تو آپ نے اُنکو بد دعا کی کہ "خداوندا اُن کو سات سال تک قحط مین مبتلا رکھ، جسطرح تونے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ مین سات سال مستقل قحط کو قائم رکھا تھا" چنانچہ اُن پر ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگون نے

بھوک کے مارے مردار اور چمڑے کھائے، یہان تک کہ جب لوگ آسمان کی طرف دیکھتے تھے تو وہ انکو دھوئین کی طرح نظر آتا تھا، یہ حالت دیکھکر ابوسفیان آپ کی خدمت مین حاضر ہوا، اور کہا کہ "اے محمدؐ! تم خدا کی اطاعت اور صلۂ رحم کا حکم دیتے ہو، حالانکہ خود تمہاری قوم تباہ ہو رہی ہے، اُس کے لیے خدا سے دعا کرو" آپ نے دعا فرمائی، اور بارش ہوئی جس نے قحط کی مصیبت کو دور کر دیا، اس کے بعد پھر قریش نے حسبِ دستور آپ کی مخالفت شروع کی تو قیامِ مکہ ہی کے زمانہ مین خدا نے آپ کی زبان سے یہ پیشینگوئی قریش کو سنائی کہ آیندہ اس کا انتقام ایک اور سخت گرفت سے لیا جائے گا، وہ گرفت بدر کی لڑائی تھی، چنانچہ سورۂ دخان کی ان آیتون مین اسی واقعہ کا ذکر ہے۔[1]

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ يَغْشَى	اس دن کا انتظار کرو جب آسمان دھوان نمایان کریگا جو لوگون پر
النَّاسَ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا	چھائیگا، یہ نہایت تکلیف دہ عذاب ہے، خداوندا یہ عذاب ہمارے
الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ	اوپر سے ہٹانے، ہم مسلمان ہین، اور کہان ان کے لیے نصیحت پکڑنا،
وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا	حالانکہ ان کے پاس ایک رسول کھلم کھلا آیا، پھر ان لوگون نے اس سے اعراض
مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ	کیا اور کہا یہ سکھایا ہوا پاگل ہے، ہم تھوڑی دیر کے لیے اس عذاب کو ہٹا
قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ	لینے والے ہین تم لوگ اسی قدیم حالت کی طرف عود کر جاؤگے، ہم اس
الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ (دخان ۱)	روز انتقام لین گے جو سب سے بڑی پکڑ کا دن ہوگا،

موقع ہجرت کی معجزانہ نشانیان کفار نے دار الندوہ مین چھپکر آپ کے قتل وغیرہ کے مشورے کیے، کوئی مسلمان نہ ان مین شریک تھا اور نہ کسی طرح ہو سکتا تھا، مگر آنحضرت صلعم کو ہر چیز کی خبر اللہ نے دیدی، دن تاریخ، وقت سب سے آگاہی ہوگئی، اور پھر یہ کہ جس شب کو آپ نے ہجرت کی سب کو معلوم ہے کہ اُس رات کو آپ کے گھر کے چار و نطرف دشمنونکا پہرہ تھا، تاہم آپ ان کی آنکھون مین خاک جھونک کر اُنھین کے درمیان سے گذر کر حضرت صدیق کے ساتھ شہر سے نکل گئے، آپ مکہ کے قریب ہی غارِ ثور مین جاکر چھپے، عرب آثارِ قدم سے اشخاص کے مقام وگذرگاہ کا پتہ لگانے مین

[1] صحیح مسلم

نہایت مشتاق تھے، صبح کو وہ آپ کا پتہ لگاتے ہوئے غار مذکور کے دہانہ تک پہنچ گئے، یہان تک کہ اگر وہ ذرا جھک کر دیکھتے تو آپ اُن کے سامنے تھے، حضرت ابوبکر اقتضاے بشری سے گھبرا اُٹھے، مگر آپ نے تسلّی دی کہ خدا ہمارے ساتھ ہے چنانچہ ساتھ والے خدا نے یہ تدبیر کی کہ کافرون سے اونکی یہ سوجھ چھین لی کہ وہ جھک کر دیکھین، اور اُن کے دل مین ایسی بات ڈال دی کہ وہ بے دیکھے واپس چلے گئے، سیر کی اکثر ضعیف روایتون مین اور مسند ابن حنبل کی ایک روایت مین جو زیادہ کمزور نہین ہی مذکور ہے کہ مکڑی نے غار کے منھ پر جالے تن دیے تھے، کفار نے کہا اگر کوئی اس غار مین جاکر چھپتا تو ظاہر ہے کہ یہ جالے ٹوٹ جاتے، اور یہ کہکر وہ واپس چلے گئے، اس غار سے نکل کر جب آپ مدینہ کی راہ چلے تو قریش کے سوار آپ کے تعاقب مین نظر آئے، چنانچہ سراقہ اپنا گھوڑا دوڑاتا آپ کے قریب پہنچ گیا، دفعۃً گھوڑے کے پانون زمین مین دھنس گئے، تین دفعہ یہی واقعہ پیش آیا، سراقہ اس اعجاز کو دیکھکر مرعوب ہوگیا، اور خط امان لیکر واپس چلا گیا،

واقعۂ ہجرت کے ان معجزانہ واقعات کا تفصیلی بیان احادیث مین ہے، مگر قرآن مجید کا یہ اجمالی اعتراف اُنکی تائیدی شہادت ہے۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ
اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ
وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۝ (انفال ۴)
اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ
لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ج فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ
وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا السُّفْلٰى ط وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ط وَاللّٰهُ

اور یاد کرو (اے پیغمبر) جب کفار تمہارے ساتھ داؤ کر رہے تھے، تاکہ
تم کو یا قید کرین، یا قتل کرین، یا گھر سے نکال دین، وہ بھی داؤ کر رہے تھے،
اور خدا بھی داؤ کر رہا تھا اور خدا سب داؤ کرنیوالون مین بہتر داؤ کرنیوالا ہے،
اے لڑائی سے پیچھے رہنے والے لوگو! اگر تم اس پیغمبر کی مدد نہ کروگے تو وہ تمہاری
مدد سے بے نیاز ہے کہ خدا نے اس وقت اس کی مدد کی جب اوسکو
کافرون نے مکہ سے نکال دیا تھا، دو رفیقون مین سے ایک تھے جب وہ
دونون غار مین تھے، اپنے ساتھی سے کہا تھا کہ گھبراؤ نہین، خدا ہمارے ساتھ ہے
پھر خدا نے اس پر اپنی تسکین نازل کی اور ان فوجون سے اسکی مدد کی جنکو تم

عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ، (توبہ ۶) — نہیں دیکھا اور کافرون کی بات کو نیچا کیا اور خدا ہی کی بات اونچی رہتی ہے اور خدا غالب ہے دانا ہے

خواب مین کفار کا کم دیکھنا

ہجرت کے بعد سب سے پہلا معرکہ غزوۂ بدر کا پیش آیا جس مین ایک طرف تین سو تیرہ مسلمان تھے، جو ہتھیارون سے بھی پورے آراستہ نتھے، دوسری طرف ایک ہزار قریش کی نوہے مین غرق فوج تھی، دنیا قیاس کر سکتی ہے کہ اس جنگ کا خاتمہ کس کے حق مین ہوتا لیکن چونکہ یہ اسلام کی ہمیشہ کے لیے موت وحیات کی ساعت تھی، اس لیے کارسازِ قدرت نے اپنی عجیب عجیب نشانیون سے حق کو فتح اور باطل کو شکست دیگا، چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ بدر سے پہلے آنحضرت صلعم کو اس معرکہ کا نقشہ، عالمِ رویا مین دکھایا گیا تھا، اور اس مین کفار کی تعداد بہت کم دکھائی گئی تھی، جو اُن کی ذلت اور شکست کی طرف اشارہ تھا، مسلمانون نے جب یہ خواب سنا تو اُن کو ہمت ہوئی، اگر عالمِ رویا مین کفّار کی کثرت دکھائی جاتی، تو مسلمانون کے حوصلے پہلے ہی سے پست ہوجاتے، چنانچہ خود قرآن نے اسکی تصریح کردی،

اِذْ یُرِیْکَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا	خدا کے احسان کو یاد کر جب وہ تجھکو تیرے خواب مین اُن کافرون کو تھوڑا
لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ	دکھا رہا تھا، اگر تم کو زیادہ کر کے دکھاتا تو تم ہمت ہار دیتے اور لڑائی کے بارے
اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ،	مین آپس مین اختلاف رائے کرتے، لیکن خدا نے بچا لیا، بیشک خدا
(انفال ۵)	سینون کے راز جانتا ہے،

مسلمانون کا کافرون کی نظر مین اور کافرون کا مسلمانون کی نظر مین کم کرکے دکھانا

اس معرکہ مین سُن چکے کہ کافرون کی تعداد مسلمانون سے تگنی تھی، ایسی حالت مین مسلمانون کا بددل ہونا لازمی تھا، خدا نے اپنی قدرت کا یہ تماشہ دکھایا، کہ مسلمانون کی نگاہون مین کچھ ایسا تغیر کردیا کہ وہ مسلمانون کو بہت تھوڑے معلوم ہونے لگے، اُدھر کفار کو مسلمان تھوڑے نظر آتے تھے، مقصود یہ تھا کہ رؤساے کفّار میدان سے بھاگ کر جانین بچاکر نہ لے جانے پائین، اسکی یہ تدبیر کی کہ مسلمان اپنی اصلی تعداد سے بھی اُنکو کم نظر آنے لگے، اس کا اثر یہ ہوا کہ انھون نے اپنی فتح کو یقینی سمجھکر حصولِ نتیجہ کے لیے نہ تو سرفروشانہ کوشش کی، اور نہ بھاگنے کی کوئی ضرورت سمجھی، اور یہی بات مسلمانون کے حق مین مفید ہوگئی۔

وَاِذْ یُرِیْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْۤ اَعْیُنِكُمْ قَلِیْلًا وَّیُقَلِّلُكُمْ	خدا کے اس احسان کو یاد کرو کہ جب تم دشمنون سے صف آرا ہوئے،

فِی اَعْیُنِهِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا ۝ (انفال ۵)

تو وہ تمھاری نگاہون مین انکو تھوڑا کرکے دکھاتا تھا، اور تمکو انکی آنکھون مین کم کرکے دکھا رہا تھا، تاکہ اس کام کو جسکا ہونا مقرر ہے طے کر دے،

پھر کافرون کی آنکھون مین مسلمانون کا دونا نظر آنا، پہلے تو خدا نے کافرون کی نگاہ مین مسلمانون کو کم کرکے دکھایا تاکہ کفار بے پروا ہو کر لڑ پڑین، پھر جب دونون صفین گتھ گئین، تو خدا کے حکم سے مسلمانون کی تعداد دشمنون کی آنکھون مین انکی اپنی تعداد سے بھی دونی نظر آنے لگی اس کا یہ اثر ہوا کہ قریش نے ڈر کر ہمت ہار دی۔

قَدْ کَانَ لَکُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰی کَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَاللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ۝ (آل عمران ۲)

اے یہودیو تمھارے ان دونون فوجون مین جو صف آرا ہوئین جنمین ایک خدا کی راہ مین لڑ رہی تھی، اور دوسری خدا کی منکر تھی، یقیناً ایک نشانی تھی، کافرون کا لشکر آنکھون دیکھتے اپنی مقابل فوج کو اپنے سے دونا دیکھ رہا تھا، اور اللہ جسکی چاہتا ہے اپنی مدد سے تائید کرتا ہے اس واقعہ مین ان لوگون کے لیے جو چشم بینا رکھتے ہین بڑی عبرت ہے،

فرشتون کی آمد یہ مسلمانون کی تعداد بڑھ کیونکر گئی؟ کیا آسمان سے فرشتے اتر آئے؟ خدا فرماتا ہے۔

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُکُمْ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ (انفال ۱)

یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمھاری سُن لی، کہ مین لگاتار ہزارون فرشتون سے تمھاری مدد کرونگا اور خدا نے یہ نہین کیا لیکن خوش کرنے کے لیے، اور تاکہ تمھارے دل مطمئن ہون، ورنہ فتح تو اللہ ہی کیطرف سے ہے، اللہ غالب حکمت والا ہے،

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ، (انفال ۲)

یاد کر، جب تیرا پروردگار فرشتون کو وحی کر رہا تھا کہ مین تمھارے ساتھ ہون تو تم مسلمانون کے دل مضبوط کیے رہو، کافرون کے دلون مین عنقریب مین رعب ڈال دونگا،

میدان جنگ مین پانی برسانا بدر کے میدان مین جہان مسلمانون نے اپنی صفین قائم کی تھین، وہ جگہ بلند تھی، اور جہان سے

قریش کی فوج لڑ رہی تھی، وہ جگہ نشیب مین تھی، اللہ تعالیٰ نے کفار کی شکست کا ایک ظاہری سامان یہ پیدا کر دیا کہ عین اسوقت میدانِ جنگ مین موسلا دھار پانی برسایا جس نے اِدھر تو مسلمانون کی طرف گرد و غبار بٹھا کر اُن کے پاؤن جما دیے، اور اُدھر کافرون کی طرف پانی کا یہ ریلا ہوا کہ انکو زمین پر قدم رکھنا مشکل ہوگیا۔ خدا خود فرماتا ہی،

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ، (انفال ۲)

اور خدا کے اس احسان کو یاد کرو کہ جب وہ آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ تم کو اس پانی سے پاک کرے، اور ناپاکی تم سے دور کرے اور تمھارے دلون کو مضبوط کرے اور اس سے قدمونکو جما دے،

لڑائیون مین نیند کا طاری ہونا | معرکۂ جنگ وہ مقام ہے جہان بڑے بڑے بہادرون کی آنکھ سے نیند اڑ جاتی ہے مگر یہ تسکینِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز یہ تھا کہ بدر و احد کے کارزارون مین مسلمان سپاہیون کی بیخطری اور بیخوفی کے لیے انکی آنکھون پر نیند کا غلبہ کر دیا گیا، تاکہ کسی خوف و خطرہ کا خیال کئے بغیر وہ اپنے فرض کو انجام دین، چنانچہ خدا احسان جتاتا ہے،

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ، (انفال ۲)

یاد کرو جب خدا اپنی طرف سے تمھاری بیخوفی کے لیے تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ، (آل عمران ۲)

پھر خدا نے غم کے بعد بیخوفی کے لیے تم پر نیند اتاری جو ایک گروہ پر چھا رہی تھی اور دوسرا گروہ تھا جسکو اپنی جان کی فکر غم مین ڈالے تھی،

آپ کا کنکری پھینکنا | یہ سب کچھ تھا لیکن عین اس دار و گیر کے معرکہ مین، ایک مقدس وجود پرسکون دل اور سربسجود پیشانی کے ساتھ ظاہری ہتھیارون سے منزہ ہو کر دعاؤن مین مصروف تھا، اس نے سر اٹھایا، اس حیرت ناک منظر پر نگاہ ڈالی، اور زمین سے ایک مٹھی کنکری اور خاک اُٹھا کر دشمن کی طرف پھینکی، دفعۃً باطل کا طلسم چور چور تھا، قرآن گواہی دیتا ہی،

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ، (انفال ۲)

تو تم نے (مسلمانو) انکو قتل نہین کیا، بلکہ خود خدا نے انکو قتل کیا، اور اے پیغمبر! تو نے نہین پھینکا جب تو نے پھینکا تاکہ مسلمانون کو اس سے (فتح کی) اچھی نعمت عطا کرے، خدا (دعاؤنکا) سننے والا اور بھیدونکا جاننے والا

کوئی رمی کے معنی تیر پھینکنے کے نہ لے کہ آپ نے اس موقع پر کیا، تمام عمر مین سخت سے سخت خطرہ مین بھی کبھی تیغ و تیر، اور تبر و خنجر سے دست مبارک کو آلودہ نہین کیا،

غزوۂ بدر مین دو مین سے ایک کا وعدہ پڑھ چکے ہو کہ بدر کے معرکہ سے پہلے قریش کا ایک تجارتی قافلہ مال و اسباب سے لدا ہوا شام سے مکہ جا رہا تھا، اور اُدھر سے قریش کی فوج بڑے سر و سامان کے ساتھ مسلمانون سے لڑنے کو نکلی تھی، مدینہ سے نکلنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اِس صورتِ واقعہ سے مسلمانون کو آگاہ کر دیا تھا، اور کہدیا تھا کہ اِن دونون مین سے ایک چیز تم کو ملیگی، یا تو یہ قافلہ، اور یا یہ قریش کی فوج شکست کھائیگی، اور تم کو غنیمت کا مال ملے گا، چنانچہ یہ صورت واقعہ بھی درست نکلی، اور وعدہ بھی پورا ہوا،

وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ (انفال ۱) اور یاد کرو جب تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ ان دو گروہون مین ایک تمھارے ہے

غزوۂ احزاب کی خبر غزوۂ احزاب جس مین دفعۃً متحدہ عرب قبائل کا سیلاب مدینہ کے چارون طرف امنڈ آیا تھا، واقعہ سے بہت پہلے آنحضرت صلعم کو عالم رویا مین اُسکی اطلاع دی جا چکی تھی، اور آپ نے تمام مسلمانون کو اس مصیبت کے آنے سے پیشتر باخبر کر دیا تھا، چنانچہ جب یہ صورتِ حال نظرون کے سامنے آگئی، تو اس نشان کے ظاہر ہونے سے مسلمانون کے ایمان مین اور زیادہ پختگی آگئی، اور ان کے دلون مین آپ کی صداقت کا مزید یقین پیدا ہوگیا۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَمَا زَادَھُمْ اِلَّآ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا ۝ (احزاب ۳) اور جب مسلمانون نے ان متحدہ حملہ آور قبائل کو دیکھا، تو کہا یہی وہ ہے جس کا وعدہ ہم سے خدا اور اس کے رسول نے کیا تھا، اور خدا اور اُسکے رسول نے سچ کہا تھا، اور اس واقعہ نے ان کو ایمان اور اقرار مین (پختگی کو زیادہ کر دیا)

غزوۂ احزاب مین آندھی اِس غزوہ مین عرب کے مختلف قبائل نے ملکر مسلمانون پر متحدہ حملہ کیا تھا، اور چارون طرف سے مدینہ کا محاصرہ کر لیا تھا، اور ڈیرے خیمے ڈال کر اس بات پر جم گئے تھے کہ ہم اِسی محاصرہ کی حالت مین مسلمانون کو مدینہ مین گھیر کر اُن کا خاتمہ کر دین گے، چنانچہ ۲۰ دن تک وہ محاصرہ کئے پڑے رہے، آس پاس کے یہودی جو پہلے مسلمانون سے عہد کر چکے تھے، دشمنون سے جا کر مل گئے اور اس قدر زور کا حملہ کیا کہ مسلمان فریضۂ نماز بھی وقت پر ادا نہین کر سکتے تھے

مدینہ مین فاقہ ہونے لگا، منافقین اور کچے دل کے لوگ گھبرا کر ساتھ چھوڑنے لگے کہ عین وقت پر اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے باہر اس زور کی آندھی چلائی کہ دشمنون کے خیمے اکھڑ گئے، طنابین ٹوٹ گئین، ہانڈیان الٹ گئین، اور ایسی سخت سردی پڑی کہ دشمن ٹھٹھر کر رہ گئے، اور ہمت ہار کر خود محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے، خدا نے مسلمانون کو اپنا یہ احسان جتایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ	مسلمانو! اپنے اوپر خدا کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب فوجون نے تم پر حملہ
جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا	کیا تو ہم نے ان پر ہوا اور ایسی فوجین بھیجین جنکو تم نے نہین دیکھا اور جو
وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا (احزاب ۲)	تم کر رہے تھے خدا اس کو دیکھ رہا تھا۔

غزوۂ حنین مین نصرت فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین پیش آیا، گو اس مین مسلمانون کے ساتھ بڑی بھیڑ شامل تھی، لیکن اس مین کچھ نوجوان تھے جو لڑائی کا تجربہ نہین رکھتے تھے، کچھ مکہ کے نومسلم تھے، جو ابھی صبر وضبط کے خوگر نہین ہوئے تھے، فوج مین زرہ پوش بھی کم تھے، اور مقابلہ قبیلۂ ہوازن سے پڑا، جو قدر اندازی مین کمال رکھتے تھے، مسلمان جونہی آگے بڑھے، حریف نے ان کو تیرون پر رکھ لیا، پہلے ہی حملہ مین مسلمانون کے قدم اکھڑ گئے، لیکن مرکز نبوت اپنی جگہ پر تھا، آپ نے حضرت عباس کو حکم دیا، انھون نے مہاجرین وانصار کو آوازین دین، وہ پلٹے تو آپ سواری سے نیچے اترے، اور زمین سے ایک مشت خاک اٹھا کر دشمنون کی طرف پھینکی، دفعۃً جنگ کا نقشہ بدل گیا، ہوازن شکست کھا کر بھاگ نکلے، یہ واقعہ صحیح مسلم اور دیگر معتبر روایتون مین مذکور ہے، اور قرآن اسکی صداقت کی گواہی دیتا ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ	خدا نے تمھاری نصرت بہت سے مقامات مین کی، اور نیز حنین کے دن جب
إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ	تمھاری کثرت تعداد نے تمکو مغرور بنا دیا تھا تو یہ کثرت تمھارے کچھ کام
عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ	نہ آئی، اور تم پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی، پھر پیٹھ پھیر کر
ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ	پیچھے ہٹے، پھر اللہ نے اپنی تسکین اپنے رسول پر اور مومنون پر نازل
وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ	کی، اور وہ فوجین اتارین جنکو تم نے نہین دیکھا اور کفر کرنے والون
كَفَرُوا (توبہ ۴)	کو پوری سزا دی۔

"نظر نہ آنے والی فوجوں" کے الفاظ سے قرآن مجید نے ہمیشہ فوق الفہم اور غیر مادی ذرائع و وسائل کی تعبیر کی ہے،

غیب پر اطلاع | غیب کا ذاتی علم تو خدا کے سوا کسی اور کو نہیں، مگر وہ جس کو چاہے اپنی اس بخشش سے سرفراز بھی کرسکتا ہے چنانچہ آنحضرت صلعم کی نگاہوں کے سامنے کبھی دور دراز مقامات کی خبریں، کبھی لوگوں کے دلوں کے حالات، کبھی مخفی واقعات آئینہ کر دیے جاتے تھے، مسلمان تو مسلمان، وہ بھی جو سچے دل سے آپ کی صداقت کے قائل نہ تھے، اس سے ڈرتے تھے کہ وحی الٰہی جسکے متعلق انھیں تجربہ ہو چکا تھا کہ وہ واقعات غیبی کی پردہ در ہے، کہیں ان کے مخفی جرائم اور دل کے کھوٹوں کو برملا ظاہر نہ کر دے،

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ، (توبہ)

منافقین اس سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورہ اترے جو انکو ان باتوں سے آگاہ کر دے جو منافقوں کے دلوں میں ہیں،

بنو نضیر کی سازش کی اطلاع | ایک دفعہ ایک ضروری کام کے لیے آنحضرت صلعم چند رفقاے خاص کے ساتھ بنو نضیر کے قلعہ میں تشریف لے گئے، یہود بنی نضیر نے آنحضرت صلعم اور دیگر اکابر اسلام کے خفیہ قتل کا اس کو بہترین موقع سمجھا، چنانچہ جس دیوار کے نیچے آپ کھڑے تھے اس کی چھت پر ایک شخص چڑھ گیا کہ اوپر سے ایک بھاری پتھر آپ پر گرا دے، کہ دب کر مرجائیں، اللہ تعالیٰ جو اپنے پیغمبر کی حفاظت کا کفیل تھا، اس نے بر وقت اطلاع دی، اور آپ فوراً ان کے دام سے باہر نکل آئے، اور انکو ان کے اس ارادۂ فاسد کی اطلاع بھیجدی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (مائدہ ۲)

اے مسلمانو! خدا کے اس احسان کو جو اس نے تم پر کیا یاد کرو کہ جب ایک گروہ نے تم پر دست درازی کا قصد کیا تو خدا نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک دیا، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں،

مہاجرین حبش کو بشارت | قریش کے گوناگوں مظالم سے تنگ آکر مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اپنے ملک و وطن کو خیرباد کہکر حبش چلی گئی، اول تو غیر ملک اور بدیس میں ان مسلمانوں کا جانا ہی فکر و تردد کا باعث تھا، اور معلوم نہ تھا کہ حبش کے

عیسائی بادشاہ اور امرائے مذہب کے اِن پیرودن کے ساتھ کیونکر پیش آئین گے، اِس سے زیادہ فکر کی یہ چیز تھی کہ روساے قریش کے تجارتی تعلقات کے باعث حبش کے امرا اُن سے شناسا تھے، اور باہم اُن کے درمیان دیرینہ روابط تھے، اس کے بعد اس سے بھی زیادہ ترد د انگیز یہ واقعہ ہوا کہ روساے قریش نے اپنے گذشتہ تعلقات کی بناپر نجاشی کے دربار مین تحفہ تحائف دیکر اپنے سفرا اِس غرض سے بھیجے تاکہ وہ ان بے وطن مسلمانون کو اپنے ملک مین رہنے کی اجازت نہ دے، یہ تمام اسباب ایسے تھے جنکی بناپر مسلمانون کو عموماً اور مہاجرین کو خصوصاً اپنے مستقبل کی نسبت سخت تشویش کا پیدا ہونا ضرور تھا، اسی بناپر سکینتِ الٰہی نے انکو امن وامان کا پیام سنانا ضروری سمجھا، چنانچہ اُسی تشویشناک اور تردد انگیز عہد مین یہ آیت نازل ہوئی،

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا	اور جن لوگون نے اللہ کی خاطر مظلومی کی حالت مین ہجرت کی ہم انکو
لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ	بالیقین دنیا مین اچھا ٹھکانا دینگے اور آخرت کا ثواب سب سے
(نحل)	بڑا ہے،

اگرچہ ہجرت کا لفظ عام ہے، مگر اس دلیل سے کہ یہ سورہ قیامِ مکہ کے زمانہ کی ہے، اور جن لوگون نے اس عہد مین ہجرت کی تھی ان کا ذکر ہے، صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاص مہاجرینِ حبش کے لیے بشارت ہی، سب کو معلوم ہی کہ خدا کا یہ وعدہ کتنا سچا ہوا، نجاشی نے نہ صرف یہ کہ قریش کے سفرا رکو خلافِ توقع ناکام واپس کردیا، بلکہ مسلمانون کو اُس نے بڑی عزت سے جگہ دی اور خود اسلام کی طرف میلان ظاہر کیا، بعض مسلمان چودہ چودہ برس وہان رہے، اور اس اثنا مین کئی نجاشی سریر آرا ہوے مگر کسی نے اُن سے تعرض نہین کیا۔

ہجرت کے بعد قریش کو مہلت نہ ملیگی

آنحضرت صلعم نے جس بے سروسامانی کے ساتھ ہجرت فرمائی تھی اس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، اِس حالت کو دیکھکر کسی شخص کے دل مین یہ خیال بھی پیدا ہوسکتا تھا کہ یہ بے خان ومان قافلہ ایک دن مدینہ سے اس قدر طاقتور ہوکر نکلے گا کہ جن لوگون نے ابتداے نبوت سے آغازِ ہجرت تک اُنکی جان لینے مین کوئی کسر اُٹھا نہین رکھی، وہ اس کے ہاتھون خود ہلاک وبرباد ہوجائین گے، لیکن قرآن مجید دوسری پشینگوئی کر رہا تھا، چنانچہ ہجرت سے ایک سال

پہلے مکہ معظمہ مین یہ آیت اتری،

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا — اگر وہ تم کو سرزمین (مکہ) سے گھبرا چکے تاکہ تم کو اُس سے نکال دین تو وہ

وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا، (بنی اسرائیل) — تمھارے بعد بہت کم مدت تک باقی رہین گے،

چنانچہ یہ پیشینگوئی حرف بحرف پوری ہوئی، اور ایک ہی سال کے بعد غزوۂ بدر نے صنادید قریش کا خاتمہ کردیا،

اور اہل عرب کی مخالفت کی جڑ کٹ گئی،

مدینہ مین بڑے بڑے مصائب کا سامنا ہوگا | عجب نہین کہ مدینہ آکر مسلمانون کو یہ اطمینان ہوگیا ہو کہ انکی تمام تکلیفون کا خاتمہ ہوگیا،

اور اسوقت کوئی ایسا قرینہ بھی نہ تھا جس سے یہ معلوم ہوتا کہ قریش انتقام کے جوش مین نیام سے تلوارین کھینچ لین گے،

اور تمام عرب اِس مہم مین ان کا ہم آہنگ ہو جائے گا، اور متصل آٹھ برس تک لڑائیون کا سلسلہ قائم رہیگا جس مین

مسلمانون کو تنگدستی، فاقہ، قتل وخونریزی ہر نوع کی مصیبتون سے دوچار ہونا پڑے گا، مگر عالم غیب کا پیغام محمد رسول اللہ

(صلے اللہ علیہ وسلم) کو پہلے ہی پہنچ چکا تھا،

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ — اور ہم یقیناً تمکو کسی قدر خوف، فاقہ، اور جانون کی اور مال اور پھلونکی

وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ (بقرہ ۱۹) — کمی کی مصیبتون سے آزمائین گے،

دینی و دنیاوی شہنشاہی کا وعدہ | لیکن اسی بے سروسامانی کے عالم مین اس بے خانمان گروہ کے ساتھ خداوند تعالی نے ایک

وعدہ اور بھی کیا، اور اُن کو خلافت ارض یعنی دینی و دنیاوی شہنشاہی کی بشارت دی، یہ بشارت واقعات موجودہ کے

کس قدر خلاف تھی، مگر چند ہی سال مین محال نے وقوع کی صورت اختیار کر لی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ — تم مین سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا، خدا نے ان سے وعدہ

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ — کیا ہے کہ انکو زمین کا خلیفہ بنائیگا، جیسا کہ اس نے تم سے پہلے کے لوگون

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ — کو خلیفہ بنایا، اور جو دین اونکے لیے پسند کیا ہے اس کو مستحکم کردیگا، اور

مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا، (سورۂ نور) — انکے خوف کو امن سے بدل دیگا،

مسلمانون کی حالت کے لحاظ سے یہ بشارت کس قدر عجیب وغریب تھی، مسلمانون کا گروہ ایک مظلوم، بیکس اور ضعیف گروہ تھا جس کو کفار نے طرح طرح کی اذیتین دیکر خانمان برباد کر دیا تھا، اور اس نے مدینہ مین آکر خدا کے چند نیک بندون کے سائے مین پناہ لی تھی، یہان آکر بھی اسکو اطمینان وراحت کی نیند نصیب نہ ہوئی، کفار کہ پہلے ہی سے جان کے دشمن تھے، یہان آکر دشمنون کی تعداد مین منافقین اور یہود کا اور بھی اضافہ ہو گیا، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ صحابہ کو ہمیشہ کفار کے حملہ کا خوف لگا رہتا تھا، اور ذرا سے شور وغل پر مدینہ مین بدحواسی پھیل جاتی تھی، یہانتک کہ صحابہ ہمیشہ سوتے جاگتے مسلح رہتے تھے، چنانچہ اس مظلوم گروہ نے اس حالت سے تنگ آکر ایک دن کہا کہ کیا کبھی وہ دن بھی آئے گا جب ہمکو اطمینان حاصل ہوگا اور خدا کے سوا کسی اور کا ڈر نہو گا، اس پر ان کو قرآن مجید نے خلافت ارض کی بشارت دی، اور وہ پوری ہوئی، اور اس گروہ نے دنیا پر اس طرح کامیاب حکومت کی کہ اس کے سامنے تمام متمدن حکومتون کا شیرازہ بکھر گیا، اس سے بڑھکر اس پیشینگوئی کی صداقت کیا ہو سکتی ہے۔

قبائل عرب کی شکست ہوگی آنحضرت صلعم کے زمانہ مین جو غزوات پیش آئے، اسلام کو جو غلبہ حاصل ہوا، کفار کو جو شکستین ہوئین، قرآن مجید نے ان کے متعلق پیشینگوئیان کین، اور اس حالت مین کین جب ظاہری اسباب کے لحاظ سے کسی کو اسکا وہم وگمان بھی نہین ہو سکتا تھا، چنانچہ جب ہر طرف سے کفار کا ہجوم تھا، اور اس ہجوم کو دیکھکر ان کو یقین تھا کہ تمام عرب ملکر مسلمانون کا خاتمہ کر دے گا، خدا نے یہ اعلان عام دیا، کہ عنقریب خود مسلمان تمام عرب قبائل کی مخالفانہ قوتون کا خاتمہ کر دین گے۔

سلام سنہ داری

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (قمر۳)	کیا وہ (کفار) کہتے ہین کہ ہم سب ایک اور ایک دوسرے کے مددگار ہین، یہ جتھا عنقریب توڑ دیا جائیگا اور وہ پشت پھیرینگے،
وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (فتح۳)	اور اگر کفار تم سے لڑین گے تو انکو بھاگنا پڑیگا، پھر وہ کوئی حامی اور مددگار نہ پائین گے،
قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ	تم ان سے لڑو، خدا انکو تمہارے ہاتھ سے عذاب دیگا، اور انکو رسوا کریگا، اور تمکو ان پر فتح دیگا

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ (توبہ) — اور مسلمانون کے دل ٹھنڈے کریگا، اور ان کے دلون کا غصہ دور کرے گا۔

اور یہ تمام پیشینگوئیان آنحضرت صلعم ہی کے زمانے مین پوری ہوئین، اسلام نے عرب کے تمام قبائل کی مخالفانہ قوتون کا خاتمہ کردیا، اور اُنھون نے ہر موقع پر شکستین کھائین؛

قریش کی شکست اور بربادی کے وعدے

مصیبت زدہ اور بے سروسامان مسلمانون کی تسکین کی خاطر، آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے قریش کی تباہی وبربادی اور مسلمانون کی فتح وکامیابی کے متعدد وعدے کئے گئے تھے جن مین سے بعض آپ کی زندگی مین اور بعض آپ کی وفات کے بعد پورے ہونے والے تھے۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنَاهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ، (زخرف ۴) — پس اگر ہم تجھکو اٹھالین، توبھی ان کافرون سے انتقام لین گے، اور اگر ہم تیری زندگی مین تجھکو وہ دکھادین جسکی دھمکی ان کافرون کو ہمنے دی ہے تو ہم ان پر یہ قدرت رکھتے ہین ؛

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ، (مومن ۸) — تو صبر کر، خدا کا وعدہ یقیناً سچا ہے، توجس بات کی دھمکی ہم ان کافرون کو دیتے ہین اس کو یا تیری زندگی مین دکھادینگے، یا تجھکو موت دینگے تو وہ ہمارے ہی پاس لوٹائے جائین گے،

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ، (رعد ۶) — اور اگر تیری ہی زندگی مین بعض وہ وعدے جو ہمنے اُن سے کیے ہین دکھادین یا تجھکو موت دیدین، تو تیرا فرض صرف پیام پہنچا دینا ہے، اور ہمارا کام حساب لینا ہے، کیا یہ کافر نہین دیکھتے کہ (ہم اسلامی فتوحات کے ذریعہ سے) سرزمین (عرب) کے حدود مین (کافرون کے قبضہ کو) کم کرتے جاتے ہین خدا ہی اپنا حکم چلاتا ہے

فتح مکہ کی پیشینگوئیان

جو چیز مسلمانون کے دل سے لگی ہوئی تھی، وہ فتح مکہ تھی، یعنی اُس شہر پر قبضہ جہان سے وہ نہایت بے بسی اور بیکسی کے عالم مین نکلے تھے، اور جس کے حدود مین انکو قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی، وہ گو اب مدینہ کے دارالسلطنۃ مین تھے تاہم وطن کی یاد دلون سے کم نہین ہوتی تھی، انکو فتح پر فتح ہوتی جاتی تھی لیکن اُن کے دل کی کلی اپنی شگفتگی

کے لیے جس موسم بہار کا انتظار کر رہی تھی وہ ہنوز نگاہوں سے دور تھا، مگر بشارتِ الٰہی ہر قدم پر اُن کے لیے تسکین کا نیا پیام لا رہی تھی، اور مژدۂ فتح سے انکو دل شاد کرتی جاتی تھی، سورۂ قصص میں یہ آیت اتری،

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ (قصص ۹)	جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ہے، وہ تجھکو ٹھکانے کی طرف پھر لوٹا کر لے جانے والا ہے۔

یعنی مکہ،[1] پھر سورۂ صف میں خدا نے مسلمانوں کو آخرت میں جنت کی بشارت دینے کے ساتھ اس دنیا میں بھی ایک بشارت دی،

وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ، (صف ۲)	اور دوسری نعمت جس کو تم دل سے چاہتے ہو، وہ خدا کی طرف سے نصرت اور عنقریب فتح ہے اور مسلمانوں کو بشارت سنا دے،

صلح حدیبیہ سے پہلے خواب میں آپ کو خانۂ کعبہ کا داخلہ دکھایا گیا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ، (فتح ۴)	خدا نے اپنے رسول کے خواب کو سچ کر دیا، تم لوگ یقیناً مسجد حرام میں اگر خدا نے چاہا تو بے خوف و خطر داخل ہو گے، بال منڈا کر یا ترشوا کر، کسی سے نہ ڈرو گے،

حدیبیہ سے آپ واپس آ رہے تھے کہ سورۂ فتح نازل ہوئی۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا، (فتح ۱)	ہم نے کھلی فتح تمکو دی۔

آپ نے اُسی وقت حضرت عمرؓ کو بلوا کر یہ خوشخبری سنائی اس کے دو برس کے بعد مکہ کی دولت مسلمانوں کو ملگئی

خیبر اور حنین کی فتح کی پیشینگوئی — ۶ھ ہجری کی صلح حدیبیہ میں فتحِ مکہ کی پیشینگوئی کی جا چکی تھی جو ۸ھ میں پوری ہوئی لیکن حدیبیہ کی صلح میں مسلمانوں نے رسول کی اطاعت اور متابعت کا جو بہترین نمونہ پیش کیا تھا، اور جس صبر و ضبط و تحمل سے صلح حدیبیہ کے شرائط کو مسلمانوں نے تسلیم کر لیا تھا، اُس کے معاوضہ میں اللہ تعالیٰ نے دوسری فتوحاتِ عظیمہ کا

---

[1] صحیح بخاری تفسیر آیت مذکور۔

وعدہ مسلمانون سے کیا، جنہین بے شمار مالِ غنیمت اون کو ہاتھ آنے والا تھا،

فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِکَ فَتْحًا	تو خدا نے وہ جانا جو تم نے نہین جانا، اور اس (فتح مکہ) سے پہلے ایک عنقر
قَرِیْبًا ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ	فتح تمھارے لیے بنائی اور اسی نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق
دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ	دے کر بھیجا، تاکہ اس کو تمام دینون پر غالب کرے اور خدا
شَھِیْدًا، (فتح ۴)	گواہ کافی ہے،

یہ خیبر کی فتح تھی جو صلح حدیبیہ کے ایک سال کے بعد، اور فتح مکہ سے ایک سال پہلے حاصل ہوئی اور جس پر عرب مین یہودیون کی قوت کا خاتمہ ہوگیا، اور اسلام کو عرب کے تمام مذاہب پر غلبۂ عام حاصل ہوگیا۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ	خدا مسلمانون سے خوش ہوگیا، جب وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت
تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ	کر رہے تھے، تو انکے دلون مین جو تھا (یعنی فتح کے لیے بیچینی) اسکو جان لیا
عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَۃً	تو اس نے ان پر تسکین نازل کی اور اسکے بدلہ مین سر دست ایک فتح انکو
یَّاْخُذُوْنَھَا	دی، اور بہت سا مال غنیمت جس پر وہ قبضہ کرینگے، . . . .
وَعَدَکُمُ اللّٰہُ مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً تَاْخُذُوْنَھَا فَعَجَّلَ لَکُمْ ھٰذِہٖ	خدا نے تم سے بہت سی غنیمتون کا وعدہ کیا ہے جنکو تم لوگے تو یہ ایک غنیمت تمکو جلد
وَکَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْکُمْ وَلِتَکُوْنَ اٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (فتح ۲)	عطا کردی اور لوگون کی دست درازی کو تم سے روک دیا، اور تاکہ مسلمانون کے لیے ایک نشان ہو

چنانچہ خیبر کی فتح مین مسلمانون کو خیبر کی تمام سرسبز و شاداب زمینین اور ہرے بھرے نخلستان ملگئے، اور اس کے ایک سال بعد حنین کی فتح مین مال غنیمت کا بیشمار ذخیرہ (چھ ہزار اسیران جنگ، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریان اور چار ہزار اوقیہ چاندی) مسلمانون کے ہاتھ آیا۔

یہود کو اعلان عرب کے یہود اگرچہ آنحضرت صلعم کی مخالفت مین جان و مال سے دریغ نہین کرتے تھے، تاہم آنحضرت صلعم کا سب سے بڑا معجزہ ہے کہ قرآن مجید نے یہودیون کے متعلق بعض پیشنگوئیان ایسی کین کہ اگر وہ ہمت سے کام لیتے تو اس کا ابطال خود ان کے امکان مین تھا، مثلاً یہودیون کا دعویٰ تھا کہ "وہ خدا کے چہیتے ہین اور جنت

اُن کے لیے مخصوص ہے" لیکن چونکہ جنت صرف مرنے کے بعد نصیب ہو سکتی ہے، اور جن لوگوں کو اس کے ملنے کا یقین کامل ہو وہ اس کے لیے جان دینے سے دریغ نہیں کر سکتے، اس لیے قرآن مجید نے یہودیوں کے متعلق کہا،

قُلْ اِنْ کَانَتْ لَکُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ عِنْدَ اللّٰہِ خَالِصَۃً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ وَلَنْ یَّتَمَنَّوْہُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ (بقرہ)

کہ اگر آخرت کا گھر صرف تمہارے لئے مخصوص ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو لیکن وہ لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے ہرگز یہ آرزو نہ کریں گے خدا ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

قُلْ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ ھَادُوْا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّکُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰہِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ وَلَا یَتَمَنَّوْنَہٗ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ (جمعہ)

کہ اے یہود، اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ صرف تمہیں خدا کے دوست ہو تو اگر تم اس میں سچے ہو تو موت کی آرزو کرو، وہ لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے ہرگز اس کی آرزو نہ کریں گے خدا ظالموں کو خوب جانتا ہے،

لیکن باوجود اس کے کہ وہ آنحضرت صلعم کی تکذیب کیلیے ہر ممکن کوشش کرتے تھے اور آرزوے موت اُن کے لیے ممکن تھی، تاہم قرآن مجید کی پیشینگوئی پوری ہوئی اور آج تک کسی یہودی نے تمنائے الٰہی کی آرزو میں جان نہیں دی۔

یہود کی دائمی ناکامی

یہود سے ابتداء ہی سے مقابلہ درپیش تھا، اور پورے سات برس تک یہ مقابلہ درپیش رہا، یہود عرب میں بڑی طاقت رکھتے تھے، تمام مالی کاروبار اُن کے قبضہ میں تھا، اُن کے پاس بکثرت دولت تھی، عربوں سے تہذیب و تمدن اور علوم و فنون میں علانیہ فائق تھے، ہر طرح کے سامان جنگ رکھتے تھے، اور فن جنگ سے بھی کماحقہ واقف تھے، مدینہ سے لیکر حدود شام تک اُن کے تجارتی قلعوں کی مسلسل قطاریں تھیں، اور ادھر مسلمانوں کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہ تھی، بااینہمہ قرآن مجید نے اپنے پیغمبر کی زبانی یہ اعلان عام کر دیا۔

وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْکِتٰبِ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ مِنْھُمُ

اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو اون کے لئے بہتر ہوتا، ان میں

الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۝ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۝ (آل عمران ۱۲)

بعض ایماندار اور اکثر فاسق ہین، وہ تم کو سوا تھوڑی تکلیف دینے کے کوئی نقصان نہین پہونچا سکتے، اور اگر وہ تم سے لڑین تو پشت پھیر دین، پھر اون کی مدد نہ کی جائے گی، اون پر ذلت جہان کہین وہ ہون پھینک ماری گئی ہے، لیکن خدا کی کسی وسیلہ سے یا لوگون کی سفارش سے کبھی کبھی اس ذلت سے بچ جائین، خدا کا غضب لے کر وہ لوٹے ہین، اور بیچارگی اون پر چھادی گئی ہی،

اُس وقت سے آج تک کی ان کی ایشیا، افریقہ، اور یورپ ہر جگہ کی تاریخ اِس صداقت سے معمور پیشینگوئی کی صرف ظرف تصدیق ہے،

روم کی قوت ٹوٹ جائیگی

سنہ ہجری کے بعد مسلمانون کا مقابلہ عرب کے مشرکین اور یہود سے زیادہ سخت، اور طاقت ور دشمن رومی عیسائیون سے آپڑا، رومن امپائر کی وسعت، قوت، سامان، نظام، فوج، خزانہ، کو پیش نظر رکھکر مسلمانون کی حالت پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ایک پر کاہ کا کوہ سے مقابلہ ہے، تاہم اسلام کے پیغمبر کی زبان سے اُسی وقت یقین دتسلی کے کلمات دنیا نے سن لیے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۝ (صف ۱)

وہی خدا ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تاکہ اوس دین کو تمام دینون پر غلبہ عطا کرے،

دنیا کو اس پیشینگوئی کی تصدیق کے لیے صرف چند سال کا انتظار کرنا پڑا،

خلفائے راشدین کے زمانہ کی لڑائیان

لیکن قرآن مجید کی پیشینگوئیان صرف انہی غزوات کے ساتھ مخصوص نہ تھین جو عہد نبوت مین پیش آئے بلکہ اس کے بعد بھی خلفاء کے زمانہ مین جو عظیم الشان لڑائیان واقع ہوئین اُن کے متعلق قرآن مجید نے پہلے سے پیشینگوئی کردی تھی اور وہ آیندہ زمانہ مین پوری ہوئین، مسلمانون کو ایرانیون اور رومیون سے جو جنگ کرنا پڑی وہ تاریخ اسلام کا ایک نمایان واقعہ ہے، لیکن قرآن مجید نے اس کے نتائج کا پہلے ہی سے اعلان کر دیا تھا۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ (فتح ۲)

جہاد مین جان چرانے والے بدؤن سے کہ دو کہ تم کو ایک سخت طاقتور قوم سے جنگ کرنے کے لئے بلایا جائیگا، تم لوگ اون سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہون گے،

چنانچہ یہ جنگ ہوئی، اور وہی نتیجہ ہوا جس کو قرآن مجید نے دو صورتون یعنی قتل اور اسلام مین محدود کر دیا تھا،

وفات نبوی کی پیشینگوئی

مکہ کی فتح کے بعد آپ کی زندگی کا مقصد پورا ہوگیا، اور اس عام اصول کی بنا پر کہ انبیاء اپنی زندگی کا مقصد پورا کرنے کے بعد نہین رہتے، وہ وقت آیا کہ آپ اپنے اصلی مرکز یعنی ملاء اعلیٰ سے جا ملین، اس لیے خداوند تعالیٰ نے اس راز کو ایک مستقل پیشینگوئی کی صورت مین ظاہر کر دیا۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۔ (النصر)

جب خدا کی مدد اور فتح آگئی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا کے دین مین جھنڈ کے جھنڈ داخل ہو رہے ہین، تو خدا کی تسبیح اور استغفار کرو وہ بڑا توبہ کا قبول کرنے والا ہے،

اس سورہ مین آپ کے وصال کی پیشینگوئی اگرچہ نہایت مبہم الفاظ مین کی گئی ہے لیکن اشارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مژدۂ فتح نہین بلکہ مژدۂ وصال ہے، کیونکہ مژدۂ فتح کے ساتھ تسبیح و استغفار کو کوئی مناسبت نہین، بلکہ اُس کے لیے شکر موزون ہے، تسبیح و استغفار کا اصلی وقت وہ ہے جب انسان دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ چنانچہ صحابہ مین جو لوگ نکتہ دانِ شریعت تھے وہ اِس راز کو سمجھ گئے تھے[1]۔

---

[1] صحیح بخاری تفسیر سورۂ مذکورہ،
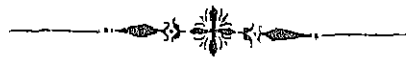
آیات و دلائلِ نبویہ

بروایاتِ صحیحہ

گذشتہ صفحات مین صرف وہی آیات و دلائل بیان کیے گئے ہین جو صراحۃً قرآن مجید مین مذکور ہین، یا کم از کم اُن کے اشارات قرآن مجید مین پائے جاتے ہین، لیکن ذیل مین ان آیات و دلائل کا استقصا مقصود ہے جو صحیح اور مستند رواتیون سے حدیث کی کتابون مین مذکور ہین، اس قسم کے آیات و دلائل کا بڑا حصہ گو فرداً فرداً خبرِ احاد سے ثابت ہے، مگر مجموعی حیثیت سے انکا درجہ خبرِ مشہور تک پہنچ جاتا ہے، مثلاً تھوڑی سی مقدار کا بڑھکر زیادہ ہوجانا، ہاتھ سے پانی کے چشمہ کا اُبل پڑنا، امراض سے غیر معمولی طور پر شفایابی حاصل کرنا، دعاؤن کا غیر معمولی طریق سے قبول ہوجانا، ان مین سے ہر قسم کے معجزات کے جزئی جزئی واقعے گو صرف ایک ایک دو دو راویون کی زبانی بیان ہوئے ہین، مگر ان مین سے ہر قسم کے معجزہ کے متعلق تو بر تو شہادتین موجود ہین جنکی بنا پر ان مین سے ہر قسم کے معجزات خبرِ متواتر نہین تو خبرِ مشہور تک ضرور پہنچ جاتے ہین۔

البتہ بعثت سے پہلے جو عجائبات آپ سے صادر ہوئے، یا جو غیر معمولی سوانح آپ کو پیش آئے انکی صحت محدثانہ اصول سے بہت کم ثابت ہے، لیکن اسکی وجہ اس عہد مین اس قسم کے واقعات کا کم ہونا یا غلط ہونا نہین ہے، بلکہ اس عہد کے واقعات کے راوی چونکہ عموماً ماں باپ اور خاندان کے بڑے بزرگ ہوا کرتے ہین، اور آنحضرت صلعم کے عہدِ بعثت کے بعد، بلکہ مدینہ کی پر امن زندگی کے شروع ہونے کے بعد جب اسلام کے سلسلۂ روایات کا صحیح طریقہ سے آغاز ہوا تو آپکے خاندان کے بزرگون مین سے جنھون نے آپکے بچپن اور نوجوانی کا عہد دیکھا تھا کوئی موجود نہ تھا، والدین پہلے ہی وفات پاچکے تھے، دادا کا بھی انتقال ہوچکا تھا، چچاؤن مین ابولہب آپکا دشمن ہی تھا، ابوطالب آغازِ اسلام ہی مین مرچکے تھے، حضرت حمزہ ہمسن تھے اور ۳ھ ہی مین شہادت پاچکے تھے، حضرت عباس صرف برس دو برس بڑے تھے، اس بنا پر محدثانہ اصولِ تنقید کے معیار پر اس زمانہ کے واقعات کا سلسلۂ روایت بہت کم صحیح اترتا ہے، اور اسلیے

وہ غیر مستند ٹھہرتے ہین،

بہرحال تمام صحیح معجزات کے استقصا سے کچھ واقعات بعثت سے پہلے کے معلوم ہوتے ہین۔ کچھ مکہ کی زندگی کے، اور زیادہ تر مدینہ کے عہد کے جب اسلامی روایتون کا سلسلہ راویون کی کثرت کے باعث مستحکم ہوچکا تھا، ملتے ہین، بعثت کے بعد جو معجزات ظاہر ہوئے ہین، وہ نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہین، مثلاً بعض واقعات اجسام کائنات مین تصرف اور تاثیر کے ہین، بعض تکثیر اشیاء کے ہین، بعض استجابتِ دعا، اور شفائے امراض وغیرہ کے ہین، اس لیے ذیل مین ہر نوع کے معجزات کو ہم علیحدہ علیحدہ لکھتے ہین
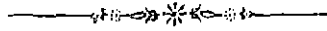
علاماتِ نبوت

قبل بعثت

ہر شخص اس کو تسلیم کرے گا کہ ممتاز افراد کے سوانح زندگی میں شروع ہی سے ایسے آثار پائے جاتے ہیں جو انکے روشن مستقبل کی پیشینگوئی کرتے ہیں، جب یہ ان عام ممتاز افرادِ انسانی کا یہ حال ہے، جو خاندانوں، قوموں اور ملکوں کے صرف ظاہری رہنما اور رہبر ہوتے ہیں، تو اِس حیثیت سے اُن برتر ہستیوں کی نسبت کیا شبہہ ہو سکتا ہے جو قوموں کے روحانی پیشوا، اور انسانیت کے حقیقی رہبر اور رہنما ہوتے ہیں، چنانچہ آنحضرت صلعم کے ابتدائی سوانح زندگی میں اس قسم کے واقعات بکثرت ملتے ہیں۔ کتبِ سیَر و دلائل کے مصنفین نے آنحضرت صلعم کی ولادت سے لے کر بعثت تک کے ان تمام واقعات کو بڑی شرح و بسط سے بیان کیا ہے، مگر جیسا کہ پہلے گذر چکا محدثانہ اصول کی سخت گیری نے ہمارے لیے ان کا دائرہ بہت تنگ کر دیا ہے صحیح روایتوں سے اِس عہد کے جو واقعات علاماتِ نبوت کے تحت میں آسکتے ہیں، وہ حسبِ ذیل ہیں۔

حضرت آمنہ کا خواب متعدد صحابیوں سے روایت ہے کہ صحابہ نے ایک دفعہ آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ اپنا حال بیان فرمایے، فرمایا میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا، اور اپنے بھائی عیسیٰ کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں میری ماں نے جب میں پیٹ میں تھا خواب دیکھا کہ اُن کے بدن سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے"، یہ خالد بن معدان تابعی کی روایت[1] ہے جو مرسل ہے، حضرت عرباض بن ساریہ صحابی کی روایت میں کچھ الفاظ زیادہ ہیں، اُنھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو کہتے سنا کہ "میں خدا کا بندہ اور خاتم انبیا اس وقت سے ہوں کہ میرا باپ (آدم) آب و گل میں تھا، میں اسکی تفصیل بتاتا ہوں، میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا عیسیٰ کی بشارت اور اپنی ماں آمنہ کا خواب ہوں، اور اِسی طرح پیغمبروں کی مائیں خواب دیکھا کرتی ہیں، آنحضرت صلعم کی والدہ نے

---

[1] ابن سعد جلد اوّل ص ۹۶ مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۶۰۰

آپ کی ولادت کے وقت خواب دیکھا کہ ایک نور ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے، پھر یہ آیت پڑھی[1]۔

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ اے پیغمبر! ہم نے تجھکو گواہ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور

وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (احزاب ۶) خدا کے حکم سے خدا کی طرف پکارنے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا،

ولادت نبوی کی پیشینگوئیاں یہود و نصاریٰ میں

احادیث، سیر اور دلائل کی کتابوں میں تو بہ تواتر ایسی روایتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہور نبوی کے عہد میں یہود و نصاریٰ خاص طور سے اس آنے والے پیغمبر کے منتظر تھے اور اس کے جلد ظہور اور بعثت کی مختلف پیشینگوئیاں کر رہے تھے، ان روایتوں میں سے گو ہر روایت بجائے خود ضعیف ہے، مگر انکی مجموعی حیثیت سے یہ قدر مشترک ضرور نکلتا ہے کہ یہ عہد ان لوگوں کے نزدیک آنے والے پیغمبر کے خاص انتظار کا تھا، اور مدینہ کے لوگوں میں، اور مکہ کے جویان حق اشخاص میں اس پیغمبر کے ظہور کا خاص ذکر اور چرچا تھا۔

بتخانوں سے غیبی آوازیں

اسی طرح ان کتابوں میں بکثرت روایتیں ایسی ہیں جن میں بیان ہے کہ آپکی پیدایش کے بعد لوگوں نے بتخانوں کے اندر سے غیبی آوازیں سنیں کہ اب صنم خانوں کی بربادی کا زمانہ آگیا، پیغمبر صادق کی ولادت ظہور میں آچکی ہے۔" ان روایتوں کا اکثر حصہ سخت کمزور اور ناقابل اعتبار ہے، تاہم مجموعی شہادت سے اس قدر اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اس عہد میں اس قسم کا کوئی واقعہ ضرور ہوا تھا، چنانچہ صحیح بخاری کے حوالہ سے اس قسم کی ایک روایت آگے آتی ہے۔

شق صدر

تمام ارباب سیر اور بعض محدثین کی روایت کی بنا پر بچپن کے زمانہ میں جب آپ حضرت حلیمہؓ کے ہاں پرورش پا رہے تھے، شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ بعض صحابہ نے آپ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ آپکو سب سے پہلا غیبی واقعہ کیا پیش آیا؟ اس کے جواب میں آپ نے دو فرشتوں کی آمد اور شق صدر کا واقعہ بیان کیا[3]۔

---

[1] مسند ابن حنبل، بیہقی، مستدرک (علی شرط الصحیح) جلد ۲ صفحہ ۶۰۰،

[2] مستدرک حاکم (صحیح) جلد ۲ صفحہ ۴۱۸،

[3] مستدرک حاکم ج ۲ باب معجزات، ابن سعد ج ۱ صفحہ ۹۶، مسند دارمی ذکر ما اکرم اللہ نبیہ، مسند ابو یعلی، و ابو نعیم و ابن عساکر، واحمد (عن عتبہ بن عبد ان)

اس واقعہ کی سب سے مستند روایت وہ ہی جو ثابت البنانی کے واسطہ سے صحیح مسلم، مستدرک اور ابن سعد وغیرہ[1] مین ہے کہ آپ ایک روز بچّون کے ساتھ کھیل رہے تھے، کہ ایک آنے والا آیا، اور اُسنے آپ کو پکڑ کر سینۂ مبارک کو چاک کیا، اور قلب اقدس سے خون کا ایک لوتھڑا نکال کر پھینک دیا، اور کہا کہ یہی حصّہ تجھ مین شیطان کا تھا، پھر سونے کے طشت مین زمزم کے پانی سے دھوکر برابر کر دیا۔ لڑکے بھاگے ہوئے حلیمہ کے پاس آئے کہ محمد کو کسی نے مار ڈالا، حلیمہ آئین تو دیکھا کہ آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہے، حضرت انس کہتے ہین کہ آپکے سینہ مین اس زخم کے ٹانکے کے نشان ہمکو نظر آتے تھے۔

عام ارباب سیر اور بعض محدثین کی روایت کے مطابق مین نے اس واقعہ کو یہان لکھدیا ہے، مگر اس باب مین میری جو ذاتی تحقیق ہے وہ اس سے پہلے (شرح صدر) حوالۂ قلم کرچکا ہون۔

مبارک قدم ہونا، روایتون مین آپکے مبارک قدم ہونے کے بہت سے واقعات مذکور ہین، مگر ان مین سے کوئی بطریق صحیح مروی نہین، صرف ایک روایت صحیح طریقہ سے مذکور ہے، اور وہ یہ ہے کہ ایک صحابی اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ وہ اسلام سے پہلے جاہلیت مین حج کرنے گئے تھے، تو انھون نے دیکھا کہ ایک شخص طواف مین مصروف ہے اور اُسکی زبان پر شعر مین یہ دعا ہے۔

رُدَّ اِلَیَّ رَاکِبِی مُحَمَّداً　　یَارَبِّ رُدَّہُ وَاصْطَنِعْ عِنْدِی یَدًا

اے میرے پروردگار میرے سوار محمد کو واپس بھیج اور مجھ پر یہ ایک احسان کر

وہ کہتے ہین کہ مین نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ لوگون نے بتایا کہ یہ عبد المطلب ہین، ان کا ایک اونٹ گم ہوگیا تھا، اُنھون نے اپنے پوتے کو اس کے ڈھونڈھنے کے لیے بھیجا ہے، اور وہ اب تک لوٹ کر نہین آیا ہے، ان کا یہ پوتا ایسا ہے کہ اُنھون نے جب کسی کام کو اُس کو بھیجا ہے، ان کو کامیابی ہی ہوئی ہے، کچھ دیر کے بعد آپ اونٹ لیکر واپس آتے نظر آئے، عبد المطلب نے سینہ سے لگا لیا۔[2]

---

[1] صحیح مسلم باب الاسرا، مستدرک حاکم باب معجزات، ابن سعد جلد اوّل صفحہ ۹۹، مسند ابن حنبل روایات حضرت انس رض [2] مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۳، ذہبی نے حاکم کی اس روایت کو علی شرط مسلم تسلیم کیا ہے، علاوہ ازین تاریخ بخاری ابن سعد، ابو یعلی، طبرانی، بیہقی، ابو نعیم اور ابن مندہ مین یہ واقعہ مذکور ہے۔

بے ستری مین ایکبارغش کھاکر گرنا | آپ بچے تھے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر درپیش ہوئی، تمام شرفائے مکہ اُس مقدس گھر کے معمار اور مزدور بنے
تھے، اینٹین اُٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے، انھین بچون کی صف مین آنحضرت صلعم اور آپ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے، حضرت
عباسؓ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ تہبند کھول کر گردن پر رکھ لو کہ پتھر کی رگڑ سے خراش نہ آئے، آنحضرت صلعم نے چچا کے
حکم کی تعمیل کی، دفعۃً آپ غش کھاکر گر پڑے، اور آنکھین پھٹ کر آسمان سے لگ گئین، جب ہوش آیا تو آپ کی زبان
پر یہ لفظ تھا "میرا تہبند، میرا تہبند" لوگون نے تہبند کر سے باندھ دی، یہ صحیحینؓ کی روایت ہے، حاکم، ابن سعد، اور ابونعیم
مین ہے کہ ابوطالب نے اس کے بعد واقعہ دریافت کیا تو فرمایا کہ "مجھے ایک سپید پوشش مرد نظر آیا، جسنے کہا کہ ستر پوشی
کر" بیہقی اور حاکم کی دوسری روایت مین ہے کہ ندا آئی کہ "محمدؐ اپنے ستر کو چھپا" ان روایتون مین ہے کہ غیب کی
یہ پہلی آواز تھی جو آپ کو سنائی دی،

نیند طاری ہونا | حضرت علیؓ آنحضرت صلعم سے سنکر بیان کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ بعثت سے پہلے، صرف دو دفعہ میرے
دل مین بُرا خیال آیا، اور دونون دفعہ خدا نے مجھے بچا لیا، ایک دفعہ رات کو مین نوجوان چرواہون کے ساتھ مکہ کے باہر
تھا، میرے دل مین آیا کہ شہر کے اندر جاکر لطف صحبت اُٹھاؤن، چلا تو سرِ راہ شادی کا ایک جلسہ نظر آیا، مین دیکھنے کھڑا
ہوگیا تو خدا نے مجھپر نیند طاری کردی تو اُسوقت تک مین نہ جاگا جب تک سورج کی کرنون نے آکر میرے شانے نہ ہلائے
دوسری دفعہ جب خیال آیا تو پھر یہی واقعہ گذرا، اس کے بعد مین نے جاہلیت کا کوئی ارادہ نہ کیا، یہان تک کہ خدا نے
مجھکو نبوتؐ سے مشرف کیا۔

صدائے غیب | آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ بیٹھے تھے، سامنے سے ایک خوبصورت
سا آدمی گذرا، حضرت عمرؓ نے بلوا کر حال پوچھا، اُس نے کہا مین جاہلیت مین کاہن تھا، دریافت کیا کہ اُس زمانہ مین عجیب
ترین واقعہ تم نے کیا دیکھا، اُس نے کہا مین بازار مین تھا کہ میرا موکل جن میرے پاس گھبرایا ہوا آیا اور یہ شعر پڑھا،

سلہ صحیح بخاری جلد اول باب بنیان الکعبہ، صحیح مسلم، ۔ ۵۲۔ مسند ابن راہویہ، ابن اسحاق، بزار، بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر، قال ابن حجر اسنادہ حسن
متصل، ورجالہ ثقات، خصائص کبریٰ سیوطی جلد اول صفحہ ۸۰، حیدرآباد،

الم تر الجن وابلاسها ویاسہا من بعد انکاسہا

ولحوقہا بالقلاص واحلا بہا

حضرت عمرؓ نے فرمایا اس نے سچ کہا، خود مجھپر اسی قسم کا ایک واقعہ گذرا، ایک دفعہ مین جاہلیت کے بتون کے پاس سویا تھا کہ ایک آدمی بچھیڑا لیکر آیا اور اُسکی قربانی کی، ناگاہ اس کے اندر سے بڑے زور سے چیخنے والے کی آواز آئی جس سے زیادہ چیخ کی آواز مین نے کبھی نہین سنی، آواز یہ تھی،

یا جلیح ، امر نجیح ، رجل فصیح یقول لا الہ الا اللہ اے جلیح! کامیاب بات! ایک فصیح آدمی کہتا ہو کہ خدا کے سوا کوئی خدا نہین،

حضرت عمرؓ کہتے ہین کہ یہ آواز سنکر سب لوگ کود کود بھاگ نکلے، لیکن مین اپنی جگہہ سے نہ ٹلا، اور دل مین کہا کہ اصل حقیقت دریافت کر کے ٹلون گا، ناگاہ دوسری دفعہ اور پھر تیسری دفعہ وہی آواز آئی، اس واقعہ کو کچھ ہی دن گذرے تھے کہ مکہ مین یہ شہرہ ہوا کہ آپ نے نبوت کا دعوی کیا ہے[۱]۔

پتھرون سے سلام کی آواز آنحضرت صلعم نبوت کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ مین مکہ کے اُس پتھر کو پہچانتا ہون جو مجکو نبوت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا، مین اب بھی اس کو پہچانتا ہون، یہ صحیح مسلم اور مسند احمد، مسند دارمی کی روایت ہی[۲]، دوسری کتابون[۳] مین ہے کہ مین مکہ کے اُس پتھر کو پہچانتا ہون جو میری بعثت کے زمانہ مین مجکو سلام کیا کرتا تھا

خواب مین فرشتون کی آمد نبوت سے پہلے آنحضرت صلعم کو حالت خواب مین فرشتے نظر آیا کرتے تھے صحیح بخاری مین ہے کہ آغاز وحی سے پہلے رویا مین تین فرشتے آپ کے پاس آئے، آپ دوسرے لوگون کے ساتھ کعبہ کے احاطہ مین آرام فرمارہے تھے، ایک فرشتے نے پوچھا "ان مین وہ کون ہے؟" بیچ والے نے جواب دیا "ان مین جو سب سے بہتر ہے" پچھلے نے کہا "تو ان مین سے بہتر کو لے لو" اس کے بعد وہ لوگ چلے گئے[۴]۔

---
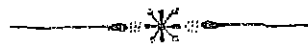
[۱] صحیح بخاری [۲] صحیح مسلم کتاب الفضائل مسند احمد و مسند دارمی صفحہ ۸ بروایت جابر بن سمرہ [۳] جامع ترمذی ذکر معجزات، ابوداود، داود طیالسی مسند جابر بن سمرہ، [۴] صحیح بخاری کتاب الاسراء باب صفۃ النبی صلعم کتاب الانبیاء،

اشیاء مین اثر

اشیاء مین اثر سے مقصود یہ ہے کہ بحکم الٰہی کبھی کبھی آپ کے فیض و برکت کی قوتِ اثر سے جمادات، نباتات، حیوانات اور انسانون مین ایک ایسا انقلاب پیدا ہوگیا جسکی بناپر اشیاء سے اُن کی فطرت کے مافوق، یا اون کے معمول کے برخلاف افعال، حرکات، اور اثرات رونما ہوئے، اس قسم کے معجزات حضرت موسیٰؑ کی سیرت مین زیادہ نمایان ہین۔ مثلاً پانی کا خون ہوجانا، عصا کا سانپ بنجانا، ہتھیلی کا چمکنے لگنا، عصا کی ضرب سے دریا کا خشک ہوجانا، چٹان سے پانی بہنے لگنا، اوس کے اُٹھانے سے دشمن کا شکست کھانا۔ آنحضرت صلعم کو بھی یہ نشانیان ملی تھین، جن مین سب سے مستند معجزۂ شق القمر ہے، جسکی تفصیل دلائل قرآنی کے ضمن مین پہلے گذرچکی، اس کے بعد ستونِ حنانہ یعنی مسجد نبوی کے ستونِ خرما سے گریہ وبکا کی آواز پیدا ہونے کا واقعہ ہے،

ستون کا رونا مسجد نبوی مین پہلے منبر نہ تھا، مسجد مین خرمے کے تنہ کا ایک ستون تھا، آپ اُس سے ٹیک لگاکر خطبہ دیا کرتے تھے، منبر تیار ہوا، تو آپ نے اُس پر کھڑے ہوکر جمعہ کا خطبہ دینا شروع کیا، تو دفعتہً اُس ستون سے بچون کی طرح رونے کی آواز آنے لگی، بعض روایتون مین ہے کہ اونٹنیون کی طرح بلبلانے کی آواز آئی، یہ حاضرین کے اختلاف مذاق کی بناپر رونے کی مختلف تشبیہین ہین، راویون کا مشترک مقصود یہ ہے کہ درد فراق سے اُس سے جزع و فزع کی آواز سنائی دینے لگی، یہ دیکھکر آنحضرت صلعم منبر سے اُتر آئے، اور ستون پر تسکین کے لیے ہاتھ رکھا اور اس کو سینہ سے لگا یا تو آواز بند ہوگئی، آپ نے فرمایا کہ "اس کا یہ رونا اس بناپر تھا کہ یہ پہلے خدا کا ذکر سناکرتا تھا"[1] یہ واقعہ حدیث و سیر کی کتابون مین گیارہ مختلف صحابیون سے منقول ہے[2]۔

[1] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ۔ ومسند احمد، وترمذی، وابویعلی، وابن ماجہ ودارمی (معجزات) ونسائی (باب خطبۃ الجمعہ) [2] (۱) جابر بن عبد اللہ (بخاری، نسائی، امام احمد، بزار، ابونعیم) (۲) سہیل بن سعد (ابن ابی شیبہ، ابن سعد علی شرط الصحیحین) (۳) عبد اللہ بن عمرؓ (بخاری، امام احمد، ترمذی) (۴) انس بن مالک (ترمذی، امام احمد، ابویعلی، ابن ماجہ، بزار، ابونعیم) (۵) ابی بن کعب (امام احمد، امام شافعی، ابن ماجہ، دارمی، ابویعلی، ابن سعد) (۶) عبد اللہ بن عباس (امام احمد، ابن ماجہ علی شرط مسلم، ابن سعد، بیہقی، دارمی) (۷) ابوسعید خدری۔ (ابن ابی شیبہ، ابویعلی، دارمی، عبد بن حمید ابونعیم علی شرط مسلم) (۸) بریدہ (دارمی) (۹) مطلب بن وداعہ (زبیر بن بکار فی اخبار المدینہ) (۱۰) ام سلمہ (طبرانی، بیہقی) (۱۱) عائشہ (بیہقی، ابونعیم)

منبر کا ہلنے لگنا ایک دفعہ آنحضرت صلعم منبر پر خطبہ دے رہے تھے، جلال و کبریائے الٰہی کا بیان تھا، آپ خود بہت متاثر تھے، حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا تو آپ داہنے بائیں ہل رہے تھے، اور نیچے سے منبر اس زور سے ہل رہا ہے کہ مجھے ڈر ہوا کہ آپ کو لیکر گر نہ پڑے[1]۔

چٹان کا پارہ پارہ ہوجانا غزوۂ خندق میں تمام صحابہ مل کر مدینہ کے چاروں طرف دشمنوں سے بچنے کے لیے خندق کھود رہے تھے، اتفاق سے ایک جگہ ایک بہت سخت چٹان نکل آئی، لوگوں نے ہرچند اس کو توڑنا چاہا، مگر وہ نہ ٹوٹی، کدالیاں اس پر پڑ پڑ کر اچٹ جاتی تھیں، آخر لوگوں نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں آکر صورت حال عرض کی، آپ اٹھ کر خود تشریف لائے، اور کدالی ہاتھ میں لیکر ایک ضرب لگائی تو وہ چٹان ریگ ہو کر چور چور ہو گئی[2]۔

درختوں اور پہاڑوں سے سلام کی آواز حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ مکہ میں ایک طرف کو نکلا، تو میں نے دیکھا کہ جو پہاڑ اور درخت بھی سامنے آتا ہے اس سے السلام یا رسول اللہ کی آواز آتی ہے، اور میں اس کو سن رہا تھا[3]،

پہاڑ کا ہلنا صحیح بخاری میں ہے، ایک دن آپ اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ[4]، اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ[5] بھی تھے، ایک پہاڑ پر چڑھے، پہاڑ جنبش کرنے لگا، آپ نے پہاڑ کو پائے مبارک سے ٹھوکر مار کر فرمایا "ٹھہر جا کہ تیری پشت پر اس وقت پیغمبر ہے، یا صدیق ہے یا شہید ہے[6]"۔

صحیح بخاری میں راوی کو شک ہے، یہ پہاڑ کوہِ احد تھا، یا کوہِ حرا، مگر صحیح مسلم اور مسند احمد میں صرف کوہِ حرا

---

[1] صحیح مسلم باب ابتداء الخلق، ابن ماجہ، ذکر البعث، و مسند احمد عن ابن عمر وغیرہ۔
[2] صحیح بخاری (غزوۂ خندق) و نسائی (کتاب الغزوات) و بیہقی و ابونعیم۔ و ابن سعد و ابن اسحاق و ابن جریر [3] جامع ترمذی ذکر معجزات بروایت حسن [4] صحیح بخاری مناقب ابی بکرؓ [5] صحیح مسلم فضائل حضرت طلحہ و حضرت زبیر۔ [6] صحیحین کے علاوہ یہ واقعہ مسند ابن حنبل بروایت بریدہ، اور ترمذی، نسائی اور دارقطنی بروایت حضرت عثمانؓ اور ابویعلی اور بیہقی میں بروایت سہل بن سعد مذکور ہے۔

کا، اور مسند ابو یعلی اور بیہقی مین صرف کوہِ احد کا نام ہے، بہرحال اگر یہ کوہِ احد تھا تو مدینہ کا یہ واقعہ ہے، اور اگر کوہِ حرا تھا تو مکہ کا ہے۔

بتون کا آپ کے اشارہ سے گرجانا | فتح سے پہلے خانۂ کعبہ تین سو ساٹھ بتون کا معبد تھا، جب مکہ فتح ہوا تو آپ خانۂ کعبہ مین تشریف لے گئے، دستِ مبارک مین ایک چھڑی تھی، اور زبانِ اقدس پر یہ آیت کریمہ جاری تھی جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا، (حق آیا اور باطل مٹ گیا، باطل مٹنے ہی کے لیے تھا) آپ چھڑی سے جس بت کی طرف اشارہ کرتے تھے، وہ بے چھوے دہم سے گر پڑتا تھا۔[1]

کھانون سے تسبیح کی آواز | حضرت جابرؓ کہتے ہین کہ تم لوگ معجزون کو خوف کی چیز سمجھتے ہو، اور ہملوگ ان کو برکت سمجھتے تھے، ہم کھانون سے جب وہ کھائے جاتے تھے تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے۔[2]

زمین کا ایک مرتد کو قبول نکرنا | ایک عیسائی نے اسلام قبول کیا، اور سورۂ بقرہ و آل عمران پڑھی، آنحضرت صلعم نے اسکے متعلق کتابتِ وحی کی خدمت کی، چند دنون کے بعد وہ مرتد ہو کر بھاگ گیا، اور پھر عیسائی ہوگیا، اور مشہور کیا کہ مین نے جو کچھ لکھا ہے محمدؐ اس کے سوا کچھ نہین جانتے، اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانی دکھائی، یعنی اس کو موت دیدی، اُسکے دوستون نے اس کو دفن کیا، تو صبح کے وقت لاش قبر کے باہر تھی، اس کے دوستون کو معلوم ہوا تو کہنے لگے کہ یہ محمد اور اصحابِ محمد کا کام ہے، چونکہ وہ ان سے علیحدہ ہوگیا اس لیے قبر کھود کر اس کو باہر پھینک دیا اس خیال سے اُن لوگون نے اب کی خوب گہری قبر کھود کر اس مین اس کو دفن کیا، صبح کے وقت پھر مردہ قبر سے باہر تھا، اب اُن کا یہ خیال اور پختہ ہوگیا۔ اور کہنے لگے کہ یہ مسلمانون ہی کی حرکت ہے، پھر اور جس قدر وہ گہری قبر کھود سکتے تھے اُنھون نے کھود کر اس مین اس کو دفن کیا، صبح کو دیکھا تو پھر وہی منظر سامنے تھا، اب انکو یقین ہوا کہ یہ آدمی کا کام نہین، چنانچہ اس کو اسی طرح زمین پر چھوڑ دیا۔[3]

---

[1] صحیح بخاری و مسلم باب فتح مکہ و مسند احمد بروایت ابن عباس [2] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ [3] بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔

درختوں کا چلنا ایک بار آپ سفر میں قضائے حاجت کے لیے نکلے، حضرت جابرؓ پانی لیے ہوئے ساتھ تھے، آپ نے میدان میں اِدھر اُدھر دیکھا تو کوئی چیز آڑ کرنے کے لیے نہ ملی، میدان کے کنارے صرف دو درخت تھے، آپ ایک درخت کے پاس گئے اور اسکی ایک ڈالی کو پکڑ کر کہا کہ "خدا کے حکم سے میری اطاعت کر" وہ فرمانبردار اونٹ کی طرح آپ کے ساتھ ہولیا، پھر دوسرے درخت کے نزدیک تشریف لے گئے، اور وہ بھی اسی طرح آپ کے ساتھ چل پڑا، پھر آپ نے دونوں کو ایک جگہ جمع کیا، اور فرمایا کہ "خدا کے حکم سے باہم جڑ جاؤ" دونوں باہم مل گئے، جب آپ اُن کے آڑ میں فراغت کر چکے تو پھر دونوں درخت الگ الگ اپنی اپنی جگہ پر آ گئے[1]

اِسی قسم کا واقعہ دوسرے سفروں میں بھی پیش آیا ہے، چنانچہ صحابہ نے اپنی عینی شہادت کی بنا پر اس کو بیان کیا ہے حضرت اسامہ بن زید حجۃ الوداع[2] میں، حضرت ابن مسعودؓ نے غزوۂ خیبر[3] میں، اور حضرت یعلی بن مرۃؓ نے سفر[4] میں اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے،

ایک اور واقعہ ہے کہ آپ ایک روز اہل مکہ کی ایذا رسانی سے نہایت غمگین بیٹھے ہوئے تھے، اسی حالت میں حضرت جبریل آئے اور انھوں نے دریافت کیا، تو حضرت جبریل نے کہا یا خود آپ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی (روایتیں مختلف ہیں) کہ مجھے ایک ایسی نشانی دکھا جو اس غم کو مجھ سے دور کر دے" حکم ہوا کہ میدان کے کنارے جو ایک درخت ہے آپ اس کو بلائیے۔ آپ نے بلایا تو وہ سامنے آکر کھڑا ہو گیا، پھر اس سے واپس جانے کو کہا، تو وہ اپنی جگہ پر واپس چلا گیا، آپ نے فرمایا "اب مجھے کوئی غم نہیں[5]"۔

خوشۂ خرما کا چلنا آپ کی خدمت میں ایک بدو آیا، اور کہا کہ مجھے یہ کیونکر یقین ہو کہ آپ پیغمبر ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں اس خوشۂ خرما کو بلالوں تو تم میری نبوت کی شہادت دوگے" اس نے کہا "ہاں" آپ نے خوشہ کو بلایا اور وہ درخت سے اتر کر آپ کے پاس آیا، اور پھر آپ کے حکم سے واپس گیا۔ بدو فوراً اس معجزہ کو دیکھکر ایمان لایا[6]۔

[1] مسلم حدیث جابر الطویل و احمد و دارمی و بیہقی باختلاف یسیر [2] مسند ابو یعلی و بیہقی و ابو نعیم، حافظ ابن حجر نے مطالب عالیہ میں اس روایت کی تحسین کی ہے [3] ابو نعیم معجزات الاشجار [4] امام احمد بروایت یعلی بن مرہ، ابن ابی شیبہ برجال ثقات و حاکم بروایت صحیح [5] سنن ابن ماجہ باب الصبر علی البلاء و مسند احمد عن انس بن مالک و ابن سعد و بزار و بیہقی عن عمر ابن الخطاب [6] ترمذی (معجزات نبوی) نے اسکو صحیح کہا ہے امام بخاری نے تاریخ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے، اور ابو یعلی نے ابن عباس سے اسکی روایت کی ہے۔

درخت کا چلنا اور اسکے آواز آنا

آپ ایک سفر میں تھے کہ ایک بدو آتا ہوا نظر آیا، جب وہ آپکے قریب آگیا، تو آپ نے پوچھا "کہاں جاتے ہو" اُس نے جواب دیا مکان کا ارادہ ہے، پھر آپ نے فرمایا "تمھیں نیکی کی حاجت ہے؟" اُس نے کہا "وہ نیکی کیا ہے؟" آپ نے کلمۂ توحید کی تلقین کی، اس نے کہا "اسکی شہادت کون دیتا ہے؟" آپنے فرمایا "سامنے کا یہ درخت" چنانچہ یہ کہکر آپ نے وادی کے کنارے سے اس درخت کو بلایا، وہ دوڑتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہوگیا، آپ نے تین بار اس سے کلمۂ توحید پڑھایا، اور اُس نے پڑھا۔ پھر وہ اپنی جگہ پر واپس چلا گیا، اور بدو یہ کہکر اپنے مکان کو روانہ ہوا، کہ اگر میرے اہل وعیال نے بھی اسلام قبول کر لیا، تو اُن سب کو لیکر آؤں گا، ورنہ تنہا آپ کے ساتھ قیام کرونگا[1]۔

بے دودھ کی بکری نے دودھ دیا

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہو کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نوخیز چھوکرا تھا، عقبہ بن معیط (ایک قریشی کافر رئیس) کی بکریاں مکہ میں چرایا کرتا تھا، آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر کا اُدھر سے گذر ہوا[2]، آپ نے مجھ سے کہا،

---

[1] مسند دارمی ص ۹، بسند صحیح و بزار و ابونعیم باختلاف یسیر۔ [2] ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۲۵ یہ روایت مسند ابو داؤد طیالسی مسند ابن حنبل ابن سعد دلائل ابی نعیم میں ہے طیالسی اور ابونعیم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ "آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر جب مشرکین سے بھاگے تھے" تب یہ واقعہ پیش آیا یعنی ہجرت کے ایام میں طیالسی کی اس روایت کا سلسلۂ سند ہر طرح سے محفوظ ہی، ابو داؤد حماد بن سلمہ سے اور وہ عاصم بن بہدلہ سے اور عاصم زر بن حبیش سے اور وہ خود عبداللہ بن مسعود سے اسکی روایت کرتے ہیں، یہ تمام اصحاب ثقہ اور معتبر ہیں، با این ہمہ اس واقعہ کو زمانۂ ہجرت میں قرار دینے سے متعدد خرابیاں نظر آتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہی کہ اس روایت میں کسی صاحب سے بھول ہوئی ہی، اس روایت سے ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہجرت کے وقت نوخیز لڑکے تھے، اور ابھی تک قرآن مجید سے ناواقف تھے، بلکہ مسلمان بھی نہ تھے، حالانکہ وہ ہجرت سے بہت پہلے اسلام لا چکے تھے، وہ چھٹے مسلمان تھے، اور ہجرت کے وقت وہ حبش میں تھے، اور وہاں سے اس وقت لوٹے جب آنحضرت صلعم مدینہ جا چکے تھے، جیسا کہ نماز میں سلام کرنے والی روایت سے جو حدیث کی تمام کتابوں میں ہی ثابت ہوتا ہی، اس لیے وہ اس وقت مکہ میں سرے سے موجود ہی نہ تھے، اس روایت کے ان الفاظ کے متعلق میں اپنے یہ شکوک لکھ چکا تھا کہ رجال وسیر کی مختلف کتابوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا حال اُلٹ پلٹ کر پڑھا سب نے اُن کے حال میں اس روایت کو نقل کیا ہی، مگر ان شبہات پر کسی کی نظر نہیں پڑی، اسی اثنا میں فتح الباری جلد ہجرت اُٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ بعینہٖ یہی اعتراضات حافظ ابن حجر کے ذہن میں بھی گذرے ہیں۔ لیکن انھوں نے حسب دستور مختلف روایات کی تطبیق کے متعلق جو اُنکا عام اصول ہی اُس سے کام لیکر آگے بڑھ گئے ہیں، یعنی یہ کہدیا ہے کہ ممکن ہی کہ یہ ہجرت کے علاوہ کسی اور زمانہ کا واقعہ ہو، مگر مشکل یہ ہی کہ ہجرت کے علاوہ کوئی اور زمانہ ایسا نہیں جسمیں آنحضرت صلعم حضرت ابوبکر کے ساتھ مشرکین سے بھاگے ہوں۔ لیکن الحمدللہ کہ اثنائے تحقیق میں مجھے مسند احمد بن حنبل (جلد اصفحہ ۳۷۹) میں یہی روایت اسی قسم کی سند سے مل گئی ہے جسمیں ان قابل اعتراض الفاظ کے بجائے مطلق یہ الفاظ ہیں کہ "میں بکریاں چرا رہا تھا کہ آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر کا گذر ہوا" اس میں فرار اور ہجرت کا مطلق ذکر نہیں ہے اس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ ہجرت سے بہت پہلے کا کوئی واقعہ ہی، پہلے الفاظ کے راوی عاصم سے اُنکے شاگرد حماد بن سلمہ ہیں۔ اور دوسرے الفاظ کے راوی انہیں کے شاگرد ابوبکر عیاش ہیں۔ گو حافظہ کی خرابی اور اغلاط کی کثرت میں یہ دونوں برابر ہیں، تاہم نا قرائنہ وجوہ ابوبکر بن عیاش کی تائید میں ہیں، پہلی روایت میں "فرّ" (بھاگے) کا لفظ ہے اور دوسری میں "مَرّ" (یعنی گذرے) کا لفظ ہی معلوم ہوتا ہی کاتب کی غلطی ہے (باقی صفحہ آئندہ پر دیکھو)

"لڑکے! تمھارے پاس کچھ دودھ ہی؟ ہم کو پلاؤ گے"؟ مین نے کہا "مین امین ہون مین تمکو نہین پلا سکتا" آپ نے پوچھا "اچھا کوئی بکری کا بچہ ہے؟" مین نے کہا "ہان" فرمایا "لے آؤ" مین لے آیا۔ حضرت ابوبکر نے بچہ کو پکڑا، اور آنحضرت صلعم نے تھن مین ہاتھ لگایا، اور دعا کی، ابوبکر ایک گہرا پتھر لے آئے، اس مین دودھ دوہا گیا، پہلے آپ نے خود پیا، پھر حضرت ابوبکر نے پیا، اس کے بعد حضرت ابن مسعود کہتے ہین کہ پھر مجھے پلایا، دودھ پی کر آپ نے فرمایا "اے تھن! سمٹ جا، وہ سمٹ کر خشک ہوگیا، اس کے بعد مین آپ کے پاس حاضر ہوا، اور عرض کی کہ اس عمدہ کلام یعنی قرآن مجید مین سے مجھے کچھ سکھائیے، فرمایا "تم سیکھنے والے لڑکے ہو" تو مین نے خود آنحضرت صلعم کے منہ سے ستر سورتین سیکھین، جن مین کوئی دوسرا میرا مقابلہ نہین کرسکتا، ابن سعد مین ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کہا کرتے تھے کہ میرے اسلام لانے مین اسی معجزہ کو دخل ہے[1]۔

سست گھوڑے کا تیز رفتار ہوجانا | ابوطلحہ صحابی کا ایک گھوڑا تھا جو نہایت سست رفتار اور مٹھا تھا، ایک دفعہ مدینہ مین شور و غل ہوا، آپ نے اسی گھوڑے پر سوار ہوکر مدینہ کا چکر لگایا وہ آپ کی سواری کی برکت سے اس قدر تیز رو ہوگیا کہ جب آپ واپس تشریف لائے، تو فرمایا کہ "یہ تو دریا ہے"۔ اس کے بعد کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہین کرسکتا تھا[2]۔

اندھیرے مین روشنی ہونا | حضرت انس کہتے ہین کہ دو صحابی آنحضرت صلعم کی خدمت مین رات کو دیر تک حاضر رہے، جب واپس ہوئے تو رات بہت اندھیری تھی، مگر خدا کی قدرت کہ اُن کے سامنے دو چراغون کی طرح آگے آگے کوئی چیز روشن ہوگئی، جب دونون الگ ہوکر اپنے اپنے گھر چلے، تو ایک چراغ ایک کے ساتھ، اور دوسرا دوسرے کے ساتھ ہوگیا۔ یہان تک کہ دونون گھر چلے گئے، یہ صحیح بخاری کی روایت[3] ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ راویون مین فقرا اور مقر کے الفاظ مین باہم تشابہ ہوگیا ہی اور بعد کو پھر فقر کی مناسبت سے عن المشرکین بڑھ گیا ہی، ابن سعد نے بسند حسن (جلد اول صفحہ ۱۲۲) اس واقعہ کو ان الفاظ مین روایت کیا ہی جس سے تمام مسئلہ صاف ہوجاتا ہی "حضرت ابن مسعود کہتے ہین مین اپنے سے پہلے کسی کا مسلمان ہونا نہین جانتا، مین گھر کی بکریان چرا رہا تھا کہ رسول اللہ صلعم میرے پاس آئے، اور دریافت فرمایا کہ تمھاری کسی بکری مین دودھ ہی، مین نے عرض کیا نہین۔ آپ نے ایک بکری کے تھن مین ہاتھ لگایا، فوراً دودھ اتر آیا، تو مین اپنے سے پہلے کسی کا مسلمان ہونا نہین مانتا۔ [1] ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۲۲ ۔ [2] صحیح بخاری کتاب الجہاد [3] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ ۔

اس مین ان دونون صحابیون کے نامون کی تصریح نہین لیکن حاکم، ابن سعد، بیہقی اور ابونعیم مین حضرت انس نے ان کے نام عباد بن بشر، اور اسید بن حضیر بتائے ہین، اور ان مین یہ اضافہ ہو کہ یہ روشنی اُن کی لکڑیون کے سرون مین پیدا ہوگئی تھی، ابونعیم کی ایک دوسری روایت مین جو حضرت انس ہی سے مروی ہے، عباد بن بشر اور اسید بن حضیر کے بجائے حضرت ابوبکر اور عمر کے نام ہین۔ روایت کی صحت کی صورت مین ممکن ہے کہ یہ دوسرا واقعہ ہو، نیز حاکم، بیہقی، اور ابونعیم مین اسی قسم کا واقعہ ابوعبس بن جبر صحابی جو ہمیشہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ عشا کی نماز پڑھا کرتے تھے ان کو بھی ایک دفعہ پیش آنا بیان کیا گیا ہے تاریخ بخاری اور بیہقی مین ایک سفر مین اندھیری رات کو حمزۃ الاسلمیؓ کی انگلیون کا روشن ہو جانا بھی مذکور ہے،

جانور کا سجدہ کرنا حدیث کی اکثر کتابون مین چند الفاظ کے تغیر کے ساتھ یہ روایت مذکور ہو کہ ایک دفعہ ایک انصاری کا اونٹ باؤلا ہوگیا تھا یا بگڑ گیا تھا، لوگون نے جاکر آپ کو خبر کی، آپ نے اس کے پاس جانا چاہا، توسب نے روکا کہ "یارسول اللہ! یہ آدمی کو کتے کی طرح کاٹ کھاتا ہے" آپ نے فرمایا "مجھے اس کا خوف نہین" یہ کہکر آپ آگے بڑھے، تو اونٹ نے آپ کے سامنے آکر اپنی گردن ڈال دی، آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا، اور اس کو پکڑ کر اس کے مالک کے حوالہ کر دیا، پھر فرمایا "ہر مخلوق جانتی ہے کہ مین خدا کا رسول ہون، لیکن گنہگار انسان اور نافرمان جن"، صحابہ نے یہ منظر دیکھکر کہا "یارسول اللہ! جب جانور آپ کو سجدے کرتے ہین، تو انسانون کو سب سے پہلے کرنا چاہیے" آپ نے فرمایا "اگر کسی انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو مین عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے[۱]"

جانور کا آپ کے مرتبہ کو پہچاننا ایک دفعہ آپ ایک انصاری کے باغ مین گئے، ایک اونٹ گھر گھرا رہا تھا، آپکو دیکھکر وہ بلبلانے لگا، اور اسکی دونون آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے، آپ نے قریب جاکر اس کے سر اور کنپٹی پر

[۱] امام ابن حنبل نے مسند مین متعدد صحابیون کی سند سے یہ واقعہ نقل کیا ہو، چنانچہ کتاب مذکور مین حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت انس، اور حضرت عائشہ، کی مسند دیکھو۔ نیز سنن نسائی و دارمی (صفحہ ۸) و ابن ابی شیبہ و طبرانی و بیہقی، اہل دلائل نے اس ایک واقعہ کو ذرا ذرا سے لفظی اختلاف کے باعث متعدد واقعات بنا دیا ہے۔

ہاتھ پھیرا، تو وہ چپ ہوگیا، آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کا اونٹ ہی؟ لوگون نے ایک انصاری کا نام بتایا، وہ بلوائے گئے تو آپ نے فرمایا تم اِن جانورون پر جنکو خدا نے تمہارا محکوم بنایا ہے رحم کیا کرو، اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس کو تکلیف دیتے ہو[۱]۔

حافظہ بڑھ جانا | تمام صحابہ مین حضرت ابوہریرہ کی روایتین سب سے زیادہ ہین، حالانکہ وہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین صرف تین چار برس رہے تھے، لوگون کو آج بھی اس پر تعجب ہی اور خود اُن کے زمانہ مین بھی تھا لیکن حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہین کہ ہمارے مہاجر بھائی تو بیوپار مین لگے رہتے تھے، اور انصاری بھائی اپنے کھیتون مین، اور میرا آپ کی خدمت مین حاضری کے سوا اور کوئی کام نہ تھا، ایک دن خدمت مین حاضر تھا کہ زبان مبارک سے نکلا کہ "جو دامن پھیلا کر اسوقت میری باتین سینہ مین سمیٹ لے گا، وہ پھر کبھی نہ بھولے گا" مین نے دامن پھیلایا، جب کلام مبارک ختم ہوا، سینہ مین سمیٹ لیا۔ اُس وقت سے مین کوئی بات نہ بھولا[۲]۔ صحیح بخاری مین یہی واقعہ ایک اور طرح سے بھی مذکور ہی، چنانچہ وہ آگے آئے گا۔

---

[۱] ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب الشفقۃ علی البہائم ومسند احمد بسند عبد اللہ بن جعفر، ابونعیم وغیرہ مین اسی واقعہ مین اور بہت سی نامستند باتین شامل ہین [۲] صحیح بخاری وصحیح مسلم مناقب ابی ہریرہ۔

شفائے امراض

وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ

پیغمبر دنیا مین درحقیقت بیماردلون کے روحانی طبیب بن کرآتے ہین، مگر کبھی کبھی ارواح وقلوب کے معالجہ مین اُن کو جسمانی امراض وعوارض کا علاج بھی کرنا پڑتا ہے، تمام انبیاء مین حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زندگی اِس وصف مین سب سے ممتاز ہے، آنحضرت صلعم کو بھی اِس قسم کے معجزات کا وافر حصّہ ملا تھا،

حضرت علیؓ کی آنکھون کا اچھا ہوجانا

حضرت سعدؓ بن وقاص، حضرت سلمہؓ بن اکوع اور حضرت سہیلؓ بن سعد، تین چشم دید گواہون سے روایت ہی کہ غزوۂ خیبر مین جب آپ نے علم عطا فرمانے کے لیے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو طلب فرمایا تو معلوم ہوا کہ اُن کی آنکھون مین آشوب ہی، اور یہ آشوب جیسا کہ مسند ابن حنبل مین ہے ایسا سخت تھا کہ ایک صاحب (سلمہ بن اکوع) اُن کا ہاتھ پکڑ کر لائے تھے، آپ نے اُنکی آنکھون مین اپنا لعابِ دہن مل دیا، اور دم کردیا، وہ اُسی وقت اچھی ہوگئین، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انکی آنکھون مین کبھی درد تھا ہی نہین[1]۔

ٹوٹی ہوئی ٹانگ کا درست ہوجانا

حضرت عبداللہ بن عتیک قلعہ مین داخل ہوکر جب ابورافع یہودی کو قتل کرکے واپس آنے لگے تو کوٹھے کے زینہ سے گر پڑے جس سے اُنکی ایک ٹانگ مین سخت چوٹ آئی، پہلے پہل تو یہ چوٹ معلوم نہین ہوئی لیکن بعد کو یہ حالت ہوئی جیسا کہ ابن اسحاق مین ہی کہ ان کے ہمراہی اٹھاکر انکو لائے، آنحضرت صلعم کی خدمت مین آکر واقعہ بیان کیا، آپ نے اس ٹانگ پر دست مبارک سے مسح کردیا، اور وہ فوراً بالکل اچھی ہوگئی، اور یہ معلوم ہونے لگا کہ کبھی چوٹ لگی ہی نہ تھی[2]۔

تلوار کے زخم کا اچھا ہونا

غزوۂ خیبر مین حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹانگ مین تلوار کا زخم لگ گیا، وہ آنحضرت صلعم کے پاس آئے

---

[1] صحیح بخاری، باب غزوۂ خیبر ومناقب علی کتاب الجہاد وصحیح مسلم باب فضائل علی، ومسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۵۲ سہیل بن سعد اور سلمہ بن اکوع کی روایت بخاری ومسلم دونون مین ہے، اور حضرت سعد کی روایت صرف مسلم مین ہے،

[2] بخاری باب قتل ابی رافع مین یہ واقعہ دوطرح بیان ہوا ہے یہان ان دونون مین تطبیق کردی گئی ہے،

آپ نے اُس پر تین مرتبہ دم کر دیا، پھر انھین کوئی شکایت محسوس نہین ہوئی، صرف نشان رہ گیا تھا۔[1]

غزوۂ حنین مین حضرت خالد بن ولید کے پاؤن مین زخم لگا جب لڑائی ختم ہوچکی تو آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا، آپ حضرت خالد کی فرودگاہ پوچھتے ہوئے، اُن کے پاس آئے، دیکھا کہ کجاوہ سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہین۔ آپ نے اُن کے زخم پر ایک نگاہ ڈالی، اور اس پر لعابِ دہن ڈال دیا، زخم اچھا ہوگیا۔[2]

اندھے کا اچھا ہونا | آپ کی خدمت مین ایک اندھا حاضر ہوا، اور اپنی تکلیفین بیان کین، آپ نے فرمایا "اگر چاہو تو دعا کر دون، اور اگر چاہو تو صبر کرو، اور یہ تمھارے لیے اچھا ہے"! عرض کی دعا کیجیے، فرمایا "اچھی طرح وضو کرکے یہ دعا مانگو کہ خداوندا! اپنے رحمت والے پیغمبر کے وسیلہ سے میری حاجت پوری کر دے"! ترمذی اور حاکم کی ایک روایت[3] مین اسیقدر ہی، مگر ابن حنبل[4] اور حاکم[5] کی دوسری روایت مین اسکے بعد ہو کہ اُسنے ایسا کیا تو فوراً اچھا ہوگیا، حاکم کی ایک اور روایت[6] مین جو علی شرط البخاری ہی، یہ واقعہ اِن الفاظ مین منقول ہی، حضرت عثمان بن حنیف صحابی کہتے ہین کہ نابینا صحابی آپ کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ یا رسول اللہ میری خدمت کے لیے کوئی آدمی نہین، مجھے سخت تکلیف ہی، فرمایا وضوخانہ مین جاکر وضو کرو، پھر دو رکعت نماز پڑھو، اس کے بعد یہ دعا مانگو، عثمان بن حنیف کہتے ہین کہ ابھی ہم مجلس سے الگ بھی نہین ہوئے تھے اور نہ کچھ زیادہ بات کرنے پائے تھے کہ وہ نابینا واپس آیا تو ایسا معلوم ہوا کہ اس کو نابینائی کی بیماری کبھی تھی ہی نہین۔

حبیب بن فدیک ایک اور نابینا صحابی کے اچھے ہونے کا واقعہ ابن ابی شیبہ، طبرانی، بیہقی، اور ابونعیم مین مذکور[8] ہے، مگر چونکہ اُس کے سلسلۂ سند مین مجہول الاسم اشخاص ہین اس لیے اُسکو قلم انداز کر دیا ہے۔

بلا دور ہونا | آپ ایک سفر مین جا رہے تھے، راستہ مین ایک عورت بچہ کو لیے ہوئے سامنے آئی، اور کہا کہ یا رسول اللہ! اس کو دن مین کئی دفعہ کسی بلا کا دورہ ہوتا ہے، آپ نے بچہ کو اٹھا کر کجاوہ کے سامنے رکھا، اور تین بار کہا کہ "اے

---

[1] صحیح بخاری باب غزوۂ خیبر، و مسند ابن حنبل جلد ۴ حدیث سلمہ بن اکوع [2] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۸۸ و عبدالرزاق و عبد بن حمید و ابن عساکر۔

[3] ترمذی کتاب الدعوات [4] مستدرک جلد اوّل صفحہ ۵۱۹ [5] مسند جلد ۴ صفحہ ۱۳۸ [6] مستدرک جلد اوّل صفحہ ۵۲۶ [7] مستدرک اول صفحہ ۵۲۶ [8] دلائل ابی نعیم صفحہ ۱۶۸ و اصابہ ترجمۂ حبیب بن فدیک۔

خدا کے دشمن نکل، میں خدا کا رسول ہوں" پھر لڑکے کو اُس عورت کے حوالے کر دیا، سفر سے پلٹے تو وہ عورت دو دُنبے لیکر حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ میرا ہدیہ قبول فرمائیے، خدا کی قسم پھر بچے کے پاس وہ بلا نہ آئی، آپ نے ایک دنبہ قبول فرمالیا، اور دوسرے کو واپس کر دیا۔[1]

گونگے کا بولنا حجۃ الوداع میں آپ کی خدمت میں ایک عورت اپنے بچہ کو لیکر حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یہ بولتا نہیں، آپ نے پانی منگایا، ہاتھ دھویا، اور کلّی کی، اور فرمایا کہ یہ پانی اس کو پلا دو اور کچھ اس کے اوپر چھڑک دو، دوسرے سال وہ عورت آئی تو بیان کیا کہ لڑکا بالکل اچھا ہو گیا اور بولنے لگا۔[2]

مرض نسیان کا دور ہونا ایک دفعہ حضرت علیؓ نے آکر شکایت کی کہ یا رسول اللہ! قرآن یاد کرتا ہوں تو بھول جاتا ہوں، آپ نے فرمایا "اِس طرح نماز پڑھکر یہ دعا مانگو" حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اُسی طرح کیا، اور فائدہ ہوا، اور جاکر آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ پہلے چار چار آیتیں یاد کرتا تھا، اور اب چالیس چالیس آیتیں یاد کر لیتا ہوں پہلے بات بھول جاتا تھا، اور اب حرف حرف یاد رہتا ہے۔[3]

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کو آپ نے طائف کا عامل مقرر فرمایا، اُنھوں نے وہاں سے آکر بیان کیا کہ یا رسول اللہ مجھے یہ مرض پیدا ہو گیا ہے کہ نماز میں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کیا پڑھتا ہوں، آپ نے پاس بلاکر اُن کے سینے پر ہاتھ مارا، اور منھ میں دم کیا، پھر یہ حالت بالکل زائل ہو گئی۔[4]

اِسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی ایک دفعہ حافظہ کی شکایت کی تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ دامن پھیلاؤ، انھوں نے پھیلایا، آپ نے اس میں ہاتھ ڈالا، پھر فرمایا کہ اب اس کو سمیٹ لو، حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا، تب سے پھر میں کوئی بات نہ بھولا۔[5]

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۷۰ و ۱۷۱، میں دو حسن روایتوں سے حضرت یعلی بن مرہ سے یہ واقعہ مذکور ہے، علاوہ ازین ابن ابی شیبہ اور حاکم میں بھی یہ منقول ہے، دارمی صفحہ ۷ میں یہ واقعہ حضرت جابر سے جس سلسلۂ سند سے مذکور ہے وہ مستند نہیں، نیز دارمی اور ابو نعیم میں اسی قسم کا ایک اور واقعہ (یعنی ایک جن کا ایک بچہ پر مسلط ہونا اور آپ کے اثر سے ایک کتے کا پلے کی شکل میں نکلکر بھاگنا) حضرت ابن عباس سے مروی ہے وہ بھی صحیح نہیں۔
[2] سنن ابن ماجہ باب النشرہ و ابو نعیم صفحہ ۱۶۷، ابن ابی شیبہ۔ [3] جامع ترمذی ابواب الدعوات و مستدرک حاکم جلد اول صفحہ ۳۱۶ ذہبی نے جودت سند کے باوجود اس روایت میں کلام کیا ہے۔ [4] سنن ابن ماجہ باب الفزع والارق [5] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ۔

بیمار کا تندرست ہونا

حضرت عثمان بن ابی العاص رض کا واقعہ ہے کہ وہ ایک دفعہ سخت بیمار ہوئے، آنحضرت صلعم اُن کی عیادت کو تشریف لے گئے تو فرمایا کہ "یہ دعا سات دفعہ پڑھو، اور ہاتھ بدن پر پھیرو" حضرت عثمان رض کہتے ہین کہ مین نے ایسا کیا تو خدا نے میری بیماری دور کر دی، اور اب مین اپنے عزیزون اور دوستون کو بھی یہ دعا بتایا کرتا ہون[1]۔

ایک بار حضرت علی رض اس قدر بیمار ہوئے کہ موت کی دعا کرنے لگے، آپ کا گذر ہوا تو انکو اس پر تنبیہ کی، اور دعا فرمائی، پھر ان کو اس مرض کی تکلیف محسوس نہ ہوئی[2]۔

ایک جلے ہوئے بچہ کا اچھا ہونا

محمد بن حاطب ایک صحابی ہین وہ جب بچہ تھے تو اپنی مان کی گود سے گر کر آگ مین گر پڑے، اور کچھ جل گئے، ان کی مان ان کو لیکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئین، آنحضرت صلعم نے اپنا لعاب دہن اُن کو ملا اور دعا پڑھ کر دم کیا، طیالسی اور ابن حنبل مین اسی قدر ہے، مگر امام بخاری نے تاریخ مین بسند بیان کیا ہے کہ محمد بن حاطب کی مان کہتی تھین کہ بچہ کو لیکر مین وہان سے اُٹھنے بھی نہین پائی تھی کہ بچہ کا زخم چنگا ہو گیا[3]۔

جنون دور ہونا

ایک شخص نے آکر درخواست کی کہ یا رسول اللہ میرا بھائی بیمار ہے، دعا کیجیے۔ پوچھا کیا بیمار ہے؟ عرض کی اسکو جنون کا اثر ہے، فرمایا اُسکو لے آؤ، وہ آیا تو آپ نے قرآن مجید کی متعدد سورتین پڑھ کر جھاڑ دیا، وہ کھڑا ہوا تو اس پر جنون کا کوئی اثر نہ تھا[4]،

---

[1] جامع ترمذی کتاب الطب۔ [2] جامع ترمذی ابواب الدعوات، بروایت حسن وصحیح وحاکم فی المستدرک [3] مسند ابو داؤد طیالسی صفحہ ۱۶۵ مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۵۹ تاریخ بخاری کی روایت ابن عبد البر نے بسند استیعاب (ترجمۂ محمد بن حاطب) مین اور سیوطی نے خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۶۹ مین نقل کی ہے [4] سنن ابن ماجہ باب الفضل الارق اس روایت کے سلسلۂ سند مین ابو جناب ایک راوی ہین جنپر تدلیس کا الزام ہے مگر اس روایت مین تو تدلیس کا کوئی اثر نہین معلوم ہوتا۔ واللہ اعلم۔

استجابتِ دُعاء

منجملہ دیگر علامتون کے اللہ کی بارگاہ مین دعاؤن کا قبول ہونا بھی ایک بڑی علامت ہے، جس سے نیک اور مقبول بندون کی پہچان اور شناخت ہوتی ہے، انبیائے الٰہی سے بڑھکر خدا کے نیک اور مقبول بندے اور کون ہوسکتے ہین؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ انکی دُعاؤن کو شرفِ اجابت بخشتا ہے، اور اُن کی نداؤن کو جو دل کے اندر سے نکلتی ہین، سمعِ قبول سے سنتا ہے، حضرت آدمؑ نے ندامت کے ساتھ خدا کو پکارا تو اُس نے انکو معاف کیا، حضرت نوحؑ نے طوفانی عذاب کی درخواست کی تو پوری ہوئی، حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کے لیے نبوت اور برکت کی دعا کی تو قبول ہوئی، حضرت یونسؑ نے سمندر کی تہ مین خدا کو پکارا تو اس نے سُنا، حضرت زکریا نے خانوادۂ نبوت کے لیے ایک وارث مانگا تو دیا گیا۔

آنحضرت صلعم نے بھی بارگاہِ الٰہی مین دعائین مانگین، حاجت مندیون مین اُس کے آگے ہاتھ پھیلائے، تنہائیون مین اس کی رفاقت چاہی، بیکسیون مین اسکی نصرت مانگی، فقر و فاقہ مین اس کے خزانۂ غیب سے مدد طلب کی، حق کی اشاعت مین اسکی اعانت کی درخواست کی، نیک بندون کے حق مین اپنے آپ کو اُس کے سامنے شفیع بنایا، شریرون کے دفعِ شر کے لیے اُسکی غیبی امداد کا سہارا ڈھونڈھا، اور ان مین سے ہر موقع پر آپ کے لیے قبول و اجابت کا دروازہ کھولا گیا۔

مسند احمد مین حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ "آپ جب کبھی کسی کے حق مین دعا فرماتے تھے تو وہ نہ صرف اُسی کے بلکہ اُسکی اولاد، در اولاد کے حق مین مستجاب ہوتی تھی"[1] صحیح مسلم مین ہے کہ جب کسی کے متعلق آپ "رحمہ اللہ" یعنی "خدا اسپر رحمت کرے" فرماتے تھے تو صحابہ سمجھ جاتے تھے کہ اس کو شہادت نصیب ہوگی[2] چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا، یہان تک کہ وہ بھی جو آپ کی دعوتِ حق کے سخت منکر تھے، اس امر کا دل سے

---

[1] مسند احمد بروایت حضرت حذیفہ۔ [2] صحیح مسلم باب غزوۂ خیبر۔

یقین رکھتے تھے کہ محمد (صلعم) کی دعاؤن مین حیرت ناک تاثیر ہے، مکہ مین جب قحط پڑا تو ابوسفیان نے بھی بحالتِ کفر اسی آستانہ پر حاضر ہوکر دعائے رحمت کی درخواست کی[1]۔ ابوجہل وغیرہ روسائے قریش کے حق مین جو آپ کی نماز مین خلل انداز ہوئے تھے، جب آپ نے بددعا کی تو وہ خوف سے کانپ اُٹھے[2]، یہ واقعات بتفصیل پہلے گذر چکے ہین، اس لیے یہان موضوعِ سخن کی تقریب سے اختصار پر اکتفا کی جاتی ہے۔

قریش پر عذاب آنا اور اس کا دور ہونا

قریش نے جب اسلام کی سخت مخالفت کی تو خدا نے اُن پر قحط کا عذاب بھیجا، اہلِ مکہ سخت مصیبت مین مبتلا ہوئے، بالآخر سوا اس کے کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ اُسی رحمتِ عالم کی بارگاہ کی طرف رجوع کرین، قریش کے بعض رئیسون نے خدمتِ نبوی مین جاکر عرض کی، کہ "اے محمدؐ! تمہاری قوم برباد ہوگئی، خدا سے دعا کرو کہ وہ اِس مصیبت سے اُس کو نجات دے"، رحمتِ عالم نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے، دعا قبول ہوئی، خوب پانی برسا، اور اہلِ مکہ کو قحط کے عذاب سے نجات ملی[3]۔

روسائے قریش کے حق مین بددعا

آپ ایک دفعہ صحنِ حرم مین نماز پڑھ رہے تھے کہ بعض روسائے قریش نے عین حالتِ نماز مین آپ کی گردنِ مبارک پر نجاست ڈال دی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آکر جب یہ نجاست ہٹائی، اور آپ نے سجدہ سے سر اُٹھایا تو نام بنام دعا مانگی کہ "خداوندا! انکو تو پکڑ" چنانچہ سب کے سب بدر کی لڑائی مین مارے گئے[4]۔

حضرت عمر کا اسلام

ایک طرف قریش کے سربرآوردہ اصحاب، اسلام اور داعیِ اسلام کی عداوت اور دشمنی کی کوششون مین مصروف تھے، اور دوسری طرف داعیِ اسلام انکی ہدایت و رہنمائی کے پُرمحبت ولولون سے معمور تھا، ابوجہل و عمر کہ دونون آنحضرت صلعم کی دشمنی مین سب سے زیادہ سخت اور مستقل تھے، انہین کی ہدایت کا پُرشوق ارمان آپ کے قلبِ مبارک مین سب سے زیادہ تھا، جب تبلیغ و دعوت کے دوسرے حربے اُن پر کامیاب نہ ہوئے، تو آنحضرت صلعم نے اُس سب سے کارگر حربہ کو اُن کے مقابلہ مین

[1] صحیح بخاری و صحیح مسلم تفسیر سورۂ دخان وغیرہ [2] صحیح بخاری و مسلم باب مالقی النبی صلعم من اذی المشرکین [3] صحیح بخاری تفسیر سورۂ دخان و صلوٰۃ الاستسقاء [4] صحیح بخاری غزوۂ بدر۔

استعمال کیا، جس کے وار کی کوئی روک نہین ہوسکتی تھی، آپ نے دعا فرمائی کہ "خداوندا! ابوجہل وعمر مین جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو اُس سے اسلام کو معزز کر"[1] ابن ماجہ اور حاکم مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ آپ نے صرف حضرت عمرؓ کا نام لیا تھا، اس دعا کو ابھی چند روز بھی نہین گذرے تھے کہ حضرت عمرؓ اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے، کارساز قدرت نے اس دعا کے قبول و تاثیر کا سامان کیون کر پیدا کیا؟ روایتون مین اس کی تفصیل مین کچھ اختلاف ہی، اُستاذ مرحوم نے سیرت کی پہلی جلد مین حضرت عمرؓ کے اسلام کا واقعہ جس طرح لکھا ہی، وہ حرف حرف **الفاروق** کی نقل ہی، اس مین مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی بہن سے لیکر جو سورہ پڑھی، اور جس سے متأثر ہوکر وہ مسلمان ہوئے، وہ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰاتِ یعنی سورۂ حدید تھی، اس مین شک نہین کہ بزار، طبرانی، بیہقی اور ابونعیم مین یہ روایت بھی ہے لیکن حد درجہ کمزور ہے، علاوہ ازین حضرت عمرؓ کا اسلام مکہ کا واقعہ ہے، اور سورۂ حدید مدنی ہے، اُس کو حضرت عمرؓ اُس وقت کیون کر پڑھ سکتے تھے، اُستاذ مرحوم نے الفاروق مین یہ واقعہ کتب رجال و تاریخ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ لیکن حدیث و سیر کی صحیح روایتون مین یہ واقعہ دو صورتون سے مذکور ہوا ہے، ایک تو وہی مشہور صورت ہی کہ حضرت عمرؓ تلوار کمر سے لگا کر آنحضرت صلعم کے قتل کے ارادہ سے نکلے تھے کہ راہ مین ایک مسلمان سے ملاقات ہوگئی، اُس نے حضرت عمرؓ کے ارادہ کا حال سنکر کہا کہ "پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو، تمھاری بہن اور بہنوئی اِس نئے دین مین داخل ہوچکے ہین" حضرت عمرؓ غصہ مین اپنی بہن کے گھر گئے، اور مار پیٹ کی، بالآخر اُنھون نے قرآن کی ایک سورہ بہن سے لیکر پڑھی، اور وہ سورۂ طٰہٰ تھی، اور جب اِس آیت پر پہنچے،

إِنَّنِیْ أَنَا اللّٰہُ لَا إِلٰہَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَأَقِمِ الصَّلٰوۃَ — مین ہون خدا، کوئی خدا نہین، لیکن مین، تو مجھکو پوج، اور میری

[1] جامع ترمذی مناقب عمر، بروایت ابن عمر، حدیث حسن صحیح غریب، ترمذی کے اسی باب مین اسی مضمون کی ایک اور روایت حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہی، اس مین اسقدر اضافہ ہے، کہ اس دعا کے دوسرے ہی دن حضرت عمر مسلمان ہوگئے، مگر اس روایت مین ایک راوی قابل اعتراض ہی، ترمذی کے علاوہ یہ روایت ابن سعد مین تین مختلف سلسلون سے بسند حسن مذکور ہو (جلد ۳ حصۂ اول، ص ۱۹۱) حافظ ابن حجر نے اصابہ (ترجمہ عمر) مین لکھا ہی کہ یہ روایت مسند ابویعلی اور عبد بن حمید وغیرہ مین بھی ہی۔ خصائص سیوطی مین ہی کہ یہ روایت حاکم، طبرانی، ابن ماجہ احمد اور صحیح ابن حبان مین بھی ہی۔

لِذِكْرِيْ ، (طٰہ) — یاد کے لیے نماز کھڑی کرو،

تو یہ اثر ہوا کہ دل سے لا الٰہ الا اللہ پکار اٹھے، اور دیر اقدس پر حاضری کی درخواست کی، یہ روایت بسند صحیح ابن سعد، ابویعلی، حاکم اور بیہقی میں حضرت انس بن مالک رضی سے مروی ہے، لیکن اس میں یہ بیان نہیں ہے کہ حضرت انس نے جو انصاری تھے اور شریک واقعہ نہ تھے، یہ واقعہ کس سے سنا۔

دوسری روایت مسند ابن حنبل[1] میں خود حضرت عمر رضی سے ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک شب میں آنحضرت صلعم کے چھیڑنے کو نکلا، آپ بڑھکر مسجد حرام میں داخل ہوگئے، اور نماز شروع کردی، اس وقت آپ نے سورۂ الحاقہ قرأت فرمائی، میں کھڑا سنتا رہا، اور قرآن کی نظم اور اسلوب سے حیرت میں تھا۔ دل میں کہا، خدا کی قسم یہ شاعر ہے، جیسا قریش کہا کرتے ہیں، ابھی یہ خیال تھا ہی کہ آپ نے یہ آیت پڑھی۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ — یہ ایک بزرگ قاصد کا کلام ہے، اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں،

قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ، (الحاقہ ۲) — تم بہت کم ایمان رکھتے ہو۔

میں نے کہا یہ تو کاہن ہے، میرے دل کی بات جان گیا، کہ اس کے بعد ہی آیت پڑھی،

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ تَنْزِيْلٌ — یہ کاہن کا کلام بھی نہیں، تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو، یہ تو جہانوں

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ، (الحاقہ ۲) — کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے۔

آپ نے یہ سورہ آخر تک پڑھی، اور اس کو سنکر اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر کر گیا،

ابن اسحاق نے ان دونوں روایتوں کو بہت کچھ گھٹا بڑھا کر بغیر کسی سند کے اپنی سیرۃ میں لکھا ہے، اس لیے وہ اس باب میں سند کے قابل نہیں، حافظ ابن حجر نے اصابہ میں یہ دونوں روایتیں لکھکر چھوڑ دی ہیں، اور یہ فیصلہ نہیں کیا ہے کہ ان دونوں واقعوں میں سے مرجح کون ہے؟ اور اگر دونوں قابل قبول ہیں تو انکی ترتیب کیا ہے؟ میرا خیال یہ ہے کہ یہ دونوں واقعے صحیح ہیں، اور ان کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے حضرت عمر رضی نے آپ کو نماز میں سورۂ

---

[1] جلد ۳ حصۂ اوّل صفحہ ۱۹۱ [2] جلد اوّل صفحہ ۱۷،

الحاقہ پڑھتے سنا، اور اس سے اُن کو اسلام کی طرف میلان ہوا، جیسا کہ اُن کے اِس فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے
کہ فوقع الاسلام فی قلبی کل موقع، ”یعنی اسلام میرے دل مین پوری طرح بیٹھ گیا“ تاہم چونکہ وہ طبعاً مستقل
اور پختہ کار تھے، اِس لیے اپنے اسلام کا اُنھون نے اعلان نہین کیا، بلکہ اِس اثر کو وہ شاید روکتے رہے، لیکن
اِس کے بعد جب اُن کی بہن کا واقعہ پیش آیا، اور سورۂ طہ پر نظر پڑی تو پھر دل پر قابو نہ رہا، اور جوشِ حق کا چشمہ
اُنکی زبان و دل سے بے اختیار اُبل پڑا اور فوراً درِ اقدس پر حاضری کی درخواست پیش کی۔ حضرت انسؓ کی
اسی روایت مین ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے اپنا یہ شوق ظاہر کیا، حضرت خبابؓ جو حضرت عمرؓ کی بہن اور
بہنوئی کو سورۂ مذکور کی تعلیم دے رہے تھے، اور حضرت عمرؓ کی آواز سنکر گھر مین چھپ گئے تھے، بے تامل
نکلکر سامنے آگئے، اور بشارت دی کہ ”اے عمر! نوید مژدہ! کہ جمعرات کی رات کو تمہارے حق مین آنحضرت صلعم
نے جو دعا کی تھی شاید اُس کے پورے ہونے کا دن آگیا، حضور نے دعا فرمائی تھی کہ ”خداوندا! عمر بن خطاب
یا عمر بن ہشام (ابو جہل) سے اسلام کو عزت دے“۔

غور کرو کہ یہ دعائے نبوی کس طرح حرف بحرف پوری ہوئی، نہ صرف یہ کہ حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا،
بلکہ ان کی ذات سے اسلام کو وہ عزت نصیب ہوئی جس کا ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد بھی دنیا کو اعتراف ہے،
عبداللہ بن مسعودؓ گواہی دیتے ہین کہ ”ما زلنا اعزۃ منذ اسلم عمر“ حضرت عمرؓ جب سے اسلام لائے ہم مسلمانون
کو عزت اور قوت حاصل ہوگئی[1]“۔ اسلام کی اس عزت کو اگر سوانح فاروقی کے کارنامون مین تلاش کرو، تو
دعائے نبوی کے قبول و اجابت کا پُرحیرت سمان نگاہون کے سامنے گذر جائے گا۔

سراقہ کے گھوڑے کا پانون دھنس جانا

جب آپ ہجرت کی غرض سے مدینہ کو روانہ ہوئے تو کفار کے جاسوسون مین سراقہ نے
آپ کا پیچھا کیا، اور آپ سے اس قدر قریب آگیا کہ حضرت ابو بکرؓ گھبرا کے بول اُٹھے کہ ”ہم آ لیے گئے“ آپ نے
اُن کی دل دہی کی، اور دعا فرمائی جس کے اثر سے اس کے گھوڑے کے پانون زمین مین دھنس گئے،

---

[1] صحیح بخاری جلد اوّل باب اسلام عمرؓ

سراقہ نے یہ حالت دیکھکر کہا کہ "تم دونون نے مجھکو بددعا دی، اب دعا کرو تو مین تمام لوگون کو تمھارے تعاقب سے واپس لے جاؤن گا" آپ نے اُس کے لیے دعا فرمائی، اور اُس نے اِس مصیبت سے نجات پائی، وہان سے واپس آیا تو تمام تعاقب کرنے والون کو واپس لے گیا[1]۔

مدینہ کی آب وہوا کے لیے دعاء

مدینہ کی آب وہوا اچھی نہ تھی، وبا کا بھی اثر تھا، اکثر مہاجرین یہان آکر بیمار پڑگئے، اِس حالت مین لوگون کو بار بار اپنا وطن مکہ یاد آنے لگا[2]، یہ دیکھکر آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی کہ "الٰہی! مدینہ کو بھی ہمارے لیے ویسا ہی محبوب کردے جیسا مکہ ہمکو محبوب ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنادے، الٰہی! ہمارے صاع اور مد مین برکت دے، اور اس کو ہمارے لیے صحت بخش بنادے، اور یہان کا بخار جحفہ مین منتقل کردے[3]" یہ دعاء حرف بحرف قبول ہوئی، مہاجرین کو اس شہر سے جو محبت ہوگئی، وہ ان کی زندگی کے واقعات سے ظاہر ہے، وہی ابوبکر و بلال جو چند روز مین یہان سے گھبرا اُٹھے تھے، اُس کے ایسے والہ و شیدا ہوئے کہ پھر مکہ کا نام بھی نہین لیا، اور آنحضرت صلعم کو یہان سے وبا کا دور ہونا خواب مین دکھایا گیا[4]۔

قحط کا دور ہونا اور پانی کا برسنا

ہجرت سے پہلے مکہ مین جب قحط پڑا تھا، تو مسلمانون نے نہین، کافرون نے جاکر آپ سے درخواست کی کہ دعا کیجیے، آپ نے دعا فرمائی تو پانی برسا، حضرت ابوطالب عم رسول اللہ صلعم نے شاید اسی منظر کو دیکھکر آپکی مدح مین یہ شعر کہا تھا،

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل

محمد گورے رنگ والا ہے، اُسکے چہرہ کے وسیلہ سے ابر باران کی سیرابی مانگی جاتی ہے، یتیمون کی جاپناہ اور بیوہ ون کا بچاؤ ہے،

حضرت ابن عمر کہتے ہین کہ "آپ جب پانی برسنے کی دعا مانگتے تو مین آپ کے چہرۂ مبارک کو تکتا رہتا، اور ابوطالب کا یہ شعر یاد آتا، آپ دعا مانگ کر منبر سے اُترنے بھی نہین پاتے تھے کہ مدینہ کا ہر پرنالہ زور و شور سے بہنے لگتا[5]

---

[1] بخاری باب علامات النبوۃ [2] صحیح بخاری باب الہجرت و صحیح مسلم باب الترغیب فی سکنی المدینۃ و باب صیانۃ المدینۃ۔ [3] صحیح بخاری باب الہجرۃ و صحیح مسلم باب الترغیب فی سکنی المدینۃ۔ [4] صحیح بخاری کتاب الرویا والتعبیر [5] صحیح بخاری ابواب الاستسقاء [6] صحیح بخاری و ابن ماجہ ابواب الاستسقاء۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے متعدد واقعے حضرت ابن عمرؓ کے سامنے گذرے تھے، حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین جب قحط پڑا تو حضرت عمرؓ نے دعا مانگی کہ "خداوندا! ہم اپنے پیغمبر صلعم کی زندگی مین اُسکو وسیلہ بناکر تیرے سامنے پیش کرتے تھے تو تو ہمکو سیراب کرتا تھا" [1]

ایک دفعہ مدینہ مین خشک سالی ہوئی، آنحضرت صلعم مسلمانون کو لیکر نکلے، اور کھڑے ہوکر بارگاہِ الٰہی مین دونون ہاتھون کو پھیلا کر دعا مانگی، پھر قبلہ رخ ہوکر چادر الٹی، اور دو رکعت نماز پڑھی، ابر آیا، پانی برسا، اور لوگ سیراب ہوگئے [2]،

دعائے نبوی سے پانی برسنے کا سب سے حیرت انگیز لیکن مستندتر واقعہ حسب ذیل ہے، جو متعدد طریقون اور سلسلون سے احادیث مین مذکور ہے، واقعہ یہ ہے کہ ایک بار مدینہ اور اطراف مدینہ مین قحط پڑا، آنحضرت صلعم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، کہ اسی حالت مین ایک شخص نے کہا "یا رسول اللہ مویشی ہلاک ہوگئے، لوگ بھوکون مرگئے، خدا سے دعا فرمایئے کہ ہمکو سیراب کرے"، آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے، یہ اثر ہوا کہ پہلے تو آسمان آئینہ کی طرح صاف تھا، اور اب ایک آندھی چلی، بادل امنڈ آئے، اور آسمان کا دہانہ کھل گیا، لوگ مسجد سے نکلے تو پانی مین بھیگتے ہوئے مکان تک پہنچے، ایک ہفتہ تک متصل پانی برستا رہا، یہان تک کہ لوگ گھبرا اُٹھے اور دوسرے جمعہ کو اسی آدمی نے یا کسی اور نے کہا، "یا رسول اللہ مکانات گرگئے، دعا کیجیے کہ خدا پانی کو روک لے" آنحضرت صلعم مسکرائے، اور دعا فرمائی، بادل پھٹ گئے، اور مدینہ تاج کی طرح چمک اُٹھا [3]،

ابن ماجہ باب الاستسقاء مین اس قسم کے دو واقعے اور لکھے ہین، اگر وہ اس واقعہ سے الگ ہین، تو اس قسم کے دو واقعون کا اور اضافہ ہوجاتا ہے،

حضرت انس کے حق مین دعائے برکت

آنحضرت صلعم مدینہ مین تشریف لائے تو حضرت انسؓ کی والدہؓ اُن کو چادر مین لپیٹ کر لائین

---

[1] صحیح بخاری ابواب الاستسقاء - [2] بخاری - مسلم - ترمذی - وغیرہ ابواب الاستسقاء [3] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ وابواب الاستسقاء و صحیح مسلم باب صلوٰۃ الاستسقاء بطرق متعددۃ -

اور آپ کی خدمت مین بطور خادم کے پیش کیا، اور اُن کے لیے دعا کی درخواست کی، آپ نے ترقی مال و اولاد کی دعا دی، حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ "آج اس دعا کی برکت سے میرے پاس بکثرت دولت ہے اور میرے لڑکون اور پوتون کی تعداد سَو کے قریب پہونچ گئی ہے[1]"۔ اس دعا کا یہ اثر تھا کہ حضرت انسؓ بن مالک کا ایک باغ تھا جو سال مین دو بار پھل لاتا تھا، اور اس مین ایک پھول کا درخت تھا جس سے مُشک کی بو آتی تھی[2]۔

حضرت ابن عباسؓ کے حق مین دعائے علم

ایک بار آپ قضائے حاجت کے لیے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے پہلے ہی سے وضو کا پانی بھر کے رکھ دیا، آپ نے ان کو تفقہ فی الدین کی دعا دی[3]، چنانچہ انکو یہ درجہ حاصل ہوا کہ اُنھون نے حبرُ الامتہ کا خطاب پایا۔

حضرت ام حرام کے حق مین دعائے شہادت

ایک روز آپ اُم حرامؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، اُنھون نے آپ کو کھانا کھلایا، اور سر سے جوئین نکالنے لگین، اسی حالت مین آپ کو نیند آگئی، پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو ام حرام نے ہنسی کی وجہ پوچھی، آپ نے فرمایا "میری امت مین سے مجاہدین کا ایک گروہ میرے سامنے پیش کیا گیا جو بغرضِ جہاد دریا مین اسطرح سوار ہو کر چلے گا، جس طرح تخت پر بادشاہ"، ام حرام نے درخواست کی کہ خدا سے دعا فرمائے کہ مین بھی اُنھی مین سے ہون، چنانچہ آپ نے دعا فرمائی، اور امیر معاویہ کے زمانہ مین اُن کو بحری جنگ کا شرف حاصل ہوا، اور دریا سے نکل کر خشکی مین آئین، تو سواری سے گر کر درجۂ شہادت حاصل کیا[4]۔

ایک نوجوان کی ہدایت کے لیے دعا

حضرت ابو امامہؓ باہلی صحابی بیان کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم ایک دن اصحاب کے حلقہ مین تشریف فرما تھے، ایک نوجوان نے آکر کہا کہ یا رسول اللہ مجھے زنا کی اجازت دیجیے، یہ سنکر چارون طرف سے اس پر لوگون نے ملامت شروع کی، آپ نے روکا، پھر اُس نوجوان کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا، اور دلدہی سے پوچھا کہ "تم اس فعل کو اپنی مان کے لیے پسند کروگے"؟ عرض کی "آپ پر قربان نہین یا رسول اللہ"

[1] مسلم فضائل انس بن مالک [2] ترمذی مناقب انس [3] مسلم فضائل عبد اللہ بن عباس [4] بخاری کتاب الجهاد۔

فرمایا "تو اور لوگ بھی اپنی ماؤن کے لیے نہین پسند کرین گے" "تو کیا تم اپنی بیٹی کے لیے یہ پسند کروگے؟" عرض کی نہین یارسول اللہ" فرمایا "تو اور لوگ بھی اپنی بیٹیون کے لیے اس کو پسند نہ کرین گے"۔ "تو کیا اپنی بہن کے لیے یہ پسند کروگے" گذارش کی "نہین یارسول اللہ" فرمایا "تو اور لوگ بھی اپنی بہنون کے لیے یہ پسند نہ کرین گے" پھر اسی طرح خالہ اور پھوپھی کے متعلق آپ نے پوچھا، اُس نے وہی جواب دیا، اور آپ بھی اسی طرح فرماتے گئے، اس کے بعد اُس پر ہاتھ رکھکر دعا کی، کہ "خداوندا! اس کے گناہون کو بخش، اور اس کے دل کو پاک، اور اس کو عصمت عطا کر" ابوامامہ کہتے ہین کہ اس کے بعد اُس نوجوان کا یہ حال تھا کہ وہ کسی کی طرف مڑکر بھی نہین دیکھتا تھا۔[۱]

حضرت سعد بن وقاص کی شفایابی کے لیے دعا

حضرت سعد بن وقاصؓ کہتے ہین کہ مین آنحضرت صلعم کی ہمرکابی مین مکہ گیا، اور وہان جاکر ایسا سخت بیمار ہوا کہ مرنے کے قریب ہوگیا، یہانتک کہ وصیت کی تیاری کی، آپ عیادت کو تشریف لائے تو عرض کی یارسول اللہ مین اُس سرزمین مین مرتا ہون جس سے ہجرت کی تھی، آپ نے فرمایا "نہین انشاء اللہ"[۲] پھر تین دفعہ دعا کی کہ "الٰہی سعد کو شفا دے، سعد کو شفا دے، سعد کو شفا دے"[۳] چنانچہ اُن کو شفا ہوئی، اور آنحضرت صلعم کے بعد چودہ پندرہ برس تک زندہ رہے، اور لشکر عراق کے امیر مقرر ہوئے۔

حضرت سعد بن وقاص کے مستجاب الدعا ہونیکی دعا

انھین حضرت سعد بن وقاصؓ کے حق مین آپ نے دعا فرمائی تھی کہ "خداوندا! ان کو مستجاب الدعوات بنا" چنانچہ اس کا یہ اثر تھا کہ وہ جسکو دعا دیتے تھے وہ یقیناً قبول ہوجاتی تھی[۴]، کوفہ کی امارت کے زمانہ مین بعض شریرون نے بارگاہ فاروقی مین انکی غلط شکایت کی، حضرت عمرؓ نے تحقیق حال کے لیے آدمی بھیجا، وہ ایک ایک مسجد مین جاکر لوگون سے حضرت سعدؓ کے متعلق حالات دریافت کرتا پھرتا تھا، ایک محلہ کی مسجد مین ایک شخص نے جھوٹی گواہی دی کہ وہ نماز بھی ٹھیک نہین پڑھاتے، یہ سنکر حضرت سعدؓ بے اختیار ہوگئے، فرمایا "خداوندا! اگر یہ جھوٹا ہو تو اس کو آزمائش مین ڈال" اُس شخص کا یہ حال ہوگیا تھا کہ بوڑھے ہوکر اُنکی

---

[۱] مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۵۶ بسند صحیح وشعب الایمان بیہقی [۲] نسائی کتاب الوصیة [۳] صحیح مسلم کتاب الوصیة [۴] ترمذی مناقب سعد بن وقاص۔

پلکین لٹک آئی تھین، تاہم بازارون مین چھوکریون کو چھیڑتا پھرتا تھا، اور کہتا تھا کہ سعد کی بددعا مجھے لگ گئی،[1] احادیث وسیر مین انکی قبولیت دعا کے اور بھی واقعات مذکور ہین۔

حضرت عروہؓ کے حق مین دعائے برکت

ایک بار آپ نے حضرت عروہؓ کو ایک دینار دیا، کہ اس کی ایک بکری خرید لائین، اونھون نے اُس سے دو بکریان خریدین، ایک کو ایک دینار پر فروخت کرڈالا، اور آپ کی خدمت مین دوسری بکری اور دینار کو پیش کیا، آپ نے انکو خرید و فروخت کے معاملات مین برکت کی دعا کی، اور اس کا یہ اثر ہوا کہ اگر وہ مٹی بھی خریدتے تھے تو اس مین نفع ہوتا تھا۔[2]

ابوامامہ باہلی کے حق مین دعائے سلامتی

حضرت ابوامامہؓ کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم کہین فوج بھیج رہے تھے، مین نے حاضر ہوکر عرض کی کہ "یارسول اللہ، میرے لیے دعا کیجیے کہ شہادت نصیب ہو" فرمایا "خداوندا! ان کو سالم وغانم واپس لا" چنانچہ ہم صحیح وسلامت مال غنیمت لیکر واپس آئے، پھر کہین فوج جانے لگی، مین نے پھر وہی درخواست کی، آپ نے پھر وہی دعا دی، اور پھر وہی ہوا، تیسری مرتبہ پھر یہی موقع آیا، مین نے عرض کی "یارسول اللہ! مین نے دو دفعہ دعائے شہادت کے لیے درخواست پیش کی، قبول نہ ہوئی، اب یہ تیسرا موقع ہے" آپ نے پھر وہی دعا دی، اور وہی نتیجہ تھا۔[3]

ابوطلحہ کے حق مین برکت اولاد کی دعا

حضرت ابوطلحہؓ کی بیوی نہایت ہوشمند اور اسلام اور پیغمبر اسلام پر دل سے فدا تھین، ایک دفعہ ان کا بچہ بیمار ہوا، طلحہ گھر سے باہر ہی تھے کہ بچہ نے دم توڑ دیا، بیوی نے بچہ کو ایک گوشہ مین لٹا دیا، ابوطلحہ جب گھر واپس آئے تو بیوی سے دریافت کیا کہ بچہ کیسا ہے؟ نیک بخت نے جواب دیا کہ "وہ آرام پاگیا" ابوطلحہ سمجھے کہ وہ اچھا ہے۔ دونون میان بیوی ایک ہی بستر پر سوئے، ابوطلحہ صبح کو اُٹھے غسل کر کے مسجد نبوی مین نماز پڑھنے کو جانے لگے، تو بیوی نے اصل حقیقت ظاہر کی، ابوطلحہ نے آکر آنحضرت صلعم کو شب کا ماجرا سنایا، تو فرمایا شاید کہ خدا نے آج شب کو برکت عطا کی ہو۔ ایک انصاری کہتے ہین کہ اس برکت کا

---

[1] صحیح بخاری کتاب الصلوۃ [2] بخاری باب علامات النبوۃ [3] مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۴۸ و ابویعلی و بیہقی۔

یہ اثر ہوا کہ میں نے ابوطلحہ کی نو اولادیں دیکھیں، اور سب کی سب[1] قرآن خوان تھیں۔

حضرت ابوہریرہ کی والدہ حق میں دعائے ہدایت

حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ کافرہ تھیں، اور ابوہریرہ اُن کو دعوت اسلام دیتے تھے لیکن وہ نہیں مانتی تھیں، ایک دن انھوں نے حسب دستور دعوتِ اسلام دی، تو انھوں نے آنحضرت صلعم کو برا بھلا کہا، ابوہریرہؓ کو سخت تکلیف ہوئی، وہ روتے ہوئے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اس ناگوار واقعہ کا ذکر کیا، اور درخواست کی کہ میری والدہ کے لیے ہدایت کی دعا فرمایئے، آپ نے دعا کی کہ خداوند ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت نصیب کر، حضرت ابوہریرہؓ کو اس دعا کے قبول ہونے کا اس درجہ یقین تھا کہ وہ خوش خوش گھر واپس آئے، دیکھا کہ دروازہ بند ہے، ماں نے پاؤں کی آہٹ سنی تو کہا کہ دروازے پر ٹھہرے رہو، حضرت ابوہریرہؓ کو پانی گرنے کی آواز بھی محسوس ہوئی، جب وہ غسل کرکے کپڑے بدل چکیں تو دروازہ کھولا اور کلمۂ شہادت پڑھا حضرت ابوہریرہؓ خوشی کے مارے اولٹے پاؤں آنحضرت صلعم کی خدمت میں واپس آئے اور آپ کو مژدہ سنایا، آپ نے خدا کا شکر کیا، اور دونوں کو دعا دی[2]

اونٹ کا تیز ہوجانا

ایک غزوہ میں حضرت جابرؓ کی سواری کا اونٹ اس قدر تھک گیا یا بیمار ہوگیا تھا کہ تقریباً چل نہیں سکتا تھا، آپ نے دیکھا تو دعا دی، اور اب وہ اس قدر تیز رو ہوگیا کہ تمام اونٹوں کے آگے آگے رہتا تھا، آنحضرت صلعم نے آکر پھر دریافت کیا کہ "اے جابر! اب کیا حال ہے"؟ عرض کی، آپ کی دعا کی برکت قبول ہوئی[3]۔

بیمار کا اچھا ہونا

آپ ایک صحابی کی عیادت کو تشریف لے گئے، جو ضعف سے چور ہو گئے تھے، آپ نے فرمایا کیا تم صحت کی حالت میں خدا سے کوئی دعا کرتے تھے، انھوں نے کہا "ہاں میں خدا سے دعا کرتا تھا کہ مجھے آخرت میں جو عذاب دینا ہو، وہ دنیا ہی میں دیدے" آپ نے فرمایا "سبحان اللہ! تم دنیا کے عذاب کے متحمل نہیں ہوسکتے تو تم نے یہ دعا کیوں نہیں کی۔

[1] صحیح بخاری و مسلم فضائل ابی طلحہ [2] صحیح مسلم فضائل ابی ہریرہ [3] بخاری کتاب الجہاد۔

رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً — خداوندا ہمکو دنیا و آخرت دونون مین بھلائی دے، اور

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (بقرہ ۲۵) — دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

اس کے بعد آپ نے درگاہ خداوندی مین دعا کی، اور خدا نے انکو شفا عطا فرمائی[1]،

سواری کی قوت آجانا — حضرت جریرؓ ایک صحابی تھے جو گھوڑے کی پشت پر جم کر نہین بیٹھ سکتے تھے، ایک بار آپ نے ان کو ذی الخلیفہ کے بتخانہ کے ڈھانے کے لیے بھیجنا چاہا، اُنھون نے آنحضرت صلعم سے گھوڑے پر جم کر نہ بیٹھنے کی شکایت کی، آپ نے اُن کے سینہ پر ہاتھ مارا، اور دعا دی کہ "خداوندا! اس کو گھوڑے پر بیٹھنے کی قوت دے، اور اس کو ہادی و مہدی بنا" چنانچہ وہ گئے اور اس مین آگ لگا کر آئے[2]۔

ایک مغرور کا ہاتھ شل ہوجانا — آپ کے سامنے ایک شخص نے بائین ہاتھ سے کھانا شروع کیا، آپ نے فرمایا "داہنے ہاتھ سے کھاؤ" اس نے غرور سے کہا "مین اس سے کھا نہین سکتا" چونکہ اس نے غرور سے ایسا کہا تھا آپ نے فرمایا "خدا کرے ایسا ہی ہو" چنانچہ اس کے بعد ایسا ہوا کہ وہ داہنے ہاتھ کو اٹھا کر واقعی اپنے منھ تک نہین لے جا سکتا تھا[3]،

قبیلۂ دوس کا مسلمان ہونا — ایک بار حضرت طفیل دوسیؓ اپنے رفقاء کے ساتھ آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور کہا کہ "یا رسول اللہ دوس کے قبیلہ نے دعوت اسلام کے قبول کرنے سے انکار کیا، آپ اس پر بددعا فرمائیے لیکن رحمت عالم نے یہ دعا فرمائی۔

اللھم اھد دوسا وائت بھم[4]، — خداوندا دوس کو ہدایت دے اور انکو لا۔

بالآخر یہ دعا قبول ہوئی اور پورا قبیلہ مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوا۔

رفع بے پردگی کے لیے دعا — ایک حبشیہ عورت نے آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کی کہ "مجھے صرع کا دورہ ہوتا ہے، جس سے مین بے پردہ ہوجاتی ہون، میرے لیے دعا فرمائیے" ارشاد ہوا "اگر صبر کرنا چاہو تو

[1] صحیح مسلم کتاب الدعوات [2] صحیح مسلم فضائل جریر بن عبد اللہ بجلی [3] صحیح مسلم باب آداب الطعام والشراب واحکامہا۔

[4] صحیح بخاری و مسلم، فضائل غفار و اسلم و دوس و قیم۔

تمھیں جنت نصیب ہوگی، اور اگر کہو تو مین دعا کرون کہ خدا تمکو صحت دے" اُس نے کہا "مین صبر کرتی ہون لیکن سترِ عورت کے لیے دعا فرمائیے" چنانچہ آپ نے اُس کے لیے دعا کی۔[1]

سلطنت کسریٰ کی تباہی پڑھ چکے ہو کہ آنحضرت صلعم نے دعوتِ اسلام کے لیے جب کسریٰ کے پاس خط بھیجا تو اُس نے خط کو چاک کر کے پھینک دیا، آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ نے اُس کو بد دعا دی کہ اُسکے بھی پرزے پرزے اوڑ جائین،[2] چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین اُس کی سلطنت کے پرخچے اُڑ گئے۔

دعاے برکت کا اثر آنحضرت صلعم ہمیشہ فوج کو صبح تڑکے روانہ فرماتے تھے اور تمام امت کے لیے دعا کی تھی کہ "خداوندا میری امت کو صبح کے سویرے مین برکت دے"، ایک تجارت پیشہ صحابی نے اس پر عمل کیا، اور اپنا سامانِ تجارت عموماً صبح سویرے روانہ کرنا شروع کیا، چنانچہ اس دعا کی برکت ظاہر ہوئی اور وہ اتنے دولت مند ہو گئے کہ اُن کو اپنی دولت کے رکھنے کو جگہ نہین ملتی تھی۔[3]

طولِ عمر کی دعا ام قیسؓ ایک صحابیہ تھین، انکا لڑکا مر گیا، تو وہ اس قدر بدحواس ہو گئین کہ غسل جنازہ دینے والے سے کہا کہ میرے بچے کو ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دو، ورنہ وہ مر جائیگا، آنحضرت صلعم کو اس کی خبر ہوئی تو مسکرائے اور اُن کو طولِ عمر کی دعا دی، چنانچہ انھون نے تمام عورتون سے زیادہ عمر پائی۔[4]

ایک بچہ کی ہدایت کے لیے دعا رافع بن سنان نے اسلام قبول کر لیا، لیکن بی بی نے جسکی گود مین ایک لڑکی تھی، اس سعادت ابدی سے انکار کیا۔ اب اختلافِ مذہب کی بنا پر لڑکی کے بارے مین نزاع پیدا ہوئی، بارگاہِ نبوت مین مقدمہ پیش ہوا، آپ نے دونون کو الگ الگ بٹھایا، اور کہا کہ لڑکی کو بلاتے جاؤ، دونون نے بلایا تو لڑکی ماں کی طرف بڑھی، آپ نے اس حالت کو دیکھکر دعا فرمائی کہ "خداوندا! اس کو ہدایت دے" اس کا یہ اثر ہوا کہ لڑکی کا رخ فوراً باپ کی طرف پھر گیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔[6]

[1] صحیح مسلم باب ثواب المومن فیما یصیبہ من المرض۔ [2] صحیح بخاری کتاب الجہاد۔ [3] ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، باب ما یرجی من البرکۃ فی السحور، و مسند احمد عن صخر الغامدی۔ [4] نسائی کتاب الجنائز۔ و ادب المفرد امام بخاری [6] ابوداؤد کتاب الطلاق باب اذا اسلم الابوان مع من یکون الولد۔

ابن سعد نے اسی قسم کا ایک اور واقعہ ابو سلمہ صحابی کی نسبت لکھا ہے کہ وہ بچہ تھے، اُن کے دادا، اور نانا مین سے ایک کافر اور ایک مسلمان تھا، دونون نے بچہ کی تولیت کا دعویٰ کیا، آنحضرت صلعم نے اس کا فیصلہ خود بچہ کے اختیار پر رکھدیا، پہلے تو بچہ اپنے کافر رشتہ دار کی طرف چلا، آپ نے فرمایا "خدایا اس کو ہدایت دے" فوراً بچہ مسلمان عزیز کی طرف چلا گیا، اور فیصلہ اُسی کے حق مین رہا۔

اشیاء مین اضافہ

مسلمانون کی ابتدائی زندگی جس فقر وفاقہ مین گذری تھی، اس کا حال کتاب کے مختلف حصّون مین پڑھ چکے ہو، کئی کئی دن گذر جاتے تھے کہ ان کو کھانے کی کوئی چیز نہین ملتی تھی، ایسی حالت مین اگر برکتِ الٰہی اُن کو اپنا خاص مہمان نہ بنالیتی تو اُن کا کیا حشر ہوتا؟ انجیل مین ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے تھوڑی سی روٹی اور مچھلی سے کئی سو آدمیون کو شکم سیر کردیا، اور یہ اُن کا بڑا معجزہ سمجھا جاتا ہی لیکن آنحضرت صلعم کے دست مبارک اور فیضِ روحانی سے ایک دفعہ نہین، متعدد دفعہ اس قسم کے برکات ظاہر ہوئے،

تھوڑے سے کھانے مین ستراسّی آدمیونکا سیر ہونا

ایک دن حضرت ابوطلحہؓ نے آنحضرت صلعم کی آواز سے محسوس کیا کہ آپ بھوک کی شدت سے ضعیف ہورہے ہین، گھر مین آئے، اور بی بی (ام سلمہ) سے کہا کہ مجکو آنحضرت صلعم کی ضعیف آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھوکے ہین، تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہی؟ اُنھون نے جَو کی چند روٹیان ڈوپٹے مین لپیٹ کر حضرت انسؓ کے ہاتھ آپ کی خدمت مین بھیجین، وہ روٹیان لیکر آئے تو آپ صحابہ کے ساتھ مسجد مین تشریف فرما تھے، حضرت انسؓ سامنے کھڑے ہوئے تو آپ نے پوچھا "کیا ابوطلحہ نے تمھارے ہاتھ کھانا بھیجا ہی؟" اُنھون نے کہا "ہان" آنحضرت صلعم تمام صحابہ کے ساتھ اُٹھے، اور حضرت ابوطلحہؓ کے مکان پر تشریف لائے، حضرت انسؓ نے اون کی خبر کی تو انھون نے بی بی سے کہا کہ آنحضرت صلعم ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے ہین، اور ہمارے پاس کھلانے کا کوئی سامان نہین، آنحضرتؐ ابوطلحہ کے ساتھ آئے، اور ام سلمہ سے کہا کہ جو کچھ تمھارے پاس ہو لاؤ، اُنھون نے وہی روٹیان پیش کین جو حضرت انسؓ کے ہاتھ بھیجی تھین، آنحضرت صلعم کے حکم سے ان کو چور کیا گیا، اور ام سلمہ نے گھی کا برتن اونڈیل دیا جس نے سالن کا کام دیا لیکن انھین روٹیون مین یہ برکت ہوئی کہ آپ دس دس آدمیون کو بلا بلا کے کھلاتے تھے، اور وہ شکم سیر ہو ہو کے جاتے تھے، یہان تک کہ ستر اسّی آدمی آسودہ ہوگئے[1]۔

[1] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ

چھوہارے کے ڈھیر کا بڑھ جانا | حضرت جابرؓ کے والد نے اپنے اوپر یہودیون کا قرض چھوڑ کر وفات کی، قرضدارون نے تقاضا کیا، تو حضرت جابرؓ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور کہا کہ والد نے اپنے اوپر قرض چھوڑ کر انتقال کیا ہے، اور بجز کھجورون کے میرے پاس ادا کرنے کا کوئی سامان نہین، لیکن صرف کھجورون کی پیداوار سے کئی برس تک یہ قرض ادا نہین ہوسکتا، آپ میرے ساتھ نخلستان مین تشریف لے چلیے تاکہ آپ کے ادب سے قرضدار مجھ پر سختی نہ کرین، آپ اُن کے ساتھ تشریف لائے، اور کھجورون کا جو ڈھیر لگا ہوا تھا اُس کے گرد چکر لگا کر دعا کی، اور اُسی پر بیٹھ گئے، اور فرمایا کہ اپنے اپنے قرض مین لیتے جاؤ، آپ کی دعا کی تاثیر سے ان ہی کھجورون مین یہ برکت ہوئی کہ تمام قرض ادا ہوگیا، اور جس قدر کھجورین قرضدارون کو دی گئی تھین، اوتنی ہی بچ رہین[1]۔

کھانے مین حیرت انگیز برکت | چونکہ اصحابِ صُفہ بالکل محتاج تھے، اور اون کی معاش کا کوئی سامان نہ تھا، اس لیے آپ نے ایک بار حکم دیا کہ جس کے پاس دو آدمیون کے کھانے کا سامان ہو، وہ اصحابِ صفہ مین سے ایک کو، اور جن کے پاس چار آدمیون کی غذا ہو، وہ دو کو اپنے ساتھ لے جائے اور کھانا کھلائے، چنانچہ اس اصول کے موافق آنحضرت صلعم کے حصّہ مین دس اور حضرت ابوبکرؓ کے حصّے مین تین آدمی آئے، یہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے گھر مین آئے، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلعم ہی کے یہان کھانا کھایا، اور آپ کے ساتھ عشا کی نماز پڑھی، اس لیے کسیقدر رات گذر گئی، وہ گھر مین دیر کر کے آئے تو اُن کی بیوی ام رومان نے کہا کہ مہمانون کو چھوڑ کر کہان رہ گئے؟ انھون نے کہا، کیا تم نے اُن کو کھانا نہین کھلایا؟ وہ بولین کہ بغیر تمھارے اُن لوگون نے کھانے سے انکار کیا، حضرت ابوبکرؓ نہایت برہم ہوئے، اور اُن لوگون کو کھلانا شروع کیا، وہ لوگ جو لقمہ اُٹھاتے تھے اس مین پہلے سے بھی زیادہ اضافہ ہوتا جاتا تھا، یہان تک کہ جب وہ لوگ شکم سیر ہو کر کھا چکے تو بچا ہوا کھانا پہلے سے بھی زیادہ نکلا، حضرت ابوبکرؓ نے اس برکت کو دیکھ کر ام رومان کی طرف مسرّت سے دیکھا، اور غصّہ مین اگرچہ کھانے کی قسم کھا چکے تھے، لیکن قسم توڑنے کے لیے ایک لقمہ اس مین سے کھایا، اور تمام کھانا آنحضرتؐ

[1] بخاری باب علامات النبوة

کے گھر بھیجدیا، وہ کھانا آپ کے گھر مین صبح تک رہا، دوسرے روز آپ کی خدمت مین ۱۲ آدمی آئے جن مین سے ہر ایک کے ساتھ کئی کئی آدمی خدا جانے کتنے تھے، آپ نے وہ کھانا اُن کے پاس بھیجدیا اور وہ لوگ بھی سیر ہو گئے۔[1]

گھی کی مقدار مین برکت ام مالک کا دستور تھا کہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین ہمیشہ ایک برتن مین گھی ہدیۃً بھیجا کرتی تھین، جب اُن کے بچّے سالن مانگتے، اور گھر مین نہ ہوتا، تو وہ اُس برتن کو جس مین آنحضرت صلعم کی خدمت مین گھی بھیجتی تھین، اُٹھا لاتین اور اس مین سے بقدر ضرورت گھی نکل آتا، ایک دن انھون نے اس برتن کو نچوڑ لیا، پھر آپ کی خدمت مین آئین تو آپ نے فرمایا" اگر تم نے اس کو نچوڑ نہ لیا ہوتا تو ہمیشہ اس مین سے گھی نکلا کرتا"۔[2]

جو کی مقدار مین برکت ایک بار ایک شخص نے آپ سے غلّہ مانگا، آپ نے تھوڑے سے جو دیدیئے، اس مین اس قدر برکت ہوئی کہ وہ روز اپنے لیے، اپنی بی بی کے لیے، اپنے مہمان کے لیے اس مین سے صرف کرتا تھا، اور اس مین کمی نہ ہوتی تھی، ایک دن اس نے اس کو تولا، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا، آپ نے فرمایا، اگر تم اس کو نہ تولتے تو ہمیشہ ایک حالت پر قائم رہتا۔[3]

کھانے مین حیرت انگیز اضافہ غزوۂ احزاب مین تمام مہاجرین اور انصار خندق کھود رہے تھے، حضرت جابرؓ نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم سخت بھوکے ہین، وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور پوچھا تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے، انھون نے ایک صاع جو نکالا، اور گھر مین ایک بکری تھی، حضرت جابرؓ نے اس کو ذبح کیا، اور بی بی نے آٹا گوندھا، گوشت دیگچی مین چڑھایا گیا، تو حضرت جابرؓ آنحضرت صلعم کے لینے کے لیے چلے، بی بی نے کہا کہ دیکھو آپ کے ساتھ لوگون کو لا کر مجھے رسوا نہ کرنا، حضرت جابرؓ آئے اور چپکے سے آپکے کان مین کہا کہ ہم نے کھانے کا انتظام کیا ہے، آپ چند اصحاب کے ساتھ تشریف لے چلیے، لیکن

---

[1] حوالۂ مذکور۔ [2] صحیح مسلم و مسند احمد عن جابرؓ [3] صحیح مسلم و احمد عن جابرؓ۔

آپ نے تمام اہلِ خندق کو پکارا کہ "آؤ جابر نے دعوت عام کی ہے" اور حضرت جابرؓ سے کہا کہ جب تک میں نہ آؤں چولھے سے دیگچی نہ اوتاری جائے، اور روٹی نہ پکے، آنحضرتؐ تمام لوگوں کو لیکر روانہ ہوئے، حضرت جابرؓ گھر میں آئے تو بی بی نے برا بھلا کہنا شروع کیا، انھوں نے کہا میں کیا کروں، تم نے جو کہا تھا میں نے اسکی تعمیل کر دی، آپ آئے تو بی بی نے آپ کے سامنے آٹا پیش کیا، آپ نے اس میں اپنا لعابِ دہن ملا دیا، اور برکت کی دعا دی، پھر اسی طرح دیگچی میں بھی لعابِ دہن ڈالا، اور دعائے برکت کی، اس کے بعد آپ نے روٹی پکانے اور سالن نکالنے کا حکم دیا، ہزاروں آدمی تھے سب کھا کر واپس گئے، لیکن گوشت اور آٹے میں کوئی کمی نہیں ہوئی،[1]

تھوڑی سی زادراہ غیر معمولی میں برکت

غزوۂ تبوک میں صحابہ کو بھوک کی اتنی تکلیف ہوئی کہ آنحضرت صلعم نے سواریوں تک کے ذبح کرنے کی اجازت دیدی، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اگر ایسا کیا گیا تو سواریاں کم ہو جائینگی، آپ بچا ہوا زادِ راہ سب سے طلب فرمائیں اور اسپر دعائے برکت کریں، ممکن ہے کہ خدا اس میں ان کا بھلا کر دے، آپ نے ایک چادر بچھوائی، اور تمام فوج کا زادراہ جمع کرا دیا، اور اس پر برکت کی دعا کی، پھر تمام لوگوں سے فرمایا کہ اپنے اپنے برتن بھر لیں، لوگوں نے تمام برتن بھر لیے اور خوب سیر ہو کر کھایا، یہانتک کہ کھانے سے بچ گیا۔[2]

تھوڑی زادراہ میں عظیم برکت

آنحضرت صلعم ایک سفر میں تھے، صحابہ بھوک سے اس قدر بیتاب ہوئے کہ اونٹنیاں ذبح کرنا چاہیں، لیکن آپ نے تمام لوگوں کے زادراہ کے جمع کرنے کا حکم دیا، ایک چادر بچھائی گئی، اور اُس پر تمام زادِراہ ڈھیر کیا گیا، اس تمام سامان کی مجموعی تعداد نے صرف اس قدر زمین کا احاطہ کیا جس پر ایک بکری بیٹھ سکتی تھی، اور اشخاص کی تعداد ۱۴ سو تھی، لیکن تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھا لیا، اور اپنے اپنے توشہ دان بھر لیے، کھانے کے بعد آپ نے پانی طلب فرمایا، ایک صاحب ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے،

---

[1] بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۸۹ ذکر غزوۂ خندق [2] صحیح مسلم جلد اوّل صفحہ ۳۲ مصر کتاب الایمان،

آپ نے اس کو پیالہ مین اونڈیل دیا، اور ۱۴۰۰ سو آدمیون نے اُس سے وضو کیا[۱]،

آدھ سیر آٹے اور ایک بکری مین برکت

آنحضرت صلعم ایک سفر مین تھے، ۱۳۰ آدمیون کی جماعت ساتھ تھی، آپ نے لوگون سے پوچھا، کہ تمھارے ساتھ کچھ کھانے کا سامان ہے؟ ایک شخص ایک صاع آٹا لایا، اور وہ گوندھا گیا، پھر ایک کافر بکریان چراتا ہوا آیا، آپ نے اُس سے ایک بکری خرید فرمائی، اور ذبح کرنے کے بعد کلیجی کے بھوننے کا حکم دیا، اور ہر شخص کو تقسیم کی، گوشت تیار ہوا تو دو پیالون مین بھرا گیا، اور سب کے سب کھا کر آسودہ ہو گئے، اور بچ بھی گیا[۲]۔

تھوڑے سے کھانے مین غیر معمولی برکت

حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیم نے ایک بار ایک قسم کا کھانا تیار کیا، اور حضرت انسؓ کو بھیجا کہ آنحضرت صلعم کو بلا لائین، وہ گئے تو آپ نے پوچھا کہ کیا میرے ساتھیون کو بھی بلایا ہے، حضرت انسؓ نے گھر مین آکر پوچھا تو حضرت ابوطلحہ نے آپ سے آکر کہا کہ وہ تو ذرا سی چیز ہے، جسکو ام سلیم نے تیار کیا ہے، آپ تشریف لائے، اور وہ کھانا سامنے رکھا گیا، تو فرمایا کہ دس دس آدمیون کو لاؤ، اِس طرح چالیس آدمی دس دس کرکے آئے، اور سب نے سیر ہو کر کھایا، لیکن کھانے مین کسی قسم کی کمی نہین ہوئی[۳]۔

قلیل تعداد مین کثیر برکت

آنحضرت صلعم نے جب حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کیا تو حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ نے تھوڑا سا حیس (ایک قسم کا کھانا ہوتا ہے) تیار کیا، اور ایک طشت مین کرکے حضرت انسؓ کے ہاتھ آپ کی خدمت مین بھیجا، حضرت انسؓ کھانا لے کر آئے، تو آپ نے بہت سے اصحاب کو مدعو کیا، تقریباً تین سو آدمی جمع ہو گئے، آپ نے حکم دیا کہ دس دس آدمی حلقہ باندھ کے بیٹھ جائین، اور اپنے سامنے سے کھانا شروع کرین، تمام لوگ کھا کر آسودہ ہو گئے، لیکن اس مین اس قدر برکت ہوئی کہ حضرت انسؓ کہتے ہین کہ مجھے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ جس وقت مین نے طشت کو اٹھا کر رکھا، اس وقت کھانا زیادہ تھا، یا جب لوگون کے سامنے رکھا گیا تھا[۴]،

---

[۱] مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۱ مصر باب خلط الازواد اذا قلت۔ [۲] بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۱ کتاب الاطعمہ [۳] بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۹ کتاب الاطعمہ۔
[۴] صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۵۵۰ مصر کتاب النکاح۔

ایک پیالہ مین حیرت انگیز برکت | سمرہ بن جندب کا بیان ہے کہ ہم لوگ دس دس آدمی صبح سے شام تک آنحضرت صلعم کے پاس ایک پیالہ سے متصل کھاتے رہے تھے، لوگون نے پوچھا کہ اس مین اس قدر بڑھتی کیونکر ہوتی جاتی تھی، انھون نے آسمان کی طرف اشارہ کرکے بتایا کہ "دہان" سے[1]۔

دودھ کے ایک پیالہ کی برکت | ایک دن حضرت ابوہریرہؓ بھوک کی شدت سے بیتاب ہو کر راستہ مین بیٹھ گئے، حضرت ابوبکرؓ کا گذر ہوا تو اُن سے قرآن مجید کی ایک آیت پوچھی لیکن اُس کا مقصد اپنی حالت زار کی طرف توجہ دلانا تھا، وہ گذر گئے، اور کچھ توجہ نہ کی، پھر حضرت عمرؓ گذرے، انھون نے اسی غرض سے اُن سے بھی ایک آیت پوچھی، لیکن انھون نے بھی بے التفاتی کی، اس کے بعد آنحضرت صلعم کا گذر ہوا، اور آپ نے اُنکے چہرے کو دیکھکر اصل حقیقت معلوم کر لی، اور ان کو پکارا، حضرت ابوہریرہؓ نے لبیک کہا، اور ساتھ ہو لیے، آپ گھر مین داخل ہوئے، تو دودھ کا ایک پیالہ بھرا ہوا نظر آیا، پوچھنے سے معلوم ہوا کہ ہدیۃً آیا ہے، آپ نے حضرت ابوہریرہؓ کو حکم دیا کہ اصحاب صفہ کو بلا لائین، حضرت ابوہریرہؓ کو یہ ناگوار گذرا کہ اس دودھ کا سب سے زیادہ مستحق تو مین تھا، لیکن آپ کی تعمیل ارشاد سے چارہ نہ تھا، مجبوراً اصحاب صفہ کو بلالے گئے، اور سب کے سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، آپ کے حکم سے حضرت ابوہریرہؓ نے سب کو پلانا شروع کیا، جب سب کے سب سیراب ہو گئے تو آنحضرت صلعم نے پیالہ کو ہاتھ پر رکھا اور ابوہریرہؓ کی طرف دیکھکر مسکرائے اور کہا کہ اب صرف ہم اور تم باقی ہین، آؤ بیٹھو، اور پینا شروع کرو، آپ انکو متصل پلاتے رہے، یہانتک کہ وہ خود بول اُٹھے کہ اب گنجائش نہین، اس کے بعد آپ نے خود پیالہ لیا، اور جو کچھ بچ گیا تھا بسم اللہ کرکے پی گئے[2]۔

بکری کے دست مین برکت | ایک صحابی نے آپ کے لیے گوشت پکایا، چونکہ آپ کو بکری کا دست نہایت مرغوب تھا، انھون نے آپ کو دونون دست دیے، جب آپ اُن کو تناول فرما چکے تو پھر دست مانگا، انھون نے کہا یا رسول اللہ بکری کے کتنے دست ہوتے ہین؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر تم خاموش رہتے تو مین جسقدر

---

[1] ترمذی ۶۰۲ - [2] بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۵۶ کتاب الرقاق۔

دست مانگتا تم مجھے دیتے رہتے۔[1]

بکری کے تھنون مین برکت | حضرت مقدادؓ سے روایت ہے کہ مین اپنے دو رفیقون کے ساتھ سخت عسرت اور فاقہ زدگی کی حالت مین آیا، اور تمام صحابہ کی خدمت مین اپنے آپ کو پیش کیا، لیکن کسی نے ہماری کفالت منظور نہین کی، بالآخر ہم سب آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ ہم کو گھر لے گئے، وہان تین بکریان بندھی ہوئی تھین، آپ نے فرمایا کہ ان کا دودھ دوہ کر پیا کرو، چنانچہ ہم سب دودھ دوہ کے اپنا حصّہ پی لیتے اور آنحضرتؐ کا حِصّہ رکھدیتے تھے، آپ رات کو آتے تو پہلے نرم آواز مین سلام کرتے، پھر مسجد مین آکر نماز پڑھتے، اِسکے بعد اپنا حصہ دودہ پیتے، ایک دن جبکہ مین اپنے حِصّہ کا دودھ پی چکا تھا، شیطان نے مجھکو دھوکا دیا کہ آنحضرتؐ صلعم انصار کے یہان سے آتے ہین، وہ آپ کی خدمت مین تحائف پیش کرتے ہین، اور آپ اُنکو تناول فرماتے ہین، آپ کو اس دودہ کی ضرورت نہین، مین اُس کے دھوکے مین آگیا، اور تمام دودہ اُٹھاکر پی گیا، جب میرے پیٹ مین گنجائش نہ رہی تو شیطان یہ کہکر چلتا ہوا کہ "کمبخت تو آنحضرت صلعم کا حِصّہ پی گیا، جب آپ تشریف لائین گے اور اپنے حِصّہ کو نہ پائین گے تو تجھکو بددعا دین گے، اور تیرا دین و دینا سب برباد ہوجائے گا"، چنانچہ اس ڈر سے میری آنکھون کی نیند اڑگئی، آپ تشریف لائے، حسب معمول سلام کیا، اور نماز پڑھی، اِس کے بعد دودھ کو کھولا تو آپ کا حِصّہ غائب تھا، آپنے آسمان کی طرف سر اُٹھایا، اور مین سمجھا کہ آپ اب مجھپر بددعا فرمائین گے، اور مین ہلاک ہوجاؤن گا، لیکن آپنے یہ دعا فرمائی، "خداوندا! جس شخص نے مجھکو کھلایا، اس کو کھلا، اور جس نے مجھے پلایا اُسے پلا" اب مین چادر لپیٹ کے اُٹھا، ہاتھ مین چھری لی کہ اِن بکریون مین جو سب سے زیادہ فربہ ہو اُسکو ذبح کرون، لیکن مجھے معلوم ہوا کہ اُن سب کے تھنون مین دودہ بھرا ہوا ہے، اب مین نے ایک برتن کی طرف ہاتھ بڑھایا جس کے متعلق آنحضرت صلعم کے اہل وعیال کو یہ خیال بھی نہ آیا تھا، کہ کبھی اس قدر دودہ ہوگا کہ اس مین دوہا جائے گا، لیکن مین نے اس مین دودھ دوہا تو وہ بھر گیا

[1] شمائل ترمذی۔

اور اوپر بہتے ہیں نظر آنے لگا، مین نے دودھ کو آپ کی خدمت مین پیش کیا، تو آپ نے فرمایا کیا تم اپنا حصّہ
پی چکے، مین نے کہا آپ پی لیجیے، آپ نے پی کر مجھے دودھ عنایت فرمایا، مین نے پھر عرض کی کہ آپ
نوش جان فرمائیے، آپ نے پی لیا، اور مجھے عنایت فرمایا، چنانچہ جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ سیر ہوگئے، اور آپکی
دعا کی برکت میں مین شامل ہوگیا، تو مین ہنستے ہنستے زمین پر گر پڑا، اور آپ کی خدمت مین اوّل سے آخر تک تمام
واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا یہ خداوند تعالیٰ کی رحمت ہے، تم نے اپنے دونون ساتھیون کو کیون نہین
جگایا کہ وہ بھی پیتے، مین نے کہا کہ جب مین نے آپکے ساتھ پی لیا تو مجھے اسکی پرواہ نہین کہ کسی اور نے پیا یا نہین[۱]

ایک وسق جو کی برکت | حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہین کہ آنحضرت صلعم نے وفات پائی تو کچھ وسق (ایک پیمانہ) جو
کے سوا کچھ گھر مین نہ تھا، تو مین نے اسی کو کھانا شروع کیا تو وہ ختم ہی ہونے پر نہین آتا تھا، تو ہم نے اس کو تولا
تو پھر وہ ختم ہوگیا، یعنی اسکی وہ برکت جاتی رہی[۲]

توشہ دان ہمیشہ بھرا رہتا | حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہین کہ مجھپر اسلام مین تین مصیبتین سب سے سخت پڑین، پہلی
آنحضرت صلعم کی وفات، دوسری حضرت عثمانؓ کی شہادت، تیسری میرے توشہ دان کا جاتا رہنا، لوگون نے
پوچھا "کیسا توشہ دان؟" انھون نے کہا آپ ایک غزوہ مین تھے، رسد ختم ہوگئی تھی، آپ نے مجھے دریافت
فرمایا کہ ابوہریرہ کچھ تمہارے پاس ہے؟ مین نے عرض کی کچھ کھجورین ہین، ارشاد ہوا، وہ لے آؤ، مین لایا، تو آپنے
انکو دسترخوان پر پھیلا دیا، اکیس کھجورین تھین، آپ ایک ایک کھجور کو لیکر اور اس پر خدا کا نام پڑھ پڑھ کر
رکھتے جاتے تھے، پھر آپ نے سب کو ملا دیا، اور حکم دیا کہ دس دس آدمی آکر شریک ہون، چنانچہ اس طرح
لوگ آتے گئے اور پوری فوج سیر ہوگئی، اور کچھ کھجورین بچ گئین، مین نے عرض کی، یا رسول اللہ! ان پر میرے
لیے برکت کی دعا فرمائیے، آپ نے دعا کی، مین نے ان کو اپنے توشہ دان مین ڈال لیا، ان کی برکت یہ تھی
کہ جب مین ہاتھ ڈالتا تھا اس مین سے کھجورین نکل آتی تھین، اور ۵۰ وسق تو مین نے اس مین سے راہِ خدا

---

[۱] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ مصر باب اکرام الضیف۔ [۲] صحیح بخاری و مسلم

مین خیرات کی، حضرت ابوبکرؓ اورعمرؓ کے زمانہ تک مین اس مین سے کھاتا رہا، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ہنگامہ مین جہان اورچیزین گئین توشہ دان بھی جاتا رہا[۱]،

تھوڑی کھجورون مین برکت حضرت دکین اورنعمان بن مقرن صحابی کہتے ہین کہ ہم لوگ چارسوچودہ آدمی خدمت نبوی مین ایک ساتھ حاضر ہوئے اورہم سب نے کھانے کی درخواست کی، آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ اُن کو کھانا کھلاؤ، اُنھون نے عرض کی یارسول اللہ! میرے پاس تو اسی قدر ہے جو بال بچون کو کافی ہو، ارشاد ہوا "جاؤ اوران کو کھلادو" عرض کی جیسا حکم ہو تعمیل مین عذر نہین، یہ کہکر حضرت عمرؓ ہم کو لے کر چلے، اورایک جگہ لاکر بٹھایا، اورجو کھجورین تھین وہ سامنے لاکر رکھدین، اوراُن مین یہ برکت نظر آئی کہ ہم سب سیر ہوگئے، لیکن کھجورون مین کمی نہین آئی[۲]،

---

[۱] مسند احمد، جامع ترمذی، ابن سعد، ابن حبان، بیہقی، [۲] مسند احمد عن دکین وابوداؤد وابن حبان وابن سعد عن نعمان بن مقرن۔

پانی جاری ہونا

عرب کے خشک و ریگستانی ملک مین سب سے کمیاب جنس پانی کا ایک چشمہ ہے، دنیا کے فاتحون اور کشورکشاؤن کے حملون سے یہ ملک جن اسباب کی بناپر ہمیشہ محفوظ رہا ہے، اُن مین سے ایک قوی سبب اس مین پانی کے وجود کی کمیابی بھی ہے، چنانچہ یونانیون، رومیون، اور ایرانیون کی ہمتین اسی لیے اس صحراے لق و دق مین آباد قبائل کے فتح سے قاصر رہین، غور کرو کہ اسلام کا فاتحانہ لشکر بھی اگر نبوت کے برکاتِ الٰہی کے یہ چشمے اُس کے ساتھ ساتھ نہ ہوتے تو اس مشکل کو وہ کبھی حل کرسکتا تھا؟

انبیاے عالم مین صرف ایک حضرت موسیٰؑ کی ذات ہے، جنکے لیے ایک دفعہ چٹان کی رگین پانی کی سوتین بنین، لیکن رسولِ عربؐ کے لیے مشکیزہ کا چمڑا، گوشت و پوست کی انگلیان، خشک چشمون کے دہانے سوکھے ہوے کوؤن کی سوتین، دہان مبارک کی کلیان متعدد دفعہ پانی کا خزانہ ثابت ہوئین۔

مشکیزہ سے پانی اُبلنا ایک دفعہ آپ سفر مین تھے، صبح کو آنکھ کھلی اور آپ نے نماز پڑھانی شروع کی تو ایک صحابی جماعت سے الگ ہوگئے، آپ نے شریکِ جماعت نہ ہونے کی وجہ پوچھی تو اُنھون نے جنابت کا عذر کیا، چونکہ پانی نہ تھا، اس لیے آپ نے اُن کو تیمم کا حکم دیا، اس کے بعد آپ نے چند صحابہ کو پانی کی جستجو مین روانہ فرمایا، وہ لوگ چلے تو ایک عورت ملی جو اونٹ پر دو مشکیزون مین پانی لادکر لیے جا رہی تھی، ان لوگون نے اُس سے چشمہ کا پتہ پوچھا، اُس نے کہا، اِس جگہ پانی نہین ہے، پھر اُن لوگون نے دریافت کیا کہ تمھارے قبیلہ اور چشمہ کے درمیان کس قدر فاصلہ ہے؟ اس نے ایک دن اور ایک رات کی مسافت بتائی، وہ لوگ اس کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین لائے، اور آنحضرت صلعم نے ہاتھ سے مشکیزون کو چھو دیا، آپ کے دستِ مبارک کی حرکت سے اس پانی کی مقدار مین اس قدر اضافہ ہوگیا کہ چالیس آدمیون نے اُس سے خوب سیراب ہوکر پانی پیا۔ اور اپنے اپنے تمام مشکیزے اور برتن بھر لیے، اسکے بعد

آپ نے کھجور اور روٹی کے ٹکڑے جمع کرا کے، اُس عورت کو دیے، وہ اپنے گھر آئی تو حیرت اور استعجاب سے لبریز تھی، اس نے اپنے قبیلہ کے لوگوں سے کہا کہ مین نے سب سے بڑے ساحر کو یا اُس کے معتقدین کے خیال مین ایک پیغمبر کو دیکھا، آخر اسی خاتون کے اثر سے یہ پورا قبیلہ مع اُس عورت کے مسلمان ہو گیا۔[1]

انگلیون سے پانی جاری ہونا ایک دن آپ مقام زوراء مین تھے، عصر کا وقت آگیا تو صحابہ نے پانی کی جستجو شروع کی، لیکن صرف آنحضرت صلعم کے لیے پانی ملا، جب آپ کی خدمت مین پانی کا برتن پیش کیا گیا، تو آپ نے اس پر اپنا ہاتھ ڈال دیا، اور انگلیون سے پانی کا فوّارہ چھوٹنے لگا، یہانتک کہ تقریباً تین سو آدمیون نے اُس سے وضو کیا۔[2]

پانی کا بڑھ جانا آپ صحابہ کے ساتھ کسی سفر مین تھے، نماز کا وقت آیا تو صحابہ نے پانی تلاش کیا لیکن کہین نہ ملا، ایک صحابی پیالہ مین تھوڑا سا پانی لائے، پہلے آنحضرت صلعم نے اوس سے وضو کیا، پھر پیالے پر اپنے انگلیان پھیلا دین، پانی کی مقدار مین اس قدر برکت ہوئی کہ تقریباً ستر آدمی کے وضو کے لیے کافی ہوا۔[3]

اونگلیون کی برکت ایک بار نماز کا وقت ہوا تو جن لوگون کا گھر مسجد سے قریب تھا، وہ گھر کے اندر وضو کرنے کے لیے چلے گئے لیکن بقیہ لوگ بے وضو رہ گئے، آنحضرت صلعم کی خدمت مین ایک لگن مین وضو کا پانی پیش کیا گیا، آپ نے اس کے اندر ہاتھ ڈالنا چاہا تو اسکا دہانہ اس قدر تنگ نکلا کہ آپ کی ہتیلیان اُسکے اندر نہ پھیل سکین، اس لیے آپ نے اپنی اونگلیان اس کے اندر ڈالین، اور وہ پانی تقریباً اسی آدمیون کے وضو کے لیے کافی ہوا۔[4]

اونگلیون سے پانی کا چشمہ بہنا صلح حدیبیہ کے دن صحابہ پیاس سے بیتاب ہوئے، آنحضرت صلعم کے سامنے صرف چمڑے کے ایک برتن مین پانی تھا، آپ نے اُس سے وضو کرنا شروع کیا، تو تمام صحابہ آپ کی طرف تیزی

---

[1] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ۔ [2] صحیح بخاری، صحیح مسلم جامع ترمذی، باب معجزات [3] صحیح بخاری و مسلم باب معجزات و مسند احمد عن انس بن مالک [4] صحیح بخاری باب معجزات۔

کے ساتھ بڑھے، آپ نے اس بیتابی کی وجہ پوچھی، تو لوگون نے کہا کہ ہمارے ضروریات کے لیے صرف یہی پانی تھا، آپ نے اس کے اندر ہاتھ ڈال دیا، اور آپ کی انگلیون کے درمیان سے چشمہ کی طرح پانی جاری ہوا، چودہ پندرہ سو آدمی ساتھ تھے، سب نے اوس سے وضو کیا اور سیراب ہوکر پانی پیا[1]۔

کلی سے پانی بڑھ جانا | دوسری روایت ہے کہ صحابہ اُس دن اُس کوئین پر ٹھہرے جسکا نام حدیبیہ تھا، اور اسکا تمام پانی اولچ لیا یہان تک کہ کوئین کے اندر ایک قطرہ پانی نہ رہا، آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو کنوئین کے کنارے بیٹھ گئے، اور تھوڑا سا پانی منھ مین لیکر وس مین کلّی کردی، تھوڑی دیر مین اس قدر اُبلا کہ تمام صحابہ اور صحابہ کے تمام اونٹ سیراب ہوگئے[2]،

ہاتھ منھ دھونے کی برکت | غزوۂ تبوک کے سفر مین آپ دُو دُو، وقت کی نمازین ایک ساتھ پڑھتے جارہے تھے، ایک دن عشا اور مغرب کی نماز ایک ساتھ ادا کی، پھر فرمایا کل تم لوگ دوپہر کے وقت تبوک کے پاس پہنچوگے، لیکن جب تک مین نہ آؤن کوئی شخص اس کے پانی مین ہاتھ نہ لگائے، لوگ پہنچے تو نہر تسمہ کی طرح تنگ اور باریک نظر آئی، آنحضرت صلعم کے حکم سے لوگون نے پانی کو اولیچنا شروع کیا، پانی ایک گڈھے مین جمع ہوگیا، تو آنحضرت صلعم نے اس مین منھ ہاتھ دھوئے، پھر وہ پانی نہر مین ڈال دیا گیا، تو وہ پانی سے اُبل گئی[3]،

انگلیون کی برکت | آپ نے ایک سفر مین حضرت جابرؓ سے وضو کا پانی طلب فرمایا، اُنھون نے قافلہ مین بہت ڈھونڈھا، پانی نہین ملا، انصار مین ایک شخص تھے جو خاص طور پر آنحضرت صلعم کے لیے پانی ٹھنڈا کرکے رکھتے تھے، حضرت جابرؓ نے آپ کی خدمت مین پانی نہ ملنے کی اطلاع کی تو آپ نے اُن کو اُن انصاری کے پاس بھیجا، لیکن اُنکے پاس بھی اسقدر کم پانی ملا کہ اگر اونڈیلا جاتا تو برتن کے خشک حصہ مین جذب ہوکر رہ جاتا، حضرت جابرؓ نے آنحضرت صلعم کو اسکی خبر دی تو آپ نے اُس برتن کو منگا بھیجا، اور ہاتھ مین لے کر کچھ پڑھا، اور اُس کو

[1] صحیح بخاری ومسلم معجزات [2] ایضاً۔ [3] مسلم باب معجزات النبی صلعم۔

طشت کے اندر رکھکے حضرت جابرؓ کو حکم دیا کہ بسم اللہ کرکے آپکے ہاتھ پر پانی گرائیں، حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ میں نے پانی ڈھالنا شروع کیا تو پہلے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی امنڈا، پھر تمام طشت بھر گیا یہاں تک کہ سب لوگ پانی پیکر سیراب ہوگئے، اس کے بعد آپ نے اس کے اندر سے ہاتھ نکال لیا تو طشت بھرا کا بھرا رہ گیا۔[1]

انگلیوں سے پانی کا جوش مارنا حضرت جابر بن عبد اللہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک بار عصر کا وقت آگیا، صرف تھوڑا سا بچا ہوا پانی رہ گیا تھا، آپ نے اپنی انگلیاں اس میں ڈال دیں اور ان کے اندر سے پانی جوش مارنے لگا، یہانتک کہ ۱۴ سو آدمیوں نے اس سے وضو کیا، اور سیراب ہوگئے۔[2]

تھوڑے پانی میں کثیر برکت ایک بار آپ سفر میں تھے، صبح کے وقت قافلہ سے الگ ہوکر سو گئے اور چند اشخاص سے جو ساتھ تھے کہدیا کہ نماز کا خیال رکھنا، لیکن سب کے سب سو گئے، اور سب سے پہلے آنحضرت صلعم بیدار ہوئے، تو دن نکل چکا تھا، اب سب کے سب گھبرا کے اُٹھے، تو آپنے کوچ کرنیکا حکم دیا، دن چڑھا تو آپنے سواری سے اترکر وضو کیا، تھوڑا سا پانی جو بچ رہا تھا اس کی نسبت ابو قتادہؓ سے فرمایا کہ اس کو محفوظ رکھنا، اس سے ایک عظیم الشان نشان ظاہر ہوگا، جب آفتاب خوب بلند ہوچکا تو آپ قافلہ سے جاملے، لوگوں نے کہا کہ "یا رسول اللہ پیاس نے ہمکو مار ڈالا" آپ نے فرمایا "تم لوگ تباہ نہیں ہوسکتے" یہ کہکر اپنے وضو کا بچا ہوا پانی ابو قتادہ سے طلب کرکے لوگوں کو پلانا شروع کیا، اور تمام لوگ سیراب ہوگئے۔[3]

انگلیوں سے پانی اُبلنا حبانؓ بن بح الصدائی کا بیان ہے کہ میری قوم حالت کفر میں تھی، مجھے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم اُن کے لیے فوجی تیاریاں فرما رہے ہیں، میں آیا اور آپ کو اطلاع دی کہ میری قوم مسلمان ہے، پھر میں نے رات بھر آپ کے ساتھ سفر کیا، جب صبح ہوئی، تو میں نے اذان دی، آپ نے پانی کا ایک برتن مجھے عطا فرمایا، میں نے اُس سے وضو کیا، پھر آپ نے اپنی انگلیاں اُس میں ڈال دیں اور اُن کے درمیان سے چشمہ کی طرح پانی ابلنے لگا، آپنے حکم دیا کہ جو شخص چاہے اُس سے وضو کرے۔[4]

---

[1] مسلم باب حدیث جابر الطویل۔ [2] بخاری جلد ۲ صفحہ ۴۲۲۔ کتاب ا۔ [3] مسلم کتاب الصلاۃ باب قضاء الصلاۃ الفائتہ۔

ایک اور واقعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہملوگ معجزات کو برکت سمجھا کرتے تھے، چنانچہ ایک بار ہملوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر مین تھے، پانی کی کمی کی شکایت ہوئی، تو آپ نے بچے ہوئے پانی کو طلب فرمایا، وہ ایک برتن مین آپ کے سامنے پیش کیا گیا، اور آپ نے اُس مین ہاتھ ڈال کر فرمایا کہ "وضوء کے مبارک پانی کی طرف دوڑو، خدا کی طرف سے برکت ہوگی" مین نے دیکھا تو آپ کی اونگلیون کے درمیان سے پانی اُبل رہا ہے[1]

یہ واقعات جو مختلف عنوانون مین بیان کئے گئے ہین، ممکن ہے کہ ان مین سے بعض ایک ہی واقعہ کی متعدد حکایتین ہون، لیکن چونکہ ہر ایک کے ساتھ خصوصیات مین کچھ فرق و امتیاز محسوس ہوا، اسلیے اُنکو مستقل واقعات کی صورت دی گئی ہے۔

[1] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام

اطلاعِ غیب

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن)

قرآن مجید نے اس حقیقت کو بار بار بے نقاب کیا ہی کہ "غیب کا علم خدا کے سوا کسی اور کو نہین" چنانچہ قرآن مجید مین اس معنی کی بکثرت آیتین ہین اور ان کا منشا یہ معلوم ہوتا ہی کہ علم غیب کی صفت سے خدا کے سوا کسی اور کو متصف نہین کیا جاسکتا۔

فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ (یونس) — کہدے اے پیغمبر کہ غیب تو خدا ہی کے لیے ہی۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (نمل ۷) — کہدے (اے پیغمبر) کہ خدا کے سوا آسمان و زمین مین کوئی غیب نہین جانتا۔

یعنی خدا کے سوا کسی مخلوق کو غیب کا ذاتی علم نہین، اور نہ غیب کی باتین خدا نے آسمان و زمین مین کسی مخلوق کو بتائی ہین، چنانچہ قیامت کے دن تمام انبیاء کو یہ اعتراف کرنا پڑیگا،

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (مایدہ ۱۴) — جس دن کہ خدا تمام پیغمبرون کو جمع کریگا اور کہے گا کہ تمکو کیا جواب دیا گیا، وہ کہینگے کہ ہمکو کچھ علم نہین غیب کی باتون کا پورا جاننے والا تو ہی ہی۔

آنحضرت صلعم جو اعلم الانبیاء تھے انکو یہ اقرار کرنے کا حکم ہوتا ہی،

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ الْاَرْضِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ (انعام ۵) — کہدے اے پیغمبر کہ مین یہ نہین کہتا کہ میرے پاس تمام روے زمین کے خزانے ہین، اور یہی کہدیتا ہون کہ مین غیب کی باتین نہین جانتا۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ — کہدے اے پیغمبر کہ مین اپنے آپ کے لیے کسی نفع و ضرر پر قادر نہین ہون لیکن یہ کہ خدا جو چاہے اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو بہت سے فائدہ اٹھالیتا۔ اور مجکو کبھی مصیبت نہ پیش آتی لیکن مین تو ایماندار

بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (اعراف ۲۳) — قوم کو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہون،

ان آیتون نے صاف کھول دیا ہی کہ آنحضرت صلعم کو نہ غیب کا ذاتی علم تھا اور نہ تمام غیب کی باتین آپکو بتائی گئی تھین، البتہ خدائے تعالی نے اپنے علم مین سے جو کچھ چاہا اور پسند کیا آنحضرت صلعم کو وقتاً فوقتاً اُس سے مطلع فرماتا رہا، چنانچہ سورۂ جن مین صاف ارشاد ہوا۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن) — اللہ تعالے اپنے غیب کی بات کسی پر ظاہر نہین کرتا۔ لیکن اوس پیغمبر پر جسکو پسند کرے۔

دوسری جگہ سورۂ آل عمران مین فرمایا

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ — اور خدا غیب کی باتین تمکو نہین بتا سکتا، لیکن وہ اپنے پیغمبرون مین سے جسکو چاہتا ہے (اسکے لیے) چن لیتا ہی۔

امور غیب مین سے قیامت کے متعلق تصریح کر دی گئی ہے کہ اسکا علم کسی کو عطا نہین ہوا ہے،

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ط ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ط يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (اعراف) — (اے پیغمبر!) لوگ تجھسے قیامت کی نسبت پوچھتے ہین کہ وہ کب لنگر انداز ہوگی، کہدے کہ اسکا علم تو صرف میرے پروردگار ہی کو ہی وہی اپنے وقت پر اسکو ظاہر کریگا، وہ وقت آسمان و زمین پر بڑا بھاری ہوگا، وہ دفعۃً آجائیگا، تجھسے وہ قیامت کا حال اسطرح پوچھتے ہین کہ گویا وہ تجھے معلوم ہی لیکن تو چھپاتا ہی کہدے کہ اسکا علم خدا ہی کے پاس ہی [illegible]

صحاح مین حضرت جبریلؑ کے ایک مسافر کی صورت مین آنیکی جو روایت ہی اور جسمین انھون نے ایمان، اسلام، اور احسان کے متعلق آنحضرت صلعم سے سوالات پوچھے ہین اور آپ نے اُن کے جوابات دیے ہین اس کے آخر مین وہ پوچھتے ہین کہ قیامت کب ہوگی اس کے جواب مین آنحضرت صلعم فرماتے ہین،

ما المسئول عنھا باعلم من السائل وساحدثك جس سے پوچھتے ہو وہ پوچھنے والے سے اس باب میں زیادہ علم

عن اشراطھا (کتاب الایمان مسلم و بخاری) نہین رکھتا، ہان مین اسکی علامتین بتادونگا۔

صحیح بخاری مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ وہ کہا کرتی تھین کہ جو تم سے یہ کہے کہ آنحضرت صلعم غیب کی باتین جانتے تھے وہ جھوٹا ہے، قرآن نے صاف کہدیا ہے وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا، کسی نفس کو یہ علم نہین کہ کل وہ کیا کرے گا، ایک دفعہ چند لڑکیاں آپ کے سامنے بیٹھی کچھ گارہی تھین۔ گاتے گاتے ایک نے اُن مین سے کہا،

وفینا نبیٌّ یعلم ما فی غدٍ، ہم مین ایک نبی ہی جو کل کی ہونے والی بات جانتا ہی،

آنحضرت صلعم نے اس[۲] سے منع فرمایا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ غیب کی کنجی پانچ باتین ہین، اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی[۳]،

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ، وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (لقمان ۴)

خدا ہی کے پاس اُس آنے والی گھڑی کا علم ہے، وہی پانی برساتا ہی، وہی جانتا ہے کہ ماؤن کے پیٹون مین کیا ہے۔ کوئی نہین جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔ اور نہ یہ کوئی جانتا ہے کہ کس سرزمین مین وہ مریگا۔

بہرحال ان مخصوص باتون کے علاوہ جن کا علم صرف عالم الغیب کو ہی اپنے غیب کی باتون مین جن باتون کو وہ مناسب سمجھتا تھا آنحضرت صلعم کو وقتاً فوقتاً انکی اطلاع دیتا تھا، سورۂ ہود مین بعض انبیاء علیہم السلام کے حالات کے تذکرہ کے بعد خدا فرماتا ہے۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ، مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ، (ہود)

یہ غیب کی خبرین ہین جو ہم تیری طرف وحی کررہے ہین۔ نہ تو انکو جانتا تھا اور نہ تیری قوم جانتی تھی۔

ایک دفعہ جب آنحضرت صلعم کے عہد مین سورج کو گرہن لگا تھا اور آپ نے صحابہ کے ساتھ نماز کسوف ادا

---

[۱] صحیح بخاری تفسیر لقمان [۲] صحیح بخاری کتاب النکاح [۳] صحیح بخاری تفسیر لقمان۔

فرمائی تھی، اور نماز کے بعد ایک نہایت بلیغ و موثر خطبہ ارشاد فرمایا تھا اُس مین ایک فقرہ یہ بھی تھا،

یا امۃ محمد واللہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا (صحیح بخاری باب الصدقۃ فی الکسوف وتفسیر سورۂ مائدہ)

اے گروہ محمد! خدا کی قسم اگر تم وہ جانتے جو مین جانتا ہون تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ،

ایک دفعہ نماز کے بعد آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا،

ھل ترون قبلتی ھھنا، فواللہ ما یخفی علی خشوعکم ولارکوعکم انی لاراکم من وراء ظھری (بخاری)

تم دیکھتے ہو میرا رُخ ادھر ہے لیکن خدا کی قسم مجھسے (نماز مین) نہ تمھارا خشوع اور نہ تمھارا رکوع پوشیدہ رہتا ہے، مین تمکو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہون،

دوسری روایت مین ہے کہ آپ نے فرمایا،

انی لاراکم من وراءی کما اراکم (بخاری باب عظۃ الامام الناس)

جس طرح مین تمکو دیکھ رہا ہون اسی طرح مین تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہون۔

احادیث مین متعدد صحابہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ خطبہ دے رہے تھے بعض صاحبون نے کچھ سوالات کیے جنکو آپ نے پسند نہین کیا، آپ کو جوش آگیا، آپ نے فرمایا سلونی عما شئتم "جو چاہو مجھسے دریافت کرو" ایک شخص نے اُٹھکر کہا یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ، دوسرے نے اٹھکر کہا اور میرے باپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا سالم غلام شیبہ، اور بار بار آپ فرماتے جاتے تھے "پوچھو مجھسے پوچھو مجھسے" یہ دیکھکر حضرت عمرؓ آگے بڑھے اور عرض کی یا رسول اللہ، ہمکو اللہ اپنا پروردگار، محمد اپنا رسول اور اسلام اپنا دین پسند ہے[1]،

صحابہ بیان کرتے ہین کہ ایک دن آپ نے صبح کی نماز پڑھکر تقریر شروع کی یہان تک کہ ظہر کا وقت آگیا، ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر عصر تک پھر تقریر کی، اس کے بعد عصر کی نماز پڑھی اس سے فارغ ہو کر غروب آفتاب تک پھر تقریر کا سلسلہ جاری رہا، اِس طویل خطبہ مین آنحضرت صلعم نے لوگون کو جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا، یعنی آغاز آفرنیش سے لیکر قیامت تک کے

[1] صحیح بخاری کتاب العلم،

واقعات، پیدائشِ عالم، علامات قیامت، فتن، حشر ونشر سب کچھ سمجھایا، صحابہ کہا کرتے تھے کہ ہم مین سے بہت سے لوگ بہت کچھ بھول گئے، بعضون کو بہت کچھ یاد رہی، ان واقعات مین سے جب کوئی واقعہ پیش آجاتا ہے توہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی شخص کی صورت ذہن سے اتر جاتی ہے پھر اس کو دیکھکر یاد آجاتی ہے[1]۔

نجاشی شاہِ حبش جسکے سایۂ حکومت مین جاکر مسلمانون نے پناہ لی تھی اورجس نے اسلام کی صداقت کا اعتراف کیا تھا جس دن اُس نے حبش مین وفات پائی، آنحضرت صلعم نے صحابہ کو اس سانحہ کی اطلاع دی آپ نے فرمایا کہ آج تمہارے بھائی نجاشی نے وفات پائی، اور اس کے بعد اس کے جنازہ کی نماز غائبانہ ادا فرمائی[2]۔

سـ۸ـھ مین جب غزوۂ موتہ پیش آیا ہے تو آپ نے فوج کا علم زید بن حارثہ کو عنایت کیا اور فرمایا کہ جب زید شہید ہون تو یہ امانت جعفر کے سپرد کیجائے، جب وہ بھی جان بحق ہون تو عبد اللہ بن رواحہ اس خدمت کو انجام دین اور جب وہ بھی کام آجائین تو مسلمان اپنے مشورہ سے جسکو چاہین اپنا سردار بنائین، یہ افسری اور سرداری کے متعلق ترتیبی بیان درحقیقت واقعہ کا اظہار تھا، میدانِ جنگ مین پہلے زید نے شہادت پائی، انکی جانشینی جعفر نے کی وہ بھی جب علمِ نبوت پر قربان ہوچکے تو عبد اللہ بن رواحہ نے پیشقدمی کی، جب وہ بھی نثار ہوگئے تو مسلمانون نے خالد بن ولید کو اپنا افسر بنایا، چونکہ اس جنگ مین رومیون کی عظیم الشان سلطنت کا مقابلہ تھا اس لیے مسلمانون کو بڑا اضطراب تھا، عین اسوقت جب مدینہ سے کوسون دور شام کی سرحد پر یہ خونی مناظر درپیش تھے آنحضرت صلعم مسجد نبوی مین منبر پر تشریف فرما تھے، دونون آنکھون سے آنسو جاری تھے اور فرما رہے تھے "علم کو زید نے لیا وہ شہید ہوئے، پھر جعفر نے لیا وہ بھی جان بحق ہوئے تو عبد اللہ بن رواحہ نے لیا، انھون نے بھی شہادت پائی تو خالد بن ولید نے لیا اور انکو فتح دی گئی[3]"

ایک غزوہ مین ایک شخص نہایت جانبازانہ حملے کر رہا تھا، صحابہ نے دیکھا تو اسکی بڑی تعریف کی، لیکن آنحضرت نے اس کو دیکھکر فرمایا کہ "یہ جہنمی ہے" صحابہ کو اس پر تعجب ہوا، اور ایک صحابی اس کے پیچھے ہولیے، ایک موقع

[1] صحیح مسلم باب اخبار النبی صلعم فیما یکون الی قیام الساعۃ [2] صحیح بخاری کتاب الجنائز وصحیح مسلم، [3] صحیح بخاری کتاب الجنائز و باب علامات النبوۃ فی الاسلام،

پر اس کو سخت زخم لگا اور اس نے بے صبری کی حالت میں خودکشی کرلی، وہ صحابی خدمتِ مبارک میں دوڑے ہوئے آئے اور کہا "مین گواہی دیتا ہون کہ آپ خدا کے رسول ہین" آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا واقعہ ہے" انھون نے عرض کیا کہ ابھی حضور نے ایک شخص کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے، لوگون کو اسپر تعجب ہوا تھا، مین اس کے پیچھے ہولیا مین نے دیکھا کہ ایک زخم کے صدمہ سے اُس نے خودکشی کرلی[1]"

ایک غزوہ مین ایک شخص شریک تھا وہ قتل ہوا کسی نے آکر خبر دی کہ یا رسول اللہ! فلان شخص شہید ہوگیا، فرمایا کہ "یہ ناممکن ہی، شہادت اُس کے لیے کہان، مین نے اس کو دوزخ مین دیکھا ہے کیونکہ مال غنیمت مین سے اُس نے ایک عبا چرائی تھی[2]"

مسلمانون نے ۸ھ مین طائف کا محاصرہ کیا (آنحضرت صلعم کو معلوم ہوچکا تھا کہ طائف کی فتح اس محاصرے مقدر نہین اس لیے) ایک روز آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کل ان شاء اللہ ہم محاصرہ چھوڑکر کوچ کرین گے، لوگون کو اتنی محنت وزحمت کے بعد حصولِ فتح کے بغیر واپسی شاق ہوئی، اور انھون نے کہا ہم فتح حاصل کیے بغیر چلے جائین، آپ نے فرمایا "اچھا کل پھر قسمت آزمائی کرلو" چنانچہ دوسرے دن مسلمان لڑے تو اُن کو اور زیادہ نقصانات پہنچے، شام ہوئی تو آپ نے فرمایا کل ان شاء اللہ ہم محاصرہ چھوڑکر چلے جائین گے، مسلمانون کو اس سے تعجب ہوا، اور آپ مسکرا دیے[3]، یہ گویا اس بات کا اظہار تھا کہ تمھین میری طرح حقیقتِ حال کا علم نہ تھا،

عمیر بن وہب اسلام کا سخت دشمن تھا، وہ اور صفوان بن امیہ دونون خانۂ کعبہ مین بیٹھکر بدر کے مقتولین پر ماتم کررہے تھے اور بالآخر ان دونون مین پوشیدہ طور سے یہ سازش قرار پائی کہ عمیر مدینہ جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کر آئے، اور اگر وہ مارا گیا تو صفوان اس کے تمام قرض اور گھر کے مصارف اور اولاد کی پرورش کی ذمہ داری اپنے سر لے گا، عمیر یہان سے اُٹھکر گھر آیا، اور تلوار کو زہر مین بُجھاکر مدینہ کو چل کھڑا ہوا، مدینہ پہنچا تو

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجہاد صفحہ ۴۰۶ و باب العمل بالخواتیم ۹۷۷ [2] جامع ترمذی باب ما جاء فی الغلول۔

[3] صحیح بخاری و مسلم، غزوۂ طائف۔

حضرت عمرؓ نے اس کو دیکھ لیا، وہ اس کو پکڑ کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین لائے، آپ نے پوچھا کہ "عمیر! یہان کس ارادہ سے آئے ہو؟" اُس نے کہا اپنے بیٹے کو چھڑانے آیا ہون، فرمایا "کیون نہین؟ کیا تم نے اور صفوان نے خانۂ کعبہ مین بیٹھکر میرے قتل کی سازش نہین کی ہے" عمیر یہ راز کی بات سنکر سنّاٹے مین آگیا، اور اس کو سخت تعجب ہوا اور بے اختیار بول اٹھا کہ "محمدؐ بیشک تم خدا کے پیغمبر ہو، خدا کی قسم میرے اور صفوان کے سوا کسی تیسرے کو اس معاملہ کی خبر نہ تھی"[1]

حضرت وابصہ اسدی صحابی کہتے ہین کہ مین ایک دفعہ اس غرض سے حاضر خدمت ہوا کہ نیکی اور گناہ کی حقیقت دریافت کرون، لیکن اس سے پہلے کہ مین کچھ کہون، آپ نے فرمایا "وابصہ! مین تمھین بتاؤن کہ تم کیا پوچھنے آئے ہو؟" عرض کی ارشاد ہو، فرمایا "تم نیکی اور گناہ کی حقیقت پوچھنے آئے ہو" عرض کی "قسم اُس ذات کی جس نے آپ کو بھیجا آپ نے سچ فرمایا، ارشاد ہوا "نیکی وہ ہے جسکے کرنے کے خیال سے تمھارے دل مین انشراح اور خوشی پیدا ہو، اور گناہ وہ ہے جو تمھارے دل مین کھٹک پیدا کرے اگرچہ لوگون نے اُس کے کرنے کا فتویٰ ہی کیون نہ دے دیا ہو"[2]

ایک دفعہ ایک صحابیہ نے آپ کی دعوت کی، بکری ذبح کی اور آپ کو اور دیگر رفقاء کو کھانے کے لیے بلایا، آپ تشریف لے گئے اور گوشت کا ایک لقمہ اُٹھا کر ابھی چکھا ہی تھا کہ فرمایا "یہ بکری اپنے مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے" داعیہ نے عرض کی کہ "یا رسول اللہ! آل معاذ اور ہمارے خاندان مین پوچھنے گچھنے کی ضرورت نہین ہوتی، وہ ہماری چیز بے تکلف لیتے ہین، اور ہم اُنکی چیز"[3] دوسری روایت مین ہے کہ اس نے جواب دیا کہ "ہان یا رسول اللہ مین نے اپنی پڑوسن سے یہ بکری مانگی، اسنے اپنے شوہر سے پوچھے بغیر دیدی"

غزوۂ خیبر مین ایک یہودیہ نے آپ کی دعوت کی، کھانے مین بکری کا گوشت تھا، آپ نے چند رفقاء کے ساتھ اُس کو کھانا چاہا، ابھی پہلا ہی لقمہ اُٹھایا تھا کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ "ہاتھ روک لو، اس گوشت مین زہر ملایا گیا ہے" اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ خیبر کے تمام یہود کو جمع کیا جائے، جب وہ جمع ہو چکے تو آپ نے دریافت

---

[1] تاریخ طبری بروایت عروہ بن زبیر صفحہ ۱۳۵۴، طبع یورپ۔ [2] مسند ابن حنبل حدیث وابصہ الاسدی و ابو یعلی و بیہقی و ابو نعیم و بزاز [3] سنن نسائی وحاکم فی المستدرک عن جابر۔

کہا کہ جو کچھ مین پوچھون گا تم سچ سچ بتاؤ گے، انھون نے ہان کہا، آپ نے فرمایا تمھارے باپ کا کیا نام ہے؟ انھون نے کچھ بتایا، آپ نے فرمایا تم جھوٹے ہو، تمھارے باپ کا یہ نام ہی، اس امتحان کے بعد آپ نے دریافت فرمایا، کیا تم نے بکری کے گوشت مین زہر ملایا تھا، اُنھون نے کہا ہان، آپ کو کیونکر معلوم ہوا؟ فرمایا کہ بکری کے اس دست نے مجھسے کہا[1]"

حضرت صہیب بن سنان جو صہیب رومی کرکے مشہور ہین، جس شب کو آنحضرت صلعم نے ہجرت فرمائی انھون نے بھی ہجرت کرنی چاہی لیکن کفار نے انکو روک دیا، وہ رات بھر کھڑے رہے اور بیٹھنے کا نام بھی نہین لیا، کفار نے انکی اس حالت کو دیکھکر کہا، کہ چلو اس کو تو پیٹ کے عارضہ نے خود ہی مجبور کردیا ہی، یہ کہکر وہ چلے گئے، انھون نے نگہبانون سے اپنے کو آزاد پاکر مدینہ کا راستہ لیا، کافرون نے انکو پکڑ لیا، آخر کچھ زر و نقد دیکر اُن سے رہائی حاصل کی، آنحضرت صلعم نے انکو دیکھنے کے ساتھ فرمایا "اے ابویحیٰ! تمھاری خرید و فروخت بڑے نفع کی رہی" حضرت صہیبؓ نے عرض کی یا رسول اللہ مجھسے پہلے کوئی یہان آیا نہین جو اس راز کی آپکو خبر کرتا، یہ یقیناً آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہوا[2]"

حضرت حذیفہ کی والدۂ مکرمہ نے ایک دن اپنے بیٹے پر عتاب کیا کہ تم آنحضرت صلعم کی خدمت مین اتنے دن ہوگئے کیون نہ گئے، انھون نے معذرت کی اور کہا کہ آج جاکر اپنی اور آپکی مغفرت کی دعا کراؤنگا، چنانچہ وہ مغرب کی نماز مین جاکر حاضر ہوئے عشا کی نماز کے بعد جب آپ واپس ہوئے تو یہ بھی پیچھے پیچھے چلے، آپ نے آواز پہچانکر فرمایا "کون! حذیفہ!! خدا تمھاری اور تمھاری مان کی مغفرت کرے[3]" گویا سوال سے پہلے ہی حذیفہ کی درخواست سمعِ اقدس تک پہنچ چکی تھی

صحابہ کو آپکی اس قوتِ اطلاع کا اس قدر یقین تھا، جب تک آنحضرت صلعم زندہ رہے، صحابہ کو اپنے ایک ایک عمل کا خوف لگا رہتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ خدا آپ کو اس سے باخبر کردے، یہانتک کہ حضرت ابن عمر کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم کی زندگی مین ہملوگ اپنی بیویون سے بھی کھل کر ملتے ہوئے ڈرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری نسبت قرآن مین کچھ نازل ہوجائے،[4] اور سوائی اسکے علاوہ ازین منافقین کے تمام اندرونی حالات اور نامون سے بھی آپ کو ایک ایک کرکے واقفیت تھی[5]

[1] سنن ابی داؤد و دارمی و بیہقی۔
[2] مستدرک حاکم جلد ثالث صفحہ ۴۰۰ بروایت صحیح ذہبی ...
[3] جامع ترمذی مناقب ...
[4] صحیح بخاری۔
[5] صحیح بخاری۔

اہل کتاب کے سوالات کا جواب دینا

یہ دوست دشمن اور موافق و مخالف سب کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم لکھے پڑھے نہ تھے، یہود و نصاریٰ کی مذہبی کتابوں سے آپ کو تعلیمی واقفیت نہ تھی، توراۃ و انجیل اور علمائے یہود و نصاریٰ نے انکی شرحوں میں یا اپنی دوسری مذہبی تصنیفات میں جو کچھ لکھا تھا آنحضرت صلعم نے اُن کا ایک صفحہ بھی ملاحظہ نہیں فرمایا تھا اور یہی آخری چیزیں اس وقت یہود و نصاریٰ کے ایمان و عقائد کا جزء ہوگئی تھیں اور عوام میں انھیں کتابوں کو مقبولیت حاصل تھی، باایں ہمہ آپ کا اُن کے سوالات کا صحیح جواب دینا آپکی روحانی تعلیم کی کھلی شہادت ہے،

مکہ میں جب آنحضرت صلعم نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو کفارِ عرب کو عموماً آپ کے اس دعویٰ پر یقین نہیں آیا اس لیے انہوں نے معجزات طلب کیے، اور جب وہ دکھائے گئے، تو ان کو سحر اور جادو کہنے لگے، پھر انکو خیال آیا کہ یثرب، خیبر اور شام میں جاکر یہودیوں سے ملیں اور اُن سے پوچھکر چند ایسے سوالات دریافت کریں جن کے جوابات محمدؐ سے مانگے جائیں، اور چونکہ وہ لکھے پڑھے نہیں ہیں اور مکہ میں بھی کوئی ایسا نہیں ہے جو اُن کو ان کے جوابات بتاسکے گا، اس لیے وہ ان کے جوابات نہ دے سکیں گے اور اس طرح اس مدعی نبوت کی قلعی کھل جائیگی اور اس کا کذب سب پر واضح ہوجائیگا، اس خیال کی بنا پر وہ یہودیوں سے جاکر ملے اُن سے آپ کے حالات بیان کیے اور ان سے پوچھنے کے لیے اُن سے چند سوالات مانگے، چنانچہ اُنھوں نے چند سوالات دیئے کہ یہ جاکر اُس سے پوچھو اگر وہ پیغمبر نہ ہوگا تو ہرگز اُن کا جواب نہ دے سکے گا۔

یہ تین تاریخی سوالات تھے، اصحاب کہف کا حال، حضرت موسیٰ اور خضر کی ملاقات کا واقعہ اور ذوالقرنین کا قصہ، اللہ تعالیٰ نے یہ تینوں قصے وحی کے ذریعہ سے آنحضرت صلعم کو بتا دیئے، اور آپنے اُن کو پڑھکر کفار کو سنایا۔ چنانچہ سورۂ کہف میں یہ تینوں قصے مذکور ہیں اور آخری قصہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ کفار کے سوال کے جواب میں ہے:-

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ — اور کفار تجھ سے (اے پیغمبر) ذوالقرنین کا حال دریافت کرتے ہیں

مِنْهُ ذِكْرًا، (کہف)　　کہدے کہ مین اس کا تھوڑا سا ذکر تم کو سناتا ہون۔

آنحضرت صلعم جب ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے، جو گویا یہودیون ہی کا شہر تھا تو انھون نے بھی مناسب سمجھا کہ اس مدعیِ نبوت کے دعوائے نبوت کا امتحان انھین کتابی سوالات سے لیا جائے، کیونکہ انھین یقین تھا کہ وہ ہماری کتابون سے واقف نہین، اس لیے وہ اُنکے صحیح جوابات نہ دیسکے گا، اور اگر اُسنے یہ کہدیا کہ یہ سوالات یا جن کتابون مین وہ سوالات مذکور ہین، وہ غیر معتبر ہین، تو ان سوالون اور کتابون کا اثر یہود مین اس قدر ہی کہ انکی تکذیب سے خود محمدؐ کی جہالت اور کذب دعوی (نعوذ باللہ) کا پردہ فاش ہوجائے گا لیکن اتنے بڑے مجمع مین سب لوگ بدنیت ہی نہ تھے بلکہ انمین بعض لوگ نیک نیت بھی تھے اور وہ نیک نیتی سے یہ سمجھتے تھے کہ ہماری کتابونمین جو مخفی اسرار لکھے ہوئے ہین انکو پیغمبر کے سوا کوئی اور نہین بتاسکتا

صحیح بخاری مین حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلعم مدینہ منورہ آئے تو عبد اللہ بن سلام مدینہ کے ایک مشہور یہودی عالم آپ سے ملنے آئے، اور کہا "کہ مین آپ سے تین سوال کردن گا جن کا جواب پیغمبر کے سوا اور کوئی نہین دے سکتا۔ یہ بتائیے کہ قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ اور اہلِ جنت کی پہلی غذا کیا ہوگی؟ اور بچہ کبھی مان سے اور کبھی باپ سے مشابہ کیون ہوتا ہی؟ آپ نے فرمایا" قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہی جو لوگون کو مشرق سے ہنکاکر مغرب کی طرف لے جائیگی۔ اور اہلِ جنت کی پہلی غذا مچھلی کا جگر ہے، اور مان یا باپ سے بچہ کی مشابہت کا یہ سبب ہوتا ہی کہ جب باپ کا نطفہ سبقت کرتا ہی تو بچہ باپ سے مشابہ ہوتا ہی اور جب مان کا نطفہ سبقت کرتا ہی تو مان سے مشابہ ہوتا ہے"۔ عبد اللہ بن سلام نے یہ جوابات سنکر کہا کہ "مین آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہون"

صحیح مسلم مین ہی کہ حضرت ثوبان کہتے ہین کہ ایکدفعہ ایک یہودی عالم خدمت والا مین حاضر ہوا، اور کہا کہ "اے محمدؐ مین تم سے چند سوالات کردن گا تم جواب دو" آپ نے فرمایا کہ "میرے جواب سے تمکو فائدہ ہوگا" اُسنے کہا، سنو! یہ بتاؤ کہ قیامت کے دن جس وقت آسمان اور زمین بدلے جائین گے لوگ کہان ہونگے، فرمایا "پل کے پیچھے تاریکی مین" دوسرا سوال اُسنے کیا کہ "سب سے پہلے جنت مین جانیکی کس کو اجازت ملیگی؟" جواب دیا "اُن غریبون کو جو راہِ حق

ہین گھر سے بے گھر ہوئے ہین" اُس نے کہا "اب ہین تم سے وہ بات پوچھتا ہون جس کا جواب روے زمین پر صرف پیغمبر یا پیغمبر کے علاوہ ایک ہی دو آدمی دیسکتے ہین. بتاؤ کہ بچہ کبھی لڑکی اور کبھی لڑکا کیون ہوتا ہے؟" آپ نے فرمایا "مرد کا نطفہ سپید اور عورت کا زرد ہوتا ہے جب یہ دونون ملتے ہین، تو اگر مرد کا نطفہ غالب ہوتا ہے تو وہ خدا کے حکم سے لڑکا ہوتا ہے، اور جب عورت کا نطفہ غالب ہوتا ہے تو وہ لڑکی ہوتی ہے" یہودی نے یہ جواب سنکر کہا، کہ "بیشک تم نبی ہو" اور یہ کہکر چلا گیا، آپ نے فرمایا "یہ جوابات مجھکو خدا نے القا کیے، مجھے پہلے سے معلوم نہ تھے"

مسند ابو داؤد طیالسی مین ہے کہ ایک دفعہ چند یہودی خدمت اقدس مین آئے اور کہا کہ "ہم آپ سے چند باتین دریافت کرنا چاہتے ہین، جن کا جواب پیغمبر کے سوا کوئی اور نہین دے سکتا" آپ نے فرمایا "جو تم چاہو پوچھ سکتے ہو لیکن یہ وعدہ کرو کہ اگر مین نے ایسے جوابات دیے جنکو تم نے صحیح سمجھا تو کیا اسلام قبول کرلوگے؟" انہون نے کہا "ہان ہم کو یہ شرط منظور ہے" آپ نے فرمایا "اچھا پوچھو کیا پوچھتے ہو" انھون نے کہا کہ "چار سوالون کے جواب دیجیے پہلا یہ کہ حضرت یعقوبؑ نے تورات کے اترنے سے پہلے جو کھانا اپنے اوپر حرام کرلیا تھا اس کا کیا واقعہ ہے؟ دوسرا یہ کہ ایک ہی نطفہ کبھی نر اور کبھی مادہ کیون کر ہوجاتا ہے، تیسرا یہ کہ تورات مین نبیِ امّی کی پہچان کیا بتائی گئی ہے اور چوتھا یہ کہ فرشتون مین سے تمہارا دوست یا نگہبان کون ہے؟" آپ نے جواب مین ارشاد فرمایا "تم کو اُس خدا کی قسم جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی، تم یہ جانتے ہو کہ یعقوب ایک دفعہ سخت بیمار پڑے تو انہون نے نذر مانی کہ اگر مین اچھا ہوگیا تو کھانے اور پینے کی جو چیز مجھکو سب سے زیادہ محبوب ہے وہ چھوڑ دون گا، اُن کو کھانے مین سب سے زیادہ اونٹ کا گوشت اور پینے مین اونٹ کا دودھ پسند تھا، چنانچہ صحت کے بعد انھون نے اونٹ کا گوشت اور دودھ چھوڑ دیا" یہودیون نے کہا "خدایا سچ ہے" آپ نے فرمایا "خدایا گواہ رہ" پھر فرمایا "مین تمکو اُس خدا کی قسم دیتا ہون جس نے موسیٰ پر توراۃ نازل کی، تم کو یہ معلوم ہے کہ مرد کا نطفہ گاڑھا اور سپید ہوتا ہے اور عورت کا پتلا اور زرد، ان مین جو جنس غالب ہوتی ہے وہ نطفہ بھی خدا کے حکم سے وہی ہوجاتا ہے اور اُسی کے مشابہ ہوجاتا ہے" انہون نے کہا "خدایا درست ہے" آپ نے فرمایا "خدایا گواہ رہ" پھر فرمایا "مین تم کو اس خدا کی قسم دیتا ہون جس نے موسیٰؑ پر توراۃ نازل کی،

تم کو یہ معلوم ہے کہ اس نبی کی آنکھیں سوئین گی اور دل نہین سوئیگا" انھون نے کہا "خدایا ہان" آپ نے فرمایا "خدایا گواہ رہ" یہودیون نے کہا "اچھا یہ بتایے کہ فرشتون مین آپ کا رفیق کون ہی؟ اسی جواب کے معلوم کرنے کے بعد ہم آپ کے ساتھ ہوجائین گے یا آپ سے الگ ہوجائین گے" آپ نے فرمایا "میرا رفیق جبرئیل ہی، اور دنیا مین کوئی پیغمبر ایسا نہین ہوا جس کا وہ رفیق نہو" یہودیون نے کہا "تو ہم پھر آپ کے ساتھ نہین ہوسکتے، کیونکہ وہ ہمارا دشمن ہے"

صحیح بخاری باب التفسیر (بنی اسرائیل) مین ہی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہین کہ مین ایک دفعہ آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک کھیت مین جا رہا تھا کہ راہ مین چند یہودی ملے، انہون نے ایک دوسرے سے کہا کہ محمدؐ سے کچھ پوچھنا چاہیے، بعضون نے کہا اسکی ضرورت نہین، شاید وہ کوئی ایسا جواب دین جو تم کو ناگوار ہو، بالآخر انہون نے طے کیا کہ بہرحال کچھ پوچھنا چاہیے، انھون نے دریافت کیا کہ "محمدؐ! بتاؤ روح کیا چیز ہے؟" آنحضرت صلعم خاموش ہوگئے، حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہین کہ مین سمجھ گیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے جب وحی نازل ہوچکی تو آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (بنی اسرائیل)

وہ پوچھتے ہین کہ روح کیا ہی، اے پیغمبر کہدے کہ روح میرے پروردگار کی ایک بات ہی اور تم کو علم کا بہت کم حصہ دیا گیا ہے۔

جامع ترمذی (تفسیر بنی اسرائیل) مستدرک حاکم (جلد ا صفحہ ۹) اور مسند احمد مین ہی کہ حضرت صفوان بن عسّال مرادی روایت کرتے ہین کہ دو یہودی راستہ مین جا رہے تھے، ایک نے دوسرے سے کہا کہ "چلو اس پیغمبر سے کچھ پوچھین" دوسرے نے کہا "اس کو پیغمبر نہ کہو، تم کو وہ اپنی نسبت پیغمبر کہتے سنے گا تو اس کے چار آنکھین ہوجائین گی" اس کے بعد وہ دونون آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے اور آکر پوچھا کہ "موسیٰ کو جو نو احکام ملے تھے وہ کیا تھے؟" آپ نے فرمایا "وہ یہ تھے کہ شرک نہ کرو، زنا نہ کرو، ناحق قتل نہ کرو، چوری نہ کرو، جادو نہ کرو، بیگناہ کی چغلی نہ کھاؤ، سود نہ کھاؤ، پاک دامن عورت پر بہتان نہ باندھو، اور میدان جنگ سے فرار نہ کرو، (راوی کو اس نوین حکم مین شک ہے) پھر فرمایا "اور تمہارے

سیلیے اے یہود خاص حکم یہ ہے کہ سبت مناؤ، اُن دونون نے یہ جواب سنکر آپ کے دست وپائے مبارک کے بوسے دیے، اور کہاکہ "ہم گواہی دیتے ہین کہ بیشک آپ پیغمبر ہین" آپ نے فرمایا "تو پھر تم مسلمان کیون نہین ہو جاتے" انھون نے کہاکہ "داؤد نے دعا کی تھی کہ اس کی نسل مین ہمیشہ پیغمبر ہوا کرے گا، اور اگر ہم مسلمان ہو جائین تو ہم ڈرتے ہین کہ یہود ہم کو مار نہ ڈالین"

اخبارِ غیب
یا
پیشینگوئی

فطرتِ بشری کے عجز اور بیچارگی کا سب سے بڑا دردناک نظارہ، مستقبل سے ناواقفیت اور جہالت ہے، انسان کی مضطرب اور بیچین فطرت مستقبل کے بحرِ ظلمات مین ہاتھ پاؤن مارتی ہے، اور تھک کر اپنی نادانی اور جہالت کا اعتراف کرلیتی ہے، اور اسی لیے وہ اس بات پر مجبور ہے کہ جو انسانیت سے مافوق کسی دعویٰ کا مدعی ہو، اُس کی آزمایش اور امتحان کے لیے اسی بحرِ بیکران کی شناوری کو معیار اور سند قرار دیدے، چنانچہ یہی اخبارِ غیب اور پیشینگوئی کی قدرت نبوت اور رسالت بلکہ عام بزرگی اور ولایت کے ثبوت پر نوعِ انسان کے عام افراد کے نزدیک ایک دلیلِ بیّن اور حُجّتِ قائمہ ہے، بنی اسرائیل کے نزدیک یہ وصفِ نبوت کا اس درجہ لازمہ تھا کہ انکی زبان مین پیغمبر کا نام ہی "پیشینگو" ہے، عربی، عبرانی اور دوسری سامی زبانون مین "نبی" "یا "نابی"، جو پیغمبر کے معنی مین مستعمل ہے، اس کے لغوی معنی مخبر اور پیشینگو کے ہین، اور نبوت کے معنی مخبری اور پیشینگوئی کے ہین، اور اسی لیے بنی اسرائیل کے نزدیک نبی اور پیغمبر کی صرف اسیقدر حقیقت ہے کہ وہ غیب کا قاصد، اور جہانِ نادیدہ کا مخبر ہے، آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے عرب کی یہ کیفیت تھی کہ تمام عرب کاہنون کے جال مین گرفتار تھا، عرب کے تمام مشرکانہ معابد کاہنون کے دار السلطنت تھے، جن مین بیٹھکر وہ عرب کے دل و دماغ پر حکومت کرتے تھے، مشہور کاہنون کے پاس لوگ دور دور سے سفر کرکے آتے تھے اور ان سے مستقبل و غیب کی باتین دریافت کرتے تھے، وہ ایک خاص قسم کی مقفّٰی اور مسجع عبارتون مین انکو غیب کی اور مستقبل کی باتین بتاتے تھے، آنحضرت صلعم جب پیغمبر بناکر عربون کے درمیان بھیجے گئے تو ان کے لیے ثبوتِ نبوت کی سب سے بڑی دلیل یہی اخبارِ غیب اور پیشینگوئی ہوسکتی تھی، آنحضرت صلعم نے بیسیون پیشینگوئیان کین، اور مستقبل کے واقعات اور باتون کو رائی العین کی طرح پیش فرمایا، اور وہ سب کے سب بلے کم و کاست پوری اترین،

آنحضرت صلعم سے ان پیشینگوئیون کا صدور مختلف حالتون مین ہوا، اور آپ کو انکی اطلاع مختلف صورتون مین دی گئی، مثلاً کبھی قرآن مجید کی وحی کی صورت مین کبھی عالمِ خواب مین اور کبھی زبانِ صداقت نشان کے عام الفاظ مین جس مین طریقۂ اطلاع کا اظہار نہین ہے، قرآن مجید کی پیشینگوئیون کی تفصیل اس سے پہلے گذر چکی ہے، خواب کی پیشینگوئیون کا تذکرہ کچھ عالمِ رویا کے بیان مین آچکا ہے، باقی پیشینگوئیان سطورِ ذیل مین تحریر ہین۔

فتوحاتِ عظیمہ کی اطلاع اسلام کا آغاز جس بے اطمینانی اور بے سر و سامانی کے ساتھ ہوا، اوس سے کسکو اسوقت خیال ہوسکتا تھا کہ یہ چند نہتے، فاقہ کش، غریب الدیار مسلمانون کے بازوؤن مین یہ قوت پیدا ہوجائیگی، کہ وہ قیصر و کسریٰ کے تخت کو الٹ دین گے، لیکن پیغمبر صادق نے اُسی وقت بشارت سنائی کہ "مسلمانو! تم عنقریب قسطنطنیہ فتح کروگے، مداین تمھارے ہاتھون مین آئے گا، قیصر و کسریٰ کے خزانے تمہارے دستِ تصرف مین ہون گے، مصر تمہاری حکومت مین داخل ہوگا، تم سے اور ترکون سے جنکی چھوٹی آنکھین، اور چوڑے چہرے ہونگے (ترکستانی و منغولی ترک) جنگ[1] ہوگی" دنیا ان مین سے کس واقعہ کی تردید کرسکتی ہے۔

یہ پیشینگوئیان الگ الگ بھی کی گئی ہین، مگر مجموعی حیثیت سے اسوقت کی گئین جب مسلمان مدینہ مین محصور ہو رہے تھے، اور تمام عرب مدینہ کو گھیرنے کے لیے امنڈا چلا آرہا تھا، اور مسلمان ہر آن اپنی موت کا نقشہ اپنی آنکھون کے سامنے دیکھ رہے تھے، غزوۂ خندق کے موقع پر جب خندق کھودتے ہوئے ایک سخت پتھر حائل ہوگیا تھا، اور صحابہ اس کے توڑنے سے عاجز ہوچکے تھے اور رسول اللہ صلعم نے معجز نما ضربِ خارا شگاف سے پتھر کے ٹکڑے کر دیے تھے، تو آپ نے تین ضربین ماری تھین، اور ہر ضرب کے بعد ایک چنگاری سی اڑتی تھی، اور آپ ہر بار نعرہ لگاتے تھے،

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (انعام ۱۴) — اور تیرے پروردگار کی باتین سچائی اور انصاف سے پوری ہوئین، اوسکی باتون کو کوئی بدل نہین سکتا وہی سننے والا اور جاننے والا ہے،

[1] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں یہ حدیثیں ہیں

بعض صحابہ نے حقیقت دریافت کی، فرمایا "جب مین نے پہلی ضرب ماری تو کسریٰ کے شہر اور اُنکے ارد گرد میرے سامنے کردیے گئے، یہانتک کہ مین نے اپنی دونون آنکھون سے اُنکو دیکھا" حاضرین نے عرض کی، یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ وہ فتح ہون، آپ نے دعا فرمائی، پھر فرمایا "دوسری ضرب مین قیصر کے شہر اور اس کے آس پاس کے مقامات دیکھے، حاضرین نے پھر عرض کی کہ یا رسول اللہ انکی فتح کی بھی دعا فرمایے" آپنے دعا کی، پھر ارشاد ہوا کہ "تیسری ضرب مین حبشہ کے شہر اور گانون نگاہون کے سامنے آئے" پھر فرمایا "حبشہ والے جبتک تم سے تعرض نہ کرین، تم بھی تعرض نہ کرو، اور ترکون کو اُسوقت تک چھوڑ دو جب تک وہ تمھین چھوڑین[1]"

یہ پیشینگوئی تو تمثیلی شکل مین تھی، آنحضرت صلعم نے کھلے اور صریح الفاظ مین بھی بشارت سنادی تھی، فرمایا "تم لوگ جزیرۂ عرب مین لڑوگے اور خدا فتح دیگا، پھر فارس سے لڑوگے، اور فتح ہوگی، پھر روم سے لڑوگے اور فتح ہوگی[2]"

قیصر و کسریٰ کی بربادی کی خبر

عین اُس وقت جب کسریٰ اور قیصر کی حکومتین پورے جاہ و جلال سے دنیا پر حکمران تھین اور بظاہر ان کی بربادی کا کوئی سامان نہ تھا کہ مکہ کے منادیِ حق نے یہ پیشینگوئی کی "اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده واذا هلك قيصر فلا قيصر بعده" جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اُس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا، اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو پھر دوسرا قیصر نہ ہوگا[3]" نہ صرف تاریخ بلکہ آج بھی دنیا کا مشاہدہ اس آواز کی صداقت سے معمور ہے، ایرانی مجوسیون کی شہنشاہی کی شکست کے بعد کیا پھر کسی ایرانی مجوسی شہنشاہ کا تاجِ خسروی کسی نے دیکھا، اور رومی شہنشاہی کی بربادی کے بعد رومی قوم کا وجود بھی اس سطحِ زمین پر کہین نظر آیا؟

ساز و سامان کی بشارت

حضرت جابرؓ کہتے ہین کہ ایک دفعہ آپ میرے گھر تشریف لائے اور دریافت کیا کہ کیا قالین ہے؟ عرض کی ہمارے پاس قالین کہان؟ ارشاد فرمایا کہ "ہان عنقریب تم قالینون اور عمدہ فرشون پر بیٹھوگے" حضرت جابرؓ کہتے ہین کہ "وہ دن آیا جب ہم قالینون پر بیٹھے اب مین اپنی بیوی سے کہتا ہون کہ قالین ہٹالے جاؤ تو وہ کہتی ہے کہ یہ تو رسول اللہ صلعم کی پیشینگوئی ہے[4]"

---

[1] سنن نسائی کتاب الجہاد [2] صحیح مسلم کتاب الفتن [3] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ و صحیح مسلم وغیرہ [4] صحیح بخاری باب مذکور،

امن وامان کی بشارت | عدی بن حاتم کا بیان ہے کہ مین آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر تھا کہ دو شخص آئے، ایک نے بھوک کی، اور دوسرے نے رہزنی کی شکایت کی، آپ نے عدی کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا "کیون عدی! تمنے حیرہ کو دیکھا ہے؟" اُنھون نے کہا "دیکھا تو نہین ہے لیکن اُسکو جانتا ہون" آپنے فرمایا "اگر تم زندہ رہے تو دیکھوگے کہ حیرہ سے ایک ہودج نشین عورت چلکر خانۂ کعبہ کا طواف کرے گی، اور اس کو خدا کے سوا کسی کا خوف نہوگا اگر تم زندہ رہے تو دیکھوگے کہ کسریٰ کا خزانہ فتح کرلیا گیا، اگر تم زندہ رہے تو دیکھوگے کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا چاندی لیکر نکلے گا، کہ کسی کو خیرات دے لیکن دولت کی کثرت کا یہ عالم ہوگا کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا"

عدی کے دل مین یہ بات کھٹکتی تھی کہ آخر قبیلۂ طے کے وہ ڈاکو کیا ہوجائین گے جنھون نے تمام ملک مین آگ لگا رکھی ہے، لیکن خود عدی کا بیان ہے کہ مین نے دیکھ لیا کہ حیرہ سے ایک پردہ نشین عورت تنہا چل کر آتی ہے اور خانۂ کعبہ کا طواف کرکے واپس جاتی ہے، اور اُس کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہین ہوتا، انکا بیان ہے کہ جن لوگون نے کسریٰ کا خزانہ فتح کیا ان مین مین بھی تھا، صرف تیسری پیشینگوئی میرے سامنے پوری ہونے سے رہ گئی ہے، جو لوگ زندہ رہین گے وہ اس کو بھی پورا ہوتے ہوئے دیکھ لین گے[1]، چنانچہ راویون کا بیان ہے کہ بنی اُمیہ کی سلطنت کے زمانہ مین یہ واقعہ بھی بعینہٖ گذرا۔

ابوصفوان کے قتل کی خبر | ہجرت کے بعد جب مسلمانون کو مدینۂ منورہ کا دارالامان مل گیا، اور اسلام روز بروز ترقی کرنے لگا تو یہ دیکھکر قریش کے سردار مدینہ پر حملہ کی تدبیرین سوچنے لگے، اسی اثنا مین انصار کے ایک رئیس سعد عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ معظمہ گئے، اور ابوصفوان (اُمیہ) کے گھر جاکر مہمان ہوئے، ابوصفوان ایک دفعہ موقع پاکر ان کو طواف کرانے لایا، وہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ ابوجہل نکل آیا، اُس نے کہا "تم مکہ آکر بے خوف وخطر کعبہ کا طواف کرتے ہو، حالانکہ تم نے بیدینون (مسلمانون) کو اپنے ہان پناہ دے رکھی ہے، اور سمجھتے ہو کہ خدا، و رسول کی تم نصرت کر رہے ہو، خدا کی قسم اگر ابوصفوان کے ساتھ تم نہ ہوتے تو یہان سے سلامت گھر نہ جاسکتے" حضرت سعد

[1] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام،

نے ڈانٹ کر جواب دیا کہ "اگر تم ہمکو طواف نہ کرنے دوگے تو ہم تمہارا قافلۂ تجارت مدینہ کے راستہ سے گذرنے نہ دین گے"۔ ابو صفوان نے کہا "اے سعد ان سے سخت لہجہ مین گفتگو نہ کرو، یہ اس وادی کے سردار ہین"۔ حضرت سعد نے کہا "اے صفوان! اپنی طرفداری رہنے دو، مین نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ تم عنقریب مسلمانون کے ہاتھون سے مارے جاؤگے"۔ ابو صفوان نے کہا کہ "کیا وہ یہان آکر مجھے مارین گے"۔ اُنھون نے جواب دیا "یہ مجھے نہین معلوم"، یہ سنکر ابو صفوان کے بدن پر رعشہ پڑگیا، وہ گو کافر تھا لیکن اسکو معلوم تھا کہ دہن رسالت سے آج تک کوئی غلط بات نہین نکلی، چنانچہ اس کے بعد بدر کی لڑائی کا موقع پیش آیا تو اُس کی بیوی نے جانے سے روکا، اور سعد کی پیشینگوئی یاد دلائی، ابو صفوان نے بھی ڈرکر اس فوج مین شرکت سے انکار کیا، لیکن ابو جہل اُس کو سمجھا بجھا کر لے گیا، بالآخر اُسی کارزار بدر مین یہ پیشینگوئی پوری ہوئی۔[1]

نام بنام مقتولین بدر کی خبر بدر کا معرکہ جب پیش آنے والا تھا، آنحضرت صلعم صحابہ کو لیکر میدان مین گئے، اور بتایا کہ یہ فلان کافر کی قتل گاہ ہے، یہ ابو جہل کا مقتل ہے، یہان قریش کا وہ بڑا سردار مارا جائے گا، یہ عجیب وغریب پیشینگوئی تھی، تین سو ساڑھے تین سو نیم مسلح بے سروسامان سپاہیون کا افسر، ایک ہزار سے زیادہ سپاہیون کی غرق آہن باساز وسامان فوج کی شکست اور افسرون کے قتل وموت کا اعلان کر رہا تھا، صحابہ کہتے ہین کہ ہر سردار قریش کے لیے آپنے جو جگہ مقرر فرمادی تھی، وہین اُسکی لاش خاک وخون مین لتھڑی پائی گئی۔[2]

فاتح خیبر کی تعیین خیبر مین یہودیون کے متعدد مستحکم اور مضبوط قلعے تھے، ہر روز مسلمان افسر علم وفوج لے کر جاتے تھے، اور زور آزمائی کرتے تھے، اور شام کو ناکام واپس آتے تھے، ایک دن آپنے فرمایا کہ کل علم مین اُس کے ہاتھون مین دونگا جسکو خدا اور اُس کا رسول پیار کرتا ہے، اور اُسی کے ہاتھ پر کل فتح ہوگی، اسلام کی صف مین ہر حوصلہ مند شمشیرزن نے کل کی توقع پر بیقراری مین رات بسر کی، کوکبۂ صبح جب طلوع ہوا تو حضرت علیؓ پردۂ غبار سے نمودار ہوئے، حضرت ممدوح کو آشوب چشم تھا، اس لیے وہ ساتھ نہ آسکے تھے، آپ نے حضرت علی کے ہاتھ مین علم دیا، اور خیبر کا

[1] صحیح بخاری آغاز کتاب المغازی [2] صحیح بخاری غزوۂ بدر۔

میدان اسی دن اُن کے ہاتھون سے سر ہوا۔[1]

حضرت فاطمہ زہرا کی وفات کی اطلاع

آنحضرت صلعم نے اپنے مرض الموت مین ایک دفعہ حضرت فاطمہ زہرا کو اپنے پاس بلایا، اور انکے کان مین کوئی بات کہی کہ وہ رونے لگین، تھوڑی دیر کے بعد اُن سے ایک اور بات کہی تو وہ ہنسنے لگین، حضرت عائشہ کہتی ہین کہ مجھکو یہ دیکھکر تعجب ہوا، اور اُن سے اس کا سبب دریافت کیا، انھون نے کہا کہ مین رسول اللہ کا راز ظاہر نہین کرسکتی، جب آپ کی وفات ہوگئی تو حضرت عائشہؓ نے دوبارہ اُن سے دریافت کیا، حضرت فاطمہ نے کہا ہان اب مین بتا سکتی ہون، حضور نے پہلے مجھسے یہ فرمایا کہ مین اسی بیماری مین انتقال کرون گا، اور پھر فرمایا اے فاطمہ! میرے اہلبیت مین سب سے پہلے تم آکر مجھ سے ملوگی،[2] یہ دونون باتین صحیح ہوئین، آپنے اسی مرض مین وفات پائی، اور آپ کی وفات کے تقریبًا چھ ہی مہینون کے بعد حضرت فاطمہ زہرا بھی اس دنیا سے چل بسین۔

خود اپنی وفات کی اطلاع

آنحضرت صلعم نے جس سال وفات پائی ہے، آپنے اُسی سال اس دنیا سے اپنی تشریف بری کا عام اعلان کردیا تھا، حجۃ الوداع سے پہلے معاذ کو داعیِ اسلام بناکر یمن بھیجا تھا، انکو رخصت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا "معاذ! اب اس کے بعد تم مجھ سے نہ مل سکوگے، واپس آؤگے تو میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گذروگے" یہ سنکر وہ رونے لگے۔[3] حجۃ الوداع کے خطبہ مین ہزارون مسلمانون کے روبرو آپ نے فرمایا "شاید کہ آیندہ سال تم مجھے نہ پاسکوگے"، مرض الموت سے کچھ دن پیشتر فرمایا کہ خدا نے اپنے بندہ کو دنیا اور آخرت کی زندگی کا اختیار دیا، تو اُسنے آخرت کی زندگی پسند کی۔[4]

فتح یمن کی خبر

یمن سنہ ۹ھ مین فتح ہوا، مگر آنحضرت صلعم نے اسکی فتح اور وہان کے مسلمانون کی دور دراز ملکون مین ہجرت کی خبر پہلے ہی دیدی تھی، آپ نے فرمایا تھا "یمن فتح کیا جائے گا تو لوگ اپنی سواریون کو ہنکاتے ہوئے اور اہل وعیال اور جو انکا کہا مانین گے انکو لیکر آئین گے، حالانکہ مدینہ ہی (کا قیام) اُنکے لیے بہتر ہوتا، اگر وہ جانتے"۔[5] آخر یمن خود آپ کی زندگی ہی مین فتح ہوا، اور آپکے بعد جب وہان بغاوت ہوئی تو عہد صدیقی مین دوبارہ فتح ہوا، اور وہان سے لوگ نکل نکل کر ایک طرف مشرق مین خراسان اور ترکستان تک اور دوسری طرف مغرب مین افریقہ اور اسپین تک

---

[1] صحیح بخاری فتح خیبر۔ [2] صحیح مسلم باب الفضائل، وصحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام، [3] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۳۵، [4] صحیحین مناقب ابی بکر۔
[5] صحیح مسلم کتاب الحج وموطا امام مالک وعبدالرزاق وابن خزیمہ وابن حبان۔

پھیل گئے، اور پھر ان تمام ملکون مین یمنی اور حجازی قبائل کی باہمی خانہ جنگی کے باعث تباہی تاریخ کے مشہور و معروف واقعات ہین،

فتح شام کی خبر

پھر فرمایا" اور شام مفتوح ہوگا، تو لوگ اپنی سواریون کو ہنکاتے ہوئے، اور اپنے اہل وعیال اور ہمراہیون کو لیکر آئین گے، اور مدینہ اون کے لیے بہتر ہوتا اگر وہ جانتے"[1] امام احمد نے مسند مین روایت کی ہے کہ آپنے فرمایا "عنقریب تم لوگ شام کی طرف ہجرت کروگے تو وہ تمھارے لیے فتح کردیا جائیگا"[2] معلوم ہے کہ شام فتح ہونے کے ساتھ وہ عربون کا مسکن بنگیا، اور آج بھی وہان انکی آبادی سب سے زیادہ ہے۔

فتح عراق کی خبر

پھر ارشاد ہوا کہ "عراق مفتوح ہوگا اور لوگ وہان بھی اپنی سواریون کو ہنکاتے ہوئے اہل وعیال کو لیکر آئین گے، حالانکہ مدینہ انکے لیے بہتر تھا اگر وہ سمجھتے"[3] فتح عراق کی بشارت کی بعض اور روایتین بھی ہین۔

خوزستان اور کرمان کی فتوحات اور ترکون سے جنگ

حضرت ابوہریرہ کہتے ہین کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ "قیامت سے پہلے تم لوگ ایسے لوگون سے لڑوگے جنکے جوتے بال کے ہون گے"[4] دوسری روایت مین ہے کہ آپنے فرمایا "اسوقت تک قیامت نہین آئیگی جبتک تم خوز و کرمان کے عجمیون سے جنکے چہرے سرخ، ناکین چپٹی، آنکھین چھوٹی ہونگی، اُنکے چہرے ہتھوڑون سے پیٹی ہوئی ڈھالون کے مانند ہون گے (یعنی چوڑے چپٹے) اور اُنکے جوتے بال کے ہون گے"[5] اور روایتون مین یہ الفاظ ہین "اسوقت تک قیامت نہ آئیگی جبتک مسلمان ترکون سے نہ لڑلین، جنکے چہرے چپٹے ہون گے، جنکے لباس بال کے ہون گے، اور بال ہی کے (موزے یا جوتے) پہنکر وہ چلتے ہون گے"[6] یہ تمام پیشینگوئیان پہلی ہی صدی کے آخر تک مین پوری ہوگئین۔

فتح مصر کی بشارت اور ایک واقعہ کا حوالہ

حضرت ابوذر کہتے ہین کہ آپ نے فرمایا "تم عنقریب مصر فتح کروگے، جہان قیراط بولا جاتا ہے جب اس کو فتح کرو، تو وہان کے باشندون کے ساتھ نیکی سے پیش آنا، کیونکہ تمھارے اُنکے درمیان تعلق اور رشتہ ہے (حضرت ابراہیم کی بیوی اور حضرت اسمٰعیل کی مان ہاجرہ مصر کی تھین) اور جب تم دیکھنا کہ وہان ایک اینٹ بھر جگہ کے لیے دو آدمی لڑتے ہون تو وہان سے نکل جانا" خود حضرت ابوذر نے بعینہ ایسا ہی دیکھا اور وہ وہان سے واپس چلے آئے۔[7]

---

[1] بحوالہ سابق [2] مسند احمد بن حنبل بروایت معاذ [3] صحیح مسلم کتاب الحج وموطا امام مالک [4] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام [5] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ [6] ایضاً [7] صحیح مسلم باب الوصیہ باہل مصر، ومسند احمد (عن ابی ذر) ومسند ابی عوانہ وابن حبان۔

غزوۂ ہند کی خبر ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان یہ سنکر خوش ہون گے، کہ آنحضرت صلعم نے اپنی زبان قدسی بیان سے ہندوستان مین اسلام کے داخل اور غالب ہونے کی خوشخبری سنائی تھی، آپ نے فرمایا "میری امت کے دو گروہ ہین جنکو اللہ تعالی آتش دوزخ سے بچائے گا، ایک وہ جو ہندوستان کے غزوہ مین شریک ہوگا" دوسری روایت مین حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ "رسول اللہ صلعم نے ہم سے (مسلمانون سے) ہندوستان کے غزوہ کا وعدہ فرمایا تھا، تو اگر مین نے وہ زمانہ پایا تو اسکی راہ مین اپنا جان ومال قربان کردون گا، تو اگر اس مین مین شہید ہوا تو بہترین شہید ٹھرون گا، اور اگر زندہ لوٹا تو مین آتشِ دوزخ سے آزاد ابوہریرہ ہون گا"[۱] یہ پیشنگوئیان امام نسائی المتوفی ۳۰۲ھ کے سنن مین ہین جو سلطان محمود کے حملۂ ہندوستان (۳۹۲ھ) سے تقریباً سو برس پہلے لکھی گئی ہے۔

بحر روم کی لڑائیان بحر روم جسکو بحر اخضر اور بحر متوسط (میڈیٹیرینین سی) بھی کہتے ہین، یورپ اور ایشیا کی اور اب گویا اسلام اور عیسائیت کی حدِ فاصل ہے، اور اُس زمانہ مین یہ رومیون کی بحری قوت کا جولانگاہ تھا، ایک دفعہ آنحضرت صلعم خوابِ راحت سے مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا اُس وقت خواب مین میری امت کے کچھ لوگ تخت شاہی پر بادشاہون کی طرح بیٹھے ہوئے دکھائے گئے، یہ بحر اخضر مین (جہاد کے لیے) اپنے جہاز ڈالین گے"[۲] یہ بشارت سب سے پہلے امیر معاویہ کے عہد مین پوری ہوئی، اور دیکھا گیا کہ دمشق کی سرزمین پر اسلام مین سب سے پہلے تخت شاہی بچھایا جاتا ہے اور دمشق کا شہزادہ یزید اپنی سپہ سالاری مین مسلمانون کا پہلا لشکر لیکر بحر اخضر مین جہازون کے بیڑے ڈالتا ہے، اور دریا کو عبور کرکے قسطنطنیہ کی چہاردیواری پر تلوار مارتا ہے۔

بیت المقدس کی فتح بیت المقدس اسلام کا دوسرا قبلہ ہے اور اسکی تولیت امت محمدیہ کا حق تھا، آنحضرت صلعم نے صحابہ کو اس تولیت کی بشارت دیدی تھی، اور فرمایا تھا کہ میری موت کے بعد یہ واقعہ پیش آئے گا، عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "قیامت سے پہلے چند واقعے گن رکھو (اول) میری موت، پھر بیت المقدس کی فتح"[۳] اس کے بعد آپ نے چار اور باتین بیان فرمائین، یہ بشارت حضرت عمر کے عہد مین ۱۶ھ مین پوری ہوئی۔

۱؎ یہ دونون روایتین سنن نسائی کتاب الجہاد مین ہین ۲؎ صحیح بخاری باب ارکوب فی البحر و مسلم باب غزوۃ البحر ۳؎ صحیح بخاری کتاب الفتن۔

فتح قسطنطنیہ کی بشارت فتح قسطنطنیہ کی متعدد بشارتین ہین، ایک دفعہ فرمایا کہ "تم لوگ یقیناً آیندہ قیصر کے خزانون پر متصرف ہوگے[1]" اور فرمایا "میری امت کی ایک جماعت بحر اخضر (بحر روم جس کے ساحل پر قسطنطنیہ ہی) مین سوار ہوگی[2]" مسلمانون کی پہلی جماعت اسی قسطنطنیہ کی فتح کے لیے اس دریا مین سوار ہوئی، آثار قیامت کے سلسلہ مین فرمایا "یہ ہوگا، یہ ہوگا، پھر تملوگ قسطنطنیہ فتح کروگے[3]" ایک اور روایت مین ہے کہ آپنے فرمایا "تم لوگ بے شبہہ قسطنطنیہ فتح کروگے تو اس کا حاکم (مسلمان) کتنا اچھا حاکم ہوگا اور وہ (فتح کرنے والی) فوج کیسی اچھی فوج ہوگی[4]" مسلمان خلفاء اور سلاطین مین سے ہر باہمت نے اس کے پورا کرنے کیلیے قسمت آزمائی کی، مگر ازل سے یہ سعادت سلطان محمد فاتح کی قسمت مین لکھی تھی۔

فتح روم کا اشارہ جسطرح قسطنطنیہ مشرقی رومی سلطنت کا پایہ تخت تھا، رومیہ (روم) مغربی رومی سلطنت کا دار الحکومت تھا، اور جواب اٹلی کا پایہ تخت ہے، یہ مغربی عیسائیون کا مقدس شہر ہے، گو صاف اور صریح الفاظ مین نہین لیکن اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپنے مسلمانون کو اسکی فتح کی بھی بشارت دی تھی، چنانچہ تاریخون سے ثابت ہے کہ اسپین اور مغرب کے مسلمانون نے اس کے منارون کے اوپر بھی اسلام کا علم ایک دفعہ بلند کردیا تھا، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کسی نے پوچھا کہ پہلے قسطنطنیہ فتح ہوگا، یا رومیہ، انھون نے اپنی یادداشت کے کاغذون کو دیکھکر جواب دیا کہ ہم لوگ ایک دفعہ آنحضرت صلعم کے ارد گرد حاضر تھے کہ کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! پہلے قسطنطنیہ فتح ہوگا یا رومیہ، فرمایا "نہین پہلے ہرقل کا شہر فتح ہوگا[5]" آنحضرت صلعم نے رومیہ کے متعلق جو زیادہ وضاحت نہین فرمائی اسکی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ مسلمانون کی حکومت وہان فتح کے بعد قسمت الٰہی مین باقی رہنا منظور نہ تھا۔

فاتح عجم کا اشارہ حضرت سعد بن وقاص، حجۃ الوداع مین آنحضرت صلعم کی ہمرکابی مین مکہ معظمہ گئے تھے، وہان جاکر وہ اس قدر سخت بیمار پڑے کہ انکو اپنی زندگی کی امید نہ رہی، آنحضرت صلعم انکی عیادت کو تشریف لے گئے تو انکا

[1] صحیح بخاری وصحیح مسلم۔ [2] صحیح بخاری غزوۃ البحر وعلامات النبوۃ۔ [3] صحیح مسلم و ترمذی کتاب الفتن۔
[4] مسند احمد (عن عبد اللہ بن ابی بشر الخثعمی) وحاکم وابن ابی شیبہ۔ [5] مسند احمد (عن ابی قبیل التابعی عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص) وابن ابی شیبہ۔

اضطراب دیکھکر انکو تسلّی دی، اور انکے حق مین دعا کی، اور فرمایا کہ "تم اگر خدا نے چاہا تو ابھی نہین مروگے، تم کو اگر خلوص سے کام کروگے تو درجۂ عظیم ملے گا، بہتیرے لوگون کو تم سے فائدہ، اور بہتون کو تم سے نقصان پہونچیگا"[1] یہ حضرت سعدؓ کے عجمی فتوحات کی بشارت تھی کہ حضرت سعدؓ نے سپہ سالارِ اسلام بنکر بڑا درجہ پایا اور چند سال مین کسریٰ کا تاج و تخت چھین لیا اور اسطرح مسلمانون کو انکی ذات سے فائدۂ عظیم، اور مجوس کو نقصان عظیم پہنچا،

مرتدین کی اطلاع | حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین عرب کے متعدد اطراف مین دعویداران کاذب پیدا ہوگئے، اور بہت سے لوگ جو اسلام کا کلمہ پڑھ چکے تھے، اُن کے ساتھ ہوگئے، آنحضرت صلعم نے اس واقعہ کی پہلے ہی اطلاع دیدی تھی، فرمایا کہ "حوضِ کوثر پر بہت سے لوگ آئین گے، مین کہونگا کہ یہ میرے ساتھی ہین لیکن، فرشتے اُن کو دھکّے دیکے نکال دین گے، اور کہین گے کہ یارسول اللہ آپ کو معلوم نہین کہ یہ آپ کے بعد بدل گئے تھے"[2]

حضرت زینبؓ کی وفات کی اطلاع | آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات کو اطلاع دی تھی کہ تم مین سب سے پہلے مجھ سے آکر وہ ملیگی جسکا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا، ازواج مطہرات کو آنحضرت صلعم کی ذات مبارک سے جو محبت تھی اس کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ اس پیشینگوئی کے مطابق وہ اپنے ہاتھ ناپا کرتی تھین، حضرت عائشہؓ کہتی ہین کہ "ہم مین سے جب سب سے پہلے حضرت زینبؓ نے وفات پائی تو ہم سمجھے کہ ہاتھ کی لمبائی سے حضور کا کیا مقصد تھا (ہاتھ کا لمبا ہونا عربی مین کشادہ دستی اور فیاضی سے کنایہ ہے) زینبؓ ہم سب مین سب سے زیادہ کشادہ دست تھین"[3]

ام ورقہ کو شہادت کی خوشخبری | ام ورقہ ایک صحابیہ تھین، آنحضرت صلعم نے جب بدر کا ارادہ کیا تو انھون نے درخواست کی کہ "یارسول اللہ! مجھکو بھی اس مین شرکت کی اجازت دیجیے، شاید کہ خدا مجھے شہادت نصیب کرے" فرمایا "تم اپنے گھر ہی مین رہو تمھین شہادت نصیب ہوگی" چنانچہ وہ زندگی ہی مین اس پیشینگوئی کے مطابق شہیدہ کہلاتی تھین، انکے پاس ایک غلام اور ایک لونڈی تھی، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین اُن دونون نے مل کر ایک رات ان کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا، اور اس طرح اطلاع نبوی کے مطابق اُنھون نے گھر بیٹھے یہ دولت پائی۔[4]

---

[1] صحیح بخاری باب الہجرۃ صحیح بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی باب الوصایا [2] صحیحین حدیث حوض کوثر [3] صحیح مسلم فضائل حضرت زینب رضؓ
[4] سنن ابی داؤد، باب الامامۃ و ابن راہویہ۔

خلفاء کی بشارت	حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہین کہ آپ نے فرمایا "بنی اسرائیل کی سرداری اور نگہبانی انبیاء کرتے تھے، جب کوئی نبی مرتا تھا تو دوسرا نبی اس کا قائم مقام ہوتا تھا، اور اس مین کوئی شک نہین کہ میرے بعد کوئی نبی نہین، البتہ خلفاء ہون گے، اور بہت ہونگے"[1]

بارہ خلفاء	آپ کے بعد بارہ خلفاء کے ہونے کی بشارتین حدیث کی مختلف کتابون مین، مختلف الفاظ مین آئی ہین۔ صحیح مسلم مین یہ الفاظ ہین "اسوقت تک یہ اسلامی حکومت اچھی رہے گی جب تک اسپر بارہ آدمی حکومت کرین گے" "یہ حکومت اُسوقت تک ختم نہوگی جب تک اس پر بارہ خلیفہ حکمران نہولین"، "بارہ خلیفون تک اسلام معزز اور محفوظ رہے گا"، "میرے بعد قریش مین سے بارہ خلیفہ ہون گے، پھر جھوٹے لوگ ہون گے"[2] ابوداؤد (کتاب المہدی) مین یہ الفاظ ہین "یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا، یہانتک کہ اس مین بارہ خلیفہ گذر جائین، ان سب پر تمام امت مجتمع ہوگی"، علماء اہل سنت مین سے قاضی عیاض اس حدیث کا یہ مطلب بتاتے ہین کہ تمام خلفا مین سے بارہ وہ شخص مراد ہین جن سے اسلام کی خدمت بن آئی، اور وہ متقی تھے، حافظ ابن حجرؒ ابوداؤد کے الفاظ کی بنا پر خلفاے راشدین اور بنی امیہ مین سے اُن بارہ خلفا کو گنتے ہین جنکی خلافت پر تمام امت کا اجماع رہا، یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، امیر معاویہ، یزید، عبدالملک، ولید، سلیمان، عمر بن عبدالعزیز، یزید ثانی، ہشام، شیعہ فرقہ تو اس حدیث کی تشریح مین اپنے بارہ اماموں کو پیش کردے گا۔

خلافت راشدہ کی مدت	فرمایا "خلافت (یعنی خلافت راشدہ) میرے بعد تیس برس ہوگی، پھر بادشاہی ہوجائے گی"[3] یہ تیس سال کی مدت حضرت علیؓ کی خلافت پر تمام ہوتی ہے۔

خلیفہ کا نام	خلافت کی مدت	خلیفہ کا نام	خلافت کی مدت
حضرت ابوبکرؓ	سلہ۔ سلہ۱۳	حضرت عثمانؓ	سنہ۲۳۔ سنہ۳۵
حضرت عمرؓ	سلہ۱۳۔ سنہ۲۳	حضرت علیؓ	سنہ۳۵۔ سنہ۴۰

[1] صحیح مسلم کتاب الامارۃ۔ [2] صحیح مسلم کتاب الامارۃ [3] مقدمہ تاریخ الخلفا سیوطی [4] جامع ترمذی کتاب الفتن، سنن ابی داؤد، حاکم، نسائی، بیہقی۔

شیخین کی خلافت کی پیشینگوئی

آنحضرت صلعم نے گو صریح اور صاف الفاظ مین اپنے جانشینون کی تعیین نہین فرما دی تھی، مگر آپ کو یہ علم بخشا جا چکا تھا کہ حالات اس طرح رونما ہون گے، ایک دفعہ آپ نے بیان فرمایا کہ "مین سویا تھا کہ مین نے اپنے آپ کو ایک کنوئین کے جگت پر دیکھا جس پر ڈول پڑا ہوا تھا، مین نے اس مین سے اتنے ڈول پانی نکالے جتنے خدا نے چاہے، پھر اُس ڈول کو ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر) نے لیا، انھون نے بھی اُس سے ایک دو ڈول پانی کھینچا، مگر اُن کے کھینچنے مین کسی قدر ضعف تھا، خدا انکو معاف کرے، پھر یہ ڈول ایک بڑا سا ڈول بنگیا تو خطاب کے بیٹے (عمر) نے اس کو اپنے ہاتھ مین لیا، اور اس طرح کھینچا کہ کسی طاقتور آدمی کو مین نے اُن کے برابر کھینچتے نہین دیکھا، یہان تک کہ حوض لبالب بھر گیا، اور پینے والون کا چارون طرف سے ہجوم ہوگیا"[1]

یہ خلافت صدیقی و فاروقی کی تمثیلی پیشینگوئی ہے جسکی آیندہ واقعات نے حرف حرف تصدیق کی۔

مسلمانون کو دولت کی کثرت اور فتنون کے ظہور سے آگاہ کرنا

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جن فتنون کا آغاز ہوا، اور مسلمانون مین جو خانہ جنگیان پیش آئین اُن کا پورا پورا علم آپ کو عطا ہوا تھا، اور اسی لیے آپ نے بار بار مسلمانون کو اُس سے متنبہ کر دیا تھا، ایک دفعہ آپ صحابہ کے ساتھ شہر کے باہر تھے، آپ نے ہمراہیون سے پوچھا کہ "مجکو جو نظر آرہا ہے وہ تم دیکھ رہے ہو؟" سب نے عرض کی "نہین یا رسول اللہ" آپ نے فرمایا "مین دیکھ رہا ہون کہ تمہارے گھرون پر بارش کی طرح فتنے برس رہے ہین"[2] دوسری دفعہ فرمایا "خدا کی قسم مجھے تمپر فقر و فاقہ کا خوف نہین، بلکہ دولت کا خوف ہے کہ جس طرح تم سے پہلون پر دنیا پھیلا دی گئی تھی، تمپر بھی نہ پھیلا دی جائے، تو تم اس مین آپس مین منافست کرنے لگو، اور جسطرح اُسنے تم سے پہلون کو غافل کر دیا تم کو بھی نہ غافل کر دے"[3] ایک اور موقع پر ارشاد ہوا "دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گردن نہ مارنے لگنا" ایک دفعہ ارشاد ہوا "ایک زمانہ آئے گا کہ تھارے سامنے دن کو ایک کھانے کا پیالہ اور رات کو دوسرے کھانے کا پیالہ آئے گا، اور کعبہ کے پردون کی طرح (منقش زینت اور ریشم) تھارے لباس ہون گے" حاضرین

[1] صحیح بخاری کتاب المناقب کتاب الرویا، صحیح مسلم مناقب۔ آخری فقرے حتی ضرب الناس بعطن، کا مرادی ترجمہ ہے لفظی نہین (دیکھو فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۶۳)

[2] صحیح بخاری کتاب الفتن وحجۃ الوداع [3] صحیح بخاری ومسلم کتاب الفتن۔

عرض کی "یا رسول اللہ ہم اِس حالت مین اچھے ہین، یا اُس حالت مین اچھے رہین گے" فرمایا "نہین تم اس حالت مین اچھے ہو، کہ تم سب باہم ایک دوسرے سے محبت اور پیار کرتے ہو، اور اُس وقت تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگے، اور ایک دوسرے کا گلا کاٹوگے[1]" حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہین کہ ایک دفعہ آپ مجلس مین رونق افروز تھے، فرمایا کہ "میرے بعد اختلاف اور فتنہ ہوگا" لوگون نے عرض کی کہ "یا رسول اللہ تو اس وقت ہمکو کیا حکم ہے؟" فرمایا کہ "امیر اور اُس کے رفقاء کا ساتھ دینا[2]" ایک موقع پر آپ نے فرمایا "عنقریب میرے بعد کچھ فتنے پیدا ہونگے جنمین بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے، اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا[3]"

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد فتنون کا ظہور ہوگا

خلافت راشدہ کے عہد مین جو فتنے برپا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے انکی اطلاع آنحضرت صلعم کو پہلے ہی دیدی تھی، اور آپ نے انکو بعض صحابہ کو بتا دیا تھا، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے صحابہ سے پوچھا کہ حضور نے فتنہ کی نسبت جو فرمایا تھا، وہ کس کو زیادہ یاد ہے، حضرت حذیفہؓ نے کہا، مجھے یاد ہے "انسان کو اہل وعیال، اور دولت ومال مین جو فتنہ پیش آتا ہے، وہ نماز، صدقہ، اچھی باتون کے کہنے اور بُری باتون سے روکنے سے دور ہوجاتا ہے، حضرت عمرؓ نے کہا مین اسکی نسبت نہین پوچھتا، مین اُس فتنہ کو پوچھتا ہون جو سمندر کی موجون کی طرح لہرین لے گا، حضرت حذیفہؓ نے کہا "اے امیرالمومنین! اُس فتنے سے آپ کو کوئی نقصان نہین پہنچے گا، کہ اس کے اور آپ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے" دریافت فرمایا کہ کیا یہ دروازہ کھول دیا جائے گا، یا توڑدیا جائیگا؟ حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا توڑدیا جائے گا حضرت عمرؓ نے کہا تو پھر یہ دروازہ کبھی بند نہ ہوسکے گا، حضرت حذیفہؓ نے کہا، ہان ایسا ہی ہے، راوی کہتا ہے کہ مین نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کہ کیا عمرؓ کو معلوم تھا کہ وہ دروازہ کون تھا؟ انھون نے جواب دیا، ہان بیشک انکو اس کا اُسی طرح علم تھا جسطرح اس بات کا علم ہے کہ آج کے بعد کل آئیگا، راوی کہتا ہے "مین لحاظ سے نہ پوچھ سکا کہ وہ دروازہ کون تھا" اس لیے مسروق (تابعی) سے کہا کہ وہ حضرت حذیفہؓ سے اسکو دریافت کرین، مسروق نے دریافت کیا تو انھون نے بتایا کہ "وہ دروازہ خود حضرت عمرؓ تھا

[1] مسند احمد حدیث طلحہؓ (دالنصری) [2] مستدرک حاکم [3] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۹۸ ذہبی نے اسکو صحیح کہا ہے [4] صحیح بخاری کتاب الفتن۔

وجود تھا[1]"، یہ دروازہ جب سے ٹوٹا کس کو معلوم نہین کہ اسلام پر فتنون کا سیلاب امنڈ آیا۔

فتنے مشرق کی جانب سے اٹھین گے

مستند اور معتبر حدیثون مین پوری تصریح کے ساتھ بروایت کثیرہ مذکور ہے[2]، کہ اسلام مین فتنون کا آغاز مشرق کی طرف سے ہوگا آپ نے اونگلی سے اشارہ کرکے بار بار فرمایا کہ ادھر سے جدھر شیطان کی سینگین یعنی سورج کی کرنین نکلتی ہین، یہ اشارہ عرب سے مشرق کی جانب تھا یعنی عراق کی طرف، دیکھو حضرت عمرؓ کا قاتل عجمی تھا، حضرت عثمانؓ کے عہد کا فتنہ عراق ہی سے اٹھکر مصر تک پھیلا، جنگ جمل اسی سرزمین پر ہوئی حضرت علیؓ یہین شہید ہوئے، امیر معاویہ اور حضرت علیؓ کی جنگ صفین یہین پیش آئی، خوارج اسلام کا پہلا گمراہ فرقہ یہین سے نکلا جبریہ اور قدریہ وغیرہ اسلام کے دیگر فرقون کی یہ بدعتین جنھون نے اسلامی عقائد کی سادگی کو پارہ پارہ کر دیا، یہین پیدا ہوئے، جگر گوشۂ رسول اور خانوادۂ نبوت کا قافلہ یہین فرات کے کنارہ لٹا، مختار نے ادعاے کاذب کا فتنہ یہین پیدا کیا، شیعیت جس نے اسلام کو دو حصون مین منقسم کیا، یہین کی پیداوار ہے، حجاج کی سفاکیان اسی سرزمین پر ہوئین، ترک و تاتار کی غارتگریون کے نتائج جنھون نے اسلام کی رہی سہی طاقت، اور عرب و خلافت عربی کا تار تار الگ کر دیا، یہین رونما ہوئے حتی کہ اس جنگ عظیم مین بھی واحد اسلامی طاقت کے ساتھ غداری کے نتائج بھی اولاً یہین ظاہر ہوئے، اور اس کے اثرات بعد کو اور اطراف مین بھی رونما ہوے۔

حضرت عثمانؓ کو فتنہ کی اطلاع

آنحضرت صلعم مدینہ کے ایک باغ مین ٹیک لگائے بیٹھے تھے، حضرت ابوبکرؓ دروازہ کھلوا کر آئے تو آپ نے ان کو جنت کی بشارت دی، اسی طرح حضرت عمرؓ آئے، اور آپ نے انکو جنت کا مژدہ سنایا، اس کے بعد حضرت عثمانؓ آئے، تو آپ نے انکو جنت کی بشارت کے ساتھ فتنہ و امتحان سے دوچار ہونے کی بھی اطلاع دی، چنانچہ ان کو اپنے زمانۂ خلافت مین یہ فتنہ و امتحان پیش آیا، اور شہادت نصیب ہوئی[3]، حدیث کی کتابون مین اس قسم کی اور بھی روایتین ہین۔

حضرت عمرؓ اور عثمانؓ شہید ہون گے

ایک دفعہ مکہ معظمہ مین کوہ ثبیر یا کوہ احد پر آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے، آپ کی رفاقت

---

[1] صحیح بخاری کتاب الفتن، [2] صحیح بخاری و مسلم کتاب الفتن وغیرہ، [3] صحیح مسلم، فضائل عثمانؓ۔

مین حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی تھے، کہ دفعۃً پہاڑ کو جنبش ہوئی، آپ نے فرمایا: "اے ثبیر ٹھہر جا کہ تیری پشت پر ایک پیغمبر، ایک صدیق اور دو شہید ہین" پیغمبر اور صدیق کو تو سب جانتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان کی شہادت کے بعد یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ دو شہید کون تھے۔[1]

حضرت علی مرتضیٰؓ کے مشکلات اور شہادت

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُن سے فرمایا کہ "تم سے امت میرے بعد بیوفائی کرے گی" حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہین "کہ اے علی خبردار کہ تم کو میرے بعد مصیبت پیش آئیگی" حضرت علیؓ نے استفسار کیا "کیا یہ مصیبت میری سلامتی دین کے ساتھ پیش آئے گی؟" فرمایا "ہان تمہاری سلامتی دین کے ساتھ" حضرت علی اور بعض صحابہ ایک سفر مین ایک موقع پر آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، آپ نے فرمایا "مین بتاؤن کہ دو سب سے بدبخت انسان کون ہین؟" لوگون نے عرض کی "ہان یا رسول اللہ بتائیے" فرمایا "ایک ثمود کا سرخ رنگ بدبخت جس نے ناقہ ثمود کو قتل کیا، دوسرا وہ جو اے علی تمہارے یہان (سر گردن کی طرف اشارہ کیا) تلوار مارے گا"۔[2]

جنگِ جمل کی خبر

حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ کے درمیان جو اتفاقی لڑائی بصرہ مین پیش آگئی تھی، اُسکو جنگِ جمل کہتے ہین۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم ازواج مطہرات کے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپنے فرمایا "تم مین سے کسی پر حوأب کے کتے بھونکین گے" (حوأب عراق مین ایک تالاب کا نام ہے) حضرت عائشہ جب اصحاب جمل کے ساتھ روانہ ہوئین اور حوأب کے تالاب پر پہنچین اور کتون نے بھونکنا شروع کیا تو ان کو آنحضرتؐ کی یہ پیشینگوئی یاد آئی۔[3]

حضرت علیؓ اور معاویہ کی جنگ

ایک بار آپ نے فرمایا کہ "اُس وقت تک قیامت نہ آئے گی جب تک دو ایسے گروہ باہم جنگ آزما نہ ہون گے جن مین سے ہر ایک کا دعویٰ ایک ہی ہوگا" علماء کا بیان ہے کہ یہ پیشینگوئی

---

[1] صحیح بخاری مناقب ابی بکرؓ و صحیح ترمذی مناقب عثمانؓ بروایت حسن و سنن نسائی و دارقطنی۔ [2] یہ تینون روایتین مستدرک حاکم مین ہین امام ذہبی نے پہلی روایت کو مطلق "صحیح"، دوسری کو "بشرط بخاری و مسلم صحیح" اور تیسری کو "بشرط مسلم صحیح" کہا ہے جلد ۳ صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۲ حیدرآباد۔ [3] مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۵۲ و ۹۷، [4] صحیح مسلم فتن۔

حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کی لڑائیون پر صادق آتی ہے[1]۔

حضرت عمارؓ شہید ہونگے | آپ نے غزوۂ خندق مین حضرت عمارؓ کے سر پر دست شفقت پھیر کر فرمایا "افسوس تجھکو ایک باغی گروہ قتل کرے گا[2]" یہ پیشینگوئی متعدد صحابہ سے منقول ہے، حضرت عمارؓ حضرت علیؓ کی بیعت مین امیر معاویہؓ کے ساتھیون کے ہاتھ سے جنگ صفین مین شہید ہوئے۔

امام حسن کی مصالحت | ایک دفعہ آپ حضرت امام حسنؓ کو لے کر گھر سے باہر نکلے اور ان کو گود مین لے کر منبر پر چڑھے پھر فرمایا کہ "میرے اس فرزند کے ذریعہ سے خدا مسلمانون کے دو گروہون کے درمیان مصالحت کرادے گا[3]" چنانچہ یہ پیشینگوئی حضرت علیؓ کی شہادت کے چھ مہینے بعد پوری ہوئی، اور طرفداران علی اور حامیان معاویہ مین بعض شرائط پر صلح ہوگئی۔

نوخیز حکمرانان قریش کے ہاتھون اسلام کی تباہی | آنحضرت صلعم نے جن مخصوص اصحاب کو اسلام کے مستقبل سے باخبر کردیا تھا، ان مین ایک حضرت ابوہریرہؓ بھی تھے، وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "میری امت کی بربادی قریش کے چند نوخیزون کے ہاتھ سے ہوگی"، حضرت ابوہریرہؓ کہا کرتے تھے کہ "اگر مین چاہون تو سب کو نام بنام گنا دون[4]" یہ پیشینگوئی حرف بحرف صحیح نکلی، حضرت عثمانؓ کے عہد کا سیاسی طوفان، انکی شہادت، پھر جمل کی لڑائی، یہ سب چند نوخیز قریشی رئیس زادون کی بیجا امنگون کے نتائج تھے، جیسا کہ عام تاریخون مین مسطور ہے، اور صحیح بخاری مین ہے کہ راوی کہتا ہے کہ ہم نے شام جاکر بنی مروان کو دیکھا تو ان کو اسی طرح نوخیز نوجوان پایا۔

یزید کی تخت نشینی کی بلا اسلام پر | امیر معاویہ نے ۶۰ھ مین وفات پائی، اور انکے بجائے یزید تخت نشین ہوا، اور یہی اسلام کے سیاسی، مذہبی، اخلاقی اور روحانی ادبار و نکبت کی اولین شب ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے متعدد روایتین ہین، مسند احمد مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے مسلمانون سے فرمایا کہ "۶۰ھ کے شروع ہونے سے، اور لڑکون کی حکومت سے پناہ مانگا کرو، اور دنیا ختم نہ ہوگی یہان تک کہ اسیر ایسے ویسے لوگ حکمران نہ ہولین[5]"

[1] دیکھو شرح مسلم۔ [2] صحیح بخاری و مسلم کتاب الفتن۔ [3] صحیح بخاری باب علامات النبوة فی الاسلام و صحیح مسلم و ترمذی باب المناقب و حاکم ترجمہ امام حسن جلد ۳۔ [4] صحیح بخاری و مسلم کتاب الفتن۔ [5] مسند احمد احادیث ابی ہریرہ۔

حاکم مین ہے کہ آپ نے فرمایا "عربون پر افسوس اُس مصیبت سے جو سنہ ۶۰ھ کے آغاز پر قریب آئیگی، امانت لوٹ کا مال اور صدقہ و خیرات، جرمانہ اور تاوان سمجھا جائے گا، اور گواہی پہچان سے دیجائیگی اور فیصلے ہوا و ہوس سے ہوا کرین گے"۔ بیہقی مین ہے کہ حضرت ابوہریرہ مدینہ کے بازارین یہ کہتے جاتے تھے کہ "خداوندا! مین سنہ ۶۰ھ اور لڑکون کی حکومت کا زمانہ نہ پاؤن" خدا نے انکی یہ دعا قبول کی اور سنہ ۵۹ھ مین انھون نے وفات پائی[1]

امام حسینؓ کی شہادت | حضرت امام حسین کی شہادت کی متعدد پیشینگوئیان حاکم، بیہقی، ابن راہویہ، اور ابونعیم وغیرہ مین مذکور ہین، مگر اصولاً ان روایات کا درجہ بلند نہین تاہم اتنی بات مجملاً ثابت ہوتی ہے کہ آپ کو اس واقعہ کا علم ضرور عطا کیا گیا تھا، اور آپ نے اہل بیتؓ کو اسکے متعلق کوئی خاص اطلاع دی تھی اس باب مین بہترین حدیث حاکم کی یہ روایت ہے جسکو اُسنے متعدد طریقون سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس کہتے ہین کہ "اللہ تعالی نے آنحضرت صلعم کو اطلاع دی تھی کہ مین نے یحیی (پیغمبر) کا بدلہ ستر ہزار سے لیا تھا، اور مین تیرے نواسہ کا بدلہ ستر اور ستر ہزار سے لون گا" حافظ ذہبی نے اس روایت کو علی شرط مسلم تسلیم کیا ہے[2]، لیکن یہ روایت خود اس کا اشارہ کرتی ہے کہ اس سے پہلے حضرت حسینؑ کی شہادت کی اطلاع دیجا چکی تھی، یہ اطلاع الہی حرف بحرف صحیح ہوئی، امام موصوف کی شہادت کے بعد مختار کے ہاتھون قاتلین حسینؑ سے اُسی قدر انتقام لیا گیا۔

خوارج کی اطلاع | حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت صلعم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے قبیلہ بنو تمیم کا ایک آدمی آیا اور کہا کہ "یا رسول اللہ! انصاف سے مال تقسیم فرمایئے" آپ نے فرمایا "مین نہ انصاف کرونگا تو کون کرے گا؟" اُسکی گستاخی پر حضرت عمرؓ سخت برہم ہوئے، اور آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ "اجازت دیجیے تو اسکی گردن اُڑا دون" آپ نے فرمایا "جانے دو، اسکے ایسے رفقا ہون گے جنکے نماز روزے کے مقابل تمکو اپنے نماز روزے حقیر معلوم ہون گے، وہ لوگ قرآن کی تلاوت کرین گے، لیکن گلے کے نیچے نہ اُترے گا، مذہب کے دائرہ سے اس طرح نکل جائین گے جس طرح تیر نشانہ کے پار نکل جاتا ہے، اس گروہ کی علامت یہ ہے کہ اُنمین

---

[1] یہ روایتین خصائص کبری سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۳۹ کے حوالہ سے نقل کی گئی ہین [2] مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۷۸۔

ایک سیاہ فام شخص پیدا ہوگا جس کے دونون بازوؤن مین عورت کے سینہ کی طرح گوشت لٹکتا ہوگا، حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہی کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے اس گروہ سے جنگ کی، اور مین اُن کے ساتھ موجود تھا، اُس سیاہ فام کی تلاش کی گئی، تو آنحضرت صلعم نے جو علامات بتائی تھین وہ اُن کے ساتھ متصف نکلا۔[1]

مبیر اور حجاج کی اطلاع

آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف مین دو شخص پیدا ہون گے، جن مین ایک کذاب دوسرا مُبیر یعنی ہلاک کرنے والا ہوگا، چنانچہ جب حجاج ثقفی نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو پھانسی دی اور انکی والدہ حضرت اسماءؓ کو بُلایا تو انھون نے جانے سے انکار کیا، بار بار کے انکار کے بعد حجاج خود اُن کے پاس آیا، بہت سے سوال وجواب کے بعد انھون نے کہا کہ "قبیلہ ثقیف کے دو شخصون کے متعلق آنحضرت صلعم نے جو پیشینگوئی فرمائی تھی، ان مین کذاب (مختار ثقفی) کو تو ہم نے دیکھ لیا، اور مبیر کے متعلق میرا خیال ہے کہ وہ تمھین ہو" یہ سنکر حجاج چپ چاپ اولٹے پانون واپس گیا۔[2]

حجاز مین ایک آگ

آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ "قیامت اُسوقت تک نہین آئے گی جب تک حجاز مین ایک ایسی آگ نہ نکلے جسکی روشنی بُصریٰ کے اونٹون کی گردنون کو روشن نہ کردے" یہ روایت صحیح مسلم[3] اور حاکم مین ہی، امام نووی اس حدیث کی شرح مین لکھتے ہین کہ "یہ آگ ہمارے زمانہ مین ۶۵۴ھ[4] مین مدینہ مین ظاہر ہوئی، اور آگ اس قدر بڑی تھی کہ مدینہ کے مشرقی پہلو سے لیکر پہاڑی تک پھیلی تھی، اس کا حال شام اور تمام شہرون مین تواتر معلوم ہوا، اور ہم سے اُس شخص نے بیان کیا جو اُسوقت مدینہ مین موجود تھا"[5] ابوشامہ ایک اور معاصر مصنف کا بیان ہی کہ "ہمارے پاس مدینہ سے خطوط آئے جنمین لکھا تھا کہ چہارشنبہ کی رات کو جمادی الثانیہ کی تیسری تاریخ کو مدینہ مین ایک سخت دھماکا ہوا، پھر بڑا زلزلہ آیا، جو ساعت بساعت بڑھتا رہا، یہان تک کہ پانچوین کو بہت بڑی آگ پہاڑی مین قریظہ کے محلہ کے قریب نمودار ہوئی، جس کو ہم مدینہ کے اندر اپنے گھرون سے اسطرح دیکھتے تھے، کہ گویا وہ ہمارے قریب ہی ہے اور ترائیان نکلین، اور ہم اس کو دیکھنے کو چڑھے تو دیکھا کہ پہاڑ آگ بنکر بہ رہے ہین، اور ادھر اُدھر شعلہ بنکر چل رہے ہین

[1] بخاری جلد اول صفحہ ۵۱۰ باب علامات النبوۃ فی الاسلام [2] مسلم کتاب الفضائل [3] کتاب الفتن [4] شرح مسلم نووی جلد ۲ صفحہ ۳۹۳ - نولکشور۔

آگ کے شعلے پہاڑ معلوم ہوتے تھے، محلون کے برابر برابر چنگاریان اڑ رہی تھین، یہانتک کہ یہ آگ مکہ معظمہ اور صحرا سے بھی نظر آتی تھی، لوگ گھبرا کر روضۂ نبوی مین دعا و استغفار کے لیے جمع ہو گئے تھے، یہ حالت ایک مہینہ سے زیادہ رہی[۱]

علامہ ذہبی اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہین "کہ اسی سال (۶۵۴ھ) مین مدینہ مین آگ نکلی جو ان بڑی نشانیون مین تھی جنکی آنحضرت صلعم نے خبر دی تھی، اس آگ مین اس شدت اور روشنی کے باوجود گرمی نہ تھی، اور چند روز رہی، اہل مدینہ کا خیال تھا کہ قیامت آگئی تو انھون نے خدا کی بارگاہ مین توبہ و استغفار کیا، اس آگ کا حال تواتر سے معلوم ہے"[۲]

حافظ سیوطی لکھتے ہین کہ متعدد لوگون سے جو بصریٰ مین اس وقت موجود تھے، یہ شہادت منقول ہے کہ انھون نے رات کو اسکی روشنی مین بصریٰ کے اونٹون کی گردنین دیکھین[۳]

ایک صدی یا ایک دور کے بعد انقلاب حضرت ابن عمرؓ کہتے ہین کہ ایک دفعہ اخیر زندگی مین آنحضرت صلعم نے نماز عشاء کے بعد حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا "آج اس شب مین مین تمکو بتاؤن، کہ اس سے سو برس بعد آج کے لوگون مین سے کوئی بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا" راوی کہتا ہے کہ اس سے آپ کا مقصود ایک دور (قرن) کا ختم ہو جانا تھا۔ حضرت جابرؓ اسی واقعہ کو ان الفاظ مین بیان کرتے ہین کہ اپنی وفات سے ایک مہینہ پہلے آپ نے فرمایا کہ "تم قیامت کی نسبت دریافت کرتے ہو، اس کا علم تو خدا کو ہے، مین خدا کی قسم کھا کر کہتا ہون، آج روئے زمین کوئی سانس لینے والی جان نہین جو سو برس بعد زندہ رہے گی"[۴] اس سے مقصود صحابہ کے خیر و برکت کے دور کا اختتام تھا، ابو الطفیل صحابی سب کے آخر مین مرے ہین، انکا بیان تھا کہ اب میرے سوا کوئی باقی نہین جسنے جمال محمدیؐ سے آنکھین روشن کین، یہ ابو الطفیل پوری صدی کے اختتام پر رحلت گزین ہوئے۔

چار دورون کے بعد پورا انقلاب متعدد راویون نے آنحضرت صلعم سے روایت کی ہے کہ آپ نے علی الاعلان فرمایا کہ "بہترین دور (قرن) وہ ہے جسمین مین ہون[۵]، پھر اس دور کے لوگ جو میرے بعد ہین، پھر اس دور کے لوگ جو ان کے بعد ہین، پھر اس دور کے لوگ جو انکے بعد ہین، پھر ایسے لوگ ہونگے جو گواہی کے لیے بلائے نہین جائینگے خود جا کر گواہی دینگے، خیانت کار

---

[۱] تاریخ الخلفاء بحوالہ ابوشامہ واقعات ۶۵۴ھ [۲] مختصر تاریخ الاسلام ذہبی جلد ۲ ص ۱۲۱ - حیدرآباد - [۳] تاریخ الخلفاء، واقعات ۶۵۴ھ [۴] یہ تمام حدیثین صحیح مسلم باب فضل صحابہ مین ہین - اور پہلی روایت ابو داؤد کتاب الملاحم مین بھی مذکور ہے [۵] صحیح مسلم فضائل صحابہ و مسند احمد حدیث بریدہ

ہونگے، امین نہ ہونگے، نذر مانینگے لیکن ایفا نہ کرینگے"، پہلا دور عہد **نبوی** ہے، دوسرا دور **صحابہ** کا ہے تیسرا **تابعین** کا، چوتھا **تبع تابعین** کا، یہ چار عہد اسلام کی روحانی، دینی اور اخلاقی، مناقب و مکارم کا، اور صلحائے امت، ائمۂ دین، اور علمائے خیر کے پے درپے ظہور اور وجود کا، اور خالص مذہبی علوم کی نشو و نما، ترتیب و تدوین، اور نشر و اشاعت کا ہے، اس کے بعد ہی بدعات کا سیلاب امنڈتا ہے، علمائے سوء اور امرائے جور پیدا ہوتے ہین، فرقِ باطلہ کا ظہور ہوتا ہے، فقہا مین جمود آتا ہے، علما مین ہوا و ہوس راہ پاتی ہے، ہند، فارس اور یونان کے فلسفیانہ خیالات مسلمانون مین رائج ہوتے ہین، اسلام کے اعتقادی و عملی قوی سست ہوجاتے ہین، اور تمام نظام ابتر ہوجاتا ہے۔

مدعیان کاذب صحیح مسلم وغیرہ مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "قیامت سے پہلے تیس کاذب دجال پیدا ہونگے جن مین سے ہر ایک دعوی کریگا کہ وہ نبی ہے[1]"۔ ایسے مدعیانِ کاذب کی تعداد اگر مسیلمہ کے وقت سے لیکر آج تک کی تاریخ سے چنکر الگ کی جائے تو قریب قریب تیس[2] کے پہنچ جائے گی، جن مین سے دو جو ہندوستان اور ایران مین ابھی گذرے ہین وہ تمھاری نگاہون کے سامنے ہین۔

منکرینِ حدیث ابوداؤد مین ہے کہ آپ نے فرمایا "مین تم مین سے کسی کو نہ پاؤن کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے (یعنی غرور کی شان سے) بیٹھا ہو، اور اس کے پاس میرے کامون مین سے کوئی کام جسکے کرنے کا مین نے حکم دیا، یا جس سے مین نے منع کیا، وہ اس سے بیان کیا جائے تو کہے کہ ہم نہین جانتے، جو ہم نے قرآن مین پایا اسی کو مانتے ہین[3]"۔ بیہقی مین اس سے زیادہ صاف الفاظ ہین، دورِ اول مین اگر یہ پیشینگوئی معتزلہ پر صادق آسکتی تھی، تو اب آجکل مصر و ہند کے ان اشخاص پر پوری طرح صادق آتی ہے جو خود کو **اہل القرآن** کے نام سے موسوم کر رہے ہین۔

تجارت کی کثرت اور اس مین عورتون کی شرکت قیامت کے آثار اور نشانیون مین سے ایک یہ واقعہ بھی ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "قیامت سے پہلے خصوصیت کا سلام ہوگا، اور تجارت کی کثرت ہوگی[4]، یہانتک کہ

---

[1] صحیح مسلم باب فتن) و ابوداؤد (ملاحم) کے علاوہ مسند احمد مین حضرت حذیفہ سے اور ابویعلی بزار اور طبرانی مین عبد اللہ بن زبیر سے اسی قسم کی روایت ہے۔ [3] سنن ابی داؤد باب لزوم السنۃ [4] مسند احمد جلد اول صفحہ ۴۱۹ مصر، ادب المفرد امام بخاری باب تسلیم الخاصہ و مستدرک حاکم و بزار و طبرانی۔

عورت بھی اپنے مرد کا ہاتھ اس مین بٹایا کرے گی" کیا اس موجودہ دورِ تمدن سے بڑھکر اس پیشینگوئی کی صداقت کا کوئی اور زمانہ ہوگا، آج سے زیادہ تجارت کی کبھی گرم بازاری تھی، اور عورتین کبھی اس سے پہلے اس بیباکی سے مردون کے دوش بدوش ہوکر اس پیشہ مین درآئی تھین۔

اہل یورپ کی کثرت آپ نے صحابہ کے سامنے یہ پیشینگوئی کی تھی کہ "قیامت جب آئے گی تو روم سب سے زیادہ ہون گے"[1] عربون کے محاورہ مین روم سے مقصود اہلِ فرنگ یعنی اہلِ یورپ ہین، آج اہل یورپ کی یہ کثرت ہو کہ اسوقت اون کے وجود سے دنیا کا کوئی گوشہ خالی نہین، اور انکی قوت وطاقت کا دنیا کی کوئی قوم مقابلہ نہین کرسکتی، یہ پیشینگوئی آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کی گئی تھی، اور آج اسکی صداقت آفتاب کی طرح روشن ہے۔

سود کی کثرت پہلے وہی لوگ سود کھاتے تھے اور کھاسکتے تھے جو براہ راست اس کا کاروبار کرتے تھے، لیکن آپ نے پیشینگوئی کی تھی کہ "ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جمین کوئی ایسا نہ ہوگا جو سود نہ کھاے گا، اگر وہ براہ راست نہین کھائیگا، تو اس کا غبار یا دھوان بھی اوڑکر اُس تک ضرور پہنچے گا"[2] کیا آج وہی زمانہ بعینہٖ نہین ہی، آج کی تجارت اور سوداگری تمامتر سود پر مبنی ہے، یہانتک ہماری ملک کی ہر چیز جو بازار سے خریدی گئی ہے وہ بیسیون سودی معاملون سے گذر کر ہم تک پہنچی ہے، تمام وہ لوگ جنکی معیشت سرکاری نوکری ہے وہ، اور اکثر غیر سرکاری نوکر بھی بینک کے جمع شدہ روپیون سے معاوضہ حاصل کرتے ہین، امرا اور اہلِ دولت بھی اپنا سرمایہ امانتی منافع سے وصول کرتے ہین، غرض آج دنیا مین کوئی چیز ایسی نہین کہی جاسکتی ہے جو تمامتر سود سے پاک اور مبرا ہو، اور یہ یورپ کے تمدن کا سب بڑا اور سب سے زیادہ عالمگیر اثر ہے، یہ عظیم الشان پیشینگوئی کتنی بڑی صداقت پر مبنی ہے، اور جسکو کبھی کوئی انسان صرف قیاس سے اس بلند آہنگی کے ساتھ دنیا کو نہین سناسکتا تھا۔

یہودیون سے جنگ صحیح مسلم مین ایک حدیث ہی کہ آنحضرت صلعم نے خبر دی تھی کہ "مسلمانون اور یہودیون مین ایک عظیم الشان جنگ ہوگی، یہودی شکست کھاکر چٹانون اور درختون کے پیچھے چھپینگے تو وہان بھی اُن کو

[1] صحیح مسلم کتاب الفتن۔ [2] ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ باب الربا، و مسند احمد عن ابی ہریرہؓ۔

پناہ نہ ملے گی اور ان مین سے آواز آئے گی کہ "اے مسلمان دیکھ! یہ یہودی چھپا ہی" اس حدیث کو پڑھتے ہوئے پہلے دل مین خطرہ گذرتا تھا کہ الٰہی! یہودیون مین نہ تو قوت ہے، نہ کوئی انکی سلطنت ہے، نہ مسلمانون کے درمیان کہین انکی بڑی آبادی ہے، یہ لڑائی کیونکر پیش آئے گی، مگر پچھلی جنگ نے اپنے نتیجہ کے طور پر فلسطین مین جو صورتِ حال نمایان کردی ہے اور عہدنامۂ بالفور نے فلسطین کو یہودیون کا قومی وطن بنانے اور صہیونی تحریک نے فلسطین کو خالص یہودی ملک بنانے اور بالآخر وہان یہودی سلطنت قائم کرنے کا جو تہیہ کیا ہے اس نے مخبرِ صادق علیہ السلام کی پیشینگوئی کی صداقت کے منظر کو آنکھون کے سامنے کردیا۔

حجاز کا انقطاع مصر، شام اور عراق سے

صحیح مسلم مین [۲] ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "عراق نے اپنا نقرئی سکہ (درہم) اور غلہ کا پیمانہ (قفیز) روک دیا، شام نے اپنے غلہ کا پیمانہ (مُدّ) اور اپنا طلائی سکہ (دینار) روک دیا، اور مصر نے اپنے غلہ کا پیمانہ (اردب) اور اپنی اشرفی روک دی، اور تم وہین لوٹ گئے جہان سے چلے تھے، وہین لوٹ گئے جہان سے چلے تھے، وہین لوٹ گئے جہان سے چلے تھے" ابوہریرہ نے کہا کہ اس حدیث کے ارشادِ نبوی ہونے پر ابوہریرہ کا گوشت اور خون گواہی دیتا ہے"

اس حدیث مین درحقیقت دو پیشینگوئیان ہین، ایک یہ کہ مسلمان ان ممالک کو فتح کرین گے، اور حجاز کے تعلقات وہان سے قائم ہون گے، اور اس خشک اور بنجر خطہ کی پرورش انھین ہمسایہ علاقون سے ہوگی، اور پھر وہ زمانہ آئیگا جب یہ علاقے الگ ہوجائین گے، اور حجاز پھر ویسا ہی ہوجائے گا جیسا اسلام سے پہلے یا اسلام کے آغاز مین تھا، پہلی پیشینگوئی تو حضرت عمر فاروقؓ کے عہد مین پوری ہوئی، اور اس وقت سے لے کر تیرہ سو برس تک برابر یہ حالت قائم رہی، حجاز کے لیے ہر قسم کا سامان انھین ممالک کی پیداوار سے آتا تھا، مصر و شام سے برابر غلّہ قانوناً بھیجا جاتا تھا، سالانہ نذرانے تقسیم ہوتے تھے۔ بڑی بڑی جائدادین وقف تھین، لیکن ہمارے خیال مین اس دوسری پیشینگوئی کا محل اس زمانہ سے بہتر نہین ہوسکتا۔ تیرہ سو برس کے اندر کبھی ایسا زمانہ پیش نہین آیا۔

---

[۱] صحیح مسلم باب الفتن۔ [۲] صحیح مسلم کتاب الفتن۔

جب حجاز، عراق وشام اور مصر سے دفعۃً منقطع ہوگیا ہو، آج حجاز کی وہی حالت نہین جو اسلام سے پہلے یا آغازِ اسلام مین تھی؟ جب عراق پر ایرانی اور شام ومصر پر رومی حکمران تھے، اور خود عرب کے صوبے پراگندہ اور بے نظام تھے، اور ہر قطعہ پر ایک حاکم فرمانروا تھا، آج عراق ومصر وفلسطین وبحرین وغیرہ پر انگریز اور شام پر فرانسیسی حکمران ہین، عرب کے تمام صوبے پراگندہ اور بے نظام ہین، اور ہر خطہ پر ایک مستقل فرمان روا حکمران ہے، اور باہمی آتشِ جنگ وجدل برپاہے، ایک کو دوسرے کی ماتحتی سے عار ہے، عراق کا غلّہ اور نذرانہ بند ہے، شام کی موقوفہ جائدادین فرانسیسیون نے ضبط کرلین، اور آپ نے گذشتہ سال سُن لیا کہ مصر نے حجاز کے غلہ اور اشرفیون کا وہ نذرانہ بند کردیا جو عہدِ فاروق رضؓ سے اب تک کبھی بند نہین ہوا تھا۔

اہلِ یورپ سے
شام مین جنگ

صحیح مسلم وغیرہ مین فتن اور آثارِ قیامت کے سلسلہ مین متعدد حدیثین ایسی ہین جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے صاف وصریح الفاظ مین اپنی امت کو یہ اطلاع دی ہے کہ آخر زمانہ مین دجال کے ظہور اور نزولِ مسیح سے پہلے ملک شام مین مسلمانون اور رومیون کے درمیان عظیم الشان خونی معرکے پیش آئین گے، گو اس ملک مین ان دونون کے درمیان صلیبی جنگون نے اس قسم کے سینکڑون خونی معرکے پیش کئے ہین، مگر جنگ عظیم نے شام کی جو صورت حال پیدا کردی ہے، اُس سے یہ واضح ہوتا ہی کہ یہ تمام واقعات آنے والے خونی معرکون کی تقریبِ تمہید ہے۔

مسلمانون کے خلاف تمام دنیا
کی قومین اُٹھ کھڑی ہونگی

ابوداؤدؒ اور بیہقی مین ہی کہ آپ نے فرمایا" قریب ہی کہ قومین تم پر حملہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح پکارین گی (یعنی تم پر متحدہ حملہ کرین گی) جسطرح کھانے والے کھانے کے پیالہ پر گرتے ہین" حاضرین مین سے ایک نے پوچھا کہ "یا رسول اللہ! کیا یہ اس لیے کہ اُس زمانہ مین ہم مسلمانون کی تعداد کم ہوجائے گی" فرمایا نہین، تمھاری تعداد اُن دنون بہت بڑی ہوگی لیکن تم ایسے ہوجاؤگے جیسے سیلاب کی سطح پر کف اور خس وخاشاک ہوتا ہے (کہ سیلاب انکو بہائے لیے جاتا ہے) اللہ تعالیٰ تمھارے دشمنون کے دلون سے تمھارا رعب دور کردیگا، اور تمھارے دلون مین کمزوری ڈال دیگا" کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کمزوری کیا ہوگی؟ فرمایا "دنیا (فوائدِ دنیا) کی محبت اور موت سے کراہت"

موجودہ دنیاے اسلام کی پیش نظر تاریخ مین کیا حرف حرف اسکی تصدیق نہین۔

کتاب الملاحم

معجزات نبوی

کے متعلق

غیر مستند روایات

آنحضرت صلعم کے معجزات کے متعلق جو جھوٹی اور بے سر و پا روایتین مسلمانون مین مشہور ہو گئی ہین، ضرورت نہ تھی کہ اس کتاب مین اُنکو کسی حیثیت سے جگہ دی جائے، مگر چونکہ عام ناظرین کے دلون مین انکو اس کتاب مین نہ پاکر مختلف قسم کے اعتراضات پیدا ہونگے، اسلیے صرف اُنکی تسکین اور کشفِ حقیقت کی خاطر ان روایتون سے بھی اس کتاب مین تعرض کرنا ضروری پڑا، یہ روایتین زیادہ تر کتبِ دلائل مین ہین، یعنی اُن کتابون مین ہین جنکو لوگون نے عام حدیث کی کتابون سے الگ کرکے صرف آنحضرت صلعم کے معجزات کے ذکر و تفصیل مین لکھا ہے۔

یہی کتابین ہین جنھون نے معجزات کی جھوٹی اور غیر مستند روایتون کا ایک انبار لگا دیا ہے اور انھین سے میلاد و فضائل کی تمام کتابون کا سرمایہ مہیا کیا گیا ہے، خوش اعتقادی اور عجائب پرستی نے ان غلط معجزات کو اس قدر شرفِ قبول بخشا، کہ انکے پردہ مین آپ کے تمام صحیح معجزات چھپ کر رہ گئے، اور حق و باطل کی تمیز مشکل ہو گئی، حالانکہ اس تمام ذخیرہ سے کتبِ صحاح اور خصوصاً بخاری و مسلم یکسر خالی ہین، لیکن تیسری اور چوتھی صدی مین اس موضوع پر جو کتابین لکھی گئین، وہ اس درجہ بے احتیاطی کے ساتھ لکھی گئین، کہ محدثینِ ثقات نے انکو بیشتر ناقابلِ اعتبار قرار دیا، کتبِ دلائل کے ان مصنفین کا مقصد معجزات کی صحیح روایات کو یکجا کرنا نہین بلکہ کثرت سے عجیب و حیرت انگیز واقعات کا مواد فراہم کرنا تھا، تاکہ خاتم المرسلینؐ کے فضائل و مناقب کے ابواب مین معتدبہ اضافہ ہو سکے، بعد کو جو احتیاط پسند محدثین آئے، مثلاً زرقانی وغیرہ، وہ ان روایات کے نقل کرنے کے ساتھ ساتھ انکی تردید اور تضعیف بھی کرتے گئے، لیکن جو چیز اس وسعت کے ساتھ پھیل گئی ہو، جو اسلامی لٹریچر کا ایک جز بنگئی ہو، جو اسکی رگ و پے مین سرایت کر گئی ہو، اسکے لیے صرف اس قدر کافی نہین بلکہ وہ مزید تنقید کی محتاج ہے، خصوصاً اس لیے کہ ہمارے ملک مین میلاد کی مجلسون مین جو بیانات پڑھے جاتے ہین وہ تمامتر انھین بے بنیاد روایتون سے بھرے ہوتے ہین۔

اِس تنقید کے تین حِصّے ہوسکتے ہین' اصول روایت کی بنا پر اِن کتابون کا' اور محدثین مین اُنکے مصنفون کا درجہ کیا ہے؟ اُن کتابون مین جو غلط موضوع' اور ضعیف معجزات مذکور ہین' اُن کے پیدا ہونے کے اسباب کیا ہین؟ اُن کتابون کے خاص خاص مشہور اور زبان زد معجزات کی روایتی حیثیت کیا ہے؟

کتب دلائل اور اُنکے مصنفین کا درجہ

علمائے اسلام نے روایات کی تنقید اور اُن کے اصول کے منضبط کرنے مین جو کوششین کی ہین اور جو خدمات انجام دی ہین، اُنکی پوری تفصیل کتاب کے مقدمہ مین گذر چکی ہے' اُسی سلسلہ مین یہ بات بھی ضمناً آگئی ہے کہ اُن روایات کی جانچ اور تنقید مین جنکا تعلق احکام فقہی سے ہے' محدثین نے جو سختی اور شدت اختیار کی ہے' وہ مناقب اور فضائل کے باب مین نہین کی ہے' چنانچہ علم حدیث کے بڑے بڑے امامون نے علانیہ اس کا اعتراف کیا ہے' یہی وجہ ہے کہ آیات قرآنی کے الگ الگ فضائل' نام بنام تمام خلفاء کے مناقب' مقامات اور شہرون کے محامد' اعمال انسانی کے مبالغہ آمیز ثواب و عقاب کے بیانات' آنحضرت صلعم کے متعلق کاہنین عرب کی پیشینگوئیان اور اشعار' اور عجیب و غریب غیر صحیح فضائل' معجزات اور برکات وغیرہ کا یہ بے پایان دفتر روایات مین موجود' اور کتابون مین مدوّن ہے' یہ روایات زیادہ تر تیسرے اور چوتھے درجہ کی کتب حدیث مین پائی جاتی ہین' تیسرے درجہ مین بقول شاہ ولی اللہ صاحب یہ کتابین ہین[1]۔ مسند ابو یعلی' مصنف عبدالرزاق' مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ' مسند عبد بن حمید' مسند طیالسی اور بیہقی' طحاوی' اور طبرانی کی تصنیفات' اِن مین سچی جھوٹی' اچھی بُری' قوی ضعیف ہر قسم کی حدیثین پہلو بہ پہلو درج ہین' اور چوتھے مین وہ کتابین ہین جن کے مصنفین صدیون کے بعد پیدا ہوئے' انھون نے چاہا کہ اوّل اور دوم درجون مین جو روایتین داخل نہین کی گئی تھین' اُنکو ایک جگہ جمع کردین' یہ روایتین اُن لوگون کی زبانون پر تھین جنکی روایتون کو حدیث کے امامون نے قلمبند کرنا پسند نہین کیا تھا' اور قصہ گو واعظین محض اُن سے رونقِ محفل کا کام لیتے تھے' اسرائیلیات' اقوال حکماء' اشارات حدیث' قصص و حکایات' اور روایات نامعتبر کو انھون نے حدیث کا درجہ دیکر کتابون کے اوراق مین مدوّن کردیا' کتاب الضعفاء لابن حبان' کامل لابن عدی اور خطیب' ابونعیم' جوزقانی' ابن عساکر' ابن نجار اور دیلمی کی تصنیفات کا اسی طبقہ مین شمار ہے۔

[1] حجۃ اللہ البالغہ باب طبقات کتب الحدیث۔

اِس تفصیل کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہین "صرف اوّل اور دوم درجہ کی کتابون پر (یعنی صحاح ستہ پر) محدثین کا اعتماد ہی اور انھین پر ان کا مدار ہی تیسرے طبقہ کی کتابون سے وہی لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہین جو فن کے ناقد اور جوہری ہین، اور جنکو اسماء الرجال پر عبور اور علل حدیث سے واقفیت ہی غرض جو صحیح اور غلط اور خطا و صواب مین امتیاز کامل رکھتے ہین، چوتھے طبقہ کی کتابون کو جمع اور تدوین کرنا اور ان کو کام مین لانا متاخرین کی ایک قسم کی بیفائدہ کاوش فکر ہی"

آنحضرت صلعم کے آیات و معجزات پر جو مستقل کتابین لکھی گئی ہین اُن مین سے کچھ تیسرے طبقہ مین اور بقیہ تمامتر چوتھے طبقہ کی کتابون مین داخل ہین، متاخرین نے عام طور سے یہ سرمایہ جن کتابون سے حاصل کیا ہی وہ طبری، طبرانی، بیہقی دیلمی، بزار اور ابونعیم اصفہانی کی تصنیفات ہین، حافظ قسطلانی نے انھین روایات کو تمیز و تنقید کے بغیر مواہب لدنیہ مین داخل کیا، اور ملا مسکین فراہی نے انکو معارج النبوۃ مین فارسی بانئین اس آب و رنگ سے بیان کیا، کہ یہ روایتین گھر گھر پھیل گئین اور عوام نے اس شیفتگی اور وارفتگی کے ساتھ انکو قبول کیا، کہ اصلی اور صحیح معجزات اور آیات بھی اس پردہ مین چھپ کر رہ گئے۔

مواہب لدنیہ اور معارج النبوۃ وغیرہ کا سرمایہ جن کتابون سے ماخوذ ہی وہ حسب ذیل ہین، کتاب الطبقات لابن سعد، سیرۃ ابن اسحاق، دلائل النبوۃ ابن قتیبہ المتوفی سنہ ۲۷۶ ہجری، دلائل النبوۃ ابو اسحاق حربی المتوفی سنہ ۲۸۵ھ، شرف المصطفیٰ ابوسعید عبد الرحمن بن حسن اصفہانی المتوفی سنہ ۴۰۷ھ، تاریخ و تفسیر ابوجعفر بن جریر طبری المتوفی سنہ ۳۱۰ھ، مولد یحیی بن عائذ، دلائل النبوۃ جعفر بن محمد مستغفری المتوفی سنہ ۴۳۲ھ، دلائل النبوۃ ابو القاسم اسمعیل اصفہانی المتوفی سنہ ۵۳۵ھ، تاریخ دمشق ابن عساکر المتوفی سنہ ۵۷۱ھ، لیکن متاخرین مین ان روایات کا سب سے بڑا خزانہ یہ دو کتابین ہین، کتاب الدلائل ابونعیم اصفہانی المتوفی سنہ ۴۳۰ھ اور کتاب الدلائل امام بیہقی المتوفی سنہ ۴۵۸ھ۔

ان بزرگون کے بذات خود معتبر اور مستند ہونے مین کسی کو کم کلام ہے، جو کچھ کلام ہے وہ اس مین ہے کہ انھون نے ہر قسم کے راویون سے ہر قسم کی روایتین نقد اور تمیز کے بغیر اخذ کین، اور انکو کتابون کے اوراق مین مدوّن کر دیا، اور عام لوگون نے ان مصنفین کی عظمت اور جلالت کو دیکھکر ان روایتون کو قبول کر لیا، حالانکہ

اُن مین نہ صرف ضعیف اور کمزور بلکہ موضوع حدیثین تک موجود ہین، اور اُن کے سلسلۂ روایت مین ایسے راوی آتے ہین جنکو محدثین کے دربار مین صفِ نعال مین بھی جگہ نہین ملسکتی، ان مصنفین نے یہ سمجھکر کہ چونکہ ہر واقعہ کا سلسلۂ روایت لکھ دیا گیا ہے اور لوگ اِس سلسلۂ روایت کو دیکھکر صحیح اور غلط، سچی اور جھوٹی روایت کا خود فیصلہ کرلین گے، ان روایتون کی تدوین مین ضروری احتیاطین مدنظر نہین رکھین، یا یون کہو کہ عشقِ نبوی نے فضائل ومناقب کی کثرت کے شوق مین ہر قسم کی روایتون کے قبول کرنے پر اُن کو آمادہ کردیا، حالانکہ خود اسی جذبۂ عشق اور اسی ولولۂ شوق نے ثقات محدثین اور ائمہ حدیث کے اکابر کو روایتون اور راویون کے نقد او بحث مین اس قدر سخت گیر بنا دیا تھا کہ وہ ایک لفظ بھی تحقیق اور کاوش کے بغیر آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کرنا گناہ عظیم سمجھتے تھے اور من کذب علی متعمدًا کی دار وگیر سے ہمیشہ ڈرتے اور کانپتے رہتے تھے، محدث ابن مندہ نے کتاب الدلائل کے مصنف حافظ ابونعیم اصفہانی کی نسبت نہایت سخت الفاظ استعمال کئے ہین، علامۂ ذہبی میزان الاعتدال مین ان دونون معاصرین کے درمیان محاکمہ کرتے ہوئے لکھتے ہین۔

لا اعلم لهما ذنبا اكثر من روايتهما الموضوعات	مجھے ان دونون کا اس سے زیادہ کوئی گناہ معلوم نہین کہ وہ موضوع
ساكتين عنها، (ترجمہ ابونعیم)	روایتون کو خاموشی کے ساتھ روایت کرجاتے ہین۔

لیکن ثقات محدثین کی بارگاہ مین یہ کوئی معمولی گناہ ہے؟ یہی انکی خاموشی خدا اُنھین معاف کرے، آج ہزارون لاکھون مسلمانون کی گمراہی کی بنیاد بن گئی ہے۔

اس سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ ہمارے علماے رجال نے زیادہ تر ان راویون کی بحث وتدقیق کی ہے جو پہلی تین صدیون مین تھے، اس لیے چوتھی اور پانچوین صدی کے رواۃ اور رجال کے نام ونشان ہماری موجودہ اسماء الرجال کی کتابون مین بہت کم ملتے ہین، اگر تراجم وانساب مین اُن کے کچھ حالات مل بھی جاتے ہین تو محدثانہ حیثیت سے اُن پر نقد وتبصرہ نہین ملتا، اِس لیے ان بزرگون کے شیوخ اور راویون مین مجہول الحال اشخاص کی بھی کمی نہین، اس بنا پر ان کتابون کی روایتون کی تنقید کرنا نہایت مشکل ہے۔

اسلام مین میلاد کی مجلسون کا رواج غالباً چوتھی صدی سے ہوا ہے، تتبع سے یہ ثابت ہوا کہ ان روایتون کا بڑا حصہ انھین کتابون کے ذریعہ سے پھیلا ہی، جو ان مجالس کی غرض سے وقتاً فوقتاً لکھی گئین - اور جنکے بکثرت حوالے مواہب لدنیہ مین جا بجا آتے ہین -

علامہ سیوطی کی **خصائص کبریٰ** جو حیدرآباد مین چھپ گئی ہے، معجزات کے موضوع پر سب سے زیادہ مبسوط ہے اور جامع تالیف ہی، علامہ ممدوح نے صحاح ستہ کے علاوہ، احمد سعید بن منصور، طیالسی، ابن ابی شیبہ، حاکم، ابو یعلی، بلکہ ان سے بھی فروتر، بیہقی، ابونعیم، بزار، ابن سعد، طبرانی، دارمی، بلکہ غیر محتاط مصنفون مثلاً ابن ابی الدنیا، ابن شاہین، ابن ابی النجا ابن مندہ، ابن مردویہ، ابن عساکر، دیلمی، خرائطی، خطیب وغیرہ کی کتابون کو اپنا ماخذ بنایا، قوی اور ضعیف اور صحیح و غلط ہر قسم کے واقعات کا انبار لگا دیا اور مختلف دفترون مین جو کچھ پھیلا تھا انکو خصائص کی دو جلدون مین یکجا کر دیا، تاہم مصنف کو یہ فخر ہے جیسا کہ دیباچہ مین تصریح کی ہے کہ "اس تالیف مین موضوع اور بے سند روایتون سے اگرچہ احتراز کیا گیا ہے لیکن ضعیف روایتین جن کی سندین ہین وہ داخل کر لی گئی ہین -

غور کے قابل امر یہ ہے کہ بلا امتیاز بھلی بری کسی سند کا موجود ہونا، روایت کی معتبری کی حجت کیونکر ہو سکتی ہے؟ اس سے زیادہ یہ ہے کہ کتاب مین صحیح و غلط، قوی اور ضعیف، مشہور و منکر ہر قسم کی روایتون کو ان کے درجہ اور مرتبہ کے ذکر کے بغیر پہلو بہ پہلو وہ لکھتے چلے گئے ہین، اس لیے عام ناظرین کو یہ پتہ نہین لگتا کہ اس انبارخانہ مین جہان جواہرات کا خزانہ ہے وہین خزف ریزون کا بھی ڈھیر لگا ہے، پوری کتاب مین شاید دس بیس مقام سے زیادہ نہین جہان مصنف نے اپنی روایتون کے درجۂ استناد کا پتہ دیا ہو، اس سے زیادہ یہ کہ بعض واقعات کے متعلق باوجود انکی شدید روایت پرستی کے، انکو بہ تحقیق معلوم تھا کہ یہ صحیح نہین، تاہم چونکہ وہ پہلی کتابون مین مندرج تھے، انکی نقل سے احتراز نہین کیا، چنانچہ آنحضرت صلعم کی ولادت کے موقع پر عام کتب میلاد مین جو عجیب و غریب واقعات مذکور ہین انکو تمامہا دلائل ابونعیم سے نقل کر کے آخر مین لکھتے ہین :-

هذا الاثر والاثران قبله فيها نكارة شديدة ولم اس روایت اور اس سے پہلے دو روایتون مین سخت نامعتبر و منکر

اوردہ فی کتابی ھذا اشد الکراھۃ منھا ولم تمکن نفسی تطیب بایرادھا، لکن تبعت الحافظ ابانعیم فی ذلک (خصائص جلد اوّل صفحہ ۴۹)

باتین ہین اورمین نے اپنی کتاب مین اس سے زیادہ ناقابل اعتبار روایتین نہین لکھین، میرادل انکے لکھنے کو نہین چاہتا تھا، لیکن حافظ ابونعیم کی پیروی کرکے لکھدین۔

ایک اورجگہ خطیب کی ایک کتاب سے وفد نجران کے متعلق ایک واقعہ نقل کرتے ہین، حالانکہ وہ خود اس روایت کو بے اعتبار سمجھتے ہین، چنانچہ لکھتے ہین،

واخرج الخطیب فی المتفق والمفترق بسند فیہ مجاہیل (جلد ۲ صفحہ ۲۵)

خطیب نے متفق اورمفترق مین ایسی سند سے جس مین مجہول الحال راوی ہین، بیان کیا ہے،

ایک اورمقام پرایک گدھے کا واقعہ نقل کرتے ہین، جوگدھے کی صورت مین ایک جن تھا، اورآپ کی سواری مین آنے کا مشتاق تھا، یہ لوگون کے گھرون مین جاکراشارہ سے انکو بلالاتا تھا، یہ عجیب جانورآپ کوخیبر مین ملا تھا، اُسنے آنحضرت صلعم کو یہودیون کے مظالم کی داستان سنائی اورجب آپ نے وفات پائی توفرط غم سے اپنے کو کوئین مین گراکرجان دیدی، حافظ سیوطی نے ابن عساکر سے یہ واقعہ خصائص مین نقل کیا ہے اوراس پربے تعرض کئے گذرگئے ہین، حالانکہ بعینہ اسی واقعہ کے متعلق ابن حبان کے حوالہ سے اپنی دوسری تصنیف اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ مین لکھتے ہین کہ "یہ سرتاپا موضوع ہے"

محدث صابونی نے معجزہ کی ایک روایت لکھکر پھرخودہی اس پریہ جرح کی ہے کہ "اسکی سنداورمتن دونون غریب ہین" باینہمہ وہ اس کے متعلق آخری رائے یہ ظاہر کرتے ہین کہ

وھو فی المعجزات حسن، (زرقانی جلد ۵ ص ۱۲۷ وخصائص سیوطی جلد ۱ صفحہ ۵۳)

معجزات مین وہ حسن (اچھی) ہے۔

اس پرعلامہ زرقانی شرح مواہب مین لکھتے ہین:-

لان عادۃ المحدثین التساھل فی غیرالاحکام والعقائد (جلد ۱ ص ۱۷۲)

یہ اس لیے کہ محدثین کی عادت ہے کہ عقائد اوراحکام کے علاوہ دیگر روایتون مین وہ نرمی برتتے ہین۔

لیکن کیا یہ اصول صحیح ہے؟ اور من کذب علی متعمداً کی تہدید سے خالی ہے؟ معجزات ہون یا فضائل ضرور ہے کہ آپکی طرف جس چیز کی نسبت بھی کیجائے وہ شک و شبہ سے پاک ہو، جیسا کہ امام نووی، حافظ عسقلانی، ابن جماعہ طیبی، بلقینی اور علامہ عراقی نے اپنی اپنی تصنیفات مین اسکی تصریح کی ہے،[1]

معجزات کے متعلق غلط اور موضوع روایتون کے پیدا ہونے کے اسباب

۱- ان روایات کے پیدا ہونے کا بڑا سبب یہ ہے کہ مقبولیت عام کی بنا پر یہ کام واعظون اور میلاد خوانون کے حصہ مین آیا، چونکہ یہ فرقہ علم سے عموماً محروم ہوتا ہے اور صحیح روایات تک اسکی دسترس نہین ہوتی، اور ادھر گرمیِ محفل اور شورِ احسنت کے لیے اس کو دلچسپ اور عوام فریب باتون کے بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی، اس لیے لامحالہ ان کو اپنی قوتِ اختراع پر زور دینا پڑا، ان مین جو کسی قدر محتاط تھے انھون نے اُن کو لطائفِ صوفیانہ اور مضامین شاعرانہ مین ادا کیا، سننے والون نے انکو روایت کی حیثیت دیدی، یا بعد کو انھین بیانات نے روایت کی حیثیت اختیار کرلی، اور جو ذرا اور بے احتیاط تھے، انھون نے یہ پردہ بھی نہین رکھا، بلکہ ایک سند جوڑ کر انھون نے براہ راست اسکو حدیث و خبر کا مرتبہ دیدیا، حافظ سیوطی، علامہ ابن جوزی کی کتاب الموضوعات کے حوالہ سے لکھتے ہین۔

القصاص ومعظم البلاء منهم يجري لانهم يريدون احاديث تنفق وترقق والصحاح يقل فيها هذا ، ثم ان الحفظ يشق عليهم ويتفق عدم الدين وهم بعضهم جهال ، (آخر کتاب اللالی المصنوعہ)

جھوٹی حدیثین بنانے والون مین ایک واعظون کا گروہ ہے اور سب سے بڑی مصیبت انھین سے پیش آتی ہے کیونکہ وہ ایسی حدیثین چاہتے ہین جو مقبول عام اور مؤثر ہوسکین اور صحیح حدیثون مین یہ بات نہین اسکے علاوہ صحیح حدیثون کا یاد رکھنا انکو مشکل ہے اسکے ساتھ انمین دینداری نہین ہوتی اور انکے بعض جاہل ہین

چنانچہ فضائل و مناقب، عذاب و ثواب بہشت و دوزخ، وقائع میلاد، اور معجزات و دلائل کا جو جعلی دفتر پیدا ہوگیا ہے وہ زیادہ تر انھین جاہلون کا ترتیب دیا ہوا ہے۔

علامہ ابن قتیبہ المتوفی سنہ ۲۷۶ھ تاویل مختلف الحدیث مین جو اب مصر مین چھپ گئی ہے، کہتے ہین کہ احادیث

[1] دیکھو موضوعات ملا علی قاری صفحہ ۹ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

درروایات مین فساد تین راستون سے آیا، من جملہ اُن کے ایک راستہ واعظین ہین۔

والقصاص فانهم يميلون وجوه العوام اليهم	اور واعظین، کیونکہ وہ عوام کا رخ اپنی طرف پھیرنا چاہتے ہین، اور جو کچھ
ويستدرون ما عندهم بالمناكير والغرائب	اُنکے پاس ہے اسکو نامنکر اور عجیب وغریب باتین بیان کرکے
والاحاديث، ومن شان العوام ملازمة	وہ وصول کرتے ہین، اور عوام کی حالت یہ ہے کہ وہ اسی وقت تک
القصاص ما دام ياتي بالعجائب الخارجة	ان واعظین کے پاس بیٹھتے ہین جب تک وہ خارج از عقل باتین
عن العقل،	بیان کیا کرتے ہین۔

آپ کی برتری اور جامعیت کا تخیل،

۲- اِن روایات کے پیدا ہونے کا دوسرا سبب یہ ہوا کہ مسلمانون کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیار ہین، آپ کامل ترین شریعت لیکر مبعوث ہوئے ہین، آپ تمام محاسن کے جامع ہین۔ یہ اعتقاد بالکل صحیح ہے، لیکن اس کو لوگون نے غلط طور پر وسعت دیدی، اور انبیائے سابقین کے تمام معجزات کو آنحضرت صلعم کی ذات مین جمع کردیا، اور وہ اس اعتقاد کی بدولت تمام مسلمانون مین پھیل گئے، بیہقی اور ابونعیم نے دلائل مین، اور سیوطی نے خصائص مین علانیہ دوسرے انبیاء کے معجزات کے مقابل مین انھین کے مثل آپکے معجزات بھی ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالے ہین، اور ثابت کرنا چاہا ہے کہ جس طرح آپ کی تعلیم تمام انبیار کی تعلیمات کا عطر، خلاصہ اور مجموعہ ہے، اسی طرح آپکے معجزات بھی تمام دیگر انبیار کے معجزات کا مجموعہ ہے، اور جو کچھ عام انبیار سے متفرق طور پر صادر ہوا، وہ تمام کا تمام مجموعاً آپ سے صادر ہوا، ظاہر ہے کہ اس مماثلت اور مقابلہ کے لیے تمامتر صحیح روائتین دستیاب نہین ہوسکتین، اس لیے لوگون نے انھین ضعیف اور موضوع روایتون کے دامن مین پناہ لی، کہین شاعرانہ تخیل کی بلند پروازی اور نکتہ آفرینی سے کام لیا، مثلاً حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے تمام اسمار کی تعلیم کی، دیلمی نے مسند الفردوس مین روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی تمام اسمار کی تعلیم دی، حضرت ادریسؑ کے متعلق قرآن مین ہے کہ خدا نے انکو بلند جگہ مین اُٹھایا، لیکن رسول اللہ صلعم کی بلندی اس سے بھی آگے قاب قوسین تک ہوئی، حضرت نوحؑ کی طوفان کی دعا اگر قبول ہوئی تو آپ کی قحط کی دعا قبول ہوئی، حضرت صالحؑ کے لیے اونٹنی معجزہ تھی، تو آنحضرت صلعم سے اونٹ نے باتین کہین

حضرت ابراہیمؑ آگ مین نہ جلے، آپ سے بھی آتشین معجزے صادر ہوئے، حضرت اسمٰعیلؑ کے گلے پر اگر چھری رکھی گئی تو آپ کا بھی سینہ چاک کیا گیا، حضرت یعقوبؑ سے بھیڑیئے نے گفتگو کی، روایت کی گئی ہے کہ آپ سے بھی بھیڑیا ہمکلام ہوا، ابونعیم مین حکایت ہے کہ حضرت یوسفؑ کو حسن کا آدھا حصہ عطا ہوا لیکن آنحضرت صلعم کو پورا حصہ دیا گیا، حضرت موسیٰ کے لیے پتھر سے نہرین جاری ہوئین تو آپ کی انگلیون سے پانی بہا، حضرت موسیٰ کی لکڑی معجزہ دکھاتی تھی تو آپ کے فراق مین بھی چھوہارے کا درخت رویا اور چھوہارے کی خشک ٹہنی تلوار بنگئی، حضرت موسیٰؑ کے لیے بحر احمر شق ہوا، تو آپ کے لیے معراج مین آسمان و زمین کے درمیان کا دریائے فضا بیچ سے پھٹ گیا، یوشع کے لیے آفتاب ٹھرا دیا گیا تو آپ کے اشارہ سے آفتاب ڈوب کر نکلا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارہ مین کلام کیا تھا، یہ روایت وضع کی گئی کہ آپ نے بھی گہوارے مین کلام کیا، اور آپ کی زبان سے پہلے تکبیر و تسبیح کی صدا بلند ہوئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سب سے بڑا معجزہ مُردون کو زندہ کرنا ہے، اور صرف انھین کے ساتھ مخصوص ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی یہ معجزہ منسوب کیا گیا، ایک روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی، اس نے کہا کہ "جب تک آپ میری لڑکی کو زندہ نہ کردین گے مین ایمان نہ لاؤنگا" چنانچہ آپ نے اسکی قبر پر جاکر آواز دی، اور وہ زندہ نکل کر باہر آئی، اور پھر چلی گئی، اسی طرح یہ روایت بھی گھڑی گئی ہے، کہ آپ کی والدہ بھی آپ کی دعا سے زندہ ہوئین، اور آپ پر ایمان لائین۔

عیسیٰ کی داؤدن اور پیشینگوئیون سے نبوت کی تصدیق کا شوق۔

۴۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ انبیاء کے گذشتہ صحیفون مین آنحضرت صلعم کے ظہور کی پیشینگوئیان ہین، اور اُن کے مطابق یہود و نصاریٰ کو ایک آنے والے پیغمبر کا انتظار رہتا، اس واقعہ کو دروغگو راویون نے یہان تک وسعت دی کہ یہودیون کو دن، تاریخ، سال، وقت، اور مقام سب کچھ معلوم تھا، چنانچہ ولادت نبوی سے قبل علماے یہود ان سب کا پتہ بتایا کرتے تھے، اور عیسائی راہبون کو تو ایک ایک خدا و خال معلوم تھا بلکہ پرانے گھرانون اور دیرون اور کنیسون مین ایسی مخفی کتابین موجود تھین جنمین آپ کا تمام حلیہ لکھا تھا، اور لگ

لوگ اُن کو بہت چھپا چھپا کر رکھتے تھے، بلکہ بعض دیروں میں تو آپ کی تصویر تک موجود تھی، توراۃ و انجیل میں آنحضرت صلعم کے متعلق بعض پیشینگوئیاں حقیقت میں موجود تھیں، اور وہ آج بھی ہیں، لیکن وہ استعارات و کنایات اور مجمل عبارتوں میں ہیں، اُن کو ضعیف و موضوع روایتوں میں صاف صاف آپ کے نام و مقام کی تخصیص و تعیین کے ساتھ پھیلایا گیا۔

عرب میں بتخانوں کے مجاور اور کاہن تھے، جو فال کھولتے تھے اور پیشینگوئیاں کرتے تھے، اونکا ذریعۂ علم جنات اور شیاطین تھے، چنانچہ جب آپ کے قرب ولادت کا زمانہ آیا تو عموماً بتخانوں سے اور بتوں کے پیٹ سے آوازیں سنائی دیتی تھیں، کاہن مقفی اور مسجع فقروں میں، اور جنات شعروں میں یہ خبر سنایا کرتے تھے کہ محمد صلعم کی پیدائش کا زمانہ قریب آگیا، یمن کے ایک بادشاہ کی طرف آپ کی منقبت میں پورا ایک قصیدہ منسوب کیا گیا، ملوک یمن، شاہان فارس اور قریش کے اکابر نے آپ کو خواب میں دیکھا، پتھروں پر اسم مبارک لوگوں کو منقوش نظر آتا تھا، قریش کا مورث اعلیٰ کعب بن لوی ہر جمعہ کو اپنے قبیلہ کے لوگوں کو یکجا کر کے اُن کے سامنے خطبہ دیتا تھا جسمیں مسجع فقروں اور شعروں میں آپ کے ظہور کی خوشخبری ہوتی تھی، مکہ کے لوگ احبار اور راہبوں کی زبان سے محمد آپ کا نام سنکر اپنے بچوں کا یہی نام رکھتے تھے کہ شاید یہی پیغمبر ہو جائے، مدینہ کے لوگوں کو انہیں یہودیوں کی زبانی یہ معلوم ہو چکا تھا کہ شہر یثرب آپ کا دار الہجرۃ ہوگا اس لیے وہ آپ کے ورود کے منتظر تھے، سطیح کاہن کا آپ کی پیشینگوئی میں ایک طویل افسانہ ہے، لیکن اس دفتر کا بڑا حصہ موضوع اور جعلی ہے اور باقی نہایت ضعیف اور کمزور، اور ان میں جو ایک آدھ صحیح ہے وہ پہلے گذر چکا ہے۔

شاعرانہ تخیل کو واقعہ سمجھ لینا

۴- آنحضرت صلعم کی پیدائش عالم کی رحمت کا باعث تھی، اس لیے کائنات کا فخر و ناز اس پر بجا ہو سکتا ہے، اگلے واعظوں اور میلاد خوانوں نے اس واقعہ کو شاعرانہ انداز میں اس طرح ادا کیا کہ آمنہ کا کاشانہ نور سے معمور ہو گیا، جانور خوشی سے بولنے لگے، پرندے تہنیت کے گیت گانے لگے۔ مغرب کے چرندوں اور پرندوں نے مشرق کے چرندوں اور پرندوں کو مبارکباد دی، مکہ کے سوکھے درختوں میں بہار آگئی، ستارے زمین پر جھک گئے، آسمانوں کے دروازے کھل گئے، فرشتوں نے ترانۂ مسرت بلند کیا، انبیاء نے روئے روشن کی زیارت کی، فرشتوں نے بچہ کو

آسمان و زمین کی سیر کرائی، شیطانوں کی فوج پابہ زنجیر کی گئی، پہاڑ غرور سے اونچے ہوگئے، دریا کی موجیں خوشی سے اچھلنے لگیں، درختوں نے سرسبزی کے نئے جوڑے پہنے، بہشت و جنت کے ایوان نئے سروسامان سے سجائے گئے وغیرہ، بعد کے واعظوں اور میلاد خوانوں نے اس شاعرانہ اندازِ بیان کو واقعہ سمجھ لیا، اور یہ روایت تیار ہوگئی۔

آئندہ کے واقعات کو اشارات میں ولادت کے موقع پر بیان کرنا

۵۔ آنحضرت صلعم کے عہدِ رسالت میں یا بعد کو جو اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے انکا وقوع آنحضرت صلعم کی ولادت کے زمانہ میں تسلیم کر لیا گیا ہے اور انکو بحیثیت معجزہ کے ان واقعات کا پیش خیمہ بنا لیا گیا ہے، مثلاً آپ کے زمانہ میں بت پرستی کا استیصال ہوگیا، کسریٰ و قیصر کی سلطنتیں فنا ہوگئیں، ایران کی آتش پرستی کا خاتمہ ہوگیا، شام کا ملک فتح ہوا، ان واقعات کو معجزہ اس طرح بنا یا گیا کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو کعبہ کے تمام بت سرنگوں ہوگئے، قصرِ کسریٰ کے کنگرے ہل گئے، آتشکدۂ فارس بجھ کے رہ گیا، نہر ساوہ خشک ہوگئی، ایک نور چمکا جس سے شام کے محل نظر آنے لگے۔

معجزات کی تعداد بڑھانے کا شوق

۶۔ بعض واقعات ایسے ہیں جنکو کسی حیثیت سے معجزہ نہیں کہا جا سکتا، لیکن تکثیر معجزات کے شوق میں ذرا سا بھی کسی بات میں اعجوبہ پن انکو نظر آیا، تو اس کو مستقل معجزہ بنا لیا، مثلاً حضرت عائشہؓ سے ایک روایت ہے اور وہ مسند امام احمد بن حنبل میں بھی مذکور ہے کہ آپ کے گھر میں کوئی پالو جانور تھا، جب آپ اندر تشریف لاتے تو وہ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ ایک جگہ بیٹھا رہتا تھا، اور جب آپ باہر چلے جاتے تو ادھر ادھر دوڑنے لگتا تھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حیوانات کو بھی آپ کی جلالتِ قدر اور حفظِ مراتب کا پاس تھا، اور وہ آپ کی عظمت و شان سے واقف تھے، لیکن درحقیقت یہ کوئی معجزہ نہیں، بلکہ عام لوگوں سے بھی بعض جانور اسی طرح ہل مل جاتے ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت جابرؓ سخت بیمار تھے، آنحضرت صلعم انکی عیادت کو گئے تو وہ بیہوش تھے، آنحضرت صلعم نے وضو کر کے ان کے منہ پر پانی چھڑکا تو انکو ہوش آگیا، یہ ایک معمولی واقعہ ہے، مگر کتب دلائل کے مصنفین نے اس کو بھی معجزہ قرار دیدیا ہے۔

اسی طرح یہ روایت کہ آنحضرت صلعم مختون پیدا ہوئے تھے یہ روایت متعدد طریقون سے مروی ہی، مگر ان مین سے کوئی طریقہ بھی ضعف سے خالی نہین ہے، حاکم نے مستدرک مین لکھا ہے کہ آپ کا مختون پیدا ہونا متواتر روایتون سے ثابت ہے، اس پر علامۂ ذہبی نے تنقید کی ہے کہ تواتر تو کجا صحیح طریقہ سے ثابت بھی نہین (مستدرک باب اخبار النبی) اور بقول علامۂ ابن قیم (زاد المعاد) اگر یہ ثابت بھی ہو تو یہ آنحضرت صلعم کی کوئی فضیلت نہین ہی کیونکہ ایسے بچے اکثر پیدا ہوئے ہین،

روایات صحیحہ مین ہے کہ آنحضرت صلعم جب دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتے تھے یا سجدہ مین جاتے تھے تو آپ کی بغل کی سپیدی نظر آتی تھی، یہ ایک معمولی بات ہے، مگر محب طبری، قرطبی اور سیوطی وغیرہ نے اس کو بھی معجزہ اور آپ کا خاصّہ قرار دیا ہے۔

معجزات کی تعداد بڑھانے کے شوق مین کتب دلائل کے مصنفین نے یہ بھی کیا ہے کہ ایک ہی واقعہ کی روایت مین اگر مختلف سلسلۂ سند کے راویون مین باہم موقع، مقام یا کسی اور بات مین ذرا سا بھی اختلاف نظر آیا تو اس کو چند واقعہ قرار دیدیا، مثلاً ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک اونٹ جو دیوانہ ہو گیا تھا یا بگڑ گیا تھا، آنحضرت صلعم جب اس کے پاس گئے تو اس نے مطیعانہ سر ڈال دیا، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ، جب جانور آپ کے سامنے سر جھکاتے ہین تو ہمکو انسان ہو کر تو ضرور آپ کے سامنے سربسجود ہونا چاہیے۔ آپ نے فرمایا "اگر مین کسی انسان کو سجدہ کرنا روا رکھتا تو بیوی کو کہتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے"، یہ ایک ہی واقعہ ہی جو ذرا ذرا سے اختلاف بیان کی بنا پر چودہ پندرہ واقعہ بن گیا ہے۔

الفاظ کی نقل مین بے احتیاطی

۷۔ ان کتابون مین بعض معجزات ایسے مذکور ہین جنکی اصل صحاح مین مذکور ہی اور اس طرح مذکور ہی کہ وہ کوئی معجزہ نہین، بلکہ معمولی واقعہ ہی لیکن نیچے درجہ کی روایتون مین بے احتیاط راویون نے الفاظ کے ذرا الٹ پھیر سے اس کو معجزہ قرار دیدیا صحاح کی متعدد روایتون مین ہے کہ شانۂ مبارک پر ابھرا ہوا گوشت تھا جسکو "خاتم نبوت" کہتے تھے، اور آپ کی انگشت مبارک مین جو نقرئی خاتم (چاندی کی انگوٹھی) تھی اس پر محمد رسول اللہ منقوش تھا،

بے احتیاط راویون نے ان دونون واقعون کو ملا دیا، اور اس طرح واقعہ کی صورت حاکم کی تاریخ نیشاپور، ابن عساکر کی تاریخ دمشق، اور ابو نعیم کے دلائل مین جاکر یون ہو جاتی ہے کہ پشتِ مبارک کے گوشت کی خاتمِ نبوت پر کلمہ وغیرہ کی عبارتین لکھی تھین،

مشہور عام دلائل ومعجزات کی روایتی حیثیت

دلائل ومعجزات کے باب مین موضوع، منکر، ضعیف، غرض ہر قسم کی قابلِ اعتراض روایات کا اتنا بڑا انبار ہے کہ اگر ایک ایک کرکے اس کی جانچ پڑتال کیجائے تو ایک مستقل ضخیم جلد تیار ہو جائے، لیکن یہان اس کا موقع نہین، اس لیے ہم صرف ان روایتون کی تنقید پر قناعت کرتے ہین، جو عام طور سے ہمارے ملک مین مشہور ہین اور میلاد کی محفلون مین انکو بصد شوق و ذوق پڑھا اور سنا جاتا ہے۔

۱۔ اس سلسلہ مین سب سے پہلے یہ روایت آتی ہے کہ اللہ تعالی نے لوح وقلم، عرش وکرسی، جن وانس غرض سب سے پہلے نورِ محمدی کو پیدا کیا، اور پھر لوح وقلم، عرش وکرسی، آسمان وزمین، ارواح وملئکہ سب چیزین اسی نور سے پیدا ہوئین" اس کے متعلق اوّل مَا خلق الله نوری "یعنی سب سے پہلے خدا نے میرا نور پیدا کیا" کی روایت عام طور سے زبانون پر جاری ہے، مگر اس روایت کے موضوع ہونے پر سب محدثین کا اتفاق ہے، البتہ ایک روایت مصنف عبد الرزاق مین ہے یا جابر اوّل مَا خلق الله نور نبیك من نورہ "اے جابر سب سے پہلے خدا نے تیرے پیغمبر کا نور اپنے نور سے پیدا کیا، اس کے بعد ذکر ہے کہ اس نور کے چار حصّے ہوے اور انھین سے لوح وقلم، عرش وکرسی، آسمان وزمین اور جن وانس کی پیدایش ہوئی۔

زرقانی وغیرہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے، مگر افسوس ہے کہ اسکی سند نہین لکھی، ہندوستان مین مصنف عبد الرزاق کی گو دوسری جلد ملتی ہے، مگر پہلی نہین ملتی، دوسری جلد دیکھ لی گئی اس مین یہ حدیث مذکور نہین، اس لیے اس روایت کی تنقید نہ ہو سکی، اور چونکہ کتاب مذکور مین صحیح حدیثون کے ساتھ ساتھ موضوع حدیثین تک موجود ہین اور فضائل ومناقب مین اسکی روایتون کا کم اعتبار کیا جاتا ہے اس لیے اصولی حیثیت سے اس روایت کے تسلیم کرنے مین مجھے پس وپیش ہے، اس تردد کو قوت اس سے اور بھی زیادہ ہوتی ہے کہ صحیح احادیث مین مخلوقات الٰہی

مین سب سے پہلے "قلم تقدیر" کی پیدائش کا تصریحی بیان ہے کہ اوّل مَا خلق اللہ القلم،

۳- روایتون مین ہے کہ یہ نور پہلے ہزارون برس سجدہ مین پڑا رہا، پھر حضرت آدمؑ کے تیرہ و تار جسم کا چراغ بنا، پھر آدم نے مرتے وقت شیث کو اپنا وصی بنا کر یہ نور اُن کے سپرد کیا، اسی طرح یہ درجہ بدرجہ ایک سے دوسرے پیغمبر کو سپرد ہوتا ہوا، حضرت عبد اللہ کو سپرد ہوا، اور حضرت عبد اللہ سے حضرت آمنہؓ کو منتقل ہوا، نور کا سجدہ مین پڑا رہنا اور اس کا موجود ہونا بالکل موضوع ہے اور نور کا ایک دوسرے وصی کو درجہ بدرجہ منتقل ہوتا رہنا بے سر وپا ہی

طبقات ابن سعد اور تفسیر ابن جریر مین اس آیت پاک

الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ‎ وہ خدا جو تجکو دیکھتا ہی جب تو تہجد کی نماز مین کھڑا ہوتا ہی اور سجدہ کرنیوالون مین تیرے الٹ پھیر کو بھی دیکھتا ہی۔

(شعراء)

کی تفسیر مین حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہی کہ آنحضرت صلعم کا پیغمبرون مین پشت بہ پشت منتقل ہونا خدا دیکھ رہا تھا، لیکن اوّل تو پوری آیت کے الفاظ اور سیاق وسباق اس مطلب کا ساتھ نہین دیتے اور دوسرے یہ روایت اعتبار کے قابل نہین۔

۴، روایت ہے کہ "یہ نور جب (بلوغ کے وقت) عبد المطلب کو سپرد ہوا تو وہ ایک دن خانہ کعبہ مین سوئے تھے سو کر اُٹھے تو دیکھا کہ اُنکی آنکھون مین سرمہ اور بالون مین تیل لگا ہے، اور بدن پر جمال ورونق کا خلعت ہی، یہ دیکھکر وہ ششدر رہ گئے، آخر کار ان کے باپ اُن کو قریش کے ایک کاہن کے پاس لے گئے، اُس نے کہا کہ آسمانون کے خدا نے اجازت دی ہے کہ اس لڑکے کا نکاح کر دیا جائے، اس نور کے اثر سے عبد المطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی، اور وہ نور انکی پیشانی مین چمکتا تھا، قریش پر قحط وغیرہ کی جب کوئی مصیبت آتی تھی تو اس نور کے وسیلہ سے وہ دعا مانگتے تھے تو قبول ہوتی تھی"

صحیح بخاری

یہ روایت ابو سعد نیشاپوری المتوفی سنہ ۴۰۶ھ نے اپنی کتاب شرف المصطفٰے مین ابو بکر بن ابی مریم کے واسطہ سے کعب احبار (نومسلم یہودی) تابعی سے نقل کی ہے، اوّل تو یہ سلسلہ ایک تابعی تک موقوف ہے آگے کی سند نہین علاوہ ازین

کعب احبار گو نو مسلم اسرائیلیون مین سب سے بہتر سمجھے جاتے ہین، تاہم امام بخاری ان کے کذب کا تجربہ بیان کرتے ہین
اسلام مین اسرائیلیات اور عجیب و غریب حوادث کی روایات کے سرچشمہ یہی ہین، بیچ کا راوی ابوبکر بن ابی مریم
باتفاق محدثین ضعیف ہی، ان کا دماغ ایک حادثہ کے باعث ٹھیک نہین رہا تھا،

۴- ابونعیم، حاکم، بیہقی اور طبرانی مین ایک اور روایت ہو کہ "عبدالمطلب یمن گئے تھے، وہان ایک کاہن اُنکے پاس آیا، اور اُن کی اجازت سے اُن کے دونون نتھنون کو دیکھکر بتایا کہ ایک مین نبوت اور دوسرے مین بادشاہی کی علامت ہو۔ تم بنو زہرہ کی کسی لڑکی سے جاکر شادی کرو، ان مصنفون کا مشترک راوی عبدالعزیز بن عمران الزہری اسکی نسبت میزان مین ہے کہ امام بخاری نے کہا "اسکی حدیث نہ لکھی جائے" نسائی نے کہا "متروک ہو" یحیی نے کہا "یہ شعر و شاعری کا آدمی ہے ثقہ نہ تھا" عبدالعزیز کے بعد کا راوی اس مین یعقوب بن زہری ہے جس کی نسبت ابن معین کہتے ہین کہ "اگر ثقات سے روایت کرے تو خیر لکھو" ابو زرعہ نے کہا "وہ کچھ نہین وہ واقدی کے قریب" امام احمد نے کہا "وہ کچھ نہین، اسکی حدیث لاشئے کے برابر ہے" ساجی نے کہا "وہ منکر الحدیث ہے" علاوہ ازین اس روایت مین بعض اور مجہول بھی ہین، حاکم نے مستدرک مین اس کو روایت کیا ہے لیکن امام ذہبی نے نقد مستدرک مین یعقوب اور عبدالعزیز دونون کو ضعیف کہا ہے،

۵- روایت ہو کہ "حضرت عبداللہ کی پیشانی مین جب یہ نور چمکا تو ایک عورت جو کاہنہ تھی اُس نے اس نور کو پہچانا اور چاہا کہ وہ خود عبداللہ سے ہمبستر ہو کر اس نور کی امین بنجائے، مگر یہ سعادت اُسکی قسمت مین نہ تھی اس وقت عبداللہ نے عذر کیا اور گھر چلے گئے، وہان یہ دولت آمنہ کو نصیب ہوئی، عبداللہ نے واپس آکر اس کاہنہ سے خود درخواست کی، تو اس نے رد کر دی کہ "اب وہ نور تمھاری پیشانی سے منتقل ہوچکا"

یہ روایت الفاظ اور جزئیات کے اختلاف کے ساتھ ابن سعد، خرائطی، ابن عساکر، بیہقی اور ابونعیم مین مذکور ہی ابن سعد نے تین طریقون سے اسکی روایت کی ہے، ایک طریقہ مین پہلا راوی واقدی ہے، دوسرے مین کلبی ہی یہ دونون مشہور دروغ گو ہین، تیسرا طریقہ ابو یزید مدنی تابعی پر جاکر ختم ہو جاتا ہے، ابو یزید مدنی کی اگرچہ بعض ائمہ نے

توثیق کی ہے، مگر مدینہ کے شیخ اکل امام مالک فرماتے ہین کہ "مین اس کو نہین جانتا" ابوزرعہ نے کہا "مجھے نہین معلوم" ابونعیم نے چار طریقون سے اسکی روایت کی ہے، لیکن کوئی ان مین قابل وثوق نہین، ایک طریقہ مین نضر بن سلمہ، اور احمد بن محمد بن عبد العزیز بن عمرو الزہری، اور یہ تینون نامعتبر ہین، تیسرے سلسلہ مین مسلم بن خالد الزنجی ہین جو ضعیف سمجھے جاتے ہین اور متعدد مجاہیل ہین، چوتھا طریقہ زید بن شہاب الزہری پر ختم ہے، اور وہ اپنے آگے کا سلسلہ نہین بتاتے، اور ان کا حال بھی نہین معلوم، بیہقی کا سلسلہ وہی تیسرا ہے، خرائطی اور ابن عساکر کا یون بھی اعتبار نہین۔

۶- حضرت عباس رض سے روایت کی گئی ہے کہ عبد مناف اور قبیلۂ مخزوم کی دو سو عورتین گنی گئین جنھون نے اس غم مین کہ عبداللہ سے اُن کو یہ دولت حاصل نہ ہوئی وہ مرگئین لیکن اُنھون نے شادی نہ کی (یعنی عمر بھر کواری رہین) اور قریش کی کوئی عورت نہ تھی جو اس غم مین بیمار نہ پڑگئی ہو" یہی حکایت ہے جسکا غلط ترجمہ اردو مصنفین میلاد نے یہ کیا ہے کہ "اس رات دو سو عورتین رشک وحسد سے مرگئین" یہ روایت سند کے بغیر زرقانی شرح مواہب لدنیہ مین بصیغہ رُوِیَ یعنی "بیان کیا گیا ہے" مذکور ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود مصنف کو بھی اسکی صحت مین کلام ہے، یہ درحقیقت بالکل بے سند اور بے اصل روایت ہے اور کسی معتبر کتاب مین اسکا پتہ نہین۔

۷- روایت ہے کہ اس رات کو کسریٰ کے محل مین زلزلہ پڑگیا، اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے، اور ساوہ کی نہر (واقع فارس) اور بعض روایتون مین طبریہ کی نہر (واقع شام) خشک ہوگئی، اور فارس کا آتشکدہ، جو ہزارون برس سے روشن تھا، بجھ گیا، اور کسریٰ نے ایک ہولناک خواب دیکھا، جسکی تعبیر یمن کے ایک کاہن سطیح سے دریافت کیگئی" یہ قصہ بیہقی، خرائطی، ابن عساکر اور ابونعیم مین سند اور سلسلۂ روایت کے ساتھ مذکور ہے، ان سب کا مرکزی راوی مخزوم بن ہانی ہے، جو اپنے باپ ہانی مخزومی (قریش) سے جسکی ڈیڑھ سو برس کی عمر تھی بیان کرتا ہے، ہانی کے نام کا کوئی صحابی جو مخزومی قریشی ہو، اور جو ڈیڑھ سو برس کی عمر رکھتا ہو معلوم نہین، اصابہ وغیرہ مین اسی روایت کے سلسلہ مین انکا نام مشکوک طریقہ سے آیا ہے، ان کے صاحبزادہ مخزوم بن ہانی سے

بھی محدثین مین کوئی شناسا نہین، نیچے کے راویون کا بھی یہی حال ہے، یہان تک کہ ابن عساکر جیسے ضعیف روایتون کے سرپرست بھی اس روایت کو غریب کہنے کی جرأت کرتے ہین، اور ابن حجر جیسے کمزور روایتون کے سہارا اور پشت پناہ بھی اس کو مرسل ماننے کو تیار ہین، ابونعیم کی روایت مین محمد بن جعفر بن اعین مشہور وضّاع ہی۔

۸۔ روایت ہے کہ جب آنحضرت صلعم پیدا ہوئے تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی مان شفاء بنت اوس ولادت کے وقت زچہ خانہ مین موجود تھین وہ کہتی ہین کہ جب آپ پیدا ہوئے تو پہلے غیب سے ایک آواز آئی، پھر مشرق و مغرب کی ساری زمین میرے سامنے روشن ہوگئی، یہان تک کہ شام کے محل مجھکو نظر آنے لگے، مین نے آپ کو کپڑا پہنا کر لٹایا ہی تھا کہ اندھیرا چھا گیا، اور مین ڈر کر کانپنے لگی، پھر داہنی طرف سے کچھ روشنی نکلی تو آواز سنی کہ "کہان لے گئے تھے" جواب ملا کہ "مغرب کی سمت" ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ پھر وہی کیفیت پیدا ہوئی، مین ڈر کر کانپی اور آواز آئی کہ "کہان لے گئے تھے" جواب ملا کہ "مشرق کی سمت" یہ حکایت ابونعیم مین ہے، اس کے بیچ کا راوی احمد بن محمد بن عبدالعزیز زہری، نامعتبر ہے، اور اس کے دوسرے رواۃ مجہول الحال ہین۔

۹۔ روایت ہے کہ حضرت آمنہ نے خواب مین دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے "اے آمنہ! تیرا بچہ تمام جہان کا سردار ہوگا، جب پیدا ہو تو اس کا نام احمد اور محمد رکھنا، اور یہ تعویذ اس کے گلے مین ڈالنا" جب وہ بیدار ہوئین تو سونے کے پتر پر یہ اشعار لکھے ملے، (اس کے بعد اشعار ہین) یہ قصہ ابونعیم مین ہے جس کا راوی ابوغزیہ محمد بن موسیٰ انصاری ہے، جسکی روایتون کو امام بخاری منکر کہتے ہین، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ دوسرون کی حدیثین چرایا کرتا تھا، اور ثقات سے موضوع روایتین بنا کر بیان کیا کرتا تھا، متاخرین مین حافظ عراقی نے اس روایت کو بے اصل اور شامی نے بہت ہی ضعیف کہا ہے، ابن اسحاق نے بھی اس کو بے سند روایت کیا ہے۔ ابن سعد مین یہ روایت واقدی کے حوالہ سے ہے جس کی دروغ بیانی محتاج بیان نہین۔

۱۰۔ روایت، عثمان بن ابی العاص صحابی کی مان، ولادت کے وقت موجود تھین، وہ کہتی ہین کہ جب آمنہ کو درد زہ ہوا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام ستارے زمین پر جھکے آتے ہین، یہان تک کہ مین ڈری کہ کہین زمین پر

نہ گر پڑین، اور جب پیدا ہوئے تو جدھر نظر جاتی تھی تمام گھر روشنی سے معمور تھا، یہ قصّہ ابونعیم، طبرانی اور بیہقی مین مذکور ہے، اس کے رواۃ مین یعقوب بن محمد زہری پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اور عبد العزیز بن عمر بن عبد الرحمان بن عوف ایک محض داستان گو، اور جھوٹا تھا۔

۱۱- روایت، حضرت آمنہ کہتی ہین کہ "مجھے ایام حمل مین حمل کی کوئی علامت معلوم نہ ہوئی اور عورتون کو ان ایام مین جو گرانی اور تکلیف محسوس ہوتی ہے وہ بھی نہ ہوئی، بجز اس کے کہ معمول مین فرق آگیا تھا" قسطلانی نے مواہب لدنیہ مین اس قصّہ کو ابن اسحاق اور ابونعیم کے حوالہ سے بیان کیا ہے، لیکن ابن اسحاق کا جو نسخہ ابن ہشام کے نام سے مشہور اور چھپا ہوا ہے، اور نیز دلائل ابونعیم کے مطبوعہ نسخہ مین تو اس قسم کا کوئی واقعہ مذکور نہین، قسطلانی کی پیروی مین، دوسرے بے احتیاط متاخرین مثلاً صاحب سیرۃ حلبیہ اور مصنف خمیس نے بھی ابن اسحاق اور ابونعیم ہی کی طرف اس روایت کی نسبت کی ہے، لیکن ابن سید الناس نے عیون الاثر مین بجا طور سے اس روایت کے لیے واقدی کا حوالہ دیا ہے۔ دراصل یہ قصّہ ابن سعد نے نقل کیا ہے اور اس کی روایت کے ۲ سلسلے لکھے ہین، مگر ان مین سے ہر ایک کا سر سلسلہ واقدی ہے، اور اسکی نسبت محدثین کی رائے پوشیدہ نہین، علاوہ ازین ان مین سے کوئی سلسلہ بھی مرفوع نہین، پہلا سلسلہ عبد اللہ بن وہب پر ختم ہوتا ہے، جو اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہین کہ وہ کہتی ہین کہ ہم یہ سنا کرتے تھے ......" دوسرے سلسلہ کو واقدی، زہری پر جا کر ختم کر دیتا ہے۔

۱۲- ایک روایت اس کے بالکل برخلاف ابن سعد مین یہ ہے کہ "(غالباً آنحضرت صلعم کی جلالت و عظمت کے باعث) حضرت آمنہ کو سخت گرانی اور بار محسوس ہوتا تھا وہ کہا کرتی تھین کہ "میرے پیٹ مین کئی بچے رہے مگر اس بچہ سے زیادہ بھاری اور گران مجھے کوئی نہین معلوم ہوا" اوّل تو یہ روایت معروف و مسلّم واقعہ کے خلاف ہی، حضرت آمنہ کے ایک کے سوا کوئی اور بچہ ہوا، اور نہ حمل رہا، دوسرے یہ کہ اس روایت کا سلسلہ ناتمام ہے، اسی معنی کی ایک اور روایت شداد بن اوس صحابی کی زبانی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "مین اپنے والدین کا پہلوٹا ہون، جب مین شکم مین تھا تو میری ماں عام عورتون سے بہت زیادہ گرانی محسوس کرتی تھی" (کنز العمال کتاب الفضائل، معافی بن زکریا القاضی نے

اِس روایت پر اتنی ہی جرح کی ہے کہ یہ منقطع ہے، یعنی شداد بن اوس اور اُن کے بعد کے راوی مکحول مین ملاقات نہین، اس لیے بیچ مین ایک راوی کم ہے، حالانکہ اس سے بڑھکر یہ ہے کہ اس کا پہلا راوی عمر بن صبیح، کذاب وضّاع اور متروک تھا،

۱۳- روایت- جب ولادت کا وقت آیا، خدا نے فرشتون کو حکم دیا کہ آسمانون اور بہشتون کے دروازے کھول دو، فرشتے باہم بشارت دیتے پھرتے تھے، سورج نے نور کا نیا جوڑا پہنا، اس سال دُنیا کی تمام عورتون کو یہ رعایت ملی کہ سب فرزند نرینہ جنین، درختون مین پھل آ گئے، آسمان مین زبرجد و یاقوت کے ستون کھڑے کئے گئے، نہر کوثر کے کنارے مشک خالص کے درخت اُگائے گئے، مکہ کے بت اوندھے ہوگئے، وغیرہ وغیرہ،

یہ حکایت مواہب لدنیہ اور خصائص کبریٰ مین ابو نعیم کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے، لیکن ابو نعیم کی دلائل النبوۃ کے مطبوعہ نسخہ مین جہان اس کا موقع ہو سکتا تھا، وہان یہ روایت مجھکو نہین ملی، ممکن ہو کہ ابو نعیم نے اپنی کسی اور کتاب مین یہ روایت لکھی ہو، یا یہ مطبوعہ نسخہ ناکمل ہو، بہرحال اس روایت کی صرف اس قدر بنا ہے کہ ابو نعیم چوتھی صدی کے ایک راوی عمرو بن قتیبہ صوری سے نقل کرتے ہین کہ اُنکے والد قتیبہ جو بڑے فاضل تھے" یہ بیان کرتے تھے" قسطلانی نے مواہب مین اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ وہ "مطعون ہے" حافظ سیوطی نے خصائص مین اسکو منکر کہا ہے" اور واقعہ یہ ہے تمامتر بے سند اور موضوع ہی،

۱۴- روایت، آنحضرت صلعم کے حمل مین ہونے کی جو نشانیان تھین، ان مین ایک یہ ہے کہ اس رات کو قریش کے سب جانور بولنے لگے، اور کہنے لگے کہ کعبہ کے خدا کی قسم آنحضرت صلعم شکم مادر مین آگئے، وہ دنیا جہان کی امان، اور اہل دنیا کے چراغ ہین، قریش اور دیگر قبائل کی کاہنہ عورتون مین کوئی عورت ایسی نہ تھی کہ اس کا جن اسکی آنکھون سے اوجھل نہ ہو گیا ہو، اور اُن سے کہانت کا علم چھین لیا گیا، اور دنیا کے تمام بادشاہون کے تخت اوندھے ہوگئے، اور سلاطین اُس دن گونگے ہوگئے، مشرق کے وحشی جانورون نے مغرب کے وحشی جانورون کو جاکر بشارت دی، اسی طرح ایک دریا نے دوسرے دریا کو خوشخبری سنائی اور پورے ایام حمل

مین ہر ماہ آسمان وزمین سے یہ ندا سنی جانے لگی کہ "بشارت ہو کہ حضرت ابوالقاسم صلعم کے زمین پر ظاہر ہونے کا
زمانہ قریب آیا" حضرت کی والدہ فرماتی تھین کہ جب میرے حمل کے چھ مہینے گذرے تو خواب مین کسی نے مجھکو
پاؤن سے ٹھوکر دیکر کہا کہ "اے آمنہ! تمام جہان کا سردار تیرے پیٹ مین ہے جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام محمدؐ رکھنا، اور
اپنی حالت کو چھپائے رکھنا" کہتی ہین کہ جب ولادت کا زمانہ آیا تو عورتون کو جو پیش آتا ہے وہ مجھکو بھی پیش آیا،
اور کسی کو میری اس حالت کی خبر نہ تھی، مین گھر مین تنہا تھی، عبدالمطلب خانۂ کعبہ کے طواف کو گئے تھے، تو مین نے
ایک زور کی آواز سنی جس سے مین ڈر گئی، مین نے دیکھا کہ ایک سپید مرغ ہے جو اپنے بازو کو میرے دل پر مل رہا ہے،
اس سے میری تمام دہشت دور ہوگئی، اور درد کی تکلیف بھی جاتی رہی، پھر ایک طرف دیکھا کہ سپید شربت ہے
پیاسی تھی، دودھ سمجھکر اس کو پی گئی، اس کے پینے سے ایک نور مجھ سے نکل کر بلند ہوا، پھر مین نے دیکھا کہ چند عورتین
جن کے قد لمبے لمبے ہین، گویا عبدالمطلب کی بیٹیان ہین، وہ مجھے غور سے دیکھ رہی ہین، مین تعجب کر رہی ہون کہ انکو
کیسے میرا حال معلوم ہوا (ایک اور روایت مین ہے کہ اُن عورتون نے کہا ہم فرعون کی بیوی آسیہ، اور عمران کی بیٹی
مریم ہین، اور یہ حورین ہین) میرا درد بڑھ گیا، اور ہر گھڑی آواز اور زیادہ بلند تھی، اور خوفناک ہوتی جاتی تھی، اتنے
مین ایک سپید دیبا کی چادر آسمان وزمین کے درمیان پھیلی نظر آئی، اور آواز آئی کہ "اسکو لوگون کی نگاہون سے
چھپالو" مین نے دیکھا کہ چند مرد ہوا مین معلّق ہین، اُن کے ہاتھون مین چاندی کے آفتابے ہین، اور میرے بدن سے
موتی کی طرح پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے جسمین مشک خالص سے بہتر خوشبو تھی، اور مین دل مین کہہ رہی تھی
کہ کاش عبدالمطلب اس وقت پاس ہوتے، پھر مین نے پرندون کا ایک غول دیکھا جو نہین معلوم کدھر سے
آئے، وہ میرے کمرے مین گھس آئے، انکی منقارین زمرد کی اور بازو یاقوت کے تھے، میری آنکھون سے اُس
وقت پردے اُٹھا دیے گئے، تو اس وقت مشرق و مغرب سب میری نگاہون کے سامنے تھے، تین جھنڈے
نظر آئے، ایک مشرق مین، ایک مغرب مین اور ایک خانۂ کعبہ کی چھت پر، اب درد زیادہ بڑھ گیا، تو مجھے ایسا
معلوم ہوا کہ مجھے کچھ عورتین ٹیک لگائے بیٹھی ہین، اور اتنی عورتین بھر گئین کہ مجھے گھر کی کوئی چیز نظر نہین آتی تھی

اسی اثنار مین بچہ پیدا ہوا، مین نے پھر کر دیکھا تو وہ سجدہ مین پڑا تھا، اور دو انگلیون کو آسمان کی طرف دعا کی طرح اُٹھائے تھا، پھر ایک سیاہ بادل نظر آیا، جو آسمان سے اتر کر نیچے آیا، اور بچہ پر چھا گیا، اور بچہ میری نگاہ سے چھپ گیا، اتنے مین ایک منادی سنی کہ "محمد صلعم کو زمین کے پورب اور پچھم گھما دو، اور سمندرون کے اندر لیجاؤ تاکہ سب انکے نام نامی اور شکل وصورت کو پہچان لین اور جان لین کہ یہ مٹانے والے ہین، یہ اپنے زمانہ مین شرک کا نام ونشان مٹا دین گے- پھر تھوڑی ہی دیر مین بادل ہٹ گیا، اور آپ دودھ سے زیادہ سفید کپڑے مین لپٹے نظر آئے، جس کے نیچے سبز ریشم تھا، ہاتھون مین سفید موتیون کی تین کنجیان تھین، اور ایک آواز آئی کہ محمد کو فتح، نصرت اور نبوت کی کنجیان دی گئی ہین۔"

مین نے دل پر بہت جبر کرکے یہ پوری حکایت نقل کی ہے، یہ اس لیے کہ میلاد کے عام جلسون کی رونق انھین روایتون سے ہے، یہ روایت ابونعیم نے حضرت ابن عباس رض سے نقل کی ہے، اور سند کا سلسلہ بھی ہر طرح صحیح ہے، مگر اگر کسی کو اسمار الرجال سے آگاہی نہ بھی ہو اور وہ صرف ادب عربی کا صحیح ذوق رکھتا ہو تو وہ فقط روایت کے الفاظ اور عبارت کو دیکھکر یہ فیصلہ کر دے گا کہ یہ تیسری چوتھی صدی کی بنائی ہوئی ہے، اس روایت مین یحیٰی بن عبداللہ البابلتی، اور ابوبکر بن ابی مریم ہین، پہلا شخص بالکل ضعیف ہے اور دوسرا ناقابلِ حجت ہے، اُن کے آگے کے راوی سعید بن عمرو الانصاری اور اُن کے باپ عمرو الانصاری کا کوئی پتہ نہین-

۱۵- اسی قسم کی ایک اور **روایت** حضرت عباس سے نقل کی جاتی ہے، وہ کہتے ہین کہ میرا چھوٹا بھائی عبداللہ جب پیدا ہوا تو اس کے چہرہ پر سورج کی سی روشنی تھی، اور والد نے ایک دفعہ خواب دیکھا....... بنو مخزوم کی ایک کاہنہ نے یہ خواب سنکر پیشینگوئی کی کہ "اس لڑکے کی پشت سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو تمام دنیا پر حکومت کرے گا" جب آمنہ کے شکم سے بچہ پیدا ہوا تو مین نے اُنسے پوچھا کہ ولادت کے اثنار مین تم کو کیا کیا نظر آیا، اُنھون نے کہا کہ جب مجھے درد ہونے لگا تو مین نے بڑے زور کی آواز سنی جو انسانون کی آواز کی طرح نہ تھی، اور سبز ریشم کا پھریرا یاقوت کے جھنڈے مین لگا ہوا، آسمان و زمین کے بیچ مین گڑا نظر آیا، اور مین نے دیکھا کہ بچہ کے سر سے روشنی کی کرنین نکل کر آسمان تک جاتی ہین، شام کے تمام محل آگ کا شعلہ معلوم ہوتے تھے، اور اپنے پاس مرغابیون کا

ایک جھنڈ دکھائی دیا، جس نے بچہ کو سجدہ کیا، پھر اپنے پرون کو کھول دیا، اور سعیرہ اسدیہ کو دیکھا کہ وہ کہتی ہوئی گذری کہ "تیرے اس بچہ نے بتون اور کاہنون کو بڑا صدمہ پہنچایا، ہائے سعیرہ ہلاک ہوگئی" پھر ایک بلند بالا سپید رنگ، جوان نظر آیا، جس نے بچہ کو میرے ہاتھ سے لے لیا، اور اُس کے منہ مین اپنا لعاب دہن لگایا، اُس کے ہاتھ مین سونے کا ایک طشت تھا، بچہ کے پیٹ کو پھاڑا، پھر اُس کے دل کو نکالا، اس مین سے ایک سیاہ داغ نکال کر پھینکدیا، پھر سبز حریر کی ایک تھیلی کھولی جسمین سپید کی طرح کوئی چیز تھی، اُسکو سینہ مین بھرا، پھر سپید حریر کی ایک تھیلی کھولی، اس مین سے ایک انگوٹھی نکالکر مونڈھے پر انڈے کے برابر مہر کی، اور اس کو ایک کرتا پہنا دیا، اے عباس! یہ مین نے دیکھا،

اِس روایت کے متعلق ہمین کچھ زیادہ کہنا نہین ہے کہ ناقلین نے اس کے ضعف کو خود تسلیم کیا ہے اور حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ "اِس روایت اور اس سے پہلے کی دو روایتون (۱۳-۱۴-) مین سخت نکارت ہے" اور مین نے اپنی اس کتاب (خصائص) مین ان تینون سے زیادہ منکر کوئی روایت نقل نہین کی، اور میرا دل انکے لکھنے کو نہین چاہتا تھا لیکن مین نے محض ابونعیم کی تقلید مین لکھدیا ہے، جن روایتون کو حافظ سیوطی لکھنے کے قابل نہ سمجھین تم اُنکے ضعف کے درجہ کو سمجھ سکتے ہو! سیوطی اس روایت کا ماخذ ابونعیم کو بتاتے ہین، مگر یہ روایت دلائل ابونعیم کے مطبوعہ نسخہ مین نہین ملی، یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عباس آنحضرت صلعم سے ایک ہی دو سال بڑے تھے، جب آمنہ نے وفات پائی تو وہ سات آٹھ برس کے بچہ ہونگے

(۱۶) ابن عباس سے **روایت** ہے کہ آمنہ آنحضرت صلعم کی ولادت کا قصہ بیان کررہی تھین کہ "مین حیرت مین تھی کہ تین آدمی دکھائی دیے، جنکے چہرے سورج کی طرح چمک رہے تھے، ایک کے ہاتھ مین چاندی کا آفتابہ تھا، جس سے مشک کی سی خوشبو آرہی تھی، دوسرے کے ہاتھ مین سبز زمرد کا طشت تھا، جس کے چار گوشے تھے، اور ہر گوشہ مین سپید موتی رکھا تھا، اور ایک آواز آئی "اے حبیب اللہ! یہ پوری دنیا، پورب پچھم خشکی و تری سب مجسم ہوکر آئی ہے اس کے جس گوشہ کو چاہیے مٹھی مین لے لیجیے" آمنہ کہتی ہین کہ مین نے گھوم کر دیکھا کہ بچہ کہان ہاتھ رکھتا ہے، مین نے دیکھا کہ اُس نے بیچ مین ہاتھ رکھا، تو کہنے والے کی آواز سنی کہ "محمدؐ نے کعبہ کے خدا کی قسم کعبہ پر قبضہ کیا ہے، ہان یہ کعبہ اُس کا قبلہ اور اس کا مسکن بنے گا" تیسرے کے ہاتھ مین سپید حریر لپٹا تھا، اُس نے اس کو کھولا، تو اس مین ایک انگوٹھی نکلی جسکو

دیکھکر دیکھنے والون کی آنکھین حیرت کرتی تھین، پھر وہ میرے پاس آیا تو طشت والے نے اُس انگوٹھی کو لے کر اُس آفتابہ سے سات بار اُس کو دھویا، اور بچہ کے مونڈھے پر مہر کردی، اور حریر مین اُس کو لپیٹ کر مشک خالص کے تاگے سے اُسکو باندھ دیا، اور تھوڑی دیر تک اپنے بازوؤن مین لپٹائے رکھا، ابن عباس کہتے ہین، کہ یہ رضوان جنت تھا، پھر بچہ کے کان مین کچھ کہا، جسکو آمنہ کہتی ہین کہ مین سمجھ نہ سکی، اور پھر اس نے کہا "اے محمدؐ! بشارت ہو کہ کسی نبی کو کوئی ایسا علم عطا نہین کیا گیا جو تم کو نہین بتا دیا گیا۔ تم سب پیغمبرون سے زیادہ شجاع بنائے گئے، تمکو فتح ونصرت کی کنجی دی گئی، اور رعب داب بخشا گیا، جو تمہارا نام سنے گا، اُس نے تم کو کبھی دیکھا بھی نہ ہو تو بھی وہ کانپ جائے گا، اے خدا کے خلیفہ!"

اس روایت کا ماخذ یہ ہے کہ یحیی بن عائذ المتوفی ۳۷۶ھ ہجری نے اپنی کتاب میلاد مین اس کا ذکر کیا ہے، ابن حجر محدث نے بڑی جرأت کرکے اِس خبر کو "غریب" کہا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کو غریب کہنا بھی اسکی توثیق ہے، یہ تمامتر بے اصل اور بے بنیاد ہے۔

(۱۷) **روایت**۔ آمنہ کہتی ہین کہ جب ولادت ہوئی تو ایک بہت بڑا ابر کا ٹکڑا نظر آیا جس مین سے گھوڑے کے ہنہنانے، اور پرون کے پھڑپھڑانے، اور لوگون کے بولنے کی آوازین آرہی تھین، وہ ابر کا ٹکڑا بچہ کے اوپر آکر چھا گیا، اور بچہ میری نگاہون سے اوجھل ہوگیا، البتہ منادی کی آواز سنائی دی کہ "محمدؐ کو ملکون ملکون پھراؤ، اور سمندرون کی تہون مین لے جاؤ، کہ تمام دنیا اُن کے نام ونشان کو پہچان لے، اور جن وانس، چرند وپرند، ملائکہ، بلکہ ہر ذی روح کے سامنے اون کو لے جاؤ، اون کو آدمؑ کا خُلق، شیثؑ کی معرفت، نوحؑ کی شجاعت، ابراہیمؑ کی دوستی، اسمٰعیلؑ کی زبان، اسحاقؑ کی رضا، صالحؑ کی فصاحت، لوطؑ کی حکمت، موسیٰؑ کی سختی، ایوبؑ کا صبر، یونسؑ کی طاعت، یوشعؑ کا جہاد، داؤدؑ کی آواز، دانیالؑ کی محبت، الیاسؑ کا وقار، یحییٰؑ کی پاک دامنی، اور عیسیٰؑ کا زہد عطا کرو، اور تمام پیغمبرون کے اخلاق مین اونکو غوطہ دو" آمنہ کہتی ہین پھر یہ منظر ہٹ گیا، تو مین نے دیکھا کہ آپ سبز حریر مین لپٹے ہین، اور اس کے اندر سے پانی ٹپک رہا ہے، آواز آئی "ہان محمدؐ نے تمام دنیا پر قبضہ کر لیا، اور کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو اُن کے حلقۂ اطاعت مین نہ آگئی ہو" کہتی ہین کہ پھر مین نے دیکھا تو نظر آیا کہ آپ کا چہرہ چودھوین رات کے چاند کی طرح ہے، اور مشک خالص کی سی خوشبو

آپ سے نکل رہی ہے، دفعۃً تین آدمی نظر آئے، ایک کے ہاتھ مین چاندی کا آفتابہ ہے، دوسرے کے ہاتھ مین سبز زمرد کا طشت ہے، اور تیسرے کے ہاتھ مین سپید ریشم ہے، اُس نے سپید ریشم کو کھول کر اس مین سے انگوٹھی جسکو دیکھکر آنکھین خیرہ ہوتی تھین، نکالی پہلے اس نے انگوٹھی کو سات دفعہ اُس آفتابہ کے پانی سے دھویا، پھر مونڈھے پر مہر کرکے بچہ کو تھوڑی دیر کے لیے اپنے بازوؤن مین لپیٹ لیا، پھر مجھے واپس کردیا۔"

اِس حکایت کی بنیاد یہ ہے کہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ مین السعادۃ والبشریٰ نامی ایک میلاد کی کتاب سے اسکو نقل کیا ہے، اور السعادۃ والبشریٰ کا مصنف کہتا ہے کہ اُس نے خطیب سے اس کو لیا ہے، روایات کے لحاظ سے خطیب کی تاریخ کا جو درجہ ہے وہ کس کو معلوم نہین، قسطلانی نے اس روایت کو ابونعیم کی طرف بھی منسوب کیا ہے مگر دلائل ابونعیم کے مطبوعہ نسخہ مین تو اس کا پتہ نہین غنیمت ہے کہ حافظ قسطلانی نے خود تصریح کردی ہے کہ "اس مین سخت نکارت ہے"

(۱۸) روایت، آمنہ کہتی ہین کہ "جب آپ پیدا ہوئے تو ایک روشنی چمکی جس سے تمام مشرق ومغرب روشن ہوگیا، اور آپ دونون ہاتھ ٹیک کر زمین پر گر پڑے، (شاید مقصود یہ کہنا ہے کہ آپ سجدہ مین گئے) پھر مٹھی سے مٹی اُٹھائی (اہل میلاد اس سے یہ مطلب لیتے ہین کہ آپ نے روے زمین پر قبضہ کرلیا) اور آسمان کی طرف سر اُٹھایا"

یہ حکایت ابن سعد مین متعدد طریقون سے مذکور ہے، مگر ان مین سے کوئی قوی نہین، اسی کے قریب قریب ابونعیم اور طبرانی مین روایتین ہین ان کا بھی یہی حال ہے۔

(۱۹) روایت۔ جس شب کو آپ پیدا ہوئے قریش کے بڑے بڑے سردار جلسہ جمائے بیٹھے تھے، ایک یہودی نے جو مکہ مین سوداگری کرتا تھا اُن سے آکر دریافت کیا کہ "آج تمہارے یہان کسی گھر مین بچہ پیدا ہوا ہے؟" سب نے اپنی لاعلمی ظاہر کی، اُس نے کہا "اللہ اکبر! تمکو نہین معلوم تو خیر، مین جو کہتا ہون اس کو سن رکھو، آج شب کو اس پچھلی امت کا نبی پیدا ہوگیا، اُس کے دونون مونڈھون کے بیچ مین ایک نشانی ہے اس مین گھوڑے کی ایال کی طرح کچھ اوپر تلے بال ہین، وہ دو دن تک دودھ نہ پیے گا، کیونکہ ایک جن نے اس کے منہ مین انگلی ڈال دی ہے جس سے

وہ دودھ نہین پی سکتا"۔ جب جلسہ چھٹ گیا، اور لوگ گھرون کو لوٹے تو معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن مطلب کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے
لوگ اُس یہودی کو آمنہ کے گھر لائے، اُس نے بچہ کی پیٹھ پر تل دیکھا تو غش کھا کر گر پڑا، جب ہوش آیا، لوگون نے سبب
پوچھا، اُس نے کہا "خدا کی قسم اسرائیل کے گھرانے سے نبوت رخصت ہوگئی، اے قریش! تم اسکی پیدائیش سے خوش ہو
ہشیار! خدا کی قسم یہ تمپر ایک دن ایسا حملہ کرے گا جس کی خبر چار دانگ عالم مین پھیلے گی"۔

یہ روایت مستدرک حاکم مین ہے، اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے، مگر اہل علم جانتے ہین کہ حاکم کا کسی روایت کو صحیح کہنا ہمیشہ تنقید کا محتاج رہتا ہے، چنانچہ حافظ ذہبی نے تلخیص مستدرک (ج ۲ صفحہ ۶۰۲) مین حاکم کی تردید کی ہے، اس کا سلسلۂ روایت یہ ہے، کہ یعقوب بن سفیان فسوی، ابوغسان محمد یحییٰ کنانی سے، اور یہ اپنے باپ (یحییٰ بن علی کنانی) سے اور وہ محمد بن اسحاق (مصنف سیرت) سے روایت کرتے ہین، سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ابن اسحاق نے خود اپنی سیرت مین یہ روایت نہین لی ہے، ابوغسان محمد بن یحییٰ کو گو بعض محدثین نے اچھا کہا ہے، مگر محدث سلیمانی نے اُن کو منکر (ایسی باتین بیان کرنے والا جنکی تصدیق دیگر معتبر بیانات سے نہین ہوتی) کہا ہے، ابن حزم نے انکو مجہول کہا ہے، بہرحال اُن تک غنیمت ہے، مگر اون کے باپ یحییٰ بن علی کا کہین کوئی ذکر نہین کہ یہ کون تھے؟ اور کب تھے؟ اسی قسم کی ایک اور روایت عیص راہب کے متعلق ابوجعفر بن ابی شیبہ سے ہے، اور ابونعیم نے دلائل مین اور ابن عساکر نے تاریخ مین اسکو ذکر کیا ہے، لیکن زرقانی نے لکھدیا ہے کہ ابوجعفر بن ابی شیبہ نامعتبر ہے۔

(۲۰) **روایت**، حضرت عباس آنحضرت صلعم سے ذکر کرتے ہین کہ "یا رسول اللہ! مجھکو جس نشانی نے آپ کے مذہب مین داخل ہونے کا خیال دلایا وہ یہ ہے کہ جب آپ گہوارہ مین تھے تو مین نے دیکھا کہ آپ چاند سے اور چاند آپ سے باتین کرتا تھا، اور انگلی سے آپ اُس کو جدھر اشارہ کرتے تھے اُدھر جھک جاتا تھا"۔ فرمایا "ہان مین اُس سے اور وہ مجھ سے باتین کرتا تھا، اور رونے سے بہلاتا تھا، اور عرش کے نیچے جاکر جب وہ تسبیح کرتا تھا تو مین اسکی آواز سنتا تھا"، یہ حکایت دلائل بیہقی، کتاب المائتین صابونی، تاریخ خطیب اور تاریخ ابن عساکر مین ہے، مگر خود بیہقی نے تصریح کردی ہے کہ یہ صرف احمد بن ابراہیم حبلی کی روایت ہے، اور وہ مجہول ہے، صابونی نے روایت

لکھ کر کہا ہے کہ "یہ سند اور متن دونوں لحاظ سے غریب ہے" علاوہ ازیں حضرت ابن عباسؓ آنحضرت صلعم سے شاید ایک ہی دو سال بڑے تھے، آنحضرت صلعم کی شیرخوارگی کے عالم میں وہ خود شیرخوار ہوں گے۔

(۲۱) حافظ ابن حجر نے فتح الباری (جلد ۶ صفحہ ۳۴۴) میں واقدی کی سیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے گہوارہ میں کلام کیا، ابن سبع المتوفی ـــــہ کی خصائص میں ہے کہ فرشتے آپ کا گہوارہ ہلاتے تھے، اور (پیدائش کے بعد) سب سے پہلا فقرہ زبان مبارک سے یہ نکلا الحمد للہ کبیراً، والحمد للہ کثیرا" ابن عائذ وغیرہ میلاد کی بعض اور کتابوں میں اور فقرے بھی منسوب ہیں مثلاً کہ آپ نے لا الہ الا اللہ یا جلال ربی الرفیع پڑھا۔

واقدی کی سیر سے مراد اگر واقدی کی مغازی ہے تو اس کا مطبوعہ کلکتہ نسخہ جو میرے پیش نظر ہے اس میں یہ واقعہ مذکور نہیں اور اگر ہوتا بھی تو واقدی کا اعتبار کیا ہے؟ ابن سبع اور ابن عائذ وغیرہ زمانۂ متاخر کے لوگ ہیں۔ اور قدمائے روایات کی نقل میں بے احتیاط ہیں، کسی قدیم ماخذ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی، معلوم نہیں یہ روایتیں انھوں نے کہاں سے لیں۔

(۲۲) آنحضرت صلعم کی رضاعت اور شیرخوارگی کے زمانہ کے فضائل اور معجزات جب آپ کو حلیمہ سعدیہ اپنے گھر لیجاتی ہیں، ابن اسحاق، ابن راہویہ، ابویعلی، طبرانی، بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر اور ابن سعد میں بہ تفصیل مذکور ہیں، حلیمہ سعدیہ کا آنا، آپ کا ان کو دیکھ کر مسکرانا، حلیمہ کے خشک سینوں میں دودھ بھر آنا، آپ کا صرف ایک طرف کے سینہ سے سیر ہوجانا اور دوسری طرف کا اپنے رضاعی بھائی کے لیے بنظر انصاف چھوڑ دینا، آپ کے سوار ہوتے ہی حلیمہ کی کمزور اور دبلی پتلی گدھی کا تیز رو، طاقتور، اور فربہ ہوجانا، اور حلیمہ کے قبیلہ کی قحط زدہ زمین کا سرسبز و شاداب اور ہرا بھرا ہوجانا، حلیمہ کی بکریوں کا موٹا ہونا، اور سب سے زیادہ دودھ دینا، آپ کا غیر معمولی نشوونما پانا، دو برس کے سن میں آپکے سینہ کا چاک ہونا، حلیمہ کا اس واقعہ سے ڈر کر آپ کو آمنہ کے پاس واپس لانا، آمنہ کا حلیمہ کو تسلی دینا، یہ تمام واقعات ان کتابوں میں بہ تفصیل مذکور ہیں۔

یہ واقعات دو طریقوں سے مروی ہیں ایک طریقہ کا مشترک راوی جہم بن ابی جہم ایک مجہول شخص ہے، اور

دوسرے کا مشترک راوی واقدی ہے جسکا کوئی اعتبار نہیں ۔

پہلے طریقہ سے اس کو ابن اسحاق، ابن راہویہ، ابویعلیٰ، طبرانی اور ابونعیم نے روایت کیا ہے، اس کا سلسلہ یہ ہے کہ "ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے جہم بن ابی جہم مولی حارث بن حاطب جمحی نے کہا، اور وہ کہتا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے خود بیان کیا، یا کسی ایسے شخص نے بیان کیا جس نے عبداللہ بن جعفر سے سنا، اور عبداللہ بن جعفر نے حلیمۂ سعدیہ سے سنا" اس روایت مین سب سے پہلی بات یہ ہی کہ جہم اس روایت کا خود عبداللہ بن جعفر سے سننا یقینی نہین بتاتا، بلکہ وہ کہتا ہے کہ "عبداللہ بن جعفر یا کسی نے ان سے سنکر مجھسے کہا" معلوم نہین وہ کون تھا؟ اور کیسا تھا؟ ابونعیم وغیرہ متأخرین نے اس روایت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ شک سرے سے نظرانداز ہو گیا ہے، اگر بالفرض جہم نے عبداللہ بن جعفر ہی سے سنا تو عبداللہ بن جعفر کا جو حضرت کے زمانہ مین آٹھ نو برس کے تھے اور سنہ کے بعد حبش کے ملک سے مدینہ آئے تھے، حلیمہ سے ملنا اور ان سے نقل روایت کرنا محتاج ثبوت ہے، بلکہ علمائے سیر و رجال مین خود حلیمہ کے اسلام یا نبوت کے بعد آپ سے ملاقات مین اختلاف ہی، صرف ایک دفعہ غزوۂ ہوازن کے موقع پر ان کا آنا کسی کسی نے بیان کیا ہے، مگر اس موقع پر عبداللہ بن جعفر کا جو کم سن تھے موجود ہونا اور ان سے ملنا مطلق ثابت نہین، جہم بن ابی جہم جو اس روایت کا سربنیاد ہے، ذہبی نے میزان الاعتدال مین اسی روایت کی تقریب سے اس کا نام لکھ کر لکھا ہی کہ لا یعرف یعنی "معلوم نہین یہ کون تھا"

دوسرا طریقہ وہ ہے جس کا مرکزی راوی واقدی ہے، اس سلسلہ سے ابن سعد، ابونعیم اور ابن عساکر نے اس واقعہ کو لکھا ہے، یہ سلسلہ علاوہ ازین کہ واقدی کے واسطہ سے ہے، موقوف بھی ہے یعنی کسی صحابی تک وہ نہین پہنچتا، اس کو واقدی، زکریا بن یحییٰ بن یزید سعدی سے اور وہ اپنے باپ یحییٰ بن یزید سعدی سے نقل کرتا ہے۔ ابن سعد نے دوسری جگہ (جلد اول صفحہ ۹۰) ایک اور سلسلہ سے اس کو واقدی سے روایت کیا ہے، اور واقدی عبداللہ بن زید بن اسلم سے اور عبداللہ اپنے باپ زید بن اسلم تابعی سے نقل کرتے ہین، یہ سلسلہ بھی علاوہ ازین کہ اس کا پہلا راوی وہی واقدی ہے، اور روایت بھی موقوف ہے، زید مذکور کی نسبت اہل مدینہ کلام کرتے تھے اور ان کے بیٹے عبداللہ کو اکثر

محدثین نے ضعیف کہا ہے، اس لیے یہ سلسلہ بھی استناد کے قابل نہین ہے، ابونعیم نے تیسری روایت مین واقدی کے واسطہ سے ان واقعات کو بے سند لکھا ہے۔

(۲۳) شقِ صدر یعنی سینۂ مبارک کے چاک ہونے کا واقعہ معراج مین پیش آنا مسلّم ہے، مگر بعض لوگون نے بچپن کے زمانہ مین بھی اس واقعہ کا پیش آنا بیان کیا ہے، بچپن کے وقت کی تعیین مین ان روایتون مین اختلاف ہے اکثر روایتون مین یہ ہے کہ حضرت حلیمہؓ کے پاس قیام کے زمانہ مین یہ پیش آیا، جب عمر شریف غالباً صرف چار برس کی تھی، ایک دو روایتون مین ہے کہ اُس وقت آپ دس برس کے تھے لیکن واقعہ یہ ہے کہ عہدِ طفولیت مین شقِ صدر کی جس قدر روایتین ہین صحیح مسلم کی روایت کے علاوہ، وہ تمامتر ضعیف ہین، صحیح مسلم کی روایت مین حماد بن سلمہ کی غلطی سے معراج کا واقعہ، عہدِ طفولیت مین بیان ہو گیا ہے، اس بارہ مین مین نے اپنی تحقیق شرحِ صدر کی بحث مین مفصّل بیان کی ہے۔

(۲۴) حضرت حلیمہؓ کے پاس قیام کے زمانہ مین ایک اور واقعہ بھی راویون نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کو دیکھ کر بعض یہودیون نے یا عرب قیافہ شناسون نے (روایت مین اختلاف ہے) یہ معلوم کر لیا، کہ نبیِّ آخر الزمان یہی ہین، اور یہی ہمارے آبائی کیش اور مذہب کو دنیا سے مٹائین گے۔ یہ سمجھکر انھون نے آپ کو خود قتل کرنا چاہا، یا دوسرون کو آپ کے قتل پر آمادہ کرنا چاہا (روایت مین اختلاف ہے) ایک روایت مین ہے کہ یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا جب حلیمہ آپ کو پہلے پہل مکہ معظمہ سے لیکر عکاظ کے میلہ مین آئین، وہان قبیلہ ہذیل کا ایک قیافہ شناس بڈھا تھا، عورتین اپنے اپنے بچون کو لے کر اس کے پاس آتی تھین اور فال نکلواتی تھین، اس کی نظر جب آنحضرت صلعم پر پڑی تو وہ چلّا اُٹھا کہ اس کو قتل کر ڈالو، مگر آپ لوگون کی نظر سے غائب ہو چکے تھے، حلیمہ آپ کو لیکر چلدی تھین، لوگون نے بڈھے سے واقعہ پوچھا تو اُس نے کہا "مین نے ابھی وہ بچہ دیکھا جو تمھارے اہل مذہب کو قتل کرے گا اور تمھارے بتون کو توڑے گا، اور وہ کامیاب ہوگا" اس کے بعد لوگون نے آپ کو بہت ڈھونڈھا مگر آپ نہ ملے حضرت حلیمہ نے اس کے بعد آپ کو پھر کسی قیافہ شناس اور فال دیکھنے والے کے سامنے پیش نہ کیا، ایک اور روایت مین ہے کہ اسکے

بعد اس بڈھے کی عقل جاتی رہی اور وہ کفر ہی کی حالت مین مرگیا، دوسری روایت مین یہ واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت آمنہ نے حلیمہ کو کہدیا تھا کہ "میرے بچہ کو یہودیون سے بچائے رکھنا" اتفاق سے جب وہ آپ کو لیکر چلین تو کچھ یہودی راستہ مین مل گئے، انھون نے آپ کا حال سنکر ایک دوسرے سے کہا کہ "اس کو مار ڈالو" پھر اُنھون نے دریافت کیا کہ "کیا یہ بچہ یتیم ہے"؟ حلیمہ نے کہا "نہین، مین اسکی مان ہون" اور اپنے شوہر کو بتایا کہ وہ اس کا باپ ہے" انھون نے کہا کہ "اگر یہ یتیم ہوتا تو ہم اس کو قتل کر ڈالتے" (یعنی آخری پیغمبر کی ایک علامت یتیمی بھی تھی، اور چونکہ ان کو یہ معلوم ہوا کہ یہ علامت اس بچہ مین پائی نہین جاتی اس سے ان کا یقین جاتا رہا۔)

یہ روایتین ابن سعد جلد اوّل صفحہ ۷۱ و ۹۸ مین ہین، مگر حالت یہ ہے کہ پہلی روایتون کا ماخذ واقدی کی داستانین ہین اور اس پر بھی اُن کے سلسلے ناتمام ہین، آخری روایت کا سلسلہ یہ ہے، عمرو بن عاصم کلابی، ہمام بن یحییٰ، اسحاق بن عبداللہ گو یہ تینون عموماً ثقہ اصحاب ہین، مگر ان کی یہ روایت موقوف ہے، یعنی آخری راوی اسحاق بن عبداللہ گو تابعی ہین مگر وہ کسی صحابی سے اسکا سننا ظاہر نہین کرتے، معلوم نہین یہ روایت اونکو کہان سے پہنچی؟

تقریباً اسی واقعہ کو ابو نعیم نے دلائل مین اس طرح بیان کیا ہے کہ "حلیمہ جب آپ کو مکہ سے لیکر روانہ ہوئین تو ایک وادی مین پہنچکر ان کو حبش کے کچھ لوگ ملے (جو غالباً عیسائی ہون گے) حلیمہ اُن کے ساتھ ہوگئین، اُنھون نے جب آنحضرت صلعم کو دیکھا تو آپ کی نسبت کچھ دریافت کیا، اس کے بعد بہت غور سے اُنھون نے آپ کو دیکھنا شروع کیا، دونون مونڈھون کے بیچ مین جو مُہرِ نبوت تھی وہ دیکھی، آپکی آنکھون مین تھوڑی سی سرخی تھی، اس کو دیکھتے رہے، پھر پوچھا کہ کیا بچہ کی آنکھون مین یہ سرخی کسی بیماری سے ہے"؟ حلیمہ نے کہا "نہین یہ ہمیشہ سے اسی طرح ہے" انھون نے کہا "خدا کی قسم یہ پیغمبر ہے" یہ کہکر انھون نے چاہا کہ بچہ کو حضرت حلیمہ سے چھین لین لیکن خدا نے آپ کی حفاظت کی، ابو نعیم کی اس روایت کا سلسلہ نہایت ضعیف اور کمزور ہے اور اس کے رواۃ مجہول الحال لوگ ہین۔

(۲۵) کہتے ہین کہ پیار اور محبت سے حضرت حلیمہ آپ کو دھوپ مین نکلنے نہین دیتی تھین، ایک دن آپ اپنی رضاعی بہن کے ساتھ دھوپ مین نکل پڑے، حلیمہ نے دیکھا تو لڑکی پر خفا ہوئین کہ تم دھوپ مین کیون لیگئین، لڑکی نے کہا

امان جان! میرے بھائی کو دھوپ نہین لگتی، مین نے دیکھا کہ اُس پر بادل سایہ کیے تھے، جدھر وہ جاتا تھا، وہ بھی چلتے تھے، اور جہان وہ رک جاتا تھا، وہ بھی رک جاتے تھے، اِسی کیفیت سے وہ یہان تک پہونچا ہے" ابن سعد نے دو طریقون سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے، ایک مین تو صرف واقدی کا حوالہ ہے اور اس کے آگے کوئی نام نہین دیا ہی (صفحہ ۷۰ جلد اول) اور دوسرے مین ہی کہ واقدی نے معاذ بن محمد سے، اور اُنے عطا سے، اور عطا نے حضرت ابن عباس سے سنا، [1] ابن سعد کے علاوہ ابو نعیم، ابن عساکر، اور ابن طرماح نے بھی اسی سلسلہ سے اس واقعہ کو نقل کیا ہی مگر اس سلسلہ مین واقدی کے علاوہ معاذ بن محمد مجہول اور نامعتبر ہے۔

یہان تک تو ہم نے فضائل و معجزات کی غلط اور ضعیف روایتون کی مسلسل تنقید کی ہی، اگر اسی طرح ہم آخر تک نبھانا چاہین تو یہ دفتر ان اوراق مین نہین سما سکتا، اس لیے ہم صرف مشہور ترین روایتون کی تنقید پر قناعت کرتے ہین

(۲۶) سب سے مشہور بحیرا راہب کا قصہ ہے جس کی تفصیل یہ ہی کہ "جب آپ دس بارہ برس کے تھے تو اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کا سفر کیا، راہ مین ایک عیسائی خانقاہ ملی جسمین بحیرا نام ایک راہب رہا کرتا تھا، اُس نے آپ کو دیکھکر اور علامتون سے پہچان کر یہ جان لیا کہ پیغمبر آخر الزمان اور سردار عالم یہی ہین، اس نے دیکھا کہ ابر آپ پر سایہ افگن ہے، جس درخت کے نیچے آپ بیٹھے ہین اسکی شاخین آپ پر جھکی آتی ہین، اُس نے آپ کی خاطر قافلہ کی دعوت کی اور ابو طالب سے باصرار کہا کہ اس بچہ کو مکہ واپس لے جاؤ، ورنہ رومی اگر اس کو پہچان گئے تو اسکو قتل کر ڈالین گے (شاید اس لیے کہ آپ کے ہاتھون انکی سلطنت کا خاتمہ ہوگا) ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ رومیون کا ایک گروہ پہنچ گیا۔ دریافت سے ظاہر ہوا کہ رومیون کو یہ معلوم ہوگیا ہی پیغمبر آخر الزمان کے ظہور کا وقت آگیا ہے اس لیے رومیون نے تحقیق حال کے لیے ہر طرف اپنے دستے روانہ کیے ہین، بحیرا نے اُن سے کہا کہ "خدا کی تقدیر ٹل نہین سکتی" اس لیے بہتر ہے کہ تم واپس جاؤ" وہ رک گئے، اور اِدھر ابو طالب نے آنحضرت صلعم کو مکہ واپس بھیجدیا، اور حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلال کو آپ کے ساتھ کر دیا، اور بحیرا نے کیک اور ناشتہ آپ کے ساتھ کیا"

یہ روایت اختصار اور تفصیل کے ساتھ سیرت کی اکثر کتابون مین اور بعض حدیثون [2] مین بھی مذکور ہے، مگر ابن اسحاق اور ابن سعد وغیرہ کتب سیر مین اس کے متعلق جس قدر روایتین ہین اُن سب کے سلسلے کمزور اور ٹوٹے ہوئے ہین۔

[1] صفحہ ۹۸ جلد اول۔

اس قصہ کا سب سے محفوظ طریقہ سند وہ ہے جس مین عبدالرحمان بن غزوان جو ابو نوح قراد کے نام سے مشہور ہے یونس بن اسحاق سے، اور وہ ابوبکر بن ابی موسیٰ سے اور وہ اپنے باپ ابو موسیٰ اشعری سے اسکی روایت کرتے ہین

یہ قصہ اس سلسلۂ سند کے ساتھ جامع ترمذی، مستدرک حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ، دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم مین مذکور ہے، ترمذی نے اس کو "حسن وغریب"، اور حاکم نے "صحیح" کہا ہے، استاذ مرحوم نے سیرت کی پہلی جلد (طبع اول صفحہ ۱۳۰ طبع دوم صفحہ ۱۶۸) مین اس روایت پر پوری تنقید کی ہے اور عبدالرحمٰن بن غزوان کو اس سلسلہ مین مجروح قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ اس روایت کو موضوع سمجھتے ہین۔

واقعہ یہ ہے کہ اس سلسلۂ سند مین نہ صرف عبدالرحمٰن بن غزوان، بلکہ دوسرے رواۃ بھی جرح کے قابل ہین

(۱) سب سے اول یہ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری مسلمان ہو کر سنہ ھ مین یمن سے مدینہ آئے تھے، اور یہ واقعہ اس سے پچاس برس پہلے کا ہے، حضرت ابو موسیٰ نہ تو خود آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے اور نہ کسی اور شریک واقعہ کی زبان سے اپنا سننا بیان کرتے ہین اس لیے یہ روایت مرسل ہے۔

(۲) اس واقعہ کو حضرت ابو موسیٰ سے اُن کے صاحبزادہ ابوبکر روایت کرتے ہین، مگر انکی نسبت کلام ہے کہ انھون نے اپنے باپ سے کوئی روایت سنی بھی ہے یا نہین، چنانچہ ناقدین فن کو اس باب مین بہت کچھ شک ہے، امام ابن حنبل نے تو اس سے قطعی انکار کیا ہے، بنابرین یہ روایت منقطع بھی ہے اس کے سوا ابن سعد نے لکھا ہے کہ "وہ ضعیف سمجھے جاتے ہین"

(۳) ابوبکر سے یونس بن اسحاق اس واقعہ کو نقل کرتے ہین، گو متعدد محدثین نے انکی توثیق کی ہے تاہم عام فیصلہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہین، یحییٰ کہتے ہین کہ "ان مین سخت بے پروائی تھی" شعبہ نے ان پر تدلیس کا الزام قایم کیا ہے، امام احمد انکی اپنے باپ سے روایت کو ضعیف اور انکی عام روایتون کو مضطرب اور "ایسی ویسی" کہتے ہین، ابوحاتم کی رائے ہے کہ وہ راست گو ہین، لیکن انکی اپنے باپ سے حدیث "حجت نہین" ساجی کا قول ہے کہ "وہ سچے ہین، اور بعض محدثین نے ان کو ضعیف کہا ہے" ابوحاکم کا بیان ہے کہ اکثر انکو اپنی روایتون مین وہم ہو جاتا تھا۔

(۴) چوتھا راوی عبدالرحمٰن بن غزوان ہے جسکا نام مستدرک اور ابو نعیم مین ابو نوح قراد ہے اس کو اگرچہ بہت سے لوگون نے ثقہ کہا ہے، تاہم وہ متعدد منکر روایتون کا راوی ہے، ممالیک والی جھوٹی حدیث اسی نے روایت کی ہے، ابو احمد حاکم کا بیان ہے کہ "اس نے امام لیث سے ایک منکر روایت نقل کی ہے" ابن حبان نے لکھا ہے کہ "وہ غلطیان کرتا تھا اور امام لیث اور مالک سے ممالیک والی حدیث نقل کرنے کی وجہ سے اس کی طرف سے دل مین خلجان ہے"

(۵) حافظ ذہبی میزان مین لکھتے ہین کہ "عبدالرحمٰن بن غزوان کی منکر روایتون مین سب سے زیادہ منکر بحیرا راہب کا قصہ ہے، اس قصے کے غلط ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس مین یہ ہے کہ ابوبکر نے بلال کو آپ کے ساتھ کر دیا حالانکہ حضرت ابوبکر اُس وقت بچہ تھے، اور حضرت بلال پیدا بھی نہین ہوئے تھے۔

(۶) حاکم نے مستدرک مین اس واقعہ کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ بخاری و مسلم کے شرط کے مطابق ہے، حافظ ذہبی مستدرک کی تلخیص مین اس کے متعلق لکھتے ہین کہ "مین اس روایت کو بنایا ہوا خیال کرتا ہون، کیونکہ اس مین بعض واقعات غلط ہین" (مستدرک جلد دوم صفحہ ۶۱۵)

(۷) امام بیہقی اسکی صحت کو صرف اسی قدر تسلیم کرتے ہین کہ "یہ قصہ اہل سیر مین مشہور ہے" حافظ سیوطی نے خصائص مین امام موصوف کے اس فقرہ سے یہ سمجھا ہے کہ وہ بھی اس کے ضعف کے قائل ہین، اس لیے اصل روایت مین ابن سعد وغیرہ سے چند اور سلسلے نقل کئے ہین، مگر ان مین سے کوئی بھی محفوظ نہین ہے۔

(۲۷) اسی قسم کا ایک اور واقعہ دوسری دفعہ کے سفر شام مین جب آپ حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لیکر بصریٰ تک تشریف لے گئے ہین، بیان کیا جاتا ہے، آپ کے ساتھ اس سفر مین حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی تھا اُسکی زبانی روایت ہے کہ ہر جگہ ابر آپ پر سایہ افگن رہتا تھا، کبھی فرشتے اپنے پرون کا سایہ کرتے تھے، ایک عیسائی خانقاہ کے قریب جہان نسطورا راہب رہتا تھا، آپنے ایک درخت کے نیچے آرام کیا، راہب نے یہ دیکھا تو میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے، اُسنے نام ونشان بتایا، راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے پیغمبر کے سوا اور کوئی نہین ٹھہرا، پھر دریافت کیا کہ انکی آنکھون مین ہمیشہ یہ سرخی رہتی ہے، غلام نے اثبات مین جواب دیا، راہب نے کہا کہ " تو

یہ یقیناً آخر زمانہ کا پیغمبر ہے، تم کبھی اس کی رفاقت نہ چھوڑنا"۔ اسی درمیان مین ایک شخص سے خرید و فروخت مین کوئی جھگڑا پیش آیا، خریدار نے آپ سے کہا کہ تم لات و عزیٰ کی قسم کھاؤ"، آنحضرت صلعم نے فرمایا مین کبھی انکی قسم نہین کھاتا، راہب نے میسرہ سے کہا "خدا کی قسم یہ پیغمبر ہے، اس کی صفتین ہماری کتابون مین لکھی ہین"، میسرہ کا بیان ہے کہ جب دوپہر کی سخت دھوپ پڑتی تو دو فرشتے آپ پر سایہ کر لیتے، جب آپ تجارت سے فارغ ہو کر مکہ آرہے تھے، اتفاق سے اُسوقت حضرت خدیجہ چند سہیلیون کے ساتھ کوٹھے پر تھین، حضرت خدیجہ کی نظر آپ پر پڑی کہ آپ اونٹ پر سوار ہین اور دو فرشتے آپ پر سایہ افگن ہین، اُنھون نے یہ منظر اپنی سہیلیون کو دکھایا، اور میسرہ سے اس کا تذکرہ کیا، میسرہ نے کہا پورے سفر مین یہی تماشا دیکھتا آیا ہون اور اس کے بعد اُس نے نسطورا راہب کی گفتگو بھی اُن سے دہرائی۔

یہ واقعہ ابن اسحاق، ابن سعد، ابونعیم اور ابن عساکر مین ہے، ابن اسحاق مین اس روایت کی کوئی سند نہین ہے، بقیہ کتابون مین اس کی سند یہ ہے کہ ان کتابون کے مصنفین واقدی سے اور واقدی موسیٰ بن شیبہ سے، اور وہ عمیرہ بنت عبداللہ بن کعب سے، اور عمیرہ ام سعد بنت کعب سے، اور وہ یعلی بن منبہ صحابی کی بہن نفیسہ بنت امیہ سے جو صحابیہ تھین، روایت کرتی ہین، واقدی کی بے اعتباری تو محتاج بیان نہین، اس کے علاوہ موسیٰ بن شیبہ کی نسبت امام ابن حنبل کہتے ہین "احادیثه مناکیر" اسکی حدیثین منکر ہین، عمیرہ بنت ابن کعب اور اُم سعد کا حال نہین معلوم۔

(۲۸) ابن اسحاق، ابن سعد، بیہقی اور ابونعیم مین ہے کہ "قریش نے جب بنو ہاشم کا مقاطعہ کر کے شعب ابی طالب مین محصور کیا اور باہم ایک معاہدہ مرتب کر کے خانہ کعبہ مین رکھدیا تو چند سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے دیمک کو بھیجا جس نے کاغذ کو کھا لیا، ایک روایت مین ہے کہ خدا کا نام چھوڑ کر باقی عبارت کو جس مین بنو ہاشم کے مقاطعہ کا عہد تھا اس نے کھا لیا تھا، اور دوسری روایت مین ہے کہ خدا کا نام کھا لیا تھا اور بقیہ عبارت چھوڑ دی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو اس واقعہ سے مطلع فرمایا، آنحضرت صلعم نے ابوطالب سے اس کا ذکر کیا، ابوطالب نے قریش کو اس کی خبر کی اور بالآخر اس واقعہ کو جھوٹ اور سچ ہونے پر معاہدہ کے باقی رہنے یا ٹوٹ جانے کا فیصلہ قرار پایا، کفار نے

جب کاغذ کو اتار کر دیکھا تو آنحضرت صلعم کے قول کی تصدیق ہوگئی۔

ابن اسحاق کی روایت بے سند ہے، بقیہ تمام روایتین یا واقدی اور ابن لہیعہ سے ہین جنکا اعتبار نہین اور یا ثقات سے ہین تو وہ تمامتر مرسل ہین، ان مرسل روایتون مین اگر کوئی بہتر روایت ہو تو وہ بیہقی مین موسیٰ بن عقبہ کی ہے، جو امام زہری سے اس کو روایت کرتے ہین، مگر وہ زہری تک پہنچکر رہ جاتی ہے کسی صحابی تک نہین پہنچتی۔

(۲۹) مشہور ہے کہ ہجرت مین جب آپ نے غار ثور مین پناہ لی، تو خدا کے حکم سے فوراً غار کے منہ پر بوٹے یا ببول کا درخت اُگ آیا جس کی ڈالیان پھیل کر چھا گیئن، کبوتر کے ایک جوڑے نے آکر وہان انڈے دیئے، اور مکڑی نے جالے تن دیئے، تاکہ مشرکین کو آنحضرت صلعم کے اس کے اندر ہونے کا گمان نہو، درخت کے اُگنے، کبوتر کے انڈے دینے، مکڑی کے جالے تننے ان تینون کا ذکر صرف ابومصعب مکی کی روایت مین ہے، بقیہ روایتون مین صرف کبوترون کے انڈے دینے اور مکڑی کے جالا تننے کا بیان ہے، بہرحال یہ واقعہ کتب سیر مین ابن اسحاق، ابن سعد، دلائل بیہقی اور ابونعیم مین اور کتب حدیث مین سے ابن مردویہ اور بزار مین ہے، ابن مردویہ، بزار اور بیہقی مین جو روایت ہے، نیز ابن سعد اور ابونعیم کی ایک ایک روایت ابومصعب مکی سے ہے، جو متعدد صحابہ سے اس واقعہ کا سننا ظاہر کرتا ہے، ابومصعب سے عون بن عمرو القیسی اس کی روایت کرتا ہے لیکن یہ دونون صاحب پایۂ اعتبار سے گرے ہوئے ہین، ابومصعب مکی مجہول ہے، اور عون بن عمرو کی نسبت ابن معین کہتے ہین کہ "وہ کچھ نہین" امام بخاری فرماتے ہین کہ وہ "منکر الحدیث اور مجہول ہے" ابونعیم مین عون بن عمرو کے بجائے عوین بن عمرو القیسی لکھا ہے، یہ عوین بن عمرو بھی بے اعتبار ہے عقیلی نے اس کا ضعفاء مین شمار کیا ہے، اور لکھا ہے کہ "اسکی روایتون کی تصدیق نہین ہوتی" اور اس روایت کو نقل کرکے لکھا ہے کہ "ابومصعب مجہول[1] ہے"۔

استاذ مرحوم نے سیرت نبوی جلد اوّل واقعۂ ہجرت مین صرف اسی ابومصعب کی روایت پر تنقید کی ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ ابومصعب کے علاوہ اور دوسرے سلسلون سے بھی یہ مروی ہے، چنانچہ ابن سعد نے اور ایک طریقہ سے اس واقعہ کی

[1] دیکھو لسان المیزان ترجمہ ابومصعب مکی و عون بن عمرو اور میزان الاعتدال ترجمہ عون بن عمرو اور عوین بن عمرو۔

روایت کی ہے مگر اس روایت کا سر سلسلہ **واقدی** ہے جس نے متعدد روایتون کو یکجا کرکے انکی ایک مشترک روایت ہجرت طیار کی ہے، اس واقعہ کی بہترین روایت وہ ہے جو مسند ابن حنبل مین حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہین:-

کفار آپ کی تلاش مین غار کے منہ تک پہنچ گئے، دیکھا کہ منہ پر مکڑی کے جال ہین، تو انھون نے کہا کہ اگر محمد اس کے اندر جاتے تو یہ جال نہ ہوتے۔

فمروا بالغار فرأوا على بابه نسج العنكبوت فقالوا لو دخل ههنا لم يكن نسج العنكبوت على بابه،

(جلد اوّل صفحہ ۳۴۸)

لیکن ان الفاظ سے اس واقعہ کا غیر معمولی ہونا ظاہر نہین ہوتا، البتہ اس روایت کی بنا پر اس کو تائیدات مین جگہ دی جا سکتی ہے، تاہم یہ روایت بھی قوی نہین، اس کے راوی مقسم ہین، جو اپنے کو مولی ابن عباس کہتے ہین اور اُن سے عثمان الجزری نام ایک شخص روایت کرتا ہے مقسم کی اگرچہ متعدد محدثین نے توثیق کی ہے، اور امام بخاری نے صحیح مین اُن سے حجامت کی روایت نقل کی ہے، مگر وہ خود کتاب الضعفا مین انکو ضعیف کہتے ہین، ابن سعد نے بھی ان کو ضعیف کہا ہے، ساجی نے لکھا ہے کہ "لوگون نے ان کی روایت مین کلام کیا ہے" ابن حزم نے لکھا ہے کہ "وہ قوی نہین" اور عثمان الجزری جو عثمان بن عمر بن ساج الجزری ہے، اور کہین عثمان بن ساج کے نام سے مشہور ہے، گو ابن حبان نے اپنے مشہور تساہل کی بنا پر اس کو ثقات مین داخل کیا ہے، مگر محدث ابو حاتم کہتے ہین کہ "اسکی حدیث لکھی جائے، حجت مین پیش نہ کی جائے" علامہ ذہبی نے میزان مین اور حافظ ابن حجر نے لسان مین، صرف ابو حاتم کا قول نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی نسبت محدثین کا آخری فیصلہ یہی ہے۔

(۳۰) روایتون مین ہے کہ اسی سفر مین راہ مین ایک جگہ بکریون کے ایک چرواہے سے آپ نے دودھ طلب کیا اُس نے معذرت کی کہ کوئی دودھ والی بکری نہین لیکن آپ نے اسکی اجازت سے ایک بے دودھ والی بکری کے تھن مین ہاتھ لگایا فوراً دودھ نکل آیا، چنانچہ سب نے دودھ پیا، چرواہا یہ دیکھکر مسلمان ہوگیا۔

ایک روایت مین ہے کہ یہ چرواہا حضرت عبداللہ بن مسعود تھے، لیکن عام معجزات کے تحت مین ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا واقعہ زمانۂ ہجرت کا نہین، بلکہ وہ کسی اور زمانہ کا ہے، عبداللہ بن مسعود کا واقعہ مسند طیالسی

اور مسند احمد مین خود حضرت عبداللہ بن مسعود کی زبانی صحیح روایت کے ساتھ مذکور ہے، مسند ابویعلی مستدرک حاکم، اور طبرانی مین بجائے عبداللہ بن مسعود کے صرف "عبد" یعنی ایک غلام کا ذکر ہے، جس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا، صحابہ مین سے اس کے راوی قیس بن نعمان سکونی ہین۔ یہ صرف ایک دفعہ ایک وفد کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے ہین، اور ان سے صرف یہی ایک روایت مروی ہے، بعضون نے ان سے ایک اور روایت ہدیہ کی بھی نقل کی ہے مگر ظاہر ہے کہ وہ شریک واقعہ نہ تھے، انھون نے یہ واقعہ کس سے سنا؟ معلوم نہین، اس لیے یہ روایت مرسل ہے، اسکے ایک راوی عبیداللہ بن عیاد بن لقیط کی گو اورون نے توثیق کی ہے، مگر بزار نے لکھا ہے کہ "وہ قوی نہین" تاہم ذہبی نے تلخیص مستدرک (ج ۳ صفحہ ۹) مین اور حافظ ابن حجر نے اصابہ (ترجمہ قیس بن نعمان سکونی) مین اس کو صحیح کہا ہے، مگر یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ خود حضرت ابوبکر صدیق سے جو واقعہ ہجرت کی مفصل روایت صحیحین مین ہے اس مین ایک غلام کے بکری کے دودھ پلانے کا واقعہ مذکور ہے مگر اس معجزہ کا وہان نام ونشان بھی نہین۔

ہجرت کے موقع پر بے دودھ والی بکری کے تھنون مین دودھ پیدا ہو جانے کا مشہور ترین معجزہ ام معبد کے خیمہ کا ہے کہتے ہین مکہ اور مدینہ کی راہ مین قبیلہ خزاعہ کے ایک خاندان کا میدان مین خیمہ تھا، ام معبد اور ابومعبد میان بیوی اس خیمہ مین رہتے تھے، اور مسافرون کو آرام پہنچایا کرتے تھے، بکریون کی پرورش پر ان کا گذارہ تھا، صبح کو ابومعبد تمام اچھی اور دودھ والی بکریان لیکر چراگاہ کو نکل گیا تھا، صرف بے دودھ والی دبلی بکریان خیمہ مین رہ گئی تھین، اتنے مین آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر کا ادھر سے گذر ہوا، کھانے پینے کی کچھ چیزین آپ نے قیمت طلب کین جو نہین ملین، خیمہ کے ایک گوشہ مین ایک بکری نظر آئی آپ نے پوچھا کہ ام معبد یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے کہا یہ لاغری سے بکریون کے ساتھ نہ جا سکی پھر دریافت فرمایا کہ کیا اس کے کچھ دودھ ہے؟ جواب دیا یہ دودھ سے معذور ہے، راوی کا بیان ہے کہ امسال خشک سالی تھی، اور لوگ قحط مین مبتلا تھے، فرمایا کہ مجھے اس کے دوہنے کی اجازت ہے؟ عرض کی میرے مان باپ قربان! اگر اس کے دودھ ہو تو دوہ لیجیے! آپ نے دعا فرمائی، اور پھر بسم اللہ کہکر تھن مین ہاتھ لگایا، فوراً اس کے تھنون مین دودھ اتر آیا، وہ دودھ سب نے پی لیا، اور کچھ بچ گیا، اور قافلۂ نبوی آگے روانہ ہوا، کچھ دیر کے بعد ابومعبد آیا، دیکھا کہ گھر مین دودھ

رکھا ہے، تعجب سے پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا، بکریاں تو سب میرے ساتھ تھیں، ام معبد نے سارا قصہ بیان کیا، ابو معبد نے کہا کہ ذرا اُس شخص کی صورت و شکل تو بیان کرو، ام معبد نے نہایت تفصیل سے آپ کے حسن و جمال اور شکل و شمائل کی تصویر کھینچی جسکو سنکر ابو معبد نے کہا یہ تو خدا کی قسم قریش والا آدمی معلوم ہوتا ہے جس کا کچھ حال میں سُن چکا ہوں، میری آرزو ہے کہ مجھے اسکی صحبت میسّر ہوتی، اور جب انشاءاللہ موقع مل گیا میں یہ کروں گا، اسی وقت مکہ میں کچھ اشعار غیب سے سنے گئے، یہ اشعار بھی روایت میں ہیں، ان اشعار میں ام معبد کے اسی واقعہ کا بیان ہے، حضرت حسّان رضؓ نے جب ہاتف کی یہ آواز سنی تو ان اشعار کے جواب میں یہ اشعار کہے، (یہ جوابی اشعار بھی روایت میں مذکور ہیں۔)

یہ روایت بغوی، ابن شاہین، ابن سکن، ابن مندہ، طبرانی، بیہقی، ابونعیم اور حاکم میں ام معبد کے بھائی حبیش بن خالد کی زبانی مذکور ہے، اور حاکم نے نہ صرف یہ کہ اسکو صحیح کہا ہے، بلکہ اور دیگر طریقوں سے بھی اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، مگر معلوم ہے کہ حاکم کے صحیح کہنے کی علماء کی نگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں، چنانچہ حافظ ذہبی نے اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے تصریح کر دی ہے کہ "ان میں سے کوئی طریقہ سند صحیح کے شرائط کے مطابق نہیں" حافظ ذہبی نے مجملاً اسی قدر لکھا ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت حاکم کے علاوہ اور کتابوں میں صرف ایک ہی سلسلہ سند سے مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ حزام اپنے باپ ہشام سے، اور ہشام اپنے باپ حبیش بن خالد خزاعی سے ناقل ہیں، حزام اور ہشام دونوں مجہول ہیں حبیش بن خالد سے صرف یہی ایک روایت تمام کتب حدیث میں مذکور ہے حبیش اصل واقعہ کے وقت موجود نہ تھے، معلوم نہیں اُنھوں نے کس سے سنا؟ اس لیے یہ روایت مرسل ہے، پھر انہوں نے ۸ھ ہجری میں شہادت پائی یہ ثابت نہیں کہ اُن کے بیٹے ہشام نے بالغ ہو کر باپ کی صحبت اور سماعت بھی حاصل کی یا نہیں، حاکم نے دو طریقوں سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے، ایک انھیں حزام اور ہشام بن حبیش کے ذریعہ سے، اور دوسرے حر بن صباح سے، اور وہ ام معبد کے شوہر ابو معبد سے راوی ہیں، پہلے طریقہ میں حاکم نے یہ کمال کیا ہے کہ حبیش کے بجائے خود ہشام بن حبیش بن خویلد (بجائے خالد) کو اصل راوی اور صحابی قرار دیا ہے، ظاہر ہے کہ اس طریق سے روایت کا ارسال اور بڑھ گیا، ہشام کا صحابی ہونا بھی مشکوک ہے، دوسرے طریقہ میں حر بن صباح گو ثقہ ہیں مگر ابو معبد سے ان کی سماعت ثابت نہیں، چنانچہ

ابن حجر نے تہذیب مین لکھا ہی کہ حزام ابومعبد سے مرسل روایتین کرتے ہین، یہ تو ان تمام روایتون کے اوپر کے راویون کا حال ہے، نیچے کے راویون مین اکثر مجہول لوگ ہین، حزام والی روایت مین نیچے ایک شخص بشر محمد سکری ہے جسکو ازدی نے منکر الحدیث اور ابن عدی نے واہی کہا ہے[1]، علاوہ ازین ان روایتون کے الفاظ ام معبد اور آنحضرت صلعم کے باہم طرز تخاطب، اور اشعار کی زبان اور ابومعبد کی گفتگو مین ایک خاص غربت ہے جسکو ناقدین حدیث اچھی طرح سمجھ سکتے ہین، یہ بھی عجیب بات ہے کہ ہاتف غیب نے تو اشعار مکہ مین لوگون کو سنائے اور غیر مسلم، حسان رضؓ نے مدینہ مین بیٹھے ان کا جواب کہا، ہجرت کے سال مین مکہ کے آس پاس قحط کا پڑنا اور خشک سالی ہونا بھی ثابت نہین۔

مجھے ہجرت کے موقع پر ان دودھ والی روایتون کے تسلیم کرنے مین اس لیے بھی پس وپیش ہے کہ ہجرت کے رفیق سفر حضرت ابوبکر رضؓ سے واقعات ہجرت کی جو روایت صحیح بخاری مین مذکور ہی، اُس مین ایک جگہ ایک چرواہے سے دودھ مانگ کر پینے کا ذکر موجود ہے، مگر اس معجزہ کا مطلق ذکر نہین ہے، چنانچہ صحیح بخاری مین حضرت ابوبکر کی زبانی یہ قصہ ان الفاظ مین مذکور ہے، "دفعۃً ایک چرواہا نظر آیا، جو اپنی بکریون کو ہانکنے لیے جارہا تھا، مین نے اُس سے پوچھا تم کس کے غلام ہو؟ اُس نے قریش کے ایک آدمی کا نام لیا جس کو مین جانتا تھا، پھر مین نے کہا تمھاری بکریون کے دودھ ہے؟ اس نے کہا ہان، مین نے کہا اپنے ہاتھ اور بکری کے تھن جھاڑ کر پیالہ مین دودھ تو دوہو، اس نے دوہا تو مین آنحضرت صلعم کیلیے ایک برتن مین رکھکر اور تھوڑا پانی ملاکر کہ دودھ ٹھنڈا ہوجائے آپ کے پاس لایا، آپ نے نوش فرمایا[2]"۔

مدینہ پہنچکر مسلمانون کی ایک اجتماعی زندگی شروع ہوگئی تھی، اور خلوت وجلوت مین ہر موقع پر جان نثارون کا ہجوم رہتا تھا اس لیے آپ کے واقعات وسوانح کا ایک ایک حرف پہلے سے زیادہ روشن ہوجاتا ہے، اِس بنا پر اس زمانہ کے دلائل ومعجزات زیادہ محفوظ طریقہ سے احادیث مین مذکور ہین، اور اس عہد کے متعلق جو غلط اور مشتبہ روایات بعد کو پیدا ہوئے ہین، محدثین نے موضوعات مین علانیہ اونکی پردہ دری کردی ہے، اس لیے فن موضوعات پر جو کتابین لکھی گئی

---

[1] لسان المیزان، ترجمہ محمد بن بشر بن ابان السکری [2] صحیح بخاری باب مناقب المہاجرین۔

ہین، اُن ہین ان کی تفصیل موجود ہے، مثلاً

۱- وہ تمام روایتین جن ہین آنحضرت صلعم کے معجزہ سے حضرت آمنہ یا کسی اور مردہ کے زندہ ہونے کا بیان ہے وہ سب جھوٹی اور بنائی ہوئی ہین۔

۲- وہ معجزے جن ہین گدھے، اونٹ، بکری، ہرن، گوہ، بھیڑیے، شیر وغیرہ جانورون کے انسانون کی طرح بولنے یا کلمہ پڑھنے کا ذکر ہے، بروایت صحیحہ ثابت نہین ہین۔

۳- ایسی روایتین جن ہین آنحضرت صلعم کے لیے آسمان سے خوانِ نعمت یا جنت سے میوون کے آنے کا ذکر ہے، موضوع ہین

۴- وہ روایتین جن ہین حضرت خضر یا الیاس سے ملنے یا اُن کے سلام و پیام بھیجنے کا بیان ہی، صحت سے خالی ہین

۵- عوام ہین مشہور ہے کہ آنحضرت صلعم کے سایہ نہ تھا لیکن یہ کسی روایت سے ثابت نہین ہے۔

۶- روایت ہی کہ آپ قضائے حاجت سے واپس آتے تھے تو وہان کوئی نجاست باقی نہین رہتی تھی، یہ سرتاپا موضوع ہے۔

۷- واعظون ہین مشہور ہے کہ ابوجہل کی فرمایش سے، اُس کے ہاتھ کی کنکریان، آنحضرت صلعم کے معجزہ سے کلمہ پڑھنے لگین، لیکن یہ ثابت نہین،

۸- وہ تمام حکایات جن سے ہماری زبان ہین کتب **وفات نامہ** اور **سرنی نامہ** ترتیب پائی ہین تمامتر جھوٹی ہین۔

۹- ایک روایت ہی کہ آنحضرت صلعم ایک دفعہ حضرت علیؓ کے زانو پر سر رکھکر آرام فرمارہے تھے آفتاب ڈوب رہا تھا، اور نمازِ عصر کا وقت ختم ہورہا تھا، لیکن حضرت علیؓ نے ادباً آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا، جب آفتاب ڈوب گیا، تو دفعۃً آپ بیدار ہوئے اور دریافت فرمایا کہ تم نے نماز پڑھی؟ عرض کی نہین، آپ نے دعا کی فوراً آفتاب لوٹ کر نکل آیا، یہ روایت بھی صحیح طریقہ سے ثابت نہین ہے۔

۱۰- ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کا چہرۂ مبارک اس قدر روشن تھا کہ اندھیرے ہین آپ جاتے تھے تو اُجالا ہوجاتا، چنانچہ ایک دفعہ رات کو حضرت عائشہ کے ہاتھ سے سوئی گرگئی، تلاش کی نہین ملی، دفعۃً آپ تشریف لے آئے تو چہرہ مبارک کی روشنی ہین سوئی چمک اُٹھی اور مل گئی یہ بالکل جھوٹ ہے۔

بشارات

يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ (اعراف)

جس پیغمبر کو وہ اپنے پاس توراۃ اور انجیل مین لکھا ہوا پاتے ہین۔

یہود و نصاریٰ مین یہ خیال ہے کہ کسی پیغمبر کا دعوائے نبوت اُس وقت تک مسلم نہین جب تک یہ ثابت نہ ہوجائے کہ پہلے پیغمبرون نے اسکی آمد کی پیشینگوئی کی ہے، اور جو اسکی نشانیان بتائی ہین، وہ مدعی نبوت مین پائی جاتی ہین، چنانچہ آنحضرت صلعم کی نبوت کو بھی وہ اسی معیار پر پرکھتے تھے، اور بہت سے یہود اور نصاریٰ جن کو اس معیار سے تشفی کی دولت حاصل ہوئی، وہ علی الاعلان ایمان لائے، اور جو اپنی کمزوری سے اپنے ایمان کا اعلان نہ کرسکے، اُنھون نے اسلام کی صداقت کا اعتراف کیا، لیکن جنکے قلوب عناد و تعصب کے گرد وغبار سے تیرہ و تار تھے، وہ اس ظلمات سے باہر نہ آسکے، اور آبِ حیات کا سرچشمہ اُن کے ہاتھ نہ آسکا۔

آنحضرت صلعم نے صحابہ کے جواب مین فرمایا ہے کہ "مین اپنے باپ ابراہیم کی دعا، اور عیسیٰ کی بشارت[1] ہون"

اس اجمال کی تفصیل یہ[2] ہے کہ "حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل نے جب کعبہ کی تعمیر سے فراغت پائی، تو مقدس باپ بیٹون نے ملکر دعا مانگی کہ ہماری اولاد مین ایک پیغمبر اس سرزمین مین مبعوث ہو،

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِیْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِيْنَ ۞ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ

اور یاد کرو، جب ابراہیم کے پروردگار نے ابراہیم کا چند باتون مین امتحان لیا، پس ابراہیم نے انکو پورا کیا۔ خدا نے کہا کہ اے ابراہیم مین تمکو لوگون کا پیشوا بناؤنگا، ابراہیم نے کہا اور میری اولاد مین سے، خدا نے کہا میرا وعدہ گنہگار نہ پائین گے، اور یاد کرو جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگون کا مرجع اور مامن بنایا اور حکم دیا کہ ابراہیم کے قیام گاہ کو نماز

[1] مستدرک حاکم جلد دوم فضائل نبوی و ابن سعد جزء اول۔ [2] صفحات ذیل مین صرف اُنھین بشارات سے بحث ہے جنکے حوالے قرآن و حدیث مین مذکور ہے

وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ	کی جگہ مقرر کرو اور ابراہیم اور اسمٰعیل کو فرمایا کہ میرے گھر کو طواف
وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا	کرنے والون اور رکوع سجدہ کرنے والون کے لیے پاک صاف کرو۔ اور
وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ	یاد کرو جب ابراہیم نے دعا کی کہ میرے پروردگار! اس (مکہ) کو امن کا
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ	شہر بنا، اور اسکے رہنے والون مین سے جو خدا اور آخرت پر یقین رکھتے تھے
قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ	انکو پھل روزی دے، خدا نے کہا جو ان مین سے خدا اور آخرت کا منکر ہوگا
وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ	اسکو بھی ہم دنیا کی چند روزہ زندگی مین بہرہ مند کرین گے، پھر اس کو
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبَّنَا	مجبور کرکے عذاب دوزخ مین لیجائین گے اور بہت برا ٹھکانا ہی، اور یاد
وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً	کرو جب ابراہیم اور اسمٰعیل خانۂ کعبہ کی نبیادین رکھ رہے تھے تو انھون نے
لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ	دعا کی، خداوندا ہماری یہ خدمت قبول کر، توہی دعا کا سننے والا ہی نیتون کا
التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا	جاننے والا ہی، خداوندا، ہمکو اپنا فرمانبردار بنا، اور ہماری نسل مین بھی
مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ	ایک گروہ اپنے فرمانبردارون کا پیدا کر اور ہمکو ہماری عبادت کے طریقے
وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔	سکھا، ہم سے درگزر کر، توہی بڑا درگذر کرنے والا اور مہربان ہی، خداوندا
(بقرہ ۱۵)	ان مین انھین مین سے ایک پیغمبر مبعوث کر جو انکو تیری آیتین پڑھ کر سنائے

[illegible]

ان آیات مین بتصریح یہ بتایا گیا ہی کہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل نے ملکر خدا کے حضور مین دعا کی کہ اس شہر مین ہماری نسل سے ایک پیغمبر مبعوث فرما، چونکہ مقام بعثت کہ مقرر کیا گیا، اور دعا مین حضرت اسمٰعیل کی بھی شرکت تھی، اس لیے اس مین کوئی شبہہ نہین کہ اس دعا کا مقصود یہ تھا کہ پیغمبر نسلِ اسمٰعیل سے ہوگا، اور مکہ مین اس کی بعثت ہوگی۔

موجودہ توراۃ کی کتاب پیدائش باب ۱۶ اسکے آخر اور باب ۱۷ اسکے اوّل مین بھی کچھ اس کے اشارات پائے جاتے ہین۔

اور ہاجرہ ابرام کے لیے بیٹا جنی، اور ابراہیم نے اپنے بیٹے کا نام جو ہاجرہ جنی، اسمٰعیل (خدا نے دعا سنی) رکھا، جب ابراہیم ننانوے برس کا ہوا، تب خداوند ابرام کو نظر آیا، اور اُس نے کہا کہ مین خدائے قادر ہون، تو میرے حضور مین چل، اور کامل ہو، اور مین اپنے اور تیرے درمیان عہد کرتا ہون کہ مین تجھے نہایت بڑھاؤن گا، تب ابرام منہ کے بل گرا، اور خدا اس سے ہمکلام ہوکر بولا، کہ دیکھ مین جو ہون ہون، تیرا عہد ہے، تیرے ساتھ ہے، اور تو بہت قومون کا باپ ہوگا، اور تیرا نام پھر ابرام نہ کہلایا جائیگا، بلکہ تیرا نام ابراہام ہوگا، کیونکہ مین نے تجھے بہت قومون کا باپ ٹھرایا۔ اور مین تجھے بہت پھل دون گا۔ اور قومین تجھ سے پیدا ہون گی، اور بادشاہ تجھ سے نکلین گے، اور مین اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان، ان کے پشت در پشت کے لیے اپنا عہد جو ہمیشہ کا عہد کرتا ہون کہ مین تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہون گا، اور مین تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس مین تو پردیسی ہے، دیتا ہون کہ ہمیشہ کے لیے ملک ہو، اور مین اُن کا خدا ہون گا۔"

خدا کا حضرت ابراہیم سے یہ عہد حضرت اسمٰعیل کی پیدایش کے بعد ہی اور حضرت اسحاق کی ولادت سے پہلے ہوتا ہے، جس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ بشارت اسمٰعیل کے لیے ہے، اسحاق کے لیے نہین، اس کے بعد اللہ تعالٰی نے حضرت اسحاق کی بشارت دی، حضرت ابراہیم کو وہم ہوا کہ اس نئی بشارت سے یہ مراد تو نہین ہے کہ اسمٰعیل زندہ نہ رہین گے، اور وہ عہد اسحاق کے ساتھ پورا ہوگا، فوراً بارگاہِ الٰہی مین عرض کی

"کاش کہ اسمٰعیل تیرے حضور جیتا رہے۔" (پیدائش ۱۷-۱۸)

خدا نے جواب دیا:۔

"اور اسمٰعیل کے حق مین مین نے تیری سنی، دیکھ مین اُسے برکت دونگا، اور اُسے بارور کرونگا، اور اُسے بہت بڑھاؤن گا، اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہون گے، اور مین اُسے بڑی قوم

بناؤن گا- (پید ۱۷-۲۰۰)

حضرت ہاجرہ جب حاملہ ہونے کے بعد حضرت سارہ سے خفا ہوکر بیر سبع چلی گئین تو فرشتہ نے آواز دی "مین تیری اولاد کو بہت بڑھاؤن گا کہ وہ کثرت سے گنی نہ جائے گی، اور خداوند کے فرشتہ نے اُس سے کہا کہ تو بیٹا جنے گی، اسکا نام اسمٰعیل رکھنا کہ خدا نے تیرا دکھ سُن لیا" (پید ۱۶-۱۰)

حضرت ابراہیم نے جب حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل کو فاران (مکہ) کے بیابان مین رخصت کیا اور مشکیزہ کا پانی چک گیا اور حضرت ہاجرہ نے گریہ وزاری شروع کی۔

تب خدا نے اُس لڑکے (اسمٰعیل) کی آواز سنی، اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اُس سے کہا کہ اے ہاجرہ تجھکو کیا ہوا، مت ڈر کہ اُس لڑکے کی آواز جہان وہ پڑا ہے خدا نے سنی، اُٹھ اور لڑکے کو اُٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ مین اُسکو ایک بڑی قوم بناؤن گا۔ پھر خدا نے اُسکی آنکھین کھولین، اور اُس نے پانی کا ایک کوان (بیر زمزم) دیکھا..... خدا اُس لڑکے کے ساتھ تھا، اور وہ بڑھا اور بیابان (عرب[1]) مین رہا...... اور وہ فاران (مکہ) کے بیابان[2] مین رہا" (پید ۲۱-۱۶)

موجودہ توراۃ مین حضرت اسمٰعیل کی پیدایش اور اُنکی نسل کی برومندی، کثرت اور برکت، اور ان کی نسل کے بارہ سرداروں کے پیدا ہونے کی بشارتین مذکور ہین، اور اُن سے قرآن مجید کے بیان کردہ دعاۓ ابراہیمی اور عہد الٰہی کی تائید ہوتی ہے، الغرض اسی لیے روایات مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے صحابہ سے فرمایا کہ مین تمھین بتاؤن مین کیا ہون؟ "انا دعوۃ ابی ابراھیم" مین اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہون[3]"

حضرت ابراہیم نے اپنی نسل مین جس رسول کے پیدا ہونے کی دعا مانگی تھی، اُس کے اوصاف یہ گنائے تھے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ — اے ہمارے خداوند ان مین (یعنی اسمٰعیل کی اولاد مین) ایک پیغمبر کر

---

[1] عرب کے لفظی معنی "بیابان" کے ہین۔ [2] قرآن مجید نے اس کو وَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ "بن کھیتی کے میدان" سے تعبیر کیا ہے۔
[3] طبقات ابن سعد و مستدرک حاکم۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۔ (بقرہ) — مبعوث کرنا جو انکو تیرے احکام پڑھکر سنائے، اور انکو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انکو پاک و صاف کرے۔

قرآن مجید نے متعدد مقامات پر آنحضرت صلعم کے یہی اوصاف ظاہر کئے ہین۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (جمعہ) — اُسی خدا نے اَن پڑھون مین انھین کی قوم سے ایک پیغمبر مبعوث کیا جو انکو خدا کے احکام پڑھکر سناتا ہے اور انکو پاک و صاف کرتا ہے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران) — خدا نے مومنون پر یقیناً یہ احسان کیا کہ انمین ایک پیغمبر خود انھین کی قوم سے مبعوث کیا جو انکو خدا کے احکام سناتا ہے اور انکو پاک کرتا ہے، اور انکو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اس سے یہ اشارہ صاف واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا وجود مبارک دعائے ابراہیمی کی قبولیت کا مظہر ہے۔

حضرت عیسیٰ نے آنحضرت صلعم کی جو بشارت دی ہے وہ اس سے بھی زیادہ صاف ہے،

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ — عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! مین تمہارے پاس خدا کا قاصد بنکر، اور مجھ سے پہلے جو توراۃ آئی مین اسکی تصدیق کرتا ہوا، اور اپنے بعد احمد نام ایک پیغمبر کی خوشخبری لیکر آیا ہون۔

انجیل یوحنا باب ۱۴ مین ایک آنے والے کی بشارت ان الفاظ مین ہے:۔

"اور مین اپنے باپ سے درخواست کرون گا اور وہ تمھین دوسرا "فارقلیط" بخشے گا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے" (۱۴-۱۶)

آگے بڑھکر پھر ہے:۔

"لیکن وہ "فارقلیط" جو روح القدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہی تمھین سب چیزین سکھائے گا۔ اور سب باتین جو کچھ کہ مین نے تمھین کہی ہین تمھین یاد دلائے گا" (۱۴-۲۶)۔

اِسی انجیل کے باب ۱۵-۲۶ مین ہے۔

"پر جب وہ "فارقلیط" جسے مین تمھارے لیے باپ کی طرف سے بھیجون گا یعنی سچائی کی روح، جو باپ سے نکلتی ہے تو وہ میرے لیے گواہی دے گا"

اسی انجیل کے باب ۱۶- ۷ مین ہے؛-

"لیکن مین تمھین سچ کہتا ہون کہ تمھارے لیے میرا جانا ہی فائدہ ہے، کیونکہ اگر مین نہ جاؤن تو "فارقلیط" تمھارے پاس نہ آئے گا، پر اگر مین جاؤن تو مین اُسے تمھارے پاس بھیجدون گا۔ اور وہ آن کر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے قصوروار ٹھہراے گا، گناہ سے اس لیے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے، میری اور بہت سی باتین ہین کہ مین تمھین کہون پر اب تم اونکی برداشت نہین کر سکتے، لیکن جب وہ سچائی کی روح آئے گی تو وہ تمھین ساری سچائی کی بات بتائے گی، اس لیے کہ وہ اپنی نہ کہے گی، لیکن جو کچھ وہ سنیگی سو کہے گی، اور تمھین آیندہ کی خبر دے گی، وہ میری بزرگی کرے گی، اس لیے کہ وہ میری چیزون سے پائیگی۔ اور تمھین دکھائے گی"۔

انجیل کی ان آیتون مین حضرت عیسیٰ نے جس آنے والے پیغمبر کی بشارت بار بار دی ہے، اسکو لفظ "فارقلیط" سے تعبیر کیا ہے، یہ لفظ عبرانی یا سریانی ہے، جس کے لفظی معنی ٹھیک محمدؐ اور احمدؐ کے ہین، یونانی کے قدیم تراجم مین اس کا ترجمہ "پیریکلیوطاس" کیا گیا تھا، جو بعینہٖ فارقلیط اور احمد کا ہم معنی ہے، مگر یہ دیکھکر کہ اس سے اسلام کی تصدیق ہوتی ہے، ذرا سے تغیر سے "پیریکلیوطاس" کے بجائے "پیریکلیطاس" کر دیا گیا ہے جس کا ترجمہ اب عام طور سے "تسلّی دہندہ" کیا جاتا ہے، عیسائی اور مسلمان علماء کے درمیان اس لفظ کی تحقیق پر سیکڑون برس سے مناظرہ قائم ہے، اور مسلمان علماء نے خود قدیم عیسائی علماء کی تحریرون سے یہ ثابت کیا ہے کہ صحیح لفظ "پیریکلیوطاس" ہے، سب سے زیادہ سیدھی بات یہ ہے کہ یہ فقرے حضرت عیسیٰ کی زبان سے نکلے تھے، اونکی

زبان سریانی آمیز عبرانی تھی، یونانی نہ تھی، اس لیے جو لفظ اُن کی زبان سے نکلا ہوگا وہ عبرانی یا سریانی ہوگا، اس لیے یہ بالکل صاف ہے کہ اُنھون نے فارقلیط کا لفظ کہا ہوگا، جو احمد یا محمد کا مرادف ہی جیسا کہ اوپر کی آیت مین قرآن کا دعویٰ[1] ہے،

گذشتہ صفحات مین یہ کہین ثابت کیا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلعم توراۃ و انجیل کی انسانی تعلیم سے قطعاً ناآشنا تھے، بااین ہمہ یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے اس آنے والے پیغمبر کی جو صفتین گنائی ہین وہ حرف بحرف آنحضرت صلعم پر صادق آتی ہین۔

"لیکن وہ فارقلیط (احمد) جو روح القدس (پاکیزگی کی روح) ہے جسے باپ (خدا) میرے نام سے بھیجیگا، وہی تمھین سب چیزین سکھائے گا، اور سب باتین جو مین نے تم سے کہی ہین تمھین یاد دلائے گا" (یوحنا ۱۴-۲۶)

"وہ فارقلیط (احمد) ... جو باپ (خدا) سے نکلتی ہے آئے تو وہ میرے لیے گواہی دیگا" (یوحنا ۱۵-۲۶)

"اور وہ (فارقلیط) آنکر دنیا کو گناہ سے، راستی اور عدالت سے قصوروار ٹھرائیگا، گناہ سے اس لیے کہ وہ مجھپر ایمان نہین لائے، ...... میری اور بہت سی باتین ہین کہ مین تم سے کہون پر اب تم اُن کی برداشت نہین کرسکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح جب آئے گی تو وہ تمھین ساری سچائی کی راہ بتائے گی۔ اس لیے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ سنے گی سو کہے گی میری بزرگی کرے گی۔" (یوحنا ۱۶-۸)

انجیل کے ان فقرون مین آنے والے پیغمبر کی یہ صفات گنائی گئی ہین۔

۱۔ مسیح کی اصلی تعلیم لوگ بھول جائین گے، اس لیے وہ پیغمبر آکر اسکو یاد دلائے گا۔

۲۔ وہ مسیح کی ناتمام باتون کی تکمیل کریگا، اور وہ ساری سچائی کی باتین بتائیگا اور سب باتون کی خبر دیگا۔

---

[1] خطبات احمدیہ، خطبہ بشارات محمدی، منقول از گاڈفری ہیگنس صاحب،

۳- مسیح کی عظمت کو دنیا مین قایم کرے گا اور ان کی گواہی دے گا اور ان پر ایمان نہ لانے پر دنیا کو گنہگار ٹھہرائے گا۔

۴- اسکی باتین خود اسکی نہ ہون گی، بلکہ جو کچھ خدا کی طرف سے اس کو سنایا جائے گا وہی کہے گا۔

اِس صداقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ مسیح کی اصلی تعلیم عیسائی بھلا چکے تھے، توحید کی جگہ تثلیث تھی، حضرت عیسیٰ کے تعلیمات صادقہ مین ابنیت، الوہیت مسیح، مجسمہ پرستی اور بیسیون عقائد فاسدہ کا اضافہ کر دیا گیا تھا؛ وہ محمد رسول اللہ صلعم ہی کی ذات مبارک ہے جس نے حضرت عیسیٰ کی بھلائی باتون کو پھر یاد دلایا، اور بتایا کہ انکی اصلی تعلیم کیا تھی؟ قرآن مجید نے پورے واشگاف طریق سے نصاریٰ کے عقائد فاسدہ اور غلط تعلیمات کی تشریح کی اور دنیا مین تثلیث کے بجائے توحید کا علم نصب کیا اور حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی الوہیت کی تردید کی، اور حضرت عیسیٰ کی ابنیت اور انکی حیات و موت کے مسئلہ کو صاف کیا۔

اس کے بعد حضرت مسیح نے کہا کہ "وہ میری ناتمام باتون کی تکمیل کرے گا" یہ خصوصیت بھی خاتم النبیین کے سوا اور کسی پر صادق نہین آسکتی، مسیح کے اس فقرہ سے دو باتین ثابت ہوتی ہین، ایک یہ کہ مسیح تک دین الٰہی ناتمام ہے؛ اور دوسری یہ کہ آیندہ آنے والے پیغمبر کے ہاتھ سے اسکی تکمیل ہوگی اور وہ سچائی کی تمام راہین دکھائے گا اور ساری باتون کی خبر دیگا، یہ پیشینگوئی آنحضرت صلعم کی ذات سے پوری ہوئی، آپ کی ذات سے دین الٰہی تکمیل کو پہنچا، اور آپنے عقائد، عبادات، اخلاق، احکام، آثار قیامت، جنت، دوزخ، سزا جزا وغیرہ تمام باتون کو اس تفصیل تشریح اور تکمیل کے ساتھ بتایا جسکی مثال دنیا کے کسی پیغمبر کی تعلیم مین نہین ملتی، اسی لیے آپ کو خاتم النبیین کا لقب دیا گیا۔

حضرت عیسیٰ نے اس پیغمبر کی تیسری نشانی یہ بتائی کہ "وہ دنیا مین میری عظمت کو قائم کرے گا" اور میرے لیے گواہی دے گا" یہ نشانی بھی آنحضرت صلعم کی ذات اقدس کے سوا کسی اور پر صادق نہین ہوسکی، وہ آنحضرت صلعم ہی ہین جنھون نے حضرت عیسیٰ کی اصلی شخصیت اور عظمت کو دنیا مین آشکارا کیا، اور دوستون اور دشمنون کی طرف سے اُن پر جو غلط اتہامات قائم کیے گئے تھے، اُن کی پردہ دری کی، اور ان کی نبوت و رسالت کی گواہی دی، اور انکی صداقت کو تسلیم کرنا اسلام کا

ضروری رکن قرار دیا، اُن کے حقیقی اوصاف و محامد کی تصویر کو جسے یہود نے دشمنی سے اور نصاریٰ نے محبت سے دھندلی کر دیا تھا، اپنی روشنی سے اجاگر کر دیا، یہودیوں نے اُن پر اور انکی ماں حضرت مریمؑ پر جو بہتان باندھے تھے، ان کی علی رؤس الاشہاد تردید کر دی، اور نصاریٰ نے اُن کی ولادت، وفات، ابنیت، الوہیت، اور تعلیمات پر رومی مشرکانہ اعمال و عقائد کا جو پردہ ڈال رکھا تھا اُس کو چاک کر دیا، اور قرآن کی بیسیوں آیتوں میں نہایت صفائی کے ساتھ ان امور کی تشریح کی گئی اور اب کروروں دلوں میں اُن کی اصلی عظمت اور حقیقی بزرگی کا نقش کندہ ہے۔

چوتھی نشانی حضرت مسیح نے یہ بتائی کہ "وہ خود اپنی طرف سے نہیں کہے گا، بلکہ وہی کہے گا جو اس کو اوپر سنایا جائیگا" یہ آنحضرت صلعم کا خاص وصف ہے قرآن نے کہا،

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (نجم ۱) وہ خواہش نفس سے نہیں بولتا بلکہ وہ جو کچھ بولتا ہے وہی ہوتا ہے جو اسپر وحی کیجاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، آنحضرت صلعم جو کچھ ارشاد فرماتے تھے، اس کو لکھ لیا کرتے تھے، لوگوں نے کہا آپ کبھی غصہ میں کچھ کہدیتے ہیں تم سب لکھا کرو، حضرت عبداللہ بن عمرو نے جاکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا آپ نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس سے رضامندی اور نارضامندی دونوں حالتوں میں حق اور سچائی کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا، قرآن مجید نے اپنی نسبت بارہا کہا کہ وہ سچائی کی روح ہے، وہ حق ہے، وہ تذکرہ ہے، وہ ہدایت ہے، اور اس کا پیغمبر چراغ ہدایت ہے، رہنمائے عالم ہے، مذکر (یاد دلانے والا) ہے، اس تفصیل کے بعد کون اس سے انکار کرسکتا ہے کہ حضرت مسیح کی پیشینگوئی آنحضرت صلعم کے ظہور سے حرف بحرف پوری ہوئی، اور آنحضرت صلعم کے سوا کوئی اور ہستی نہیں جسپر یہ اوصاف صادق آسکیں، قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے ظہور کی پیشینگوئی توراۃ اور انجیل دونوں میں مذکور ہے، اور یہود و نصاریٰ دونوں اِس پیشینگوئی کو جانتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (اعراف ۱۹) جو لوگ اُس اَن پڑھ پیغام رسان قاصد کی پیروی کرتے ہیں جسکو وہ اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

انجیل میں گذشتہ بشارت فارقلیط کے علاوہ آنحضرت صلعم کی دو اور بھی پیشینگوئیاں مذکور ہیں، انجیل لوقا میں ہے

حضرت مسیح نے آسمان پر چلے جانے سے تھوڑی دیر پہلے فرمایا۔

دیکھو میں اپنے باپ (خدا) کے اس موعود کو تم پر بھیجتا ہوں، لیکن جب تک عالم بالا سے تمکو قوت عطا نہ کی جائے، یروشلم میں ٹھہرو، (لوقا۔ ۲۴۔ ۴۹)

اسکی چند سطروں کے بعد لوقا کی انجیل ختم ہوگئی ہے، اور اس موعود کے ظہور کا کوئی ذکر نہیں، وہ رسول موعود کون تھا؟ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد آنحضرت صلعم کے سوا کوئی پیغمبر نہیں ہوا، انجیل کے اس فقرہ میں یہ الفاظ غور کے قابل ہیں، کہ حضرت مسیح کہتے ہیں کہ "اس قوت آسمانی کے ظاہر ہونے کے وقت تک شہر یروشلم میں ٹھہرو" اس سے مقصود، اس قوت آسمانی کے ظہور تک شہر یروشلم میں محض اقامت نہیں ہے، بلکہ یہ مقصود ہے کہ اس رسول موعود کے ظہور تک تمہارا کعبہ اور قبلہ بیت المقدس رہے گا، لیکن جب وہ آئے گا تو رخ شہر مکہ کی طرف بدل جائے گا، اسی لیے قرآن مجید نے تحویل قبلہ کے موقع پر یہ کہا ہے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ، وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ (بقرہ ۱۷)	تو تو اپنا منہ مسجد حرام (کعبہ) کی طرف پھیر، اور تم جہاں بھی ہو اسی کی طرف اپنے منہ پھیرو، اور جو اہل کتاب ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ حق ہے انکے پروردگار کی جانب سے ہے۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوگا کہ حضرت عیسیٰ نے آپ کی آمد کی بشارت کس قدر کھلے لفظوں میں دی تھی، اسی لیے احادیث میں ہے کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ "میں اپنے بھائی عیسیٰ کی بشارت ہوں" انجیل کی دوسری بشارت حضرت یحیٰی کے ظہور کے موقع پر مذکور ہے، حضرت یحیٰی جب ظاہر ہوتے ہیں تو لوگ ان سے پوچھتے ہیں کہ تین آنے والے پیغمبروں میں سے تم کون ہو،

"بھیجا کہ اس سے پوچھیں کہ تو کون ہے؟ اور اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا، بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں، تب انھوں نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے؟ کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں، پس آیا تو "وہ نبی" ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں .... اور انھوں نے اس سے

سوال کیا اور کہا اگر تو نہ مسیح ہے، نہ یہ الیاس اور نہ "وہ نبی" تو کیون بپتسمہ دیتا ہے (یوحنا - ۱-۱۹)

اِس فقرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ توراۃ کی پیشینگوئی کے مطابق یہود کو تین پیغمبرون کا انتظار تھا جن مین سے دو کے نام الیاس اور مسیح تھے لیکن تیسرے کا نام صرف "وہ نبی" لیا گیا ہے، یہ تیسرا نبی محمد رسول اللہ صلعم کے سوا کون ہی کہ یہود و نصاریٰ دونون یقین رکھتے ہین کہ اب مسیح کے سوا کوئی اور آنے والا نہین صرف آنحضرت صلعم ہی کی ذات ہی جو نبی اور پیغمبر کے مطلق نام سے دنیا مین مشہور ہے، مسلمان آپ کو "آنحضرت" "وہ حضرت" یعنی پیغمبر کہتے ہین، اور مسیحیون مین آپ کا نام "دی پرافٹ" وہ پیغمبر مشہور ہوگیا ہے۔

صحابۂ کرام اور تابعین مین جن لوگون کو توراۃ سے واقفیت تھی یا علمائے یہود مین سے جو لوگ اسلام لائے تھے اُنکو اچھی طرح معلوم تھا کہ آنحضرت صلعم کی بشارت گذشتہ صحف انبیاء مین مذکور ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص گو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین کمسن تھے، مگر وہ مطالعۂ کتب کے شایق تھے اور وہ توراۃ پڑھا کرتے تھے، سورۂ فتح مین آنحضرت صلعم کی شان مین ہے،

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا	ہمنے تجکو گواہ، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بناکر بھیجا ہے
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ	تاکہ خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اسکی مدد کرو، اور اس کی
بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا، (فتح ۱)	عظمت کرو، اور صبح شام اسکی تسبیح کرو۔

سورۂ احزاب مین کچھ اوصاف اور زیادہ مذکور ہین۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا	اے پیغمبر ہمنے تجکو گواہ، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا، اور حق کی
وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (احزاب ۶)	طرف بلانے والا، اور روشن چراغ بناکر بھیجا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا کہ اس آیت مین آنحضرت صلعم کے جو اوصاف گنائے گئے ہین وہ بعینہٖ توراۃ مین ہین۔

عن عبداللہ عمرو ان ھذہ الاٰیۃ التی فی القراٰن	عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ قرآن کی یہ آیت کہ اے پیغمبر! ہمنے تجکو

یا ایھا النبی انّا ارسلناک شاھدًا ومبشرًا و
نذیرًا، قال فی التوراۃ یا ایھا النبی انا ارسلناک
شاھدًا ومبشرا وحرزا للامیین انت عبدی و
رسولی وسمیتک المتوکل لیس بفظٍّ ولا غلیظٍ
ولا سخاب بالاسواق ولا یدفع السیئۃ بالسیئہ
ولکن یعفو ویصفح ولن یقبضہ اللہ حتّٰی یقیم بہ
الملۃ العوجاء ویفتح بہ اعینا عمیا واذانا صما وقلوبا غلفاً۔
(بخاری تفسیر سورۂ فتح) .. ..
.. ..

گواہ اور خوشخبری سنانے والا بناکر اور امیون کا مادی و ملجا بناکر بھیجا
تو میرا بندہ ہے اور میرا رسول ہے، اور مین نے تیرا نام خدا پر
بھروسہ رکھنے والا رکھا، وہ سخت اور سنگ دل نہ ہوگا۔ اور
بازارون مین وہ شورغل کرے گا، وہ برائی کے بدلہ برائی نہ کرے گا،
بلکہ عفو اور درگذر کرے گا۔ اور اُس وقت تک خدا اُسکی روح قبض
نہ کرے گا جب تک اُس کے ذریعہ سے وہ کج دین کو سیدھا نہ
کرلے گا۔ کہ لوگ کہنے لگین کہ وہ ایک خدا ہے، اُس کے
سوا کوئی نہین، پس وہ اس دین سے اندھی آنکھون، بہرے
کانون اور نافہم دلون کو کھول دیگا۔

صحابہ کے زمانہ مین کعب ایک مشہور یہودی عالم تھے جو مسلمان ہوگئے تھے تفسیر طبری مین ہے کہ حضرت عطا تابعی نے اُن سے پوچھا کہ آنحضرتؐ کی کوئی بشارت توراۃ مین مذکور ہے، اُنھون نے کہا ہان ہے، اور اُس کے بعد انھون نے توراۃ کی اسی عبارت کا ترجمہ پڑھا، چنانچہ اس وقت توراۃ کے جو نسخے موجود ہین اُن مین اشعیا نبی کی کتاب مین کسی قدر الفاظ کے تغیر کے ساتھ یہ پیشینگوئی اب تک موجود ہے، اور جس پر ایک نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت کعب نے اسی پیشینگوئی کو اختصار اور اجمال کے ساتھ اپنے الفاظ مین ادا کیا ہے، اشعیا نبی کی پیشینگوئی یہ ہے،

دیکھو میرا "بندہ" جسے مین سنبھالتا، میرا "برگزیدہ" جس سے میرا جی راضی ہے، مین نے اپنی روح اسپر
رکھی، وہ قومون کے درمیان عدالت جاری کرائے گا، وہ نہ چلائے گا، اور اپنی صدا نہ بلند کرے گا۔
اور اپنی آواز بازارون مین نہ سنائے گا، وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑے گا۔ اور دھکتی ہوئی بتی کو
نہ بجھائے گا، وہ عدالت کو جاری کرائے گا کہ دائم رہے، اس وقت تک اس کا زوال نہ ہوگا
جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے، اور بحری ممالک اسکی شریعت کی راہ تکین۔

خداوند خدا جو آسمانون کو خلق کرتا اور انھین تانتا جو زمین کو اور انھین جو اس مین سے نکلتے ہین پھیلاتا
اور ان لوگون کو جو اس پر ہین سانس دیتا، اور انکو جو اس پر چلتے ہین روح بخشتا ہے یون فرماتا ہے، مین
خداوند نے تجھے صداقت کے لیے بلایا، مین ہی تیرا ہاتھ پکڑون گا، اور مین تجھکو لوگون کے لیے عہد
اور قومون کے لیے نور بناؤن[۱] گا کہ تو اندھون کی آنکھین کھولے، اور بندھوون کو قید سے نکالے،
اور ان کو جو اندھیرے مین بیٹھے ہین قید خانے سے چھڑائے، یہوواہ مین ہون یہ میرا نام ہے، اور اپنی
شوکت دوسرے کو نہ دون گا، اور وہ ستایش جو میرے لیے ہوتی کھودی ہوئی مورتون کے
لیے ہونے نہ دون گا، دیکھو تو سابق پیشینگوئیان بر آئین، اور مین نئی باتین بتاتا ہون، اس سے بیشتر
کہ واقع ہون مین تم سے بیان کرتا ہون۔

خداوند کے لیے ایک نیا گیت گاؤ، اے تم جو سمندر پر گذرتے ہو اور تم جو اس مین بستے ہو اے
بحری ممالک اور ان کے باشندو تم زمین پر سر تا سر اسی کی ستایش کو بیان کرو اور اسکی بستیان قیدار کے
آباد دیہات اپنی آواز بلند کرین گے، سلع کے بسنے والے ایک گیت گائین گے، پہاڑون کی چوٹیون
پر سے للکارین گے، وہ خداوند کا جلال ظاہر کرین گے اور بحری ممالک مین اسکی ثنا خوانی کرین گے،
خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اسکائے گا۔ وہ چلائے گا، ہان
وہ جنگ کے لیے بلائے گا اور اپنے دشمنون پر غالب ہو گا، مین بہت مدت سے چپ رہا، مین
خاموش ہو رہا، اور آپ کو روکتا گیا، پر اب مین اس عورت کی طرح جسے درد زہ ہو چلاؤن گا۔
اور ہانپون گا۔ اور زور زور سے ٹھنڈی سانس بھی لون گا۔ مین پہاڑون اور ٹیلون کو ویران
کر ڈالون گا۔ اور ان کے سبزہ زارون کو خشک کرون گا۔ اور ان کی ندیان بسنے کے لائق زمین
بناؤن گا۔ اور تالابون کو سکھا دون گا۔ اور اندھون کو اس راہ سے کہ جسے وہ نہین جانتے لیجاؤنگا

---

[۱] اس فقرہ کا اردو ترجمہ میرے پیش نظر اردو نسخہ مین صحیح نہ تھا، مین نے اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۹۰ء سے درست کیا ہے۔

مین انھین ان رستون پر جن سے وہ آگاہ نہین لے چلون گا، مین اُن کے آگے تاریکی کو روشنی

اور اونچی نیچی جگہون کو میدان کردون گا، مین ان سے یہ سلوک کرون گا اور انھین ترک نہ کرون گا۔

وہ پیچھے ہٹین اور نہایت پشیمان ہون جو کھودی ہوئی مورتون کا بھروسہ رکھتے ہین اور ڈھالے ہوئے

بتون کو کہتے ہین کہ تم ہمارے الٰہ ہو، سنو اے بہرو! اور تاکو اے اندھو! تاکہ تم دیکھو اندھا کون ہے

مگر میرا بندہ؟ اور کون ایسا بہرا ہے جیسا میرا رسول جسے مین بھیجونگا، اندھا کون ہے جیسا کہ وہ جو کامل ہے،

اور خداوند کے خادم کی مانند اندھا کون ہے؟ تو نے بہت چیزین دیکھی ہین، پر اُن پر لحاظ نہین رکھا۔

اور کان تو کھلے ہین پر کچھ نہین سنتا، خداوند اپنی صداقت کے سبب راضی ہوا، وہ شریعت کو بزرگی

دے گا اور اُسے عزت بخشے گا۔ (باب ۴۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو، اور حضرت کعب کی پیش کردہ بشارت مین جو الفاظ ہین وہ حرف حرف اس مین موجود

ہین، پہلا لفظ اس بشارت مین شاھد ہے یعنی خدا کی طرف سے وہ قومون کے درمیان گواہ اور شاہد ہوگا، اشعیا مین ہے

وہ "قومون کے درمیان عدالت جاری کرائے گا، اور اُس عدالت کا وہ گواہ ہوگا" اسکے

بعد مبشر کی صفت ہے، یعنی وہ نیکوکارون کو خدا کی بادشاہی کی خوشخبری سنائے گا

اشعیا کے اس پورے باب مین اُس آنے والے پیغمبر کے یہی اوصاف بیان ہوئے ہین بعد ازین حرز اللامیین

"امیون کا ہادی اور پناہ ہے" اُمّی وہ ہین جنکو اب تک کوئی شریعت نہین ملی تھی، چنانچہ اشعیا مین ہے کہ "اس

رسول کے ذریعہ سے اندھون کو اس راہ سے کہ جسے وہ نہین جانتے لے جاؤن گا۔ مین انھین ان رستون (شریعت)

پر جن سے وہ آگاہ نہین لے چلون گا" انت عبدی ورسولی یعنی تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے، اشعیا کے شروع

مین ہے "دیکھو میرا بندہ" اور آخر مین ہے "میرا بندہ، میرا رسول جسے مین بھیجون گا" سمیتک بالمتوکل مین نے

تیرا نام خدا پر بھروسہ کرنے والا رکھا، اشعیا مین ہے "میرا بندہ جسکو مین سنبھالتا ہون ..... مین ہی تیرا ہاتھ پکڑونگا

اور تیری حفاظت کرون گا" لیس بفظ ولا غلیظ ولا یدفع السیئۃ بالسیئۃ ولکن یعفو ویصفح، وہ سنگدل اور سخت نہوگا،

یعنی کمزوروں اور ضعیفوں کو نہ ستائے گا، اور برائی کا بدلہ برائی نہ دیگا، بلکہ معاف کرے گا، اشعیا تمثیل و استعارہ مین کہتے ہین "وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑے گا، اور دھیمی بتی کو نہ بجھائے گا، وہ عدالت کو جاری کرائے گا" ولا سخاب بالاسواق "وہ بازارون مین نہ چلاّے گا" یعنی وہ متین اور سنجیدہ ہوگا، اشعیا نے کہا "وہ نہ چلائے گا، اپنی صدا نہ بلند کرے گا، اور اپنی آواز بازارون مین نہ سنائے گا" ولن یقبضہ اللہ حتی نقیم بہ الملۃ العوجاء "خدا اسوقت تک اسکی روح قبض نکرے گا، جبتک اُس کے ذریعہ سے وہ کج دین کو سیدھا نہ کرالیگا" اشعیا مین ہے "اسوقت تک اُس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائے گا، جبتک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے گا" فیقولوا لا الہ الا اللہ "تو لوگ کہین کہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہین" اشعیا کہتے ہین "مین خدا (یہوا) اپنی شوکت دوسرے معبودانِ باطل کو نہ دون گا، اور وہ ستایش جو میرے لیے ہوتی ہے، کھودی ہوئی مورتون کے لیے ہونے نہ دونگا"۔۔۔۔۔۔ وہ پیچھے ہٹین اور نہایت پشیمان ہون، جو کھودی ہوئی مورتون کا بھروسہ رکھتے ہین، اور ڈھالے ہوئے بتون کو کہتے ہین کہ تم ہمارے الٰہ ہو" فیفتح بہ عیونا عمیا و آذانا صما و قلوبا غلفا "وہ اُس کے ذریعہ سے اندھی آنکھون بہرے کانون اور زیر پردہ دلون کو کھول دیگا" اشعیا کہتے ہین "لوگون کے عہد اور قومون کی روشنی کے لیے تجھے دون گا، کہ تو اندھون کی آنکھین کھولے جو بند ہین اُنکو قید سے نکالے، اور اُن کو جو اندھیرے مین ہین قید سے نکالے ۔۔۔۔۔۔ سنو اے بہرو تاکو اے اندھو"

حضرت اشعیا کی یہ بشارت حرف بحرف آنحضرت صلعم پر صادق آتی ہے، حضرت اشعیا نے ان فقرون مین جس نبی کی پیشینگوئی کی ہے، وہ یقیناً حضرت عیسٰی علیہ السلام نہین ہین کہ نہ تو وہ عیسائیون مین خدا کے "بندہ اور رسول" کی حیثیت سے تسلیم ہوتے ہین، اور نہ وہ ایک جنگی مرد کی طرح دنیا مین آئے، نہ اُنھون نے توحید کو دنیا مین قائم کیا، اور نہ بت پرستی کا استیصال کیا، علاوہ ازین اس پیشینگوئی مین اسکی طرف بھی خاص اشارہ ہے، کہ وہ آنے والا نبی، قیدار بن اسمٰعیل کی نسل سے اور قیدار کے دیہاتون مین پیدا ہوگا، قیدار بن اسمٰعیل کا مشہور خاندان قریش تھا۔ اور قیدار کا دیہات مکہ معظمہ ہے، اس باب ۴۲ سے پہلے جس مین یہ بشارت ہے، باب ۲۱ مین بھی اِس بشارت کا ایک حصہ مذکور ہے۔

"کس نے اِس راستباز کو پورب کی طرف سے برپا کیا، اور اپنے پانون کے پاس بلایا، اور امتون کو اُس کے آگے دھر دیا، اور اُسے بادشاہون پر مسلّط کیا؟ کس نے انھین (کافرون) خاک کے مانند اسکی تلوار کے، اور اُڑتی بھوسی کے مانند اسکی تلوار کے حوالہ کیا"

اِس درس مین یہ تصریح ہے کہ وہ راستباز "پورب کی طرف سے مبعوث ہوگا" توراۃ کے محاورہ مین پورب کی سرزمین سے عموماً عرب مراد ہوتا ہے[1] اس سے ثابت ہوا کہ وہ راستباز بندہ اور رسول ملک عرب مین مبعوث ہوگا۔

اِس بشارت مین آنے والے پیغمبر کے سب سے پہلے وصف کا ترجمہ "برگزیدہ" کیا گیا ہے جو آنحضرت صلعم کے لقب مصطفیٰ کا ترجمہ ہے، دوسرا وصف "راستباز" ہے، یہ **امین** کا وہ لقب ہے جو نبوت سے پہلے اہل مکہ کی زبان سے آپ کو ملا تھا،

اب حضرت اشعیا کی بشارت کے ایک ایک لفظ پر غور کرو تو آنحضرت صلعم کے اوصاف وحالات سے اس کی عجیب مطابقت ہوتی ہے۔

سب سے پہلے یہ کہ اُس پیغمبر کو بندہ اور رسول کے وصف سے یاد کیا ہے، یہ وہ وصف ہے جو آنحضرت صلعم کی ذات گرامی کے ساتھ مخصوص ہے، آنحضرت صلعم کے سوا کوئی پیغمبر اس وصف خاص کے ساتھ شہرت نہین رکھتا، یہ اسلام ہی کا پیغمبر ہے جس کا طغرائے فخر صرف عبدیت اور رسالت ہے، اُس نے دنیا مین اپنے نام کا اعلان ہی ان الفاظ کے ساتھ کیا، کہ عبدہ ورسولہ کسی مسلمان کی کوئی نماز اُس وقت تک ختم نہین ہوتی جب تک وہ اپنی زبان سے تشہد مین یہ نہین ادا کرلیتا "واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ" مین گواہی دیتا ہون کہ محمد خدا کے بندہ اور اُس کے رسول ہین، اس موقع پر ایک خاص نکتہ بیان کے لائق ہے کہ دیگر انبیاء جس طرح خلیل اللہ، کلیم اللہ، روح اللہ وغیرہ کے خطابات سے مشرف ہین، آنحضرت صلعم کا سب سے بڑا خطاب "عبد اللہ" خدا کا بندہ ہے، معراج مین جو تقرب الٰہی کی آخری منزل اور انسانی رتبہ کی آخری شرف یابی تھی، آنحضرت صلعم اسی لقب خاص سے پکارے گئے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ — پاک ہو وہ خدا جو معراج مین اپنے "بندہ" کو لے گیا۔

---

[1] مین نے اپنی تصنیف ارض القرآن جلد اوّل جغرافیہ عرب مین توراۃ کے حوالون سے اسکو بہ تفصیل دکھایا ہے۔

اس کے علاوہ اور متعدد آیتوں مین آپ کو اس خطاب سے تعبیر کیا گیا ہے

فَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا (بقرہ)	اگر تم کو اس مین شک ہی جو ہمنے اپنے "بندہ" پر اُتارا،
تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ (فرقان)	بابرکت ہے وہ خدا جس نے اپنے "بندہ" پر قرآن اتارا،
وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ (جن)	اور جب خدا کا "بندہ" اس کو پکارتے ہوئے کھڑا ہوا۔

آنحضرت صلعم دونون زانون کھڑے کرکے کھانا تناول فرماتے تھے، اسکی وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ "مین خدا کا بندہ ہون اسی طرح کھاتا ہون جس طرح غلام کھاتا ہے"

دوسرا وصف رسول ہے گو دنیا مین پیغمبر ہزارون آئے، مگر لفظ رسول سے اُن کے نام کو شہرت نہین، یہ صرف آنحضرت صلعم ہی کا وصف ہے، جو تمام مسلمانون کی زبانون پر رسول اللہ صلعم کے نام سے ملقب ہین یہانتک کہ عیسائیون مین بھی "دی پرافٹ" یعنی پیغمبر مخصوص آپ کا نام ہے، قرآن نے بتصریح کہا،

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (فتح)	محمد خدا کا رسول"
یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ (منافقون)	خدا کا رسول تمہاری مغفرت چاہے،
لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (توبہ)	تمہارے پاس خود تمہاری قوم کا رسول آیا۔
اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ (حجرات)	تم مین خدا کا رسول ہے۔
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب)	تمہارے لیے خدا کے رسول کے اندر اچھی پیروی ہے،
یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ (مائدہ)	اے رسول تجھپر جو کچھ اتارا گیا ہو اُسکو لوگون تک پہنچا دے۔

ان مقامات کے علاوہ اور بیسیون جگہ آنحضرت صلعم کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا ہے، یہانتک کہ حضرت عیسیٰ نے جو بشارت دی ہے، وہ بھی اسی رسول کے لفظ کے ساتھ دی ہے، "مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ" "میرے بعد احمد نام ایک رسول آنے والا ہے"

حضرت اشعیا نے آنے والے پیغمبر کا تیسرا وصف "برگزیدہ" بتایا ہے کون نہین جانتا کہ آنحضرت صلعم مصطفیٰ (برگزیدہ)

کے لقب سے عام طور پر مشہور ہین، حدیث صحیح مین ہے،

ان اللہ اصطفی کنانۃ من ولد اسمعیل، واصطفی	بیشک خدا نے اولاد اسمعیل مین سے کنانہ کو برگزیدہ کیا، اور
قریشا من کنانۃ واصطفی بنی ھاشم من قریش و	کنانہ مین سے قریش کو برگزیدہ کیا، اور قریش مین سے بنی ہاشم
اصطفانی من بنی ھاشم[1]	کو برگزیدہ کیا، اور بنی ہاشم مین سے مجکو برگزیدہ کیا۔

چوتھی صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ "جس سے میرا جی راضی ہوا" یہ صفت نہ صرف آنحضرت صلعم کے لیے بلکہ آپکے وسیلہ سے تمام پیروان محمدی مین عام ہے،

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ...... يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا	محمد خدا کا رسول اور جو اُس کے ساتھ ہین، ...... وہ خدا کی
مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا، (فتح)	مہربانی اور رضا کو ڈھونڈتے ہین۔
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ (مائدہ۔توبہ۔مجادلہ۔بینہ)	خدا اُن سے راضی ہوا، اور وہ خدا سے راضی ہوئے۔
لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (فتح)	بیشک خدا مومنون سے راضی ہوا۔

تمام انبیا کی امتون سے یہ مخصوص وصف امت محمدی ہی کا ہے اُس کے پیرو رضی اللہ عنہ کی دعا سے ہمیشہ مخاطب ہوتے ہین۔

اس کے بعد اشعیا، اُس پیغمبر کا وصف یہ بتاتے ہین کہ خدا اُس سے کہتا ہے "مین نے اپنی روح اُس پر رکھی" قرآن نے اِس وصف سے بھی آنحضرت صلعم کو متصف کیا ہے،

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (شوریٰ)	ہمنے تیری طرف اپنی شان کی ایک روح وحی کی۔
نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (شعراء)	امانت دار روح اسکو لیکر اتری۔
قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ (نحل)	کہدے کہ روح القدس نے اس کو اتارا ہے۔

پانچوان وصف یہ بتایا گیا کہ "وہ نہ چلائیگا اور اپنی صدا بلند نہ کرے گا، اور اپنی آواز بازارون مین نہ سنائیگا"

---

[1] جامع ترمذی فضل النبی صلعم،

صحابہ نے آپ کی سیرت کے خط وخال کی بھی تصویر کھینچی ہے، متعدد صحابہ سے روایت ہے کہ آپ کبھی زور سے نہیں ہنستے تھے، بلکہ صرف مسکراتے تھے[۱]، شمائل ترمذی میں حضرت ہند سے روایت ہے کہ "آنحضرت صلعم اکثر چپ رہتے، بے ضرورت کبھی گفتگو نہ فرماتے، ایک ایک فقرہ الگ اور صاف اور واضح ہوتا، ہنستے بہت کم تھے، ہنسی آتی تو مسکرا دیتے"۔

حضرت عائشہؓ سے ایک شخص نے آپ کے اخلاق پوچھے، انھوں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلعم "بدگو نہ تھے اور نہ بازاروں میں شور کرتے تھے"، حضرت علیؓ سے حضرت حسینؓ نے دریافت کیا کہ آپ کے اوصاف کیا تھے، فرمایا آپ شور و غل نہیں کرتے تھے[۲]"۔

سفر اشعیا میں اس کے بعد ہے "وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑے گا، اور دھکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائے گا" یعنی مسکینوں غریبوں اور کمزوروں کو نہ ستائے گا، وہ نرم دل اور نیک خو ہوگا" قرآن مجید نے آپ کے اس وصف کو نمایاں طریق سے بتایا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ (ن)	اور بیشک تو بڑے خلق پر ہے۔
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران)	خدا کی رحمت کے سبب سے تو ان کے ساتھ نرم ہے، اگر تو کڑا اور دل کا سخت ہوتا تو یہ تیرے اردگرد سے ہٹ جاتے۔
لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (توبہ)	تمہاری قوم سے تمہارے پاس ایک پیغمبر آیا جسکو تمہاری تکلیف شاق ہوتی ہے، تمہاری بھی خواہی کا حریص ہے اور مسلمانوں پر مہربان ہے

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپ نے کبھی کسی سے اپنا ذاتی انتقام نہیں لیا، آپ برائی کے بدلہ برائی نہیں کرتے تھے، بلکہ معاف کر دیتے تھے، اور درگذر فرماتے تھے۔ آپ نے کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ وہ آپ خندہ جبین، نرم خو، مہربان طبع تھے، سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے، ہند بن ابی ہالہ جو گویا آپ کے آغوش پروردہ تھے بیان کرتے ہیں کہ "آپ نرم خو تھے، سخت مزاج نہ تھے، خود اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی غصہ نہ فرماتے اور

[۱] جامع ترمذی باب ما جاء فی صفۃ النبی صلعم۔ [۲] یہ دونوں روایتیں شمائل ترمذی باب خلق النبی صلعم میں ہیں، حضرت عائشہ والی روایت مسند ابو داؤد طیالسی اور مستدرک حاکم میں بھی ہے۔

نہ کسی سے انتقام لیتے[1]"

حضرت انسؓ خادم خاص کہتے ہیں کہ "میں نے دس برس آپ کی خدمت کی مگر آپ نے کبھی کسی معاملہ کی مجھ سے بازپرس نہ فرمائی[2]" مالک بن حویرث جو ۲۰ دن تک آپ کی صحبت میں رہے تھے، کہتے ہیں کہ آپ رحیم المزاج اور رقیق القلب[3] تھے"

حضرت اشعیا اس کے بعد کہتے ہیں کہ "وہ عدالت کو قائم کرے گا کہ دائم رہے" چنانچہ آنحضرت صلعم نبی آخرالزمان ہیں آپکے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اور نہ آپ کی شریعت منسوخ ہوگی، آپ آخری دین لیکر آئے، جو قیامت تک دائم رہیگا۔ پھر کہتے ہیں "اس وقت تک اسکا زوال نہ ہوگا، اور نہ ملا جائے گا۔ جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے" یعنی جب تک اُسکی شریعت اور تعلیم قائم نہ ہوجائے گی۔ اسکو موت نہ آئے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ وصف حضرت عیسٰی پر صادق نہیں کہ وہ اپنی تعلیم و شریعت کے استحکام سے پہلے اس دنیا سے اُٹھ گئے۔ یہ مخصوص وصف آنحضرت صلعم کا ہے، جو اُس وقت تک اس دنیا میں تشریف فرما رہے جب تک آپ کی تعلیم و شریعت نے ظہور تام اور استحکام کامل نہیں حاصل کرلیا، چنانچہ جب یہ بات حاصل ہوگئی تو آپ کو اس دنیائے فانی سے رخصت ہونے کی اجازت ملی، حضرت اشعیا کی یہ پیشینگوئی قرآن مجید کے اس سورہ کے مطابق ہے،

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا،	جب خدا کی نصرت اور فتح آچکی اور تونے لوگوں کو گروہ در گروہ دین الٰہی میں آتے دیکھ لیا (تو تیرا فرض انجام پاچکا اور اس دنیا سے تیری رخصت کے دن قریب آگئے) اب خدا کے حمد و استغفار میں مصروف ہو وہ رحم کرنیوالا ہے

جب یہ سورہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے تمام صحابہ کو جمع کرکے فرمایا کہ "خدا کے ایک بندہ کو اختیار دیا گیا تھا کہ چاہے وہ اس دنیا کو قبول کرے یا دوسری دنیا کا سفر اختیار کرے، مگر اُس بندہ نے آخرۃ کو پسند کیا" حضرت ابوبکر یہ سنکر رو پڑے، وہ سمجھ گئے کہ "یہ بندہ کون ہے" حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے امتحاناً اس سورہ کا مطلب پوچھا

[1] یہ تمام روایات شمائل ترمذی میں مذکور ہیں [2] صحیح مسلم و ابوداؤد کتاب الادب [3] صحیح بخاری باب رحمۃ الناس۔

اونھون نے جواب دیا کہ اس مین آنحضرت صلعم کی وفات کا اشارہ ہے، حضرت عمرؓ نے بھی اسکی تصدیق کی۔[1]

اس کے بعد اشعیا کہتے ہین کہ "تمام بحری ممالک اسکی شریعت کی راہ تکین" یہ اسلام ہی تھا جس کی شریعت نہرسیحون دجیحون سے دجلہ و فرات ہوکر بحر روم تک، اور بحر ہند سے بحر ظلمات تک پھیل گئی، اور بڑے بڑے جزیرے اس کے نور سے منور ہوگئے، بعد ازین اشعیا خدا کا وعدہ سناتے ہین کہ "مین ہی تیرا ہاتھ پکڑون گا، اور تیری حفاظت کرون گا" یہ وعدہ بھی آنحضرت صلعم کے ساتھ پورا ہوا، آپ نے یکہ و تنہا دعوت توحید کی اسوقت اشاعت کی جب ملک عرب کا ذرہ ذرہ آپکے خون کا پیاسا تھا، اور خدا کے سوا کوئی آپ کا دوسرا دستگیر نہ تھا، اس نے دشمنون کے نرغہ مین نازک سے نازک اور خطرناک سے خطرناک حملون سے آپ کی ذات گرامی کو محفوظ رکھا، اور سفر اشعیا کے وعدہ کو قرآن پاک کے ذریعہ سے دوبارہ دہرایا اور مکہ مین عین اسوقت جب دشمنون کی عداوت کا آفتاب پوری تمازت پر تھا یہ آیت اتری،

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ، (اسراء ۶)	اور یاد کرو اے محمدؐ! جب ہم نے تم سے فرمایا کہ تمہارے پروردگار نے لوگون کو ہر طرف سے روک رکھا ہے کہ تم پر ہاتھ ڈالین۔
وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (طور ۲)	اپنے رب کے حکم کا صبر کے ساتھ انتظار کر کہ تو ہماری آنکھون کے سامنے ہے

مدینہ مین آکر یہ وعدہ مکرر دہرایا گیا۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (مائدہ ۱۰)	اور خدا لوگون سے تیری حفاظت کریگا۔

صحابہ اپنی جان نثاری سے آنحضرت صلعم کے خیمہ کے گرد پہرا دیا کرتے تھے، جب یہ آیت اتری تو آپ نے خیمہ سے سر مبارک باہر نکالکر فرمایا "لوگو! واپس جاؤ کہ خدا نے میری حفاظت کا خود وعدہ کیا ہے"۔ اس وصف کے مستحق حضرت عیسیٰ نہین ہوسکتے جو عیسائیون کے اقرار کے مطابق رومیون کے ہاتھ گرفتار ہوکر سولی پر لٹکائے گئے۔

بشارات اشعیا مین اس کے بعد ہے "مین تجھکو لوگون کے لیے عہد اور قومون کے لیے نور بناؤن گا کہ تو اندھون کی آنکھون کو کھولے، اور بندھے ہوؤن کو قید سے نکالے، اور انکو جو اندھیرے مین بیٹھے ہین قید سے نکالے" تاریخ

[1] صحیح بخاری تفسیر سورۂ مذکور۔

گواہ ہے کہ بشارت کا یہ حصہ بھی پیغمبر اسلام کے وجود سے کس خوبی سے پورا ہوا ہے، قرآن مجید نے بھی بشارت کے اس حصہ کو ان الفاظ مین مکمل کیا۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا، (اعراف)

وہ لوگ جو اس ان پڑھ فرستادہ پیغمبر کی پیروی کرتے ہین جس کو وہ اپنے ہان توراۃ اور انجیل مین لکھا پاتے ہین، وہ انکو نیکی کا حکم کرتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور اچھی چیزین انکے لیے حلال کرتا ہے اور بری چیزین انپر حرام کرتا ہے اور ان سے انکی ان پابندیون اور زنجیرون کو جو انپر تھین ہلکا کرتا ہے تو جن لوگون نے اسکو مانا اور اس کی مدد اور نصرت کی اور اس روشنی کے پیچھے چلے جو اس کے ساتھ اتاری گئی ہے، وہی کامیاب ہون گے، کہدے (اے پیغمبر) اے لوگو! مین تم سب کے پاس خدا کا بھیجا ہوا ہون۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (احزاب)

اے پیغمبر! ہمنے تجکو گواہ، خوشخبری دینے والا، ہشیار کرنے والا، اور خدا کی طرف اسکے حکم سے بلانیوالا اور روشن چراغ بناکر بھیجا ہے،

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (نساء)

اے لوگو! تمہارے پاس خدا کی طرف سے دلیل آچکی ہم نے تمہاری طرف وہ نور اتارا جو ہر چیز کو روشن کرتا ہے۔

وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا، (تغابن)

اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے اتارا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء)

اے محمد ہمنے تجکو تمام دنیا کے لیے رحمت ہی بناکر بھیجا ہے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (ابراہیم)

یہ کتاب ہے جسکو ہمنے تیری طرف اتارا ہے تاکہ تو لوگون کو اندھیرے سے نکالکر روشنی کی طرف لائے۔

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (شوریٰ) — لیکن ہمنے اسکو نور بنایا ہے تاکہ ہم اپنے بندون مین سے جسکو چاہین راہ دکھائین اور تو سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہی۔

اس کے بعد اس بشارت مین ہے کہ آنے والا پیغمبر توحید کامل کا مبلغ، بت شکن اور باطل پرستی کا دشمن ہوگا، اور بت پرست کفار و مشرکین کو وہ شکست عظیم دے گا۔

یہوا (اللہ) میرا نام ہی اور اپنی شوکت دوسرے (معبودان باطل) کو نہ دون گا، اور وہ ستائش جو میرے لیے ہوتی ہے، کھودی ہوئی مورتون کے لیے نہ دون گا، ...... وہ پیچھے ہٹین اور نہایت پشیمان ہون جو کھودی ہوئی مورتون کا بھروسہ رکھتے ہین، اور ڈھالے ہوئے بتون کو کہتے ہین کہ تم ہمارے الٰہ ہو۔"

حضرت اشعیا کے بعد دنیا مین وہ کون پیغمبر آیا جس نے توحید کامل کی تعلیم پیغمبر اسلام سے واضح تر اور کامل تر دی ہو، جس نے بت پرستی کی بیخ کنی کی ہو جس نے بتخانون کو منہدم کیا ہو، جس نے مشرکین کی صفون کو درہم برہم کیا ہو، اور باطل پرستی کے علم کو ہمیشہ کے لیے سرنگون کر دیا ہو، قرآن اور آپ کی تعلیمات کا بڑا حصہ شرک و بت پرستی کے خلاف جہاد عظیم ہے، اور تمام دنیا کو اعتراف ہے کہ اس فرض کو محمد رسول اللہ صلعم نے جس خوبی اور تکمیل کے ساتھ ادا کیا، وہ کسی اور سے نہ ہو سکا۔

بعد ازین حضرت اشعیا بتاتے ہین کہ وہ آنے والا پیغمبر مجاہد اور تیغ زن ہوگا۔ اور وہ باطل پرستیون کے خلاف اپنی تلوار اٹھائے گا،

"خداوند ایک بہادر کے مانند نکلے گا وہ جنگی مرد کی طرح اپنی غیرت کو اسکائیگا۔ وہ چلائے گا۔ ہان وہ جنگ کے لیے بلائے گا۔ وہ اپنے دشمنون پر غالب ہوگا۔"

یہ حضرت عیسیٰؑ کی صفت نہین ہو سکتی، یہ صرف بدر و احد و حنین و خندق کے سپہ سالار پیغمبر کی شان ہی۔

"بیابان (عرب) اور اُسکی بستیان، قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کرین گے۔"

اِس فقرہ مین آنے والا پیغمبر کا وطن (بیابان عرب) اور خاندان (قیدار بن اسمٰعیل) بھی بتادیا گیا ہے آخر مین ہے

اور اندھون کو اس راہ سے جسے وہ نہین جانتے لیجاؤن گا، مین انھین ان رستون پر

جن سے وہ آگاہ نہین لے چلونگا!!

اِس فقرہ مین یہ ارشاد ہے کہ وہ اُمیون کا پیغمبر اور اُس قوم کا داعی ہوگا جسکو کبھی راہ راست کی ہدایت نہین ملی، یہ صفت اہل عرب کی ہے جنکو آپ سے پہلے کوئی صاحب شریعت پیغمبر نہین ملا، حضرت عیسٰی بنی اسرائیل مین مبعوث ہوئے تھے جنکو شریعت مل چکی تھی، اس لیے یہ ان کی صفت نہین ہوسکتی۔ بلکہ یہ صرف پیغمبر عرب کا وصف خاص ہے، چنانچہ قرآن مجید نے صاف کہا

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اَتَاهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ (قصص)

تاکہ اُنکو ہشیار کرے جنکے پاس تجھسے پہلے کوئی ہشیار کرنیوالا نہین آیا۔

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ٥ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ، تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَاۤؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ (یٰس)

تو یقیناً پیغمبرون مین سے ہے اور سیدھی راہ پر ہے، اور یہ غالب مہربان خدا کی طرف سے اُترا ہے، تاکہ تو ان کو ہشیار کرے جنکے باپ دادا ہشیار نہین کیے گئے، تو وہ غفلت مین ہین۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ، (جمعہ)

وہی خدا جسنے ان پڑھون مین پیغمبر بناکر انھین مین سے کھڑا کیا، جو اُن کو خدا کی آیتین پڑھکر سناتا اور کتاب اور دانائی سکھاتا ہے، اگرچہ وہ پہلے کھلی گمراہی مین تھے۔

وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَاۤئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ، اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّا اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ فَقَدْ جَاۤءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

یہ کتاب ہے جسکو ہمنے اتارا ہے، جو برکت والی ہے، تو اسکی پیروی کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (یہ کتاب تم کو اسلیے دی گئی) تاکہ نہ کہو کہ کتاب تو ہمسے پہلے یہود اور نصاریٰ، دو قومون کو عطا ہوئی۔ اور ہم اس کے پڑھنے سے غافل تھے یا یہ کہو کہ اگر خاص ہمپر کوئی کتاب اترتی تو ہم اُن سے زیادہ راہ راست

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۝ (انعام) — ہوتے، تو لو تمہارے پاس خدا کی طرف سے کھلی دلیل ہدایت اور رحمت آچکی

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ — اور ہمنے انکو نہ تو کتابین دین، جنکو وہ پڑھین اور نہ تجھ سے

قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ (سبا) — پہلے اونکے پاس کوئی ڈرانے والا بھیجا۔

اِس بشارت کے تمام فقرون پر جو شخص اِس تفصیل سے نظر ڈالے گا، اور اُس کے ایک ایک فقرہ کی، قرآن پاک، احادیث شریف اور سوانح نبوی کے ساتھ حرف حرف تطبیق پر غور کریگا، وہ اِس یقین کے پیدا کرنے پر مجبور ہوگا کہ اِس بشارت کا مصداق محمد بن عبداللہ کے سوا کوئی اور نہین ہوسکتا۔

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ — وہی جو اپنے بندہ پر کھلی آیتین اتارتا ہے تاکہ وہ تمکو اندھیرے سے

مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (حدید ۱۱) — نکالکر روشنی مین لے جائے۔

سورۂ فتح مین جس مین آنحضرت صلعم کو فتح مکہ کی بشارت دی گئی ہے، توراۃ اور انجیل کی ایک اور پیشنگوئی کا حوالہ دیا گیا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي — محمد خدا کا بھیجا ہوا، اور جو لوگ اس کے ساتھ ہین، وہ کافرون

الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا — پر بھاری، آپس مین مہربان ہین، (خدا کے سامنے) رکوع

يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ — اور سجدے مین گرے رہتے ہین، اور خدا کی رحمت اور خوشنودی کے

فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ — جویان رہتے ہین، انکے چہرون مین سجدہ کے اثر سے نور ہے

فِي التَّوْرٰىةِ ۝ (فتح ۴) — انکی حالت کا یہ بیان توراۃ مین ہے۔

آنحضرت صلعم اور صحابۂ کرام کا یہ مجموعی وصف فتح مکہ کے موقع پر بیان کیا گیا ہے جو اسلام کی دعوت کی تکمیل، توحید الٰہی کے انجام، خانۂ خلیل کی کامل آزادی، اور معبودان باطل کی دائمی شکست کا دن ہے، اور اس کے بعد کوئی نیا پیغام سنانے والا دنیا مین آنے والا نہ تھا، چنانچہ حضرت موسیٰ نے اپنی زندگی کی آخری وصیت، جسپر انکی توراۃ اور انکے صحیفۂ حیات دونون کا خاتمہ ہوجاتا ہے، بنی اسرائیل کو یہ فرمائی:۔

یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے پہلے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا
، کہ خداوند سینا سے آیا، اور سعیر سے اُن پر طلوع ہوا، اور فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا،
دس ہزار مقدسون کے ساتھ آیا، اور اُس کے داہنے ہاتھ مین ایک آتشین شریعت اُن کے
لیے تھی، ہان وہ اپنے لوگون سے بڑی محبت رکھتا ہے، اُس کے سارے مقدس (ہمراہی)
تیرے ہاتھ مین ہین، اور وہ تیرے قدمون کے پاس بیٹھے ہین۔ اور تیری باتون کو مانین گے،
(استثنا، ۳۳-۲)

یہ حضرت موسیٰ کا آخری کلام ہے جس مین آخری پیغمبر کی بعثت کی خبر دی ہے، اس بشارت مین کوہ فاران سے نور الٰہی کے طلوع ہونے کی خوش خبری ہے، اس مین چار باتین بیان کی گئی ہین، جو قرآن مجید کے بیان کے عین مطابق ہین۔

(۱) وہ دس ہزار مقدسون کے ساتھ آیا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ، محمد خدا کے فرستادہ اور جو لوگ اُنکے ساتھ ہین۔

(۲) اُس کے ہاتھ مین اُن کے لیے آتشین شریعت ہوگی۔

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ ، وہ خدا کے منکرون پر سخت ہون گے۔

(۳) وہ اپنے لوگون سے محبت کریگا۔

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ، آپس مین ایک دوسرے پر مہربان ہون گے۔

(۴) (اے خدا) اُس (آنے والے پیغمبر) کے سارے مقدس لوگ (یعنی صحابہ) تیرے ہاتھ مین ہین اور وہ تیرے قدمون کے پاس بیٹھے ہین اور تیری باتون کو مانین گے۔

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ، دیکھتے ہو تم انکو خدا کے آگے رکوع اور سجود مین جھکے ہوئے خدا کی مہربانی اور خوشنودی کی طلب گار ہین اطاعت وعبادت کے اثر سے اُن کے

ایک عجیب بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ اُس آنے والے پیغمبر کے مقدس ساتھیون کی تعداد دس ہزار فرماتے ہین فتح مکہ کے دن بعینہٖ یہی دس ہزار مقدسین تھے جو اس فاران سے آنے والے نورانی پیکر کے ساتھ شہر خلیل (مکہ) کے دروازہ مین داخل ہوئے، اور اس طرح حضرت موسیٰ نے جو کچھ کہا تھا وہ پورا ہوا،

سورۂ فتح مین اس کے بعد ہے،

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ ، اور انکی مثال انجیل مین مثل کھیت کے ہے جسنے ٹہنی نکالی پھر اسکو مضبوط کیا، پھر موٹا ہوا، پھر اپنی ٹہنیون پر کھڑا ہوا،

حضرت عیسیٰؑ نے یہ تمثیل "آسمانی بادشاہی" کی دی ہے، چنانچہ انجیل کے مختلف نسخون مین یہ تمثیل ان مختلف الفاظ مین مذکور ہے۔

"آسمان کی بادشاہت رائی کے دانہ کے مانند ہے جسے ایک شخص نے لے کے اپنے کھیت مین بویا، وہ سب بیجون مین چھوٹا ہے پر جب اُگتا ہے تو سب ترکاریون سے بڑا ہوتا ہے، اور ایسا پیڑ ہوتا ہے کہ ہوا کی چڑیان آ کے اُسکی ڈالیون مین بسیرا کرین" (متی ۱۳-۳۱، مرقس ۴-۳۰)

"خدا کی بادشاہت ایسی ہے جب ایک شخص جو زمین مین بیج بوئے، اور رات دن وہ سوئے اُٹھے، اور بیج مین اس طرح اُگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے اس لیے کہ زمین آپ سے آپ پھل لاتی ہے، پہلے سبزی، پھر بال، بعد اس کے بال مین تیار دانے، اور جب دانہ پک چکا تو وہ فی الفور ہنسوا بھیجتا ہے کیونکہ کاٹنے کا وقت آ پہنچا ہے۔ (مرقس ۴-۲۶)

حضرت عیسیٰؑ نے "آسمانی بادشاہت" کی جو تمثیل دی ہے، قرآن مجید نے اُسی کو سورۂ فتح مین دہرایا ہے، کون نہین جانتا کہ اسلام کی جسمانی اور روحانی، ظاہری و باطنی دونون بادشاہیون کے جلوس و موکب کا دن فتح مکہ کا روز ہے، اور آسمانی بادشاہی کی یہ تمثیل پوری ہوئی، کہ محمد نام ایک کاشتکار نے ایک بیج زمین مین ڈالا اور اُس سے سیکڑون ہزارون خوشے پیدا ہو گئے، اور اُسنے آسمانی بادشاہی کی منادی کی۔

حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو نصیحت کرتے ہین۔

"خداوند تیرا خدا تیرے لیے، تیرے درمیان سے تیرے ہی بھائیون مین سے میرے مانند ایک
نبی برپا کرے گا، تم اُسکی طرف کان دھرو" (استثنا ۱۸-۱۵)

مین اُن کے لیئے اُن کے بھائیون مین سے تجھ سا ایک نبی برپا کرون گا، اور اپنا کلام اُس کے
منھ مین ڈالون گا، اور جو کچھ مین اس سے کہونگا، وہ سب اُن سے کہے گا، اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی
میری باتون کو جنھین وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو مین اس کا حساب اُس سے لون گا،
لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا مین نے اس کو
حکم نہین دیا، اور معبودون کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے گا، اور اگر تو اپنے دل مین کہے
کہ مین کیونکر جانون کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہین تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے
اور جو اُس نے کہا ہے واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہین کہی، بلکہ اس نبی نے گستاخی
سے کہی ہے، تو اُس سے مت ڈرو۔ (استثنا ۱۸-۱۹)

عیسائیون نے اس بشارت کو حضرت عیسیٰؑ کے حق مین ثابت کرنا چاہا ہے، مگر ظاہر ہے کہ اس کے مصداق حضرت
عیسیٰ نہین ہو سکتے، اِس بشارت مین ہے کہ "یہ نبی بنی اسرائیل کے بھائیون مین سے مبعوث ہوگا، بنی اسرائیل کے
بھائی بنو اسمٰعیل تھے، اس سے یہ مفہوم ہوا کہ وہ پیغمبر نسلِ اسمٰعیلؑ سے ہوگا، حضرت عیسیٰ اسمٰعیلی نہ تھے، عیسائی حضرت
عیسیٰ کو نبی نہین مانتے، حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ "وہ آیندہ نبی میرے مانند ہوگا، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ مین کوئی
وجہ مماثلت نہین ہے، حضرت موسیٰؑ صاحب شریعت تھے، حضرت عیسیٰؑ نہ تھے، حضرت موسیٰؑ جنگجو اور مجاہد تھے، حضرت
عیسیٰؑ نہ تھے، حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو غلامی سے نکال کر بادشاہی تک پہنچایا، حضرت عیسیٰؑ نے ایسا نہین کیا،
حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کے ظاہری و معنوی دونون معنون مین بادشاہ تھے، حضرت عیسیٰؑ نہ تھے، حضرت موسیٰؑ
صرف واعظ نہ تھے عمل فرما اور کارپرداز بھی تھے، حضرت عیسیٰؑ صرف واعظ تھے، حضرت موسیٰؑ قومون اور ملکون کے

فاتح تھے، اور حضرت عیسیٰؑ ایک چپہ زمین پر بھی قابض نہ تھے، برخلاف اس کے حضرت موسیٰؑ اور محمد رسول اللہ علیہما السلام مین یہ تمام اوصاف مشترک ہین، اس لیے وہ موعود نبی جو حضرت موسیٰؑ کے مانند پیدا ہونیوالا تھا، وہ آنحضرت صلعم ہی تھے، چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے اس بشارت مین جو کچھ فرمایا ہے، قرآن مجید نے اسکی حرف حرف تصدیق کی ہے، قرآن مجید کا بیان ہے کہ خدا نے روز ازل تمام انبیا سے یہ عہد لیا تھا کہ ہر نبی دوسرے نبی کی تائید کرتا جائے اور اپنی امت کو یہ نصیحت کرجائے کہ جب کوئی پیغمبر اُن کے پاس آئے تو وہ اسکی تصدیق کرے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (آل عمران ۹)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبرون سے عہد لیا کہ ہم جو تمکو کتاب اور دانائی دین، اور پھر کوئی پیغمبر تمہارے پاس آئے، جو کتاب اور شریعت تمہارے پاس ہو اسکی تصدیق کرتا ہو تو ضرور اسکو ماننا اور اسکی مدد کرنا، اور فرمایا کہ کیا تمنے اسکا اقرار کرلیا، اور ان باتون پر جو ہمنے تمسے عہد وپیمان لیا ہو اسکو تسلیم کیا؟ پیغمبرون نے عرض کیا کہ ہان ہم اقرار کرتے ہین، فرمایا تو تم گواہ رہو، اور تمہارے ساتھ ہم بھی (گواہ ہین)

حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو آنے والے پیغمبر کی اطاعت کی جو نصیحت فرمائی وہ اُسی ازلی عہد وپیمان کا ایفا تھا۔

حضرت موسیٰؑ نے آنے والے پیغمبر کی نسبت ارشاد فرمایا کہ "وہ میرے مانند ہوگا" قرآن مجید نے بھی اسکی تصدیق کی۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزمل)

ہمنے تمہارے پاس ایک پیغمبر کو بھیجا ہے جو تمپر گواہ ہے جس طرح کہ ہمنے فرعون کے پاس ایک پیغمبر بھیجا تھا۔

اس پیغمبر کا وصف یہ ہوگا کہ "خدا اپنا کلام اس کے منہ مین ڈالے گا" قرآن نے اپنے پیغمبر کی نسبت کہا۔

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (نجم)

وہ اپنی خواہش نفسانی سے کلام نہین کرتا بلکہ وہی کہتا ہے جو اُس سے خدا کی طرف (سے وحی کیا جاتا ہے)

توراۃ میں ہے۔

"اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنھیں وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو میں اسکا حساب لونگا"

قرآن مجید نے بھی یہی اعلان کیا کہ جو محمد رسول اللہ صلعم کی پیروی سے منکر ہوگا اس کو اپنے حساب کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (رعد ۶)

[illegible]

اور اے پیغمبر عذاب وغیرہ کے جو وعدے (ان کفار سے) ہم کرتے ہیں ان میں سے بعض تو تمہاری زندگی ہی میں تمکو دکھا دیں گے یا ان کے پورا ہونے سے پہلے تمکو دنیا سے اٹھالیں گے تمہارا کام ہمارے احکام کو ان تک پہنچا دینا ہے

توراۃ نے حضرت موسیٰؑ کی زبانی اس بشارت میں یہ کہا:-

"لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا، اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے گا"

قرآن مجید نے بھی اس فرمان کی صداقت پر اپنی مہر ثبت کی۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ (حاقہ)

اگر پیغمبر (محمد) کچھ جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر کہتا تو ہم اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور اسکی گردن کی شہرگ کاٹ ڈالتے، پھر تم میں سے کوئی اس کو مجھ سے نہ بچا سکتا۔

توراۃ نے اس آنے والے پیغمبر کی صداقت کی نشانی یہ بتائی کہ "اسکی تمام پیشگوئیاں سچی ہوں گی" سیرت نبوی کے تمام ابواب تمہارے سامنے ہیں، دیکھو کہ اس نشانی کی صداقت میں ایک ذرہ بھی کبھی کمی ہوئی حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رویا میں جو کچھ آپ دیکھتے تھے وہ سپیدۂ صبح کی طرح ظاہر ہوتا تھا[1] مسلمان، تو مسلمان خود کفار تک کو اس کا یقین تھا کہ آنحضرت صلعم کی کوئی پیشنگوئی غلط نہیں ہوتی، یاد ہوگا کہ غزوۂ بدر سے پہلے ایک صحابی عمرہ ادا کرنے

---

[1] صحیح بخاری بدء الوحی۔

مکہ گئے تھے، انھون نے قریش کے رئیس امیہ سے کہا کہ "آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ تو قتل ہوگا"، اس پیشینگوئی کا یہ اثر اسپر ہوا کہ کانپ گیا۔ معرکۂ بدر مین وہ گھر سے نکلتے ہوئے ڈرتا تھا، جاتے ہوے اسکی بیوی نے دامن پکڑ لیا کہ "کہان جاتے ہو تم کو اُس مدینہ والے کی پیشینگوئی یاد نہین[1]"۔ آنحضرت صلعم نے سینکڑون پیشینگوئیان کین اور اُن مین سے ایک ایک سچائی کے معیار پر پوری اتری۔

صحیح بخاری مین ہے کہ ابن ناطور جو قیصر روم کا محرم راز اور شام کا اسقف (بشپ) تھا، اُس نے بیان کیا کہ ہرقل قیصر روم منجم تھا، ایک دن وہ دربار مین آیا تو چہرہ متغیر تھا کسی درباری نے سبب دریافت کیا تو اُس نے کہا، رات ستارون کو دیکھ کر نظر آیا کہ "ملک الختان، (ختنہ کا بادشاہ یا فرشتہ) ظاہر ہوگیا، تو تحقیق کرو کہ ختنہ کس قوم مین رائج ہے" درباریون نے کہا کہ ختنہ تو صرف یہود کرتے ہین، اس لیے آپ مضطرب نہون، صوبون مین حکم جاری کر دیجیے کہ امسال یہودیون کے یہان جس قدر بچے پیدا ہون سب قتل کر دیے جائین، اسی اثنا مین حدود شام کے عرب رئیس غسان نے یہ خبر پہنچائی کہ عرب مین ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے، قیصر نے کہا "دریافت کرو کہ کیا عرب ختنہ کرتے ہین؟" اس کا جواب جب اُس کو اثبات مین ملا تو اُس نے کہا "ہان یہ اُس امت کا ملک (بادشاہ یا فرشتہ) ہے" اور اُس کے بعد اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا کہ "اگر تمکو اپنی سلطنت بچانی منظور ہے تو اُس پر ایمان لاؤ" درباریون نے قیصر کی اس گفتگو کو سخت ناپسند کیا، مگر رومیہ مین قیصر کا ایک اور صاحب علم دوست تھا، قیصر نے اُس کو لکھا تو اُس نے بھی قیصر کی رائے کی تائید کی۔

ہمارے محدثین اِس خبر کی صحیح حقیقت نہین سمجھ سکے ہین، اور اسی لیے لفظ ملاک الختان کا تلفظ نہ ملک (بادشاہ) ہے، اور نہ مَلَک (فرشتہ) ہے، بلکہ ملاک ہے، جسکے معنی فرستادہ اور پیغامبر کے ہین، جسکی اصل عربی مین الوکہ بمعنی پیغام ہے، اور اگر یہ لفظ عربی تلفظ مین ملک پڑھا جائے تو یہ لفظ اس موقع پر "فرشتہ" کے اصطلاحی معنی مین نہین بلکہ فرستادہ کے لغوی معنون مین مستعمل ہوا ہے، قیصر کا یہ لفظ ملاک الختان (ختنہ کا

---

[1] صحیح بخاری کتاب [illegible]ازی۔

پیغامبر) استعمال کرنا، درحقیقت توراۃ کی ایک پیشینگوئی کی طرف اشارہ ہے، ملاخیا نبی کی کتاب مین یہ پیشینگوئی ان الفاظ مین مذکور ہے۔

"دیکھو مین اپنے رسول کو بھیجون گا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا، اور وہ خداوند جسکی تلاش مین تم ہو، ہان "ختنہ کا رسول" جس سے تم خوش ہو، وہ اپنی ہیکل مین ناگہان آئے گا، رب الافواج فرماتا ہے" پر اس کے آنے کے دن کون ٹھہر سکے گا، اور جب وہ ظاہر ہوگا کون ہے جو کھڑا رہے گا، کیونکہ وہ سنار کی آگ، اور دھوبی کے صابن کے مانند ہے اور وہ روپیہ کا میل کاٹتا ہوا اور اُسے خالص کرتا ہوا بیٹھے گا، (باب ۳)

آجکل کے ترجمون مین "ختنہ کے رسول" کے بجائے "عہد کا رسول" لکھا ہے، یہ ترجمہ صحیح بھی ہو تو اس کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کی دعا کے جواب مین جس رسول کی بعثت کا وعدہ فرمایا تھا اُس کے متعلق یہ بشارت ہے لیکن اصل یہ ہے کہ توراۃ کی زبان مین "ختنہ" نسل ابراہیمی کے جسم پر "خدا اور ابراہیم کے باہمی "عہد و میثاق" کی مہر کا نام ہے، توراۃ مین جہان ختنہ کا حکم ہے مذکور ہے:۔

"اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان ہے، جسے تم یاد رکھو یہ ہے کہ تم مین ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔ اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کرو، اور یہ اُس عہد کا نشان ہے جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ (پیدائش ۱۷-۱۰)

اس بنا پر "ختنہ" کے بجائے مترجمین نے "عہد" کا لفظ رکھدیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے قرب مولد کے زمانہ مین اس پیشینگوئی کے مطابق اس "رسول الختان" کا یہود و نصاریٰ دونون کو انتظار تھا، اور قیصر روم اسی پیشینگوئی کے پورا ہونے کا منتظر تھا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ کے حق مین نہ تھی، کیونکہ اگر اُن کے حق مین ہوتی تو عیسائی قیصر اُس کی آمد کا منتظر نہ ہوتا، "رسول الختان" کے لفظ سے اس بات کا اشارہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ وہ مختون قوم مین ظاہر ہوگا، اور عیسائی مذہب نے اس رسم کو باطل قرار دیا ہے، یہود یت کے

بعد اسلام ہی ہے جس نے نسل ابراہیم کے اس عہد کو دنیا میں ہمیشہ برقرار رکھا ہے۔

توراۃ میں ایک اور بشارت ہے،

"خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔

(استثنا۔۳۳-۲۶)

اس بشارت کا ایک ٹکڑا حضرت حبقوق نبی کے صحیفہ میں پھر دہرایا گیا ہے،

خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا، اُس کی شوکت سے آسمان

چھپ گیا، اور اسکی حمد سے زمین معمور ہو گئی۔ (۳-۳۶)

صحیفہ استثنا کی بشارت میں خداوند کا مظہر تین پہاڑوں کو قرار دیا گیا ہے، کوہ سینا، کوہ سعیر، اور کوہ فاران یہ درحقیقت خورشید نبوت کے تین مطلع ہیں، ان میں بہ ترتیب کوہ سینا سے حضرت موسیٰ، کوہ سعیر سے حضرت عیسیٰؑ اور کوہ فاران سے محمد رسول اللہ صلعم مراد ہیں، کوہ مکہ کی پہاڑیوں کا نام ہے، حضرت حبقوق اس بشارت میں کہتے ہیں کہ وہ تیمان سے آیا، تیمان کے لغوی معنی جنوب کے ہیں اور استعمال میں ملک یمن کو کہتے ہیں، اور یہاں یہ دونوں معنی ٹھیک ہیں، پھر ہیں "اسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا" یہ معراج آسمانی کی تشریح ہے، پھر کہتے ہیں "اسکی حمد سے زمین معمور ہو گئی" زمین کا کون گوشہ ہے جو محمدؐ کے حمد سے معمور نہیں، لفظ حمد کہ محمد کا مادہ، اور عبادت اسلامی کا آغاز (الحمد للہ) ہی محمد رسول اللہ کی تلمیح سے لبریز ہے،

توراۃ کی اس بشارت کو قرآن مجید نے سورہ وَالتِّیۡنِ کے ان الفاظ میں ادا کیا۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ،	قسم ہے انجیر اور زیتون کی، طور سینا کی، اور اس امن والے شہر کی۔

سب کو معلوم ہے کہ انجیر اور زیتون والا ملک **شام** ہے جو حضرت عیسیٰؑ کا مولد اور کوہ سعیر کا مبدا ہے، **طور سینا** حضرت موسیٰؑ سے عبارت ہے اور بلد امین یعنی مکہ سے محمد رسول اللہ صلعم کی طرف اشارہ ہے۔

علمائے اسلام نے توراۃ وانجیل کی اور بھی بشارتون کا تذکرہ کیا ہے لیکن ہم نے صرف اُنھین بشارتون کا ذکر کیا ہے جنکی طرف قرآن مجید اور احادیث مین اشارے پائے جاتے ہین، کتب و سیر و دلائل مین بہت سی پیشینگوئیان عرب کے کاہنون اور نجومیون کے پوجاریون سے منقول ہین، لیکن چونکہ اُنکا بڑا حصہ اصولِ روایت کے رو سے کمزور ہے اس لیے ہم انکی تفصیل غیر ضروری سمجھتے ہین، تاہم ان روایات کا قدر مشترک اس قدر ضرور نکلتا ہے کہ عرب بھی ایک پیغمبر کے وجود کا تشنہ تھا، روم و فارس کی دہ سالہ جنگ نے مشرق و مغرب کی سرزمین کو لالہ زار بنا دیا تھا، اور خیالات مین تلاشِ امن کی شورش برپا کردی تھی، اور عرب مین اصحاب الفیل کا واقعہ دلون مین لرزش پیدا کرنے کے لیے کافی تھا، اور عین یہی موسم دنیا مین روح اعظم کے ظہور کا ہوتا ہے اس لیے مولد نبی کے قریب زمانہ مین عرب و روم اور یہود و نصاری سب کو توراۃ و انجیل کی بشارتون کے مطابق ایک آنے والے کا انتظار تھا،

صحیح بخاری مین حضرت ابوسفیان کی زبانی مروی ہے کہ جب قاصد نبوی دعوت نامۂ اسلام لیکر قیصر کے دربار مین پہنچا ہے، اور قیصر نے ابوسفیان کو بلا کر جو اُس وقت تک کافر تھے، آنحضرت صلعم کے متعلق چند استفسارات کیے ہین، اور ابوسفیان نے اُن کے جوابات دیے ہین انکو سنکر اُس نے بھرے دربار مین کہا "تم نے جو کچھ بیان اگر وہ سچ ہے تو ایک دن یہ میرے دونون پاؤن کے نیچے کی مٹی اس کے قبضہ مین ہوگی، مجھکو یہ ضرور خیال تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب مین پیدا ہوگا، اگر ممکن ہوتا تو مین خود جاکر اس کی زیارت کرتا، اور اگر وہان ہوتا تو خود اُس کے پانون دھوتا"[1]

قیصر کے محرم راز اور شام کے بشپ ابن ناطور کا بیان اوپر پڑھ چکے ہو کہ قیصر کا خیال تھا کہ ختنہ والے رسول کی پیدایش کا زمانہ قریب ہے اور رومیہ کے ایک مسیحی عارف نے بھی خط لکھکر قیصر کے خیال کی تائید کی، مقوقس شاہِ مصر کے دربار مین جو قاصد نبوی خط لیکر گیا تھا وہ بھی یہ جواب لایا کہ "ہان ہمکو بھی یقین تھا کہ ایک پیغمبر آنیوالا ہے لیکن خیال تھا کہ وہ شام مین پیدا ہوگا" حبش کے عیسائی بادشاہ نے لکھا کہ "ہم گواہی دیتے ہین کہ آپ

---

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان۔

سچے پیغمبر ہیں" یا وہ ہوگا کہ یمن کے شہر نجران سے عیسائیون کا ایک وفد حاضر خدمت ہوا تھا، اور فیصلہ حق کے لیے یہ قرار پایا تھا کہ دونون فریق مباہلہ کرین، لیکن وفد کے سمجھدار عیسائیون نے وفد کو آنحضرت صلعم کے مقابلہ مین مباہلہ سے منع کیا، اور کہا کہ "خدا کی قسم اگر یہ سچے پیغمبر ہین تو ہم ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جائینگے"، اس سے معلوم ہوا کہ انکو بھی پیغمبر کی آمد کا گمان تھا، اسلام سے پہلے زید ایک عرب موحّد تلاش حق مین مدتون سرگردان رہے۔ وہ پہلے یثرب (مدینہ) پہلا نام) گئے، دیکھا تو وہان کے یہودی بھی توحید کامل پر قائم نہ تھے، یہان سے نکل کر خیبر کے یہودیون کے پاس گئے، اور ان کا بھی یہی حال پایا، وہان سے شام کے عیسائیون مین گئے، دیکھا کہ وہ بھی مشرک ہین، آخر شام کے ایک راہب نے کہا کہ اگر تمھین دین حق کی تلاش ہے، تو عراق جاؤ، وہان ایک بزرگ ہین، زید جب انکے پاس پہنچے اور طلب سوال و اکیا تو دریافت کیا کہ تم کہان سے آتے ہو، زید نے کہا حرم مکہ سے، ان بزرگ نے کہا جاؤ تم اپنے وطن کو لوٹ جاؤ، دین حق کا وہین سے ظہور ہونیوالا ہے، وہ لوٹ کر مکہ آئے لیکن اسلام سے پہلے انکی وفات ہوگئی[1]، ورقہ بن نوفل کا واقعہ تم سیرۃ جلد اوّل مین پڑھ چکے ہو کہ وہ جاہلیت مین عیسائی ہوگئے تھے، بعثت کے پہلے ہی روز جب حضرت خدیجہؓ آپ کو لیکر ورقہ کے پاس گئی ہین تو ورقہ نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی، اور آرزو ظاہر کی کہ "کاش مین آپ کی ہجرت تک رہتا تو آپ کی مدد کرتا"، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیون کو آنے والے پیغمبر کا اس وقت انتظار تھا،

ابن سعد، ابن اسحاق، مسند احمد، تاریخ بخاری، مستدرک حاکم، دلائل بیہقی، معجم طبرانی، دلائل ابونعیم وغیرہ مین متعدد روایتین ایسی ہین جن سے مجموعی طور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے ظہور سے پہلے مدینہ کے یہودیون مین بھی ایک آنے والے پیغمبر کے جلد ظاہر ہونے کے چرچے رہا کرتے تھے، اور انھین سے سنکر اوس و خزرج کے کانون مین پیغمبر کی بعثت کی خبر پڑی ہوئی تھی، اور اکثرون کے لیے یہ خبر ہدایت کا باعث بنی، چنانچہ ابن سعد کے علاوہ دیگر کتب مذکورہ مین ایک نوجوان انصاری کا واقعہ بسند صحیح مذکور ہے، وہ کہتے ہین کہ "مین چھوٹا تھا، تو مدینہ مین ایک یہودی واعظ آیا، اثنائے

---

[1] سیرۃ نبوی جلد اوّل [2] سیرۃ نبوی جلد دوم [3] مسند ابو زرعہ۔

وعظ مین اُس نے ایک پیغمبر کے ظہور کی بشارت دی، لوگون نے پوچھا کہ وہ کب تک ظاہر ہوگا، اُس نے اُن انصاری کی طرف جو اُس مجمع مین سب سے چھوٹے تھے اشارہ کر کے کہا کہ اگر یہ لڑکا جیتا رہا تو وہ اُس کا زمانہ پائے گا" انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک یہودی کا لڑکا آپ کی خدمت مین رہا کرتا تھا، اتفاق سے وہ بیمار پڑا، آنحضرت صلعم اسکی عیادت کو گئے، اور اُس کے باپ سے پوچھا کہ "کیا میرا ذکر تم توراۃ مین پاتے ہو؟" اُس نے کہا "نہین" لڑکے نے فوراً جواب دیا "ہان یا رسول اللہ آپ کا ذکر ہم نے توراۃ مین پڑھا ہے" اور یہ کہکر اُس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا[1]

عربون اور یہودیون مین جب لڑائی ہوتی تو یہودی کہا کرتے تھے کہ ایک پیغمبر آنے والے ہین اُس کے عہد مین ہمکو کامل فتح ہوگی، قرآن مجید نے اُن کے اسی عقیدہ کو دہرا کر اُن کے عدم اسلام پر ملامت کی ہے،

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (بقرہ)

اس سے پہلے کافرون پر اسی آنے والے پیغمبر کا نام لیکر فتح چاہا کرتے تھے پس جب وہ بات سامنے آگئی جسکو انھون نے پہچان لیا تو انکار کر دیا، جھوٹون

قرآن مجید نے اس کے علاوہ اور بھی متعدد مقامات پر یہودیون کو اُن کے اس سابق یقین کے خلاف اُنکے موجودہ اظہار کفر پر اُن کو سرزنش کی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (بقرہ)

جنکو کتاب پہلے دی جا چکی ہے وہ یقیناً (اُن نشانیون کی بنا پر جو اس کتاب مین مذکور ہین) جانتے ہین کہ یہ حق ہے اُنکے پروردگار کی

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (بقرہ)

جنکو ہم پہلے کتاب دے چکے ہین اسلام کی صداقت کو اسی طرح جانتے ہین جسطرح وہ اپنے بیٹون کو جانتے ہین لیکن ان مین سے ایک فریق جان کر حق کو چھپاتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (انعام)

جن کو ہم پہلے کتاب دے چکے ہین، وہ اُسکو اسی طرح پہچانتے ہین جسطرح وہ اپنے بیٹون کو۔

[1] بیہقی باسناد صحیح، مگر یہ روایت صحیح بخاری (کتاب الجنائز) سے کسی قدر مختلف ہے، صحیح بخاری مین ہے کہ وہ لڑکا اپنے باپ کے مشورہ سے مسلمان ہوگیا۔

یہ انھین بشارتون اور پیشینگوئیون کا اثر تھا کہ علمائے یہود آنے والے نبی کے متعلق توراۃ کی بیان کردہ مختلف علامات اور نشانیون کو اپنے ذہن مین رکھکر حاضر خدمت ہوتے تھے، اور سوالات کرتے تھے اور آپ کا امتحان لیتے تھے اور اور جب اُن کو تشفی ہوجاتی تھی تو وہ مسلمان ہوجاتے تھے۔

نجاشی کے دربار مین جب حضرت جعفر طیار نے اسلام پر تقریر کی اور سورۂ مریم کی آیتین پڑھکر سنائین، تو نجاشی پر رقت طاری ہوگئی اور اسکی دونون آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے اور کہا "خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونون ایک ہی چراغ کے پرتو ہین" اور اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کی نسبت اسلام کا جو عقیدہ سنا تو نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اُٹھا کر کہا "واللہ جو تم نے کہا عیسیٰؑ اس تنکے کے برابر بھی اُس سے زیادہ نہین[1]"

کفار عرب کو مخاطب کر کے قرآن مجید نے کہا کہ اسکی صداقت کی دلیل یہ ہے کہ علماے بنی اسرائیل اس کی سچائی کی گواہی دیتے ہین۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ، (احقاف ۱)

اے پیغمبر! ان سے کہو کہ غور کرو اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے ہو، اور تم اس سے منکر ہو، اور بنی اسرائیل مین سے ایک گواہ اس طرح کی ایک کتاب کے نازل ہونے کی گواہی بھی دی اور ایمان بھی لایا، اور تم مغرور بنے رہے (تو ایسی صورت مین [illegible])

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ، (شعراء ۱۱)

کیا ان کفار کو یہ نشانی کافی نہین ہے کہ اس کو علماے بنی اسرائیل جانتے ہین۔

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۲۰۲۔

خصائص محمدی

خصائص وہ امور ہین جوکسی کی ذات کے ساتھ خاص ہون، آنحضرت صلعم کو بہت سی چیزین ایسی دی گئی تھین، جو اورون کو نہین ملی تھین، یہ خصائص محمدی دو قسم کے ہین، ایک وہ جو صرف آپ کے لیے تھے، اور آپ کی امت مین سے کسی اور کے لیے نہ تھے، دوسرے وہ جو صرف آپ کو عطا ہوئے، اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو مرحمت نہین ہوئے، غرض پہلی خصوصیتین اُمّت کے مقابلہ مین، اور دوسری انبیاء کے مقابلہ مین تھین، ہمنے پہلے کا نام "خصائصِ ذاتی" اور دوسرے کا "خصائصِ نبوی" رکھا ہے۔

اربابِ سیر نے ان خصائص کی توسیع اور کثرت کو آنحضرت صلعم کی فضیلت کا بڑا معیار قرار دیا ہے کہ اس سے بارگاہِ الٰہی مین آپ کی خصوصیت ثابت ہوتی ہے، چنانچہ اُنھون نے معمولی معمولی سی باتون کو خصوصیات مین شمار کر کے خصائصِ نبوی کا ایک بڑا انبار لگا دیا ہے، مثلاً حافظ ابوسعید نیشاپوری نے شرف المصطفیٰ مین آپ کے خصائص کی تعداد ساٹھ لکھی ہے، حافظ سیوطی نے خصائص کبریٰ مین اس پر سینکڑون کا اور اضافہ کیا ہے، حالانکہ ان مین اکثر کا ماخذ، تاویلِ بعید، نکتہ آفرینی اور ضعیف روایتین ہین، بعض ایسی باتین بھی خصائص مین شمار کرلی گئی ہین، جو گو عام افرادِ امت کے لیے نہین لیکن اُمرا اور خلفائے اسلام کا اُن سے اتصاف یا تعلق جائز ہے۔

محدثین نے خصائصِ ذاتی کو یہ وسعت دی ہے کہ اُنھون نے یہ اصول بنالیا ہے کہ حدیث قولی اور عملی مین اگر تصادم ہو تو حدیث قولی کو حدیث عملی پر ترجیح ہوگی، یعنی اگر ایک امر آنحضرت صلعم کے قول سے ثابت ہے، اور اسکے مخالف دوسرا امر آپ کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے تو عام امت کو آپ کے ذاتی عمل کی تقلید کے مقابلہ مین آپ کے قول کی تعمیل کرنی چاہیے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ عمل محض آپ کے لیے مخصوص ہو اور آپ کے خصائص ذاتی مین ہو، لیکن ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا مین اپنی امت کے لیے نمونہ اور عملی مثال ہی بنکر آتے ہین، خصوصاً حضرت مقتدائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم، کہ اُن کے متعلق فرمان الٰہی نے اعلان کردیا ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (احزاب) اور تمہارے لیے (اے مسلمانو!) رسول اللہ میں بہترین اقتدا ہے

توجب آپ مقتدائے عالم اور امام اعظم بنکر آئے، اور تمام لوگون کو آپ کی تقلید اور پیروی کا حکم دیا گیا، تو ایسی حالت میں آپ کا ہر فعل ہمارے لیے قابلِ تقلید اور لائق پیروی ہے۔ بے شبہ بعض امور ایسے بھی ہوسکتے ہین جو بحیثیت پیغمبر آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہون، لیکن ضرورت ہے کہ دفعِ التباس اور رفع شک کے لیے اُن تمام مخصوص امور کے متعلق ساتھ ساتھ یہ اعلان عام بھی کردیا جائے کہ یہ مخصوصات نبوی ہین، اور یہ عام اُمت کے لیے نہین ہین اس بنا پر اس کے تسلیم کرلینے سے چارہ نہین کہ آنحضرت صلعم کے جس قدر خصائص ذاتی تھے، شریعت نے ان کو برملا واضح کردیا ہے، اور بتادیا ہے، کہ یہ صرف آپ کے ساتھ مخصوص ہین، اس لیے جن امور کے متعلق یہ تصریح موجود نہین کہ یہ مخصوصات نبوی مین ہین، اُن کو ہرگز خصائص کے باب مین جگہ نہین دی جاسکتی۔ اور اس طرح یہ معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلعم کے جو خصائص ذاتی ہین، وہ چند محدود امور ہین، اور کتاب و سنت نے اُن کا مخصوص ہونا عالم آشکارا کردیا ہے۔

خصائصِ ذاتی

نبوت اور لوازم نبوت سب سے پہلی چیز جو آپ کی ذات مبارک کے ساتھ مخصوص تھی، اور جس کا کوئی حصہ افراد امت کو نہین ملا، وہ نبوت اور اُس کے لوازم، وحی، تشریع، اخبار الٰہی، نزول جبریل، نسخ احکام وغیرہ ہین؛ یعنی آپ کے سوا نہ توکسی فرد امت پر کوئی وحی آئی، اور نہ آسکتی ہے، نہ کسی کو کوئی شریعت لانے اور نئے مذہبی قانون وضع کرنے کا اختیار ہے، نہ وہ بے گناہ اور معصوم ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ سے سنکر وہ خبر دے سکتا ہے، نہ اُسکے پاس قاصد الٰہی آسکتا ہے، نہ وہ احکام شرعی کو منسوخ کرسکتا ہے وغیرہ۔ صرف دو چیزین ایسی ہین جو افراد امت کے لیے باقی ہین۔ اور وہ رویائے صادقہ، اور کشف والہام ہین۔

امور متعلقۂ نکاح مسئلہ نکاح مین آنحضرت صلعم کے لیے چند امور مخصوص کردیے گئے ہین جنکی رخصت عام اُمت کے لیے نہین۔

۱۔ عام مسلمان بشرطِ عدل صرف چار بیویان ایک وقت مین رکھ سکتے ہین آنحضرت صلعم چار سے زیادہ رکھ سکتے تھے۔

(۲) آنحضرت صلعم کے لیے اسکی رخصت تھی کہ اگر کوئی عورت اپنی خوشی سے مہر کے بغیر آپ کی زوجیت مین آنا چاہتی اور آپ اس کو قبول کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے گو ایسا وقوع نہین ہوا لیکن افرادِ امت کے لیے مہر کے بغیر نکاح ممکن ہی نہین۔

یہ دو رخصتین تھین، لیکن ان کے مقابلہ مین اس باب مین آپ پر کچھ قیدین بھی تھین، جو عام افرادِ امت پر نہین

(۳) آپ پر وہی عورتین حلال تھین جبکو ادا ے مہر یا بغیر مہر کے آپ اپنی زوجیت مین اب تک لے چکے تھے اور رشتہ کی بہنون مین سے صرف وہی عورتین آپ کی زوجیت مین رہ سکتی تھین جنھون نے آپ کے ساتھ ہجرت کی تھی، عام مسلمانون پر یہ قید نہ تھی۔

(۴) عام مسلمان اہل کتاب کی عورتون سے جنھون نے گو اسلام نہ قبول کیا ہو نکاح کر سکتے تھے، اور کر سکتے ہین، مگر آپ کو اس کی اجازت نہ تھی۔

(۵) جو بیویان آپ کے پاس تھین، اُن مین سے اب کسی کو نہ آپ طلاق دے سکتے تھے، اور نہ اُن کے بعد آپ اور کسی سے اب نکاح کر سکتے تھے۔

(۶) آپ کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ ان بیویون مین سے چند کو اپنے قریب کر لین، اور باقی کو پیچھے کر دین، چنانچہ آپ نے چار کو یعنی حضرت عائشہؓ، حفصہؓ، زینبؓ اور ام سلمہؓ کو پاس رکھ لیا تھا، اور بقیہ کو شرفِ زوجیت بخشنے کے ساتھ اپنے سے علیحدہ رکھا تھا، اور ان مین آپ ردّ و بدل بھی کر سکتے تھے۔

(۷) آنحضرت صلعم کی بیویون کو آپ کی وفات کے بعد کسی دوسرے کے نکاح مین جانے کی اجازت نہ تھی؛

وَلَا اَنْ تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ اَبَدًا (احزاب) — اور نہ یہ مناسب ہے کہ اپنے پیغمبر کی بیویون سے اسکے بعد کبھی نکاح کرو۔

یہ تمام احکام سورۂ احزاب مین بتصریح تمام مذکور ہین، اور ان کے خاص وجوہ و مصالح ہین، اصل یہ ہے کہ

عرب مین نکاح کی تعداد متعین نہ تھی، بلکہ بنی اسرائیل مین بھی اسکی تحدید نہ تھی۔ توراۃ مین ایسے انبیاء اور بزرگون کے نام بھی ہین جنکی متعدد بلکہ سینکڑون بیویان تھین، آنحضرت صلعم نے پورے عہد شباب مین یعنی ۲۵ سال سے ۵۰ برس کی عمر تک صرف ایک بی بی (حضرت خدیجہؓ) پر کفایت کی، حضرت خدیجہؓ کے بعد ایک ساتھ دو نکاح کئے، حضرت سودہؓ سے جو کبیر السن تھین، اور حضرت عائشہؓ سے جو صرف ۶ برس کی تھین، اتنی چھوٹی لڑکی سے نکاح ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ صرف دو خاندانون مین محبت اور یکجہتی کی ترقی ہی کے لیے ہوسکتا تھا۔ پھر اگر آپ نے چند نکاح اور کیے، ان نکاحون پر ایک عمیق نظر ڈالنے سے یہ خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان مین دو قسم کی عورتین تھین ایک وہ جو دوسرے قبائل کی لڑکیان تھین اور جن سے نکاح کا مقصد اسلام کی بہتری کے لیے تعلقات کی توسیع اور اضافہ تھا، حضرت عائشہ صدیق اکبرؓ کی، اور حضرت حفصہؓ فاروق اعظمؓ کی صاحبزادی تھین حضرت ام حبیبہؓ ابوسفیان رئیس بنی امیہ کی بیٹی تھین، حضرت جویریہؓ قبیلہ بنی المصطلق کی رئیسہ تھین، حضرت صفیہؓ رئیس خیبر کی دختر تھین، ازواج مطہرات مین دوسری وہ بیوہ عورتین تھین جن کا سن زیادہ تھا، اور گویا اس طرح ان کی کفالت کا بار آپ نے اُٹھایا تھا، چنانچہ حضرت سودہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت زینب ام المساکینؓ یہ سب بیوائین تھین، ایک اور بیوی حضرت زینبؓ بنت جحش تھین جو گو بیوہ نہ تھین لیکن مطلقہ تھین، اُن کے شوہر نے انکو طلاق دیدی تھی، اس تفصیل سے آپ کی کثرت ازواج کے اسباب منکشف ہوئے ہون گے۔

اسکی تصریح نہین ملتی کہ سورۂ احزاب مین یہ مخصوص احکام کب نازل ہوئے، لیکن اس بنا پر کہ آپ نے آخری سے آخری نکاح حضرت میمونہؓ سے ۷ھ مین ادائے عمرہ کے زمانہ مین کیا ہے، اور اس کے بعد[1] آپ کا کوئی نکاح ثابت نہین، اس لیے ان احکام کے نزول کی تاریخ اسی سنہ کو قرار دیا جاسکتا ہے کہ ۷ھ مین اسلام کی طاقت اپنے کمال کو پہنچ گئی تھی، اور خیبر، طائف، اور مکہ معظمہ فتح ہو چکا تھا۔ اور آنحضرت صلعم کو ان تعلقات کے ذریعہ سے کسی نئے قبیلہ کو مطیع کرنے کی ضرورت نہ تھی، اور نہ غریب اور بے سہارا مسلمان بیواؤن کی کفالت کی حاجت تھی

[1] طبقات ابن سعد، جزء نساء، صفحہ ۹۲۔

اس تمہید کے بعد یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام نے ازواجِ مطہرات کو وقارِ نبوت کے برقرار رکھنے اور ان کو تمام تر احکام اسلامی کے نشر و اشاعت مین مصروف رہنے کا حکم دیکر اُن کا آیندہ نکاح ناجائز قرار دیا، اوران کو تمام مسلمانون کی ماؤن کا رتبہ دیا، وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُکُمْ، (سورۂ احزاب) اب ایسی حالت مین چار سے زیادہ نکاح کرنے کی ممانعت کا حکم نازل ہوتا ہے، اب جناب رسالت مآب کے لیے اس کے سوا چارۂ کار کیا ہوتا کہ وہ اپنی موجودہ بیویون پر محدود رہین کہ اگر اُن مین سے کچھ کو طلاق دیدی جائے تو چونکہ وہ دوسرے مسلمانون کے نکاح مین نہین آسکتین، اس لیے اُن پر صریح ظلم ہوتا، بنابرین آنحضرت صلعم کو موجودہ بیویون کو اپنی زوجیت مین رکھنے کی اجازت ہوتی ہے، اور طلاق کی رخصت آپ سے سلب کر لی جاتی ہے، اوران محدود ازواج مین سے بھی چند کو قریب اور بقیہ کو شرفِ زوجیت کے ساتھ علیحدگی (ارجاء) کا حکم دیا جاتا ہے، اور آنحضرت صلعم چار کو یعنی حضرت عائشہؓ، حفصہؓ، ام سلمہؓ، زینبؓ کو اختیار کرتے ہین، اور حضرت سودہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت میمونہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ سے ارجاء کرتے ہین۔[1]

کتابیہ سے آنحضرت صلعم کو اس لیے نکاح کی اجازت نہین دی گئی کہ نبوت محمدی پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے امورِ دین مین اُس پر بھروسہ نہین کیا جا سکتا تھا، اور نہ اس کو محرم راز ہونے کا شرف بخشا جا سکتا تھا۔

نماز شبانہ شروع مین جب نماز پنجگانہ کے احکام نازل نہین ہوئے تھے، مسلمانون پر رات کی نماز (تہجد) فرض تھی، اس کے بعد معراج مین جب پانچ وقت کی نماز فرض ہوگئی تو تہجد کی نماز عام امت پر فرض نہین رہی، بلکہ صرف مستحب رہ گئی، لیکن خود آنحضرت صلعم کے لیے یہ نماز شبانہ فرض مزید کے طور پر باقی رہی چنانچہ آنحضرت صلعم پوری پابندی کے ساتھ اس کو ادا کرتے تھے، یہی وہ نماز تھی جس مین دیر تک کھڑے رہنے سے پائے مبارک مین ورم آجاتا تھا، سورۂ بنی اسرائیل جو معراج کی سورہ ہے اُس مین نماز پنجگانہ کے حکم کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

---

[1] تفسیر ابن جریر طبری تفسیر سورۂ احزاب جلد ۲۲ صفحہ ۱۶ مصر

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ، عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ (بنی اسرائیل ۸)

اور رات کے حصہ میں بیدار ہو کر نماز پڑھ، یہ تیرے لیے مزید ہے قریب ہے کہ تیرا پروردگار تجھکو مقام محمود (مرتبۂ شفاعت) میں اٹھائے ۔

نماز چاشت اور قربانی | اسی طرح چاشت کے وقت نماز عام مسلمانوں کے لیے نفل ہے، مگر احادیث میں ہے کہ یہ نماز آپ پر بمنزلۂ فرض کے تھی، اور اسی کے ساتھ قربانی کا حکم بھی، غالباً یہ محدثین سورۂ کوثر کی تفسیر میں

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ، فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۔ (کوثر)

اے پیغمبر! ہم نے تجھے کوثر عطا کیا تو (اُسکے شکرانے میں) اپنے رب کی نماز (چاشت) پڑھ، اور قربانی کر۔

مگر یہ بطریق صحاح مذکور نہیں اسی لیے ہم ان کو خصائص نبوی میں شمار کرنے میں اب بھی تامل ہے۔

عصر کے بعد نماز دوگانہ | عام امت کے لیے نماز عصر کے بعد سے غروب تک نماز پڑھنا ممنوع ہے، مگر آنحضرت صلعم کو آخر میں بعض ازواج مطہرات نے عصر کے بعد نماز پڑھتے دیکھا، دریافت کیا تو فرمایا کہ "ایک وفد کی ملاقات میں ظہر کے بعد کی دو رکعتیں مجھسے رہ گئی تھیں، یہ میں انکی قضا پڑھتا ہوں[1]" عام امت کے لیے تو اسکی قضا واجب بھی نہ تھی اور اگر ہوتی بھی تو ایک دفعہ قضا پڑھ لینا کافی تھا، مگر آپ اپنے لیے ایک نماز سنت کے ترک عمد کی تلافی کی شاید آخر عمر تک کوشش کرتے رہے۔

صوم وصال | یعنی کئی دن کا متصل، افطار کیے بغیر روزہ رکھنا عام امت کے لیے ممنوع ہے لیکن خود آنحضرت صلعم کئی کئی دن کا روزہ رکھتے تھے، اور بیچ میں افطار کے وقت کچھ کھاتے پیتے نہ تھے، بعض صحابہ نے آپ کی پیروی میں اس طرح روزہ رکھنا چاہا تو آپ نے روک دیا اور فرمایا "تم میں کون میری طرح ہے، مجھکو تو میرا پروردگار کھلاتا اور سیراب کرتا ہے[3]"

صدقہ وزکوٰۃ کھانے کی حرمت | آنحضرت صلعم اور اہل بیت پر کئی کئی دن کے فاقے گذر جاتے تھے، عام مسلمان غربت اور تنگدستی کی حالت میں اس مایہ سے فائدہ اٹھاتے تھے، مگر آپ نے اپنے اور اپنے خاندان کے لیے اس مد کی ہر شے

[1] بحوالہ خصائص کبریٰ سیوطی جلد دوم طبع حیدرآباد [2] ابوداؤد و ترمذی باب الصلوٰۃ بعد العصر [3] صحیح بخاری کتاب الاعتصام

حرام کردی اور کبھی صدقہ کا مال ذاتی صرف مین لانا گوارا نہ فرمایا، یہان تک کہ اگر حسنین علیہما السلام لڑکپن کے اقتضا سے صدقہ وزکوۃ کی کوئی کھجور بھی اپنے منہ مین ڈال لیتے تھے تو آپ اُگلوا دیتے تھے[1] اور فرمایا کرتے تھے کہ "یہ لوگون کے مال ودولت کا میل ہے، اس کا لینا اہل بیت نبوت کو روا نہین[2]" چنانچہ سادات کے لیے قیامت تک اس قسم کے صدقات کا لینا جائز نہین، آپ کے پاس جب کوئی ناواقف شخص کوئی چیز لیکر جاتا تھا کہ اُس کو آپ کی خدمت مین پیش کرے تو آپ دریافت فرمالیا کرتے تھے کہ یہ صدقہ ہے، یا تحفہ؟ اگر تحفہ کہتا قبول فرماتے اور اگر معلوم ہوتا کہ یہ صدقہ ہے تو اجتناب[3] فرماتے۔ اس طرح آنحضرت صلعم نے مخالفین کی اس بدگمانی کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا کہ پیغمبر اسلام کی صدقہ وخیرات کی اس تاکید کا مقصد (نعوذ باللہ) اپنے اور اپنے خاندان کی دائمی پرورش کا سامان تھا۔

خصائص نبوی

دیگر انبیاء کے مقابلہ مین جس قدر خصائص آپ کو عطا ہوئے ہین وہ متعدد ومعتبر حدیثون مین مختلف تعداد ون مین نام بنام خود زبان اقدس سے ادا ہوئے ہین صحیحین مین حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "مجھے پانچ چیزین ایسی دی گئی ہین جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہین دی گئین، مجھے رعب[4] اور دھاک کے ذریعہ سے فتح ونصرت دی گئی، میرے لیے تمام روے زمین سجدہ گاہ بنائی گئی، غنیمت[5] کا مال میرے لیے حلال کیا گیا، اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لیے حلال نہ تھا، مجھے شفاعت[6] کا مرتبہ عنایت ہوا، مجھ[7] سے پہلے انبیا خاص اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے، اور مین تمام دنیا کے لیے مبعوث ہوا[8]" صحیح مسلم مین حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضرت صلعم کی زبانی چھ باتین گنائی ہین، "مجھے جوامع الکلم عنایت ہوئے، رعب[2] ودا ب سے نصرت دی گئی، مال غنیمت[3] میرے لیے حلال کیا گیا، تمام روے[4] زمین میرے لیے سجدہ[5] بنی، میری[6] بعثت تمام دنیا کی طرف ہوئی۔ انبیاء[7] کا سلسلہ میری ذات پر ختم ہوا[8]"

---

[1] صحیح بخاری ومسلم کتاب الصدقات [2] صحیح مسلم کتاب الصدقات [3] صحیح مسلم کتاب الصدقات - و صحیح بخاری کتاب الهدایا۔
[4] صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب جعلت لی الارض کلها مسجدا، وکتاب التیمم وصحیح مسلم باب المساجد ونسائی باب التیمم۔
[5] صحیح مسلم باب المساجد، ترمذی کتاب السیر ونسائی۔

احادیث کی دیگر روایتون مین بعض اور خصائص بھی زبان اقدس سے بیان ہوئے ہین، مثلاً یہ کہ میرا معجزہ وحی قیامت تک کے لیے ہے، میرے پیرو تمام انبیاء سے زیادہ ہین، میری نبوت اولین ہے، مجھکو فلان فلان سورتین دی گئین جو کسی اور کو نہین ملین، فلان فلان وقت کی نمازین خاص میری امت کے لیے فرض ہوئین، مگر حقیقت مین ان مین بعض جزئیات ایسی ہین جو انھین چھ عنوانون کے تحت مین کسی نہ کسی حیثیت سے مندرج ہین، سورتون کی خصوصیت جوامع الکلم مین داخل ہے، بعض نمازون کے اوقات کا اضافہ ختم نبوت کے مدارج کے اندر ہے، قرآن مجید مین آپ کی دو خصوصیتین مذکور ہوئی ہین، وہ ان سب کو جامع ہین، یعنی **تکمیل دین** اور **ختم نبوت** بہرحال اجمال کو چھوڑ کر ذیل مین ہمکو نمایان خصوصیات پر قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کی روشنی مین ایک تفصیلی نظر ڈالنا ہے۔

رعب و نصرت آنحضرت صلعم سے پہلے جو انبیاء دنیا مین آئے وہ دو قسم کے تھے، یا وہ بظاہر کمزور اور بے یار و مددگار تھے اور اُن کو دنیا وی طاقت کا کوئی حصہ عطا نہین ہوا تھا، پیغمبرون کو بڑی تعداد ایسی ہی تھی، دوسرے وہ انبیاء ہین جن کو دنیا کی ظاہری طاقت بھی ملی تھی، اور وہ صرف چند ہین، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، اور حضرت سلیمانؑ، حضرت موسیٰ کا کارنامہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو مصر سے اٹھا کر شام کے حدود مین لے آئے، اور یہان کے بت پرست قبیلون سے لڑتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے، اور کامیابی اور نام کا رعب داب، اور ہیبت نصیب نہ ہوئی جو دشمنون پر فتح مبین کا اصلی ذریعہ ہے، حضرت داؤدؑ نے سلطنت حاصل کی مگر ساری عمر گریہ و ماتم مین گذاری کہ کوئی ان کی درد بھری آواز پر لبیک نہین کہتا، اور نہ ان کی پکار پر کوئی خدا کی راہ ڈھونڈتا ہے، حضرت سلیمانؑ نے سلطنت وراثت مین پائی، مگر ان کی عالمگیر سلطنت کی دھاک اتنی بھی نہ بیٹھی کہ کم از کم اُن کے آس پاس کے لوگ ہی انکی پکار کو سنتے، ان کا دربار اور کاشانہ جیسا کہ توراۃ مین ہے بت پرستون سے معمور تھا، آنحضرت صلعم کا آغاز گو ابو بی بیچارگی، اور مسیحی غربت سے ہوا، مگر انجام موسوی طاقت، داؤدی سلطنت، اور سلیمانی شان و شکوہ پر ہوا، اور ان سب سے مافوق یہ تھا کہ آپکی تمامتر قوت، طاقت، رعب و ہیبت سب خدا کی راہ مین صرف ہوئی، اِس سے گم گشتون نے راستہ پایا، بھولون نے یاد کیا، سننے والون نے آواز دی، اور یہ اثر پیدا ہوا کہ آپ جس راستہ سے نکل جاتے، گنہگار اور مجرم سر اطاعت خم کردیتے

اوراپنی سیہ کاریون پر ندامت کا اظہار کرتے تھے۔

متعدد حدیثون مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "مجھے فتح و نصرت، رعب و ہیبت کے ذریعہ بخشی گئی، یہان تک کہ میری دھاک ایک مہینہ کی مسافت تک پر کام کرتی ہے[1]" علامہ ابن خلدون نے مقدمہ مین فنون جنگ پر بحث کرتے ہوئے نہایت خوبی سے بتایا ہے کہ لڑائیون مین کسی ایک فریق کو جو فتح ہوتی ہے وہ اُسی وقت ہوتی ہے جب دوسرے فریق پر پہلے کی خداداد مرعوبیت چھاجاتی ہے،

آنحضرت صلعم کے اسم گرامی کو یہ شرف اس لیے عطا ہوا تاکہ مزید خونریزی کے بغیر ملک مین امن وامان اور سکون و اطمینان پیدا ہوجائے، اور صدائے حق کے لیے راستہ صاف ہو، قرآن مجید مین بھی اللہ تعالےٰ نے اِس وصف کے عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ (انفال) "عنقریب کافرون کے دلون مین رعب ڈال دونگا"

چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا اور قرآن نے شہادت دی وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ (احزاب حشر) "اور خدا نے انکے دل مین رعب ڈال دیا"

چنانچہ بڑے بڑے دل گردہ کے بہادر زرہین تلوارین بجھا بجھا کر آتے، اگر جب روے روشن پر نظر پڑی، کانپ کر رہ گئے بڑے بڑے سرکش قبائل آپ کا نام سن کر دم بخود ہوجاتے تھے، مدینہ کے آس پاس کے یہود جو بڑے بڑے قلعون مین بیٹھکر فرمان روائی کرتے تھے، اور جنکو اپنی فوجی قوت اور جنگی سامانون پر ناز تھا، جب انھون نے سرتابی کی سے لڑے بھڑے آپ کے سامنے اطاعت کی گردن ڈال دی، خیبر کے قلعہ نشین یہود جو سب سے زیادہ مضبوط تھے، جب ایک صبح کو اُن کے قلعون کے سامنے دفعتہً کوکبۂ اسلام طلوع ہوا، تو اُن کے منہ سے چیخ نکل گئی کہ "محمد کا لشکر!" ابوسفیان جو بارہا ایک حریف مقابل کی حیثیت سے میدان جنگ مین فوجون کے پرے لگاتا رہا، فتح مکہ کے دن جب حضرت عباسؓ اس کو لے کر اسلام کے موج زن دریائے الہٰی کا نظارہ دیکھا رہے تھے، اور رنگ برنگ کے علم نگاہون کے سامنے سے گذر رہے تھے، تو ہر نئے دستہ اور نئے علم کو دیکھکر کانپ کانپ جاتا تھا۔

بااین ہمہ اِس مجسمۂ ہیبت کا حال کیا تھا: ناآشنا ڈرتے تھے اور وہ اُن کو تسکین دیتا تھا، بے خبر اُس سے رعب کھاتے

---

[1] صحیح بخاری وصحیح مسلم عن ابی ہریرۃ و احمد و ابن ابی شیبہ و بیہقی و بزار عن علی۔

تھے، اور آگاہ پروانہ تھے کہ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ، محمد رسول اللہ اور اُن کے ساتھی کافرون پر بھاری اور آپس مین رحمدل ہین۔

ایک بدوی آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا، جیسے ہی چہرۂ مبارک پر نظر پڑی کانپ گیا، فرمایا "ڈرو نہین، مین بادشاہ نہین ہین، مین تو ایک قریشی عورت کا بیٹا ہون جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی"[1] حضرت مخرمہ صحابی نے اپنے بیٹے مسور سے کہا کہ آنحضرت صلعم زنانخانہ مین ہین، آپ کو آواز دو، وہ ہچکچانے لگے، باپ نے کہا، جانِ پدر! "محمد صلعم جبّار نہین"[2] یہ ہیبت، یہ وقار، یہ دبدبہ، یہ رعب، تیغ و سنان کی چمک، فوج و عسکر کے تلاطم، جلّادون کی صف بندی اور تیغ بکف سپاہیون کی نمائش سے نہین پیدا ہوا، بلکہ

ہیبتِ حق است این، از خلق نیست   ہیبتِ این مرد صاحب دلق نیست
(رومی)

سجدہ گاہِ عام | اسلام کے علاوہ جس قدر مذاہب ہین وہ اپنے مراسم عبادت کے ادا کرنے کے لیے چند گھری ہوئی چہار دیواریون کے محتاج ہین۔ گویا اُن کا خدا انھین کے اندر بستا ہے، یہود اپنی صومعون اور قربان گاہون سے باہر نہ خدا کو پکار سکتے ہین اور نہ قربانی کے نذرانے پیش کر سکتے ہین، عیسائی اپنے کنیسون کے بغیر خدا کے آگے نہین جھک سکتے، یہان تک کہ بت پرست قومین بھی اپنے بت خانون ہی کی چہار دیواریون کے اندر اپنے دیوتاؤن کو خوش کر سکتی ہین، لیکن اسلام کے عالمگیر مذہب کا خدا، اس آب و گل اور سنگ و خشت کی چہار دیواریون مین محدود نہین، وہ ہر جگہ ہے، اور ہر جگہ سے پکارا جا سکتا ہے، کوہ و صحرا، خشکی و تری، مسجد و کنشت[3] ہر جگہ اس کے سامنے سجدہ کیا جا سکتا ہے، وہ جس طرح مسجدون کے اندر ہے، مسجدون کے باہر بھی ہے، اس کی قربانی مشرق و مغرب ہر جگہ گذرانی جا سکتی ہے، اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ (جدھر منہ پھیرو، اُدھر ہی خدا کا منہ ہے) ع

[1] شمائل ترمذی [2] صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۸۷۱ [3] صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی البیع مین ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اُن گرجاؤن مین جن مین تصویرین نہ ہوتین نماز پڑھ لیتے۔

ہر جا کنیم سجدہ بآن آستان رسد

آپ نے فرمایا کہ "میرے لیے تمام روئے زمین سجدہ گاہ[1] بنائی گئی" یہ مسئلہ ہرچند ایک معمولی بات معلوم ہوتی ہے مگر اس کے اندر وہ صداقت پنہان ہے جو اسلام کی عالمگیری اور اُس کے آخری مذہب ہونے کا اعلانِ عام کرتی ہے،

پیرون کی کثرت

دنیا مین لاکھون پیغمبر آئے، مگر آج دنیا مین انکی تعلیم و ہدایت کی ایک یادگار باقی نہین، یہانتک کہ تاریخ کے اوراق مین بھی ان کا نام و نشان نہین، وہ انبیا جن کے صرف حالات معلوم ہین، انکی نسبت وُہین یہ بھی معلوم ہے کہ ان کی آواز پر لبیک کہنے والے چند سے آگے نہ بڑھ سکے، حضرت نوحؑ سے لیکر حضرت عیسٰیؑ تک ایک ایک پیغمبر کا کارنامہ دیکھ جاؤ، حضرت موسٰیؑ کے سوا ایک بھی ایسا نہ ملے گا جس کے ماننے والے سَو بھی ہون، حضرت موسٰیؑ کی کوششون کے جولانگاہ صرف بنی اسرائیل کے چند ہزار نفوس تھے، جو قدم قدم پر راہِ حق سے ہٹ ہٹ جاتے ہین کہین گوسالے کو پوجتے ہین، کہین خدا کو ان آنکھون سے دیکھنے پر اصرار کرتے ہین، کہین سرفروشی اور جانبازی سے گھبرا کر میدانِ جنگ مین جانے سے انکار کر بیٹھتے ہین، حضرت عیسٰیؑ کے معجزانہ کارنامے، صرف اسی قدر اثر دکھاتے ہین کہ چند دہائی انسان اونکی شیرین گفتاری کا دم بھرتے ہین، مگر اس سے پہلے کہ مرغ بانگ دے ابن آدم کو دشمنون کے پنجہ مین اسیر کراتے ہین، اور تین دفعہ اُس کے پہچاننے سے منکر ہوتے ہین لیکن آنحضرت صلعم کا یہ حال ہے کہ مکہ کی گلیون مین آپ نے تن تنہا بے یار و مددگار متلاشیانِ حق کو صدائے توحید دی، جواب مین پہلے ایک آواز بھی بلند نہ ہوئی، لیکن ۲۳ سال نہ گذرنے پائے تھے کہ ریگستانِ عرب کا ذرہ ذرہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے پُرشور ہوگیا، اور جب آپ نے اسی مکہ کی سرزمین کیلیے حجۃ الوداع کا اعلان کیا تو کم و بیش ایک لاکھ جان نثار و فداکار داہنے بائین کھڑے تھے۔

صحیح مسلم[2] مین ہے کہ آپ نے فرمایا "جس قدر میری نبوت کی سچائی کا اعتراف کیا گیا کسی اور پیغمبر کی سچائی کا نہین کیا گیا کہ بعض انبیا ایسے بھی ہین جنکو سچا کہنے والا اُن کی امت مین صرف ایک ہی نکلا" صحیحین مین ہے

[1] صحیح بخاری و مسلم و نسائی و ترمذی باب المساجد [2] صحیح مسلم کتاب الایمان۔

کہ آپ نے فرمایا "ایک دفعہ مجھپر (عالم مثال مین) قومین پیش کی گیئن، بعض پیغمبر ایسے تھے کہ اُن کے پیچھے صرف ایک ہی دو آدمی تھے، بعض تنہا ہی تھے، اُن کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا، اتنے مین ایک بڑی بھیڑ نظر آئی، خیال ہوا کہ یہ میری امت ہوگی، تو بتایا گیا کہ یہ موسٰے اور اُن کی قوم ہے، پھر کہا گیا کہ دوسرے کنارہ کی طرف دیکھو! تو اتنا سواد عظیم نظر آیا کہ اُس سے افق چھپ گیا، پھر کہا گیا، اسی طرح اِدھر دیکھو اُدھر دیکھو! بڑی تعداد کثیر دکھائی دی، کہا گیا کہ یہ سب تیری امت ہے"[1]

دعوت عام | محمد رسول اللہ صلعم کے پیروؤن اور حلقہ بگوشون کی کثرت تعداد کا ایک اور سبب یہ ہے کہ آپ سے پہلے جس قدر انبیاؑ آئے وہ خاص خاص قومون اور قبیلون کی طرف بھیجے گئے، اُنکی دعوت عام نہ تھی، یہانتک کہ حضرت عیسٰی نے بھی اپنے کو بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑون کی گلہ بانی تک محدود رکھا، لیکن آنحضرت صلعم کی بعثت روے زمین کی ہر قوم اور ہر جنس کی طرف ہوئی، کالے، گورے، رومی، حبشی، عرب، عجم، ترک، تاتار، چینی، ہندی سب آپ مین برابر کے حقدار ہین، قرآن نے کہا:-

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (سبا) — اے محمد! ہم نے تمکو تمام ہی انسانون کے لیے بھیجا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ (فرقان) — بابرکت ہے وہ جس نے اپنے بندہ پر قرآن اتارا۔ تاکہ وہ تمام دنیا کو ہشیار کرے۔

صحیحین مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "مجھ سے پہلے نبی خاص اپنی قوم مین بھیجا جاتا تھا، اور مین تمام دنیا کے لیے بھیجا گیا ہون"[2] اِس معنی کی بکثرت روایتین حدیث کی دوسری کتابون مین بھی آئی ہین، اِسکی عملی دلیل یہ ہے کہ تمام پیغمبرون کے حالات پڑھ جاؤ، سب کے پیروون کو اسکی زندگی مین خود اُسی کے قوم وملک کے اندر محدود پاؤگے، لیکن آپکے حلقہ بگوشون مین خود آپکی زندگی مین عرب کے علاوہ سلمان عجمی، صہیب رومی، بلال حبشی سبکو پاؤگے، سلاطین عالم کو تمام آپکا دعوتنامہ بھی اسی تعمیم دعوۃ کی مستحکم عملی دلیل ہے

جوامع الکلم | دنیا مین کئی آسمانی صحیفے اب بھی کسی نہ کسی صورت مین موجود ہین، مگر ان مین ایک کے سوا کوئی صحیفہ

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان وبخاری کتاب الطب وباب خلق آدم وکتاب الرقاق [2] بخاری ومسلم کتاب المساجد۔

جامعیت سے سب محروم ہین، توراۃ اقوام کی تاریخ اور احکام و قوانین کا مجموعہ ہے، عقیدۂ توحید و رسالت کے سوا، تمام دیگر ضروری عقائد[1] اور رسم قربانی کے علاوہ، تمام دیگر مسائل عبادات[2] اور چند معمولی باتون کو چھوڑ کر، تمام دقائق اخلاق سے یکسر خالی ہے، زبور صرف دعاؤن اور مناجاتون کا ذخیرہ ہے، سفر ایوب مین صرف عقیدۂ تقدیر و رضا کی تعلیم ہے، امثال سلیمان صرف مواعظ و حکم ہین، دیگر انبیائے بنی اسرائیل کے صحیفے صرف توبہ و ندامت، پیشینگوئی اور ماتم ہین، انجیل کا صحیفہ حضرت مسیح کی سرگذشت اور تعلیمات اخلاقی کا مجموعہ ہے لیکن محمد رسول اللہ کو جو صحیفہ ملا وہ جوامع الکلم ہے، یعنی وہ تمام باتون کو جامع ہے، وہ توراۃ بھی ہے، زبور بھی، اور انجیل بھی، اور کچھ ان سے زیادہ بھی، اسی لیے آپ نے اپنے خصائص مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "مجھے جوامع الکلم عنایت ہوئے[1]"، بیہقی مین[2] حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا "مجھے توراۃ کی جگہ سبع طوال (سات بڑی سورتین) اور زبور کی جگہ مئین (تقریباً سو آیتون والی سورتین) انجیل کے قائم مقام مثانی دی گئین اور سُوَرِ مفصّلات[3] زیادہ ملین"، ابونعیم مین بھی روایت ان الفاظ مین ہے کہ "مجھے مثانی، توراۃ کی جگہ ملین انجیل کی جگہ حوامیم زبور کی جگہ، اور مفصلات علاوہ برین ملین[4]"

اس لیے قرآن مجید، توراۃ، زبور اور انجیل کو جامع ہے، اور ان کے سوا کچھ اور بھی ہے، وہ تاریخ اقوام بھی ہے، اخلاق و مواعظ بھی ہے، دعا و مناجات بھی ہے، اس مین دین کامل کے تمام عقائد ہین، تمام مراسم عبادات ہین، تمام معاملات کے احکام و قوانین ہین، اس مین ایک مسلمان کی زندگی کے ہر دور اور ہر شعبہ کے لیے کامل ہدایات اور صحیح تعلیمات موجود ہین، صرف توراۃ کے اسفار خمسہ یہود کی مذہبی زندگی کا کامل مجموعہ نہین، صرف انجیل عیسائیون کی مذہبی حیات کا مکمل سرمایہ نہین، یہان تک کہ اونکے عقائد و عبادات بھی اُنکے

---

[1] صحیح بخاری و مسلم کتاب المساجد [2] بحوالہ خصائص کبری سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ [3] سبع طوال، مئین اور مفصلات قرآن مجید کی کئی کئی سورتون کے مختلف مجموعون کے نام ہین، [4] ابونعیم عن ابن عباس (بحوالہ خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۴۲) دوسری روایت کے الفاظ پہلی سے زیادہ قرین قیاس ہین، کیونکہ مثانی اور سبع طوال ہماری تحقیق مین ایک ہی ہین، اور پہلی روایت مین اُنکو دو بتایا گیا ہی، حالانکہ خود قرآن نے سبعا من المثانی (مثانی کی سات سورتین) کہا ہی، حوامیم وہ سورتین ہین جنکے شروع مین حٰم ہی۔

صحیفون کے رہینِ منت نہین، اور وہ انکی صحیح تعلیم سے یکسر خاموش ہین، لیکن اسلام قرآن سے باہر کچھ نہین، باہر جو کچھ ہے (احادیث) اُسکی عملی توضیح وتفسیر ہی، وہی تنہا مسلمانون کی ہر ضرورت کا کفیل اور ہر سوال کا مجیب ہی اور اسی لیے اُس کے پیرو کامل حسبنا کتاب اللہ (ہمکو خدا کی کتاب کافی ہے) کا نعرۂ فخر بلند کرتے ہین۔

قرآن جوامع الکلم ہے کہ اُسکی ایک ایک آیت کے اندر سینکڑون لطائف ہین، اس کے ایک ایک لفظ سے متکلمین اور فقہا نے چند درچند مسائل نکالے ہین، اور صوفیہ اور ارباب حال نے متعدد نکتے پیدا کیے ہین، تاہم اُسکی لطافتون، اور نزاکتون کا خاتمہ نہین ہوا، اور اُسکی جوامع الکلمی کا حصر نہ ہوسکا۔

تکمیل دین | اسلام کا صحیفہ جب ایسا جامع ہے تو یقیناً وہ دین بھی جس کو لیکر وہ آیا کامل ہوگا، قرآن مجید نے آنحضرت صلعم کی وفات کے قریب عین مسلمانون کے اجتماع عظیم کے دن (حجۃ الوداع) یہ اعلان عام کیا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ) آج کے دن مین نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا، اور تمپر اپنی نعمت پوری کردی اور اسلام کو دین کی حیثیت سے مین نے تمھارے لیے پسند کیا۔

اسلام قرآن کے عقیدہ کے مطابق اُس صحیح مذہب کا نام ہے جو اپنے اپنے وقت مین ہر پیغمبر کو عطا ہوا، اور وہ عہد بعہد دنیا کی عمر کے ساتھ مختلف پیغمبرون کے ہاتھون سے تکمیل کو پہنچتا رہا، یہان تک کہ محمد رسول اللہ صلعم کی دعوت وتبلیغ کی تکمیل پر وہ اپنے معراج کمال کو پہنچکر تمام ہوگیا۔ اور یہ منصب خاص صرف آپ کی ذات پاک کے لیے روز ازل سے مقدر ہوچکا تھا، آپ نے فرمایا انا خاتم النبیین وآدم منجدل فی طینتہ[۱] (مین پیغمبر آخر تھا، اور آدم ابھی آب وگل مین پڑے تھے"آنحضرت صلعم نے ایک بلیغ تمثیل مین اسلام کی تکمیل دین کی تشریح فرمائی ہے، فرمایا"میری اور دوسرے انبیا کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی لوگ اس کے اندر جاتے ہین اور اس کو دیکھکر حیران رہ جاتے ہین، لیکن دیکھتے ہین کہ اس مین ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے، تومین وہ آخری اینٹ ہون[۲]"۔ عمارت دین ونبوت ہے۔ اسکی ایک ایک اینٹ ایک ایک

۱؎ صحیح بخاری ذکر مرض وفات صلعم ومسلم کتاب الوصیۃ ۲؎ مستدرک حاکم تفسیر سورۂ احزاب ۳؎ صحیح بخاری ومسلم وترمذی باب خاتم النبیین۔

پیغمبر کا وجود اور اس کا دین و شریعت ہے اور اسکی تکمیل کا آخری پتھر نبی اُمیّ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود اقدس ہی۔

دائمی معجزہ | وہ دین جو مختلف انبیاء علیہم السلام کی وساطتون سے دنیا مین آتا رہا، چونکہ وہ محدود زمانون کے لیے آیا کیا، اس لیے اُن کے معجزے بھی محدود الوقت تھے، یعنی ایک خاص وقت مین پیدا ہوئے اور مٹ گئے، اب عصائے موسیٰ، لحن داؤدؑ، تعبیر یوسفؑ، ناقۂ ہودؑ، نفسِ عیسیٰؑ کا کہان پتہ ہے، لیکن جو دین، محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ آیا، کامل تھا، اور قیامت تک کے لیے آیا تھا، بنابرین اس کے لیے ایک دائمی اور مستقل معجزہ کی ضرورت تھی، اور وہ خود صحیفۂ اسلام ہے، صحیحین مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "ہر نبی کو وہ معجزہ ملا جس پر اسکی امت ایمان لائی، لیکن جو مجھے ملا وہ وحی ہے جو خدا نے بھیجی، تو مجھے امید ہے کہ میرے پیرو تمام انبیاء سے زیادہ ہونگے"؛ یہ خیال مبارک اسی لیے تھا کہ آپ کا معجزۂ وحی قیامت تک کے لیے ہے، اس لیے اُس کو دیکھنے والے اور اُسپر ایمان لانے والے سب سے زیادہ ہون گے، دوسرے انبیاء علیہم السلام کے صحیفے بجائے خود معجزہ نہ تھے۔ اسی لیے وہ تحریف و تغیر سے پاک نہین رہے، اور قرآن، دین کا کامل صحیفہ، خاتم الانبیاء کی وحی، اور دائمی معجزہ بنکر آیا۔ اسی لیے وہ ہمیشہ کے لیے اپنی حفاظت کا سامان اپنے ساتھ لایا، وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (حجر) "اور ہم ہین اُس کے محافظ"۔

ختم نبوت | یہ رعب و نصرت، یہ پیروؤن کی کثرت، یہ سجدہ گاہِ عام، یہ اعجازِ دوام، یہ جوامع الکلم، یہ دعوت عمومی، یہ تکمیل دین، یہ آیات مبین، خود اس بات کے دلائل ہین کہ آپ کے وجود اقدس پر تمام پیغمبرانہ نعمتون کا خاتمہ ہوگیا، اور نبوت و رسالت کا سلسلہ منتہی ہوگیا، اور اب دنیا کسی نئے آنے والے کے وجود سے مستغنی ہوگئی، اسی لیے قرآن پاک نے عہد نبوت کے سب سے بڑے مجمع مین یہ اعلان عام کیا کہ

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (مائدہ) | آج مین نے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمت تمپر تمام کردی اور تمہارے لیے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کیا۔

لہ صحیح بخاری کتاب الاعتصام، وصحیح مسلم کتاب الایمان۔

یہ آیت جو ذیحجہ سنہ ۱۰ھ کو نازل ہوئی، اس بات کی بشارت تھی کہ نبوت جس کا مقصد دین کی عمارت مین کسی نہ کسی اینٹ کا اضافہ تھا، وہ آج تکمیل کو پہنچ گئی، لیکن اس سے پہلے سنہ ۵ھ مین بھی یہ بشارت ان الفاظ مین گوش گذار ہوچکی تھی۔

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ، (احزاب) — محمد تمہارے مردون مین سے کسی کے باپ نہین۔ لیکن خدا کے پیغمبر اور تمام نبیون کے خاتم ہین۔

ختم کے لغوی معنی "کسی چیز کو اس طرح بند کرنے کے ہین کہ نہ اُس کے اندر کی چیز باہر نکل سکے، اور نہ باہر کی چیز اُس کے اندر جا سکے"[1] اسی سے اس کے دوسرے معنی کسی شے کو بند کرکے اُس پر مُہر کرنے کے ہین، جو اس بات کی علامت ہے کہ اس کے اندر سے نہ کوئی چیز باہر نکلی ہے، اور نہ کوئی باہر کی چیز اُس کے اندر گئی ہے اور چونکہ یہ عمل مہر سب سے آخر مین کیا جاتا ہے، اس لیے اس کے معنی انتہا اور ختم کرنے کے بھی آتے ہین، قرآن مجید مین یہ تمام معنی مستعمل ہوئے ہین۔ مثلاً

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ، (یٰس) — (آج (قیامت کے دن) اُنکے منہ پر مہر لگادینگے (یعنی بند کردینگے کہ بول نہ سکین)

یہان ختم کے معنی "بند کردینے" کے بالکل ظاہر ہین۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (بقرہ ۱) — (بند کردینا) خدانے ان (کافرون) کے دلون پر مہر لگادی ہے (یعنی انکے دلون کے دروازے کہ باہر سے جو نصیحت اور ہدایت کی باتین وہ سنتے ہین وہ اُن کے دلون کے اندر نہین گھستین اور بے اثر رہتی ہین۔

وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ، (جاثیہ) — (بند کردینا) اور خدانے اس کے کان پر اور دل پر مہر لگادی (یعنی اُسکے کان اور دل کہ اس کے کان کے اندر دعوت رسول کی آواز، اور اُس کے دل کے اندر اُس آواز کا اثر نہین جاتا۔

فَيُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ، (مطففین) — اہل جنت پلائے جائینگے وہ شراب جسپر مہر لگی ہوگی۔

وہ سر مہر یعنی بند ہوگی، جو اس بات کا ثبوت ہوگا کہ یہ خالص شراب ہے۔ یہ کھلی نہین کہ اُس کے اندر کی خوشبو

---

[1] دیکھو لسان العرب، صحاح جوہری، اساس البلاغۃ زمخشری۔

باہر نکل گئی ہو، اور نہ اس کے اندر باہر سے کوئی چیز کسی نے ملادی ہے، جس سے اُس کی تیزی کم ہوگئی ہو، اسی کے بعد یہ آیت ہے،

خِتَامُهٗ مِسْكٌ (مطففین) اُسکی مہر مشک ہوگی۔ (یا) اُس شراب کا آخر مشک ہوگا۔

یعنی اُس کے ہر گھونٹ کے پینے کے بعد مشک کی بو اس میں سے نکلے گی، یا یہ معنی کہ بوتل یا صراحی کا منہ غایت صفائی اور نزاہت کی غرض سے دنیا کی طرح مٹی، لاکھ یا موم کے بجائے مشک خالص سے بند ہوگا۔

بہر حال اِن تمام استعمالات سے یہ بالیقین معلوم ہوگا کہ اس لفظ کے عمومی اور مشترک معنی کسی چیز کو بند کرنے کے ہیں، لفظ خاتم کی دو قرائتیں ہیں، مشہور قرائت تو خاتِم (بکسر تا) کی ہے، جس کے معنی ختم کرنے والے اور بند کرنے والے "کے ہوئے"، اور دوسری قرائت خاتَم کی ہے، جس کے معنی ہیں وہ شئے جس کے ذریعہ سے کوئی شئی بند کی جائے، اور اُس پر مہر لگائی جائے، تاکہ وہ کھولی نہ جاسکے، اور نہ اس کے اندر کوئی چیز باہر سے جاسکے،

الغرض دونوں حالتوں میں آیت پاک کا حاصل معنی ایک ہی ہوگا، کہ آپ کا وجود پیغمبروں کے سلسلہ کو بند کرنے والا اور اُن پر مہر لگا دینے والا ہے کہ پھر آیندہ کوئی شخص اِس جماعت میں داخل نہ ہوسکے۔

آیت پاک کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم تمہارے وہ ظاہری باپ نہیں ہیں جسکے رشتہ کی بنا پر وراثت اور حرمتِ نکاح وغیرہ کے احکام جاری ہوتے ہیں، بلکہ وہ روحانی باپ (رسول اللہ) اور سب سے آخری، روحانی باپ (خاتم النبیین) ہیں، اس لیے باپ ہونے کے ظاہری احکام کے بغیر آپ سے وہی پدرانہ محبت رکھنی چاہیے، اور اُسی طرح آپ کی پدرانہ اطاعت کرنی چاہیے۔

احادیث صحیحہ میں لفظ خاتم النبیین کی تشریح بالکل صاف اور واضح ہے، مسند احمد میں حضرت[۲] ثوبان اور حضرت[۳] حذیفہ اور ترمذی[۴] میں صرف حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "میرے بعد تیس[۱] کے قریب جھوٹے نبی پیدا ہونگے"

وانی خاتم النبیین لا نبی بعدی، اور بہ تحقیق میں نبیوں کا خاتم ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

---

[۱] دیکھو تفسیر ابن جریر طبری، تفسیر ابن حیان اندلسی، تفسیر آیت مذکور۔ [۲] جلد ۵ صفحہ ۲۷۸۔ [۳] جلد ۵ صفحہ ۳۹۶۔ اس روایت میں ۲۷ تعداد لکھی ہے، ۲۷ مرد اور چار عورتیں [۴] کتاب الفتن، حدیث حسن صحیح۔

لا نبی بعدی، خاتم النبیین کی تفسیر و تشریح ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں کہ آپ کے بعد پھر کوئی نبی نہ ہوگا، اس کے علاوہ آپ نے تکمیل دین اور ختم نبوت کی جو مشہور تمثیل بیان کی ہے اور جس کو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں، اُس سے بھی لفظ خاتم النبیین کی پوری تفسیر ہوتی ہے، آپ نے فرمایا کہ "میری اور دیگر انبیاء کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی نے کوئی عمدہ محل بنوایا ہو، لوگ اس کو آ آ کر دیکھتے ہیں، اور اُسکی عمدگی اور خوبصورتی پر عش عش کرتے ہیں لیکن اُس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے، تو کہتے ہیں کہ اگر یہ اتنا نا تمام نہ رہتا تو خوب ہوتا"، اس کے بعد مختلف روایتوں میں حسب ذیل الفاظ ہیں۔

فانا تلک اللبنۃ[۱]،	تو میں وہی آخری اینٹ ہوں۔
فانا تلک اللبنۃ وانا خاتم النبیین[۲]،	تو میں وہی آخری اینٹ ہوں اور سب پیغمبروں کا خاتم ہوں۔
فانا موضع اللبنۃ جئت فختمت الانبیاء[۳]،	تو میں آخری اینٹ کی جگہ ہوں، میں آیا تو پیغمبروں کا سلسلہ ختم کر دیا،
وانا فی النبیین موضع تلک اللبنۃ[۴]،	میں پیغمبروں میں اُسی آخری اینٹ کی جگہ ہوں۔

آنحضرت صلعم نے دیگر انبیاء کے مقابلہ میں اپنے جو مخصوص فضائل گنائے ہیں، ان میں ایک ختم نبوت بھی ہے، چنانچہ صحیح مسلم (کتاب المساجد) ترمذی (کتاب السیر باب الغنیمۃ) اور نسائی میں ہے کہ آپ نے فرمایا،

وختم بی النبیون،	اور انبیاء مجھ سے ختم کیے گئے۔

سنن دارمی میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

وانا خاتم النبیین ولا فخر (باب ما اکرم اللہ نبیہ صفحہ ۹)	اور پیغمبروں کا خاتم ہوں۔ اور اسپر فخر نہیں)

آپ کا خاتم نبوت ہونا کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا، بلکہ یہ آپ کی وہ خصوصیت تھی جو آپ کے لیئے روز ازل سے مقرر ہو چکی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا[۵]،

[۱] بخاری و مسلم باب خاتم النبیین و ترمذی باب فضل النبی صلعم کتاب الامثال [۲] بخاری باب خاتم النبیین و صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ و عن ابی سعید الخدری باب خاتم النبیین [۳] صحیح مسلم باب مذکور عن جابر [۴] باب مذکور ترمذی عن ابی بن کعب [۵] یہ حدیث حسب ذیل کتابوں میں ہے، مستدرک حاکم تفسیر سورۂ احزاب، جلد ۲ صفحہ ۴۱۸، حاکم اور ذہبی نے اسکی تصحیح کی ہے، وتاریخ امام بخاری (بحوالہ فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۴۰۷، وحلیۃ الاولیاء ابی نعیم و شعب الایمان بیہقی (بحوالہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۵ حیدرآباد) و مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۷ و ۱۲۸۔

انا عبد اللہ وخاتم النبیین وآدم منجدل فی طینتہ، | میں خدا کا بندہ اور خاتم انبیا رتھا، اور آدم ہنوز اپنے عنصر خاکی میں پڑے تھے۔

حضرت علی کو جب آپ نے اہل بیت کی نگرانی کے لیے مدینہ میں چھوڑ کر تبوک جانا چاہا، اور حضرت علیؓ نے ہمرکاب نہ ہونے پر ملال خاطر کا ظاہر کیا، تو آپ نے انکو تسلی دی، اور فرمایا،

الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی الّا انہ لیس نبی بعدی (صحیح بخاری، غزوۂ تبوک) | کیا تم اسپر خوش نہیں کہ تم میں اور مجھ میں وہ نسبت ہو جو ہارون اور موسیٰ میں تھی لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں،

صحیح مسلم (مناقب علی) میں یہ الفاظ ہیں،

غیر انہ لا نبیّ بعدی، | لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

الّا انّہ لا نبوۃ بعدی، | لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔

صحیح بخاری (کتاب الانبیاء) اور صحیح مسلم (کتاب الامارۃ) میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "بنو اسرائیل کی نگرانی وسیاست انبیاء کرتے تھے، ایک نبی جب مرتا تھا تو دوسرا نبی پیدا ہوتا تھا"

وانّہ لا نبی بعدی، | اور بہ تحقیق میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

جامع[1] ترمذی اور مستدرک[2] حاکم میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کی مدح میں فرمایا۔

لو کان نبیٌّ بعدی لکان عمر بن الخطاب، | اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو وہ خطاب کے بیٹے عمر ہوتے۔

عربی زبان جاننے والے کو معلوم ہے کہ "لَو" امر محال کے لیے آتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کسی دوسرے نبی کا آنا محال ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں، میں محمدؐ ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ خدا میرے ذریعہ سے کفر کو محو کرے گا، میں حاشر ہوں کہ خدا میرے پیچھے سب کو جمع کرے گا، اور میں عاقب (آخری) ہوں "والذی

---

[1] مناقب عمر، حدیث غریب حسن [2] مناقب عمر جلد ۳ صفحہ ۸۰، حیدر آباد، حدیث صحیح (صححہ الذہبی)

لیس بعدہٗ نبیٌّ، جس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا"[1] جامع ترمذی اور بعض دوسری کتابوں میں آخری فقرہ ان الفاظ میں ہے، "الّذی لیس بعدی نبیٌّ یعنی "میں وہ عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا"[2]

صحیح بخاری میں آپ کا ارشاد ہے کہ "خوشخبریوں کے سوا نبوت کا کوئی حصہ باقی نہیں رہا"، صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! خوشخبریاں کیا ہیں، فرمایا "رویائے صالحہ"[3] (یعنی سچے خواب) پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اپنے امور غیب سے مطلع کرنے کے متعدد ذرائع مقرر کئے ہیں، منجملہ اُن کے ایک رویائے صالحہ بھی ہے، اِسی لیے احادیث میں آیا ہے کہ "نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء مومن کا رویائے صالحہ ہے"[4] ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "تم سے پہلے قوموں میں محدّثین (بات کیے گئے) ہوا کرتے تھے، اگر میری امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمرؓ ہیں"[5] ائمہ حدیث نے محدّث کے معنی مُلہَم کے لکھے ہیں۔

غرض ختم نبوت کے بعد اب جو نعمت اہل ایمان کے لیے باقی رہ گئی ہے، وہ صرف دو ہیں، رویائے صالحہ اور الہام، لیکن چونکہ نبی کے سوا کوئی انسان معصوم نہیں، اور نہ اس کی سچائی کی کوئی قطعی شہادت موجود ہے، اس لیے کسی مومن کے رویائے صالحہ اور الہامات کسی دوسرے شخص پر بلکہ خود اُس پر بھی حجت نہیں، اور اُن کے منجانب اللہ ہونے پر یقین کامل کرنا، اور اُن کی اطاعت و پیروی کرنا، اور اُن کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اور انکی صداقت پر تحدّی کرنا، ضلالت و گمراہی ہے، ان رویائے صالحہ اور الہامات کے ذریعہ سے جو چیز مومن کو دی جاتی ہے، وہ احکام نہیں ہوتے، بلکہ صرف خوشخبریاں ہوتی ہیں، یعنی امر غیب اور مستقبل کے کچھ اطلاعات اور مناظر!

مسند ابن حنبل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ نے مرض الموت میں حجرۂ مبارک کا پردہ اُٹھایا، حضرت ابوبکرؓ امام تھے، اور صحابۂ کرام صف بستہ پیچھے، اُس وقت یہ آخری اعلان فرمایا۔

یا ایّھا النّاس لم یبق من مبشرات النّبوّۃ الّا الرؤیا الصّالحۃ اے لوگو! نبوت کی خوشخبریوں (غیبی ذرائع علم و خبر) میں سے اب

---

[1] صحیح بخاری و صحیح مسلم باب اسماء النبی صلعم، صحیح بخاری میں عاقب کی تفسیر مذکور نہیں، مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۸۴ میں یہ حدیث اور عاقب کی یہ تفسیر (امام زہری) سے مذکور ہے، [2] فتح الباری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۴۰۴، [3] صحیح بخاری کتاب التعبیر [4] صحیح بخاری کتاب التعبیر و صحیح مسلم کتاب الرؤیا و مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۹۴ عن انس [5] بخاری و مسلم و ترمذی، مناقب عمرؓ

یراها المسلم او تری لہ،	کوئی چیز باقی نہین رہی لیکن ایک رویاے صالحہ، جو مسلمان اپنے
(جلد ۳ صفحہ ۲۱۹)	متعلق آپ دیکھے، یا کوئی دوسرا اس کے متعلق دیکھے۔

اس سے صاف ہوگیا کہ رویائے صالحہ شخصی احوال و مناظر سے متعلق ہے، اسی کتاب مین حضرت انس بن مالک کی روایت ہمارے مقصد کے اثبات کے لیے اس سے بھی زیادہ صاف اور واضح ہے، حضرت انس کہتے ہین کہ ایک دن مجلس نبوی مین خدام حاضر تھے، آپ نے فرمایا

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی	رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہوگیا، تو میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی

صحابہ پر یہ بات سخت گذری، تو آپ نے فرمایا ولکن المبشرات، لیکن خوشخبریان باقی ہین، لوگون نے عرض کی "یا رسول اللہ خوشخبریان کیا ہین؟ فرمایا "مرد مسلم کا رویائے صالحہ وہ نبوت کے اجزاء مین سے ایک جزء ہے[1]"

یہ تمام حدیثین حقیقت مین جیسا کہ ترمذی[2] حاکم نے بیان کیا، اس آیت کی تفسیر ہین اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ - ترجمہ "ان اولیائے الٰہی کو کوئی خوف اور غم نہین جو ایمان لائے اور تقویٰ کرتے تھے، ان کو دنیا اور آخرۃ مین بشارت ہے" صحابہ نے پوچھا کہ دنیا مین اُن کے لئے بشارت کیا ہے؟ فرمایا "رویائے صالحہ!" اس آیت پاک سے دو باتین معلوم ہوئین، ایک یہ کہ ان بشرات کے حصول کا ذریعہ ایمان اور تقویٰ کی تکمیل ہے، اور دوسری یہ کہ ایسے لوگون کا نام جنکو یہ مرتبہ حاصل ہو اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ ہے، اور اس لیے انکے اس رتبہ کا نام ولایت ہوگا، اسکو جزئی نبوت، لغوی نبوت، مجازی نبوت، نبوت ناقصہ وغیرہ کے الفاظ سے ادا کرنا ایسی لفظی گمراہی ہے جو معنوی گمراہی کی طرف مفضی ہے، اور اس سے شرک فی النبوۃ کی اُسی طرح برائیان پیدا ہون گی، بلکہ ہوئین، اور ہو رہی ہین جسطرح حضرت عیسٰی کو مجازی معنون مین ابن اللہ کہکر حقیقی معنون مین عیسائی شرک فی التوحید مین مبتلا ہوگئے، کیونکہ ہر قسم کی نبوتون کا خاتمہ ہوچکا، دین کی تکمیل ہوچکی، دنیا مین خدا کا آخری پیغام دعوت محمدی کے ذریعہ سامعہ نواز ہوچکا، معمار قدرت اپنی عمارت مین اس آخری پتھر کو

[1] مسند ابن حنبل عن انس جلد ۳ و ترمذی کتاب الرؤیا۔ [2] تفسیر سورۂ یونس و کتاب الرؤیا، و مستدرک حاکم، تفسیر یونس (صحیح)

اپنی جگہ پر رکھکر اپنی تعمیر پوری کرچکا، درجہ بدرجہ ستارون کے طلوع کے بعد وہ خورشید انور طلوع ہوا، جس کے لیے غروب نہین، طرح طرح کی بہارون کے آنے کے بعد باغ کائنات مین وہ سدا بہار موسم آگیا جس کے بعد پھر خزان نہین۔

شفاعتِ اوّلین عرصۂ دار وگیر محشر مین، جب جلال الٰہی کا آفتاب پوری تمازت پر ہوگا، اور گنہگار انسانون کو ہین کا کوئی سایہ نہین ملے گا، اُس وقت سب سے پہلے فخر موجودات، باعثِ خلقِ کائنات، سیّدِ اولادِ آدمؑ، خاتم الانبیا، ورحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم، ہاتھون مین لواے حمد لیکر اور فرقِ مبارک پر تاجِ شفاعت رکھکر گناہ گارون کی دستگیری فرمائین گے۔

لفظ "شفاعت" اصل لغت مین "شفع" سے نکلا ہے، جس کے معنی جوڑا بننے[1] ایک کے ساتھ دوسرے کے ہونے کے ہین، چونکہ شفاعت اصل مین یہی ہے کہ "کسی درخواست کنندہ اور عریضہ گذار کے ہم آہنگ ہو کر کسی بڑے کے سامنے اُس کی عرض و درخواست کو قبول کرلینے کی خواہش کا اظہار کرنا" آپ کی شفاعت بھی یہی ہوگی کہ آپ گنہگارون کی زبان بنکر اُن کی طرف سے خداوند ذو الجلال کے اذن سے اُس کے سامنے اُنکی بخشایش و مغفرت کی درخواست پیش کرین گے۔ سورۂ اسرا مین ہے۔

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ قریب ہے کہ خدا تجھے مقام محمود مین اُٹھائے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر مین تمام صحیح روایتون مین متعدد صحابۂ کبار سے منقول ہے کہ "مقام محمود" سے مراد "رتبۂ شفاعت"[1] ہے۔ صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت انسؓ نے شفاعت کے تمام واقعات بیان کرکے یہ آیت بالا تلاوت کی، پھر حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا "یہی وہ مقام محمود ہے، جس کا تمہارے پیغمبر سے وعدہ کیا گیا[2] ہے" صحیح مسلم مین ہے کہ بصرہ کے کچھ خوارج جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو دائمی جہنمی سمجھتے ہین یعنی اُن کے حق مین شفاعت کے اثر کے قائل نہین، مدینہ منورہ آئے، یہان مسجد نبوی مین حضرت جابر بن عبد اللہ صحابیؓ قیامت کے واقعات

---

[1] صحیح بخاری وجامع ترمذی ومستدرک تفسیر آیت مذکورہ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب الشفاعۃ [2] صحیح بخاری کتاب الرد علی الجہمیہ صفحہ ۱۱۰۸۔

بیان کر رہے تھے، ان میں سے ایک صاحب نے بڑھ کر کہا "اے رسول اللہ صلعم کے صحابی! آپ یہ کیا فرما رہے ہیں، خدا تو قرآن میں یہ کہہ رہا ہے" یہ کہکر قرآن پاک کی ایک آیت پڑھی جس کا یہ مطلب ہے کہ دوزخی جب دوزخ سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اُسی میں ڈال دیے جائیں گے "کُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا"

حضرت جابرؓ نے پوچھا "تم نے قرآن پڑھا ہے" اُس نے جواب دیا "ہاں" فرمایا تم نے "اُس مقام محمود" کا حال سنا ہے جس میں اللہ تعالیٰ تمھارے پیغمبر کو مبعوث کرے گا۔ اُس نے کہا "ہاں سنا ہے" فرمایا "تو یہی محمد رسول اللہ صلعم کا مقام محمود ہے، جس کے ذریعہ سے خدا دوزخ سے جسکو نکالنا چاہے گا نکالے گا" یہ سنکر ایک کے سوا باقی سب اپنے اپنے عقیدۂ باطل سے تائب ہو گئے، اور بولے کہ "کیا یہ بوڑھا صحابی رسول پر جھوٹ بولے گا"![1]

بخاری[2] میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ "قیامت کے روز ہر امت اپنے اپنے پیغمبر کے پیچھے چلیگی اور کہے گی کہ اے وہ! خدا کی درگاہ میں ہماری شفاعت کیجیے" یہانتک کہ شفاعت کا معاملہ آنحضرت صلعم تک پہنچیگا یہی وہ دن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود میں اُٹھائے گا" جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "کہ جو شخص اذان سنکر یہ دعا مانگے گا کہ اے خدا جو پوری دعا، اور کھڑی ہونے والی نماز کا مالک ہے محمد کو وسیلہ اور فضیلت اور وہ مقام محمود عطا فرما جس کا تو نے وعدہ فرمایا، تو قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت اُترے[3] گی" آپ نے فرمایا کہ "ہر نبی کو کوئی نہ کوئی مستجاب دعا دی گئی، میں نے اپنی اس دعا کو اپنی امت کے لیے چھپا رکھا[4] ہے" پھر فرمایا ہے کہ "مجھکو دیگر انبیا پر چند فضیلتیں عطا ہوئیں..... ان میں سے ایک یہ کہ "مجھے شفاعت عطا کی گئی"[5] (یعنی شفاعت اوّلین) موطا امام مالک اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے متعدد تابعیوں نے یہ متفقہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "ہر نبی کو ایک مقبول دعا مانگنے کا موقع عطا کیا گیا تو انھوں نے وہ دعا مانگ لی اور وہ قبول کر لی گئی، لیکن میں نے اپنی دعا کا یہ موقع قیامت کے دن کے لیے چھپا رکھا ہے اور وہ اپنی امت کی

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الشفاعۃ، [2] صحیح بخاری تفسیر آیت مذکور، [3] صحیح بخاری تفسیر آیت مذکور و باب الدعاء عند النداء، [4] صحیح بخاری کتاب التوحید و کتاب الدعوات و صحیح مسلم باب الشفاعۃ، [5] صحیح بخاری و مسلم کتاب المساجد،

کی شفاعت[1] ہے" فرمایا کہ "مین سب سے پہلا شفیع ہون گا، اور سب سے پہلا وہ شخص جسکی شفاعت قبول کی جائے[2] گی"
اور فرمایا "مین پہلا ہون گا جو جنّت کی شفاعت[3] کرے گا"

اُس دن جب دنیا کی گنہگاریان اپنی عریان صورت مین نظر آئین گی، ابنائے آدم کی اولاد ترسان ولرزان کسی شفیع کی تلاش مین ہوگی، کبھی آدم علیہ السلام کا سہارا ڈھونڈھے گی، کبھی نوحؑ وابراہیمؑ کو یاد کرے گی، کبھی موسیٰؑ وعیسیٰؑ کی طرف بیتابانہ لپکے گی، مگر ہر جگہ نفسی نفسی کی آواز بلند ہوگی، بالآخر شفیع المذنبین، سیّد الاوّلین والآخرینؐ آگے بڑھین گے اور تسکین کا پیام سنائین گے۔

حدیث کی اکثر کتابون مین خصوصاً صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ، حضرت حذیفہؓ سے متعدد طریقون سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے صحابہ کی ایک مجلس مین بیان فرمایا کہ "قیامت کے ہولناک میدان مین لوگون کو ایک شفیع کی تلاش ہوگی، لوگ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچین گے، اور کہین گے کہ "آپ ہمارے باپ ہین خدا نے آپ کو اپنے ہاتھون سے پیدا کیا، اور آپ مین اپنی روح پھونکی، اور فرشتون کو آپ کے سجدہ کا حکم دیا، آپ خدا کے حضور مین ہماری سفارش کیجیے" وہ جواب دین گے کہ "میرا یہ رتبہ نہین مین نے خدا کی نافرمانی کی تھی، آج خدا کا وہ غضب ہے جو کبھی نہ ہوا تھا، اور نہ ہوگا نفسی نفسی! اے میری جان! میری جان!!!" لوگ حضرت نوحؑ کے پاس جائین گے، اور کہین گے کہ "آپ روئے زمین کے پہلے پیغمبر ہین، خدا نے آپ کو شکرگذار بندہ کا خطاب دیا ہے، آج خدا کے حضور ہماری سفارش کیجیے۔ وہ کہین گے "ہمارا یہ رتبہ نہین، آج خدا کا وہ غضب ہے جو نہ کبھی ہوا تھا اور نہ کبھی ہوگا، مجھکو ایک مستجاب دعا کا موقع عنایت ہوا تھا، وہ اپنی قوم کی تباہی کے لیے مانگ چکا، نفسی نفسی! تم ابراہیم کے پاس جاؤ" مخلوق اُن کے پاس جائے گی اور اپنی وہی درخواست پیش کرے گی کہ آپ تمام انسانون مین خدا کے دوست

[1] صحیح بخاری کتاب التوحید وکتاب الدعوات وصحیح مسلم باب الشفاعۃ [2] صحیح مسلم کتاب فضائل النبی صلعم وغیرہ۔ [3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الشفاعۃ۔

ہوئے، اپنے پروردگار سے شفاعت کیجیے، وہ بھی کہین گے "میرا یہ رتبہ نہین، آج خدا کا وہ غضب ہے جو نہ کبھی ہوا، اور
نہ ہوگا، نفسی نفسی! تم موسٰے کے پاس جاؤ"، عیسٰی علیہ السلام کے پاس جاکر لوگ کہین گے کہ اے عیسٰی! آپ خدا کے
وہ رسول ہین جسنے گہوارہ مین کلام کیا، اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہین، پروردگار مین ہماری سفارش کیجیے، وہ بھی کہینگے
"یہ میرا رتبہ نہین، آج خدا کا وہ غضب ہے جو نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا، نفسی نفسی! تم محمدؐ کے پاس جاؤ"، مخلوق آپ کے
پاس آئے گی اور کہے گی، "اے محمدؐ! آپ خدا کے رسول اور خاتم الانبیاء ہین، اور وہ ہین جسکے اگلے اور پچھلے
سب گناہ معاف ہین، آپ اپنے پروردگار مین ہماری شفاعت کیجیے"، آپ اُٹھکر عرش کے پاس آئینگے،
اور اذن طلب کرینگے، اذن ہوگا تو سجدہ مین گر پڑین گے، آپ کے سامنے وہ کچھ کھول دیا جائے گا جو کبھی
اور کے لیے نہین کھولا گیا، اللہ تعالےٰ اپنے محامد اور تعریفون کے وہ معنی اور الفاظ آپ کے دل مین القاء
فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کو القاء نہوئے، آپ دیر تک سربسجود رہین گے، پھر آواز آئے گی "اے محمدؐ!
سر اُٹھاؤ، کہو، سنا جائے گا، مانگو، دیا جائے گا، شفاعت کرو، قبول کی جائے گی"، عرض کرین گے، الٰہی!
امتی، امتی، خداوندا! میری امت، میری امت، "حکم ہوگا، جاؤ، جس کے دل مین جَو کے دانہ کے برابر بھی ایمان
ہوگا، اُس کو نجات ہے"، آپ خوش خوش جائین گے اور اس کی تعمیل کر کے اور پھر حمد و ثناء کر کے عرض پرداز
ہونگے، اور سجدہ مین گر پڑین گے، پھر صدائے غیب آئے گی کہ "اے محمدؐ! سر اُٹھاؤ، کہو، سنا جائے گا، مانگو
دیا جائے گا، شفاعت کرو، قبول ہوگی"، عرض کرین گے، "الٰہی! امتی امتی"، حکم ہوگا "جاؤ جس کے دل مین رائی
کے برابر بھی ایمان ہو، وہ بخشا گیا"، حضور جائین گے اور پھر واپس آکر عرض گذار ہون گے، حمد و ثناء کرین گے،
اور سربسجود ہون گے، آواز آئے گی "جاؤ جس کے دل مین چھوٹی سی چھوٹی رائی کے برابر ایمان ہو، اسکو بھی دوزخ سے
نکالو"، آپ پھر جاکر واپس آئین گے، اور گذارش کرین گے، اور حمد و ثنا کر کے سجدہ مین گر پڑین گے، پھر
ندا آئے گی "اے محمدؐ! سر اُٹھاؤ، کہو، سنا جائے گا، مانگو، دیا جائے گا، شفاعت کرو، قبول ہوگی"، عرض کرینگے
"جس نے بھی تیری یکتائی کی گواہی دی، اس کی شفاعت کا اذن عطا ہو"، صدا آئے گی "اس کا اختیار تمکو نہین

لیکن مجھے اپنی عزت وکبریائی اور اپنی عظمت وجبروت کی قسم ہے، میں دوزخ سے ہراُس شخص کو نکالونگا جس نے مجھے **ایک** کہا، اور اپنے لیے دوسرا معبود نہیں بنایا۔ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ[1]

کمزور انسانوں کو تسکین کا یہ پیام، محمد رسول اللّٰہ کے سوا کس نے سنایا۔

فضائلِ اُخروی | آنحضرت صلعم کے یہ وہ خصائص تھے جو آپکو پیغمبر، مبلّغ دین، صاحب مذہب اور پیشوائے امت ہونے کی حیثیت سے عطا ہوئے تھے، علاوہ بریں آپ کو آخرۃ کی دنیا میں بھی مزید فضائل عنایت ہوئے ہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا "قیامت میں، میں پیغمبروں کا نمایندہ اور امام، اور اُن کی شفاعت کا پیروکار ہوں گا۔ اور اسپر فخر نہیں[2]" پھر فرمایا[3] "میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں، اور میرے ہی ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا، اور اسپر فخر نہیں، اور قیامت کے دن آدم وغیرہ تمام پیغمبر میرے علم کے نیچے ہونگے اور اسپر فخر نہیں، اور سب سے پہلے میں ہی قبر سے باہر آؤنگا"، نیز ارشاد ہے "لوگ قبروں سے جب اُٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلا اُٹھنے والا میں ہوں گا، جب وہ خدا کے سامنے حاضر ہوں گے تو اُنکی طرف سے بولنے والا میں ہوں گا، جب وہ ناامید ہونگے تو اُنکو خوشخبری سنانے والا میں ہوں گا، اُس دن خدا کی حمد کا علم میرے ہاتھ میں ہوگا[4]"

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمّد وسلّم

تم الجزء الثالث من السیرۃ النبویۃ

علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والتحیۃ،

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ

سیّد سلیمان، ندوی

---

[1] یہ پوری حدیث صحیح بخاری باب تفسیر بنی اسرائیل کتاب الانبیا ذکر نوح وصحیح مسلم باب الشفاعۃ میں مختلف صحابیوں سے تھوڑے تھوڑے الفاظ کے تغیر سے مروی ہے ہم نے سب کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے [2] ترمذی، مناقب نبوی حدیث حسن، صحیح غریب۔
[3] حوالۂ مذکور۔ حدیث حسن [4] حوالۂ مذکور حدیث حسن غریب۔

تصحیح اغلاط

سیرۃ النبی جلد سوم

۱۔ آیات قرآنی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۰	۷	عَلَيْهِمْ	عَلَيْهِمُ
〃	۱۸	آيَةٌ	آيَةً
۱۵۳	۱۷	آيَاتٌ	آيَاتُ اللّٰهِ
۱۵۴	۲	مَنَامَكُمْ	مَنَامُكُمْ
〃	۴	خَرْفًا	خَوْفًا
۱۵۵	۹	أَنْ يُطْفِئُوا	لِيُطْفِئُوا
۱۵۸	۶	تُنَازِلَ	تَنَزَّلَ
〃	۱۵	زَمَيْتَ	رَمَيْتَ
۱۶۱	۱۰	سَبِيْلَ	سُبُلَ
۱۶۲	۱	يَنْهٰى	يَنْهَاهُمْ
۱۶۵	۹	وَمَا	مَا
〃	۱۱	تَمُسُّ	تَمَسَّ
〃	۱۱	فَيَأْخُذُ	فَيَأْخُذَ
〃	۱۸	يَأْتِيَهُمْ	تَأْتِيَهُمْ
۱۷۶	۱	أَبْنَاءُ	أَنْبَاءُ
۱۸۲	۱۹	بِالْمَلٰئِكَةِ مِنَ	بِالْمَلٰئِكَةِ إِنْ كُنْتُمْ مِنَ
۱۸۳	۹	فَإِذَا	إِذَا
۱۸۴	۱۲	تَسْئَلْ	تَسْئَلُ
〃	۱۹	بِكُلِّ	لِكُلِّ
۱۸۵	۱۱	تَأْتِيْ	تَأْتِيَ
〃	۱۷	أَقُولَ	أَقُولُ
۱۸۷	۱۷	فَتَنْفُخُ	فَتَنْفُخُ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۷	۱۸	فَيَكُوْنُ	فَتَكُوْنُ
۱۸۸	۱۳	وَلَا	لَا
۱۹۰	۶	لَا تُرْجَعُوْنَ	لَا تُرْجَعُوْنَ (مثنیٰ)
〃	۷	وَالْأَرْضَ	وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
〃	۱۳	يَنَعِهٖ	يَنْعِهٖ
۱۹۱	۳	نَهْدِ لَكُمْ	نَهْدِ لَكُمْ
〃	۵	وَيُثَبِّتُ	يُثَبِّتُ
〃	۱۰	يَعْقِلُوْنَ	يَعْقِلُوْنَ
〃	۱۳	تَلْبِسُوْنَهَا	تَلْبَسُوْنَهَا
۱۹۲	۱۶	نُسْقِيْهِ	نُسْقِيْهِ
۱۹۴	۱۱	شِفَاءٌ	شَفَاءٌ
۱۹۶	۱۶	هَيِّنٌ	هَيِّنٌ
۱۹۷	۱۴	تَجِدَ	تَجِدُ
۲۰۲	۱۳	يَقْتُلُ	يَقْتُلَ
۲۰۳	۳	وَلَقَدْ	لَقَدْ
〃	۶	لَقَدْ	وَلَقَدْ
۲۰۵	۱۲	عِبَادِكَ	عِبَادَكَ
۲۱۰	۱۷	تَأْتِيْ	تَأْتِيَ
۲۱۱	۹	فَيَأْتِيَهُمْ	فَيَأْتِيَهُمْ
〃	۱۹	أَهْلَكْنَا	أَهْلَكْنَاهَا
۲۱۲	۱۰	آتَا	آتَاكُمْ
۲۱۴	۱۷	أَوْلِيَاءَهٗ	أَوْلِيَاءَهٗ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۰	۵	تَلْقَفُ	تَلْقَفُ
۲۲۲	۲	اَبَشَرًا مِّنَّا	اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا
〃	۶	لِبَشَرٍ	لِبَشَرَيْنِ
۲۲۳	۱۶	اَوْ	آوَ
۲۲۸	۲	مَا	وَمَا
〃	۶	فَيُوحِيَ	فَيُوحِيَ
۲۳۰	۱۵	زَخْرُفَ	زُخْرُفَ
۲۳۸	۱۵	الْقُدُسِ	الْقُدُسِ
۲۳۹	۲	ثُمَّ	ثَمَّ
۲۵۳	۱	فَيُمْسِكُ	فَيُمْسِكُ
۲۹۰	۸	بِالْاُفُقِ	بِالْاُفُقِ
۳۱۰	۹	بٰرَكْنَا	بٰرَكْنَا
۳۴۱	۱۳	يٰاَبَتِ قَدْ	يٰاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ
۳۴۲	۴	آتَيْنٰاهُ	آتَيْنَا
۳۵۰	۲	مِنْ	×
۳۵۳	۱۶	(لوط)	(بقرة)
۳۶۹	۱۸	اِنَّهٗ	وَاِنَّهٗ
۳۶۶	۹	شَيْطَانٍ	شَيْطَانٍ
۳۶۹	۱۶	نُعْجِزَهٗ	نُعْجِزَهٗ
۳۹۶	۹	آذَنْكُمْ	آذَنْكُهُمْ
۴۰۴	۱۶	عَمِلُوْا	عَمِلُوْا
〃	۱۶	لَيُمَكِّنَنَّ	لَيُمَكِّنَنَّ
〃	۱۶	لَيُبَدِّلَنَّ	لَيُبَدِّلَنَّ
۴۰۸	۱۱	تَاخُذُوْنَهَا	يَاخُذُوْنَهَا
۴۱۰	۱	هُمُ	هُمْ
۴۲۷	۲	مَرِضْتُ	مَرِضْتُ
۴۳۳	۹	لَنَقُوْلِ	لَنَقُوْلُ
۴۳۳	۱۲	تَنْزِيلِ	تَنْزِيْلٌ
۴۶۰	۸	اللّٰهِ	اللّٰهُ
〃	۹	يَجْتَبِيْ	يَجْتَبِيْ
۴۶۱	۱۶	تُوَجِّهُهَا	نُوَجِّهُهَا
۴۶۳	۱۹	بِكَلِمٰتِهٖ	لِكَلِمٰتِهٖ
۵۳۴	۱۶	اِبْرَاهِيْمَ وَ	اِبْرَاهِيْمَ
۵۳۸	۱۱	قَالَ	وَاِذْ قَالَ
۵۴۲	۸	مَا	وَمَا
۵۵۰	۱۵	بَلَّغَ	بَلِّغْ
۵۵۸	۱۲	رُكَّعًا	رُكَّعًا
۵۶۰	۲	الزُّرَّاعَ	الزُّرَّاعَ
۵۶۲	۱۹	مَا	وَمَا
۵۶۹	۱۲	اِنَّ	وَاِنَّ
۵۶۵	۲	اُمَّهَاتُكُمْ	اُمَّهَاتُهُمْ
		۲- احادیث	
۱۴۹	۱۸	ما من نبی الا اعطی ما آمن علیہ البشر	ما من الانبیاء نبی الا اعطی من الایات ما مثلہ اومن او آمن علیہ البشر،
۳۸۴	۱۰	سأل اہل مکۃ النبی صلعم آیۃ فاراہم القمر مرتین	ان اہل مکۃ سألوا النبی صلعم ان یریہم آیۃ فاراہم انشقاق القمر مرتین،
〃	۱۴	فرقتین	مرتین
۳۸۷	۸	سال اہل مکۃ آیۃ فاراہم القمر فرقتین	ان اہل مکۃ سألوا النبی صلعم ان یریہم آیۃ فاراہم انشقاق القمر مرتین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸۸	۸	فانا تلک اللنبۃ	فانا اللنبۃ
۵۹۹	۱	انا عبداللہ وخاتم النبیین وآدم منجدل فی طینتہ	انی عبداللہ لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ

۳ - واقعہ

آپکے اشارہ سے بتون کا گرجانا

صفحہ ۴۲۱

"فتح سے پہلے خانۂ کعبہ تین سو ساٹھ بتون کا معبد تھا، جب مکہ فتح ہوا تو آپ کعبہ مین تشریف لے گئے، دست مبارک مین ایک چھڑی تھی، اور زبانِ اقدس پر یہ آیت کریمہ جاری تھی، جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (حق آیا، اور باطل مٹ گیا، باطل مٹنے ہی کے لیے تھا،) آپ چھڑی سے جس بت کی طرف اشارہ کرتے تھے، وہ بے چھو ے دھم سے گر پڑتا تھا (حوالہ بخاری ومسلم باب فتح مکہ ومسند احمد بروایت ابن عباس)"

یہ واقعہ کہ کعبہ کے چارون طرف تین سو ساٹھ بت تھے اور آپ دست مبارک مین چھڑی لیکر اُن بتون کی طرف اشارہ کرتے جاتے اور آیت مذکورہ تلاوت کرتے جاتے تھے، صحیح بخاری ومسلم باب فتح مکہ مین موجود ہے، مگر اس اشارہ سے بے چھوئے بتون کا خودبخود گرتے جانا صحیحین مین مذکور نہین، البتہ فاکہی مین بروایت عمرؓ اور طبرانی ابن اسحاق اور ابونعیم مین بروایت ابن عباس موجود ہے فاکہی کی روایت کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے، صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح مین جو روایت ہے اُس سے ضمناً اس کے خلاف یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ آپ نے اُنکو لوگون سے اکھڑوا کر پھنکوا دیا اس حدیث کے الفاظ یہ ہین:-

عن ابن عباس لما قدم رسول اللہ صلعم ابی ان یدخل البیت وفیہ الالھۃ فامر بھا فاخرجت، ... ...
ابن عباس سے روایت ہی کہ جب آپ (مکہ) آئے تو اس حالت مین کہ خانۂ کعبہ کے اندر بت تھے آپنے اُسکے اندر جانے سے انکار کیا، تو آپنے اُن کے باہر نکالدینے کا حکم دیا تو وہ باہر نکالدیے گئے

اگر فاکہی، طبرانی، ابن اسحاق اور ابونعیم کی روایت بالاصحیح ہو تو اس مین اور بخاری کی اس روایت مین یہ تطبیق ممکن ہے کہ پہلے جن بتون کا ذکر ہے وہ حول البیت، یعنی خانۂ کعبہ کے باہر چارون طرف تھے، آپ اُنکی طرف اشارہ کرکے آیت مذکور پڑھتے تھے اور وہ گرجاتے تھے، اور خانۂ کعبہ کے اندر جو بت تھے اپنے اندر جانے سے پہلے آپ نے اُن کے نکلوا کر پھکوا دینے کا حکم دیا تھا، اسی طرح بخاری و مسلم کی فتح مکہ والی روایت مین جن بتون کو چھڑی سے کوچنے دینے کا ذکر ہے وہ وہ ہین جو باہر تھے، یعنی حول البیت، اور جنکے نکلوانے کا ذکر بخاری کی دوسری روایت مین ہے وہ خانۂ کعبہ کے اندر تھے۔

۴ - حواشی

صفحہ	حاشیہ	غلط	صحیح
۳۹	۱ه	ارشادات	اشارات
۲۰۶	۱ه	صحیح بخاری	صحیح بخاری آخر کتاب الوضوء
۲۰۹	۱ه	نسائی	نسائی کتاب الجہاد
۲۱۳	۲ه	صحیح بخاری	جامع ترمذی
۲۲۶	۱ه	کتاب الانبیاء باب الاسراء	کتاب المناقب باب صفتہ صلعم وکتاب التوحید باب وکلم اللہ موسی تکلیما۔
۲۳۳	۳ه	(باب کیف نزل الوحی)	وباب کیف نزل الوحی
۲۳۵	۲ه	صحیح بخاری باب کیف نزل الوحی	ابوداؤد کتاب السنتہ۔
۲۳۶	۱ه	باب بدء الخلق	باب نزول القرآن
۲۴۷	۱ه	غزوۂ احد وباب ذکر الملائکہ	باب ذکر الملائکہ
۲۴۹	۱ه	جعفر بن عثمان القرشی کا پتہ نہین۔	(دیکھو اسی کتاب مین صفحہ ۳۳۳)

صفحہ	حاشیہ	غلط	صحیح
۲۵۸	۲	صحیح مسلم کتاب التعبیر وبخاری کتاب الرویا	صحیح مسلم کتاب الرویا
〃	۳	صحیح بخاری کتاب التعبیر رویا	صحیح بخاری کتاب التعبیر ومسلم کتاب الرویا،
۲۶۰	۴	بخاری ومسلم وترمذی مناقب بلال	بخاری ومسلم مناقب بلال ترمذی مناقب عمرؓ
۲۶۲	۲	جامع ترمذی ابواب الرویا	×
۲۷۴	۲	ابن سعد جلد اول باب معراج میں واقدی کی ایک روایت ہے کہ معراج دن کو ظہر کے وقت .... (آخر تک)	(یہ پورا حاشیہ خارج سمجھا جائے)
۲۸۳	۱	کتاب الانبیاء وباب المعراج	کتاب التوحید وباب صفۃ صلعم
۲۹۰	۲	جلد ۸	جلد ۱۳
۳۳۱	۲	صحیح بخاری ومستدرک حاکم	مستدرک حاکم کتاب الہجرۃ (صحیح)
۳۵۱	۱	دلائل الاعجاز	اعجاز القرآن
۳۵۷	۳	مستدرک حاکم صفحہ ۵۰۶	مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۵۰۶
۳۷۱	۱	صفحہ ۱۶۲	صفحہ ۱۶۳
۳۷۳	۱	صحیح بخاری وصحیح مسلم غزوۂ احد	صحیح بخاری غزوۂ اُحد وصحیح مسلم فضائل صلعم
۳۷۷	۱	سورۂ احزاب	سورۂ سبا
۳۸۴	۲	مسند جبیر بن مطعم	مسند عبداللہ بن مسعود
۴۰۵	۱	مسند دارمی	مستدرک جلد ۲ صفحہ ۱۴۱
۴۱۸	۳	ابوداؤد طیالسی مسند جابر بن سمرہ	وابونعیم صفحہ ۱۴۱
〃	۴	کتاب الاسراء	کتاب التوحید
۴۲۰	۲	کتاب الغزوات	کتاب الجہاد
۴۳۰	۲	باب الفضل	باب الفزع و

صفحہ	حاشیہ	غلط	صحیح
۴۳۲	۲	صحیح بخاری ومسلم	صحیح بخاری آخر کتاب الوضوء ومسلم
۴۴۱	۱	صحیح بخاری ومسلم فضائل ابی طلحہ	صحیح بخاری کتاب الجنائز، صحیح مسلم فضائل ابی طلحہ میں صرف اسی شب کے حمل کا ذکر ہے۔
۴۴۲	۴	صحیح بخاری ومسلم فضائل غفار اسلم ودوس	صحیح بخاری قصۂ دوس (کتاب الجہاد وکتاب المغازی) ومسلم فضائل غفار واسلم ودوس
۳۵۶	۱	صحیح بخاری ومسلم معجزات	صحیح بخاری معجزات
۴۶۱	۱	تفسیر لقمان	تفسیر نجم
۴۶۴	۲	۹۰۷	۹۷۷
۴۶۶	۳	مناقب فاطمہ	مناقب حسنین
۴۷۶	۲	صحیح بخاری	صحیح مسلم
۴۷۹	۳	کتاب الفتن	باب الجزیہ
۴۸۰	۱	صحیح بخاری غزوۃ البحر و علامات النبوۃ	صحیح بخاری رکوب البحر و علامات النبوۃ [illegible]
۴۸۴	۲	صفحہ ۹۸	صفحہ ۹۹
۴۸۶	۲	صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۲	صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۱
〃	۳	جلد ۵	جلد ۶
۴۸۷	۲	صحیح بخاری ومسلم	صحیح مسلم
〃	۴	〃	صحیح بخاری
۵۶۷	۱	کتاب الایمان	باب بدء الوحی
۵۷۴	۱	صفحہ ۹۲	صفحہ ۹۴
۵۷۷	۱و۲و۳	کتاب الصدقات	کتاب الزکوٰۃ
۵۸۲	۱	باب خلق آدم	باب وفاۃ موسیٰ
۵۸۳	۱	صحیح بخاری	صحیح بخاری کتاب الاعتصام وباب التفسیر

صفحہ	حاشیہ	غلط	صحیح
۵۸۷	۳	۱۳۱ تعداد لکھی ہی، ۲۷ مرد اور چار عورتین	۷۰ تعداد لکھی ہی جنمین چار عورتین ہونگی،
۵۸۸	۱	ترمذی باب فضل النبی صلعم کتاب الامثال	×
〃	۲	باب مذکور ترمذی	ترمذی باب فضل النبی صلعم
〃	۵	فتح الباری جلد ۵	فتح الباری جلد ۶
〃	〃	کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۵	کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۴
		۵ - متن [illegible]	
۱۸	سطر ۱	بالبتی	بالبتی
۲۶	۱۸	ہرگواہ نے	ہرگروہ نے
۳۱	۱۳	محدود ہے	محدود ہین
۳۶	۱۳	جنکا دوسرا نام	جس کا دوسرا نام
۴۱	۱۰	جس نفس کی	جس سے نفس کی
۶۲	۱۲	عبد القادر	عبد القاہر
۶۴	۱۴	انسان کے دنیا	انسان کی دنیا
۹۰	۱	کہا جاتا	کہا جاتا
۱۱۰	۱۴	توام	توم
۱۵۰	۳	دعوت عناد	دعوت پر عناد
۱۶۷	۱۰	انداز	انذار
۱۶۱	۲	کلاھما	وکلاھما
۱۹۲	۱۸	سبب وعلت	×
۱۹۹	۹	اور عالم کے	اور ہر عالم کے
۲۰۰	۱۶	کی قسم	اسی قسم
۲۹۰	۱	اس کے	اسی کے
〃	۲	یہی	×
۲۷۱	۸	آئین	قوانین
۳۵۸	۱۲	کے دنیا	کی دنیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸۵	۱۴	لک	ملک
۳۹۱	۸	رومی شہنشاہی شہزادہ	رومی شہنشاہی کا شہزادہ
۴۰۴	۵	مخالفت	مخالفت
۴۱۶	۱	سلمہ البنانی	حماد بن سلمہ اور ثابت البنانی
۴۱۷	۵	ابن سعد	×
〃	۷	بیہقی	بیہقی و ابن سعد مین
〃	۱۱	حباب	احباب
۴۱۸	۱۱	صحیح مسلم اور مسند احمد	صحیح مسلم مسند احمد اور
〃	۱۹	کتابون	روایتون
۴۲۸	۷	ترمذی	ترمذی[1]
〃	۹	نابینا	ایک نابینا
〃	۱۱	اسکو جنون	اسپر جنون
۴۳۴	۱۲	جہالون	جہانون
۴۳۹	۱۳	مستجاب الدعوات بنا	مستجاب الدعوات بنا[2]
〃	〃	ہوجاتی تھی[2]	ہوجاتی تھی
۴۴۰	۱۸	عطا کی ہو	عطا کی ہو چنانچہ اسی
			شب کی برکت مقررہ
			مہینونکے بعد پوری ہوئی[3]
			[3] صحیح مسلم فضائل ابی طلحہ
۴۵۲	۶	پیا	پیا
۴۵۹	۱۴	میرے پاس تمام روئے زمین کے خزانے ہین،	خدا اسکے تمام خزانے میرے قبضہ مین ہین۔
۴۶۳	۵	ینخفی	یخفی
〃	۹	عظلة	عزلة
۴۸۳	۱۶	دفعہ	دفعہ
۴۸۶	۴	مرتضی کے	مرتضی کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۹۰	۱۸	ئین	ہین
۴۹۱	۵	فرقِ	فرقٌ
۴۹۴	۱۸	محِل	محل
۴۹۶	۱۸	زقانی	زرقانی
۵۰۰	۱۶	جلد۱صفحہ ۱۲۷	جلداوّل صفحہ ۲۷
۵۰۸	۶	تفسیرابن جریر	طبرانی، ابونعیم اور بزار
۵۰۹	۵	ایک مین نبوت	ایک ہاتھ مین نبوت
۵۱۲	۱۶	کوئی	نکوئی
۵۱۷	۱۱	ٹکڑہ	ٹکڑا
۵۲۰	۱	ابن عباس	عباس
۵۲۴		چلتے	چلتے
″	۸	حدیثو(۱، ۲)	حدیثون مین
۵۲۷	۱۰	یعلی بن منبہ	یعلی بن منیہ
۵۲۸	۱۲	عمروالفیسی	عمروالقیسی
″	۱۴	″	″
۵۲۹	۸	عثمان الجزری	عثمان الجرزی
۵۳۰	۶	عیادابن لقیط	ایادابن لقیط
″	۱۸	بجگیا	بجگیا
۵۳۲	۱۸	ہوسئے ہین	ہوئی ہین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۳۵	۹	خدمت کر	خدمت قبول کر
۵۳۶	۱	۱۲۰	۲۰
″	۱۱	ٹرھادو	ٹرھااور
۵۳۸	۱۱	عیسیٰ	اورجب عیسیٰ
۵۳۹	۱۰	سوے	سوکھے
۵۴۲		وہ خواہش	اور وہ خواہش
۵۴۴	۱۵	اورحق کیطرف بلانیوالا	اوراللہ کیطرف اُسکے حکم سے بلانیوالا
۵۵۲	۷	سِفر	سَفَر
۵۵۴	۲	نارک	نازک
۵۵۸	۱۲	(خداکے سامنے) رکوع اورسجدے مین گرتے رہتے ہین	تم انکو دیکھتے ہوکہ (خداکے سامنے) رکوع اور سجدے مین گرتے رہتے ہین۔
۵۶۲	۱۹	وہ اپنی	اور وہ اپنی
۵۶۶	۴	۲۶-۳۳	۲-۳۳
″	۷	۲۶-۳	۳-۳
۵۶۷	۱۱	بیان	بیان کیا
۵۶۹	۱۲	جنکو کتاب	اورجنکو کتاب
۵۷۰	۶	عقیدو	عقیدہ
۵۸۸	۱۵	صفحہ۹	صفحہ۱۶
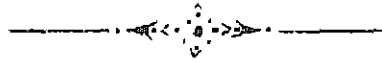
ضمیمۂ اوّل

استدراک و تصحیح اغلاط

سیرۃ النبی جلد اول، طبع اول

مصنف کی ناگہانی وفات کے باعث سیرت کے اوراق میں اغلاط و مسامحات رہ گئے تھے، جنکی طرف بعض دوستوں نے متوجہ کیا، اس لیے اُن پر استدراک کی ضرورت محسوس ہوئی، تاکہ کتاب ہر حیثیت سے صحیح اور قابل قبول ہو۔

تصنیفی اغلاط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶	۱۴	متعدد صحابہ کو دیکھا تھا	ایک صحابی (حضرت انس) کو دیکھا تھا۔
۱۷	۱۸	سنہ ۲۱۳	سنہ ۲۱۰ یا ۲۱۳
۱۸	۱۱	خاندان ہاشم	موالی بنی ہاشم
۲۵	۲	سنہ ۲۱۸	سنہ ۲۱۰ یا ۲۱۳
۲۷	۱۶	حافظ ابن حجر	حافظ سخاوی
۳۰	۳	دس جلدون مین	بارہ جلدون مین
۱۲۲	۱۱	حلیمہ نے آنحضرت صلعم کو دودھ پلایا تھا، اس بنا پر حضرت حمزہؓ آنحضرت صلعم کے رضاعی بھائی ہین۔	ہالہ اس رشتہ سے آنحضرت صلعم کی خالہ ہوئین، اور اس بنا پر حضرت حمزہ آنحضرت صلعم کے خالہ زاد بھائی بھی ہین۔
۱۴۳	حاشیہ ۵	سرتاپا موضوع۔	اس کے اکثر اشعار موضوع ہین۔
۱۵۵	۶	علمبرداری	علمداری
۱۶۹ ۱	۶	حضرت عمر جب نماز پڑھانے مین زخمی ہوئے تو اپنے بجائے انھین کو امامت دی،	(قلمزد کر دیجیے واقعہ صحیح نہین)
۱۷۰	۱۰-۱۱-۱۲	سعد ابن وقاص فاتح ایران اگرچہ نہایت معزز اور اپنے قبیلہ مین نہایت مقتدر تھے تاہم کفار کے ستم سے محفوظ نہ تھے، بنو اسد اسلام کے جرم پر انکو سخت سزائین دیتے تھے،	(واقعہ صحیح نہین اتنی عبارت قلمزد کر دیجیے)
۱۸۰	۳	ہشام مخزومی	ہشام عامری
۲۰۲	۵	سنہ ۷۳۳[1] اسکندری	سنہ ۹۳۳ اسکندری
۲۳۴	۱۲	مکہ سے آرہے تھے	کہین سے آرہے تھے۔

[1] سنہ ۷۳۳ اسکندری، مصنف نے یہ تاریخ عینی شرح بخاری طبع قسطنطنیہ جلد دوم صفحہ ۳۵۴ سے نقل کی ہے، مگر درحقیقت خود عینی کی یہ عبارت غلط چھپ گئی ہے، اس مین سبعمائۃ چھپ گیا، مگر صحیح یہ ہے کہ تسعمائۃ چاہیے،

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۶	۱۱	اورہم محمدؐ کے لیے اپنے بیٹون	اورہم اپنے بیٹون اوربی بیون	۳۶۷	۹	تین مہینہ تک	ایک مہینہ تک
		اوربی بیون کو بھولجاتے ہین	سے بھلانہ دیئے جائین	۳۷۰	۷	سلاطین اور روساکو دعوت اسلام	آنحضرت صلعم نے شاہ بُصریٰ یا
۲۳۸	۹	یاموت کا راستہ نہ دیکھ لے	یا وہ اپنا راستہ نہ دیکھ لے			کے جو خطوط بھیجے گئے تھے، ان مین	قیصر روم کے نام ایک خط لکھا
۲۳۹	۱۷	اصل تعداد سے	اپنی تعداد سے			ایک خط شرجیل بن عمرو کے نام	تھا، عرب شام کے سرحد(؟)
۲۴۳	۱۷	وہی ہار گلے سے اُتار کر بھیجدیا	ذرفہ یہ کیساتھ وہ ہار بھی گلے			تھا، جو بُصریٰ کا بادشاہ	علاقون مین جو عرب رؤساء
		" " "	سے اُتار کر بھیجدیا)			" " "	حکمران تھے، انمین ایک شرجیل بن
۲۴۴	۱۶	بکریہ تجھ کو رونا نہین آتا	اونٹ پر مت رو،			" " "	عمرو تھا جو اسی علاقہ بلقار کا رئیس اور
۲۴۵	۱،۲	دبکرا و عقیل و حارث، اسود کے	(کاٹ دیا جائے)	۳۷۴	۱	کچھ غم نہین	اے خدا
		بیٹون کے نام ہین)		۳۸۴	۲،۱۹	عن مصعب بن سعید آخر راوی	عن مصعب بن سعد عن س
۲۵۴	۳	انفال	نساء			تابعی ہی جو شریک واقعہ نہ تھا	مصعب
۲۵۶	۱	جو بخاری و مسلم دونون مین مذکور	جو صحیح مسلم اور مصنف ابن	۳۹۴	۱۳	غنیمت	زکوٰۃ
		ہے۔	ابی شیبہ مین ہے۔	۳۹۷	۱۴	ایک سال	ڈیڑھ سال (۱۷ یا ۱۸ مہینے
۲۶۶	۱۷	اُس نے بدر سے واپس جاکر	اُس نے بدر سے مشرکین کی واپسی	۴۱۴	۱۷،۱۸	آنحضرت جب ہجرت کرکے مدینہ	جنگ بدر کے موقع پر حذ
۲۷۴	۹	اسکے بیٹے عثمان	اُس کے بھائی عثمان			چلے آئے تھے تو بہت سے صحابہ مجبوریون	بن یمان اور اُن کے و
〃	۱۱	نیزہ بردار	علمبردار			کی وجہ سے مکہ ہی مین رہ گئے تھے	کہین سے آرہے تھے
۳۱۶	۱	نعیم بن مسعود ثقفی	نعیم بن مسعود اشجعی			ان مین حذیفہ بن یمان اور اُنکے	" " "
۳۴۵	۱۰،۱۱،۱۲	عام ارباب سیر لکھتے ہین کہ نجاشی	عام ارباب سیر لکھتے ہین کہ اس			والد بھی تھے جنگ بدر سے	" " "
		نے سنہ ۹ھ مین وفات پائی،	نجاشی نے سنہ ۹ھ مین وفات پائی			کچھ پہلے وہ مکہ سے روانہ ہوئے	" " "
		آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) موتہ	آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ	۴۴۲	۱،۲	انتقال مکان	مدینہ جانا
		مین تشریف رکھتے تھے، اور یہ	مین تشریف رکھتے تھے، اور یہ خبر			**مطبعی اغلاط**	
		خبر سنکر آپنے غائبانہ اس کے جنازہ	سنکر آپنے غائبانہ اُس کے جنازہ				
		کی نماز پڑھائی، لیکن یہ غلط ہی	کی نماز پڑھائی لیکن یہ غلط ہے	۳۰	۱۵	للمرء	بالمرء
		صحیح مسلم مین تصریح کی ہی کہ جس	صحیح مسلم مین تصریح کی ہی کہ جس نجاشی	۳۸	۱۶	کابن البتی	کابن السنی
		نجاشی کی نماز جنازہ آپنے پڑھی	کی نماز جنازہ آپ نے پڑھی وہ	〃	۱۷	ابن البتی	ابن السنی
		وہ یہ نہ تھا (بلکہ سابق نجاشی تھا)	یہ نہ تھا،	۱۰۴	۵	رؤسہم	رؤسکم
۳۴۶	۱۹	نجاشی	مقوقس	۱۱۴	۴	طواف کرنے والون ارکوع	طواف کرنیوالون، قیام کرنے
۳۵۰	۹	مسند ابن حنبل اور صحیح مسلم مین بھی ایک روایت ہی لیکن صحیح نجاشی	مسند ابن حنبل مین بھی ایک روایت ہے لیکن صحیح مسلم مین			کرنے والون	والون، رکوع کرنے والو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۶	۸	ثابت	ثابت
۱۴۴	۱۰	جبیر	جبر
۱۵۳	۱۵	واصدع	فاصدع
۱۵۵	۷	تیمم	تیم
۱۵۶	۲	عمر بن العاص	عمرو بن العاص
〃	۴	اسود بن عبد المطلب	اسود بن مطلب
〃	۵	عقبہ بن معیط	عقبہ بن ابی معیط
۱۵۷	۷	اسود بن عبد المطلب	اسود بن مطلب
〃	۸	عقبہ بن معیط	عقبہ بن ابی معیط
۱۶۳	۹	〃	〃
۱۷۲	۸	ابوترہ	ابوسبرہ
۱۸۰	۴،۵،۶	زبیر	زہیر
〃	۷	بختری	ابوالبختری
۱۸۱	۲	بن امیہ	بن ابی امیہ
۱۹۲	۸	بنہان	تیہان
۱۹۴	۶	〃	〃
〃	۱۳	منذر بن عمر	منذر بن عمرو
۱۹۶	۶	طفیل بن عمر	طفیل بن عمرو
〃	۱۷	زبیر بن مطعم	جبیر بن مطعم
۲۰۰	۳	خثعم	جعشم
۲۲۱	۴	لیعلم ممن ینقلب	لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب
۲۳۱	۱۵	ابولبانہ	ابولبابہ
۲۳۴	۱۱	ابوحذیفہ	حذیفہ
〃	۱۶	لقد	قد
〃	۱۷	(انفال)	(آل عمران)
〃	〃	ابوحسیل	حسیل
۲۳۹	۱۷	یرونکم	یرونھم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۷	۳	ذالك بانهم شاقوا الله و ورسوله فان الله شديد العقاب ،	ذالك بانهم شاقوا الله و رسوله ومن يشاقق الله ورسوله فان الله شديد العقاب ،
۲۴۷	۷	انہوں نے خدا اور خدا کے رسول سے دشمنی کی ہے، خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔	انہوں نے خدا اور اسکے رسول سے دشمنی کی اور جو خدا اور اسکے رسول سے دشمنی کرتا ہے خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔
۳۴۳	۹	الذین یتبعون النبی الامی	الذین یتبعون الرسول النبی الامی
۳۹۴	۱۷	نضر بن حارث	نضیر بن حارث
۴۰۳	۱۱	اعد للمحسنین	اعد للمحسنات منکن
〃	۱۲	اپنے نیکوکار بندوں کے لیے	تم میں سے نیکوکاروں کے لیے
۴۱۷	۴	ابوقالی	ابوعلی قالی
۴۱۸	۱۷،۱۸	ابوداؤد ایادی کہتا ہے یا عمرو ان لا تدع شتمی منقصتی اضربک حیث تقول الہامۃ اسقونی	ابوداؤد ایادی کہتا ہے سلط الموت والمنون علیہم فلہم فی صدی المقابر ہام ذو الاصبع العدوانی کا شعر ہے یا عمرو ان لا تدع شتمی منقصتی اضربک حیث تقول الہامۃ اسقونی
۴۱۹	۵	المثلم	المصلم
۴۴۱	۱۲	لا یرقبون فی مومن الا ولا ذمہ انہم لا ایمان لہم	لا یرقبون فی مومن الا ولا ذمۃ ..... انہم لا ایمان لہم